یکے از مطبوعاتِ مجلسِ ترقیِ ادب لاہور

تاریخ اقوام عالم

حصہ اول و دوم

از

مرتضیٰ احمد خاں

لیکچرر ان جرنلزم پنجاب یونیورسٹی ، لاہور

چقماق پتھر سے لے کر ایٹم بم تک

قوموں کے عروج و زوال ، سلطنتوں کے جنگ و جدال ، نوع انسانی کے تمدنی حالات ، معاشرتی انقلابات ، علمی ، فکری اور روحانی تحریکات اور جامعہ بشری کے ہر گونہ ترقیات کی سچی کہانی جو آثار ، روایات ، اسناد اور شواھد کی بنا پر مناسب اجمال کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔

مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ۔ لاہور

ناشر

کریم احمد خان معتمد مجلس ترقی ادب ، لاہور

مطبع

علمی پرنٹنگ پریس ، ۱۷ ہسپتال روڈ ، لاہور

زیر اہتمام

شیخ نیاز احمد

قیمت دس روپے

۱۹۵۸ء

انتساب

دوسری عالمگیر جنگ کے واقعات میں سے مجھے سب سے زیادہ جس واقعہ نے متاثر کیا وہ ایشیا کے قلب میں آباد ہونے والی ایک چھوٹی مگر بہادر قوم ''افغان،، سے متعلق تھا ۔ افغانستان ان چند ملکوں میں سے تھا جنہوں نے اس عالمگیر جنگ میں غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا اور آخر وقت تک اپنے اس فیصلے پر کار بند رہا ۔ دنیا کی اکثر قومیں برضا و رغبت یا بجبروا کراہ اس جنگ کی جہاں سوز آگ میں شامل ہوتی چلی گئیں تا آنکہ جنگ کے آخری مرحلے میں ترکی ، مصر ، سعودی عرب ، اور سویڈن نے بھی متحدہ اقوام کے مجوزہ نظام کی رکنیت حاصل کرنے کے لیے گرتی ہوئی محوری طاقتوں کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا ۔ ہسپانیہ ، آئرلینڈ ، سوئزر لینڈ اور ارجن ٹائین کی حکومتیں بھی غیر جانب دار رہیں لیکن ان میں سے ہسپانیہ اور ارجن ٹائین نے دوران جنگ میں محوری طاقتوں کے ساتھ عملی ہمدردی کے بعض اقدامات کرکے اپنی غیر جانب داری کا سفید دامن داغدار کرلیا ۔ افغانستان کے اس دور کی تاریخ کے جس واقعہ سے میری طبیعت متاثر ہوئی وہ یہ تھا کہ ۱۹۴۱ء میں جب برطانیہ اور روس کی فوجیں ایران میں جرمنی اور اٹلی کے ایجنٹوں کی سرگرمیوں کا بہانہ لے کر اس کی سر زمین پر چڑھ دوڑیں تو ان دونوں بڑی طاقتوں نے افغانستان کے سامنے بھی محوری اقوام کے باشندوں کے اخراج کا مطالبہ پیش کر دیا اور اس امر کا قوی اندیشہ محسوس ہونے لگا کہ شاید یہ بڑی طاقتیں افغانستان کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گی جو ایران سے کیا گیا ہے ۔

اس نازک موقع پر اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کی حکومت نے جس تدبر سے کام لیا وہ اقوام عالم کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا ۔ افغانستان کی حکومت نے اس موقع پر ملت افغان کے نمائندوں کا ایک لوئی جرگہ (بڑا اجتماع) منعقد کیا ۔ جس کے سامنے صورت حال پیش کردی گئی ۔ لوئی جرگہ

کا فیصلہ یہ تھا کہ اگر روس اور برطانیہ نے افغانستان کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ بلا وجہ غیر جانب داری کا مسلک ترک کرکے کابل کے جرمن اور اطالوی سفارت خانے بند کر دے اور ان قوموں کے افراد کو جو افغانستان کے ملک میں نوکری ، تجارت اور محنت مزدوری کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں اور افغانوں کی امان میں زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے دشمن ملکوں یعنی روس اور برطانیہ کے حوالے کر دے تو افغان اپنے اسلامی شرف ، اپنی قومی عزت اور اپنی آزادی کی حفاظت کے لیے جانیں لڑانے میں دریغ سے کام نہ لیں گے ۔ لوئی جرگہ کے اس فیصلے کو دیکھ کر روس اور برطانیہ کی حکومتوں نے مصالحانہ روش اختیار کی، اور حکومت افغانستان سے یہ کہا کہ وہ افغانستان کو غیر جانب داری کا مسلک ترک کرنے اور محوری طاقتوں کے سفارت خانوں کو بند کرنے پر مجبور نہیں کرتے لیکن افغانستان کی سر زمین میں اپنی دشمن اقوام کے باشندوں کی موجودگی کو اپنے لیے خطرے کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور حکومت افغانستان سے استدعا کرتے ہیں کہ ان کی سرگرمیوں کے انسداد کی کوئی تدبیر کرے۔ افغانستان کا جواب یہ تھا کہ افغان حکومت ان لوگوں کی نقل وحرکت پر کڑی نگاہ رکھتی ہے اور انہیں اپنے روسی اور برطانی همسایوں کے خلاف کوئی معاندانہ حرکت کرنے کی اجازت نہیں دیتی لیکن برطانیہ اور روس کی حکومتیں اس جواب سے مطمئن نہ ہوئیں ۔ آخر تینوں حکومتوں کے درمیان اس امر پر مفاہمت ہوگئی کہ محوری طاقتوں کے سفارت خانے اپنے اپنے عملوں سمیت بدستور کابل میں موجود رہیں گے۔ جرمن اور اطالوی باشندے جو افغانستان کے اندر اپنے کاموں کے سلسلے میں بود و باش رکھتے ہیں اس شرط پر ملک سے نکال دیئے جائیں گے کہ برطانی حکومت انہیں ہندوستان اور عراق میں سے گزار کر ترکی کی غیر جانب دار سر زمین میں بحفاظت تمام پہنچانے کا ذمہ لے ۔ اس قرارداد کے مطابق ایک عہد نامہ مرتب ہوا جس پر برطانیہ اور ترکی کے سفیروں اور افغان حکومت کے وزیر امور خارجہ نے دستخط ثبت کیے ۔ جرمن اور اطالوی اقوام کے جتنے افراد افغان عمال نے تورخم کی سرحدی چوکی میں برطانی حکام

کے حوالے کیے اتنے افراد برطانی حکام نے عراق کی سرحد پر ترکی حکام کے حوالے کر دیئے جہاں سے وہ اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے ۔

افغانستان کی حکومت نے اس نازک موقع پر جس همت اور تدبر کے ساتھ اپنے ملک کی غیر جانب داری اور ملت افغان کے قومی شرف کی حفاظت کی وہ افغانوں کے قومی احساس شرافت کا ایسا چمکتا هوا ثبوت هے جس کی نظیر اس جنگ کے واقعات کی تاریخ میں کسی دوسری قوم کے نامۂ اعمال میں نہیں ملتی ۔

تاریخ اقوام عالم کو قلم بند کرتے وقت جب میرے دل میں انتساب کے لیے موزوں انتخاب کی الجھن پیدا هوئی تو طبیعت نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کتاب کا انتساب جو جامعۂ بشری کے تاریخی حالات پر مشتمل هے

ملت نجیبۂ افغان کی اس حمیت اسلامی اور شرافت ملی

کے نام پر کرنا چاهیے جس کی بدولت وسط ایشیا کی یہ چھوٹی سی کمزور اور ضعیف قوم دوسری عالمگیر جنگ کے قیامت خیز هنگاموں میں اپنی آزادی ، اپنے مسلک غیر جانبداری ، اپنی عزت اور اپنے شرف کو به همه وجوه قائم و بر قرار رکھنے میں کامیاب و کامگار بر آمد هوئی ۔ ان الفاظ کیساتھ میں اپنی اس تالیف ''تاریخ اقوام عالم،، کو ملت افغان کی شرافت و نجابت کے نام سے معنون کرتا هوں جس کا روشن ثبوت اس نے دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں بھی مہیا کر دکھایا ۔

نوٹ :— متذکرہ صدر سطور ۱۹۴۵ء میں کتاب کا مسودہ پایہ تکمیل تک پہنچ جانے پر سپرد قلم کی گئی تھیں ۔ اب ۱۹۵۰ء هے ۔ گزشتہ پانچ سال میں جو مشکلات و مزاحم اس کتاب کے چھپنے کی راہ میں پیش آتے رهے ان کا تذکرہ بجائے خود ایک مستقل باب کا محتاج هے ۔ مختصراً یہ کہ مسودہ کتابت هونے کے بعد مدتوں حیدرآباد دکن کے ایک مطبع میں پڑا رها اور اس کی طباعت کی باری نہ آئی ۔ ازاں بعد ۱۹۴۷ء میں شمالی هند

کے اقطاع میں بد امنی اور خونریزی کے طوفان اٹھے - جن کے نرغے میں راقم الحروف مشرقی پنجاب میں گھر گیا - اور کامل تین ماہ کیمپوں میں دن کاٹنے کے بعد بہزار دقت لاھور تک پہنچنے میں کامیاب ھو سکا - ان ھنگاموں کے بعد کاروبار کی طرف توجہ دینے کی فرصت کسے تھی ؟ ۱۹۴۸ء میں جب کہ حیدرآباد دکن کے مطبع سے کتاب کی طباعت کے متعلق استفسار کیا جارھا تھا ، بھارت کی فوجوں نے حیدر آباد پر چڑھائی کردی - پہلے طباعت کی طرف سے مایوسی تھی ، اب مسودہ ھی کی طرف سے نا امیدی ھوگئی - حالات کے پرسکون ھونے پر مسودہ کی تلاش شروع ھوئی - خوش بختی سے مسودہ مل گیا جسے گزشتہ پانچ سال کے کوائف و حالات کے اضافہ کے ساتھ طباعت و اشاعت کے لیے بھیج رھا ھوں - اور بارگہ ایزدی میں دست بہ دعا ھوں کہ جو کام میں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے صدھا کتابوں کی چھان بین کرکے تیار کیا ھے وہ قدر دان ھاتھوں میں پہنچ کر اپنا مقصد پورا کرے اور پڑھنے والوں کی معلومات میں اضافہ کا موجب بنے - آمین

العبدالعاجز

مرتضیٰ احمد خان

۲۱ جون ۱۹۵۰ء

طبع ثانی :—

اس کتاب کا دوسرا اڈیشن ” انجمن ترقی ادب ،، لاھور کے زیر اهتمام شائع ھو رھا ھے جس نے اس کتاب کی طباعت و کتابت کے جملہ حقوق مصنف سے حاصل کرلئے ھیں - والحمد للہ علی ذالک :—

مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۵۸ء المولف -

پیش لفظ

علمی تحقیقات کے ذوق نے عصر حاضر کے انسان پر نئی نئی دریافتوں اور ایجادوں کے دروازے کھول دیئے ھیں ۔ جدید انکشافات اور ایجادات نے نوع انسانی کو ایک کنبے اور سطح ارضی کو ایک محدود رقبے کی حیثیت دے دی ھے ۔ ھر انسان اپنے گھر میں بیٹھ کر لندن ، نیویارک ، ماسکو اور دور دراز کے مقامات کی آوازیں اسی طرح سن سکتا ھے جس طرح اپنے ھمسائے کے گھر کی آوازیں سنتا ھے ۔ طیاروں ، ریلوں ، جہازوں اور آٹو موبائیلوں نے انسان کو سالوں اور مہینوں کی مسافت دنوں اور گھنٹوں میں طے کرنے کے قابل بنا دیا ھے ۔ ریڈیو اور اخبار ھر پڑھے لکھے شخص کو ھر صبح دنیا بھر کے حالات سے باخبر کر دیتے ھیں ۔ دنیا کے ایک سرے میں واقعات و حالات کی تبدیلیاں فوری طور پر دوسرے سرے کی آبادیوں پر اثر ڈالتی ھیں ۔ انسان کے فکر و عمل کی تحریکیں عالمگیر حیثیتیں اختیار کر رھی ھیں۔ ان حالات میں محض کسی ایک قوم ، ایک گروہ یا ایک ملک کی تاریخ کا مطالعہ انسانی فکرونظر میں وہ وسعت پیدا نہیں کر سکتا ، جو موجودہ دور میں زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری ھے ۔ عصر حاضر کی عالمگیر تحریکات کو جو ساری دنیا کے انسانوں پر اثر انداز ھو رھی ھیں سمجھنے ، جانچنے اور پرکھنے کے لیے ھر فرد بشر کو نوع انسانی کی تاریخ سے آگہ ھونا ضروری ھے تا کہ اس کے فکر کی قوتوں میں عصر حاضر کی تحریکات کا صحیح طور پر جائزہ لینے کی اھلیت پیدا ھو ۔ اور اس کا زاویہ نگاہ وسیع ھو جائے ۔ یورپی اقوام کے لٹریچر میں ھر قوم ، ھر ملک اور ھر چھوٹے بڑے موجودہ یا گزشتہ گروہ کی بیسیوں مبسوط اور جامع تاریخوں کے علاوہ نوع بشر کے تاریخی حالات یکجا بتانے والی متعدد کتابیں موجود ھیں۔ مجھے تاریخ کی ایسی کتابوں سے اردو زبان کا دامن تہی نظر آیا تو میرے دل میں اقوام عالم کے حالات کی ایک مجمل سی داستان لکھنے کا خیال پیدا ھوا ۔ اپنے ملک اور بعض دیگر اقوام کے جداگانہ تاریخی حالات کا مطالعہ کرتے وقت میرا ذھن ھمیشہ تشنگی محسوس کرتا تھا کہ جس دور

کے حالات میں ایک ملک یا ایک قوم کے متعلق پڑھ رہا ہوں اس دور میں باقی دنیا کے حالات کیا تھے ؟ میرا خیال ہے کہ تاریخ کا ہر طالب علم کسی خاص قوم یا ملک کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت اس تشنگی کو محسوس کرتا ہوگا ۔ اسی تشنگی کو دور کرنے کے لیے میں نے تاریخ کی کتابوں کی ورق گردانی کی اور نوع انسانی کی سرگذشت کا ایک عام خاکہ دنیا کے تاریخی حالات کے شائقین کے سامنے پیش کرنے کے لیے ''تاریخ اقوام عالم،، کی تالیف شروع کر دی ۔ مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو اقوام عالم کی سرگذشت اور مختلف ادوار میں انسانی زندگی کے کوائف و افکار کے متعلق عام واقفیت حاصل ہو جائے ۔ اس کتاب کے مطالعہ کرنے سے ہر شخص کو اپنے ملک ، اپنی قوم ، اپنے جامعہ ، اپنے مذہب اور اپنے سماجی افکار کی صحیح صحیح تاریخی اور اضافی پوزیشن معلوم ہو جائے گی ۔ مثلاً یہ نہ ہوگا کہ ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس قسم کی ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہونے لگیں کہ آخر یہ باہر سے آنے والے آریا ، ھن ، افتالی (حیاطلہ) ، عرب ، ترک ، پٹھان یا فرنگی کون لوگ تھے ؟ کس آسمان سے نازل ہوئے ؟ کیوں نازل ہوئے ؟ اور ان کے پہلے اور پچھلے حالات کیا تھے ؟ مزید برآں میری یہ تالیف پڑھنے والوں کو ان برگزیدہ ہستیوں کے تاریخی ادوار کا حال بھی معلوم ہوگا جن کو وہ صدیاں گزر جانے پر بھی دلی اور روحانی احترام سے یاد کرتے ہیں ۔ اور جن کی تعلیمات نہ صرف ان کی زندگیوں پر اثر انداز ہیں بلکہ ان کے قلب و روح کے لیے آج تک تسکین کا سامان مہیا کر رہی ہیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے متعلق جو مختلف مذاھب کی داعی اور بانی تھیں صحیح تاریخی معلومات کا جاننا انسان کو مذہبی تعصب کی اس تنگ نظری سے بچا دے گا جس میں لوگ عام طور پر مبتلا ہوتے رہے ہیں اور اب تک ہیں ۔

اس کتاب کی تالیف کے سلسلے میں مجھے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا اور اپنے زاویہ' نگاہ سے کسی خاص بات کی تلاش میں بڑی بڑی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی ۔ ان میں سے اکثر کتب کی فہرست اس پیش لفظ کے بعد درج کر دی گئی ہے۔

میں نے یہ کتاب اگرچہ مفتشین تاریخ کی محنتوں کے اثمار یعنی دیگر کتب ھی سے مطالعہ انتخاب اور استنباط سے مرتب کی ھے تا ھم اس موقع پر اس امر کا تذکرہ کر دینا بے جا نہ ھوگا کہ میرے انتخاب کردہ تاریخی حالات مستند تاریخی شواھد پر مبنی ھیں ۔ ان شواھد میں قدیم اقوام کی وہ روایات بھی شامل ھیں جن کا انداز تحریر مذھبی عقیدت ، مبالغہ آرائی، شاعرانہ تخیل اور قبیلوی یا قومی تعصب پر مبنی ھے ۔ ان روایات سے میں نے بڑی محنت اور کاوش سے تاریخی حالات کا استنباط کیا ھے۔ نیز ان میں عصر حاضر کی ان تاریخی تحقیقاتوں کے نتائج بھی شامل ھیں جو لسانیات ، طبعیات ، ارضی طبقات ، نسلیات ، نفسیات اور تحقیقات کے جدید علوم کی مدد سے علمائے تحقیق نے کیں ۔ قدیم ترین اقوام کے بہت سے حالات ان کی بود و باش کی جگہوں ، ان کے اوزاروں ، برتنوں ، ان کی قبروں ، ھڈیوں اور کھوپریوں وغیرہ کا جدید علوم کی روشنی میں مطالعہ کرکے معلوم کیے جا چکے ھیں اور کیے جا رھے ھیں ۔ اس کتاب میں قدیم اقوام کے وھی حالات اور واقعات درج کیے گئے ھیں جو آثار و شواھد اور روایات کی بنا پر ماھرین علم التاریخ کے نزدیک مصدقہ حیثیت اختیار کر چکے ھیں ۔ حالات اور واقعات تو جیسے کچھ تھے اس کتاب میں مجمل طور پر بیان کر دئیے گئے ھیں لیکن ان کو میں نے اپنے مخصوص زاویہ' نگاہ سے دیکھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی ھے۔ میرا زاویہ' نگاہ جامعہ بشر یا نوع انسانی کی آخری نجات و سعادت کے مرکزی نقطے پر مبنی ھے ۔ اس میں کسی قومی ، وطنی ، نسلی یا مذھبی جماعت بندی کی برتری اور فوقیت کے اظہار کا جذبہ کار فرما نہیں ، جو مشرق و مغرب میں مورخوں اور تذکرہ نگاروں کا ایک عام فیشن بن چکا ھے ۔ ادوار کی ترتیب اور ان کا نام رکھنے کے بارے میں بھی میں نے اپنے فکر سے کام لیا ھے ۔ کسی دوسرے مورخ کی تقلید پر اکتفا نہیں کی ۔

اس کتاب کے انداز بیان کو سہل اور دلچسپ بنانے کا خاص خیال رکھا گیا ھے ۔ اسی وجہ سے جابجا ماخذوں کے حوالے درج نہیں کیے گئے ۔ چونکہ یہ قوموں کے حالات کی ایک مجمل سی تاریخ ھے اس لیے اس میں تفصیلات

بیان نہیں کی جا سکیں ۔ کتاب کی ضخامت کو محدود رکھنے کے خیال سے بہت اجمال سے کام لیا گیا ہے تا کہ شائقین آسانی سے پڑھ سکیں ۔ تاہم تمام ضروری اور اہم واقعات یا تغیرات اور تحریکات کا حال لکھ دیا گیا ہے ۔ اس کے باوجود کتاب پڑھنے والے اصحاب اگر کسی مقام پر کسی قسم کی تشنگی یا وضاحت کی ضرورت محسوس کریں تو براہ کرم مولف کو اطلاع دیں تا کہ آئندہ اڈیشن میں اس کی تلافی کر دی جائے ۔

ان الفاظ کے ساتھ میں تاریخ اقوام عالم کو قدرداں اصحاب کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں ۔

مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۴۶ء ۔ **مرتضی احمد خاں**

کتب حوالہ کی فہرست

تاریخ اقوام عالم کی ترتیب و تالیف کے سلسلے میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا جن کے قابل مولفوں نے بیسیوں دوسری کتابیں پڑھ کر اور عجائب گھروں اور لائبریریوں کو کھنگال کر اپنی محنت اور عرق ریزی کے اثمار علمی دنیا کے سامنے پیش کیے :—

(۱) تھرو دی کوریڈورز آف ٹائم (زمانے کے بر آمدے میں سے) چھ جلد مولفہ ھیرلڈ پیک وربچ جی فلیور (انگریزی)

(۲) ایجیز آف دی گاڈس (دیوتاؤں کا زمانہ) مولفہ (انگریزی)

(۳) ھسٹری آف دی اینشنٹ ورلڈ (دنیائے قدیم کی تاریخ) مولفہ ایم روٹوف ٹزیف (روسی سے انگریزی ترجمہ)

(۴) ھسٹری آف دی مانومنٹس آف ار (ار کے آثار کی تاریخ) مولفہ سی جی گاڈ (انگریزی)

(۵) العبید مولفہ ھال و وولے (انگریزی)

(۶) ایکس کیویشنز ایٹ موھن جی ڈرو (موھن جی ڈرو سندھ کی کھدائیاں) مولفہ جان مارشل (انگریزی)

(۷) ایکس کیویشنز ایٹ ھڑپہ (ھڑپہ پنجاب کی کھدائیاں) مولفہ مادھو سروپ (انگریزی)

(۸) اریبیا بیفور محمد (محمدؐ سے پہلے کا عرب) مولفہ اولیٹری (انگریزی)

(۹) پری ھسٹارک امیریکا (زمانہ قبل از تاریخ کا امریکہ) مولفہ نڈامک (انگریزی)

(۱۰) دی کانکویسٹ آف مایا (مایا قوم کی تسخیر) مولفہ مچل (انگریزی)

(۱۱) ھسٹری آف ارلی ایران (ابتدائی ایران کی تاریخ) مولفہ جارج جی کیمرون (انگریزی)

(۱۲) ھند و امریکا (ھند و امریکہ) از چمن لال (انگریزی)

(۱۳) انڈیا اینڈ جاوا (ھندوستان اور جاوا) از بیجن راج چیٹرجی (انگریزی)

(۱۴) ھسٹری آف انڈیا (تاریخ ھند) دو جلد از دھلیر (انگریزی)

(۱۵) آوٹ لائینز آف ورلڈ ھسٹری (تاریخ عالم کے خدوخال) از ایچ جی ویلز (انگریزی)

(۱۶) ھسٹری آف دی مسلم ورلڈ (دنیائے اسلام کی تاریخ) از احسان اللہ (انگریزی)

(۱۷) تاریخ ابن خلدون (عربی)

(۱۸) سیرت النبی از شبلی (اردو)

(۱۹) سیرت صدیق از نا معلوم (اردو)

(۲۰) الفاروق از شبلی (اردو)

(۲۱) سیرت عثمان از نا معلوم (اردو)

(۲۲) سیرت علی از نا معلوم (اردو)

(۲۳) مارچ آف باربیرئینس (وحشیوں کی یلغار) از (انگریزی)

(۲۴) جامع التواریخ مولفہ حکیم رشید ھمدانی (فارسی)

(۲۵) تاریخ وصاف مولفہ فضل اللہ پسر ابوالخیر (فارسی)

(۲۶) تاریخ جہان کشائی مولفہ علاءالدین عطاملک (فارسی)

(۲۷) آریانا از احمد علی کہزاد (پشتو)

(۲۸) سٹوڈینٹس ھنٹس آف ماڈرن ھسٹری (تاریخ عہد جدید کے اشارات برائے طلبا) از ٹیلر (انگریزی)

(۲۹) ھسٹری آف دی یونائیٹڈ سٹیٹس (اضلاع متحدہ کی تاریخ) از جان فسکے (انگریزی)

(۳۰) ھسٹاریکل جیوگریفی آف برٹش کالونیز (برطانی مستعمرات کا تاریخی جغرافیہ) از لوکس (انگریزی)

(۳۱) رشئین کیمپین اگینسٹ ترکمانس (ترکمانوں کے خلاف روسی مہم) از چارلس مروِن (انگریزی)

(۳۲) دی ھارٹ آف ایشیا (ایشیا کا قلب) از سکرائین دراس (انگریزی)

(۳۳) برٹش ویسٹ ایفریکن سیٹلمنٹس (مغربی افریقہ کی برطانی نو آبادیاں) از مارٹن (انگریزی)

(۳۴) یونین آف ساؤتھ ایفریکا (جنوبی افریقہ کی متحدہ سلطنت) از (انگریزی)

(۳۵) پرشئینز (ایرانی) از راس (انگریزی)

(۳۶) جاپان از پورٹر (انگریزی)

(۳۷) ھسٹری آف دی ورلڈ وار ۱۹۱۴-۱۸ء (عالمگیر جنگ کی تاریخ) از لیڈل ھارٹ (انگریزی)

(۳۸) جرمن وار آف ۱۹۱۴ء (۱۹۱۴ء کی جرمن جنگ) از اوریگان (انگریزی)

(۳۹) ود کچنر ٹو خرطوم (کچنر کے ساتھ خرطوم تک) از سٹیونز (انگریزی)

(۴۰) میڈ ملا آف سمالی لینڈ (سمالی لینڈ کا جنونی ملا) از ڈگلس جارڈن (انگریزی)

(۴۱) دی ورلڈ سنس یو ویئر بارن (تمہاری پیدائش کے وقت سے دنیا کی حالت) از ھبب سیال (انگریزی)

(۴۲) دی مینیس آف جاپان (جاپان کا خطرہ) از ٹیڈرو کونرائے (انگریزی)

(۴۳) ہسٹری آف پولٹیکل تھاٹ (سیاسی فکر کی تاریخ) از ریمانڈ جی گٹسل (انگریزی)

(۴۴) آثار عتیقہ کوتل خیرخانہ مطبوعہ کابل مولف ژوزف ہاکن و سید قاسم رشتیا (ترجمہ فارسی از فرانسیسی)

(۴۵) آثار عتیقہ بامیان مطبوعہ کابل مولف موسیو و مدام گودار و ہاکن و احمد علی خان کہزار (ترجمہ فارسی از فرانسیسی)

(۴۶) احمد شاہ بابا مطبوعہ کابل مولفہ م غبار (فارسی)

(۴۷) کتاب الملوک از کنفیوسش (ترجمہ انگریزی)

(۴۸) کتاب مقدس بائیبل (ترجمہ اردو)

(۴۹) رامائن (ترجمہ اردو)

(۵۰) مہابھارت (ترجمہ اردو)

(۵۱) قرآن مجید (عربی)

(۵۲) اخبارات کے فائیل

(۵۳) متعدد دیگر کتابیں جو وقتاً فوقتاً مولف کی نظر سے گزرتی رہیں۔

ازمنہ اور ادوار کی تقسیم

اکثر مورخوں نے نوع انسانی کی تاریخ کے ازمنہ و ادوار کو ان جنگی ھتھیاروں اور اوزاروں سے منسوب کیا ھے جنہیں انسان کی جمعیتیں وقتاً فوقتاً استعمال کرتی رھیں ۔ مولف نے ازمنہ کی تقسیم میں اسی انداز کا تتبع کیا ھے۔ لیکن ان زمانوں کو ماتحت ادوار میں تقسیم کرکے ھر دور کا نام اس کی کسی نمایاں اور ممتاز خصوصیت کی بنا پر رکھ دیا ھے ۔ زمانوں اور ادوار کی یہ تقسیم بھی بدرجہ تام موزوں نہیں کیونکہ بعض قومیں اس معاملے میں ترقی کر کے پتھر، برانز، پیتل اور لوھے سے گزر کر بارودی اسلحہ کا استعمال کرنے لگیں اور بعض گروہ انیسویں صدی مسیحی میں بھی پتھر کے اوزار استعمال کر رھے تھے ۔ تاھم یہ تقسیم اس لحاظ سے صحیح ھے کہ ھر زمانے اور دور کو کسی ایسی نمایاں خصوصیت کے مطابق نام دیا گیا ھے جو اس زمانے یا دور میں اقوام عالم کے ترقی یافتہ جامعوں میں عام ھو چکی تھی ۔ اس اصول کے پیش نظر اس کتاب میں ازمنہ و ادوار کی تقسیم بصورت ذیل کی گئی ھے :—

(۱) فقید الآثار ابتدائی دور	نامعلوم وقت سے پچاس ھزار قبل مسیح تک
(۲) پتھر کا زمانہ قدیم	
(۱) دور شکار	پچاس ھزار سال ق-م سے پچیس ھزار سال ق-م تک
(۲) دور زراعت	۲۵ ھزار سال ق-م سے ۱۰ ھزار سال ق-م تک

(۳) پتھر کا زمانہ جدید	
(۱) دور تمدن	۱۰ ہزار سال ق-م سے ۵ ہزار سال ق-م تک
(۲) دور ترقی	۵ ہزار سال ق-م سے ۳ ہزار سال ق-م تک
(۳) دور ملوکیت	۳ ہزار سال ق-م سے ۲ ہزار سال ق-م تک
(۴) برانز دھات کا زمانہ	۲ ہزار سال ق-م سے ایکھزار سال ق-م تک
(۵) لوہے کا زمانہ	
(۱) دور شجاعت	ایک ہزار ق-م سے ولادت مسیح تک
(۲) دور ظلمت	ولادت مسیح سے ۶۰۰ء میلادی تک
(۳) دور نہضت	۶۰۰ سے ۱۲۰۰ء تک
(۴) دور جمود	۱۲۰۰ء ۱۵۰۰ء تک
(۶) بارود کا زمانہ	
(۱) دور استعمار	۱۵۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک
(۲) دور ایجادات	۱۸۰۰ء سے ۱۹۴۵ء تک
(۷) جوہری آتش کا زمانہ	۱۹۴۵ سے آگے

فہرس

عنوان

حصہ اول

پہلا باب

نمبر شمار　　　　صفحہ

(مفقود الاثار ، ابتدائی دور)

دوسرا باب

(پتھر کا دور قدیم ، دور شکار)

تیسرا باب

(پتھر کا زمانہ قدیم ، زراعت کاری)

چوتھا باب

(پتھر کا زمانہ جدید ، دور تمدن)

پانچواں باب

(پتھر کا زمانہ جدید ، دور ترقی)

چھٹا باب

(پتھر کا دور جدید ، دور ملوکیت)

ساتواں باب

(برانز دھات کا زمانہ)

آٹھواں باب

(لوہے کا زمانہ ، دور شجاعت)

نواں باب

(لوہے کا زمانہ ، دور ظلمت)

حصہ دوم

دسواں باب

(لوہے کا زمانہ ، دور نہضت)

گیارھواں باب

(لوہے کا زمانہ ، دور جمود)

بارھواں باب

(بارود کا زمانہ ، دور استعمار)

تیرھواں باب

(بارود کا زمانہ ، اور دور ایجادات)

(انیسویں صدی مسیحی)

چودھواں باب

(جوہری آتش کا زمانہ)

حصہ اول

یہ حصہ پہلے بھی ایک دفعہ چھپ چکا ہے ، اب دوبارہ
شائع کیا جا رہا ہے

پہلا باب

مفقود الآثار ابتدائی دور

(نا معلوم وقت سے پچاس ہزار سال قبل مسیح تک)

انسان کی موجودگی کا سراغ ' نوع انسان کی ابتدا ' بے شعوری کا دور ' شعور کا ظہور ' ابتدائی معلومات ' پتھر کے اوزار ' انسان کی تخلیق کے متعلق مختلف قوموں کے نظریات ' ابتدائی زندگی -

انسان کی موجودگی کا سراغ

سطح ارضی پر نوع انسانی کے موجود ہونے کے قدیم ترین آثار جو اس وقت تک دستیاب ہو سکے ہیں وہ چقماق پتھر کے نوکیلے سے اوزار ہیں ۔ مختلف شکلوں کے یہ اوزار پتھر کو گھڑ کر بنائے گئے ہیں جو ان کو گھڑنے والے ہاتھوں کا پتا دے رہے ہیں ۔ زمین کی جن تہوں سے یہ اوزار ملے ہیں ان کے متعلق علم طبقات الارض کے ماہرین کا خیال یہ ہے کہ وہ تہیں اب سے کئی لاکھ سال پہلے کی بنی ہوئی ہیں ۔ زمین کے ان طبقوں میں ان پتھروں کے سوا انسان کے موجود ہونے کا اور کوئی سراغ نہیں ملتا ۔ البتہ انواع و اقسام کے جانوروں کے پتھرائے ہوئے پنجر ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں روئے زمین پر دودھ پلانے والے جانور بہ افراط موجود تھے ۔ موجودہ زمانے سے لاکھ دو لاکھ سال پہلے کے بنے ہوئے طبقات ارضی میں پتھر کو گھڑ کر بنائے ہوئے اوزاروں کا ملنا ظاہر کرتا ہے کہ نوع انسانی کی ابتدائی زندگی کا زمانہ جس کے آثار مفقود ہیں بہت طویل ہوگا جس میں انسان کی نوع بتدریج پھلی پھولی اور روئے زمین کے میدانوں ، پہاڑوں اور وادیوں میں پھیلتی چلی گئی ۔ پتھر کے نوکیلے اوزار اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ اس دور کے انسان پیٹ پالنے کے لئے جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے لیکن اس سے پہلے کے دور کے متعلق اس امر کا اندازہ لگانا بعید از قیاس نہیں کہ شکاری بننے سے پہلے نوع انسانی کے افراد زمین کی قدرتی نباتی پیداوار کھا کر بسر اوقات کرتے ہوں گے ۔ ابتدائی انسانوں کی غذا کا بیشتر حصہ خود رو پودوں کے پھلوں ، بیجوں ، مغزوں اور دانوں وغیرہ پر مشتمل ہوگا جنہیں وہ آسانی سے تلاش اور حاصل کر سکتے تھے ۔ انسان کی طبیعت ، فطرت اور اس کے جسم کی ساخت سے اس امر کا اندازہ بھی آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ نوع انسانی کے اولین آباؤ اجداد نے سطح ارضی کے کسی ایسے

خطے میں نشوونما حاصل کی ہوگی جس کی آب و ہوا نہ تو حد سے زیادہ سرد اور نہ بہت زیادہ گرم تھی ۔ اس کا اولین مسکن معتدل آب و ہوا رکھنے والا کوئی ایسا خطہ تھا جہاں خود رو پودوں کے قدرتی پھل بہ کثرت اور آسانی سے ملتے تھے ۔ پینے کا صاف اور شفاف پانی بہ افراط میسر آتا تھا ۔ سانپوں شیروں اور دوسرے خونخوار درندوں کی اس قدر بہتات نہ تھی جو انسانی نسل کی ترقی اور اس کے پھیلاؤ کے لئے بدرجۂ غایت ضرر رساں بن سکتی ۔ بلا شبہ انسان کے جسم کی ساخت دوسرے حیوانوں کے اجسام کی ساخت سے بہت ممتاز ہے اور ان پر کئی لحاظ سے فوقیت رکھتی ہے ۔ تاہم اسے قدرت نے درندوں کی طرح چیرنے پھاڑنے والے ناخن اور دانت نہیں دئیے ۔ یہ کیفیت ظاہر کرتی ہے کہ ابتدائی دور کا انسان تیز دھار والے ہتھیار ایجاد کرنے سے پہلے درندوں کا مقابلہ کرنے سے کتراتا ہوگا اور اس کی ابتدائی پشتوں نے ایسے خطے میں نشوونما حاصل کی ہوگی جہاں درندوں اور زہریلے جانوروں کے گزند کے خطرات نا پید یا بہت ہی کم ہوں گے ۔

نوع انسانی کی ابتداء ۔ نوع انسانی کی ابتداء کیسے ہوئی ؟ یہ ایک سوال ہے جس کا تسلی بخش جواب انسان کی علمی تحقیقاتیں ابھی تک نہیں دے سکیں ۔ اس سوال کا جواب دینے کی کوشش محض نظریات کی بحث بن جائے گی ۔ تاریخ نویسی کا دائرہ آثار اور مواد سے نتائج اخذ کر کے واقعات و حالات کو مرتب صورت میں پیش کرنے اور ان واقعات سے نتائج اخذ کرنے تک محدود ہے ۔ عصر حاضر کے علمائے تحقیق نے ادوار بعید کی چٹانوں پر کے ایسے نقوش کا جو جاندار اشیا کے دفن شدہ پنجروں کے باعث بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مطالعہ کر کے نباتات اور حیوانات کی ایک لمبی کہانی مرتب کی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ جو چٹانیں آج سے ساٹھ کروڑ سال پہلے کی بنی ہوئی ہیں ان میں نباتی یا حیوانی زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے ۔ ساٹھ کروڑ سال سے چھتیس کروڑ سال پہلے کے دور کی چٹانوں پر بھی زندگی کے آثار ناپید ہیں لیکن اس دور میں جوہڑوں اور جھیلوں کے پانیوں پر کائی اور پانی اور دلدل میں ننھے

ننھے کیڑے اور لعابی مچھلیاں پیدا ہونے لگی ہوں گی - چھتیس کروڑ سال سے ۲۶ کروڑ سال پہلے کے دور میں پانی کے اندر نو نو فٹ لمبے آبی بچھوؤں کی موجودگی کا سراغ چٹانوں کے متحجر نشانات سے مل رہا ہے - اور اب سے چودہ کروڑ سال پہلے تک کی بنی ہوئی چٹانوں کے نشانات سے بہ ظاہر ہوتا ہے کہ پانی کے اندر مچھلیاں اور مینڈک ترق پذیر ہیں اور دلدلوں میں تیرتی ہوئی نباتات نشو ونما پارہی ہے - ۱۴ کروڑ سال سے بعد کے دور میں خشکی پر پیٹ کے بل رینگنے والے جانوروں اور کچھوؤں کر طرح ٹانگیں رکھنے والے حیوانوں کی بہتات کا سراغ ملتا ہے جن میں سو سو فٹ لمبے بھاری بھر کم دلدلی حیوان بھی شامل ہیں - چار کروڑ سال سے لے کر ایک کروڑ سال تک پہلے کی بنی ہوئی چٹانیں ظاہر کر رہی ہیں کہ کرہ ارض پر گھاس سبزی اور جنگلات کی بہتاب ہوگئی ہے جن میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر پالنے والے جانور پرورش پا رہے ہیں - ان میں چوپائے، درندے، اور بندروں کی طرح درختوں پر چڑھنے والے ہر قسم کے جانور شامل ہیں - لیکن ان چٹانوں کے نقوش پر حضرت انسان کا سراغ کہیں نہیں ملتا - نہ کسی ایسے جانور کا سراغ ملتا ہے جس کی ہڈیوں کی بناوٹ انسان کی ہڈیوں کی بناوٹ سے بہت مشابہ یا اس کے لگ بھگ ہو -

ان آثار کی بنا پر یورپ کے علمائے تحقیق کوئی سو سال سے ارتقائے حیات کے متعدد نظریوں پر بحثیں کر رہے ہیں - اور اس خیال کو قبول کرنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں کہ حیوانی زندگی پانی اور دلدل میں خودبخود پیدا ہونے والے ننھے ننھے کیڑوں سے ترق کرتی ہوئی اور چولے بدلتی ہوئی دودھ پلانے والے جانوروں تک پہنچی اور ان میں کی ایک شاخ میموں نما حیوان کی حالت سے ترق کرکے انسان بن گئی - اس نظریہ کی تائید میں انگلستان کے ایک فلسفی ڈارون نے ۱۸۵۹ء میں ایک کتاب[1] لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حیوانات میں جو مختلف قسم کی نوعیں پیدا ہوگئی ہیں

---

[1] Evolution of Species By Natural Selection.
ماحول کے انتخاب کی بنا پر انواع حیات کا ارتقا -

وہ لاکھوں سال مختلف قسم کے قدرتی ماحولوں میں پرورش پانے اور زندہ رہنے کے لئے مختلف انداز کی جدوجہد کرنے کا نتیجہ ھیں ۔ لیکن ڈارون کا یہ نظریہ حیوانات کے اندر نوعی اختلاف کی علت ثابت کرنے سے یکسر قاصر ھے کیونکہ نوعی اختلافات معمولی اختلاف نہیں۔ ایک نوع کے حیوان کا نر دوسری نوع کے حیوان کی مادہ سے بچے پیدا نہیں کر سکتا اور اگر بہت زیادہ مماثلت کے باعث کہیں ممکن بھی ہو تو ایسا جانور پیدا ھوتا ھے جس میں نسل بڑھانے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی[1] ۔ علمی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ھے کہ ایک نوع کا بیج دوسری نوع کے رحم میں ایسی پرورش نہیں پا سکتا جو ایک نئی نسل کی افزایش کا موجب ھو ۔ ایک نوع کے جانور مختلف قسم کے طبعی حالات میں پشتہا پشت پرورش پا کر جسمانی ساخت ، رنگت اور بعض جزئی سے کوائف میں بلا شبہ مختلف ھو جاتے ھیں ۔ مثلاً سرد علاقے کی بکری کے جسم پر گرم علاقے کی بکری کی بہ نسبت پشم زیادہ لمبی اور گھنی ھوتی ھے ۔ لیکن ہم نوعی کے باعث ان کے نر و مادہ میں ایک دوسرے کا بیج قبول کرنے کی صلاحیت موجود رہتی ھے ۔ لہذا ارتقا یعنی تدریجی ترقی کرنے کا نظریہ اس حد تک تو صحیح نظر آتا ھے کہ ھر نوع کے حیوان اپنی اپنی مخصوص لائن میں ترقی کرتے ھوئے موجودہ حالت تک پہنچے ھیں۔ لیکن جہاں تک نوعی اختلاف کا تعلق ھے وہ طبعی ماحول کے اختلاف کا نتیجہ نہیں ھو سکتا ۔ اس کے علاوہ بندروں کی انواع سے نوع انسانی کا رشتہ قائم کرنے کی کوشش اس لحاظ سے بھی قابل تسلیم نہیں کہ آثاری شہادت کے مطابق دودھ پلانے والے جانوروں کا دور آج سے ۲ کروڑ سال پہلے شروع ھوتا ھے ۔ اور آج سے چند لاکھ سال پہلے تک کے طبقات میں تا حال کوئی ایسا اثر (نشان) نہیں مل سکا جو براہ راست انسان کی موجودگی کی خبر دے رہا ھو نہ کسی ایسے میموں نما جانور کے آثار ملے ھیں جس کی ہیئت انسان کی ہیئت سے ملتی جلتی ھو ۔ اتنے قلیل عرصہ میں ارتقا کی کوئی تیز سے تیز رفتار بھی کسی میموں نما جانور کو انسان کے قالب میں نہیں ڈھال

1۔ گدھے اور گھوڑی کی ملاوٹ سے خچر پیدا ھوتا ھے جو اپنی نسل بڑھانے کے قابل نہیں رہتا ۔

سکتی - اور نہ اسے وہ جسمانی ساخت اور دماغی خانے دے سکتی ہے جو انسان کو اس وقت سے حاصل ہیں جب سے کہ اس کا سراغ مل رہا ہے -

ہماری رائے یہ ہے کہ انسان کی نوع دوسرے حیوانات کی انواع کی طرح اپنا ایک جدا گانہ آغاز رکھتی ہے- کسی قسم کی آثاری شہادت کے بغیر ہم اس آغاز کے وقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے - البتہ یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انسان کی ابتدائی پشتوں نے بہت ہی سازگار ماحول میں زندگی کا سفر شروع کیا ہوگا - انسان کی جلد کی ساخت اور جسم پر بالوں کی کمی یہ خبر دے رہی ہے کہ منطقۂ معتدلہ اس کا اصلی وطن ہے - اور اس کا ابتدائی دور گھنے جنگلوں کے بجائے کھلی فضاؤں میں گزرا ہے - کیونکہ گھنے جنگلوں میں جیسا کہ وہ افریقہ اور جنوبی امریکہ کے استوائی خطوں میں پائے جاتے ہیں زندگی گزارنے کا نتیجہ اسکی جلد کو سخت بنانے کی صورت میں رونما ہوتا -

شعور کا ظہور

اس مفقود الآثار دور میں انسان کی ابتدائی پشتوں کے طرز بود و ماند کے متعلق اس کے زمانہ ہائے ما بعد کی روشنی میں جو رائے قائم کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا ابتدائی دور بے شعوری کے عالم میں گزرا ہوگا اور وہ قدرت کی پیدا کی ہوئی نباتاتی پیدوار کے پھل اور میوے کھا کر بسر اوقات کرتا اور غذا کے قابل اشیا کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہوگا - شعور کی دولت حاصل کر لینے کے بعد اس کی ابتدائی دریافتیں جن کے متعلق ہم قیاس سے اندازہ لگا سکتے ہیں حسب ذیل ہو سکتی ہیں :-

(۱) درختوں کے پتوں سے اپنے حصۂ اسفل کو ڈھانپنا - (۲) کم کم بولنا اور چیزوں کے نام رکھنا- (۳) ہتھیار کے طور پر لکڑی کے ڈنڈوں کو استعمال کرنا - (۴) آگ کی خصوصیات کا جائزہ لینا جو کرۂ ارضی پر جنگلوں کی قدرتی آگ اور آتش فشاں پہاڑوں کی آگ کی صورت میں پہلے سے موجود تھی - (۵) مردوں کو دفن کرنا - (۶) پھولوں ، خوشنما پتوں ، چمکیلے سنگ ریزوں اور (سمندر کے کنارے پہنچنے کے بعد) سیپوں اور گھونگوں کو آرایش کے طور پر

پہننا - (ہ) پہاڑوں میں پہنچنے کے بعد پتھر کے ٹکڑوں اور (تجربہ کے بعد) نوکدار پتھروں کو درندوں اور جنگلی جانوروں کے مقابلے میں ھتھیار کے طور پر استعمال کرنا -

ان حالات میں نوع انسانی کی ابتدائی نسل نے زندگی کا سفر شروع کیا اور اس کے افراد کی تعداد میں اضافہ ھونے لگا - اس کے ذکور و اناث اپنے ابتدائی مسکن سے باھر نکل کر روئے زمین پر چاروں طرف پھیلتے چلے گئے - اور ان اشیا کا جو انہیں حیوانات، نباتات اور جمادات کی شکلوں میں روئے زمین پر نظر آئیں جائزہ لیتے ھوئے اپنے علم میں اضافہ کرنے لگے - لکڑی کے ڈنڈوں اور ان گھڑت سے پتھروں کو جنہیں وہ ابتدا میں اپنی حفاظت کی خاطر درندوں اور موذی جانوروں کو مارنے اور بھگانے کے لیے استعمال کرتے تھے - جانوروں کو شکار کرکے اپنی خوراک بنانے کے لئے استعمال کرنے لگے - ظاھر ھے کہ جنگل کے خود رو پھل انسانوں کی بڑھتی ھوئی تعداد کے لئے جو طبعاً ٹولیاں بنا کر رھنے کی عادی تھی مکتفی نہیں ھو سکتے تھے - اس لئے نوع انسانی کے افراد کو ضرورتاً گوشت خور بننا پڑا اور اس ضرورت نے اسے پتھر کے ٹکڑوں سے تیز نوک اور تیز دھار والے آلات بنانے کی طرف راغب کردیا - انسان کی ابتدائی ایجادوں میں سے یہی ایک ایسی ایجاد ھے جو زمین کے نچلے طبقوں میں آج تک محفوظ پڑی ھیں اور اب مختلف ملکوں کے عجائب گھروں کی الماریوں میں انسان کی اولین صنعت کا روشن ثبوت مہیا کر رھی ھیں -

مختلف قوموں کی روایات - نسل انسانی کے آغاز کے متعلق مختلف اقوام کے نظریات اور معتقدات بڑے دلچسپ اور عجیب ھیں - جن میں سے اکثر طفلانہ خیال آرائی کی سطح سے بلند نظر نہیں آتے - کیلیفورنیا کے ھندیان احمر (Red Indians) کہتے ھیں کہ وہ بھیڑیوں کی اولاد ھیں - ان کے آباؤ اجداد چوپائے تھے جو

آھستہ آھستہ انسان کی خصوصیات حاصل کرتے گئے اور بالاخر انسان بن گئے۔ تاتار کے ترکوں اور منگولوں کے بعض خاندان بھی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کی اولین ماں جس کے بطن سے ان کے آباؤ اجداد کی نسل چلی نیلگوں آنکھوں والی مادہ گرگ تھی ۔ امریکہ کے قدیم باشندوں کے بعض دوسرے قبیلے اپنا اپنا مورث اعلے دوسرے جانوروں مثلا مچھلیوں ، پرندوں اور چوپاؤں کو ظاھر کرتے ھیں ۔ اور انھی کے نام سے موسوم ھیں ۔ افریقہ کے حبشی قبیلہ ویٹیکا کا خیال ھے کہ وہ لگڑ بگے کی اولاد ھیں۔ ملایا کے بعض قدیم باشندے یہ سمجھتے ھیں کہ وہ ایک بڑے لیمور (ایک قسم کا لنگور) کی نسل سے ھیں ۔ نیوگنی کے لوگ اپنے کو مچھلی ، سفید طوطے اور دوسرے جانوروں کی اولاد بتاتے ھیں ۔ آبنائے ملکا کے ایک جزیرے کے قدیم باشندے اپنے کو درختوں کی اولاد سمجھتے ھیں ۔ وسط ھند کی ایک قدیم قوم سنتھال میں یہ روایت بیان کی جاتی ھے کہ پہلے ٹھاکر جیو کے سوا اور کچھ نہ تھا ۔ ھر طرف پانی ھی پانی تھا ۔ ٹھاکر جیوکے نوکروں نے کہا کہ ھم انسان کیسے بنائیں ۔ ٹھاکر جیو نے کہا کہ اگر ھم چاھیں تو انسان بنا سکتے ھیں چنانچہ اس نے حکم دیا کہ مالن بدھی کو بلا لاؤ جو پانی کے نیچے ایک چٹان کی غار میں رھتی ھے مالن کو حکم پہنچا تو وہ سمندر کی سطح پر آئی اسے حکم دیا گیا کہ وہ انسان بنائے ۔ مالن بدھی نے انسانوں کے پتلے بنائے انھیں دھوپ میں رکھا دن کے گھوڑے نے ان پتلوں کو اپنے پاؤں تلے روند کر توڑ ڈالا ۔ ان کے ٹکڑے سورانائے اور سمد نائے میں پھینکے گئے ۔ دوبارہ حکم ھوا تو پھر دو پتلے بنائے گئے ۔ مالن بدھی نے غلطی سے ان میں پرندوں کی جان ڈال دی جو اڑ گئے ۔ ان پرندوں کے لئے پانی میں زمین بنائی گئی ۔ جھاں انھوں نے انڈے دیئے جو راگھوب بوآر نے کھا لئے۔ دوبارہ انڈے دیئے تو محافظ مقرر کر دیا گیا ۔ ان انڈوں سے بلچو رام اور بلچو بدھی پیدا ھوئے جن سے انسان کی نسل چلی ۔

میکسیکو کے قریب اریزونا جزائر کے سرخ حبشی کہتے ھیں کہ ابتدا میں سمندر تھا جس کے دونوں سروں پر دو دیوتا رھتے تھے انھوں نے قوس قزح پر

چل کر ایک دوسرے سے ملاقات کی ۔ اور مشورہ کرنے کے بعد پہلے زمین پیدا کی ۔ پھر ایک چکور بنایا جو اڑ گیا پھر انہوں نے جانوروں کے پتلے بنائے ان میں جان ڈال دی ۔ پھر پہلے عورت کی مورتی بنائی اور بعد میں مرد کی مورتی بنائی اور ان میں جان ڈال دی ۔

نیل ابیض کے کنارے شلوک قبیلہ کے حبشی کہتے ہیں کہ جو آک خالق نے سب انسانوں کو مٹی سے بنایا ۔ ایک جگہ سفید مٹی تھی جس سے سفید نسل کے لوگ بنائے گئے ۔ نیل کی مٹی سے بھوری نسل کے انسان طیار ہوئے اور نیل ابیض کی سیاہ مٹی سے حبشی نسل نکلی ۔ پرانے مصریوں کا خیال تھا کہ خانومون دیوتا نے جو سب دیوتاؤں کا باپ ہے انسان کا پتلا اس طرح بنایا جس طرح کمھار چاک پر برتن بناتا ہے ۔

یونانیوں کی پرانی روایت یہ ہے کہ پرومیتھیس دیوتا نے یونان کے ایک ساحلی مقام نبوپئیس کی مٹی سے انسان بنائے تھے ۔ ایک یونانی مصنف پاسنیئس نامی جو دوسری صدی مسیحی میں گزرا ہے لکھتا ہے کہ اس نے نیوپیئس کی مٹی جو بچ رہی تھی دیکھی اس سے اس وقت تک انسانی گوشت کی بو آرہی تھی ۔ پرانے بابلیوں میں ابتدائے آفرینش کے متعلق جو داستان رائج تھی وہ ہندوؤں اور سنتھالوں کی داستان سے ملتی جلتی ہے ۔ وہ کہتے تھے کہ پہلے پانی ھی پانی تھا جس میں دو اژدھے آپسو اور طیامت رہتے تھے ۔ پانی سے دیوتا پیدا ہوئے جنہوں نے نظم قائم کرنا چاہا ۔ آپسو کو یہ بات ناپسند آئی اس نے طیامت سے کہا کہ آؤ ہم دیوتاؤں کو تباہ کردیں لیکن یاع دیوتا نے جو بہت عقلمند تھا آپسو اور اس کے نوکر ممون کو قید کر لیا ۔ طیامت نے بڑے بڑے دیو پیدا کر لئے جنہوں نے دیوتاؤں پر چڑھائی کردی بعل مردوخ نے طیامت اور اس کے لشکر کو جال میں قید کر لیا ۔ طیامت کے دو ٹکڑے کرکے ایک سے زمین اور دوسرے سے آسمان بنایا ۔ آنو ، یاع اور مردوخ اکٹھے ہوئے ۔ یاع اور آنو نے کہا کہ زمین غیر آباد ہے ۔ وہاں انسان نہیں جو دیوتاؤں

کے لئے مندر بنائیں اور عبادت کریں ۔ مردوخ نے کہا کہ میرا خون اور میری ہڈیاں لے جاؤ اسی سے آدمی بناؤ ۔ دوسرا بیان یہ ہے کہ قیامت کے بچے کنگسو کو قتل کر کے اس کا خون مٹی میں ملا دیا گیا جس سے آدمی کا پتلا بنا ۔

ہندوؤں کی روایات میں دیوتاؤں کی طویل داستانیں بیان کرنے کے بعد جو تخلیق کائنات کے متعلق ہیں ، مذکور ہے کہ موجودہ نسل انسانی کا جد امجد دیوس ونت ہے جسے ویشنو دیوتا نے مچھ کا اوتار بن کر نگل لیا اور ایک عالمگیر طوفان سے بچایا ۔ اس طوفان کے بعد اس نے ایدا کے بطن سے جو اس کی قربانیوں کے باعث تخلیق ہوئی نسل انسانی کو فروغ دیا ۔

یہودی اور عیسائی بائیبل کی کتاب پیدائش کے بیان کے مطابق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا نے کائنات بنائی ۔ اس کی اشیا پیدا کیں ۔ جاندار چیزیں تخلیق کیں ۔ پھر آدم کا پتلا بنا کر اس میں اپنی روح ڈال دی جو بہشت میں رہنے لگا ۔ آدم نے تنہائی محسوس کی تو اس کی پسلی سے ایک عورت حوا پیدا کر دی ۔ ان دونوں نے جرم کیا تو انہیں بہشت سے نکال کر زمین پر گرا دیا گیا ان سے نسل انسانی چلی ۔ مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کا بیان بائیبل کی کتاب پیدائش کے بیان سے بعض باتوں میں مشابہ ہے جس میں لکھا ہے کہ خدا نے جس طرح کائنات زمین آسمان اور انواع و اقسام کے جانور ، درندے ، چوپائے ، پرندے اور حشرات الارض پیدا کئے اسی طرح اس نے انسان کو کھنکھناتے ہوئے گارے سے پیدا کیا اور اس سے اس کی زوجہ بنائی جن سے نسل انسانی پھیلی اور چلی ۔ عصر حاضر کے علمائے تحقیق کا نظریہ یہ ہے کہ پہلے پانی میں جاندار اشیا پیدا ہوئیں جو مرور زمانہ کے ساتھ ارتقائی منزلیں طے کرتی ہوئے مختلف قسم کے جانوروں کی صورت اختیار کرتی گئیں ۔ ان میں سے ایک شاخ ترقی کرتے کرتے انسان بن گئی ۔

ابتدائی معاشرت اور تنظیم

ہم نے مختلف قوموں اور طبقوں کے یہ نظریات و خیالات محض قارئین کی ضیافت طبع کے لئے درج کر دیئے ہیں انہیں تاریخی تحقیق کے موضوع سے کوئی تعلق

نہیں ۔ تاریخ کا تعلق محض اس بات سے ہے کہ آثار کی بنا پر زمین پر حضرت انسان کے وجود اور اس کے حالات کے تغیر کا سراغ لگایا جائے ۔ اس وقت تک جو آثار دستیاب ہوسکے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ آج سے پچاس ہزار سال پہلے اس سطح ارضی پر ایک قسم کا ادنیٰ انسان بھی موجود تھا اور موجودہ نسل انسانی کے آباؤ اجداد بھی موجود تھے جو اپنا پیٹ پالنے کے لئے جنگل کی پیداوار پھلوں اور جڑی بوٹیوں کے علاوہ جانوروں کا شکار بھی کرتے تھے ۔ شکار کرنے کے لئے وہ پتھر کے نوک دار اوزار بناتے تھے ۔ اور اپنی خوراک یعنی پھل ، نباتات ، شہد اور گوشت حاصل کرنے کے لئے وہ روئے زمین پر سرگرداں پھرتے نظر آتے تھے ۔

اس دور کے انسانوں کی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے متعلق جو اندازے قائم کئے جا سکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان ٹولیاں بنا کر رہنے والا جانور تھا ۔ یہ ٹولیاں ابتدا میں کنبے، قبیلے ، یا قوم کی شکل میں منظم نہ تھیں ۔ ابتدا میں ان ٹولیوں کا نہ کوئی قانون تھا ، نہ رسم و رواج تھے ، نہ حکومت تھی ، نہ سردار تھے، نہ پنچائتیں تھیں ، نہ دیوتاؤں کا کوئی تصور موجود تھا ، نہ شیطانوں کا کوئی احساس ، ان کے درمیان لڑائی بھی نہیں ہوتی تھی ۔ اور غالباً امید اور خوف کا احساس بھی مفقود تھا ۔ یہ تمام باتیں انہوں نے آئے دن کے تجربوں سے حاصل کیں جو انہیں غذا کی تلاش کے سلسلے میں پیش آتے تھے ۔ مرد اور عورت کے اختلاط اور وابستگی نے ان میں رفاقت کا احساس پیدا کیا ۔ اس احساس نے ستر چھپانے کی ضرورت کا احساس دلایا اور اس رفاقت کے نتائج یعنی اولاد کی پیدائش نے کنبے کا احساس پیدا کیا یہاں سے قبیلے بنے اور کنبے یا قبیلے کے بزرگ کی موجودگی نے منظم سوسائٹی کی بنیاد قائم کی ۔ اس دور کے انسانوں میں ذاتی ملکیت کا احساس بھی نہیں تھا بلکہ دنیا اور اس کی موجودات سے سب افراد یکساں تمتع حاصل کرتے تھے ۔ ذاتی املاک اور قبیلوی املاک کے تصورات بعد میں پیدا ہوئے ۔ شکاری زندگی اختیار کرنے کے بعد انسان کو دوسرے جانداروں پر اپنی فوقیت

کا احساس ہوا ۔ اس فوقیت کے حصول میں اس کے جسم کی اور اس کے ہاتھوں کی قدرتی ساخت نے اس کی بہت مدد کی ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے شعور کی قوت بھی ترقی کرتی گئی ۔ مافی الضمیر کے اظہار کے لئے پہلے وہ اشارات سے کام لیتا تھا پھر باتیں کرنے لگا ۔ شکاری دور میں اس کی ٹولیاں کافی طور پر منظم ہو چکی تھیں ۔ کنبے اور قبیلے معرض وجود میں آگئے تھے ۔ اس کے فکر و شعور کی قوتیں بھی ترقی کر چکی تھیں ۔ اور وہ زندگی کے اس ڈھب کی شاہراہ پر ہو لیا تھا جسے ہم تمدن کہتے ہیں ۔

دوسرا باب

پتھر کا زمانہ قدیم (۱) دور شکار

(پچاس ہزار سال قبل مسیح سے پچیس ہزار ق-م تک)

شکار پیشہ انسانوں کا پھیلاؤ، نینڈر تھل نسل کا ادنے انسان
حقیقی انسان یعنی موجودہ نسل انسانی کا ظہور، پتھر کے
اوزاروں کی صنعت۔

شکار پیشہ انسانوں کا پھیلاؤ

زمین کے جن طبقوں سے پتھر کے گھڑے ہوئے اوزار اپنی ابتدائی شکلوں میں بہتات کے ساتھ ملے ہیں ان کی تہیں جمنے کے وقت کا اندازہ آج سے پچاس ساٹھ ہزار سال پہلے کے دور کا کیا گیا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب شکار پیشہ انسانوں کی جمعیتیں ایشیا، افریقہ اور یورپ کی سرزمینوں میں کافی تعداد میں پھیل چکی تھیں۔ دنیائے قدیم کے مختلف قطعات میں انسان کی جمیعتوں کے پھیلنے اور منتشر ہونے کا یہ عمل مفقود الاثار دور کے آغاز ہی سے شروع ہو چکا تھا جس کی طوالت میعاد کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ابتدائی ادوار کے انسانوں کی ٹولیاں اپنے شکار کے جانوروں کے تعاقب میں اور ثمردار اشجار رکھنے والے خطوں کی تلاش میں ہر طرف پھیلتی چلی گئیں۔ اور بسا اوقات اتنی دور نکل گئیں کہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے حال کی کوئی خبر نہ رہی۔ نوع انسانی کے یہ بکھرے ہوئے گروہ شکار اور نباتی خوراک کی تلاش میں آگے سے آگے نکلتے چلے گئے اور ہر گروہ کو جس قسم کے طبعی حالات پیش آتے رہے ان کے مطابق زندگی بسر کرنے لگے۔ شکار اور اثمار سے زیادہ انہیں چقماق پتھر کی تلاش رہتی تھی جس سے وہ اپنے اوزار بناتے تھے۔ ہزار ہا سال نوع انسانی کے دوسرے گروہوں سے الگ تھلگ رہنے اور جدا گانہ ماحول میں پرورش پانے کے باعث ان کی شکلوں، صورتوں اور رنگوں میں جزوی سے اختلافات رونما ہونے لگے۔ اس طرح نوع انسانی مختلف نسلوں میں بٹتی چلی گئی۔ اس کے علاوہ زمین کے مختلف اقطاع کے طبعی حالات اور آب و ہوا کی تبدیلیاں بھی ان کی عادات اور ان کی بود و باش کے طریقوں پر اثر انداز ہوتی رہیں۔ خوشگوار اور موافق فضاؤں میں پرورش پانے والے انسانوں کو اپنی بود و باش کے طریقوں کو بہتر بنانے کا موقع ملتا رہا اور نا موافق ماحول میں رہنے والے انسان بعض اوقات

مردار خوری یا مردم خوری کی عادات بد کا شکار بننے پر مجبور ہوتے رہے۔ قطعات ارضی کے بعض دور افتادہ گوشوں میں پڑی ہوئی انسان کی جمیعتیں ہزاروں سال اسی عالم میں زندگی بسر کرتی رہیں جس عالم میں کہ ان کے اباؤ اجداد ابتدا میں وہاں پہنچے تھے۔ بعض جمیعتوں نے اپنے ماحول میں نئی نئی دریافتیں اور ایجادیں کیں جن سے آپس میں مختلف قسم کے روابط پیدا ہونے کے باعث نوع انسانی کی غالب اکثریت فایدہ حاصل کرتی رہی۔

نینڈرتھل نسل کا ادنےٰ انسان

یورپ کی سر زمین سے پتھر کے نوکیلے اوزاروں کے ساتھ ایسی ہڈیوں کے ڈھانچے اور کھوپریاں برآمد کی گئی ہیں جو انسان کی موجودہ نسلوں کی جسمانی ساخت سے مختلف جسمانی ساخت کا پتا دے رہی ہیں۔ یہ ہڈیاں اور کھوپریاں زیادہ تر فرانس اور جنوب مغربی یورپ کے مختلف مقاموں سے دستیاب ہوئی ہیں۔ کروشیا اور سوئزرلینڈ سے بھی اسی قسم کی ہڈیاں ملی ہیں۔ جرمنی اور مالٹا سے صرف ایسے دانت ملے ہیں جو متذکرہ صدر ڈھانچوں کے دانتوں سے ملتے جلتے ہیں۔ سب سے پہلے اس نوعیت کی ہڈیاں سوئزرلینڈ کے مقام نینڈر تھل سے ملی تھیں۔ اس لئے اس قوم کا نام ہی "نینڈر تھل انسان" رکھ دیا گیا۔ جس کی موجودگی کا یہ پتا دے رہی ہیں۔ ہڈیوں کے ڈھانچے اور کھوپری کی ساخت سے علم الاعضاء کے ماہرین نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ان ہڈیوں اور کھوپریوں والے انسانوں کا چہرہ حقیقی انسانوں کے چہرے کے مقابلے میں کسی قدر لمبوترا تھا۔ ان کا نچلا جبڑا بہت مضبوط ہوتا تھا اور ٹھوڑی محض برائے نام سی تھی۔ دانت ان کے بہت مضبوط اور ٹانگیں موجودہ انسان کے مقابلے میں چھوٹی تھیں۔ ان کے متعلق اس خیال کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ غالباً وہ موجودہ انسان کی طرح راست قامت نہ تھے۔ بلکہ کسی قدر کبڑے ہوکر چلتے تھے۔ ان اختلافات کے باوجود کھوپری کی ساخت یہ ظاہر کر رہی ہے کہ وہ انسان تھے۔ اور موجودہ نسل کے انسانوں کر طرح دائیں ہاتھ کو زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ان کے دماغ کا اگلا خانہ کسی قدر چھوٹا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی پیشانی تنگ اور اندر کو دھنسی

ہوئی تھی ۔ ان آثار کے ساتھ پتھر کے گھڑے ہوئے جو اوزار ملتے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ نینڈر تھل نسل کے یہ لوگ شکاری تھے ۔ بعض آثار سے اس امر کا سراغ بھی ملتا ہے کہ وہ آگ کا استعمال جانتے تھے اور اپنے شکار کو آگ پر بھون کر کھاتے تھے ۔ عام طور پر غاروں میں رہتے تھے ۔ جن سے ان کی استعمال کی ہوئی چیزیں ان کے اوزار اور ان کی ہڈیاں وغیرہ ملتی ہیں ۔ یہ لوگ اپنے مردوں کو بھی اپنے غاروں میں ایک طرف احتیاط کے ساتھ ان کے اوزاروں سمیت رکھ دیتے تھے ۔

ان آثار سے جو نینڈر تھل نسل کے انسانوں کے غاروں سے ملتے ہیں اور اس دور کے جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ق-م سے پچیس ہزار سال ق-م تک کیا گیا ہے طبعی حالات سے نتائج اخذ کر کے عصر حاضر کے علمائے تحقیق نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ لوگ جانوروں کی کھالیں لباس کے طور پر استعمال کرتے تھے ۔ کیونکہ ان کے اوزاروں میں کھال کو کھرچنے اور صاف کرنے کے اوزار بھی ملتے ہیں ۔ چھوٹے جانوروں کا شکار کرتے تھے لیکن مردار خور بھی تھے ۔ اسی لئے گیدڑوں کی طرح شیر کے طفیلی بنے رہتے تھے جو اس دور میں یورپ کی سر زمین میں بکثرت پایا جاتا تھا ۔ گوشت کے ساتھ وہ جنگل کے پھل اور میوے ، رس والی جڑیں ، پرندوں کے انڈے، شہد ، مچھلی، سانپ اور کیڑے مکوڑے بھی کھاتے ہوں گے ۔ اپنے مردوں کو احترام اور احتیاط کے ساتھ غاروں میں رکھنا ثابت کرتا ہے کہ کنبہ بنا کر رہنے کا احساس ان میں پیدا ہو چکا تھا ۔ ان کا سماجی نظام غالباً پدرانہ تھا ۔ یعنی خاندان کے جملہ افراد بوڑھے بزرگ کے تابع فرمان رہتے تھے ۔

یورپ کی سر زمین سے اس دور کے جو اوزار فراہم کئے گئے ہیں وہ نہ صرف مختلف قسم کی صنعتوں کا پتا دے رہے ہیں بلکہ ان میں تدریجی صنعتی ترقی کا سراغ بھی تلاش کیا جا سکتا ہے ۔ ان اوزاروں کی ایک نوعیت جن میں چقماق کی اوپر کی سطح کو چھیل کر نوکدار بنایا گیا ہے دوسری نوعیت سے جو چقماق کے جگر سے بنائے گئے ہیں مختلف ہے اور پہلی قسم کے

اوزار دوسری قسم کے اوزاروں سے نچلی تہوں میں ملتے ہیں۔ اور عام طور پر دریاؤں کے کنارے دستیاب ہوتے ہیں۔ ان سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ نینڈر تھل نسل کے انسانوں سے علاوہ بھی کچھ لوگ اس دور سے پہلے یا اس کے ابتدائی حصے میں یورپ کی سر زمین پر آباد تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مختلف صنعتیں مختلف اقوام کے لوگوں کی ہوں یا مختلف ادوار کی ہوں۔ اوزاروں کے سوا جو نینڈر تھل نسل کے انسانوں کی صنعت سے مختلف ہیں۔ کسی دوسری نوعیت کے انسانوں کی موجودگی کا کوئی اورسراغ نہیں ملتا۔

حقیقی انسان یا موجودہ نسل انسانی

اس دور میں جب کہ یورپ کی سر زمین میں نینڈر تھل نسل کے انسان یا ادنے انسان زندگی بسر کر رہے تھے ، حقیقی انسان کی نسل بحیرہ روم کے مشرق اور جنوبی ساحلی علاقوں اور خطوں میں پھیل رہی تھی - اس دور میں موجودہ نسل انسانی کے آباؤ اجداد ایشیائے کوچک ، شام ، لبنان ،فلسطین ، عراق ، عرب ، مصر اور صحرائے اعظم کی وادیوں اور میدانوں میں شکار کھیل کر بسر اوقات کر رہے تھے - اس دور میں اس خطۂ زمین کے طبعی حالات موجودہ حالات سے بہت مختلف تھے - جن کا ذکر اگلی فصل میں کسی قدر تشریح کے ساتھ کیا جائے گا ، سردست یہی ذکر کر دینا کافی ھے کہ شمالی افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کی وسیع صحرائیں اس دور میں گھاس کے سرسبز و شاداب میدان تھیں - جن میں بارش کافی ھوتی تھی - جن علاقوں میں آج کل باد سموم چلتی ھے اور ریگ رواں کے ٹیلے بہتے اور اڑتے ھیں وھاں دریا اور ندیاں رواں تھیں - ان میدانوں میں انواع و اقسام کے جانور جو گھاس پر گزارا کرتے ھیں بڑی کثرت سے موجود تھے - ایشیائے کوچک کی سطح مرتفع پر ، نیز شام ، لبنان اور حجاز کے کوھستانی علاقوں میں خود رو ثمردار پودے بکثرت پھل پھول رہے تھے - حقیقی انسانوں کے خیل اس معتدل آب و ھوا کے خطے میں جو ھر قسم کی اچھی خوراک سے معمور تھا افزایش نسل کے اعتبار سے خوب ترقی کر رہے تھے - اس دور کے ان حقیقی انسانوں کے اوزار بھی پتھر ھی کے تھے لیکن ان کی ساخت یورپ کی سر زمین کے ادنے انسانوں کے اوزاروں کی ساخت سے بہت مختلف تھی - بلا شبہ جنوب مغربی ایشیا یا شمالی افریقہ کے ملکوں سے تاحال اس دور کے حقیقی انسانوں کا کوئی ایسا سراغ نہیں ملا جو براہ راست ان کی موجودگی کا ثبوت پیش کرتا ھو - لیکن اس حقیقی انسان کی نقل و حرکت کے جو آثار بعد کے ادوار کے متعلق ملے ھیں ان سے اور ان ملکوں کے

طبعی حالات سے بالواسطہ یہ نتیجہ اخذ کیا جارہا ہے کہ اس دور میں جس کا حال ہم اس باب میں بیان کر رہے ہیں۔ حقیقی انسانوں کے خیل ان اقطاع میں پھیل رہے تھے۔ بلا واسطہ آثار نہ ملنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابھی تک ان ممالک میں کھوج لگانے کا کام اس پیمانہ پر شروع نہیں ہوا جس پر کہ یورپ میں ہو چکا ہے۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے ان اقطاع کے بعض ملک بعد میں آنے والے ادوار میں انسانی تہذیب و تمدن کے مستقل گہوارے بنے رہے اس لئے قدیم ترین آثار کو بعد کے آثار نے نا پید کردیا اور دیگر اقطاع یعنی صحرائے اعظم اور صحرائے عرب ریگستان بن کر رہ گئے جن کی نچلی تہوں کو کھنگالنے کی ابھی نوبت ہی نہیں آئی۔ ان اقطاع میں حقیقی انسان کے نشو و نما پانے کی پہلی آثاری شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ یہ لوگ بعد کے ادوار میں شمالی افریقہ سے چل کر یورپ کی سر زمین میں داخل ہوئے جو ان دنوں ٹیونس اور سسلی کے باہم ملحق ہونے کے باعث نیز آبنائے جبل الطارق (جبرالٹر) کی جگہ خاکنائے ہونے کی وجہ سے افریقہ سے ملی ہوئی تھی۔

تیسرا باب

پتھر کا زمانہ قدیم (۲) دور زراعت کاری

(پچیس ہزار سال ق - م سے دس ہزار سال ق - م تک)

طبعی اور موسمی حالات کی تبدیلیاں، تصویریں بنانے والے شکاری انسان، کرومیگنان نسل کا انسان، ادنے انسان کا انجام، ایشیا اور یورپ میں حقیقی انسانوں کا پھیلاؤ، گندم کی دریافت، دجلہ اور فرات کی وادی میں زراعت کاری کی ابتدا، جھونپڑے، ٹوکرے اور مٹی کی سلوں کے مکان، لکڑی کا استعمال، پتھر کے بہتر اوزار -

طبعی اور موسمی حالات

علم طبقات الارض کے ماہروں نے پہاڑوں کی چٹانوں ، گلیشیئروں برفانی ندیوں) کی بنائی ہوئی گھاٹیوں ، خط ثلج کے آثاروں اور دیگر طبعی نشانوں کی بنا پر یہ رائے قائم کی ہے کہ تیس ہزار قبل مسیح سے بیس ہزار قبل مسیح تک کے دور میں نصف کرۂ شمالی کے بالائی حصے میں بڑی شدت سے برف باری ہوتی رہی جس کے دوران میں نہ صرف اونچے پہاڑوں کا خط ثلج اپنی موجودہ پوزیشن سے دو ہزار فٹ تک نیچے آگیا بلکہ یورپ ایشیا اور امریکہ کے بر اعظموں کے شمالی حصے برف کی ایک مستقل چادر کے نیچے دب گئے ۔ اور پہاڑوں کی برفانی ندیاں خط ثلج سے بھی کئی ہزار فٹ نیچے تک بہنے لگیں ۔ برف کی چادر قطب شمالی سے لے کر شمالی جرمنی ، وسطی روس اور سائبیریا کے جنوب میں منگولستان اور صحرائے گوبی تک پھیلی ہوئی تھی ۔ پامیر اور تبت کی اونچی سر زمینیں بھی برف سے ڈھکی ہوئی تھیں ۔ اس کیفیت کا نتیجہ یہ تھا کہ بحر اوقیانوس سے اٹھنے والی جو ہوائیں آجکل براعظم یورپ پر چلتی اور بارش برسانے کا موجب بنتی ہیں وہ اس برفانی دور میں صحرائے اعظم اور بحیرۂ روم کے نواحی ملکوں کو سیراب کیا کرتی تھیں ۔ اور جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں کی آب و ہوا کو بھی معتدل اور خوشگوار بناتی تھیں ۔ اس کیفیت کے باعث صحرائے اعظم اور عربستان کے وسیع و عریض میدانی علاقے سرسبز رہتے تھے جن میں گھاس چرنے والے سم دار جانوروں کی متعدد قسمیں پرورش پا رہی تھیں ۔ اس زمانے کے جغرافیائی حالات بھی موجودہ حالات سے مختلف تھے ۔ افریقہ کا براعظم ٹیونس اور سسلی کی راہ سے نیز خاکنائے جبل الطارق کی راہ سے (جہاں اب آبنائے ہے جو بحراوقیانوس کے پانی کو بحیرہ روم میں ڈالتی رہتی ہے اور اس وجہ سے بحیرۂ

روم کی سطح آب نے بلند تر ہو کر سسلی کے گرد و نواح کی خشکی کو ڈھانپ لیا ہے) یورپ سے ملا ہوا تھا ۔ اور بحیرۂ روم دو جھیلوں میں منقسم ہوا کرتا تھا ۔ اسی طرح ایشیائے کوچک اور بلقان بھی آپس میں ملحق تھے ۔ اور بحیرۂ اسود ایک اندرونی جھیل بنا ہوا تھا ۔ دکن اور افریقہ بھی اس دور میں یا اس دور سے بہت پہلے آپس میں ایک طویل براعظم کی وساطت سے ملے ہوئے تھے ، اور جزائر شرق الہند آسٹریلیا اور فلپائن تک جزیرہ نمائے ہند چینی سے ملحق تھے ۔ ایشیا کا شمال مشرق کونا راس بیرنگ امریکہ کے شمال مغربی گوشے ایلاسکا سے ملا ہوا تھا ۔ طبقات الارض اور طبیعیات کے عالموں نے یہ اندازے مختلف حصوں میں سمندر کی گہرائیاں ماپ کر اور جزیروں کے طبعی حالات کو دیکھ کر لگائے ہیں ۔ ان دعووں کے ثبوت میں جو دلیلیں وہ پیش کرتے ہیں وہ کافی وزنی ہیں جنہیں درج کرنا ہمارے موضوع کے لحاظ سے خارج از بحث ہے ۔

پچیس ہزار سال قبل مسیح کے قریب برفانی دور کی شدت اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی تھی جس کے بعد اس میں تدریجی کمی واقع ہونے لگی ۔ بیس ہزار سال قبل مسیح تک پہاڑوں کا خط ثلج پھر اپنی اصلی جگہ پر چلا گیا ۔ گلیشیئر یعنی برفانی ندیاں جو پہاڑوں کے دامنوں تک اتر آئی تھیں اوپر ہی اوپر پگھلنے لگیں ۔ اور برف کی چادر جو شمالی اقطاع پر پھیلی ہوئی تھی پگھل کر غائب ہوگئی ۔ اس کی جگہ دریا ، نالے ، ندیاں ، جھیلیں اور دلدلیں بن گئیں اور جوں جوں موسم زیادہ خوشگوار ہوتا گیا اس کے وسطی حصے ترکستانات ، صحرائے گوبی اور منگولستان میں گھاس کے وسیع سرسبز میدان پیدا ہوگئے ۔ جن میں کئی قسم کے جانور مثلاً گھوڑے ، گورخر ہرن ، بیل ، رین ڈئیر ، گینڈے ، خرگوش ، بارہ سنگے ، مینڈھے ، وغیرہ پرورش پانے لگے ۔ اور گھاس کی افراط کے باعث ان کی تعداد میں بہت اضافہ ہونے لگا ۔ منگولیا سے لے کر مغربی یورپ کے ملکوں تک یا بہ الفاظ دیگر بحرالکاہل سے لے کر بحر اوقیانوس تک سرسبز میدانوں کی ایک مسلسل قطار بن گئی ۔ گویا گھاس کے جنوبی سرسبز میدانوں کے مقابلے میں جو شمالی

افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کے وسیع خطوں میں پھیلے ہوئے تھے شمالی سرسبز میدانوں کا ایک نیا سلسلہ قائم ہونے لگا جن کے درمیان کی حد فاصل کوهستانوں کی وہ زنجیر تھی جو پرنیز ، ایلپس ، کار پیتھیئن طورس ، قاف الوند، هندو کش اور سلسلہ کوهستانات الطائی اور ان کے آس پاس کے مرتفع ممالک کی سر زمینوں پر مشتمل ہے -

تصویریں بنانے والے شکاری انسان

ہم لکھ چکے ہیں کہ حقیقی انسانوں کی جمعیتیں طبعی حالات کے موافق ہونے کے باعث شمالی افریقہ اور صحرائے اعظم کے سرسبز میدانوں میں دیر سے پرورش پا رہی تھیں ۔ بیس ہزار قبل مسیح کے زمانہ کے لگ بھگ جیسا کہ ہم اوپر کی فصل میں بیان کر چکے ہیں یورپ کی سر زمین جانوروں سے معمور ہونے لگی اور شمالی افریقہ کے صحرائی جانور خاکنائے سسلی اور خاکنائے جبرالٹر کی راہ سے یورپ کا رخ کرنے لگے ۔ ان جانوروں کے پیچھے پیچھے شکاری انسانوں کی ٹولیاں بھی یورپ کی سر زمین میں داخل ہونے لگیں ، اور حقیقی انسان یورپ کے میدانی علاقوں میں پھیلنے لگے ۔ کئی صدیاں یہی عمل جاری رہا اور یہ حقیقی انسان آہستہ آہستہ اٹلی کی سر زمین میں پھیلتے ہوئے رائیویریا کے میدان کی راہ سے فرانس کے جنوب مشرق حصوں میں داخل ہوگئے ۔ ان لوگوں کی جو جمعیتیں خاکنائے جبل الطارق کی راہ سے یورپ میں داخل ہو رہی تھیں وہ آہستہ آہستہ ہسپانیہ میں پھیلتی ہوئی جنوب مغربی فرانس تک پہنچ گئیں ، اور فرانس سے مشرق کی جانب رخ کرتی ہوئی وسطی یورپ کے ملکوں تک جا پہنچیں ۔ ان لوگوں کی اس نقل و حرکت کا سراغ ان کے ہتھیاروں سے ملتا ہے جنہیں یہ لوگ استعمال کرتے تھے ، اور جن کی ساخت ادنےٰ نسل کے انسانوں کی صنعت کاری کے اوزاروں سے بہت مختلف اور بہت ترقی یافتہ تھی ۔ ان لوگوں کی اوزار سازی کو اورگ نیشی صنعت کا نام دیا گیا ہے ۔ اس صنعت کے اوزار یورپ کے میدانی علاقوں میں ایلپس کے پہاڑی علاقے کو چھوڑ کر شمال میں جنوبی انگلستان تک اور مشرق میں رومانیہ اور روس تک ہر جگہ بہ افراط ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دس ہزار قبل مسیح کے زمانہ تک یہ لوگ سارے

یورپ میں پھیل چکے تھے ۔ یہ اوزار بہت سبک اور بہت زیادہ نفیس ہیں ۔ ساخت کے اعتبار سے لمبے پتلے اور نوکیلے ہیں جن کے بنانے پر خاص محنت صرف ہوتی ہوگی ۔ اس صنعت کے اوزاروں میں پتھر کے ایسے چاقو بھی شامل ہیں جن کے ایک طرف تیزدھار ہے اور دوسری طرف پشت کو گھڑ کر کند کر دیا گیا ہے تاکہ استعمال کے وقت ہاتھ سے پکڑنے میں سہولت ہو ۔ اورگ نیشی صنعت سے ملتے جلتے اوزار ٹیونس کے مقام غفصہ سے بھی دستیاب ہوئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ لوگ افریقہ سے ٹیونس اور سسلی کے راستے داخل ہوئے تھے ۔ مراقش کے بعض حصوں سے بھی اس غفصوی یا اورگ نیشی صنعت سے ملتے جلتے اوزار ملے ہیں اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ شام کی سر زمین سے بھی اس قسم کے اوزار ملے ہیں ۔ یہ بات شاید اس صنعت کے اصلی منبع کا سراغ دے رہی ہو ۔ اور ظاہر کرتی ہو کہ شمالی افریقہ کے یہ شکاری جو اس دور میں یورپ کی سر زمین پر چھا رہے تھے شام اور جنوب مغربی ایشیا کے ان شکاریوں ہی کی ایک شاخ تھے جو اس سے پہلے دور میں صحرائے عرب میں شکار کھیلتے نظر آرہے تھے ۔

یورپ کی سر زمین سے اس دور کے انسانوں کی جو کھوپریاں ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شمالی افریقہ سے آنے والے یہ لوگ دو مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے تھے ۔ ایک نسل ایسے لوگوں کی تھی جن کی کھوپری میں دماغ کا خانہ موجودہ دور کے انسانوں کے دماغ کے خانے سے بہت بڑا تھا ۔ اس نسل کی عورت کے دماغ کا خانہ موجودہ زمانے کے مردوں کے دماغ کے خانہ سے بڑا تھا ۔ یہ لوگ طویل القامت ، مضبوط ، تنومند اور وجیہہ شکلیں رکھنے والے تھے ۔ دوسری نسل کے لوگ جو افریقہ سے یورپ میں داخل ہوئے ، پستہ قد تھے ۔ ان کی کھوپریاں حبشی نسل کے انسانوں کی کھوپریوں سے ملتی جلتی ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان پستہ قد شکاریوں کی زیادہ تعداد شمال کی طرف ہجرت کرنے کے بجائے صحرائے اعظم کے جنوب میں افریقہ کے جنگلوں کی طرف چلی گئی ۔ اور ان کا کچھ حصہ کومیگنارڈ یا کرومیگنان نسل کے لوگوں کے ساتھ یورپ میں داخل ہوگیا ۔

کرومیگنان شکاری تصویریں بنانے کے بہت ماہر تھے ۔ ھسپانیہ کے غاروں میں جن میں ان لوگوں نے اپنے رہنے سہنے کے لئے گھر بنا لئے تھے ان کی بنائی ھوئی تصویریں بہ افراط ملتی ھیں ۔ اکثر تصویریں ان جانوروں کی ھیں جن کا وہ شکار کیا کرتے تھے ۔ ابتدائی تصویریں محض خاکے ھیں جو غار کی گیلی دیواروں پر انگلی سے کھنچے گئے ھیں ۔ بعض دیواروں پر مردوں، عورتوں اور بچوں کے ھاتھ کے نشانات بھی لگے ھوئے ھیں ۔ جو گیلی دیوار پر ھاتھ کو چپکا اور دبا کر عمداً لگائے گئے ھیں ۔ بعد کی بنائی ھوئی تصویریں آرٹ کی ترقی کو ظاھر کرتی ھیں ۔ خاکوں میں نقطے ڈال کر یا لکیریں کھینچ کر شیڈ دیئے گئے ھیں۔ بعض غاروں میں رنگین تصویریں بھی دیکھی گئی ھیں ۔ بعض چٹانوں پر ایسی تصویریں بھی ملتی ھیں جو پتھر کو کھود کر بنائی گئی ھیں ۔ ایک تصویر میں شکاری انسان بارہ سنگے کا تعاقب کرتا ھوا دکھایا گیا ھے ۔ انسان کی تصویر سے بہت پھرتی ظاھر ھو رھی ھے ۔ اور بارہ سنگا بھی سر پٹ بھاگ رہا ھے ۔ شکاری کا سنگی اوزار اس کی پیٹھ کے نزدیک دکھایا گیا ھے ۔ ان تصویروں سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ شکاری لوگ کھالیں پہنتے تھے ۔ بعض تصویریں ایسی بھی ھیں جن میں جانوروں کو انسان کی طرح کھڑے دکھایا گیا ھے یا انسان کو جانور کے بھیس میں ظاھر کیا گیا ھے ۔ بعینہ اسی قسم کی ترقی یافتہ تصویریں عراق کی ابتدائی سمیری تہذیب کے آثار میں ملتی ھیں جو اس دور سے پانچ چھ ہزار سال بعد کے زمانے کی ھیں۔ انسان نما جانوروں یا جانور نما انسانوں کی یہ سمیری تصویریں پتھر کو کھود کر بنائی گئی ھیں اور آرٹ کے اعتبار سے بدرجہا ترقی یافتہ ھیں۔ لیکن موضوع کی یکسانی ظاھر کر رھی ھے کہ تفریح طبع کی یہ صورت حقیقی انسان کی نسل میں کتنے ہزار سال رائج رھی ۔ اگر یہ تصویریں جادو کی رسموں کو ظاھر کرتی ھیں جیسا کہ سمیری تصویروں کے متعلق بعض علمائے تحقیق نے رائے ظاھر کی ھے تو یہ رائے قائم کرنا بعید از قیاس نہیں کہ جادو کی یہ رسمیں پانچ سات ہزار سال پہلے کے شکاری انسانوں میں بھی رائج ھو چکی تھیں ۔

ایسے آثار بھی ملے ھیں جن سے ظاھر ھوتا ھے کہ اس دور کے لوگ اپنے مردوں کو ان کے لباس اور اوزاروں سمیت دفن کیا کرتے تھے - شکار آگ پر بھون کر کھاتے تھے - پتھر کے ٹکڑوں سے بڑے سبک اور نفیس ھتھیار بناتے تھے - اور بہت خوش طبع لوگ تھے -

نینڈر تھل نسل کا انجام

یورپ کی سر زمین میں حقیقی انسانوں کا داخلہ کوئی بیس ھزار ق-م سے شروع ھوا جب کہ برفانی دور ختم ھو چکا تھا اور میدانی علاقے سرسبز چراگاھیں بن چکی تھیں - جن میں افریقہ اور ایشیا کے میدانوں سے انواع و اقسام کے حیوانات کی نسلیں پھل پھول رھی تھیں - آثار بتا رھے ھیں کہ اس دور سے پہلے اس سر زمین میں نینڈر تھل نسل کے ادنےٰ انسان آباد تھے لہذا سوال پیدا ھوتا ھے کہ اس نسل کے لوگوں کا انجام کیا ھوا؟ اس دوسرے دور کے طبقات ارضی میں جہاں حقیقی انسانوں یعنی افریقہ کی سر زمین سے آنے والے لوگوں کے اوزار اور دیگر آثار کثرت سے ملتے ھیں وھاں نینڈر تھل نسل کے ادنےٰ انسانوں کے آثار یکسر مفقود ھو جاتے ھیں - ان ادنےٰ انسانوں کے متعلق حکمائے یورپ کا ایک نظریہ یہ ھے کہ انہیں حقیقی انسانوں نے کسی دوسری نوع کی ادنےٰ مخلوق سمجھتے ھوئے لڑ بھڑ کر فنا کے گھاٹ اتار دیا ھوگا - اور جن غاروں میں وہ رھتے تھے ان پر قبضہ جما لیا ھوگا - دوسرا نظریہ یہ ھے کہ برفانی دور کی شدت کے زمانے میں نینڈر تھل نسل کے ادنےٰ انسانوں کی بڑی تعداد جنوب مغربی یورپ کے میدانوں سے ھوتی ھوئی خاکنائے جبرالٹر کی راہ سے افریقہ میں داخل ھو گئی ھوگی اور افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ ھوتی ھوئی وسط افریقہ کے جنگلوں میں پہنچ گئی ھوگی - تیسرا نظریہ یہ ھے کہ حقیقی انسانوں کی غالب اکثریت نے نینڈر تھل نسل کے ادنےٰ انسانوں کو اپنے میں جذب کرلیا ھوگا - ان تینوں نظریوں میں سے پہلا نظریہ زیادہ قرین قیاس نظر آتا ھے کیونکہ اس دور کے ابتدائی پانچ ھزار سال ھی سے اس نسل کے آثار مفقود ھو جاتے ھیں اور یورپ سے باھر افریقہ یا ایشیا میں ان ادنےٰ انسانوں کے موجود ھونے کا کوئی سراغ اب تک نہیں ملا - یورپ کے علمائے تحقیق کا خیال یہ ھے کہ

یہ ادنے انسان ایک لاکھ سال ق-م کے قریب وسط ایشیا کے میدانوں سے یورپ میں گئے تھے ۔ لیکن اس امر کی کوئی آثاری شہادت موجود نہیں ۔ ایک کھوپری چین میں پیکن کے قریب اور دوسری کھوپری افریقہ کے ملک روڈیشیا میں بروکن ھل کے قریب ملی ھے جن کے متعلق یہ شبہ کیا جاتا ھے کہ وہ نینڈر تھل انسانوں کی کھوپریوں کے مشابہ ھیں لیکن مشابہت چونکہ تام یا اقرب نہیں اور کھوپری صرف ایک ایک ھے اس لئے کوئی دور رس نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا ۔ نینڈر تھل نسل کا ادنے انسان غالباً یورپ کی سر زمین ھی کا اصلی باشندہ تھا جو اسی بر اعظم کی خاک میں دفن ھو کر ختم ھو گیا ۔ یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں کہ نینڈر تھل نسل کے ادنے انسان اور کرومیگنان نسل کے عظیم الجثہ انسان ساری سطح ارضی پر پھیلے ھوئے ھوں جن کو حقیقی انسان کی نسل نے لڑ بھڑ کر ختم کردیا ھو ۔ تمام قوموں کی قدیم ترین روایات اور حکایات میں انسانوں اور دیووں کی لڑائیوں کا بہت ذکر آیا ھے ۔ شاید یہ کہانیاں اسی دور سے متعلق ھوں جب حقیقی انسان سطح ارضی پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے متذکرہ صدر نسلوں کے لوگوں سے بر سر پیکار رہتا تھا ۔

ایشیا میں حقیقی انسانوں کا پھیلاؤ

پچیس ہزار سال ق۔م سے دس ہزار سال ق۔م تک کے زمانے میں ہم حقیقی انسانوں کی شکاری جمعیتوں کو شمالی افریقہ کے سرسبز میدانوں میں جو بحیرہ قلزم سے لے کر بحر اوقیانوس تک پھیلے ہوئے تھے اور جن کی جنوبی حد استوائی وسطی افریقہ کے گھنے جنگل بنا رہے تھے - پھیلتے ہوئے اور یورپ کی سر زمین میں وسطی یورپ کے کوھستانی اور شمالی یورپ کے برفانی علاقوں کو چھوڑ کر تمام سرسبز میدانوں پر چھاتے ہوئے دیکھ چکے ھیں اس حقیقت کے ثبوت میں بلا واسطہ آثاری شہادتیں بھی مل رہی ھیں - ادھر ایشیا کی سر زمین میں بھی حقیقی انسانوں کے پھیلاؤ کا عمل اسی طرح جاری تھا اور طالع آزما شکاری انسانوں کی ٹولیاں ایشیا کے وسیع میدانوں میں ھر چہار طرف پھیل رھی تھیں - برفانی دور کے زوال اور خاتمہ کے باعث ترکستان اور سائے بیریا کے میدان سرسبز چراگاھیں بن رہے تھے - جن میں شکار کے جانوروں کی نسلیں خوب ترق کر رھی تھیں - شکاری انسانوں کی کئی لہریں اس دور میں جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں سے جو نسل انسانی کا ابتدائی گہوارہ تھا اٹھیں اور بحیرۂ خزر (کیسپیئن) کے جنوبی علاقے میں سے گزر کر ترکستانات اور ان کے شمال میں سائے بیریا کی چراگاھوں کو کھنگالتی ھوئی ایشیا کے شمال مشرق کونے بہرنگ تک پہنچ گئیں ، جو ان دنوں میں شمالی امریکہ کے شمال مغربی کونے ایلاسکا سے ملا ھوا تھا - اس راستے سے حقیقی انسانوں کے کئی خاندان شمالی امریکہ کی سر زمین میں داخل ھو گئے - اور اس براعظم کے پہاڑوں اور میدانوں کو کھنگالنے لگے - اسی دور میں حقیقی انسانوں کی بعض ٹولیاں جنوبی ایران کے میدانی علاقوں سے گزرتی ھوئی بلوچستان اور سندھ کی راہ سے ھندوستان کی سر زمین میں داخل ھوئیں - قطعی آثار کی عدم موجودگی کے

باعث یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دور میں حقیقی انسانوں کی طالع آزما جمعیتیں بر اعظم ایشیا کے کون کون سے ملک میں داخل ہو چکی ہوں گی۔ لیکن اس بر اعظم کے وسطی اور شمالی سرسبز میدانوں میں انسانوں کی کثیر تعداد پہنچنے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ بعد میں آنے والے ادوار میں یہ سر زمین انسانوں کی جمیعتوں کو ہر چہار طرف منتشر کرنے والا گہوارہ نمبر ۳ بنتی ہوئی نظر آتی ہے۔ گہوارہ نمبر ۱ جنوب مغربی ایشیا کا سر سبز میدانی علاقہ اور گہوارہ نمبر ۲ افریقہ کا میدان اعظم تھا جہاں سے انسانی جمیعتوں کے منتشر ہونے کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

دجلہ اور فرات کی وادیوں میں زراعت کاری کی ابتدا

انسانی قبیلوں کو سب سے پہلے جس چیز نے کسی ایک جگہ کا پابند ہو کر بستیاں بسانے پر مجبور کیا وہ کسی خطے کے خود رو پودوں سے اناج حاصل کرنے کی دریافت تھی ۔ قیاس غالب یہ ہے کہ خود رو اناج کو غذا کے طور پر استعمال کرنے کی دریافت کے بعد انسان کے بعض کنبوں نے اس علاقے کو اپنا مستقل مسکن بنا لیا ہوگا جس میں کہ اس کے پودے قدرتی طور پر پھلتے پھولتے ہوں گے ، اور وہ اسی نئی غذا کو اس کے پکنے کے موسم میں جمع بھی کر لیتے ہونگے تاکہ بعد میں کام آتی رہے ۔ قدرتی پھلوں اور شکار کے گوشت کو جمع کرکے رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ غذائیں بہت جلد گل سڑ کر خراب ہو جاتی ہیں لیکن اناج ایک ایسی غذا تھی جو سارا سال کام آسکتی تھی ۔ اناج کی دریافت کے باعث انسان کے بعض قبیلوں کو ایک خاص موسم میں محنت مشقت کرنے اور بعد میں فارغ ہو کر بیٹھنے کے مواقع میسر آنے لگے ۔ اور پھلوں کی تلاش اور شکار کی زحمت ان کے لئے ایک ثانوی حیثیت کی بات بن کر رہ گئی ۔ جسے وہ کبھی ضرورتاً اور کبھی محض غذا کے تنوع کی خاطر تفریحاً اختیار کرتے ہوں گے ۔ یہ امر بھی قرین الفہم ہے کہ خود رو اناج کی دریافت نے نوع انسانی کے مختلف قبیلوں کے درمیان اس کے حصول کی کشمکش پیدا کر دی ہوگی جو بسا اوقات جنگ و جدال کا موجب بن جاتی ہوگی اور طاقتور قبیلے ایسے خطے پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہو جاتے ہوں گے جن میں خود رو اناج پیدا ہوتا تھا ۔ یہ کشمکش مختلف قبائل کے درمیان زمین کے ٹکڑوں کی تقسیم پر منتج ہوئی ۔ اور اس طرح زمین کی ملکیت اور حد بندی کا رواج

پیدا ہوا۔ یہ رواج زمین کے مالکانہ حقوق کی صورت میں آج تک قائم ہے، اور نوع انسانی کے درمیان جدال و قتال کا بازار گرم رکھتا ہے۔

عصر حاضر کے علمائے تحقیق نے اس خطے کے تعین کے لئے جہاں سے انسان کو پہلے پہل اناج ملا بہت چھان بین کی ہے، اور ان میں سے اکثر کی نگاہیں ھر پھر کر اس وادی کی طرف گئی ہیں جو سلسلہ کوھستان طورس کے دامن کی ترائی بنا رہا ہے۔ اور جہاں سے دجلہ اور فرات پہاڑوں سے اتر کر میدانی علاقے میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ رائے قائم کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ گندم کی کاشت اور زراعت کاری کے قدیم ترین آثار جو اس وقت تک دستیاب ہو سکے ہیں وہ دجلہ فرات اور نیل کی وادیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلے علمائے تحقیق کے درمیان اس بارے میں اختلاف تھا کہ دجلہ اور فرات کی وادیوں اور نیل کی وادیوں میں کس جگہ کے تمدن کو تقدم حاصل ہے لیکن اب اکثریت کی رائے یہ ہے کہ دجلہ و فرات کی وادیوں کا تمدن نیل کی وادی کے تمدن سے زیادہ پرانا ہے۔ لہذا اناج کی دریافت اور کاشت میں سبقت کرنے کا سہرا انہی وادیوں کو حاصل ہے۔ یہ رائے قائم کرنے کی دوسری وجہ جو پہلی کی بہ نسبت زیادہ وزنی ہے یہ ہے کہ سلسلۂ کوھستان طورس کے دامن میں اب بھی ادنے حیثیت کی خودرو گندم کے پودے ملتے ہیں جو اس بات کا پتا دے رہے ہیں کہ گیہوں کا پودا ابتداء اسی سر زمین کی پیداوار ہے، اور یہی وہ جگہ ہے جہاں انسان نے پہلے پہل دانۂ گندم کھایا اور اس انسانی تمدن کی بنیادیں استوار کیں جس نے اسے ہزاروں اور لاکھوں قسم کے مسائل سے دو بدو کر کے اس نوبت کو پہنچایا جو ہم آج کل ہزار ہا سال کا طویل زمانہ گزارنے کے بعد دیکھ رہے ہیں۔

اناج کی دریافت کے بعد اس کی کاشت کی طرف انسان کی توجہ کا مبذول ہونا ایک قدرتی اور لازمی نتیجہ تھا۔ اب انسان کے قبیلوں نے آپس میں تقسیم کئے ہوئے قطعات ارضی میں گیہوں کی با قاعدہ کاشت شروع کر دی۔ اور وہ اپنے پتھر کے اوزاروں سے زمین کو کھود کر اناج بونے لگے اور وافر مقدار

میں اپنی کھیتیوں کا حاصل کاٹنے لگے ۔ کھیتوں کی نگہداشت کی ضرورت نے انہیں ایک جگہ جم کر رہنے پر مجبور کردیا ۔ لہذا انہوں نے جھونپڑے اور گھر بنا لئے ۔ اناج کو سنبھالنے کے لئے انہیں برتنوں کی ضرورت پیش آئی جو ابتدا میں انہوں نے جانوروں کی کھالوں اور مٹی کی کچی کوٹھیوں سے پوری کی ۔ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد انہیں مٹی کے برتنوں کو آگ میں پکانے کی صنعت ھاتھ آگئی ۔ غرض گندم کی دریافت انسان کی زندگی میں کئی قسم کے انقلابات لانے کا سبب بن گئی ۔ اور وہ اپنے نئے تمدن کی ضروریات کے مطابق پتھر کے نئے نئے اوزار بنانے لگے جن میں زمین کھودنے کے پھل اور کدال اور فصل کاٹنے کی درانتیاں بھی شامل ھیں۔ زراعت کی خاطر زمین کھودنے کے لئے جو اوزار استعمال کئے جاتے وہ گھس جاتے تھے اس سے پتھر کو گھسا کر نوکدار اوزار بنانے کا گر ھاتھ آگیا جو شکاری دور کے انسانوں کی صنعت میں نایاب تھا ۔ گھر بنانے کی ضرورت نے انہیں لکڑی کا جائزہ لینے کی طرف مائل کیا اور وہ پتھر کے تیشے بنا کر نجاری کی صنعت کو فروغ دینے لگے۔ جن خطوں میں پتھر آسانی سے مل سکتا تھا وھاں انہوں نے گھر بنانے کے لئے پتھر کی گھڑی ہوئی سلیں استعمال کیں اور میدانی علاقوں میں وہ مٹی کی سلوں سے کام لینے لگے جو پہلے سانچے کی کچی اینٹوں کی شکل میں منتقل ہو گئیں اور پھر انہوں نے بھٹے میں پکائی ہوئی پختہ اینٹوں کی صورت اختیار کر لی ۔ ان تمام ایجادوں کے آثار عراق اور مصر کی قدیمی بستیوں کی کھدائی سے ملے ھیں، جو زراعت کاری کے دور کی ابتدا کا سراغ بتا رہے ھیں۔ اس دور کے انسان کے دماغ کا اپنی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق نئی نئی ایجادوں کی طرف مائل ہونا بہت کچھ اس حقیقت کا مرہون منت تھا کہ گیہوں کی فصل کاٹ کر سال بھر کے لئے خوراک کا ذخیرہ کر لینے کے باعث انہیں فرصت کا کافی وقت ملنے لگا، جسے وہ تمدن کی تعمیر پر صرف کرنے لگے ۔ ظاہر ھے کہ مختلف قسم کے حرفت کاروں کی داغ بیل بھی اسی دور سے پڑنے لگی ہوگی ۔ درختوں کی شاخوں سے ٹوکرے بنانے کی ٹیکنیک حاصل کر کے وہ چٹائیاں بننے لگے اور چٹائی بننے کی فنی مہارت نے ان کے فکر کو درختوں کی چھال کے ریشوں سے کپڑے

بنانے کی طرف مائل کر دیا ۔ مختلف قسم کی محنتوں کے اثمار کا آپس میں تبادلہ باہمی تجارت کو فروغ دینے کا موجب بنا ۔

علمائے تحقیق کا اندازہ یہ ہے کہ اس ہلال نما زرخیز خطے میں جو صحرائے عرب کی قوس نما شمالی سرحد کے اوپر خلیج فارس سے لے کر بحیرۂ روم اور بحیرۂ قلزم کے شمالی بازوؤں تک پھیلا ہوا ہے ، جسے دجلہ ، فرات اور اردون کی ندیاں سیراب کرتی ہیں ، اور جس کے شمال میں ایشیائے کوچک کی سطح مرتفع کا سلسلۂ کوہستان طورس اور مشرق میں ایران کا سلسلۂ کوہستان زیگرس واقع ہے۔ زراعت کاری کی ابتدا کوئی بیس ہزار ق۔م سے ہو چکی تھی، اور دجلہ ، فرات اور اردون کی وادیوں میں زراعت پیشہ انسانوں کی بستیاں آباد ہونے لگی تھیں۔ دس ہزار سال ق۔م تک اس خطے کا زراعتی تمدن بہت کچھ ترقی کر چکا تھا ۔ ادھر یہ کیفیت تھی ادھر ایشیا ، افریقہ اور یورپ کے میدانوں میں شکاری انسانوں کی جمعیتیں جانوروں کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی تھیں۔ شکاری انسانوں کو زیادہ ساز و سامان کی ضرورت نہ تھی اس لئے ان کا سرمایہ کھال کے کپڑے، کھال کے مشکیزے، چمڑے کے جام اور سینگ کے پیالے اور اسی قسم کی چھوٹی موٹی چیزوں پر مشتمل تھا ۔یہ لوگ بارش اور دھوپ سے قدرتی پناہ گاہوں یعنی غاروں اور درختوں وغیرہ کو استعمال کرتے تھے، اور میدانوں میں جانوروں کی کھالوں سے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے بنا کر رہتے تھے ۔ یہ امر بھی قرین قیاس ہے کہ دریاؤں کو عبور کرنے کے لئے اس دور کے متمدن اور شکاری دونوں قسم کے انسان لکڑیاں باندھ کر کشتیاں بنانے کی ترکیب جان چکے ہوں گے ، جو بعد میں کشتی ، چپو اور بلی ایجاد کرنے پر منتج ہوئی ۔

اس دور کے انسانوں کے مذہبی خیالات اور معاشرتی آداب و رسوم کے متعلق آثاری شہادت نہ ہونے کے باعث کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ البتہ مردوں کو ان کے لباس اور اوزاروں سمیت دفن کرنے کی رسم عام نظر آتی ہے۔ اور ہر جگہ کے لوگوں میں ایک امر مشترک ہے ۔ اس رسم سے معلوم ہوتا

ہے کہ وہ زندگی میں بھی ایک دوسرے کی نجی اشیا کو استعمال کرنا معیوب خیال کرتے ہوں گے ، اور بعض ممنوعات ان میں رائج ہو چکی ہوں گی ۔ اس دور کے لوگوں کا سوشل نظام پدرانہ تھا ۔ یعنی ایک بزرگ کی اولاد ایک کنبہ یا قبیلہ بن کر رہتی تھی ۔ اور اکثر قبیلوں کو ان کے مورث اعلےٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا ۔ ستر ڈھانپ کر رکھنے کی عادت اس امر کا پتا دے رہی ہے کہ ان کے ازدواجی تعلقات منظم ہو چکے تھے اور شرم و حیا نیز ایک دوسرے کے ازدواجی رشتوں کا احترام ان کی عادات کا خاصہ بن چکا تھا ۔ قدرت کے مظاہر ان کی طبیعتوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہوں گے اس لئے وہ مخفی قوتوں کے قائل ہوکر خوف اور وہم کے احساسات سے بھی آشنا ہو چکے تھے اور کوئی عجب نہیں کہ ان میں سے بعض کا فکر کسی قادر مطلق ہستی کے وجود کا قائل ہو جو مصیبت کے وقت انسان کی مددگار بنتی ہے ، اور کائنات کے حیرت افزا مظاہر پر حکم فرما ہے۔ دکھ ، تکلیف یا مصیبت کے وقت اپنے مرے ہوئے بزرگوں کو یاد کرنا اور ان کی روحوں سے استمداد کرنا تو ایک طبعی چیز ہے ، جو اس دور کے انسانوں میں رواج پا چکی ہوگی ۔ اگرچہ اس کے آثار بعد کے دور کے لوگوں میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ مردوں کو لباس ، اوزار اور کھانوں سمیت دفن کرنے کی رسم سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ شاید وہ لوگ دوبارہ حیات بعد ممات کی کسی صورت کے قائل ہوں اور یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ مرنے والے قبر میں جا کر پھر زندہ ہوتے ہیں لہذا انہیں اپنے سامان کی ضرورت پیش آسکتی ہے ۔

چوتھا باب

پتھر کا زمانہ جدید ((۱) دور تمدن)

(دس ہزار سال ق-م سے پانچ ہزار سال ق-م تک)

یورپ میں اسپ خور انسانوں کی یلغار - پتھر کے نئے اوزار - جانوروں کا سدھانا اور پالنا - زراعت کاری کی ترقی - دیہات - قصبے اور شہر - قبائلی تنظیم - مذہبی پیشوا اور قومی سردار - اوزار سازی کی نئی نئی صنعتیں - مٹی کے برتن پکانے اور رنگنے کا فن - پختہ اینٹوں کے مکان - غلہ پیسنے کی چکیاں - کپڑا بننے کی حرفت - کھانا پکانے کے فن میں ترقی - نسلوں - زبانوں - عقیدوں اور رسم و رواج کا اختلاف - اوہام پرستی - جادو اور جنتر منتر -

یورپ کی سرزمین پر اسپ خوروں کی یلغار

اس دور کی ابتدا یورپ کی سر زمین پر اسپ خور شکاری انسانوں کی یلغار سے ہوتی ہے جو یوریشیا کے سر سبز میدانوں سے چل کر یورپ کی سر زمین میں جنگلی گھوڑونکا شکار کھیلتے ہوئے کوہستان پرنیز تک جا پہنچے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شمالی میدان اعظم میں جو سائے بیریا کے جنوبی حصوں، ترکستانات اور وسطی روس پر مشتمل ہے، گھوڑوں کی نسلیں بہت افراط کے ساتھ پل رہی تھیں۔ جو یورپ کے میدانوں کی طرف پھیلتی چلی گئیں۔ اسپ خور قوم کے لوگ انہی کے پیچھے یورپ میں پہنچے۔ ان کی یلغار کا سراغ ان کے اوزاروں سے ملتا ہے جو افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کے ان باشندوں کے آوزاروں سے ساخت میں بہت مختلف ہیں جن کی کئی لہریں پچھلے دور میں یورپ کی سر زمین میں داخل ہوکر نینڈر تھل نسل کے انسانوں کو فنا کرنے کا موجب بنی تھیں۔ اسپ خوروں کے حجری اوزاروں کی شکل مرچ یا نیم کے پتوں سے ملتی جلتی ہے اور افریقہ سے آنے والی قوم کی صنعت سے یکسر جدا گانہ صنعت ہے۔ اس صنعت کا نام فرانس کے ایک قصبہ کے نام پر جہاں پہلے پہل یہ اوزار کثیر تعداد میں دستیاب ہوئے تھے سلیوٹری رکھا گیا ہے۔ بعد کی دریافتوں سے جو یورپ کے اکثر ملکوں میں ملی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مشرق کی طرف سے آئے تھے۔ ان کے آثار فرانس اور انگلستان میں بھی افراط سے ملتے ہیں۔ فرانس کے قصبہ سلیوٹر اور انگلستان کے ایک گاؤں کی کھدائی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ گھوڑوں کا شکار بہت کیا کرتے تھے ان مقامات پر گھوڑوں کی ہڈیاں اور اسپ خور انسانوں کے اوزار اس بہتات میں بر آمد ہوئے ہیں کہ لامحالہ یہ رائے قائم کرنی پڑتی ہے کہ ان مقامات پر یا

تو اسپ خوروں کے مستقل ڈیرے رہے ہیں یا وہاں ان کے سالانہ میلے لگا کرتے تھے۔ ان اسپ خور لوگوں کی یلغار کے باعث اورگ نیشی صنعت والے لوگ ان کے لئے میدانی علاقے خالی کر کے پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اسپ خور جتنا عرصہ یورپ کی سر زمین میں رہے غالباً حکمرانوں کی طرح رہے۔ ان میں اور پہلے سے رہنے والے لوگوں میں غالباً لڑائیاں بھی ہوئی ہوں گی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قومیں جلد ہی ایک دوسرے کو گوارا کرنے لگیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ دونوں قومیں حقیقی انسان کی نسل سے تھیں ۔ اس لیے ان میں صلح و اختلاط کی گنجایش موجود تھی۔ جب یورپ کے میدانوں میں درخت اگنے لگے اور گھاس کم ہو گئی تو اسپ خور قوم کے لوگ وسطی روس کے میدانوں کی طرف واپس چلے گئے اور ان کی چھوڑی ہوئی جگہوں میں وہی لوگ پھیل گئے جو پہلے سے اس سر زمین میں موجود تھے۔ اسپ خوروں کے کچھ خاندان جنوبی فرانس میں رہ گئے کیونکہ جنوبی فرانس کے بعض باشندوں کے سر کی بناوٹ اسپ خور انسانوں کے سر کی بناوٹ سے ملتی جلتی ہے۔ اسپ خوروں کے سر زمین یورپ میں موجود رہنے کی میعاد کا اندازہ پانچ سو سال کے لگ بھگ کیا جاتا ہے گویا ۹۵۰۰ ق-م تک یہ لوگ اپنے ملک میں جہاں سے چل کر وہ آئے تھے واپس جا چکے تھے۔

ہسپانیہ میں افریقیوں کی تازہ لہر

اس زمانے میں شمالی افریقہ کے تازہ قبیلے خاکنائے جبرالٹر کی راہ سے ہسپانیہ میں داخل ہوئے یہ تازہ وارد ترقی یافتہ غفصوی صنعت کے علم بردار تھے۔ ان کے اوزار جن کا سراغ شمالی افریقہ اور ہسپانیہ میں دونوں جگہ ملتا ہے پہلے کی بہ نسبت نفیس تر ہو گئے۔ یہ لوگ کمانوں کا استعمال بھی جانتے تھے۔ اور پتھر کو گھڑ کر بنائے ہوئے سوفار (تیروں کے سرے) استعمال کرتے تھے۔ ان کی صنعت آخری غفصوی صنعت کہلاتی ہے اور اس صنعت کے اوزار ہسپانیہ بحیرہ روم کے جنوبی ساحل پر ہر جگہ ، مصر ، شام ، عراق ، ہندوستان اور سیلون تک سے دستیاب ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شکاری انسانوں کی نئی جمیعتیں اس دور میں جنوبی میدان اعظم سے جو شمالی افریقہ کی

صحرائے اعظم اور عربستان پر مشتمل ہے نکل کر دور دور تک پھیلیں ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شمالی افریقہ اور عربستان کے سر سبز میدان آہستہ آہستہ صحرا میں تبدیل ہونے لگے ہوں جانور وہاں سے ہجرت کر گئے ہوں1 اس لیے انسان ہر طرف منتشر ہونے پر مجبور ہو گئے ہوں۔ یہ اسی انتشار کا نتیجہ تھا کہ میدان اعظم سے انسانوں کی جمعیتیں منتشر ہو کر کچھ شمال میں ھسپانیہ کے اندر داخل ہو گئیں اور کچھ دریائے نائیجریا کے طاس کے ساتھ ساتھ جنوب مغربی افریقہ کی طرف جا نکلیں ۔ عربستان کے میدان سے جن قبائل نے ہجرت کی وہ نئے اوزار لے کر ایران اور بلوچستان کی راہ سے ہندوستان اور سیلون (لنکا) تک جا پہنچے ۔ اور اس کے پہلے کے دور انتشار میں جو انسان ان ملکوں میں پہنچ چکے تھے وہ برما ، سیام ، ملایا اور ہند چینی کی طرف پھیلتے ہوئے آسٹریلیشیا کے جزیرہ نما تک جا پہنچے جو بعد کی طبعی تبدیلیونکے باعث جزائر شرق الہند بن گیا ۔ آسٹریلیا کے اصلی باشندے ان ہی لوگوں کی یاد گار ہیں ۔ آسٹریلیا کے جنوب میں ایک جزیرہ تسمانیا ہے اس میں پچھلی صدی مسیحی تک جو اصلی باشندے آباد تھے وہ اسوقت تک باقی دنیا سے منقطع ہو جانے کے باعث وہ پتھر کے زمانۂ قدیم کی تمدنی حالت میں چلے آرہے تھے ۔

---

1 طبعی تبدیلیوں کی وجہ سے جوں جوں برفانی چادر شمالی یورپ سے پیچھے ھٹتی گئی بحر اوقیانوس کی مینہ برسانے والی ہواؤں کا رخ صحرائے اعظم سے منتقل ہو کر یورپ کے ملکونکی طرف ہوتا گیا ۔ اسوجہ سے اس دور میں شمالی افریقہ اور عربستان کے سر سبز میدان خشک سالی کا شکار ہونے لگے اور یورپ میں جنگل اگنے لگے ۔

یورپی باشندوں کی صنعتیں

اس دور میں یورپ میں اوزار سازی کی صنعت میں نمایاں تغیرات رونما ہوئے ۔ اورگنیشی صنعت پہلے سے موجود تھی اسپ خوروں کی یلغار نئی قسم کی صنعت لانے کا موجب بنی ۔ جسے مقامی کاریگروں نے بہت ترقی دی ۔ ازاں بعد ایک اور ترقی یافتہ صنعت یعنی آخری غفصوی صنعت خاکنائے جبرالٹر کی راہ سے ھسپانیہ میں داخل ہوئی ان سب صنعتوں کے اختلاط اور تصادم نے پہلے میگڈیلی صنعت کو فروغ دیا ۔ اس صنعت کے اوزاروں میں پتھر کا کام کم اور ھڈی اور سینگ کا کام زیادہ نظر آرھا ھے ۔ بعض جدید ھتھیاروں کا اضافہ ھوا ھے ۔ مچھلی کا شکار کرنے والے دندانہ دار نیزے بننے لگے ھیں جن کی ساخت میں تدریجی ترقی نظر آتی ھے ۔ ایک عجیب اوزار ھے جو ھرن کی ران کی ھڈی سے بنایا گیا ھے ۔ اس پر اچھی اچھی تصویریں منقش ھیں ۔ اس اوزار کے متعلق یہ معلوم نہیں ھو سکا کہ یہ کس کام میں لایا جاتا تھا ۔ آیا وہ سردار قوم کا نشان یعنی عصائے حکمرانی تھا یا اس سے چمڑے کی پٹیاں بنانے یا تیر سیدھے کرنے کا کام لیا جاتا تھا ۔ اس صنعت کا گہوارہ وسطی یورپ کے ممالک بنے رھے ۔ جنوب مشرق ھسپانیہ میں غفصوی صنعت اور میگڈیلی صنعت کے اختلاط سے ایک نئی صنعت کو فروغ ھوا ، جو آزیلی صنعت کہلاتی ھے۔ یہ صنعت اس دور کے جس کا ذکر کیا جاتا ھے آخری حصے میں سارے یورپ میں رائج ھوگئی ۔ آزیلی صنعت کے مچھلی کا شکار کرنے والے نیزے میگڈیلی صنعت سے مختلف ھیں ۔ موخرالذکر رین ڈیئر کے سینگ سے بنائے جاتے تھے اور گول ھوتے تھے ۔ آزیلی صنعت کے نیزے سرخ ھرن کے سینگ سے بنائے گئے ھیں اور چپٹے ھیں ۔ آزیلی صنعت کے فروغ کے زمانے میں یورپ کے باشندے خیمے لگا کر رھنے لگے تھے ۔ بعض اوزاروں پر ایسے نقش ملتے ھیں جو خیمہ

نما سے ھیں ۔ اس دور میں تصویر کشی کا فن زوال پذیر نظر آتا ھے پچھلے دور کے شکاری بہت اچھی اچھی تصویریں بناتے تھے لیکن آزیلی دور کی تصویریں جو زیادہ تر اوزاروں پر ملتی ھیں محض علاماتی سی بن کر رہ گئی ھیں۔ پتھر کے ایسے ٹکڑے بھی ملے ھیں جن پر انسانی ناموں کے علاماتی نقوش سے ھیں ۔ یہ شاید علاماتی تحریر کی ابتدا کا پتا دے رھی ھو۔ یا وہ بت ھوں جن کو وہ پوجتے ھوں یا جوا وغیرہ کھیلنے کی نردیں ھوں ۔

اس دور کے ماھی گیروں کی بستیوں کے آثار بھی ملے ھیں۔ پرتگال میں دریاؤں کے کنارے اور ساحل پر ایسے لوگوں کی بستی کا سراغ ملتا ھے جو خشکی اور تری دونوں جگہ کے شکاروں پر بسر اوقات کرتے تھے ۔ بحیرہ بالٹک کے ساحلوں پر کچھوے کھانے والے لوگوں کی بستیوں کے آثار ملے ھیں۔ کچھوؤں کی کھوپریوں کے ڈھیروں سے پتھر کے کدال بھی ملتے ھیں جن سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ لوگ بعض پودوں کی جڑیں کھود کر کھاتے تھے ۔ ڈنمارک کے ایک ایسے ھی انبار میں سے ھڈی کے اوزار ، نیزے ، تیروں کے سر ، کلہاڑیاں ، کدال ، کنگھیاں ، سوئیاں وغیرہ ملی ھیں ۔ اس امر کے آثار بھی ملے ھیں کہ پانچ ھزار سال ق-م کے لگ بھگ ھسپانیہ کے دریائے ٹیگس کی وادی کے شکاری لوگ کتے پالنے لگے تھے ۔ نیو کیلیڈونیا سے انسانی کھوپریوں کی ایک قربان‌گاہ ملی ھے جہاں کھوپریاں قطار در قطار رکھی ھیں۔ اسی طرح آفنٹ (یوگوسلافیہ) سے متعدد انسانی کھوپریاں ایک ھی جگہ ملی ھیں ۔ معلوم ھوتا ھے کہ بعض قبائل مردوں کی کھوپریوں کی زیارت لازمی سمجھتے ھوں گے، ان کی پرستش کرتے ھوں گے اور ان سے مرادیں مانگتے ھوں گے ۔

جانوروں کو سدھانے اور پالنے کا آغاز

گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو گوشت کھانے کی غرض سے پکڑنے کا سراغ تو سلیوٹر واقعہ فرانس کی اس جگہ سے ملتا ہے جہاں سے گھوڑوں کی ہڈیاں ایک محدود رقبے میں تہ بر تہ ملی ہیں یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ اسپ خور انسان اسی جگہ پر جمع ہوتے تھے اور ان گھوڑوں کو جنہیں وہ جنگل سے پکڑتے تھے وہاں لا کر ذبح کرتے اور بھون کر کھاتے اور جشن مناتے تھے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ شکاری انسانوں نے بہت پہلے سے جانوروں کو پکڑ کر بوقت ضرورت کھانے کے لیے محفوظ رکھنے کے طریقے سوچ لیے تھے اور ان کی جمیعتیں شکار کو محفوظ کرنے کے لیے جانوروں کے آوارہ گلوں کے گرد گھیرا ڈال لیتی تھیں ۔ ھسپانیہ کی غاروں میں جو تصویریں ملی ھیں ان میں سے بعض ایسی بھی ھیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شکاری لوگ ٹولیاں بنا کر بھی جانوروں کا شکار کھیلتے تھے ۔ جس زمانے کا ہم تذکرہ کر رہے ھیں اس میں انسان کے بعض قبیلوں نے جانوروں کو پالنے اور اپنے ساتھ مانوس کرنے کا عمل بھی شروع کردیا ۔ شکار کی زحمت سے بچنے اور اپنی خوراک کے ذخیرے کو محفوظ تر کرنے کے لیے انہوں نے جانوروں کے گلے رکھنے اور چرانے شروع کر دیئے ۔ اس طرح کرہ ارضی کے اکثر حصوں میں ایک نئے تمدن کی ابتدا ہوگئی اور شکاری انسان چرواہوں اور گڈریوں کی زندگی اختیار کرتے گئے ۔ وسیع میدانوں اور بلند سطح کے ملکوں کی قدرتی چراگاہوں میں اسے نئے تمدن کی داغ بیل پڑنے لگی ۔ اور نوع انسانی کے قبیلے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس نئی روش کو اختیار کرتے گئے تا آں کہ شکار کا پیشہ محض تفریحی رہ گیا اور اس کی جگہ جانوروں کو پکڑنے، سدھانے ، مانوس بنانے اور ان کے گلے پالنے

کے شغل نے حاصل کرلی ۔ عراق ، شام اور فلسطین کے هلال نما خطے میں جہاں انسان کے قبیلے کھیتی باڑی کو اپنا مشغلہ بنا کر بستیاں آباد کر رہے تھے ، گوشت کے لیے جانوروں کا پالنا آسان کام تھا ، کیونکہ وہ اپنی فصلوں سے جانوروں کے لیے چارہ بھی ذخیرہ کرکے رکھ سکتے تھے ۔ انہیں خانہ بدوش چرواھوں کی طرح نئی نئی چراگاھوں کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رهنے کی ضرورت نہ تھی ۔

دس هزار ق۔م سے پانچ هزار ق۔م تک کے دور میں یہ نیا تمدن ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی هر جگہ پھیلتا چلا گیا ۔ هلال نما خطے اور یوریشیا کے میدان اعظم میں پہلے پہل بیلوں اور گایوں کو پالنے کا رواج شروع ہوا ۔ کیونکہ یہ جانور انہی چراگاھوں کے باشندے تھے ۔ ایشیائے کوچک ، ایران اور افغانستان کی بلند سطح والے ملکوں میں بھیڑوں اور بکریوں کے گلے پالنے کا رواج چلا کیونکہ یہاں یہ جانور بہ افراط ملتے تھے ۔ خانہ بدوش لوگوں کو ایسے جانوروں کی ضرورت پیش آئی جو ان کا سامان اٹھا کر خدمت انجام دینے والے ھوں لہذا تبت کی بلند سطح پر دو کوھانوں والے اونٹ کو قابو کیا گیا اور عربستان میں ایک کوھان والے اونٹ کو سدھا لیا گیا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں کو پالنے اور ان سے سواری اور باربرداری کا کام لینے کا خیال انسان کو بڑی دیر کے بعد آیا کیونکہ بیلوں وغیرہ کے پالنے کے آثار اس دور سے بہت پہلے کے ھیں جب گھوڑا انسان کا رفیق سفر اور رفیق جنگ بنا ہوا نظر آتا ہے ۔ کتوں کو پالنے کے آثار بھی اسی دور میں ملتے ھیں جسے آباد انسانوں کی بستیوں اور خانہ بدوشوں کے ڈیروں میں چوکیداری کی خدمت پر مامور کیا گیا ۔ ممکن ہے کتا بہت پہلے شکاری انسانوں کی تگ و دو کا شریک بن چکا ھو لیکن اس امر کے کوئی آثار کسی جگہ سے ابھی تک دستیاب نہیں ہوئے ۔

مشرق ادنیٰ میں زراعت کاروں کی بستیاں

ہم لکھ چکے ہیں کہ دجلہ ، فرات اور اردون کی وادیوں کے زرخیز خطے میں زراعت پیشہ انسانوں کے قبیلوں نے پچھلے دور ہی سے بستیاں بسانی شروع کردی تھیں ۔ اور اپنی تمدنی ضروریات کے مطابق وہ نئی نئی دریافتیں کر رہے تھے ۔ اور نئی نئی صنعتیں اور حرفتیں ایجاد کرکے ایک جداگانہ معاشرت کی داغ بیل ڈال رہے تھے ۔ اس دور میں دجلہ اور فرات کے کنارے ان کے متعدد شہر اور قصبے آباد ہوگئے ۔ زمینیں مختلف قبیلوں کے درمیان تقسیم ہو گئیں اور ہر شہر اپنے مضافات سمیت ایک جداگانہ ریاست متصور ہونے لگا ۔ اس تمدن کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سماجی نظام میں مختلف درجے رکھنے والے طبقے پیدا ہوں ۔ اور مختلف پیشوں والی جماعتیں الگ الگ حیثیت اختیار کرلیں ۔ چنانچہ ہر جگہ خوش حال طبقہ کے لوگ حکمران بننے لگے ۔ اور اہل حرفہ جو روٹی کے لیے زراعت کاروں کے محتاج تھے جداگانہ طبقہ شمار ہونے لگے ۔ ہم تصور کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ اس دور کی بستیوں میں ایک تو کھیتی باڑی کرنے والے لوگ آباد ہوں گے ۔ دوسرے وہ جو ٹوکرے ، چٹائیاں ، چھپر اور زراعت کاری کے اوزار بناتے ہوں گے ۔ تیسرے وہ جو کپڑے بنتے ہوں گے اور مٹی کے برتن بناتے ہوں گے ۔ ایسی آبادیوں میں پیدائش اور موت کے موقع پر بالخصوص اور عام تقریبوں پر بالعموم مذہبی رسوم ادا کرنے والے اور ٹونوں ٹوٹکوں سے بیماریوں کا علاج کرنے والے لوگ بھی ضرور موجود ہوں گے ۔ اور ایک ایسا طبقہ بھی ہوگا جو ہر آبادی کا انتظام کرنے ، اس کی حفاظت کرنے اور آپس کے جھگڑے چکانے کا کام کرتا ہوگا ۔ اس دور کے لوگوں کے آثار بہت کم ملے ہیں ۔ اس لیے ان کے مذہبی عقاید کے متعلق کوئی

قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکتی ۔ البتہ اس سر زمین سے ملنے والی ایسی الواح (مٹی کی تختیوں) کی تحریروں سے جو تین ہزار سال قبل مسیح کے قریب لکھی گئیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس دور کا ہم ذکر اس باب میں کر رہے ہیں (پانچ ہزار سال ق-م سے پہلے کا زمانہ) اس میں اس سر زمین کے اندر بادشاہت کا نظام قائم ہو چکا تھا ۔ یہ الواح تو ہزاروں سال پہلے سے بادشاہوں کی موجودگی کا حال بتاتی ہیں لیکن ان کے عدد سنین (سال گنتی) کا حساب متعدد اعتبارات سے غلط ثابت ہورہا ہے جس کا ذکر اپنی جگہ پر کیا جائیگا ۔ تاہم ان تحریروں سے یہ سراغ ضرور ملتا ہے کہ عراق کی سر زمین میں دس ہزار سال ق-م سے لے کر پانچ ہزار سال ق-م کے زمانہ میں بادشاہی نظام ضرور قائم ہو چکا تھا ۔

ولادت مسیح سے پہلے کے تیسرے ہزار سالہ دور (تین ہزار ق-م سے دوہزار ق-م) کی لکھی ہوئی بابلی الواح کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ ہزار سال ق-م سے بہت پہلے دجلہ اور فرات کی وادیوں میں متعدد شہر آباد ہو چکے تھے ۔ اور سب سے پہلے تخت شاہی اریدو میں قائم ہوا تھا جس کے بادشاہ نے لڑ بھڑ کر دوسرے شہروں کے بادشاہوں کو اپنا مطیع بنا لیا ۔

اس زمانے کے جن شہروں کا تذکرہ بابلی الواح اور تین سو سال ق-م کے ایک بابلی مورخ بروسیس نامی کی تاریخ سے ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں :- اریدو ، نیپور ، آیریک ، اعوان ، حماسی یا خماضی ، شرپیک ، ار ، اداب ۔ لاکاش ، معیر ، بادتبیرہ ، ان میں سے اعوان ، حماسی ، معیر اور بادتبیرہ ایسے ہیں جن کا سراغ اور محل وقوع اب تک معلوم نہیں ہو سکا ۔ ان کے علاوہ شام اور فلسطین کی حاصل خیز وادیوں میں اور بھی متعدد شہر آباد ہو چکے ہوں گے جن کا سراغ تا حال دستیاب نہیں ہوا ۔ بہر حال سوس اور تپہ موسیان سے جو ایران کی مغربی سرحد کے قریب واقع ہیں بڈاری تک جونیل کے ڈیلٹا میں واقع ہے متعدد مقامات پر آثار عتیقہ کی کھدائی سے مٹی کے جو برتن سب سے نچلی تہوں سے برآمد ہوئے وہ ظاہر کرتے ہیں کہ دجلہ ، فرات ، اردن

سے سیراب ہونے والی سر زمین اور دریائے نیل کے دھانہ کے مثلثی علاقے میں زراعت کار لوگوں کی بستیاں آباد تھیں۔ شہر بن چکے تھے جن پر مقامی بادشاہ یا مذہبی پیشوا حکومت کرتے تھے اور اس متمدن خطے میں سلطنت بنانے کا تصور عملی ہو چکا تھا جس کی صورت یہ تھی کہ کسی شہر کا طاقتور بادشاہ گردونواح کے شہروں کو شکست دے کر شاہ شاھان بن بیٹھتا تھا۔ اور ان کے مقامی بادشاہوں سے خراج اطاعت وصول کرتا تھا۔

مٹی کے برتن پکانے اور رنگنے کی صنعت

اس دور کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ عراق اور شام کی بستیوں میں مٹی کے برتنوں کو پکانے کی ایجاد انسان کے ھاتھ لگ گئی ۔ اور اس دور میں اس صنعت نے بہت ترقی حاصل کرلی ۔ اس وقت تک کی کھدائیوں نے اس علاقے کے متعدد مقامات کی نچلی تہوں سے مٹی کے بنائے ہوئے اور آگ میں پکائے ہوئے خوشنما اور رنگین نقش و نگار والے برتن مہیا کئے ھیں جن کی قدامت کا اندازہ پانچ ہزار ق ۔ م سے پہلے کے زمانے تک کا کیا گیا ھے ۔ ان برتنوں کا خوبصورت سڈول اور رنگین ھونا اس حقیقت پر دال ھے کہ یہ صنعت بہت پہلے سے جاری تھی ۔ اور پانچ ہزار ق ۔ م تک بہت ترقی کر چکی تھی ۔ جن مقامات سے یہ برتن برآمد ھوئے ھیں ان میں سے ایک سوسہ ھے جو ایران کی مغربی سرحد کے قریب اس نشیبی سر زمین میں واقع ھے جو خلیج فارس اور کوھستان فارس کے درمیان پھیلی ھوئی ھے ۔ سوسہ بہت بعد کے زمانہ تک جنوبی ایران کی سلطنت کا صدر مقام رہا ھے ۔ اس کے کھنڈروں کی کھدائی سے کئی تہیں بر آمد ھوئی ھیں جو اس شہر کے بار بار برباد ھو کر پھر آباد ھونے کا پتا دے رھی ھیں ۔ سب سے نچلی تہ سے یہ رنگین اور منقوش برتن ملے ھیں جن میں مٹی کے ٹونٹی دار لوٹے بھی ھیں ۔ ھنڈیاں اور پیالے ، مٹکے ، اور کئی قسم کے دوسرے برتن ھیں ۔ دوسرا مقام تپہ موسیاں ھے جو عراق کی سر زمین میں دریائے دجلہ کے مشرق میں ایک اونچے ٹیلے پر آباد تھا ۔ تیسرا مقام بسمیہ ھے جو قدیم زمانے میں جس کا ھم ذکر کر رھے ھیں آداب کہلاتا تھا ۔ یہ بھی عراق میں ھے ۔ چوتھا مقام ابوشرائن ھے جو دریائے فرات کے دھانے کے قریب جنوبی عراق میں واقع ھے ۔ دور قدیم میں یہ شہر اریدو کہلاتا تھا ۔ پانچواں مقام تل العبید ھے جو اریدو سے کچھ فاصلے پر قدیمی شہر ار کے کھنڈروں

سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے - چھٹا مقام بداری ہے جو نیل کے ڈیلٹا کی سر زمین میں واقع ہے- ان تمام قدیم زمانے کی برباد شدہ بستیوں کی کھدائی سے ان کی سب سے نچلی تہوں میں یکساں نوعیت کے مٹی کے برتن ملے ہیں جو پانچ ہزار سال ق - م کے قریب اس صنعت کی ترقی یافتہ صورت کا اظہار کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ دجلہ ، فرات اردن اور نیل کی وادیوں میں زراعت کار لوگوں کی بستیاں پانچ ہزار سال ق - م سے بہت پہلے سے آباد تھیں اور اس سر زمین میں مٹی کے برتن پکانے کی صنعت خوب ترقی کر گئی تھی - ان مقامات کی کھدائی سے پتھر کی چکیاں بھی بر آمد ہوئی ہیں جنہیں اس دور کے لوگ گیہوں پیسنے کے لیے استعمال کرتے تھے -

پانچ هزار سال قبل مسیح کے وقت دنیا کا نظارہ

(متمدن زراعت کار ، دیہات ، قصبے اور شہر ، مٹی کے برتن ، پتھر کے اوزار ، نجاری اور پارچہ بافی ، خانہ بدوش گڈریئے اور چرواھے ، آوارہ گرد شکاری انسان)

اوراق گذشتہ میں جو واقعات بیان کئے جا چکے ھیں ان کا لب لباب یہ ھے کہ پانچ هزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ معمورۂ عالم کی کیفیت یہ تھی کہ دجلہ ، فرات اور اردن کی وادیوں کی ھلال نما حاصل خیز سر زمین میں زراعت کار انسانوں کی بستیاں آباد تھیں ۔ شہر بن چکے تھے ۔کئی قسم کی حرفتیں رواج پا رھی تھیں ۔ مٹی کے برتن اور اینٹیں بھٹوں میں پکائی جاتی تھیں ۔ غلہ پیسنے کے لیے پتھر کی چکیاں استعمال کی جاتی تھیں ۔ مکان بنانے کے لئے لکڑیاں کاٹی اور چھیلی جاتی تھیں ۔ کپڑا بننے کی حرفت رائج هو چکی تھی ۔ کھانا پکانے کے فن میں خاصی ترقی ھوگئی تھی ۔ ھر شہر اور اس کے ملحقہ دیہات و مضافات پر مقامی بادشاہ حکمران تھے ۔ اور بعض شہروں کے طاقتور بادشاھوں نے دوسرے شہر فتح کرکے شاھنشاھی اقتدار حاصل کر رکھا تھا۔ یہ تمدن اس ھلالی خطہ سے نکل کر دریائے نیل کے ڈیلٹا تک جا پہنچا تھا ۔ ان متمدن بستیوں میں پالتو جانوروں کو رکھنے کا رواج بھی عام ھو چکا تھا ۔ جن سے وہ لوگ دودھ ، گوشت ، چمڑا اور سینگ حاصل کرتے تھے ۔

عرب اور صحرائے اعظم کے میدان جو کسی زمانے میں سرسبز ھوتے تھے بارشوں کا سلسلہ منقطع ھو جانے کے باعث صحرا بن گئے تھے تاھم ان صحراؤں کے نخلستانوں اور بچے کھچے سرسبز علاقوں میں خانہ بدوش قبیلے بھیڑوں بکریوں اور اونٹوں کے گلے چراتے پھرتے تھے ۔ اور جنگل کے جانوروں کا شکار

کرنے کے بجائے انہیں پکڑنے اور مانوس کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے ۔ انہیں وہ آسائشیں میسر نہ تھیں جو ہلال نما سر زمین کے متمدن زراعت کاروں کو حاصل تھیں ۔ یہ لوگ کھالیں پہنتے تھے یا متمدن سر زمین کے لوگوں سے پالتو جانوروں کے بدلے کپڑا حاصل کرتے ہوں گے ۔ عرب کے پہاڑی علاقے کے باشندے پتھر کو تراش کر پیالے اور دوسرے برتن بنانے لگے تھے ۔ مٹی کے برتن پکانے کی صنعت بھی کہیں کہیں رواج پا رہی تھی ۔

ایشیائے کوچک ۔ ایران اور افغانستان کی بلند سطح والے ملکوں میں بھیڑیں اور بکریاں پالنے والے اور جانوروں کا شکار کرنے والے خانہ بدوش قبیلے پھر رہے تھے جو ان ممالک کی سرسبز وادیوں اور گھاس والے میدانوں میں بستیاں بھی آباد کر رہے تھے ۔ یہ لوگ بھی کھالیں پہنتے تھے اور بھیڑوں کی اون سے کپڑے بناتے تھے ۔ متمدن علاقے سے راہ و رسم رکھنے کے باعث انہوں نے مٹی کے برتن پکانے اور مٹی کی سلوں سے گھر تعمیر کرنے کا فن بھی سیکھ لیا ۔ بعض قبائل چھپر کے چھوٹے چھوٹے خیمے لگا کر رہتے تھے ۔ اور موسم کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف حرکت کرتے رہتے تھے ۔

ترکستانات اور وسط ایشیا کے میدانی علاقوں میں جو بحیرہ خزر اور بحیرہ اسود کے شمال میں یورپ کے میدانی علاقے سے ملحق ہے ۔ بیلوں ، گایوں ، بھیڑوں ، بکریوں کو پالنے والے اور گھوڑوں ، ہرنوں ، اور دوسرے جنگلی جانوروں کا شکار کھیلنے والے خانہ بدوش قبیلے اپنے اپنے قبیلوی سرداروں کے زیر سر کردگی سرسبز میدانوں کی تلاش میں پھرتے تھے ۔ یہ لوگ بھی کھال اور اون سے بنائے ہوئے کپڑے پہنتے تھے ۔ اور متمدن سر زمین سے بہت دور رہتے تھے ۔ گایوں اور بھیڑوں بکریوں کا دودھ بھی پیتے تھے اور ان کا گوشت بھی کھاتے تھے ۔ سرسبز خطوں پر قبضہ جمانے کے لیے یہ قبائل آپس میں لڑتے بھڑتے اور ایک دوسرے کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ہزاروں میل آگے سے آگے نکل جاتے تھے ۔ سائبیریا اور شمالی یورپی روس کے برفانی خطوں اور جنگلوں

میں بھی وسطی ایشیا کے قبائل کے پھیلاؤ کی بعض شاخیں پہنچ چکی تھیں، جو رین ڈیئر اور برفانی دریاؤں کی مچھلیوں اور دیگر آبی جانوروں کا شکار کر کے بسر اوقات کر رہی تھیں۔ ان ہی قبیلوں کی بعض شاخیں آبنائے بیرنگ یا خاکنائے بیرنگ کی راہ سے شمالی امریکہ میں جا پہنچیں یہ لوگ سمور نیز ریچھوں اور دریائی بچھڑوں کی کھال کے کپڑے پہنتے تھے۔ شکار پر گزارا کرتے تھے۔ برفانی علاقوں کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باعث بہت جفا کش بن گئے تھے۔

ہندوستان کے سر سبز میدانوں، برما کے جنگلوں، ہند چینی اور انڈونیشیا میں صحرائے اعظم اور صحرائے عرب سے بکھرے ہوئے قبیلے پتھر کے اوزاروں سے شکار کھیلتے ہوئے پھیل رہے تھے۔

چین کی سر زمین میں بھی وسط ایشیا کے میدانوں اور شمالی برفانی خطے کے قبیلوں کی شاخیں پھیل رہی تھیں اور شکار پر بسر اوقات کرتی تھیں۔

یورپ کی سر زمین میں بھی شکاری لوگ آباد تھے۔ پتھر اور ھڈی کے اوزار بنانے میں مہارت حاصل کر رہے تھے۔ سوئزرلینڈ اور وسطی یورپ کے بعض دوسرے حصوں کی جھیلوں کے خشک ہونے سے ایسے آثار ملے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے بعض قبیلے جھیلوں کے اندر لکڑی کے مکان بنا کر رہتے تھے۔ جانور پالتے تھے، اور مٹی کے برتن بھی استعمال کرتے تھے۔ اس قسم کا طرز بود و باش انہوں نے حفاظت کے خیال سے اختیار کیا ہوگا۔ بعض آثار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ مردم خور تھے۔

ساری دنیا میں دریاؤں، جھیلوں اور سمندر کے کناروں پر ماہی گیر انسانوں کی بستیاں بھی آباد ہو رہی تھیں جو خشکی کے شکار کے بجائے زیادہ تر پانی کے شکار پر گزارا کرتے تھے۔

وسطی اور جنوبی افریقہ، امریکہ اور انڈونیشیا میں نوع انسانی کے بعض ایسے قبیلے بھی موجود تھے جو دوسروں سے منقطع ہو جانے کے باعث پتھر کے

زمانہ قدیم کے لوگوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے - یا مقامی ماحول کے مطابق اس سے بھی کمتر درجے کی معیشت اختیار کر چکے ہوں گے تا ہم بدن کو ڈھانپنے اور جھونپڑے بنا کر رہنے کا فیشن اکثر قطعات ارضی میں عام ہوچکا تھا - اور مٹی کے برتن بنانے ، مکان تعمیر کرنے ، لکڑی کوکاٹ کر اور چھیل کر استعمال میں لانے ، پتھر سے ضروریات کی نئی نئی چیزیں گھڑنے ، سوت اور اون کاتنے ، سن کے ریشوں سے رسے بنانے ، کپڑے بننے ، جانور پالنے اور ان سے غذا کے لیے دودھ حاصل کرنے اور زمین پر محنت کرکے غلہ اگانے کی ایجادیں ، دریافتیں ، صنعتیں اور حرفتیں، مشرق ادنے یا جنوب مغربی ایشیا کے متمدن خطے سے جاری ہو کر اطراف و اکناف عالم میں پھیل رہی تھیں۔

نسلیں، قومیں، زبانیں، عقاید اور رسم و رواج

حقیقی یعنی موجودہ نسل کے انسانوں کے موجود ہونے کا سراغ اس وقت سے ملتا ہے جب اس کے بہت سے کنبے جانوروں کے شکار کے تعاقب میں جنوبی میدان اعظم اور شمالی میدان اعظم میں اچھی طرح پھیل چکے تھے۔ اس دور کا اندازہ بیس ہزار قبل مسیح کے زمانے کا کیا جاتا ہے۔ اگر اس وقت کے پھیلاؤ کو پیش نظر رکھا جائے تو لا محالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نسل انسانی کے پھیلاؤ کا یہ عمل ہزارہا سال پہلے سے شروع ہو چکا تھا۔ بنیادی اختلاف رکھنے والی انسانی زبانوں کی موجودگی اس امر کا پتا دے رہی تھی کہ نوع انسانی کے قبیلے منتشر ہونے سے پہلے یا تو محض اشاروں سے اظہار مطلب اور تبادلۂ افکار کرتے ہوں گے یا وہ محض آواز کے اتار چڑھاؤ سے کام لیتے ہوں گے۔ پہلے پہل انہوں نے چند ایسی اشیا کے نام تجویز کئے ہوں گے جو ان کے طبایع پر بہت زیادہ اثر ڈالنے والی یا بہت زیادہ استعمال میں آنے والی ہوں گی۔

کرۂ ارضی کے مختلف اقطاع میں اس طرح منتشر ہونے کے باعث نوع انسانی کے قبیلوں کو مختلف قطعوں میں مختلف قسم کی آب و ہوا، طبعی حالات اور اشیائے خوردنی سے سابقہ پڑا اور زندہ رہنے کے لیے مختلف قسم کی جدوجہد اختیار کرنی پڑی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شکلوں، ان کے رنگوں، ان کے خدوخال اور ان کی جسمانی ساخت میں جزئی سے اختلافات رونما ہوتے چلے گئے۔ زبانیں بھی جو ہر جگہ کے انسانی شعوب و قبائل نے اظہار مطالب کے لیے جداگانہ طور پر ایجاد کیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنے کے باعث مختلف اور متعدد ہوتی چلی گئیں۔ اوضاع و اطوار میں بھی تنوع اور فرق کا

پیدا ہونا لازمی امر تھا ۔ شکاری ، ماھی گیر ، خانہ بدوش چرواھے اور گھر بنا کر بسنے والے زراعت کار باشندوں کی نہ صرف ضروریات ایک دوسرے سے مختلف ھیں بلکہ ان کی عادات ، خوراک اور بود و باش کے طریقوں میں بھی نمایاں تفاوت ھے ۔ ایک ھی ڈگر کی زندگی ہزارھا سال تک اختیار کئے رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اختلافات بھی نمایاں اور ممتاز ہوتے چلے جائیں۔ اس قسم کے اسباب کی بنا پر روئے زمین پر مختلف نسلوں کے انسان نظر آنے آنے لگے جو مختلف زبانیں بولتے ھیں ۔ مرور زمانہ اور باھمی اختلاط کے باعث تبدیلیاں بھی جاری رھتی ھیں اس لئے نئی نئی قومیں اور نئی نئی زبانیں پیدا ہوتی گئیں۔ ایسے جزئی تغیرات کا عمل اب بھی جاری ھے ۔ کہیں کسی مشترکہ مورث اعلی کی اولاد ایک قوم یا قبیلہ یا خیل کہلاتی ھے ۔ کہیں کسی ایک خطے میں بسنے والے اور ایک ھی طرح کے ماحول میں زندگی بسر کرنے والے لوگ ایک قوم سمجھے جاتے ھیں ۔ کبھی پیشوں کے اعتبار سے قومیں بننے لگتی ھیں ۔ اور کبھی بود و باش کے طریقوں کی یکسانی کے باعث کسی جمعیت پر کوئی خاص قوم ہونے کا اطلاق کیا جاتا ھے ۔

علم النسل کے ماھروں نے انسانوں کے نسلی اختلافات کی ٹوہ لگانے کے لیے جو کلیات اور قاعدے وضع کئے ھیں وہ بسا اوقات مشاھدات و حقایق پر پورے نہیں اترتے ۔ کوئی ایک امتیازی خصوصیت کو جسے نسلی امتیاز قرار دیا جاتا ھے جب مشاھدہ کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ھے تو ایک ھی خاندان میں اسی خصوصیت کو رکھنے والے اور نہ رکھنے والے افراد پائے جاتے ھیں ۔ بہر کیف ماھرین علم النسل نے جو تقسیم[1] کی ھے وہ حسب ذیل ھے :—

(۱) چوڑے سر والے لوگ ۔ اس نسل کے باشندے عام طور پر یورپ اور ایشیا کے وسطی کوھستانوں کے سلسلے میں آباد ھیں ۔ مثلاً پرنیز ، ایلپس ۔

---

[1] یہ تقسیم کھوپریوں کی ساخت کا معاینہ کرکے قائم کی گئی ھے اگر ماتھے سے لے کر سر کے پچھلے حصہ تک کی پیمایش سو اور دائیں سے بائیں تک کی پیمایش ستر ہو تو اسے لمبوترا سر کہا جاتا ھے اگر دائیں بائیں کی پیمائش ستر سے بڑھ جائے تو اسے چوڑا سر قرار دیا جاتا ھے ۔

کارپیتھئین ، طورس ، قاف ، هندوکش ، پامیر ، الطائی - اور شمالی امریکہ کا سلسلہٗ کوهستان (منگول نسل اسی نسل کی ایک شاخ هے)

(۲) لمبوترے سر اور اونچی کھوپری والے لوگ - اس نسل کے لوگ شمالی میدان اعظم اور جنوبی میدان اعظم کے اصلی باشندے سمجھے جاتے هیں - شمالی میدان والے آریہ اور جنوبی میدان والے سامی کہلاتے هیں -

(۳) لمبوترے سر اور پست کھوپری والے لوگ - اس نسل کے لوگ وسطی اور جنوبی افریقہ ، آسٹریلیا ، بحرالکاهل کے جزیروں اور جنوبی هند کے قدیمی اصلی باشندے هیں - اورحامی کہلاتے هیں -

یہ اور اسی قسم کی دوسری امتیازی خصوصیات پانچ هزار سال قبل مسیح تک بہت بڑی حد تک جاگزیں هو چکی هوں گی -

لسانیات کے ماهروں نے دنیا بھر کی زبانوں کا جائزہ لے کر ان کے متعدد خاندان بنا دیئے هیں - ایک خاندان آریائی یا انڈو یوروپین زبانوں کا هے جن سب کی ام‌الالسنہ پانچ هزار سال ق-م کے دور میں وسطی ایشیا کے میدانوں میں بسنے والے قبائل کی ابتدائی زبان سمجھی جا رهی هے - اس کی شاخیں فارسی ، پہلوی ، سنسکرت اور اس سے نکلی هوئی تمام هندوستانی زبانیں ، لاطینی یونانی ، جرمن ، فرانسیسی - روسی ، انگریزی ، هسپانوی ، اطالوی ، ارمنی وغیرہ هیں - ان زبانوں کے بہت سے ابتدائی الفاظ و اسما باهم ملتے جلتے هیں جو ان سب کے ایک هی قبیلے کا پتا دے رهے هیں - دوسرا خاندان سامی زبانوں کا هے - جو عبرانی - عربی - اے سینیوی ، قدیمی آشوری ، اور قدیمی شامی ، سمیری اور دراوڑی زبانوں پر مشتمل هے تیسرا خاندان حامی زبانوں کا سمجھا جاتا هے جس میں قدیمی مصری ، قبطی ، جزائر ایجیئن کی قدیم زبان - بربری اور ایتھوپی شامل هیں - چوتھا خاندان منگول زبانوں کا هے جس میں یورالی ، ارکشکی ، لیپی ، فنی ، میگاری ، ترکی ، مانچووی ، اور منگولی شامل هیں - اس کی ایک شاخ چینی ، برمی اور سیلمی زبانوں کی سمجھی جاتی هے - اور دوسری شاخیں جاپانی ، قدیمی امریکی اور سکیمو زبانوں پر مشتمل هیں - محض زبان کی بنا پر کسی قوم کے کسی خاص نسل سے هونے کا

سراغ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ قومیں باہمی اختلاط اور فتوحات کے باعث ایک یا دوسری زبان اختیار کرتی رہی ہیں ۔ اور اختلاط کی وجہ سے نئی نئی مخلوط زبانیں فروغ پاتی رہی ہیں ۔ یہی حال مختلف نسلوں کی اقوام کا رہا ہے باہمی اختلاط کے باعث جو مختلف وجوہ مثلاً ہجرت ، انتقال وطن ، یلغاروں ، فتوحات ، تجارت ، مسافرت اور جنگوں کی بنا پر ہوتا رہا ، نسلی امتزاج ترقی پذیر ہوتا چلا گیا اس کے علاوہ معاشرتی اصلاح کی ایسی تحریکیں بھی کامیاب اثر دکھاتی رہی ہیں جن کا مقصد نسلی امتیاز کو دور کر کے نوع انسانی کے بکھرے ہوئے قبائل کو ایک بنانا تھا ۔

پانچ ہزار سال قبل مسیح کے زمانہ کی انسانی جمعیتوں کے اوہام و عقاید اور معاشری نظام کے متعلق صحیح طور پر کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی ۔ البتہ اس امر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت کی دنیائے متمدن (ہلال نما خطے کی سر زمین) میں امیر ، غریب ، حاکم اور محکوم ، حرفت کار پیشہ ور ، عوام کے اوہام سے فائدہ اٹھانے والے جادوگر اور افسون کار جماعتیں ضرور بن چکی ہوں گی ۔ اور خانہ بدوش قبائل اپنے قبیلوی سردار کے زیر کمان نسبتاً آزادنہ زندگی بسر کر رہے ہوں گے ۔ چونکہ اس دور میں مردوں کو ضروریات زندگی کی بعض اشیا کے ساتھ دفن کرنے کا رواج اس وقت کے شہری ، دیہاتی ، بدوی ، شکاری اور ماہی گیر انسانوں میں ہر جگہ عام نظر آتا ہے اس لیے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ موت کے متعلق اس دور کے انسان کے خیالات کوئی خاص نوعیت اختیار کر چکے تھے ۔ اور اس حادثہ کو بہت اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ غالباً موت ، پیدائش اور زندگی کی بعض دیگر تقاریب مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر بعض رسمیں بھی ادا کی جاتی ہوں گی اور ان رسموں کو ادا کرنے کے لیے مذہبی پیشواؤں کا وجود بھی لازمی ہو چکا ہوگا ۔ یا اس دور کے لوگ ایک ہی قادر مطلق ہستی کے قایل تھے یا متعدد مظاہر قدرت میں دیوتاؤں کی کارفرمائی سے متاثر ہو کر ان کی پرستش کرتے تھے ۔ یا اپنے آبا و اجداد اور دیگر مشاہیر کی روحوں سے استمداد کیا کرتے تھے ۔ ان باتوں کے متعلق کسی قسم کی آثاری شہادت موجود نہ ہونے کے باعث کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔

پانچواں باب

پتھر کا زمانہ جدید ((۲) دور ترقی)

(پانچ ہزار سال ق-م سے تین ہزار سال ق-م تک)

طوفان نوح - سمیری قوم کا ابتدائی تمدن - قدیم مصری تمدن شہری ریاستیں - دودھ، مکھن اور پنیر - پتھروں اور پختہ اینٹوں کے مکان - مٹی کے برتن - تانبے اور سونے کی دریافت - فن تحریر کا آغاز - مٹی کی تختیوں کا استعمال - بھوج پتر - بحری تجارت - زراعت کاری کا پھیلاؤ -

طوفان نوحؑ

اس دور کا اهم ترین واقعه دنیائے متمدن کے دریاؤں میں غیر معمولی طغیانی آنے کے باعث شہروں اور بستیوں کا اجڑنا اور تباہ هونا هے جس کے آثار دجله ، فرات ، اردن اور نیل کی وادیوں میں اکثر مقامات پر ملے هیں ۔ سوس (ایران) ، تپه موسیاں (عراق)، العبید (عراق)، ابوشرائن (عراق) اور بداری (زرین مصر) کی کھدائیوں سے سب سے نچلی ته سے مٹی کے جو برتن برآمد هوئے هیں وہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے هیں اور رنگین و منقوش هیں ۔ اس یکسانی سے ظاهر هوتا هے که وہ ایک هی زمانے کی صنعتی پیداوار هیں۔ اس نچلی ته کے اوپر مٹی کی ایک خالی ته جمی هوئی ملتی هے اور اس کے اوپر دوسری ایسی تہیں هیں جن سے بعد کے زمانے کے آثار اور صنعتی اشیا بر آمد هوئی هیں۔ یه کیفیت اس امر کا اظهار کر رهی هے که سب سے نچلی تهه والی بستیاں ایک هی زمانه میں تباہ هوئیں اس کے اوپر خالی مٹی کی تهه کا موجود هونا اس امر کا سراغ دے رها هے که یه بربادی ان بستیوں کے زیر آب آجانے کے باعث وقوع پذیر هوئی ۔ اس کے علاوہ بابلیوں کی الواح پر جو دو هزار سال بعد لکھی گئیں اس طوفان یا طغیانی آب کی کہانی نہایت موثر پیرائے میں مرقوم هے اور انهی الواح سے اس طوفان سے پہلے کی بعض ایسی بستیوں کے نام بھی درج هیں جن میں سے کئی ایک کے آثار بھی تاحال دستیاب نہیں هوئے۔ بابلیوں کی الواح پر لکھی هوئی بادشاهوں کی جو فہرست ملی هے اس پر طوفان سے پہلے کے خاندان اور طوفان سے بعد کے شاهی خاندان الگ الگ درج کئے گئے هیں اور ایک بابلی مورخ بروسین نامی کی تاریخ شاهان بابل میں بھی اس طوفان کا ذکر نمایاں سنگ میل کے طور پر کیا گیا هے ۔ یه تاریخ تین سو سال قبل مسیح یونان میں بیٹھ کر لکھی گئی تھی ۔ علم الطبیعیات کے ماهروں کا خیال هے که ۵۰۰۰ ق-م کے قریب کے زمانے میں کوهستان ایلپس

میں بعض تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں جن کے باعث بحیرہ روم کے پانی کی سطح کبھی اونچی اور کبھی نیچی ہوتی رہی ۔ ان طبعی تغیرات کے باعث اس زمانے میں جنوب مغربی ایشیا کے پہاڑوں پر بھی خوب برف باری ہوئی ہوگی اور موسلادھار بارشوں کا ایک دور گزرا ہوگا ۔ بہر حال اسباب خواہ کچھ ھی کیوں نہ ھوں طوفان آنے کے آثار مل رہے ھیں جو متمدن بستیوں کے ایک دفعہ زیر آب آکر تباہ ہونے اور پھر بڑی دیر کے بعد آباد ہونے کی خبر دے رہے ھیں ۔ بابلیوں کی الواح پر اس طوفان کے متعلق پرناپیشتم کا جو بیان مرقوم ھے اس کا لب لباب یہ ھے :-

''فرات کے کنارے ایک شہر شریپک نامی آباد تھا جس کے باشندے بہت شریر ہوگئے تھے لہذا آسمان کے تمام دیوتاؤں آنو ، بعل ، تیب ، اینوگی ، اور یاع سب نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں پر بارش کا طوفان بھیجا جائے ۔ اور ان کے گھروں کو جو مٹی اور پھوس کے بنے ہوئے تھے برباد کردیا جائے ، یاع دیوتا نے مجھے خواب میں آکر حکم دیا کہ اے شریپک کے آدمی (حکمران) تو اپنے بچاؤ کی تدبیر کر ایک کشتی بنا اور اس میں ہر قسم کے جانوروں کو لاد ۔ اپنے مال و منال کی پروا نہ کر صرف اپنی جان کی فکر کر ۔ اگر شہر کے باشندے کشتی بنانے کی وجہ دریافت کریں تو ان سے کہہ دے کہ خشکی کا دیوتا بعل مجھ سے ناراض ہوگیا ھے لہذا میں خشکی پر نہیں رہوں گا بلکہ سمندر میں چلا جاؤں گا ۔ جہاں پر یاع کی فرماں روائی ھے ۔ شہر کے لوگوں کو خبر کردے کہ ایک طوفان آنے والا ھے جس میں انسان، حیوان اور پرندے سب تباہ ہو جائیں گے ۔ اس پر میں نے چھ منزلوں کی ایک کشتی بنائی جس کے سات حصے تھے اور اندر سے میں نے اس کے نو خانے بنائے ۔ ہر چیز مکمل کر لینے کے بعد اس پر میں نے سارا سامان لادا ۔ جب وقت موعود جو یاع نے مجھے بتایا تھا آپہنچا تو میں نے زمین کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور اس میں تمام جانداروں کو لے کر سوار ہوگیا ، اس کشتی کا کھویا ''پوزور شادورابی،، کو مقرر کیا ۔ پو پھٹنے کے ساتھ ھی کالے کالے بادل اٹھے جن سے ''رمان،، یعنی رعد کی گرج سنائی دے رہی تھی ۔ نابو اور شارو آگے آگے تھے ۔

یہ تباہی کے کوہستان پر چھا گئے ''انوناکی،، دیوتا نے اپنی مشعلیں روشن کیں ۔ جن سے ساری کائنات چمک اٹھتی تھی ۔ ''رمان،، دیوتا کی آندھیاں آسمان کو جھاڑو دے رہی تھیں ساری دنیا تیرہ و تار ہو گئی ۔ بھائی نے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا سب کو اپنی اپنی فکر پڑ گئی ۔ دیوتا جو آسمانوں میں بیٹھے تھے وہ بھی اس طوفان کو دیکھ کر سہم گئے اور سب کے سب بھاگ کر رب الارباب ''آنو،، کے پاس چلے گئے اور آسمانوں کے ایک گوشے میں دبک کر بیٹھ گئے ۔

ایشتر دیوی نے انسان کی بربادی کو دیکھ کر نوحہ کیا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی کہ میں نے کیوں دیوتاؤں کے اس مشورہ میں شامل ہو کر مخلوقات کی تباہی منظور کر لی ۔ گویا میں نے اپنی ہی مخلوق کو تباہ کرانے کی حامی بھری جو کچھ میں نے خلق کیا تھا وہ کہاں گیا ۔ اب وہ سب کا سب سمندر کی مچھلیوں کی طرح پانی میں تیر رہا ہے ۔ سارا جہاں پھر مٹی کا ڈھیر بن گیا ۔ آسمان کے تمام دیوتا اس کے ساتھ مل کر انسان کی بربادی پر نوحہ کرنے لگے وہ رنج کے مارے اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے ۔ ارضی مخلوق کی بدبختی پر آنسو گراتے تھے طوفان تھمنے میں نہ آتا تھا ۔ اور دیوتاؤں کے بس سے باہر ہو گیا تھا۔ پورے چھ دن اور چھ راتیں باد و باراں کے طوفان کا زور رہا ۔ ساتویں دن طوفان میں کسی قدر اعتدال آیا جو چھ دن سے برابر حملہ آور فوج کی طرح بربادی پھیلا رہا تھا ۔ سمندر تھم گیا اور بارش بند ہو گئی ۔

میں نے کشتی کے روزن سے سر نکال کر ایک بحر بیکراں پر نگاہ دوڑائی ۔ میری آنکھیں اشک آلود تھیں ۔ کیونکہ نوع انسانی تباہ ہو چکی تھی ۔ جس طرف میں نظر دوڑاتا تھا پانی کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ۔ میں رو پا اور میری آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی ۔

پوری بارہ ڈبل ساعتوں کے بعد اس سمندر میں ایک جزیزہ پیدا ہوا اور کشتی کوہ سفیر کی چوٹی پر جالگی اور چھ دن اسی حال میں گزر گئے ساتویں دن میں نے ایک فاختہ کو باہر بھیجا جو ادھر ادھر پرواز کرنے کے بعد واپس

آگئی کیونکہ اسے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی ۔ اس کے بعد میں نے ایک ابابیل کو باھر اڑایا وہ بھی واپس آگئی پھر میں نے کوے کو بھیجا جو ادھر ادھر کا حال دیکھنے کے بعد نہایت احتیاط سے کیچڑ میں جا بیٹھا کیونکہ پانی اتر چکا تھا کوا واپس نہ آیا ۔

پھر میں بھی باھر نکلا اور میں نے پہاڑ کی چوٹی پر عود اور لوبان جلائے ۔ قربانی دی دیوتاؤں نے اس خوشبو کو سونگھا اور وہ سب مکھیوں کی طرح قربانی کے گرد جمع ھونے لگے ۔

ایشتر نے اپنے باپ کی دی ھوئی مالا کی قسم کھا کر کہا کہ میں کبھی اس خوفناک تباھی کو فراموش نہیں کروں گی ۔ اس قربانی پر سارے دیوتا آجائیں لیکن بعل نہ آئے کیونکہ اس نے دوسروں کے مشورے کے بغیر نوع انسانی کو تباھی کے منہ میں ڈال دیا اور ان پر بارش کا طوفان بھیجا بعل بھی آگیا اور کشتی کو دیکھ کر سخت برافروختہ ھوا اس نے کہا کہ اس تباھی سے بچنے والا کون ھے ؟ میں نے سارے انسانوں اور حیوانوں کو تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا ۔

غرض دیوتاؤں کی مجلس میں یہ راز کھلا کہ یاع دیوتا نے پارناپیشتم کو خواب میں طوفان آنے کی خبر دے دی تھی ۔ اور کشتی بنانے کی تاکید کی تھی ۔ بعل نے یاع سے جواب طلب کیا تو یاع نے اس سے رحم کی درخواست کرتے ھوئے کہا کہ نوع بشر کو کامل تباھی کی سزا نہیں دینی چاھیئے ۔ بلکہ اس کے گناھوں کی سزا دینے کے لیے وبائیں بھیجی جائیں ۔ شیر چھوڑے جائیں ۔ قحط لایا جائے لیکن ایسا تباھی خیز طوفان کبھی نہ لایا جائے ۔ ،،

یہ بیان دجلہ و فرات کی سر زمین کے ایک پرانے بادشاہ گل گمیش کی داستان کے ضمن میں لکھا گیا ھے ۔ جس سے ظاھر ھوتا ھے کہ گل گمیش کے زمانے میں اس طوفان کی یاد بہت قدیمی حادثے کے طور پر باقی تھی ۔ اور گل گمیش کی داستان بھی صدھا سال کے بعد فن تحریر ایجاد ھونے پر دو ھزار سال

قبل مسیح کے قریب الواح پر لکھی گئی - جو گیتوں کی صورت میں پشتوں سے سینہ بسینہ منتقل ہوتی چلی آرہی تھی -

جنوب مغربی ایشیا میں بسنے والی اقوام کے حافظے میں اس طوفان کی یاد ہزارہا سال بعد تک تازہ رہی چنانچہ اسرائیلیوں کی کتاب ''پیدائش،، میں اس کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس کی ترتیب کا زمانہ دو سو سال ق-م سے پہلے کا نہیں[1] - مسلمانوں کی الہامی کتاب ''قرآن،، میں اس طوفان کا ذکر اس طریق سے کیا گیا ہے گویا عام لوگ اس حادثۂ عظیم سے جو ہزاروں سال پہلے رونما ہوا تھا کسی حدتک آگاہ تھے - ''قرآن،، کے نازل ہونے کا زمانہ سن ٦١٠ء سے سن ٦٣٢ء تک کا ہے -گویا پانچ ہزار سال گزر جانے کے باوجود عرب میں اس طوفان کے چرچے عام لوگوں کی زبان پر تھے -

اس طوفان سے متمدن خطے کی بستیوں کے برباد ہونے کے صحیح وقت کا اندازہ لگانے کے لیے کوئی آثاری شہادت موجود نہیں البتہ گمان غالب یہ ہے کہ یہ طوفان ساڑھے چار ہزار ق-م کے قریب آیا ہوگا[2] -

---

1- یہودیوں کی کتاب پیدایش کا بیان بابلیوں کی الواح کے بیان سے ذرا مختلف ہے -

2 بابلی الواح پر سلاطین کے جو تذکرے ملتے ہیں ان میں سے ایک میں طوفان کے بعد شاہان اسین و لارسا کے عہد تک (جن کا ذکر بعد میں آئیگا) کل ایک سو تیس بادشاہونکی فہرست دی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ان کی میعاد حکمرانی تیس ہزار سال تھی - شاہان اسین و لارسا کے عہد کا اندازہ کسی قدر صحت کے ساتھ دو ہزار سال ق - م کیا گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک سو تیس بادشاہوں کی میعاد حکمرانی تیس ہزار سال ہرگز نہیں ہو سکتی - بعض دوسری الواح پر طوفان سے پہلے اور بعد کیش اور زیرک کے شاہی خاندانوں تک کے ٣٥ بادشاہوں کو دو لاکھ سے زیادہ سالوں کی مدت دی گئی ہے جس کا صحیح تسلیم کرنا خارج از بحث ہے - ان دو خاندانوں کے بعد تیسرا خاندان آر میں قائم ہوتا ہے جس کے آثار بھی ملتے ہیں - اس خاندان کے بادشاہوں اور اس کے بعد کے بادشاہوں کی میعاد سلطنت طبعی ہے جس میں کسی قسم کا مبالغہ نظر نہیں آتا - اس خاندان کے آغاز اور عہد کا اندازہ (دیکھو صفحہ ١٠٠)

سمیری قوم کا تمدن

طوفان نوح کے بعد دجلہ اور فرات کی وادی کے زیریں حصے میں جس قوم کی آبادی کے آثار ملتے ہیں وہ سمیری کہلاتی تھی جس کے معنی سر زمین جنوب کے لوگ لیے گئے ہیں۔ آیا یہ نام انہیں عراق کی سر زمین کے جنوبی حصے میں آباد ہونے کی وجہ سے ملا یا اس وجہ سے دیا گیا کہ یہ لوگ جنوب کی سمت سے آکر اس سر زمین میں آباد ہوئے تھے۔ اس نام کا اختیار کرنا خواہ کسی وجہ سے ہو لیکن یہ بات ان کی اپنی روایات سے واضح ہے کہ یہ لوگ جنوب کی

(بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ ۹۹) علمائے تحقیق نے حساب سے تین ہزار سال ق-م سے ساڑھے تین ہزار سال ق-م کے درمیان یا مؤخرالذکر کے لگ بھگ کیا ہے۔ اور ۳۵ بادشاہوں کو اوسطاً فی کس پچیس سال عہد حکمرانی دے کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ طوفان کے بعد کیش کا پہلا خاندان چار ہزار تین سو سال ق-م کے قریب بر سر اقتدار آیا ہوگا۔

ہمیں تعجب ہے کہ علمائے تحقیق کی توجہ اس امر کی جانب کیوں مبذول نہیں ہوئی کہ بعض الواح پر یہ گنتی قمری مہینوں کی ہے جسے غلطی سے سال پڑھا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سالوں کی گنتی کا حساب رائج ہونے سے پہلے انسان قمر کے بار بار غائب ہو کر طلوع ہونے سے ایام کی گنتی کرتا ہوگا۔ اس قیاس کی بنا پر ایسین کے بادشاہوں تک کے تیس ہزار سال کو جو لوح پر درج ہیں مہینے سمجھا جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اس حساب سے کل ۲۵۰۰ سال بنتے ہیں۔ شاہان ایسین کا زمانہ چونکہ دو ہزار سال ق-م کے قریب سمجھا گیا ہے اس لئے طوفان نوح کا زمانہ ساڑھے چار ہزار قبل مسیح کے لگ بھگ متصور ہوگا۔ (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ ۱۰۱)

سر زمین سے آکر اس ملک میں جس کی بستیاں طوفان سے تباہ ہو چکی تھیں آباد ہوئے تھے ۔ طوفان کے بعد پہلے کیش (جگہ کا نام) کا شاہی خاندان اس سر زمین پر حکمران ہوا پھر شاہی اقتدار کی زمام زیرک (جگہ کا نام) کے شاہی خاندان کے ہاتھ میں چلی گئی جس کے پہلے بادشاہ کا نام ''ات انامس کم گیشر،، تھا جو شمش یعنی سورج کا بیٹا کہلاتا تھا ۔ کیش کی بادشاہی غالباً ان لوگوں کی تھی جو طوفان سے بچ گئے تھے اور ایرک کا شاہی خاندان جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے سمیری قوم سے تھا جو اس سر زمین کے نئے آبادکار تھے۔ اس خاندان کے خاتمے پر شاہی اقتدار کی عنان آر میں چلی گئی جس کا پہلا بادشاہ مس انی پدا نامی تھا اور دوسرا اس کا بیٹا آ انی پدا تھا ۔ آ انی پدا کا نام الواح کے تذکرۂ سلاطین میں نظر نہیں آتا البتہ اس کے باپ کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے اسی سال حکومت کی ۔ لیکن آ انی پدا کا نام اس کے بنائے ہوئے ایک مندر سے مل گیا ۔ جس کے کھنڈر آر کے کھنڈروں سے چار میل کے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۰ دیکھو) اسی لوح پر طوفان نوح سے پہلے کے آٹھ یا دس بادشاہوں کو دو لاکھ چالیس ہزار سال کی مدت دی گئی ہے ۔ اگر انہیں مہینے تصور کیا جائے تو بیس ہزار سال بنتے ہیں جو آٹھ یا دس بادشاہوں کے متعلق تسلیم نہیں کئے جا سکتے البتہ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ آٹھ یا دس بادشاہوں کے نہیں بلکہ خاندانوں کے نام ہیں تو یہ سمجھنا ہوگا کہ اس خطے میں طوفان نوح سے بیس ہزار سال پہلے سے بادشاہت کا سلسلہ قائم ہو چکا تھا ۔ یعنی بابلیوں کا یہ تذکرۂ سلاطین چوبیس پچیس ہزار سال ق-م تک کی خبر دے رہا ہے اس تفسیر و تشریح کو تسلیم کرنے کے بعد اسے پایۂ اعتبار سے ساقط نہیں سمجھا جا سکتا ۔ بابلیوں کی الواح پر فن تحریر کی ایجاد سے پہلے کے دور کے متعلق جو فہرستیں دی گئی ہیں وہ محض ان روایات پر مبنی تھیں جو سینہ بسینہ چلی آرہی تھیں ۔ اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ شمسی سال کا حساب معلوم کرنے سے پہلے دور کا انسان قمری حساب رکھتا ہوگا اور مہینے کو ''سال'' یعنی وقت کی گنتی کا پیمانہ کہتا ہوگا ۔ مؤلف

فاصلے پر العبید کی دوسری تہہ سے ملے ھیں اور جس میں پتھر کی لوح پر اس مضمون کا کتبہ تحریر ھے۔

''آ انی پدی شاہ آر پسر مس انی پدا شاہ آر نے نن خرساغ دیوتا کے لیے مندر تعمیر کرایا،،۔

معلوم ھوتا ھے کہ الواح کے تذکرہ نویسوں نے باپ بیٹے دونوں کی شخصیت کو مدغم کرکے صرف باپ کے نام اسی سال کی حکمرانی درج کردی۔ جو دونوں کی میعاد تھی۔ اس خاندان کے برسراقتدار آنے کا اندازہ تین ہزار پانچ سو ق-م کے قریب کیا جاتا ھے [1]۔

اس مندر کے کھنڈر اور ان کھنڈروں سے دستیاب ھونے والی چیزیں سمیری قوم کے تمدن پر بہت روشنی ڈال رھی ھیں۔ اس مندر کے دروازے اور چوکھٹ کے اوپر کے حصے پر تانبے کی چادر کو کوٹ کر منبت کاری کا بہت عمدہ کام دکھایا گیا ھے۔ جس میں ایک ایسے عقاب کی تصویر ھے جس کی چونچ کے بجائے انسان کا سامنہ بنایا گیا ھے۔ مندر کی دیواروں پر جو تصویریں چونے گچ کے ابھار سے بنائی گئی ھیں وہ بیلوں کی قطاریں ھیں اور ایسی گائیں ھیں جن کے پیچھے یعنی دم کی طرف بیٹھ کر گوالے دودھ دوہ رھے ھیں اور دودھ کو بلو کر مکھن نکال رھے ھیں۔ اس قطعی شہادت اور دیگر آثار کی بنا پر یہ رائے قائم کی جا سکتی ھے کہ سمیری قوم کے لوگ گایوں کو پالنے والے اور دودھ مکھن استعمال کرنے والے انسان تھے۔ وہ اس سر زمین میں اپنے مویشی اپنے ساتھ لے کر آئے . . . اور یہاں آکر زراعت کار بن گئے۔ انہیں اس وقت تک تانبے کی دھات کو استعمال کرنے کا طریق بھی آگیا تھا۔ جس کی کانیں کوھستان زیگرس میں ملتی تھیں اس دور کے جو برتن العبید کی تہہ سے ملے ھیں وہ سادہ ھیں اور طوفان سے پہلے کے زمانے کے برتنوں کی

1۔ اس تاریخ کا اندازہ تذکرہ سلاطین کے حساب کے مطابق لگایا گیا ھے جس میں بعض جگہ تسلسل کے انقطاع کے باعث معاملہ مشکوک ھوگیا ھے اس لیے بالکل صحیح سن کا تعین مشکل ھے - فرق صرف سو دو سو سال سے زیادہ کا نہیں ھو سکتا۔

طرح منقوش نہیں - کتبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمیری تحریر کا فن بھی ترقی کر چکا ہے - الواح یعنی مٹی کی تختیوں پر لکھنے کا رواج عام ہو چکا ہے - جمدت نضر (عراق کا ایک مقام) سے ایک لوح ملی ہے جس پر مثلثی خط کی ابتدائی شکل کی تحریر مرقوم ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے میں تحریر کا فن بہت پہلے سے رواج پارہا تھا - تا حال اس فن کے موجد یہی سمیری لوگ خیال کئے جاتے ہیں - یہ لوگ کپڑا بننا بھی جانتے تھے اور لمبے لمبے چوغے پہنتے تھے -

تین ہزار قبل مسیح تک یہ لوگ پختہ اینٹوں کے مکانات اور پتھر کی سلوں کی عمارتیں تعمیر کرنے لگے تھے - ان کی عمرانی زندگی کا مرکز شہر کا مندر ہوا کرتا تھا جو ہر شہر کے اپنے دیوتا کے نام پر موسوم تھا - شہر کے ارد گرد کئی میل تک کی سر زمین اس شہر کا زرعی علاقہ یا اس مندر کے دیوتا کی جاگیر متصور ہوتی تھی - جاگیر کے آباد کار دیہاتی لوگ گندم، جو، بھیڑیں اور بکریاں دیوتا کی نذر کرنے اور چڑھاوا چڑھانے کے لیے لاتے تھے - جس کا حساب الواح پر باقاعدہ درج کیا جاتا تھا - تختیاں جن پر ایسے حسابات درج ہیں بہت کثرت سے دستیاب ہوئی ہیں - مندر میں الواح پر لکھنے والے کاتب موجود رہتے تھے - اور پجاری بھی ہوتے تھے - مندر کا بڑا پجاری شہر کا حاکم یا بادشاہ متصور ہوتا تھا جو دربار لگا کر رعایا کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتا تھا - یہ حاکم اپنے کو دیوتا کا نائب لیکن رعیت کا بادشاہ سمجھا کرتا تھا - لوگ بھی اسے ایسا ہی خیال کرتے تھے - کسی شہر کا طاقتور حاکم دوسرے شہروں کے حاکموں سے بزور یا بہ رضا اپنے اقتدار کا سکہ منوا کر شہنشاہ بن جاتا تھا - اور دوسرے شہروں کے دیوتاؤں پر اپنے شہر کے دیوتا کی برتری ثبت کرا لیتا تھا - شہر یا مملکت کی حدوں پر پتھر کی سلیں نصب کرا دی جاتی تھیں جن پر نصب کرانے والے بادشاہ کے نام کا کتبہ لکھا جاتا تھا -

تین ہزار قبل مسیح تک سمیریہ (سمیریوں کی مملکت) کی تاریخ کی اہم تبدیلیاں یہ ہیں کہ عیلام[1] کی سر زمین کے بادشاہ نے سمیریہ پر چڑھائی کر

1- عیلام اس خطے کا نام تھا جو ایران کے مغربی سرحدی علاقے میں کوہستان زیگرس اور خلیج فارس کے درمیان واقع ہے اس کے شہر جن کا ذکر پرانے زمانے کی تاریخ میں آتا ہے سوس اور اعوان تھے -

کے اس کے متعدد شہروں کو تاراج کیا اور آر پر قبضہ جما لیا ۔ ایک صدی سے کم مدت میں عیلامیوں کی حکومت ختم ہوگئی اور شہر کیش کے سمیریوں نے اجنبیوں کو نکال کر سمیریہ کے نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی ۔ اندرونی انقلابات کے باعث پھر آر کا ستارا چمکا اور وہاں آر کے دوسرے شاہی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی ۔ جس نے سارے سمیریہ سے خراج اطاعت وصول کیا ۔ آر کے بعد شہر اداب کے شاہی خاندان کی باری آئی جسے سمیریہ کی شمال مغربی سرحد کی ایک ریاست معیر کے بادشاہ الہ شمش (سورج دیوتا) نے حملہ کرکے ختم کر دیا (۳۱۰۰ یا ۳۰۰۰ ق-م) معیر کے کھنڈر ابھی تک نہیں مل سکے ۔ یہ ریاست دریائے فرات کے بالائی طاس میں اس کے ایک مغربی معاون خابور کی وادی میں واقع تھی ۔

یہ سمیری لوگ مسقط و عمان کی طرف سے آکر وادیٔ دجلہ و فرات کے زیرین علاقے میں آباد ہوئے تھے ۔ یعنی جنوبی عربستان کے خانہ بدوش چرواہے تھے جو شکاری دور کی بود و باش کو چھوڑ کر چرواہے بن چکے تھے ۔ اور سمیریہ میں پہنچ کر زراعت کار بن گئے ۔ ان کی روایات میں ایک شخص اوانیس کا ذکر آتا ہے جو مچھلی کی کھال پہنا کرتا تھا ۔ یا ماہی نما انسان تھا ۔ اس شخص نے سمیری قوم کے بزرگوں کو ہر فن کی تعلیم دی اور ''جو کچھ زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری تھا وہ سب اس نے سکھا دیا،، ۔ یہ دانا معلم دن کے وقت لوگوں کو اپنے علوم و فنون پڑھاتا اور سکھاتا تھا اور غروب آفتاب کے وقت کنوئیں کے اندر جاکر چھپ جایا کرتا تھا ۔ اس کے سات شاگردوں نے سمیریہ کے سات شہروں میں پھیل کر لوگوں میں اس دانا معلم کے علوم و فنون رائج کئے[1] ۔ ان سات معلموں کے نام جو ایک لوح پر لکھے ہوئے ملے ہیں حسب ذیل ہیں :—

---

1 مشرق ادنیٰ و وسطیٰ کے ملکوں میں چاہ بابل میں الٹے لٹک کر ریاضت کرنے والے دو جادوگروں ہاروت و ماروت کا چرچا بہت عام اور لٹریچر کا ایک جزو بن چکا ہے ۔

(۱) یوم حیات ، شہر آر کا فرزند ۔ (۲) یوم فراوانی ، نیپور شہر کا مبارک فرزند ۔ (۳) یوم مسرت ، شہر اریدو کا پرورش یافتہ ۔ (۴) یوم انبساط ، شہر کلاب کا باشندہ ۔ (۵) یوم چہرۂ روشن ، شہر کیش میں پلا ہوا ۔ (۶) یوم سعادت ، شہر لگاش کا معزز قاضی ۔ (۷) یوم زندگی بخش افتادگاں ، شہر شرپیک کا پناہ گزین ۔

ایک انگریز افسر میجر چیٹرمین نے عرب کے حالات کے متعلق اپنے ذاتی مشاہدات کی بنا پر ایک کتاب ۱۹۲۴ء میں لکھی تھی جس میں وہ لکھتے ہیں کہ عرب میں جیرین کے قریب ایک قبیلہ آباد ہے جو مظاہر پرست یا لامذہب ہے ۔ یہ قبیلہ المرہ کہلاتا ہے ۔ اس قبیلہ کے افراد کی شکلیں سمیریوں کی ان تصویروں سے ملتی جلتی ہیں جو آثار عتیقہ میں دستیاب ہوئی ہیں ۔

نیل کی وادی کا تمدن

پانچ ہزار سال ق-م سے پہلے دریائے نیل کی وادی میں انسانی عمرانیات کے کوئی آثار نظر نہیں آتے ۔ البتہ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس وادی کے نواحی سر سبز میدانوں میں شکاری انسانوں کی جمعیتیں پھرتی پھراتی ضرور آ نکلتی ہوں گی ۔

بداری کی کھدائی سے مٹی کے جو برتن ملے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ پانچ ہزار ق-م کے قریب وادیٔ النیل کے زیریں حصے یعنی دھانہ کے قریب کے مثلثی علاقے میں جو زراعت کاری کے لیے موزوں تھا زراعت کار انسانوں کی بستیاں آباد ہونے لگی تھیں ۔ معلوم ہو تا ہے کہ یہ لوگ کشتیوں پر شام کی سر زمین سے آئے تھے ۔ کیونکہ بداری کے برتنوں کا شام کے برتنوں سے گہرا تعلق نظر آ رہا ہے ۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شامی ساخت کے برتنوں میں شام سے زیتون کا تیل فروخت کے لیے ڈیلٹا کی سر زمین میں برابر آتا رہا ہے ۔ یہ بات دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی آمد و رفت کی دلیل ہے ۔ اس تجارت کی محفوظ راہ سمندر کی راہ ہی ہو سکتی ہے ۔

نیل کے دھانے کے مثلثی رقبے میں زراعت کار لوگوں کی بستیاں آباد تھیں ان کے مشرق میں نیل کی دائیں شاخ کے پار بھیڑوں اور بکریوں کے گلے ہانکنے والے خانہ بدوش چرواہے آگئے ۔ جن کی آمد کے باعث زیریں مصر کے زراعت کاروں اور شامیوں کی تجارت بند ہوگئی ۔ کیونکہ بداری کی بالائی تہوں میں شامی ساخت کے برتن کم ہوتے ہوتے بالکل مفقود ہو جاتے ہیں ۔ اس مثلثی خطے کے مغرب میں نیل کی بائیں شاخ کے پار صحرائے لیبیا کے بدویوں نے ڈیرے جما لیے جو زیادہ تر شکار پر بسر اوقات کرتے تھے ۔ ان بدویوں نے مثلثی خطے کا کچھ حصہ اصلی آباد کاروں سے چھین لیا اور

وہاں خود آباد ہو کر کھیتی باڑی کا کام کرنے لگے ۔ ان کا سردار یا بادشاہ سرخ رنگ کا تاج زیب سر کرتا تھا لیبیا کے یہ بدوی تہینو کہلاتے تھے ۔ اور لا مذہب تھے ۔

مثلثی خطے کے آبادکاروں نے وادی النیل میں اوپر جا کر وسطی مصر میں اپنی نو آبادی قائم کرلی ۔ ان کا بادشاہ سفید رنگ کا تاج پہنتا تھا ۔ ان کے آباؤ اجداد چونکہ شام و فلسطین سے آئے تھے اس لئے یہ لوگ شامیوں کر طرح سیریس دیوی (مادر اعظم) کے پرستار تھے ۔ معلوم ہوتا ھے کہ دریا اور سمندر کی راہ سے ان لوگوں نے پھر اپنے آبائی وطن شام سے آمد و رفت کا تعلق قائم کر لیا تھا کیونکہ تانبے کی دھات کا استعمال ان لوگوں میں بھی رائج ہونے لگا ۔ جبل العراق سے ھاتھی دانت کے دستے والا ایک تانبے کا خنجر ملا ھے جس پر جنگ کا نظارا نقش کیا گیا ھے ۔ سوت کاتنا ، کپڑا بننا ، سن کاشت کرنا یہاں بھی شروع ہوگیا ۔ جانور پالنے کا فن انہوں نے مشرق گڈریوں سے سیکھا ۔ ان سے صحرائے لیبیا کے تہینو قبائل نے حاصل کیا اور گدھوں کو جو صحرائے لیبیا میں عام تھے رام کر کے ان سے باربرداری کا کام لینا شروع کر دیا ۔ اس کے بعد گدھا نہ صرف مصر میں بلکہ اس دور کی دنیائے متمدن میں ہر جگہ پہنچ گیا ۔ انسان کی تسخیرات کے دائرے میں گدھے کا اضافہ کرنے کا سہرا لیبیا کے صحرا نشینوں کے سر پر ھے ۔ دوسرے ملکوں کے لوگ گائے ، بیل ، بھیڑ ، بکری ، اونٹ ، کتے اور سوئر وغیرہ کو سدھا کر پالنے لگے تھے ۔ گدھا کسی کو اس وقت تک میسر نہیں آیا تھا ۔

اسی دور میں اسیوط سے ابائیدوس تک صحرائی شکاریوں کی ایک اور قوم آباد ہو چکی تھی ۔ جو خنزیر پرست تھی اور دریائی گھوڑے کو بھی متبرک جانور سمجھتی تھی ۔

وادی النیل کے بالائی حصے میں ابائیدوس سے السیوان یعنی آبشار اول تک پتھروں کو تراش کر پیالے اور دوسرے برتن بنانے والی ایک قوم آباد ہو رہی تھی ۔ یہ لوگ عربستان کے خانہ بدوش بدوی تھے جو باب المندب یا بحیرہ

قلزم کو کشتیوں پر عبور کرکے سر زمین مصر میں داخل ہو رہے تھے۔ خیال یہ ہے کہ یہ عرب قبائل ان سمیریوں کے بھائی بند تھے جنہوں نے اسی دور میں جنوبی عرب سے نکل کر وادیٔ دجلہ و فرات میں آباد کاری شروع کی تھی۔

پانچ ہزار سال ق-م سے چار ہزار سال ق-م تک وادی النیل یعنی مصر کی سر زمین کی کیفیت وہ تھی جو اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیل کی وادی میں زراعت کاری کا تمدن پانچ ہزار ق-م کے بعد پھیلنا شروع ہوا جو دجلہؔ و فرات کی وادی اور ہلال نما خطے کے دوسرے اقطاع میں دس ہزار سال ق-م کے زمانے میں بلکہ اس سے بھی پہلے شروع ہو چکا تھا۔ نیل کی وادی کا تمدن جس نے بعد کے ادوار میں بہت عظمت و شہرت حاصل کی در اصل شام، فلسطین، یہودیہ اور عرب سے آنے والے قبائل اور پرانے بدوی قبائل کے باہمی اختلاط کی پیداوار ہے۔

عرب قبائل نے جو آبشار اول کے نچلے حصے میں آباد ہوئے دوسری ریاستوں کو فتح کرکے اپنی مملکت کو وسیع تر کرنے کا عمل شروع کر دیا۔ ان کے سردار یا بادشاہ کا امتیازی نشان باز تھا۔ جو تصویروں میں سر کے پیچھے کندھوں پر بیٹھا دکھایا جاتا ہے۔ ان کے بادشاہ مینیز نامی نے خنزیر پرستوں کا علاقہ سر کیا پھر وسطی مصر کے شامی النسل حکمرانوں سے خراج اطاعت وصول کیا اور چند سال بعد مثلثی خطے کے تہینوں، شامیوں اور فلسطینی گڈریوں کو مطیع کرکے وادیٔ النیل میں ایک متحدہ سلطنت کی بنا ڈالی اور باز کے امتیازی نشان کو قائم رکھتے ہوئے تہینوں اور شامیوں کے سرخ اور سفید تاجوں کو ملا کر ایک نیا تاج زیب سر کیا جس میں دونوں رنگ موجود تھے۔ مینیر مصر کے پہلے شاہی خاندان کا پہلا فرعون تھا اس کے وقت کا اندازہ ساڑھے تین ہزار ق-م کے لگ بھگ کیا جاتا ہے۔ بعض علمائے تحقیق اس سے ایک ہزار سال پہلے کا اندازہ بتاتے ہیں۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ مصر کے شاہی خاندانوں کے جو تذکرے پیپرس (بردی بھوج پتر) پر لکھے ہوئے ملے ہیں ان سے بد امنی کے دور کی مدت کا صحیح حال نہیں کھلتا۔ اس بدامنی کے دور میں

چار پانچ خاندان حکمران بتائے جاتے ہیں جن کے عہد کی طوالت کے متعلق علمائے تحقیق کی آرا مختلف ہیں - بہر کیف متحدہ مصر کی پیدائش پانچ ہزار سال ق-م سے پہلے کی نہیں - مینیز سے پہلے ڈیلٹا کی سر زمین میں دس بادشاہوں کی حکمرانی کا سراغ ایک فہرست کی علاماتی تحریر سے ملتا ہے جس میں مینیز سے پہلے دس دوہرے نشان دئیے گئے ہیں جو دوتاجوں یعنی دو بادشاہیوں کا حال بیان کر رہے ہیں - مینیز کے برسراقتدار آنے کی قرین قیاس تاریخ ۳۲۰۰ ق-م نکلتی ہے - مصر کے دوسرے شاہی خاندان کی بنیاد یا تو عرب قبائل ہی سے کسی دوسرے قبیلہ نے رکھی یا شامی نسل کے زراعت کاروں نے اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو حاصل کر لیا - اس خاندان کے ایک فرعون ''خاسے خموئی،، کے مقبرے سے سرمے کی ملاوٹ والے سونے کی ڈلی ملی ہے - اس قسم کا سونا دنیا بھر میں ھنگری کے صوبہ ٹرانسلوینیا کے سوا اور کسی جگہ کی کانوں سے نہیں ملتا - یہ ڈلی اس امر کا سراغ دے رہی ہے کہ اس دور میں تجارت کے ھاتھ دور دور تک پھیل چکے تھے اور فراعنہ مصر کے دربار میں تاجر لوگ دور افتادہ ملکوں کے نوادر لایا کرتے تھے - اس فرعون کا زمانہ تین ہزار سال ق-م کے لگ بھگ ہے -

کریٹ اور جزائر ایجئین کے تاجر

جزیرہ کریٹ کے قدیم ترین آثار ظاھر کرتے ہیں کہ مٹی کے برتن پکانے والے لوگ پانچ ہزار قبل مسیح سے چار ہزار قبل مسیح تک کے زمانے میں اس جزیرے میں پہنچ چکے تھے - زراعت کاری کا کوئی ثبوت نہیں ملتا - نہ دھات کے استعمال کا کوئی نشان دستیاب ہوا ہے - پالتو جانوروں کی موجودگی کے بھی کوئی آثار نہیں - معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے کے سواحل پر تجارت پیشہ کشتی رانوں کی بستی آباد تھی جو شفاف پتھروں کی تلاش میں اس جزیرے میں پہنچے - اور مصر، شام اور بحیرہ ایجئین کے دوسرے جزیروں کے ساتھ تجارتی آمد و رفت رکھتے تھے - یہ تاجر لوگ جزیرے میں قیام کے دوران میں جنگلی جانوروں کے شکار پر گزارا کرتے ہوں گے یا دوسرے ملکوں یعنی شام و مصر سے غلہ لے آتے ہوں گے - جزائر ایجئین کی معدنی پیداوار

مثلاً شفاف پتھر اور سنگ مرمر وغیرہ کا مصر کے بازاروں میں پہنچنا اور فراعنہ مصر کے مقبروں سے دستیاب ہونا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ کریٹ کے تاجروں کی آمد و رفت ہی اس تجارت کو فروغ دینے کا موجب تھی۔ ٹرانسلوینیا کی کان سے سونے کی ڈلی کا خاسے خموئی فرعون مصر (۳۰۰۰ ق۔م) کے مقبرے سے برآمد ہونا ظاہر کرتا ہے کہ دست بدست تجارت کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔

زراعت کاروں کا پھیلاؤ

تھسلی :— اس دور کے آخری پانچ سو سال میں زراعت کاروں کے پھیلاؤ کے سراغ بعض دوسرے مقامات تک پہنچے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک شمالی یونان کی پہاڑوں سے گھری ہوئی وادی تھسلی کا میدانی علاقہ ہے جہاں گائے، بیل، بھیڑ، بکری، سوئر وغیرہ کو پالنے والے زراعت پیشہ لوگوں کی بستیاں آباد ہو چکی ہیں یہ لوگ ایشیائے کوچک کے شمال مغربی کونے کے علاقے سے جو زمانہ قدیم میں کیریا کہلاتا تھا بحیرہ ایجئین کے جزیروں کی شمالی قطار کے راستے تھسلی میں داخل ہوئے ہوں گے۔

وادی ڈینوب :— اسی طرح دریائے ڈینوب کے زیریں طاس میں بھی ایسے زراعت کاروں کے پھیلاؤ کے آثار ملتے ہیں جو مٹی کے برتن پکانے کا فن جانتے تھے یہ لوگ ایشیائے کوچک سے چل کر آبنائے باسفورس کی راہ سے تھریس اور بلغاریہ میں سے ہوتے ہوئے دریائے ڈینیوب کے طاس میں پھیلنے لگے ہوں گے۔ اس طاس میں ساڑھے تین ہزار سال ق۔م کے زمانے کے جو مٹی کے برتن ملتے ہیں وہ ایشیائے کوچک کے برتنوں سے مشابہ ہیں۔

ھنگری :— ٹرانسلوینیا میں دریائے آلٹ کی وادی کے پاس کوہستان کارپیتھئین کے ایک حصے میں سونے کی کان پر سونا نکالنے کا کام شروع ہو چکا تھا لیکن زراعت کاری کا تمدن ابھی اس علاقے تک نہیں پہنچا تھا۔

ترکستان :۔ ترکستان کے اس میدانی علاقے میں کوھسان کوپٹ داغ کے دامن میں بحیرہ خزر سے اشک آباد اور مرو کی طرف جانے والی سڑک کے قریب ایک برباد شدہ بستی اناؤ کی نچلی تہ سے مٹی کے برتن برآمد ھوئے ھیں جو زراعت کار لوگوں کی آبادی کا پتا دے رھے ھیں ۔ اس طبقے کی قدامت کا اندازہ چار ھزار سال ق۔م کیا گیا ھے ۔ اس کے آثار میں پالتو جانوروں کی موجودگی کا کوئی سراغ نہیں ملتا نہ دھات کا کوئی اوزار ملا ھے ۔ یہ بات اس بستی کی قدامت پر دال ھے ۔

وادی سندھ :۔ساڑھے تین ھزار ق۔م کے لگ بھگ دریائے سندھ کی وادی میں بھی زراعت پیشہ قومیں آباد ھونے لگیں ۔ موھن جی ڈرو (سندھ) اور ھڑپہ (پنجاب ضلع منٹگمری) کی کھدائی سے زراعت کاروں کے ایک تمدن کے آثار ملے ھیں ۔ یہ لوگ شہر اور قصبے آباد کرکے رھتے تھے جن کے گرد فصیلیں ھوا کرتی تھیں ۔ ان کھدائیوں سے جو برتن دستیاب ھوئے ھیں وہ ڈھائی تین ھزار ق۔م بلکہ بعض طوفان نوح سے قبل کے وادیٔ دجلہ و فرات کے برتنوں سے ملتے جلتے ھیں ۔ لیکن اس ترقی یافتہ تمدن میں سے جس کے آثار ظاھر ھوئے ھیں یہ اندازہ لگایا جا سکتا ھے کہ دریائے سندھ کی وادی میں زراعت پیشہ آباد کار بہت پہلے سے پہنچ چکے ھوں گے ۔ قیاس غالب یہ ھے کہ وادیٔ سندھ کے آباد کار خلیج فارس کی ساحلی اقوام ھی کی ایک شاخ ھوں گے جو سمندر کی راہ سے کشتیوں پر دریائے سندھ کے دھانہ پر پہنچے اور اسے دجلہ و فرات کے دھانہ کی سی زمین کی طرح حاصل خیز دیکھ کر وھاں آباد ھونے لگے ۔ اور دریا کے کناروں کے ساتھ ساتھ اوپر کی طرف پھیلتے ھوئے پنجاب کے دریاؤں کی وادیوں تک جا پہنچے ۔ ھڑپہ ضلع منٹگمری میں دریائے راوی کی وادی میں واقع ھے اس کا محل وقوع دریائے راوی کی پرانی گزرگاہ کے کنارے ھے جو ان دنوں ''سکھ راوا،، کہلاتی ھے ۔ ایک اور بات جس سے سمیریہ ، عیلام اور وادیٔ سندھ کے آبادکاروں کا گہرا تعلق ظاھر ھوتا ھے یہ بھی ھے کہ سمیریہ میں بیلوں کی جو تصویریں یا مورتیاں ملی ھیں وہ ھندوستانی نسل کے بیلوں سے بہت ملتی جلتی ھیں ۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ دجلہ

و فرات اور سندھ کی وادیوں کے آباد کاروں میں آمد و رفت اور تجارتی تعلقات برابر قائم تھے اس کے علاوہ اور آثار بھی مماثلت کی خبر دے رہے ہیں تاہم وادیٔ سندھ کا تمدن جدا گانہ ترقی کی خبر دے رہا ہے۔

چین کی زرد مٹی: — اس دور کے زراعتی تمدن کے آثار چین میں دریائے ہوانگ ھمو اور دریائے ینگ سی کیانگ کی وادیوں سے بھی ملتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساڑھے تین ہزار یا چار ہزار ق۔م کے قریب چین کی زرد مٹی والی حاصل خیز سر زمین میں بھی زراعت پیشہ لوگ آباد ہونے لگے تھے۔ یہ لوگ کون تھے؟ کہاں سے آئے؟ کس راستے سے آئے ان سوالات کا جواب ابھی آثاری تحقیقات مہیا نہیں کر سکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ چین کا یہ تمدن خود ان لوگوں کا ایجاد کردہ ہو جو شکاری انسانوں کی حالت میں وسط ایشیا کے میدانوں سے ہوتے ہوئے کوھستان ختگان کے دروں کی راہ سے چین کے سرسبز میدانوں میں داخل ہوئے تھے؟ لیکن یہ خیال چنداں وقیع نہیں۔ گمان غالب یہ ہے کہ زراعت پیشہ آباد کاروں کی کوئی قوم ترکستان سے حرکت کرتی ہوئی اس خطے میں پہنچی ہو جس کی دیکھا دیکھی وھاں کے شکاری انسانوں اور چرواھوں نے یہ تمدن اختیار کر لیا ہو۔ یہ لوگ مٹی کے برتن بھی بناتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ زراعت کاروں کے ٹولے موزوں زمینوں کی تلاش میں ہر طرف منتشر ہو رہے تھے۔ یا مختلف اقطاع کے خانہ بدوش چرواہے اور شکاری زراعت کاری کے پیشے کو ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اختیار کرنے لگے تھے اور حاصل خیز زمینوں میں آباد ہوتے جا رہے تھے۔

دیگر اقطاع عالم کے انسانوں کی کیفیت میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہونے کا سراغ نہیں ملتا۔ وہ ابھی ایشیا، یورپ اور افریقہ کے میدانوں میں شکاری انسانوں کے قدیم ترین طرز بود و باش ھی پر زندگی بسر کر رہے تھے یا جانوروں کے گلوں کو قابو کرکے خانہ بدوش چرواھوں اور گڈریوں کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہ اقوام اس وقت کے متمدن عالم سے منقطع ہو چکی تھیں اور اپنے بدوی ماحول کے مطابق زندگی گزار رہی تھیں۔

چھٹا باب

پتھر کا زمانہ جدید ((۳) دور ملوکیت)

(تین ہزار سال ق-م سے دو ہزار ق-م تک)

شاہی نظام حکومت - پختہ عمارتیں - پتھر کے مقبرے - مصر کے اہرام - بڑے بڑے مندروں اور محلوں کی تعمیر - بت اور مجسمے - دھاتوں کے برتن - سنگ تراشی - منبت کاری - فن تحریر میں ترقی - ادب - نفیس کپڑے - عراق کے نمرود اور مصر کے فرعون - حمورابی اعظم - قانون - حضرت ابراہیمؑ - چینیوں کا قدیم مذہب "آسمانی رشتہ"۔

سمیریہ (جنوبی عراق کا تمدن)

اس دور میں سمیریہ کا تمدن رو بہ ترقی نظر آرہا ہے ۔ اس دور کے آثار اس کثرت سے دستیاب ہو چکے ہیں کہ اس وقت سے سمیریہ کی تاریخ تسلسل اور صحت کے ساتھ بیان کی جا سکتی ہے[1] ۔ سمیریہ اور وادیٔ دجلہ و فرات کے دوسرے اقطاع کی شہری ریاستوں کے درمیان اپنے اقتدار کو وسیع تر کرنے کے لیے لڑائی جھگڑے ہوتے رہے ۔ کبھی کسی شہر کے شاہی خاندان کا ستارہ چمکا کبھی بادشاہت کا تخت دوسرے شہر میں منتقل ہوگیا لیکن تمدن اور خوشحالی کی ترقی عام طور پر جاری رہی ۔ بادشاہوں نے پکی اینٹوں اور پتھروں سے مندر اور محل تعمیر کرائے ۔ پیتل اور سونے کے برتن چڑھاوے کے طور پر دیوتاؤں کی نذر کئے ۔ امرا نے رہنے سہنے کے لیے کچی یا پکی اینٹوں سے اچھے اچھے گھر بنائے ۔ کئی قسم کی صنعتیں اور حرفتیں جاری ہوئیں اور گردوپیش کے ملکوں سے تجارتی تعلقات قائم ہوگئے ۔ سنگ تراشی کے کام کو فروغ ہوا اور دیوی دیوتاؤں کے بتوں کے علاوہ بادشاہوں کے سنگین مجسمے بھی بنے لگے ۔

ہم پچھلے باب میں لکھ چکے ہیں کہ تین ہزار ق۔م کے قریب شہر لاگاش کے ایک شخص **ارنبینا** نامی نے اپنے شہر کو معیر کے حملہ آوروں سے آزاد کرایا اور اس کے پوتے **ای اناطم** نے اداب فتح کر کے سمیریہ کو معیریوں کے

1۔ سمیریہ ، اکادیہ اور بابل کی تاریخ پر متعدد کتابیں یورپ کی اکثر زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں - تفصیلی حالات دیکھنے کے خواہشمند متعلمین کو ان کا مطالعہ کرنا چاہیے ہم اس مجمل تاریخ میں صرف اہم واقعات اور نمایاں خد وخال ہی بیان کرنے پر اکتفا کریں گے ۔ (مؤلف)

اقتدار سے پاک کرالیا۔ ای اناطم کے پوتے **این تے مینا** کا مجسمہ آر کی کھدائی سے بر آمد ہوا ہے جس کا سر کٹا ہوا اور غائب ہے ۔ یہ مجسمہ چونے کے پتھر کا بنا ہوا ہے اور اس کی پشت پر اس بادشاہ کے نیک کاموں کا تذکرہ مرقوم ہے۔ اس سے پہلے کا ایک اور مجسمہ بھی ملا ہے جس میں ایک شخص آلتی پالتی مار کر بیٹھا بنایا ہوا ہے۔ یہ مجسمہ غلے کے ایک ذخیرہ دار کا ہے ۔ نیپور سے **اومہ** شہر کے مذہبی پیشوا زیغیسی کا ایک مجسمہ ملا ہے جس نے ۲۷۷۲ ق۔م میں آر، لاگاش ، ایرک اور لارسا کے شہر فتح کرکے اپنا اقتدار قائم کیا ۔

اداب کے شاہی خاندان کے بعد اکشاک کا شاہی خاندان اور اکشاک کے بعد کیش کا ایک شاہی خاندان سمیریہ کا با اقتدار حکمران سمجھا جاتا تھا۔ کیش کے شاہی خاندان کی بنیاد ایک عورت کگ باؤ نامی نے رکھی تھی جس نے بغاوت کا علم بلند کرکے شہر کیش کو اکشاک کے اقتدار سے آزاد کرایا ۔ کگ باؤ کے بیٹے جمل من نے اکشاک فتح کرلیا ۔ اور خود سمیریہ کا بادشاہ بن بیٹھا ۔ کگ باؤ نے اپنے پوتے آرال بابا کا عہد بھی دیکھا اور سو سال کی عمر پائی ۔ آرال بابا کے ایک کمزور جانشین کے عہد میں اومہ کے لوگل (دیوتا کے نائب) زیغیسی نے چند شہر سر کے لیے تھے ۔ لیکن کیش کے اس بادشاہ کی وفات پر اس کے ساقی سارغن یا سارگون نامی نے تخت شاہی پر قبضہ جما کر زیغیسی کو شکشت دی اور اکاد کے نام سے ایک نیا شہر آباد کرکے وہاں اپنا صدر مقام قائم کیا ۔ یہ سارگون تھا جس نے پہلی مرتبہ دجلہ ، فرات اور اردن کی وادیوں کی تمام ریاستوں کو فتح کر کے ہلال نما خطے کی سر زمین میں سر تا سر اپنا شاہی اقتدار قائم کیا ۔ (سن ۲۷۵۲ء ق۔م) اس بادشاہ نے عیلام (فارس) ۔ ماگان (ابادان) دیموں (مسقط) ۔ بحرین ، قبرس اور کریٹ تک کے جزیروں کو فتح کر کے نیچے کے سمندر یعنی خلیج فارس سے لے کر اوپر کے سمندر یعنی بحیرہ روم تک سلطنت قائم کر لی ۔ اس کی سلطنت کی مشرقی حد کوہستان زیگرس واقعہ ایران ، شمالی حد کوہستان طورس واقعہ ایشیائے کوچک اور مغربی حد صحرائے عرب تھی ۔ الواح کے کتبوں پر لکھا ہے کہ اس کی سلطنت میں دیوداروں والی سر زمین (لبنان) اور چاندی کی کانیں

(کوہستان طورس) بھی شامل تھیں۔ کتبوں سے قبرص ، کریٹ اور بحرین کے جزیروں کی فتح کا حال بھی معلوم ہوتا ہے اور لکھا ہے کہ "سارگون فاتح اعظم بادشاہی کے قدرتی حقدار کی سلطنت ان پہاڑوں سے لے کر جن میں سے صبح کے وقت سورج طلوع ہوتا ہے (زیگرس) ان پانیوں تک جن میں آفتاب شام کے وقت غروب ہو جاتا ہے (بحیرہ روم) پھیلی ہوئی تھی۔

پتھر کی ایک لوح پر سارگون کی پیدایش اور ابتدائی حالات کے متعلق ایک منظوم کتبہ دستیاب ہوا ہے جس میں شاعر نے حسب ذیل داستان خود سارگون کی زبانی مرقوم کی ہے :—

"میں ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں ۔ اپنے باپ کا مجھے پتا نہیں ۔ میرے باپ کے بھائی پہاڑوں میں رہتے ہیں ۔ میری ماں نے جو مجھے پال نہیں سکتی تھی ٹوکرے میں ڈال کر دریا میں پھینک دیا تھا ۔ دریا مجھے اٹھا کر اکی دھقان کے پاس لے گیا ۔ اکی نے مجھے پالا ۔ اور مالی بنا دیا ۔ ایشتر دیوی نے میرے حال پر شفقت کی اور میں بادشاہ بن گیا میں نے چون سال حکومت کی[1]"۔

تذکرہ سلاطین میں جو الواح پر مرقوم ہے لکھا ہے کہ سارگون کیش کے بادشاہ **ارال بابا** کا ساقی تھا ۔ لیکن **ارال بابا** کی وفات کی تاریخ سارگون کے بادشاہ بننے کی تاریخ سے نہیں ملتی لہذا سمجھنا چاہیے کہ سارگون ارال بابا کے جانشین کا ساقی ہوگا ۔ ان روایات سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ سارگون سمیری نہ تھا بلکہ سر زمین عرب کے بدوی قبائل سے تعلق رکھتا تھا ۔ جو نوکری چاکری کرنے کی غرض سے سمیریہ کے شہروں میں آکر بہ کثرت آباد ہو چکے تھے ۔ سارگون کے عہد کے بہت سے کتبے سمیری زبان کے بجائے اکادی زبان میں ہیں ۔ جو اس بادشاہ کے سمیری نہ ہونے پر دال ہیں ۔ اور

1۔ محکوم قوموں کو نجات دلانے والے ابطال کی پیدایش کے متعلق اس سے ملتی جلتی داستانیں دوسری اقوام کی روایات میں بھی ملتی ہیں ۔مثلاً سائرس ایرانی۔ حضرت موسیٰ ۔ پرسیئس یونانی ۔ سب سیلس یونانی ۔ رومولو (رومن) اور شری کرشن (ہندو)۔

یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ سمیریہ کی آبادی بہت مخلوط ہو رہی تھی ۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سمیریہ میں شامی ، عرب ، عیلامی (فارسی) اور کوھستانی ہر طرح کے لوگ آباد تھے ۔ سارگون کے ایک بیٹے کا نام **ای باریم** تھا جو سامی نام ابراھیم سے ملتا جلتا ہے ۔ سارگون نے ۵٦ سال حکومت کی لیکن خود اس کی قوم کے لوگوں نے جو اس کے لشکری تھے بغاوت کر کے اسے قتل کردیا ۔ (۲٦۹۷ ق - م) اس کے بعد اس کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے بادشاہ بنے پھر پوتے نے حکمرانی کی ۔ تیسرے یا چوتھے جانشین کے عہد میں شمالی کوھستان کی ریاست گو کے باشندوں نے اکادیہ پر حملہ کر کے سارگون کے خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا ۔ گو کے باشندے گوتیمی کہلاتے تھے ۔ ”تذکرۂ سلاطین پر لکھا ہے کہ ان کا پہلے کوئی بادشاہ نہ تھا اور اس کے حملے سے سمیریہ میں ایسی کیفیت پیدا ہوگئی کہ ”کون بادشاہ ہے اور کون بادشاہ نہیں،، ۔

اکاد میں گوتیموں کی حکومت یا لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ ایک سو پچیس سال رہا لیکن لاگاش ، ار اور بعض دوسرے شہر گو والوں کے تصرف و اقتدار سے بچ رہے ۔ لاگاش کے سمیری بادشاھوں میں سے ایک اور قابل ذکر بادشاہ گودیا نامی گزرا ہے جس کے عہد میں خوشحالی کا دور دورہ تھا ۔ الواح پر لکھا ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں ”پتھر خلیج فارس کے پار سے ، سونا ایشیائے کوچک اور کوھستان طارس کے پرے سے ، لکڑی اور سنگ مرمر شام سے ۔ تانبا مشرق پہاڑوں سے لایا جاتا تھا،، ۔ اس کتبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ گودیا کے زمانے میں تجارت کو بہت فروغ حاصل تھا اور دور دور کا تجارتی مال تاجروں کے ھاتھوں میں سے دست بدست گزرتا ھوا سمیریہ پہنچ رہا تھا ۔ سونے کے متعلق ہم پچھلے باب میں لکھ چکے ہیں کہ ھنگری کے علاقے ٹرانسلوینیا کی کانوں پر سونے نکالنے کا کام تین ھزار ق - م سے پہلے شروع ھو چکا تھا ۔ اور متذکرہ صدر تحریر سے بھی یہ معلوم ھوتا ہے کہ سونا ایشیائے کوچک کے پرے سے لایا جاتا تھا ۔ سنگ مرمر کی کان بحیرہ ایجئین کے ایک جزیرہ پروس میں تھی ۔ جس پر کام ھونے کے آثار اسی دور سے ملتے ھیں ۔ گودیا کے زمانے

میں سنگ تراشی کا فن بھی بہت ترقی کر چکا تھا خود گودیا کے متعدد مجسمے ملے ھیں ۔ اس کے چار کٹے ھوئے سر ''لاوورے،، (فرانس) کے عجائب گھر میں پڑے ھیں ۔ گودیا کے ایک بزرگ ارباؤ شاہ لاگاش کا ایک مجسمہ آر سے ملا ھے جس کا سر کٹا ھوا ھے اور اسی کی پشت پر ان مندروں کر فہرست درج ھے جو اس بادشاہ نے بنوائے تھے یا جن کی مرمت اس نے کرائی تھی ۔ ایک لوح سے یہ بھی ظاھر ھوتا ھے کہ ارباؤ کا ایک بیٹا آر کے چاند دیوتا کے مندر کا پجاری تھا جس نے اس مندر میں تانبے کے برتنوں کا چڑھاوا نذر کیا ۔ گودیا کا عہد ۲۵۰۰ ق ۔ م کے لگ بھگ ھے ۔

۲۳۱۶ ق ۔م میں ایرک اور کلاپ کے حاکم **اتو ھیگل** نے اکاد فتح کر کے گوتیموں کے اقتدار کا خاتمہ کردیا اور ان کے بادشاہ تریگن کو بال بچوں سمیت گرفتار کر کے قیدی بنا لیا ۔ اتوھیگل نے صرف سات سال حکومت کی جس کے بعد آر کے حاکم آرلموں یا آرنموں نے چند شہر فتح کر کے آر کے بادشاھی اقتدار کے تیسرے دور کا اعلان کردیا ۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شلگی یا ڈنگی بادشاہ بنا جس نے اپنی سلطنت کو چاروں طرف وسعت دی ۔ اس کے عہد میں تجارت کو بہت فروغ ھوا اور خوشحالی کا سکہ چلا ۔ شمالی ریاست آشور کا بادشاہ زاریکو خراج لایا ۔ اس بادشاہ نے رعایا سے اپنی پرستش کرانے کا رواج جاری کیا ۔ اس کے اور اس کے جانشینوں کے عہد کی الواح سے ثابت ھوتا ھے کہ ان بادشاھوں کے بت مندروں میں نصب کئے جاتے تھے ۔ ان کے نام سے نئے نئے مندر تعمیر ھونے لگے ۔ اور پجاری ان کی تعریف میں بھجن لکھتے اور گاتے تھے ۔ یہ بھجن بہت سی الواح پر ملے ھیں ۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ **ابی سن** کے عہد میں مغرب کی صحرا کے اموری (عرب) قبائل اور شمالی مشرق کے کوھستانی قبائل نے سمیریہ کی سرحدوں پر حملے شروع کر دئیے اور عیلام (فارس) کی ریاست سے بھی لڑائیاں ھوئیں ۔ اموریوں (عرب بدویوں) کی تعریف اس زمانے کی ایک لوح پر ان الفاظ میں کی گئی ھے :-

''وحشی لوگ جو لڑتے بھڑتے رھتے ھیں ۔ صحرا کی جڑی بوٹیوں پر گزارا کرتے ھیں ۔ گوشت پکا کر کھانا نہیں جانتے ۔ بے گھر ھیں ۔ اپنے مردوں کو

دفن کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتے ۔ یہ وحشی لوگ جنہوں نے کبھی شہر کی شکل تک نہیں دیکھی طوفان کی طرح آئے،، ۔

ابی سن نے اپنی سلطنت کو بچانے کے لیے بہت ھاتھ پاؤں مارے لیکن اس کے عہد حکومت کے پچیسویں سال میں عیلامیوں کا لشکر آر کو تاخت و تاراج کرنے اور ابی سن کو قیدی بنانے میں کامیاب ھوگیا ۔ عیلامی آر کے چاند دیوتا (بت) اور ایرک کے دیوتا (بت) کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ آر کا دیوتا ایسین کے دوسرے بادشاہ نے چالیس سال بعد عیلامیوں سے صلح صفائی کے ساتھ حاصل کرکے آر کے مندر میں نصب کیا ۔ لیکن ایرک کا دیوتا (بت) ایک ھزار چھ سو پینتیس سال کے بعد قید سے چھڑایا گیا ۔ آر کی تباھی کی تاریخ ۲۲۷۵ ق-م نکلتی ھے ۔ اور الواح پر لکھا ھے کہ ابی سن کے عہد میں بھیڑوں نے عجیب الخلقت بچے جنے، اوار کے مہینے کی چودھویں تاریخ کو چاند گرھن لگا ۔ دمدار ستارہ طلوع ھوا جس کا رخ مغرب کی جانب تھا ۔ خاص علامات کے وقت ھوا بند ھوگئی ۔ یہ سب نشانیاں اس امر کی علامت تھیں کہ شہر تباہ ھونے والے ھیں اور بادشاہ کے سر پر نحوست منڈلا رھی ھے ،، ۔

آر کے اقتدار کی تباھی کے بعد ایک نئے خاندان نے ایسین میں بادشاھی قائم کی ۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ انشینی داگان نے اپنے بیٹے اننانیطم کو آر کے مندر کا بڑا پجاری مقرر کیا جس نے مندر کی مرمت کرائی اور چاند دیوتا کی بیوی ننگل کے لیے ایک نیا مندر بنوایا ۔ ایک اور مندر گولا دیوی کے لیے بنوایا ۔ ننگل اور گولا کے دو بت ایسے ملے ھیں جن میں گولا کی ناک غائب ھے اور ننگل کے سر کا پتا نہیں ۔

شاھان ایسین کے عہد کے بعد مرکز حکمرانی لارسا میں تبدیل ھوگیا ۔ رم سن شاہ لارسا کا عہد خوشحالی اور فارغ البالی کا زمانہ تھا ۔ اس زمانے میں مندروں میں بڑے قیمتی چڑھاوے، سونے 'چاندی اور تانبے کے برتن وغیرہ دیوتاؤں کی نذر کیے گئے ۔ اور نئے نئے بت رکھے گئے ۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ

نرعداد یا مرعداد نے آر میں ایک عمارت بنوائی جس پر یادگار کے طور پر حسب ذیل عبارت کا کتبہ لکھوایا :-

''یہ عمارت نرعداد نے اس وقت بنوائی جب اس نے ناعید شمش باغی کو نکالا اور آر کو فتنے سے بچایا (آر کے ساتھ بھلائی کی،،) -

انہی شاہان لارسا کے عہد میں آشوریہ کے بادشاہ ایلوشوما نے اکادیہ اور سمیریہ میں یلغار کی جس کا حال آشور کے ایک کتبے پر درج ہے - اسی خاندان کے عہد میں عرب کے بدوی قبائل کے ایک سردار سوقو آبوم نامی نے بابل میں متوازی حکومت قائم کر کے بابل کے پہلے شاہی خاندان کی بنیاد قائم کی (۲۱۶۹ ق-م) اس سے پہلے بابل محض متبرک شہر شمار ہوتا تھا کیونکہ اس میں سب سے بڑے دیوتا بعل مردوخ کا مندر تھا - کسی بادشاہ نے اسے پایۂ تخت نہیں بنایا تھا - شاہان لارسا کے عہد میں ادبی سرگرمیوں نے بہت ترقی کی - تذکرۂ سلاطین جس کا ذکر بار بار آتا ہے الواح پر لکھا گیا - پرانی داستانیں مرقوم ہوئیں - آر خوشحال ہو گیا نئی نئی عمارتیں بنیں - محرابوں والے دروازے تعمیر ہونے لگے اس عہد کی سنگ تراشی کے نمونے چنداں ترقی یافتہ نہیں البتہ سمیری تحریر کے رسم الخط میں نمایاں ترقی نظر آرہی ہے - ایسین اور لارسا کے شاہی خاندانوں کا دور حکمرانی دو سو سال رہا - اس کے بعد عصائے اقتدار بابل میں منتقل ہو گیا -

حمورابی شاہ بابل

بابل کے پہلے شاہی خاندان کا چوتھا بادشاہ حمورابی تھا جو ۲۰۶۷ ق-م میں تخت نشین ہوا - اس بادشاہ نے داخلی نظم و نسق درست کرنے کے بعد سب سے پہلے شہر بابل کے گرد فصیل تعمیر کرائی پھر اس نے سمیریہ کے شہروں کی تسخیر شروع کردی - ایرک اور ایسین کے علاوہ اور کئی شہر سر کیے - آخر میں لارسا کی بادشاہی کا بھی خاتمہ کر دیا - حمورابی نے عیلامیوں سے بھی جنگ کی جو رم سن شاہ ایسین کو اپنی کھوئی ہوئی ریاست دلانے کے لئے آئے تھے - حمورابی نے رم سن کو قید کر لیا - اس طرح حمورابی سارے سمیریہ (جنوبی عراق) کا بادشاہ بن گیا -

حمورابی نے اپنی مملکت کے قوانین جو دیر سے رائج تھے الواح پر کندہ کرا کر جا بجا نصب کرا دئیے تھے جن میں سے کئی تختیاں آثار عتیقہ کی کھدائی میں دستیاب ہوئی ہیں - حمورابی اموری یعنی عرب خاندان سے تھا - قوانین ظاہر کرتے ہیں کہ حکمران طبقے کے افراد کے لیے جرائم کی سزائیں بہت کڑی ہوا کرتی تھیں لیکن عام لوگوں سے جو سمیری تھے محض جرمانے وصول کیے جاتے تھے - ان دو طبقوں کے علاوہ ایک تیسرا طبقہ ادنے کام کرنے والے غلاموں کا بھی تھا - یہ غلام پیشہ لوگ یا تو اسیران جنگ اور ان کی اولاد پر مشتمل ہوتے تھے یا ایسے لوگ تھے جن کو کسی جرم کی بنا پر غلام بنا لیا جاتا تھا - ہر شہر کا انتظام ایک کونسل کیا کرتی تھی جس کا ایک صدر ہوا کرتا تھا - بادشاہ کی طرف سے جج مقرر تھے جو جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے - اس کے علاوہ ملکی انتظام کے ملازم اور پولیس بھی ہوتی تھی - مزروعہ زمینیں لوگوں کی انفرادی ملکیت تھیں لیکن چراگاہیں مشترکہ شاملات سمجھی جاتی تھیں - بعض حصوں میں جہاں عرب کے بدوی قبائل آباد تھے بستی کی ساری زمین مشترکہ جائیداد شمار ہوتی تھی - قانونی طور پر منکوحہ بیوی کو گھر کی مالکہ سمجھا جاتا تھا لیکن امرا کو لونڈیاں رکھنے کی اجازت تھی - جائیداد نرینہ اولاد میں برابر تقسیم ہوتی تھی - لڑکیوں کو شادی پر جہیز دیا جاتا تھا - باپ کی وفات پر جو لڑکیاں بے بیاہی رہ جاتی تھیں ان کے ولی اور محافظ ان کے بھائی ہوا کرتے تھے - بیوہ کو بیٹوں کے برابر حصہ ملتا تھا اور اپنے جہیز کی وارث بھی وہی ہوا کرتی تھیں - اگر کوئی بیوہ دوسرا نکاح کرتی تو اسے اپنے شوہر کی جائداد سے ملا ہوا حصہ اپنے بیٹوں کو واپس دینا پڑتا تھا - اگر کوئی عورت بے اولاد مر جاتی تھی تو اس کا جہیز اس کے ماں باپ کو واپس دے دیا جاتا تھا - پہلے مردوں کو دو بڑے برتنوں میں بند کرکے دفن کرتے تھے پھر مٹی کے تابوت بننے لگے -

حمورابی ۲۰۲۴ ق-م میں فوت ہو گیا - اس کے جانشین کے عہد میں (۲۰۱۶ ق-م) کوہستان زیگرس کے ایک قبیلہ کسدی نامی کے لوگوں نے مملکت بابل کی شمال مشرقی سرحد پر حملہ کیا - اس بادشاہ کو عیلامیوں

سے بھی لڑنا پڑا - اس نے لارسا ، ایرک اور آر کی فصلیں گرا دیں - کیونکہ ان شہروں کے لوگوں نے بغاوت کی تھی -

دو ہزار ق-م کے قریب دجلہ اور فرات کے دھانے کی سر زمین میں بسنے والے قبائل نے حمورابی کے جانشین سے بہت سے شہر چھین لیے - اور حمورابی کی بنائی ہوئی سلطنت کا شیرازہ چالیس سال کے اندا اندر بکھر گیا -

حضرت ابراھیمؑ

اس عہد کی داستان حضرت ابراھیمؑ کا ذکر کیے بغیر مکمل نہیں ھو سکتی جن کے تذکرہ کی بدولت آر کا نام اس شہر کے تباہ ھو کر صفحہ ھستی سے مٹ جانے کے بعد ہزاروں سال زندہ رھا- کیونکہ بائیبل میں حضرت ابراھیمؑ کو کلدانیوں کے شہر آر کا باشندہ ظاھر کیا گیا ھے - حضرت ابراھیمؑ نے اسی شہر کے بادشاہ (نمرود) کے سامنے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی تھی - اس کے خدائی دعوے کے سامنے سر جھکانے سے انکار کردیا تھا اور مندر کے بتوں کو رات کی تاریکی میں تبر مار مار کر توڑ دیا تھا - اس جرم کی پاداش میں انہیں چتا کی آگ میں بٹھایا گیا جس سے وہ بچ گئے اور وھاں سے ھجرت کرکے فلسطین کی طرف چلے گئے - یہ تورات کا بیان ھے - آثاری شہادتیں ظاھر کر رھی ھیں کہ آر کے بادشاہ آخری دور میں اپنی پرستش کرانے لگے تھے - بت پرستی عام تھی - اس کے کھنڈروں سے متعدد پرانے بتوں کا شکستہ حال میں ملنا ظاھر کرتا ھے کہ انہیں ضرور کسی بت شکن سے واسطہ پڑا ھوگا - سوال پیدا ھوتا ھے کہ آیا نرعداد کے کتبے کی عبارت کو حضرت ابراھیمؑ کے متعلق سمجھنا قرین قیاس ھے یا نہیں ؟ جس میں ناعید شمش باغی کے اخراج اور آر کو فتنے سے بچانے کا ذکر درج ھے اور اس واقعہ کو اتنی اھمیت دی گئی ھے کہ اس کی یادگار میں بادشاہ نے ایک عمارت بنوانے کی ضرورت محسوس کی - مغرب کے بعض علمائے تحقیق آر سے حضرت ابراھیمؑ کی ھجرت کا زمانہ اس سے سو ڈیڑھ سو سال بعد قرار دے رھے ھیں لیکن ھمارا خیال ھے کہ نرعداد کا کتبہ حضرت ابراھیمؑ کے متعلق ھے جس میں انہیں ناعید شمش (سورج کا منکر) ظاھر کیا گیا ھے - یہ نام سامی

الاصل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس دور میں صحرائے عرب کے لوگ جن کو عام مروج اصطلاح میں سامی کہا جاتا ہے اور جنہیں سمیری کتبوں میں اموری اور ھیبرو (عبرانی) کا نام دیا گیا ہے کافی تعداد میں سمیریہ کے شہروں اور دیہات میں آباد ہو چکے تھے ۔ اگر نرعداد کا کتبہ حضرت ابراھیمؑ ھی کے متعلق ہے تو ان کی ھجرت کا وقت ۲۱۴۱ ق-م سے ۲۱۲۵ ق-م کے درمیان کسی وقت سمجھا جا سکتا ہے ۔

یورپ کے بعض علمائے تحقیق کا خیال ہے کہ حضرت ابراھیمؑ آر کے تیسرے شاھی خاندان کے کسی بادشاہ کے ھم عصر تھے کیونکہ اسی خاندان کے بادشاہ اپنی پرستش کرایا کرتے تھے اس خاندان کا خاتمہ ۲۳۰۱ ق-م میں یا ۲۲۷۵ ق-م میں ھو گیا تھا ۔ بعض عالموں کی رائے ہے کہ حضرت ابراھیمؑ بابل کے بادشاہ حمورابی کے ھم عصر تھے جس کے عہد حکومت کا اندازہ ۲۰۶۷ ق-م سے ۲۰۲۴ ق-م تک کیا گیا ہے ۔ کیونکہ یہودیوں کی روایات میں امرافیل شاہ شنار کو حضرت ابراھیم کا ھمعصر ظاھر کیا گیا ہے جسے حمورابی کی بگڑی ھوئی صورت سمجھا جا رھا ہے۔اگر حضرت ابراھیم نے بیس سال کی عمر میں ھجرت کی ھو تو حمورابی کے عہد میں ان کا کنعان میں موجود ھونا ممکن ہے کیونکہ حضرت ابراھیم نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی تھی ۔

حضرت ابراھیم اپنے کنبے یا قبیلے سمیت آر سے ھجرت کرکے حران کی طرف چلے گئے جو شرق اردون کی ایک بستی تھی ۔ حضرت ابراھیمؑ کی قوم خانہ بدوش چرواھوں کی قوم تھی ۔ یہودیوں اور مسلمانوں کی مذھبی روایات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابراھیم مصر بھی گئے تھے اور مصر کے بادشاہ سے ملے تھے جس نے آپ کی بہت تعظیم کی ۔ حضرت ابراھیم نے حجاز کی پہاڑیوں میں جہاں مسلمانوں کا مقدس شہر مکہ آباد ہے خدا کو ایک ماننے والوں کے لیے ایک مسجد تعمیر کی ۔ اس جگہ پر حضرت ابراھیم کی دوسری بیوی ھاجرہ اور ان کا بیٹا اسمعیل ایک چشمے کے قریب آباد ھوگئے ۔ یہ چشمہ چاہ زمزم کہلاتا ہے اور مسجد جو حضرت ابراھیم نے تعمیر کی تھی کعبہ اور بیت اللہ (خدا

کا گھر) کے نام سے مشہور ہے ۔ مسلمان ان مقامات کو بہت مقدس سمجھتے ہیں اور ہر سال وہاں حج کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اس عبادتگاہ کے قریب ہر سال جمع ہونے اور اس کا طواف کرنے کی رسم عربوں میں حضرت ابراھیم ہی کے وقت سے چلی آرہی ہے ۔ حضرت ابراھیم نے بتوں کی پوجا کے خلاف آواز بلند کی تھی اور پرانے طریق عبادت کے بجائے ایک خدا کی پرستش رائج کرنے کی کوشش کی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب اور فلسطین کے بہت سے خانہ بدوش قبیلے ان کے بتائے ہوئے مذہب کے پیرو اسی دور میں بن گئے تھے ۔ بعد کے دور میں عبرانی قوم جو یہودی کہلائی اور عرب جو مسلمان کہلائے اس مذہب کے پر جوش علمبردار بنے۔ جن کا حال اپنے اپنے موقع پر بیان کیا جائیگا ۔

وادی النیل کا تمدن

تین ہزار چار سو سال قبل مسیح سے نیل کی وادی کا ملک ایک ہی بادشاہ کے زیرنگیں آچکا تھا فراعنہ' مصر اس سر زمین پر اطمینان خاطر سے حکومت کر رہے تھے ۔ کیونکہ انہیں کسی طرف سے بیرونی حملوں کا خطرہ نہ تھا اور ملک طوائف الملوکی سے نجات پا کر داخلی امن کی نعمت سے بھی مالا مال ہو رہا تھا ۔ تین ہزار سال ق۔م کے قریب مصر پر فراعنہ کا دوسرا خاندان حکومت کر رہا تھا جس کے ایک فرعون خاسے خموئی کے مقبرے سے سونے کی ڈلی ملی ہے ۔ خاسے خموئی کے بیٹے نروسر نے اپنے وزیر اعظم ام ہوتف کے زیر ہدایت و نگرانی پہلا سیڑھیوں والا اہرام بنایا ۔ اس اہرام کے اردگرد پانچ ہزار گز لمبی اور تین ہزار گز چوڑی دیوار بنائی گئی ۔ اس دیوار کے اندر بر آمدہ تھا جس میں ۴۸ ستون تھے ۔ ہر ستون کی گولائی تین فٹ اور اونچائی سولہ فٹ تھی ۔ ان ستونوں پر پچی کاری کے کام سے نقش و نگار بنائے ہوئے تھے ۔ اس اہرام کی یہ شان ظاہر کرتی ہے کہ پتھر سے عمارتیں بنانے کا کام بہت پہلے سے شروع ہو چکا تھا ۔ اگرچہ اس سے پہلے کی کسی عمارت کے آثار تا حال نہیں ملے ۔ ایک بھوج پتر کی تحریر سے جو بعد کے زمانے میں لکھی گئی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ خاسے خموئی نے بھی ایک مندر تعمیر کرایا تھا ۔ دوسرے اور تیسرے خاندان کے فراعنہ' مصر نے اور اہرام[1] بھی بنوائے جو فن تعمیر کی تدریجی ترقی کا اظہار کرتے ہیں ۔ چوتھے خاندان کے بادشاہ خوفو نے غیزہ میں جو اہرام بنوایا وہ عجائبات عالم میں سے ہے ۔ اس اہرام کا ہر پہلو ۷۵۵ فٹ طول رکھتا ہے ۔ تینوں پہلو اس صحت کے ساتھ برابر ہیں کہ ان میں انچ کا فرق بھی نہیں ۔ پتھر کی سلیں اس خوبی سے جوڑی گئی ہیں جیسے عینک ساز شیشے جوڑتا

1۔ اہرام مخروطی شکل کی سہ پہلو عمارت ہے جو پتھر کی سلوں سے بنائی گئی ہے ۔ ان عمارتوں میں قدیم مصری اپنے مردے دفن کیا کرتے تھے ۔

ہے۔ اهراموں کی اونچائی دو سو فٹ سے ۴۸۰ فٹ تک ہے۔ غیزہ کا اهرام سب سے بلند ہے ۔ ام هوتف جس نے پہلا سیڑھیوں والا اهرام بنایا فن تعمیر کا ماهر اور طبیب و حکیم تھا ۔ قدیم مصری تمدن کی بہت سی ترقیات اسی شخص کے فکر و علم کی مرهون احسان هیں ۔ اس شخص کو مصر کے لوگ بڑے هی احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ اور بعد میں اسے دیوتا خیال کر کے اس کی پرستش کرنے لگے ۔

فراعنہ مصر کے پانچویں خاندان کا بانی اسر کاف تھا جو رے دیوتا (سورج دیوتا) کے مندر واقعہ سیلیوس پولس کا پجاری تھا ۔ روایت یہ ہے کہ رے آسر (سورج دیوتا کے پجاری) کی بیوی سے دیوتا هم بستر هوا جس سے اسر کاف پیدا هوا ۔ پجاریوں کے اس خاندان کے عہد میں سورج کی پرستش کے دین کو بہت فروغ هوا اور فراعنہ مصر بہت مقدس شمار هونے لگے ۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ کے عہد میں جزیرہ نمائے سینا کے قبائل نے جو فلسطینی تھے شورش کا علم بلند کیا ۔ اور کوہ سینا کی کانوں سے تانبا وغیرہ نکالنے کے کام میں رخنہ اندازی کی ۔ ایک مصری سردار انتی کے زیر کمان مہم بھیجی گئی جس نے قبائل کی بستیوں پر حملہ کر کے بہتوں کو قتل کردیا اور بقیتہ السیف کو قید کر کے مصر لے آیا ۔ اور مصریوں کا غلام بنا دیا ۔ اس خاندان کا عہد ۲۷۵۰ ق - م سے ۲۶۲۵ ق - م تک شمار کیا گیا ہے ۔

چھٹے خاندان کے تیسرے بادشاہ پیپی اول کے عہد میں سینا کے ”ان لوگوں نے جو ریگستان میں آباد تھے ،، پھر شورش کی ۔ ایک سردار روفی کے زیر کمان تعزیری مہم بھیجی گئی جس نے ”ہر باغی کو قتل کر کے شورش کا خاتمہ کیا،، ۔ پیپی اول کا ایک مجسمہ جو پورے سائز کا اور تانبے کا بنا هوا ہے قاهرہ کے عجائب گھر میں موجود ہے ۔ یہ مجسمہ کھدائی میں بر آمد هوا تھا ۔

۲۴۷۵ ق ـ م میں چھٹے خاندان کا خاتمہ هوگیا اور ساتویں خاندان کے عہد میں هر طرف بدامنی پھیل گئی ۔ ملک میں طوایف الملوکی کا دور دورہ هو گیا ۔ جنوب کی طرف سے حبشی قبائل نے حملے شروع کر دیئے ۔ شمال مشرقی سرحد پر کوهستان یہودیہ کے جنگجو قبائل یلغاریں بھیجنے لگے ۔ سر زمین

مصر کئی سو سال تک بد امنی اور تباہ حالی کا شکار بن کر رہ گئی - اس دور میں نئی تعمیرات تو کیا بن سکتی تھیں بہت سی پرانی عمارتیں بھی کھنڈر بن گئیں اور تباہ حال لوگوں نے فراعنہ کے مقبروں سے قیمتی اشیا لوٹنی شروع کر دیں جنہیں قدیم مصری بڑے اہتمام اور عقیدت کے ساتھ ان کی مسالوں سے محفوظ کی ہوئی لاشوں کے ساتھ دفن کیا کرتے تھے - صرف دو مقبرے بچ سکے جن کی تعمیرات بہت محکم تھیں -

مصر قدیم کے اس پہلے دور تمدن کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے ، ھاتھی دانت اور تانبے کا کام بہت ترقی پر تھا - کاریگری بہت اچھا معیار اختیار کر چکی تھی - فن تعمیر بھی درجہ' کمال تک پہنچ گیا تھا - یہ لوگ مردوں کے لیے پختہ قبریں بناتے تھے - اور ان مقبروں میں ضروریات زندگی کا سامان بھی ساتھ ھی دفن کر دیتے تھے - غربا صرف مٹی کے برتن رکھ دینے پر اکتفا کرتے تھے - اور امرا اور بادشاہ بڑی قیمتی چیزیں دفن کیا کرتے تھے - ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جب تک جسم باقی رھتا ھے روح اس میں آتی رھتی ھے - اس لئے ابتدا میں وہ سوڈا ڈال کر نعش کو اچار بنا دیتے تھے پھر وہ ممی بنانے لگے یعنی ایسے مسالے استعمال کرنے لگے جو جسم کو پایدار اور محفوظ بنانے والے تھے- ابتدا میں وہ متوفی کی مورتی بنا کر ساتھ ھی دفن کر دیتے تھے تا کہ روح کو ثابت جسم نہ ملے تو اس مورتی میں داخل ھو جائے لیکن جب انہیں ممیاں بنانے کا فن آگیا تو مورتیاں رکھنے کی ضرورت باقی نہ رھی - ان قدیم مصریوں میں موت کے بعد کی زندگی کا خیال بہت رائج ھو چکا تھا - مردوں کے لیے تو وہ دور دراز سے پتھر لا کر پختہ مقبرے بناتے تھے لیکن خود بادشاہ اور امرا تک مٹی کے بنے ہوئے کچے گھروں میں زندگی بسر کیا کرتے تھے - عام لوگ معمولی قسم کے کچے جھونپڑوں میں گاؤں بنا کر رھتے تھے - عوام کا لباس ستر ڈھانکنے کے لیے زانو تک کا تہہ بند اور سر پر باندھنے کا رومال ھوتا تھا جو بعض پتھروں پر کی تصاویر سے عیاں ھے - معلوم ھوتا ھے کہ اس زرخیز اور حاصل ریز سرزمین کی پیدا کردہ ثروت و دولت میں عوام کا حصہ جو محنت و مشقت کرتے تھے بہت معمولی تھا - اس عہد میں پتھر سے برتن بنانے کے کام

نے بھی خوب ترقی کی - ابتدا میں ہر شہر ، ہربستی اور ہر گاؤں کا دیوتا الگ الگ تھا پھر نظم سلطنت کے نمونہ پر ان دیوتاؤں کے درمیان تعلق پیدا کر لیا گیا اور سب دیوتا ایک ہی کنبے کے افراد شمار ہونے لگے جن میں سے ہر ایک کا کام اور وظیفہ الگ تھا - مذہبی رسموں کی ادائیگی کے لیے پجاریوں کا طبقہ ضروری تھا جو آهسته آهسته بہت اهمیت اختیار کرتا چلا گیا - اور قدیمی مصری سوسائٹی کا ایک اهم جزو بن گیا -

بد امنی کا دور دورہ

چھٹے خاندان کے خاتمہ (۲۴۷۵ ق - م) کے بعد برائے نام بادشاہ بنتے رہے - اقتدار کی زمام پہلے امرا کے هاتھ میں منتقل ہوئی پھر طوایف‌الملوکی اور بدامنی پھیل گئی - شمالی حصے میں مشرق کی طرف سے فلسطینی قبائل گھس آئے اور ڈیلٹا کی سر زمین پر قابض ہو گئے - جنوب کی طرف سے حبشیوں نے یلغاریں شروع کر دیں جن کے ساتھ نوبہ کے تیر کمان رکھنے والے لوگ بھی مل گئے - جنھیں مصریوں نے اپنا محافظ بنا کر وهاں آباد کیا تھا - مصر کی سر زمین گوناگوں آفات کی آماجگاہ بن گئی - اس دور کے آثار میں سے وہ بھوج پتر هیں جن پر اس دور کے شاعروں اور ادیبوں نے نوحے لکھے هیں - اس دور کو مصر کی تاریخ میں بکا و بین کا دور کہا جاتا ہے -

لینن گراڈ کے عجائب گھر میں اس دور کا ایک پھٹا ہوا پیپرس (کاغذ) پڑا ہے جس پر سے یہ فقرہ صاف پڑھا جاتا ہے :-

''فلسطین سے بھیڑ بکریاں چرانے والے قبیلوں نے مصر میں گھسنے کی کوشش کی تاکہ اپنی پیاس بجھانے اور اپنے گلوں کو پلانے کے لیے پانی حاصل کر سکیں (مانگیں)،، - لندن کے عجائب گھر میں ایک مصری نوشتہ پڑا ہے جس پر ایک ''مصری دانشمند کا واویلا،، یوں مرقوم ہے :-

''باهر سے ایک اجنبی قوم مصر میں داخل ہوئی ہے - جس نے دلدلی علاقوں کی سر زمین تمام و کمال ڈھانپ لی - زیریں مصر کے راستے بھی پامالی پر ناز کر رہے هیں - ایشیائی دلدلی علاقے کی سر زمین کے هنروں میں طاق

جا رہے ہیں ۔ خانہ جنگی کے باعث بالائی مصر کے صوبوں نے خراج تک نہیں بھیجا ۔ خوش وقتی اور تفریح ختم ہو چکی ہے ۔ چھوٹے بڑے سب کہتے ہیں کاش ہم مر جائیں ۔ کھانے کو کچھ نہیں ملتا ۔ ہائے آج کا دن ۔ آج کا دن کتنا تلخ ہے ۔ زیریں مصر رو رہا ہے ۔

ان بیانات سے جو خود مصر کے ادیبوں نے تحریر کیے نہ صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چھٹے خاندان کے خاتمے کے بعد مصر کی سر زمین بیرونی حملوں اور داخلی شورشوں کی آماجگاہ بن گئی جس کے باعث وہاں صدیوں نظم قائم نہ ہو سکا بلکہ ان نوحوں سے مصریوں کی قدیم معاشرت کا حال بھی روشن ہو رہا ہے ۔ مصری دانشمند کا نوحہ بتا رہا ہے کہ مصر کی سوسائٹی اپنے خوشحالی کے ہزار سالہ دور میں اعلےٰ[1] اور ادنےٰ[1] دو طبقوں میں منقسم ہو چکی تھی ۔ فرعونوں ، مذہبی پیشواؤں ، امیروں اور سرداروں کی اولاد بہت معزز سمجھی جاتی تھی ۔ اور عوام محض ان کے خادم تھے ۔ شان سے رہنا ، نعمتوں سے فائدہ اٹھانا ، اچھے کپڑے پہننا ، قیمتی سامان استعمال کرنا ، شان و شوکت کی زندگی بسر کرنا اعلے طبقے کا آسمانی حق سمجھا جاتا تھا ۔ کیونکہ مصری دانشمند امیر طبقے کے پست ہونے اور غریبوں کے ابھرنے پر بہت کچھ تعجب اور حیرت کا اظہار کر رہا ہے ۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب سے پہلے کے دور میں جوتا بنانے والے کو خود اپنے لئے جوتا بنانے کی توفیق حاصل نہ تھی ۔ ہر قسم کی حرفت کے کاریگر صرف امیروں کی آسایش کے لیے کام کرتے تھے ۔ غلہ ''عوام کی ملکیت'' نہ تھا ۔ جب انقلاب کے باعث عوام کی ملکیت بن گیا تو دانشمند مصری کو بہت تعجب ہوا جس کا اظہار وہ اپنے نوحے میں کر رہا ہے ۔ اسے بہت افسوس ہے کہ اعلےٰ[1] طبقے کے مرد عورتیں اور بچے برتری اور ترجیح کے اس ''حق'' سے محروم ہوگئے جو فراعنہ[2] مصر کے ہزار سالہ دور کے طرز حکمرانی کے باعث اسوقت کے معاشرتی نظام میں اور لوگوں کے افکار و اذہان میں اچھی طرح ثبت ہو چکا تھا ۔ اگر ان حالات میں مصر کی سر

زمین کو عوام کے انقلاب سے دوچار ہونا پڑا تو تعجب کی بات نہیں ۔

۲۱۶۰ ق ۔ م میں نے تھیبس کے بادشاہ انطف نامی نے ملک کا امن بحال کیا اور از سر نو منتظم حکومت قائم کر کے گیارھویں شاھی خاندان کی بنیاد رکھی ۔ بد امنی کے دور میں چار خاندان یکے بعد دیگرے برسراقتدار آئے لیکن ان کا اقتدار محض برائے نام تھا ۔

زراعت کاری کی توسیع

تین ہزار ق ۔ م سے دو ہزار ق ۔ م تک زراعت کاری کا تمدن دریائے ڈینیوب کی وادی میں اندرون یورپ کی طرف پھیلتا ہوا ہنگری ۔ ممالک بلقان اور جرمنی کے میدانی علاقوں تک جا پہنچا ۔ اس دور کے مٹی کے برتنوں کی بناوٹ تدریجی ترقی ظاہر کر رہی ہے مشرقی حصے کے برتن ایشیائے کوچک کی صنعت سے بہت متاثر نظر آتے ہیں لیکن مغربی علاقوں کے برتنوں کی شکلیں اور بناوٹیں چمڑے کے ابتدائی برتنوں سے ملتی جلتی ہیں ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میدانوں کے وحشی قبائل جو شکار پر گزارا کرتے تھے ۔ مشرق کی طرف سے آنے والے آبادکاروں سے زراعت کاری کا فن حاصل کرکے ان میں گھل مل رہے ہیں۔ اس دور کے آثار میں تیر، بھالے، تبر اور لڑائی یا شکار کے ہتھیار نہیں ملتے ۔ البتہ جوتے کی شکل کے ہلوں کے پھل اور وہ بھی پتھر کے بنے ہوئے دستیاب ہوئے ہیں ۔ دھات کا استعمال یہ لوگ بہت کم کرتے تھے ۔ ان کے ہاں سے مٹی کی بنی ہوئی پختہ مورتیاں ملتی ہیں جو ان کا تعلق ایشیائے کوچک سے ظاہر کر رہی ہیں۔ یہ مورتیاں غالباً ''بڑی مائی'' کی ہیں جس کی یہ لوگ پرستش کیا کرتے تھے ۔

دریائے ڈینیوب کے ایک معاون دریائے آلٹ کی وادی سے جو کوہستان کار پیتھئین کی مشرق کمان کے اندر واقع ہے ایک جداگانہ تمدن کے آثار ملے ہیں ۔ جو زراعت کاروں کی ترقی یافتہ قوم کے وجود کا پتا بتا رہے ہیں ۔ یہ لوگ مٹی کے رنگین اور منقوش برتن بناتے تھے ۔ تانبے اور سونے کے زیور پہنتے تھے ۔ سنگ مرمر اور دیگر قیمتی پتھروں کے ہار بھی پہنتے تھے ۔ سیپ، دانت، ہڈیوں کے ٹکڑے وغیرہ بھی زیوروں کی طرح استعمال کرتے تھے ۔ اسی تمدن کے آثار جنوبی روس کی حاصل خیز سیاہ مٹی والی سرزمین سے بھی ملتے ہیں

جو بحیرہ اسود کے شمال میں واقع ہے اور آج کل یوکرین کا صوبہ کہلاتی ہے۔ یہ لوگ غالباً اناؤ، ترکستان، بحیرۂ خزر کے جنوبی علاقے، آرمینیا اور بحیرہ اسود کے جنوبی علاقے میں بسنے والی اقوام ھی کی ایک شاخ ہوں گے جو آبنائے باسفورس کو عبور کر کے بحیرہ اسود کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف رومانیہ، یوکرین اور دریائے آلٹ کی وادی میں پھیل گئے ہوں۔ اس تمدن والے لوگوں کا سراغ یونان کی سر زمین سے بھی ملتا ہے لیکن یہ بعد کے دور کی بات ہے جب یہ لوگ اس خطہ سے نکل کر یونان کی طرف ھجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

کریٹ کے بحری تجارت کرنے والے باشندوں نے اس دور میں اپنے ھاں ایک مستقل ریاست قائم کرلی۔ کریٹ کے بادشاھوں کے عالیشان پختہ محلات زمین کھود کر نکالے گئے ھیں۔ جن کی شان و شوکت ظاھر کرتی ہے کہ کریٹ کے تجارت پیشہ لوگ بہت ثروت مند ہو گئے تھے اور وہ بھی سمیریہ اور مصر کی دیکھا دیکھی شاندار پختہ عمارتیں بنانے لگے تھے۔ یہ لوگ بھی ''بڑی مائی'' کے پجاری تھے۔ ان کے آثار میں بھی مٹی کی مورتیاں ملتی ھیں۔

چین کا ابتدائی تمدن

ایشیا میں چین اور ھندوستان کے اندر زراعت کاروں کی بستیاں ترقی پذیر رھیں اور اس دور میں صرف چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں قائم ھوتی گئیں۔ جو آپس میں بر سر پیکار رھتی تھیں۔ چین کے تاریخی آثار سے معلوم ھوتا ہے کہ ڈھائی ہزار ق۔م کے قریب چین کے شمالی حصے میں پہلے پانچ بادشاہ قائم ھوئے جنھوں نے ریاستوں کو مطیع کر کے ایک بڑی اور متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ چین کی قدیم ترین تاریخی روایات کے مطابق چین کا پہلا شہنشاہ یاؤ نامی تھا جس نے دریائے ھوانگ ھو کی وادی، دریائے ینگ سی کیانگ کا زیریں طاس، پیکن تک کا شمالی میدان اور شان تونگ کا جزیرہ نما اپنے زیر نگیں کرلیا۔ بادشاہ بہت ھشیار تھا جس نے ''سیاہ بالوں والے لوگوں،، (قدیم باشندوں) پر دانائی سے حکومت کی اس کے عہد میں دریائے ھوانگ ھو میں زبردست طوفان آیا اور دریا پر بند

باندھنے کی تدبیریں سوچی گئیں یاؤ ۲۲۵۸ ق ۔ م تک اور اس کا جانشین ۲۲۰۶ ق ۔ م تک حکمران رہا اس کے بعد یو نامی ایک شخص نے ھیا خاندان کی بنیاد رکھی ھینگ پہاڑ پر اس بادشاہ کے نام کا کتبہ آج تک موجود ہے ۔ یو نے آبپاشی کی، تنظیم کی ، زمینوں کے درجے مقرر کیے، محاصل لگائے ، دریاؤں کو قابو کیا ، نہریں نکالیں، نو صوبے بنائے، جنگل صاف کرائے ، دلدلیں خشک کرائیں ۔ بادشاہ عوام سے مالیہ ، ریشم ، روئی ، غلہ ، پوستین ، فر ، لومڑی کی کھال ، موسیقی کے پتھروں ، قیمتی پتھروں ، موتیوں ، دھات ، چاندی ، پتھر کے سوفاروں ، ریچھ کی کھال اور چمڑے کی صورت میں وصول کرتا تھا ۔ اس کے عہد میں چینیوں نے کپڑا بننے اور رنگنے کی صنعت کو ترقی دی ۔ یو نے مغربی پہاڑوں کی پیمایش کرائی اور وحشی قبائل کو حسن سلوک سے رام کیا ۔ اسی خاندان کے ایک بادشاہ ما نامی نے ۲۱۹۳ ق ۔ م میں صوبہ کان کے ایک وحشی قبیلہ ھومیو کے خلاف عسکری مہم اختیار کی ۔ ۲۱۵۷ ق ۔ م چنگ کنگ نامی ایک اور بادشاہ تخت نشین ھوا ۔ جس کے عہد میں سرکاری جوتشیوں نے سورج گرھن کی اطلاع قبل از وقت نہ دی اس لیے عوام کو رسمیں ادا کرنے میں بڑی تکلیف ھوئی ان دو جوتشیوں کو قتل کرنے کا حکم صادر ھوا اور اس مقصد کے لیے بادشاہ کو باغی جوتشیوں کے خلاف عسکری مہم اختیار کرنی پڑی ۔

اس دور کے چینی طاؤئیت کے قایل تھے جو معین معتقدات کا ایک مسلک تھا اس مسلک کے رو سے چینی پانچ چیزوں یعنی دھات ، پانی ، آگ ، لکڑی اور مٹی کو درجہ اول کی مفید چیزیں سمجھتے تھے ۔ اور اعتقاد رکھتے تھے کہ انسانوں کو خدا کا حکم بادشاہ کی زبانی ملتا ھے ۔ عام انسانوں اور بالخصوص بادشاہ کی غفلت اور کجروی سے بلائیں نازل ھوتی ھیں ۔ اور بلاؤں کے نزول سے پہلے کئی قسم کی علامتیں سورج اور چاند گرھن ، دمدار ستاروں کے طلوع ، ایک برج میں بعض ستاروں کے اجتماع وغیرہ کی شکل میں ظاھر ھوتی ھیں ۔ بلائیں ، بغاوت ، زلزلہ، قحط ، طوفان ، فصلوں کی تباھی ، اور عام وبا کی

صورتوں میں نازل ہوتی ہیں ۔ اس دور کے چینی ایک مخفی طاقت کو حاکم اعلیٰ مانتے تھے جو نیکی کا اجر اور بدی کی سزا دیتی ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر شخص کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور تعلقات و فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ نباھنے چاھئیں اس طرح سب کام ٹھیک چلیں گے ۔

طاؤئیت کو چینی ''آسمانی راستہ'' سمجھتے تھے جو چین کے ایک قدیم بادشاہ فوہ ھی نے مرتب کیا تھا ۔ فوہ ھی چین میں غالباً سب سے پہلا بادشاہ تھا ۔ اس مسلک میں اچھے اصولوں پر زندگی بسر کرنے ، ماں باپ کی محبت و اطاعت ، وفاداری ، شوہر اور بیوی کے وفادارانہ تعلقات ، اطاعت اور اخلاص پر بہت زور دیا گیا ہے ۔ اور اس مسلک کے پیروؤں کا عقیدہ یہ تھا کہ کائنات کا حاکم اعلیٰ شانگ ٹی ہے جس کے ماتحت دیوتا ، روحیں ، اولیا اور ستاروں کے فرشتے کام کرتے ہیں ۔ یہ لوگ آسمان کی روح ، زمین کی روح ، اشیا کی روح ، بھوت ، پریت ، شیاطین وغیرہ کی موجودگی کے بھی قایل تھے ۔ ان روحوں کو خوش کرنے کے لیے قربانیاں دیتے تھے جن کے لیے موسم، وقت ، ھوا کے رخ وغیرہ کی شرطوں کا بڑا لحاظ رکھتے تھے ۔ بزرگوں کے مقبروں پر جاکر مرادیں مانگتے تھے ۔ ان کی سوسائٹی میں حسب ذیل پانچ سزائیں رائج تھیں موت ، جلاوطنی ، تازیانہ یا لعنت ، سلاخ ، اور جرمانہ ۔ سزا دینے کے لیے تین جگہیں عدالت کا احاطہ ، کھلا میدان اور چوک مقرر تھیں ۔ ان میں آٹھ قسم کی موسیقی رائج تھی جو دھات ، پتھر ، بانس ، سنکھ ، مٹی کے برتنوں ، لکڑی ، چمڑے اور رسی کے اوزاروں سے پیدا کی جاتی تھی ۔ کچھوؤں پر تعویذ بنا کر، اور نردوں وغیرہ سے شگون لیتے تھے۔ اور کسی اہم کام کا فیصلہ کرنے کے لیے بادشاہ کی رائے ، سرداروں کی رائے ، عوام کی رائے ، نردوں کے شگون ، کچھوے کے شگون سے استفسار کرنا لازمی خیال کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ خاص مواقع پر ایک کتاب کھول کر فال بھی لیتے تھے جس میں تاؤ ازم کی ہدایات مرقوم تھیں ۔ ۲۲۰۰ ق ۔ م تک چین میں ریشم کا کپڑا چک کی صورت میں بنا جاتا تھا ۔ رنگا ہوا چمڑا استعمال ہونے لگا تھا ۔ پہلے

نشے کے لیے ہلکی شراب اور گھوڑی کا پھٹا ہوا دودھ پیتے تھے ۔ لیکن دو ہزار قبل مسیح کے قریب تیز شرابیں بھی ایجاد ہونے لگیں ۔ اس دور کے چینی طویل عمر کے شوقین تھے ۔ اور خیال کرتے تھے کہ نیک زندگی بسر کرنے کا صلہ طویل عمر کی صورت میں ملتا ہے ۔ جوانی کی موت اور حادثے کی موت کو معیوب سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ نیک آدمی کو مرنے سے پہلے موت کے وقت کی خبر ہو جاتی ہے ۔ چینی اس زمانے میں اپنے لٹریچر کا کافی ذخیرہ جمع کر چکے تھے ۔ ھیا خاندان کے ۲۸ بادشاہوں نے چین پر ۱۷۹۴ ق ۔ م تک حکومت کی ۔

دیگر ایشائی ملکوں کی حالت

ہندوستان میں اسی دور میں وادیٔ سندھ کے آبادکاروں نے چھوٹی بڑی ریاستیں قائم کر رکھی تھیں لیکن ان کے آثار ابھی اس قدر فراوانی کے ساتھ دستیاب نہیں ہوئے کہ ان کے حالات پر روشنی پڑتی ۔ ایشیائے کوچک میں حتی قوم کے لوگوں کی ریاستیں آباد تھیں اور در دانیال کے مشرق ساحل پر حصارلک کی بستی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھی ۔

ترکستان کے زراعت کاروں کی آبادی آناؤ کی دوسری تہ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں یہ لوگ نئی نسل کے بیل ، اونٹ ، سوئر اور کتے پالنے لگے تھے ۔ پتھر کی درانتیاں استعمال کرتے تھے ۔ گوپھنے رکھتے تھے ، اور پتھر کے چول والے دروازے بنانے لگے تھے ۔ تانبے کے خنجر اور بھالے بھی دستیاب ہوئے ہیں ۔ ڈھائی ہزار ق ۔ م کے قریب یہ بستی تباہ ہو جاتی ہے اور اس تباہی کے بعد آج تک آباد نہیں ہوئی ۔ بربادی کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید پانی کے وہ چشمے جن سے کاریزیں (زمین دوز نالیاں) نکال کر یہ لوگ اپنی فصلیں سیراب کرتے تھے خشک ہوگئے ہوں گے اس لیے یہ لوگ بستی چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ یا کسی وبا کا شکار ہو کر بھاگ گئے ہوں ۔ تیسرا سبب یہ بھی قیاس کیا جارہا ہے کہ سرسبز میدانوں کے خانہ بدوش قبیلوں نے حملہ کرکے اس بستی کا خاتمہ کردیا ہوگا ۔

جو اس زمانے کے بعد ایشیا اور یورپ کے بہت سے ملکوں میں پہنچے ۔ شاید آناؤ کی بربادی ان قبائل کی نقل و حرکت کا اولین شکار ہوئی ہو۔

وسطی ایشیا کے وسیع اور سرسبز میدانوں میں جن کا سلسلہ یورپ کے وسطی ملکوں تک پھیلتا چلا گیا ہے نوع انسانی کے خانہ بدوش قبیلے اس وقت کی دنیائے متمدن سے بالکل الگ تھلگ زندگی بسر کر رہے تھے ۔ صحرائے عرب کے خانہ بدوش قبائل سے ان اقوام کی حالت مختلف تھی ۔ کیونکہ عرب کے بدوی قبائل کے دائیں اور بائیں یعنی مشرق و مغرب میں سمیریہ اور مصر قدیم کی متمدن تہذیبیں ترقی کر رہی تھیں جن سے انہیں آئے دن مختلف قسم کے واسطے پڑتے رہتے تھے ۔ لیکن وسطی ایشیا کے سرسبز میدانوں میں بسنے والے قبائل کی دنیا ہی الگ تھی ۔ وہ ان وسیع میدانوں میں جو ہزاروں میلوں تک دامن پھیلائے ہوئے تھے ، اپنے مویشی کے گلے لیے پھرتے تھے ۔ اور ہزاروں میل ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر نکل جاتے تھے ۔ خانہ بدوشوں میں خیل بندی کا طریق رائج ہونا بدوی زندگی کا ایک لازمی نتیجہ تھا ۔ اس لیے ان کے مختلف خیلوں کے درمیان سرسبز گھاس والے خطوں پر قبضہ جمانے کے لیے لڑائیاں ہوتی تھیں اور جو قوم غالب آتی تھی وہ سرسبز خطے پر قبضہ جما کر اسے اپنی سرزمین سمجھنے لگتی تھی ۔ ترکستانات ، بحیرہ خزر کے شمالی علاقے ، وسطی روس میں سیاہ مٹی والی سر زمین کے شمال اور مشرق میں ایک ایسی قوم پھل پھول رہی تھی جو بیلوں ، بھیڑوں ، بکریوں کے گلے زیادہ پالتی تھی ۔ اسی قماش کے لوگ افغانستان اور ایران کے کاهستانوں میں پھرتے تھے ۔ ان اقوام نے نقل و حرکت کی سہولت کے لیے جانوروں سے باربرداری کا کام لینا شروع کردیا ۔ بیلوں اور گھوڑوں کو اس کام کے لیے استعمال کرنے لگے اور رفتہ رفتہ انہوں نے پہیے رکھنے والی بیل گاڑیاں ایجاد کر لیں ۔ جو حرکت اور کوچ کے وقت ان کے خیموں اور سامانوں کو اٹھا کر لے جانے کے لیے بہت کام آتیں ۔ یہ آریہ نسل کے لوگ تھے ۔ جو گزشتہ کئی ہزار سال سے اس وسیع گہوارے میں پرورش پا رہے تھے ۔

ان سے اوپر کے شمالی خطے میں جو منگولیا سے شروع ہوکر سائبیریا کے جنوبی حصوں میں سے گزرتا ہوا وسطی روس کے بالائی حصے تک چلا گیا ہے۔ دوسرے ٹائپ کے قبائل متحرک زندگی بسر کر رہے تھے - اس خطے میں گھوڑوں کی کثرت تھی اس لیے ان قبائل کے پالتو جانور زیادہ تر گھوڑے تھے، جن سے وہ اپنی خوراک کا گوشت حاصل کرتے اور بار برداری کا کام لیتے تھے - گھوڑیوں کا دودھ بھی خوراک کے طور پر استعمال کرتے تھے - اور غالباً اسی دور میں انہوں نے گھوڑے کو سواری کا جانور بھی بنا لیا تھا ۔

اس خطے کے شمال کے سرد برفانی علاقوں میں جو کیمچٹکا ، شمالی سائبیریا ، شمالی یورپی روس ، لیپ لینڈ ، اور سویڈن ، ناروے پر مشتمل ہے رین ڈیئر پالنے والے اور شمال کی سرد اور تند ہواؤں میں جفاکشی کی زندگی بسر کرنے والے قبیلے پھرتے تھے - یہ لوگ برفانی علاقے کے رہنے والے تھے اس لئے سمور اور اس علاقے کے دوسرے جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے - رین ڈیئر ان کے بہت کام کی چیز تھی اس لیے اسے شوق سے پالتے اور اس سے کام لیتے تھے - تبت اور وادیٔ طارم میں دو کوہانوں والے اونٹ پالنے والے لوگ رہتے تھے - شرق الہند کے ملکوں اور جزیروں ، نیز افریقہ اور امریکہ کے براعظموں میں کئی ہزار سال پہلے کی بچھڑی ہوئی نوع انسانی کی جمعیتیں شکار کی تلاش میں سرگرداں تھیں ۔

عام کیفیت گویا دو ہزار ق-م کے قریب سمیریہ اور مصر کے تمدن متعدد داخلی اور خارجی انقلابات کا تجربہ کرتے ہوئے کلی اقتدار رکھنے والے اور پرستش کرانے والے بادشاہوں کے زیر فرمانروائی ترقی کی منزلیں طے کر رہے تھے - یورپ ، ہندوستان اور چین کے دریاؤں کی وادیوں میں زراعت کاروں کی بستیاں پھیل رہی تھیں اور چھوٹی بڑی ریاستیں قائم ہونے لگی تھیں - وسط ایشیا کے پہاڑوں اور میدانوں میں خانہ بدوش اقوام کی متعدد شاخیں نشوونما پا رہی تھیں اور افریقہ ، آسٹریلیا اور امریکہ میں انسان ابھی شکاریوں کی وحشیانہ سی زندگی بسر کر رہے تھے -

ڈھائی ہزار ق۔م سے دو ہزار ق۔م تک کے عرصے میں وسطی افریقہ ، عرب اور وسط ایشیا کے بدوی قبائل میں حرکت کے آثار نظر آ رہے ہیں ۔ جو سمیریہ اور مصر کی متمدن آبادیوں کے لیے تکلیف اور پریشانی کا موجب بنتی رهتی هے ۔ یہ لوگ پتھر سے بنائی ہوئی کلہاڑیاں اور گرزیں استعمال کرتے تھے ۔ یورپ کے مختلف ملکوں سے ان اوزاروں کا ملنا ظاہر کرتا ہے کہ جنوبی روس کے یہ بدوی قبیلے یورپ میں گھس کر وہاں کی امن پسند زراعت پیشہ آبادیوں کے حکمران بن گئے تھے ۔ ان کے پھیلاؤ کے آثار ہنگری اور جرمنی میں بہت زیادہ ملتے ہیں ۔ وسط ایشیا کے قبائل کی حرکت کے باعث متمدن انسانوں کی ایک بستی اناؤ جو مغربی ترکستان میں مدت سے آباد تھی ڈھائی ہزار سال ق۔م کے قریب تباہ ہو جاتی ہے ۔ اگر سمیریہ میں گوتیموں کی یلغار کو ان ہی قبائل کے دباؤ کا نتیجہ سمجھا جائے تو بعید از قیاس نہ ہوگا ۔ سمیریہ کی مملکت کو عرب کے بدوی قبائل کی نقل و حرکت کے باعث جو افتادیں پیش آئی ہیں ان کا تذکرہ اسی باب میں کیا جا چکا ہے ۔ مصر پر حبشی قبائل کی یلغار کا حال مصری داناؤں کے ان نوحوں سے کھلتا ہے جو بھوج پتر پر لکھے ہوئے ملے ہیں ۔

ساتواں باب

برانز دھات کا زمانہ

(دو ہزار سال ق - م سے ایک ہزار سال ق - م تک)

اوزار سازی کے لئے برانز دھات کا استعمال - جزیرہ کریٹ کا تمدن - ترقی یافتہ آرٹ - تجارتی سرگرمیاں - متمدن ملکوں پر بدوی اقوام کی یلغاریں - حتی - کسدی - عیلامی اور چرواہے - حضرت یوسف عزیز مصر - حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل - آریہ قبائل کی نقل و حرکت - ٹرائے کا معرکہ - ایران میں زرتشت کا ظہور - ہندوستان میں مہابھارت اور رامائن کے واقعات - شری کرشن اور رام چندر جی - شاہی نظام حکومت کا استحکام - پانچ بڑی اور روایتی جنگیں -

برانز دھات کے اوزار

دو ھزار سال ق-م سے ایک ھزار سال ق-م تک کے دور میں ۔ جنوب مغربی ایشیا ، مصر ، جزائر ایجئین ، یورپ کے ممالک ، وسط ایشیا اور چین تک کے آثار میں برانز دھات کے اوزار کثرت سے ملتے ھیں ۔ جو اس دور کے انسانوں کی صنعتی ترقی کا پتا دے رھے ھیں ۔ پچھلے دور کی متمدن اور ترقی یافتہ اقوام کے حالات میں بتایا جا چکا ھے کہ تانبے اور سونے کو کانوں سے نکال کر زیورات یا ثروت کے طور پر استعمال کرنے اور رکھنے کا رواج تین ھزار سال ق ۔ م بلکہ اس سے بھی پہلے شروع ھو چکا تھا ۔ کوھستان زیگرس ، ایشیائے کوچک ، جزیرہ نمائے سینا ، جزیرہ قبرس اور ھسپانیہ کی کانوں سے تانبا حاصل کرنے کا کام بہت دیر سے جاری تھا ۔ اس کے علاوہ ٹرانسلوینیا اور جنوب مغربی ایشیا کی کانوں سے سونا نکالنے اور اسے قیمتی تجارتی مال کے طور پر بادشاھوں کے درباروں تک لے جانے کا سراغ بھی مصر و عراق کے آثاروں سے مل چکا ھے ۔ تانبا اور سونا دونوں نرم دھاتیں ھیں جن سے تیز دھار والے اوزار جو شکار اور جنگ میں کام دے سکیں نہیں بنائے جا سکتے تھے ۔ اس لیے ان سے جو اشیا بنائی جاتی تھیں وہ محض آرایشی اور نمایشی ھوتی تھیں ۔ معلوم ھوتا ھے کہ دو ھزار سال ق ۔ م کے قریب حصارلک کی تجارتی بستی کے کاریگروں کو تانبے میں دس فیصد قلعی ملا کر ایسی سخت دھات بنانے کا گر ھاتھ آگیا جس سے تیز دھار والے سخت اوزار کامیابی کے ساتھ بنائے جا سکتے تھے ۔ حصارلک کی بستی ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر در دانیال کے قریب آباد تھی جس کے تہ بہ تہ آثار کھودے جا چکے ھیں ۔ ان آثار سے بہت سے قیمتی تاریخی سراغ ملے ھیں ۔ حصارلک کے مشرق میں جو پہاڑ قریب ھی واقع ھیں وھاں تانبے کی کانیں تھیں ۔ غالباً قلعی بھی ان کانوں سے ملتی

ہوگی ۔ حصارلک کے باشندے جو پہلے مٹی کے برتن اور دیگر دستی مصنوعات کو جزائر ایجئین کے کشتی ران بحری تاجروں کے ھاتھ فروخت کیا کرتے تھے اب برانز دھات کے اوزار بھی بیچنے لگے ۔ ظاھر ھے کہ حصارلک کے تاجروں نے تانبے کے ساتھ قلعی ملا کر برانز دھات بنانے کے راز کو صدیوں اپنے تک اور اپنی اولاد تک ھی محفوظ رکھا ھوگا ۔ لیکن ان اوزاروں کی مانگ اتنی شدید تھی کہ برانز کے اوزار کلہاڑیاں ، خنجر ، چھریاں ، نیزوں کے پھل اور تیروں کے سوفار وغیرہ سو دو سو سال کی مدت میں آئر لینڈ سے لے کر چین تک پھیل کر استعمال ھونے لگے ۔ یورپ کے اکثر حصوں سے اس دور کی جو اشیا ملی ھیں ان میں مٹی کے برتنوں کے ڈیزائن اور برانز دھات کے اوزاروں کی ساخت صاف پتا دے رھی ھے کہ ان سب کا اصل منبع ایک ھی ھے اور وہ حصارلک کی بستی ھے جو اس زمانے میں دنیائے مشرق و مغرب کے درمیان بہت بڑا تجارتی مرکز تھی ۔

حصارلک کی بستی ۱۹۰۰ ق ۔ م کے قریب ایک بدوی قوم کی یلغار کا شکار ھو کر تباہ ھوگئی اور صدیوں اپنی سابقہ عظمت حاصل نہ کر سکی ۔ ظاھر ھے کہ اس افتاد کے بعد حصارلک کے کاریگر گرد و پیش کے ممالک میں بکھر گئے ھوں گے ۔ بلکہ قلعی اور تانبے کی کانوں کے پیچھے دور دور تک جا پہنچے ھونگے ۔ اس تباھی کے باعث برانز دھات بنانے کا علم اطراف و اکناف عالم میں پھیل گیا ۔ اور اس دھات کے آوزاروں کا استعمال اتنا عام ھوگیا کہ اس نئی دریافت کے باعث اس ھزار سالہ دور کا نام تاریخ کے اوراق میں برانز دھات کا زمانہ قرار پا گیا ھے ۔

جزیرہ کریٹ کا تمدن

اس دور میں جزیرہ کریٹ کا تمدن باقی ملکوں سے بہت پیش پیش نظر آرھا ھے ۔ کریٹ اور اس کے نواحی سمندر بحیرہ ایجئین کے جزیروں کے باشندے صدیوں سے کشتی رانی کے ذریعے بحری تجارت کر رھے تھے پہلے ۔ ان کی آمد و رفت مصر ، شام ، ایشائے کوچک ، یونان ، سسلی اور اٹلی تک محدود تھی لیکن جوں جوں کشتی سازی

کا فن ترقی کرتا گیا ۔ کریٹ کے تاجر دور و دراز کا سفر اختیار کرنے لگے ۔ هسپانیه ، پرتگال ، مغربی فرانس اور آئرلینڈ تک کے ساحلی علاقوں میں کریٹی تمدن کے آثار پائے گئے هیں ۔ حصارلک کی مصنوعات کو یورپ میں فروغ دینے اور یورپ کے پس مانده لوگوں میں مدنیت کا شوق پیدا کرنے میں ان کریٹی تاجروں کا بہت حصه هے ۔ کریٹی تاجر شام سے زیتون کا تیل اور لبنان سے دیودار کی خوشبودار لکڑی مصر پہنچاتے تھے ۔

اور یورپ کی پیداوار مثلاً سونا ، تانبا ، قیمتی پتھر ، عنبر وغیره مشرق ملکوں میں لا کر فروخت کیا کرتے تھے ۔ اس تجارت کے باعث یه لوگ بہت مالدار هوگئے ۔ ان کے تمول کا سراغ کریٹ کے دو شہروں کے کھنڈروں سے نیز کریٹی تاجروں اور بادشاهوں کی قبروں سے ملتا هے ۔ کریٹ کے دو شہروں کنوسس اور فائیسٹس کے شاهی محلات کے نقشے بہت ترقی یافته نظر آ رهے هیں۔ ان میں غسل خانے ، نالیاں ، پانی لانے کے نلکے ، پرائیویٹ کمرے ، سلوں کے فرش اور مندر جدا جدا نظر آرهے هیں ۔ مٹی کے بنے هوئے اونچے اور لمبوترے گھڑوں کے علاوه جو زیتون کا تیل رکھنے، لانے اور لے جانے کے لیے استعمال هوتے تھے ۔ مٹی کے نهایت نفیس اور نازک برتن بھی ملے هیں ۔ جن کی دیوار اتنی پتلی هے که اسے انڈے کے چھلکے سے مشابهت دی جا سکتی هے ۔ برانز دهات کی کلھاڑیاں ، تکوے اور خنجر بھی ملے هیں ۔ ایک مندر سے ایسی دیوی کی مورتی ملی هے جس کے دونوں هاتھوں میں سانپ هیں ۔ قربان گاه پر دو پھلوں والا کلھاڑا ۔ سنکھ اور گھونگے پڑے هیں۔ دیگر اشیا میں ایک سونے کا پیاله هے جس پر سنار نے دو بیلوں کی نهایت خوبصورت تصویریں بنائی هیں ۔ هاتھی دانت اور سونے کی مورتیاں هیں جو سانپوں والی دیوی کی هیں اور ایسے غوطه خور یا بازیگر لڑکوں کی هیں جو چھلانگ لگا رهے هوں ۔ آخری دور کے محلات کی عمارتیں نئے ڈیزائن کی هیں جن میں کھلے صحن بڑے هال کمرے ، پرائیویٹ کمرے ، کارخانے ، مال گدام وغیره موجود هیں۔ دیواروں پر تصویریں بنائی گئی هیں ایک تصویر جو آرٹ کا اعلیٰ نمونه هے

ساقی کی ہے جس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا گلاس (جام) ہے ۔ تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ صرف جانگیا پہنتے تھے ۔ کندھوں پر رومال ہوتا تھا جس کے دونوں سرے گلے کے قریب اگلی طرف سوئی سے ٹانک لیے جاتے تھے ۔ بازو پر کنگن پہنتے تھے ۔ کپڑے منقش اور رنگ دار ہوتے تھے ۔ عورتیں پشوازیں پہنتی تھیں ۔ اور گلے میں ایسی کرتیاں پہنتی تھیں جن کا گلا سینے کے ابھار تک کھلا ہوتا تھا ۔ اور گردن کے پیچھے ایک اوپر کو الٹا ہوا کالر ہوا کرتا تھا ۔

کریٹ کے تاجروں نے یونان کی سرزمین پر بھی بستیاں قائم کر رکھی تھیں جہاں انھوں نے ایک نئی ریاست قائم کر لی تھی ۔ اس ریاست کے بادشاہوں کی قبروں سے سونے کے نقاب ملے ہیں جو مردوں کے چہرے ڈھانپنے کے لیے رکھے گئے تھے ۔ اس کے علاوہ سونے کی انگیائیں ، سونے کے تاج ، سونے کی مہریں ، چوڑیاں اور پیالے بھی ہیں ۔ اوزار برانز دھات کے ہیں جن کے قبضوں پر سونے اور چاندی کی مرصع کاری ہے ۔ شکار کے نظاروں کی تصویریں بنائی گئی ہیں ۔ کریٹیوں نے یونان کی سر زمین میں ڈیلفی کے مقام پر ایک بڑا مندر تعمیر کر رکھا تھا جس میں سانپوں والی دیوی کی پرستش ہوتی تھی اور مندر کی بڑی پجارن غیب کی باتیں بتایا کرتی تھی ۔ اور سوالوں کا جواب دیتی تھی ۔

کنوسس کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۰۰ ق ۔ م کے قریب یہ شہر ایک دفعہ تباہ ہو کر پھر آباد ہوا ۔ اس تباہی کی وجہ عام لوگوں کی بغاوت تھی جنھوں نے شاہی محلات نذر آتش کر دئیے ۔ ۱۵۸۰ ق ۔ م میں کنوسس پھر تباہ ہوا اس دفعہ تباہی کی وجہ زلزلہ تھا ۔ قریب کے آتش فشاں پہاڑ کے لاوے سے مٹی کے برتن برآمد ہوئے ہیں جو اس زمانے کی صنعت کا پتا دے رہے ہیں ۔ ۱۴۰۰ ق ۔ م کے قریب کریٹ پر ایک اور تباہی آتی ہے اس کے محلات شہر اور بستیاں سب نذر آتش کر دی گئیں ۔ اس تباہی کا سبب ایک نئی قوم کی یلغار سمجھی جا رہی ہے ۔ جو جنوبی روس کے میدانوں سے چل کر جنوب

کی طرف بڑھتی ہوئی یونان کی سر زمین پر قابض ہو چکی تھی ۔ یہ حملہ آور بدوی یعنی خانہ بدوش وحشی تھے ۔ اور ہیلی یا ہیلینی کہلاتے تھے ۔ وسط ایشیا کے ان آریہ قبائل کے بھائی بند تھے ۔ جو اس زمانے میں ایران اور ہندوستان میں داخل ہو رہے تھے ۔ اس تباہی کے بعد کریٹ پھر نہ ابھر سکا ۔

کریٹ کے اس دور کا یہ تمدن اور تمول ظاہر کرتا ہے کہ کریٹ کے کشتی رانوں کی تجارت کتنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی ۔ یونان کے ہیلی قبائل کے حملے سے کریٹ کی بربادی کے بعد کریٹی باشندے شام کے ساحل پر جا کر آباد ہوگئے جہاں انہوں نے بستیاں اور ریاستیں قائم کیں ۔ کریٹی پہلے بھی شامی نسل کے لوگ تھے ۔ ساحل شام پر آباد ہونے کے بعد انہوں نے پھر کشتی رانی اور تجارت کا کام شروع کر دیا ۔ اور چند صدیوں میں پھر بحیرہ روم کی تجارت ان کے ہاتھ آگئی ۔ شام کے ساحل پر ان کی دو بستیوں ٹائر اور سیدون[1] نے بہت ترقی کی۔ اگلے دور میں یہ بستیاں گزشتہ دور کے حصارلک اور کریٹ کی طرح دنیائے متمدن کا تجارتی مرکز بن گئیں ۔ شام کے یہ جہاز ران تاریخ میں فینقی کے نام سے موسوم ہیں ۔

خانہ بدوش اقوام کی یلغاریں

جنوب مغربی ایشیا اور مصر کی سر زمین جو دو ڈھائی ہزار سال سے تمدن و ترقی کا گہوارہ چلی آتی تھی اس دور کے آغاز میں خانہ بدوش وحشی قبائل کی یلغاروں کی آماج گاہ بنی ہوئی نظر آتی ہے جس کے باعث تمدنی ترقی کی رفتار بہت سست پڑ گئی ۔ اس زمانے کو (دو ہزار ق ۔ م سے ڈیڑھ ہزار ق ۔ م تک) اگر دور ظلمت و وحشت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا ۔ حملہ آور قبیلے جنہوں نے ان ملکوں کو تاراج کیا تعمیر و تحریر کے فن سے نا آشنائے محض تھے ۔ تا ہم ان کی آمد سے ان ملکوں میں حمل و نقل کے ایک نئے ذریعے گھوڑے اور رتھ کا استعمال رائج ہوا جسے یہ حملہ آور اپنے ہمراہ لے کر آئے تھے ۔ حمورابی کے زمانے تک عراق (مملکت بابل) میں ، اشوریہ میں ، ایشیائے کوچک میں ، شام و فلسطین میں اور مصر میں بار برداری کے لیے صرف گدھوں اور اونٹوں کو

---

1 صور اور صیدا۔

استعمال کیا جاتا تھا - ان ملکوں میں بسنے والے لوگوں نے پہیے والی گاڑیاں جن کو بیل اور گھوڑے کھینچتے تھے ایجاد نہ کی تھیں - اس ایجاد کا سہرا وسط ایشیا کے خانہ بدوش آریہ قبائل کے سر پر ھے جن میں دو ھزار ق - م کے بعد ایک عام اضطراب پیدا ھوا اور وہ وسطی اور جنوبی یورپ ، جنوب مغربی ایشیا ، ایران اور ھندوستان کی سر زمینوں کی طرف جوق در جوق پھیلنے لگے - اور ان ملکوں کے حکمران بن گئے -

سمیریہ - بابل - اشوریہ اور ایشیائے کوچک

۱۹۰۰ ق - م کے قریب خانہ بدوشوں کی ایک قوم نے ایشیائے کوچک کی سر زمین کو سر کیا اور اس قوم کے سردار برناس نے اس سر زمین میں بادشاھی قائم کرلی - یہ قوم حتی کہلاتی تھی - حصارلک کی صنعتی اور تجارتی بستی کو تباہ کرنے کا شبہ بھی اسی بادشاہ برناس یا اس کے جانشین پر کیا جاتا ھے جس کے باعث حصارلک کے کاریگر جو برانز دھات کے اوزار اور خاص ڈیزائن کے مٹی کے برتن بناتے تھے دور دور ملکوں میں منتشر ھو گئے - حتیوں کے ایک دو کتبے جو کھدائی میں دستیاب ھوئے ھیں ظاھر کرتے ھیں کہ برناس اور اس کے جانشینوں نے اشیائے کوچک کی سابقہ ریاستوں کے حکمرانوں کی شہزادیوں سے شادیاں کیں - ان شہزادیوں کے نام بھی بادشاھوں کے نام کے ساتھ لکھے ھوئے ھیں - برناس کے جانشینوں نے اپنی مملکت کو وسعت دینے کے لئے کوششیں جاری رکھیں ۱۸۷۰ ق - م میں حتیوں نے بابل کو تاراج کیا جہاں حمورابی کی اولاد حکمران تھی - ان بادشاھوں کو خلیج فارس کی ساحلی ریاست کے حکمرانوں نے بہت پریشان کر رکھا تھا - جنھوں نے بابل تک پرانی سمیری مملکت کے تمام شہر فتح کر لیے تھے - اس ساحلی ریاست کے حکمران عرب کے ان بدوی قبائل میں سے تھے جو سمیریہ کی مملکت میں صدیوں سے داخل ھو رھے تھے اور طاقت پکڑ کر نیز سمیریہ کے داخلی انقلابات کے باعث دجلہ و فرات کے دھانے کی سر زمین میں اپنی مستقل ریاست قائم کر بیٹھے تھے -

حتیوں نے بابل کو تاراج کرنے کے بعد وہاں حکومت قائم نہ کی - ان کا لشکر واپس چلا گیا - شہر جنوبی ریاست کے حکمرانوں کی مملکت میں شامل ہوگیا - تا آنکہ ۱۶۷۰ ق - م میں شمال مغرب کے ایک بدوی قبیلہ کسدی کے بادشاہ گنداش نے بابل فتح کر کے وہاں نئے خاندان کی بادشاہی قائم کر لی - یہ کسدی ان لوگوں کی اولاد ہوں گے جو گو اور سو کے نام سے سمیریہ اور بابل کی شمال مغربی سرحد پر شور شیں برپا کرتے رہتے تھے - یا وہ وسط ایشیا سے آنے والے بدوی قبائل کی تازہ لہر ہوں گے - یہ لوگ کھلی رنگت کے تھے اور ان کی آمد کے باعث عراق میں گھوڑے اور رتھ کا رواج چلا - اسی لئے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسدی بھی حتیوں کی طرح آریہ قوم کے لوگ تھے -

حتیوں کے آریہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ ان کی پرانی اور اصلی زبان کے کتبوں میں ورونا ، متھرا ، اندرا ' نسانی انا دیوتاؤں کے نام درج ہیں - یہی نام ان آریاؤں کی کتابوں میں بھی ملتے ہیں جو اس دور میں افغانستان کی راہ سے پنجاب کی سر زمین میں داخل ہوئے تھے -

ان بدوی قبائل کے ایک قبیلہ نے شرق اردن میں ایک ریاست قائم کی جو میتنی کہلاتی تھی - اس ریاست کے بعض حکمرانوں نے شاہان مصر کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر لیے تھے - یہ ریاست اس دور کے نصف آخر میں حتیوں کی مملکت اور مصریوں کی سلطنت کے درمیان بفر (فاصل) کا کام دیتی رہی - آثار سے کھری قبیلہ کی ایک ریاست کا حال بھی معلوم ہوتا ہے جو شام کی سرحد پر قائم ہوئی -

اشوریہ میں جس کا محل وقوع کردستان میں تھا وہاں کے مقامی بادشاہ حکمرانی کرتے رہے - کوئی ایسی آثاری شہادت نہیں ملی جس سے اس ریاست کے داخلی یا خارجی انقلاب کا حال کھلتا -

حتی اور کسدی اقوام کے لوگ نیز خلیج فارس کی ساحلی مملکت کے حکمران بدوی قبائل سے تعلق رکھتے تھے اس لیے ان کے بادشاہوں کے کتبے

بہت کم دستیاب ہوئے ہیں - ان کے ہاں سمیری اور بابلی کاتب اور منشی تحریر کا تھوڑا بہت کام سر انجام دیتے تھے - جو محض ریاستی خط و کتابت یا حسابات رکھنے کے متعلق تھا - کسدی بادشاہوں نے اپنی سرحدات پر حد بندی کے جو پتھر نصب کرائے ان پر کتبے مفقود ہیں - بعض جانوروں اور انسانوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں - ایک دو کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسدی خاندان کے کل چھتیس بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی - اس طرح ایشیائے کوچک کے حتی بادشاہوں کی بعض نا مکمل سی فہرستیں بھی ملی ہیں - ان فہرستوں سے نیز بعد کے واقعات کی بیرونی آثاری شہادتوں سے پتا چلتا ہے کہ ایک ہزار ق - م تک عراق اور ایشیائے کوچک میں حتیوں اور کسدیوں کا غلبہ رہا - لیکن یہ کھلی رنگت والے لوگ ان ملکوں کے پہلے باشندوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر کے خلط ملط ہوتے چلے گئے -

عیلامیوں کا تمدن عیلام کی قدیم ترین ریاست دجلہ و فرات کی سر زمین کی ریاستوں کے انقلابات و حوادث میں شروع ہی سے برابر کی شریک چلی آرہی ہے - سوسہ کے آثار ظاہر کرتے ہیں کہ عیلامستان میں طوفان نوح سے پہلے متمدن بستیاں قائم ہو چکی تھیں - اس کے شہروں انشان اور آوان وغیرہ کا تذکرہ دجلہ و فرات کی سرزمین کی ریاستوں کے جھگڑوں میں بار بار آتا رہا ہے - آثار ظاہر کرتے ہیں کہ سمیریہ اور بابلیہ میں کسدیوں کی حکومت قائم ہونے پر عیلام کی ریاست قدیمی تمدن کی محافظ بن گئی - انطاش ہوبن شاہ عیلام نے جس کا عہد حکومت ۱۲۶۵ ق-م سے ۱۲۴۵ ق-م تک تھا بہت سی عمارتیں تعمیر کرائیں اور اپنی ملکہ نائییر آسو کی ایک قد آدم مورتی پیتل سے بنوائی - عیلام کے ایک اور بادشاہ شہاک انشوشینک (۱۱۶۵ ق - م سے ۱۱۵۱ ق - م تک) نے عیلام کی سلطنت کو بہت توسیع دی - بہت سے مندر تعمیر کرائے - عمارتیں بنوائیں - یادگاریں قائم کیں - اس عہد کی بنی ہوئی ایک پیتل کی تختی ملی ہے جس پر منبت کاری سے عیلامی سپاہیوں کی تصویریں کندہ کرائی گئی ہیں - ان کے سروں پر خودیں ہیں - داڑھیاں ترشی ہوئی ہیں - اونچی آستینوں کے کرتے پہن رکھے ہیں - چھوٹی

سیدھ شمشیریں ھاتھ میں ھیں - بائیں کندھے پر کمانیں لٹک رہی ھیں - پشت پر ترکش ھے جو سینے پر کی پٹی سے بندھا ھوا ھے - کمر کی پٹی میں گرز اٹکایا ھوا ھے - عیلام کے مندروں میں بادشاھوں اور شاھی خاندان کے افراد کی مورتیاں بھی رکھی جاتی تھیں جن سے ظاھر ھوتا ھے کہ یہ بادشاہ اپنی پرستش کراتے تھے - سوسہ کے قریب درختوں کا ایک مقدس جھنڈ تھا جس میں کسی انسان کو داخل ھونے کی اجازت نہ تھی[1] - لوگ اسے دیوتاؤں اور روحوں کا مسکن خیال کرتے تھے - ۱۱۲۰ ق - م کے قریب بنوکدنضر اول شاہ بابل نے عیلام کو تاراج کیا - جس کا نتیجہ یہ ھوا کہ ایلم میں دو سو سال کے لیے طوایف الملوکی کا دور دورہ رہا -

مصر - فلسطین اور شام

دو ھزار ق - م میں مصر میں گیارھویں شاھی خاندان کا بادشاہ مینطو ھوطپ حکمران تھا ، جس نے مصر کی داخلی بد امنی کا جس نے معاشرتی اور سماجی نظام کو درھم برھم کر رکھا تھا خاتمہ کرکے از سر نو مصر کی متحدہ سلطنت قائم کی - اس بادشاہ نے تیس سال حکومت کی - اس کا عہد امن اور خوشحالی کا دور تھا - اس نے جزیرہ نمائے سینا میں کانوں پر قبضہ کرنے کے لیے ایک فوجی مہم بھیجی - اس کی وفات پر اس کے وزیر امے نیم ھط نے بارھویں شاھی خاندان کی بنیاد رکھی - یہ شخص بھی بڑا منتظم حکمران تھا - اس نے قاھرہ کے قریب ایک نیا شہر بسایا - اس کے جانشینوں نے نوبہ کی سونے کی کانوں اور سینا کی تانبے اور عقیق کی کانوں میں از سر نو کام شروع کرایا - ایک جانشین سن سوریت سوم نے دریائے نیل کی پہلی آبشار کے پاس نئی نہر کھدوائی تاکہ نیچے سے اوپر جانے والی کشتیاں آبشار سے بچ کر نکل سکیں - اس بادشاہ

1- شداد کے ارضی بہشت کے متعلق جو روایت مشرقی لٹریچر میں درج ھے وہ غالباً اسی جھنڈ کے متعلق ھوگی جس کے دروازے پر شداد نے جان دے دی تھی اس حادثے کے بعد اس ارضی بہشت (باغ) میں لوگوں نے داخل ھونا بند کر دیا ھوگا - اور آھستہ آھستہ یہ باغ مقدس جھنڈ کی صورت اختیار کر گیا - مولف -

نے دوسری ابشار پر اپنی مملکت کی حد مقرر کی اور سرحدی چوکیاں قائم کردیں تاکہ حبشی قبائل شمال کی طرف نہ آ سکیں۔ اس خاندان کے بادشاہوں نے وادیٔ سینا کے برباد شدہ کنوؤں کی مرمت کرائی اور نئے کنوئیں بنوائے۔ آبپاشی کے انتظام کو ترقی دی۔ ۱۷۸٦ ق ۔ م تک مصر میں خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ رہا۔ اس کے بعد حالات خراب ہوگئے۔ کیونکہ مملکت مصر کے شمالی حصے میں جو دریائے نیل کے دھانے کی سر زمین ہے مشرق سے آنے والے بدوی قبائل گھس آئے تھے۔ اور خود مصر میں خانہ جنگی رونما ہونے لگی تھی۔ اس خاندان کی ایک ملکہ کے خاوند نے ملکہ کی وفات پر بادشاہ بننا چاہا۔ تھیبس شہر کے باشندوں نے اس کے خلاف بغاوت کردی اور اپنا بادشاہ قائم کر دیا۔

حضرت یوسفؑ عزیز مصر

اسرائیلیوں کی روایات میں حضرت ابراہیمؑ کے پڑپوتے حضرت یوسف کے مصر کے بازار میں فروخت ہونے اور عزیز مصر (وزیر مالیات) کے گھر میں پرورش پانے کی جو داستان درج ہے، وہ اسی بارھویں خاندان کے کسی بادشاہ کے عہد سے متعلق ہوگی۔ یوسف جو عزیز مصر بن کر اپنے بھائیوں کو مصر کی سر زمین میں آباد کرنے کا موجب بنے ۱۸۰۰ ق ۔ م کے قریب مصر میں اپنی نشیب و فراز سے بھری ہوئی زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔ روایت یہ ہے کہ یوسف ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے سوتیلے بھائیوں نے انہیں عرب تاجروں کے ہاتھ جن کا قافلہ مصر کو جارہا تھا، غلام بچہ کے طور پر فروخت کر دیا۔ مصر کے بازار میں عزیز مصر نے انہیں خریدا۔ یوسف جوان ہوئے تو عزیز مصر کی بیوی نے ان پر بہتان لگا کر انہیں قید کرا دیا۔ یوسف بارہ سال قید خانے میں رہے جہاں بادشاہ کا ساقی اور باورچی بھی قید تھے۔ یوسف نے ان دونوں کو خوابوں کی تعبیر بتائی ساقی پھر یوسف کی بتائی ہوئی۔ تعبیر کے مطابق اپنے منصب پر بحال ہوگیا اور باورچی کو موت کی سزا ملی۔ چند سال بعد بادشاہ نے خواب دیکھا کہ گندم کی سات خشک بالیاں ہری بالیوں کو نگل گئیں اور سات دبلی گائیں موٹی تازی گایوں کو کھا گئیں۔ درباری معبر تعبیر بیان کرنے

سے قاصر رہ گئے ساقی کو یوسف یاد آگئے ۔ اس نے بادشاہ سے تذکرہ کیا ۔ یوسف نے تعبیر بتائی کہ پہلے سات سال خوشحالی کا دور رہے گا ۔ پھر سات سال مسلسل قحط سالی کا دور دورہ ھوگا اس لیے بادشاہ کو چاھیے کہ خوشحالی کے دور میں غلہ ذخیرہ کرلے تاکہ قحط سالی کے زمانے میں کام آسکے ۔ بادشاہ نے یوسف کو عزیز مصر کے عہدے پر فائز کردیا تاکہ وھی غلے کو ذخیرہ کرنے کا انتظام کریں ۔

قحط کا زمانہ آیا تو کنعان سے یوسف کے بھائی غلہ خریدنے کے لیے مصر گئے ۔ جہاں یوسف نے انہیں پہچان لیا اور اپنے باپ اور بھائیوں کو اپنے پاس بلا لیا ۔ اس واقعہ سے چھ سات سو سال بعد کی مصری تحریر سے معلوم ھوتا ھے کہ اسرائیلی قوم یعنی حضرت یعقوب کی اولاد مصر کے ایک خطہ گوشن میں آباد تھی ۔ اتنی صدیوں میں اس کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی قبطی (مصر کے اصلی باشندے) انہیں اپنا غلام سمجھتے تھے ۔ اور ان سے جسمانی مشقتوں کے کام لیتے تھے ۔

یوسف کی داستان میں قحط سالی کے دور کا جو تذکرہ ھے وہ شام، فلسطین اور کنعان کے بدوی قبائل کے اضطراب کی وجہ کا سراغ بتا رھا ھے ۔ جو اس زمانے میں ان بدوی قبائل کو مصر کی سر زمین کی طرف لایا ۔ اور مصر کی تاریخ میں زبردست انقلاب کا موجب بنا ۔ یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تو یوسف عزیز مصر کی وجہ سے گوشن میں آباد ھوگئے لیکن فلسطین، کنعان اور شام کے بدوی قبیلے مصر کی سر زمین میں بزور گھسنے لگے ۔ جنھوں نے پہلے ڈیلٹا کی سر زمین کو سر کیا پھر مصر کو فتح کرکے وھاں اپنی بادشاھی قائم کر لی ۔

مصر کے چرواھے بادشاہ ۱۷۹۰ ق ۔ م سے ۱۶۹۰ ق ۔ م تک مصر میں طوائف الملوکی کا دور دورہ رھا ۔ اس دور میں مصر کے شمالی حصے میں فلسطین و کنعان کے چرواھوں نے اپنی ریاست قائم کر لی تھی ۔ مصر کے اندر متعدد مقامات پر مقامی نوابوں کی

حکومتیں قائم ہوگئیں ۔ تھیبس میں جو مصر کا پائے تخت سمجھا جاتا تھا یکے بعد دیگرے تیرھویں ، چودھویں اور پندرھویں خاندان کے بادشاہ متمکن ہوئے جن کی حکومت محض برائے نام تھی ۔ ۱۶۹۰ ق ۔ م کے قریب شمالی مصر کے ایک چرواہے بادشاہ نے تھیبس فتح کر کے مصر کے سولھویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی اس خاندان کے بادشاہ ھائیکوس کہلاتے ہیں ۔ چونکہ یہ لوگ بدوی تھے اس لیے ان کے زمانے کی تحریریں بہت کم ملتی ہیں ۔ ان کی حکومت فلسطین و شام تک جو ان کا اصل وطن تھا پھیلی ہوئی تھی ۔ فلسطین کے ایک مقام بیت فلیط سے مٹی سے بنائے ہوئے ایک زبردست قلعے کے آثار ملے ہیں جس کے ارد گرد اسی فٹ چوڑی اور ۲۸ فٹ گہری خندق تھی ۔ اس قلعے کی قبروں میں لاشیں سیدھی لٹائی ہوئی ہیں ۔ ان قبروں سے مٹی کے گھڑے اور برانز کے خنجر اور بن ملے ہیں یہ قلعہ چرواہے بادشاہوں نے مصر فتح کرنے کے بعد تعمیر کیا تھا ۔ خندق کی موجودگی اس بات کا پتا دے رہی ہے کہ ان چرواہے بادشاہوں کو ایشیائے کوچک کے حتیوں کے حملوں کا خطرہ رہتا تھا ۔

ان چرواہے حکمرانوں نے حتیوں کی دیکھا دیکھی گھوڑے اور رتھ کا ستعمال مصر میں رائج کیا ۔

۱۶۲۰ ق۔م میں تھیبس کے نواب سیکن یزے نے بغاوت کرکے مصر کے سترھویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی ۔ اس کے جانشینوں نے چرواھوں کو شمال کی طرف پیچھے دھکیلا ۔ ۱۵۸۰ ق ۔ م میں اٹھارواں خاندان بر سراقتدار آیا جس نے ۱۵۷۵ ق ۔ م میں چرواھوں کو سر زمین مصر سے بے دخل کردیا ۔ وہ فلسطین و شام کی طرف واپس چلے گئے ۔

اٹھارھویں خاندان کی ایک ملکہ ھط شپ سوط نامی نے ۱۵۱۴ ق ۔ م سے ۱۴۷۹ ق ۔ م تک حکومت کی ۔ اس ملکہ نے تھیبس میں ایک بڑا مندر تعمیر کرایا بیرونی ملکوں میں تجارتی وفد بھیجے اور مصر کی تجارت کو ترقی دی ۔ سینا کی وادی مغارہ میں تانبے کی کانوں پر کام جاری کرایا ۔

ٹاٹمیس سوم فاتح شام

اس ملکہ کے جانشین ٹاٹمیس سویم نے فلسطین و شام پر یلغار کی کیونکہ شام کے ایک بادشاہ کادیش نامی نے مصر کی سیادت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ ٹاٹمیس ۱۹ اپریل کو مصر سے چلا اور ۱۰ مئی تک شام کی سرحد پر پہنچ گیا۔ قلعہ میجدو پر لڑائی ہوئی۔ شامیوں نے شکست کھائی۔ کادیش بھاگ گیا۔ ٹاٹمیس نے اکتوبر تک لبنان کا علاقہ سر کر لیا۔ اشوریہ کے بادشاہ نے ٹاٹمیس کو تحایف بھیجے اس بادشاہ نے کادیش کی سرکوبی کے لیے کئی مہمیں بھیجیں آٹھویں مہم میں حلب کا شہر فتح کیا۔ اور کادیش کو گرفتار کرلیا۔ ٹاٹمیس نے مصر کے جنوب میں بھی دریائے نیل کی تیسری آبشار تک سلطنت کو وسعت دی۔ یہ بادشاہ تاریخ عالم میں نئی قسم کا فاتح ہوا ہے جس نے بیرونی ممالک کو سر کر کے اپنی سلطنت کو توسیع دینے کے لیے مہمیں اختیار کیں۔ اس سے پہلے بادشاہ محض تاخت و تاراج کرتے تھے۔ یا اپنے ہی ملک میں طوائف الملوکی کا خاتمہ کرکے ایک مملکت قائم کرتے رہے۔ اس لحاظ سے ٹاٹمیس کو سکندر رومی، چنگیز خاں، سلطان سلیم اور نپولین وغیرہ کا پیش رو سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس کے جانشین امن ہوطپ دوم نے بھی شام پر چڑھائی کی۔ متینیوں کو شکست دی اور مال غنیمت میں پچیس من سونا اور چودہ سو من تانبا لے کر گیا۔ نیز شام کے پانچسو رؤسائے قبائل کو یرغمال کے طور پر اپنے ہمراہ لے گیا۔

اس بادشاہ کے جانشین ٹاٹمیس چہارم نے ایشیائے کوچک کے حتیوں کا خطرہ محسوس کرکے جو شام کی سر زمین کو تہدید کر رہے تھے۔ متینی کی ریاست کے بادشاہ سے رشتہ داری قائم کر لی۔ اس کے جا نشینوں نے بھی اس رسم کو جاری رکھا۔ ۱۴۰۰ ق۔م کے قریب مصر کے بادشاہ ایمن ہوطپ سویم نے بابل کے کسدی بادشاہ کادش من انیل کی بہن سے شادی کی۔ اور کسدیوں کو اپنا حلیف بنالیا۔ امن ہوطپ سویم نے ۱۴۱۱ ق۔م سے ۱۳۷۵ ق۔م تک حکومت کی اور دو بڑے جشن منائے۔ اس بادشاہ کے عہد میں اموری (عرب) قبائل نے شام کی سر زمین کو لوٹا اور شورش برپا کی۔

ایک اور صحرائی قبیلہ ہیبرو (عبرانی؟) نے بھی ہل چل مچائی - اس کے بعد اس کا بیٹا ایمن ہوطپ چہارم تخت نشین ہوا - ایمن ہوطپ چہارم ایک شاعر بادشاہ تھا جس نے بھجن لکھے - اور نیا مذہب رائج کرنے کی کوشش کی - آمن دیوتا کی پوجا کی جگہ آتن دیوتا (سورج) کی پرستش جاری کی - اس بادشاہ کی کوشش یہ تھی کہ مصری قوم ایک ہی دیوتا کی پجاری بن جائے - کیونکہ مصر میں کئی قسم کے مت رائج ہو چکے تھے - بعض لوگ آمن دیوتا کے پجاری تھے - کچھ شامیوں سے آسیریس دیوتا کی پرستش سیکھ چکے تھے - بعض قبیلے دریائی گھوڑے اور گیدڑ کے سر والی مورتیوں کی پوجا کرتے تھے - - یہ بادشاہ اپنے نئے مذہب کو فروغ دینے کا بہت شایق تھا - اس نے اپنا لقب ''اتان کا مظہر،، اختیار کیا اور بیٹیوں کے نام ''اتان کی پیاری،، اور ''اتان کی منظور نظر،، رکھے - اس کے بعد اس کے دو داماد یکے بعد دیگرے بادشاہ بنے - دوسرا طوطنخ اتان تھا - جس نے اپنے خسر کے مذہب کو ترک کر دیا اور اپنا نام طوطنخ آمن رکھ لیا تاکہ آمن دیوتا کے پجاری اس سے خوش ہو جائیں - طوطنخ آمن کا مقبرہ کھولا جا چکا ہے - اس سے بہت سی قیمتی اشیا ملی ہیں - ان سب میں قابل ذکر چیز سونے کے دستے اور لوہے کے پھل والا ایک خنجر ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کے عہد تک لوہے کی دھات دریافت ہو چکی تھی - طوطنخ آمن کا عہد حکومت ۱۳۵۶ ق - م سے ۱۳۵۰ ق - م تک ہے - اس کی وفات پر اس کی ہشتاد سالہ بوڑھی دادی نے ایک بوڑھے مذہبی پیشوا سے شادی کر کے حکومت سنبھالنے کو کوشش کی لیکن سپہ سالار ہورم ہب نے بغاوت کر کے انیسویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھ دی -

حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل اسرائیلیوں کی تاریخ میں جنہوں نے ایک ہزار ق - م کے بعد فلسطین پہنچ کر اپنی حکومت قائم کی مصر سے بنی اسرائیل کی عام ہجرت کا واقعہ بہت اہم ہے - جو حضرت موسیٰ کی تلقینات سے متاثر ہو کر مصر چھوڑنے پر آمادہ ہوئے

مصر کی آثاری شہادتوں سے اس غلام قوم کی ہجرت کا کوئی سراغ تا حال دستیاب نہیں ہوا - لیکن بعد کے واقعات کی تاریخوں کا حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اسی انیسویں خاندان کے کسی بادشاہ کا عہد پایا ہوگا - اکثر علمائے تحقیق کا خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ انیسویں خاندان کے چوتھے بادشاہ ریمیسیس دوم کے عہد میں رونما ہوا جس کی حکمرانی کا دور ۱۲۷۲ ق-م سے ۱۲۳۴ ق-م تک ہے - ریمیسیس بہت جاہ و حشمت رکھنے والا بادشاہ ہو گزرا ہے - اس نے جنوبی سرحد پر حبشی قبائل کی سر کوبی کے لئے مہم بھیجی اور حبشہ کی سر زمین کر سر کیا - اس بادشاہ کی ممی بنائی ہوئی نعش ایک مقبرے سے دستیاب ہو چکی ہے اور ان دنوں قاہرہ کے عجائب گھر میں پڑی ہے - اس کے تاج کی ساخت اور شاہی اقتدار کے دوسرے نشانات سے پتا چلتا ہے کہ اس نے آمن اور آتان دونوں بڑے دیوتاؤں کا مظہر ہونے کی حیثیت اختیار کر لی تھی- مذہبی اور دنیوی حیثیت کا جو بڑے سے بڑا اعزاز ممکن ہو سکتا تھا وہ مصریوں نے اس بادشاہ پر تفویض کر دیا تھا - جس انتہائی اعزاز کے ساتھ اس فرعون کو دفن کیا گیا وہ اس کے تابوت اور اس کے مقبرے کے ساز و سامان سے صاف ظاہر ہو رہا ہے - اس بادشاہ کے عہد کی ایک تحریر سے اتنا سراغ ملتا ہے کہ بعض ایشیائی قبیلے گوشن کی ولایت میں رہتے تھے - جنہیں قبطی اپنا غلام سمجھتے تھے -

روایت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ فرعون مصر کے دربار میں بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے جانے کا مطالبہ پیش کرنے اور معجزات دکھانے کے بعد ایک رات اپنی قوم کو لے کر مشرق کی طرف روانہ ہوگئے - فرعون کے لشکر نے تعاقب کیا - بنی اسرائیل معجزانہ طریق سے بحیرہ قلزم کی کھاڑی کو جو راہ میں حائل تھی عبور کر گئے- فرعون کا لشکر اس خلیج میں طوفان آجانے کے باعث غرق ہوگیا - اس کے بعد بنی اسرائیل نے چند پشتوں تک جزیزہ نمائے سینا میں بدوی طریقے کی زندگی بسر کی - پھر یوشع نبی کی قیادت میں اس قوم کے قبیلوں نے فلسطین پر چڑھائی کی اور آہستہ آہستہ حتیوں اور دوسری

قوموں سے لڑتے ہوئے اس سر زمین پر قابض ہو گئے ۔ جہاں انہوں نے صدیوں حکمرانی کی ۔

حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے بہت جلیل القدر لیڈر تھے ۔ انہوں نے یہودیوں کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلائی سینا کی وادی میں ان کی تربیت کی اور انہیں بت پرستی اور تعدد پرستی سے ہٹا کر توحید پرستی کی تعلیم دی ۔ نیز انہیں بتایا کہ خدا نے فلسطین کی سرزمین ایمان لانے کے انعام کے طور پر بنی اسرائیل کو دینے کا وعدہ کیا ہے ۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ بنی اسرائیل اٹھارویں خاندان کے بادشاہ ایمن ہوطپ سوم کے عہد میں (۱۴۱۱ ق-م سے ۱۳۷۵ ق-م تک) فلسطین کی حدود تک پہنچ چکے تھے کیونکہ اس زمانے کی بعض تحریروں میں فلسطین میں ایبرو (عبرانی) قوم کی شورش کا حال بیان کیا گیا ہے ۔ لیکن حضرت موسیٰ اور ریمیسیس دوم کا ہمعصر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے ۔

مصریوں اور حتیوں کی جنگ

انیسواں خاندان ۱۲۳۴ ق-م تک حکمران رہا ۔ اس خاندان کے بادشاہوں نے بہت سے نئے مندر تعمیر کرائے اور متعدد نئی عمارتیں بنوائیں ۔ آرٹ کی ترقی اور فن تعمیر کے کمال کے لحاظ سے یہ دور مصریوں کے عروج کا آخری دور ہے اس کے بعد کی تعمیرات میں فنی زوال کے آثار نمایاں طور پر نظر آرہے ہیں ۔ اس خاندان کے عہد کا اہم ترین واقعہ ایشیائے کوچک کے حتیوں سے نبرد و پیکار کا بازار گرم ہونا ہے جنہوں نے اٹھارویں خاندان کے آخری بادشاہوں اخن آتان اور طوطنخ آمن کی امن پسندی اور کمزوری سے فایدہ اٹھاتے ہوئے شام کی سرزمین پر قبضہ کرلیا ۔ انیسویں خاندان کے بادشاہوں نے شام کا ملک واپس لینے کے لیے حتیوں سے مسلسل جنگ کا معرکہ شروع کردیا ۔ ہورم ہب کے تیسرے جانشین سیتی اول اور چوتھے جانشین ریمیسیس دوم نے حتیوں کو

شکست دے کر شام کی سر زمین پر از سر نو مصریوں کا تسلط قائم کیا۔ ۱۲۷۲ ق ۔ م میں دونوں سلطنتوں کے درمیان معاہدہ طے ہوا ۔ اور مملکتوں کی حد مقرر ہوگئی۔ اس معاہدے کے ریکارڈ مصر اور ایشیائے کوچک دونوں جگہوں سے ملے ہیں ۔ حتیوں اور مصریوں کے درمیان صلح تو ہو گئی لیکن ان جنگوں نے دونوں کو کمزور کر دیا ۔ حتیوں کی مملکت جو متعدد مقامی ریاستوں کی ایک فیڈریشن تھی ۔ شاہنشہ کی مرکزی طاقت کے کمزور ہو جانے کے باعث پارہ پارہ ہو گئی ۔ مختلف اقطاع کے نوابوں نے اپنے اپنے ہاں آزاد حکومتیں قائم کر لیں ۔ مصر میں ۱۲۳۴ء میں بیسواں خاندان حکمران ہوا جس کی گرفت شام و فلسطین پر بہت ڈھیلی پڑ گئی ۔ اور مصریوں نے مدتوں اس سر زمین کی طرف توجہ نہ کی جو ان کی مملکت کا جزو چلی آرہی تھی شاید اس کا تعلق ریمیسیس دوم کے اس لشکر کی بحیرہ قلزم میں غرقابی سے بھی ہو جو بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے تلف ہو گیا تھا ۔ اس حادثے کی معجزانہ خصوصیت نے ان کے حوصلے پست کر دئے ہوں ۔ لیکن اس واقعہ کے متعلق مصریوں کے ریکارڈ سے کوئی شہادت نہیں ملتی ۔

مصریوں کی معاشرت

دو ہزار ق ۔ م سے ایک ہزار ق ۔ م کے زمانے میں قدیم مصریوں کی معاشرتی حالت قریب قریب وہی رہی جو اس سے پہلے کے دور کے اچھے حالات میں تھی ۔ شاہی خاندان ، رؤسا ، امرا ، مندروں کے پجاری حکمران طبقے کے افراد سمجھے جاتے تھے ۔ عوام ان کے رحم و کرم پر تھے ۔ اس دور میں متوسط طبقہ کے لوگوں کی موجودگی کا سراغ بھی ملتا ہے جو تاجر اہل حرفہ اور سرکاری ملازم ہوا کرتے تھے ۔ تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی ترقی کر گیا تھا ۔ اس دور میں بھی مردوں کی ممیاں بنائی جاتی تھیں ۔ بادشاہوں کو پتھر کے تابوت میں بند کرکے اہراموں میں دفن کیا جاتا تھا ۔ امرا کے مقبرے پہاڑ کاٹ کر بنائے جاتے تھے اور تابوت لکڑی کا ہوتا تھا ۔ تابوت پر متوفی کی تصویر بنادی جاتی تھی ۔ اور ضروری سامان کے ساتھ جو بادشاہوں اور امرا کی حالت میں

بہت قیمتی ہوتا تھا لکڑی کی بنی ہوئی مورتیاں بھی رکھی جاتی تھیں یہ مورتیاں نوکر چاکر سمجھی جاتی تھیں اور حاضر جناب کہلاتی تھیں ۔ مدعا یہ تھا کہ متوفی کی روح کو جب کوئی خدمت لینے کی ضرورت ہو اور وہ پکارے تو یہ مورتیاں خدمت کے لیے حاضر ہوں ۔ مردوں کی تکفین و تدفین کی رسمیں ادا کرنے کے لیے پروہتوں کا ایک مستقل طبقہ قائم ہو گیا تھا ۔

یورپ کے حالات

دو ہزار ق ۔ م سے ایک ہزار ق ۔ م تک کے دور میں بھی یورپ کے باشندے تمدنی دوڑ میں مصر و عراق اور چین کے باشندوں سے صدیوں پیچھے نظر آرہے ہیں ۔ اس زمانے میں کریٹ ، یونان اور شام کے تاجر معدنی پیداوار کی تلاش اور تجارت کے سلسلے میں یورپ کے جنوبی اور مغربی ساحلوں کو کھنگالتے رہے ۔ انہوں نے جابجا تجارتی بستیاں قائم کر رکھی تھیں ۔ جو اندرون ملک میں مشرقی کلچر کو پھیلانے کے مراکز کا کام دے رہی تھیں ۔ حصارلک کی صنعت کے برتنوں کا استعمال اس دور میں یورپ کے اکثر حصوں میں عام ہوگیا ۔ اس کے ساتھ ہی برانز دھات کے اوزار رائج ہوگئے ۔ ہسپانیہ اور وسطی یورپ میں برانز دھات بنانے اور اس سے اوزار ڈھالنے کی صنعت فروغ پانے لگی ۔ آئرلینڈ میں سونے کی کانیں تھیں لہذا وہاں سونے کے زیورات بنانے کی صنعت نے ترقی کی ۔ آئرستانی صنعت کے بنے ہوئے چھلے ، انگشتریاں ، مرکیاں ، ہلال نما اور آفتاب نما زیور ۔ اور چوڑیاں یورپ کے متعدد مقامات کی کھدائی سے دستیاب ہوئے ہیں ۔ اس دور میں یورپ کے لوگ دیہات بنا کر رہنے سہنے لگے تھے ۔ بستیوں کے گرد خندقیں بنائی جاتی تھیں ۔ برطانیہ اور فرانس میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بھاری بھاری پتھر نصب کئے ہوئے ملتے ہیں ۔ جو گول دائرے سے بناتے ہیں ۔ بعض حصوں میں یورپ کے لوگ ابھی پرانی طرز کے جھونپڑے بنا کر رہتے تھے ۔ جو زمین کو کھود کر فرش کو عام سطح سے نیچا کر کے بنائے جاتے تھے ۔ عام طور پر لوگ زراعت کرتے تھے ۔ کچھ مقامی تاجر بھی تھے ۔ جو اندرون ملک کا مال لے کر ساحلی بندرگاہوں پر جاتے تھے ۔ اور مشرقی تاجروں سے اپنے مال کا تبادلہ کرتے تھے ۔ اس دور میں یورپ کے اندر کسی قسم کی تمدنی ترقی ، صنعتی ترقی ، آرٹ ، اور تحریر کا سراغ نہیں ملتا ۔

اس دور میں شمالی میدان اعظم (جنوبی روس اور وسط ایشیا) کے قبیلے جرمنی ، ھنگری اور یونان میں گھستے ہوئے نظر آ رہے ھیں - ۱۴۰۰ ق - م تک ان بدوی قبائل نے یونان سے آگے بڑھ کر جزیرہ کریٹ کو تاراج کیا - اور ان ملکوں میں اپنی حکومتیں قائم کیں - یورپ کے زراعت کار باشندوں نے ان کی کوئی مزاحمت نہیں کی - بلکہ انہیں اپنا حکمران تسلیم کرلیا - ان بدوی قبائل کے سرداروں نے جا بجا اپنی جاگیریں قائم کر لیں - یہ لوگ گھوڑا ، رتھ اور بیل گاڑی لے کر یورپ میں وارد ہوئے -

۱۲۰۰ ق - م کے قریب انہی آریہ قبائل کی ایک شاخ نے بحیرہ اسود کے شمالی علاقہ میں ایک مملکت قائم کر لی جس کا صدر مقام کریچ تھا - یہ قوم کیمیری کہلاتی تھی - ان کے شمال میں آریہ قوم کے دوسرے قبیلے خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے تھے جو سیت یا سیتھئین کہلاتے تھے - سیتھئین قوم کے لوگ کوھستان قاف ، بحیرہ خزر کے شمال اور بحیرہ خزر کے مشرق علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے -

بدامنی اور طوایف الملوکی

۱۲۰۰ ق - م سے ایک هزار ق - م تک بلکہ اس کے بعد تک کا زمانہ مشرق ادنے (جنوب مغربی ایشیا) اور بلقان و یونان (جنوب مشرق یورپ) میں بد امنی اور طوایف الملوکی کا ایسا دور ہے - جس کی تحریکات اور تبدیلیوں کا صحیح صحیح سراغ لگانا بہت مشکل کام ہے - قوموں پر قومیں چڑھائی کر رھی ھیں - قبیلے اور خیل مضطرب الحال ھوکر متحرک نظر آرہے ھیں - جنگوں ، لڑائیوں ، جھگڑوں اور معرکوں کی گرم بازاری ہے - مختلف قوموں اور مختلف نسل کے لوگوں کے درمیان تصادم و اختلاط کا عمل جاری ہے - پرانا نظام درهم برهم هورها ہے - اس کی جگہ نئے نئے نظاموں کے ہیولے جگہ لے رہے ھیں - اس دور کے واقعات کچھ ایسے پیچیدہ ھیں کہ انہیں ایک مسلسل داستان کی شکل میں بیان نہیں کیا جا سکتا -

قصہ یوں ہے کہ یونان اور کریٹ پر آریہ (نارڈک) قبائل کی یلغاروں

نے وہاں کے پرانے زراعت کاروں اور بحری تاجروں کی منظم زندگی درہم برہم کر دی - اور زراعت کاروں کو اپنا مطیع بنا کر جابجا اپنی ریاستیں اور نوابیاں قائم کر لیں - حملہ آوروں کے عام لوگ بھی پرانے لوگوں کے ساتھ ساتھ آباد ہو گئے - یونان ، کریٹ اور بحیرہ ایجئین کے جزائر کے متمول تاجروں نے ایشیائے کوچک ، شام اور فلسطین کے ساحلوں کا رخ کیا - ان کے ساتھ یا ان کے پیچھے اور لوگ بھی آنے لگے کیونکہ یونان میں شمال کی طرف سے آریہ قبائل کی نئی لہریں یکے بعد دیگرے داخل ہو رہی تھیں - ان بھگوڑوں کو ایشیا کے مغربی ساحل پر پہلے بستیاں اور پھر ریاستیں قائم کرنے کا موقع مل گیا کیونکہ حتیوں کا شیرازۂ مملکت منتشر ہو چکا تھا اور مصری اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ وہ اپنے ایشیائی مقبوضات کے حال پر توجہ نہ دے سکتے تھے - اس طرح ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر متعدد یونانی ریاستیں قائم ہو گئیں اور شام و فلسطین کے ساحل پر فینقی اور فلسطینی قبائل نے نے قدم جما لیے - یونان کے حملہ آور سفید رنگت والے تھے - پہلے کے لوگ بھوری رنگت کے تھے - جو ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے - ان بھوری رنگت والوں کی ایک قوم ایجئین کے جزائر سے یا ایشیائے کوچک سے چل کر اٹلی کے مشرقی ساحل پر جا پہنچی - اور ایطروسکی قوم کے نام سے انہوں نے وسطی اٹلی میں اپنی ایک مملکت قائم کر لی - جنوبی اٹلی اور سسلی کی سر زمین پر ایطروسکیوں ، یونانیوں اور فینقیوں نے اپنی اپنی بستیاں قائم کیں وہاں الگ جدال وقتال کے معرکے گرم ہونے لگے اندرون شام میں آرامی قبائل نے اپنی ریاست قائم کر لی - عبرانی یعنی یہودی قبائل جزیرہ نمائے سینا میں بدوی طریق کی زندگی بسر کرتے ہوئے فلسطین کی طرف بڑھ رہے تھے - تاکہ اس موعودہ سر زمین کو حاصل کر لیں جس کا وعدہ حضرت موسیٰ کے خدا نے ان کے ساتھ کر رکھا تھا -

۱۲۰۰ ق - م کے قریب بلقان اور یونان کے نو وارد آریہ قبائل تھریسی ، فریجی اور مائیسی آبناؤں کو عبور کر کے ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہوئے

جہاں حتیوں کا آخری بادشاہ حتوشیل سوم برائے نام حکمران تھا ۔ یہ قبائل ایشیائے کوچک پر قابض ہو گئے صرف شام کے قریب حتیوں کی دو تین ریاستیں یا جاگیریں باقی رہ گئیں ۔ اور حتی مملکت میں لیڈیا اور فریجیہ کی دو نئی ریاستیں قائم ہو گئیں جن کے حکمران مغرب کی طرف سے آنے والے آریہ تھے ۔ لیڈیا کے مشرق میں کوہستان قاف کے دامن میں دروں کی راہ سے آنے والے آریہ قبائل نے وان کے قریب ہالدیوں کی ریاست قائم کر لی جو آرمینیا اور گرجستان کی پیش رو تھی ۔ ان کے علاوہ شام اور فلسطین میں فینقیوں ، مائیسیوں ، آرامیوں اور کنعانیوں کی ریاستیں قائم ہوئیں ۔ ادھر ایران کی سر زمین میں آریہ قبائل کی دوسری شاخیں متمکن ہو رہی تھیں ۔ انہوں نے شمالی اور جنوبی ایران میں منائیہ اور میڈیا کی دو ریاستیں قائم کرلیں۔ بابل کے کسدیوں کی بادشاہی کا خاتمہ ۱۱۸۱ ق ۔ م میں عیلامیوں نے حملہ کر کے کر دیا ۔ جس کے بعد وہ بھی بد امنی کا شکار ہو گیا ۔ بابل کے جنوب میں خلیج فارس کے شمالی ساحل کے قریب کالدی قوم کے لوگ حکمران تھے ۔ اس بد امنی اور بد نظمی کے طوفان میں صرف نینوہ اور اشور کے اشوریوں کی ایک مملکت تھی جو کشتیء نوح کی طرح محفوظ زندگی بسر کر رہی تھی ۔ اس کے ایک بادشاہ تغلت پلیسیٹر نے ۱۱۰۰ ق ۔ م کے قریب شمال کی طرف ہالدیوں کے خلاف سہم بھیجی جو بحیرہ اسود کے ساحل تک یلغار کر کے واپس آگئی ۔

ٹرائے کی جنگ یونان کے مشہور رزمیہ شاعر ہومر کی نظم ”ایلئیڈ اور اوڈیسے،، میں ٹرائے کی جس جنگ کا ذکر آیا ہے وہ اسی طوایف الملوکی کے دور میں واقع ہوئی ۔ پچھلی صدی تک کے مورخین اس نظم کے موضوع کو محض شاعرانہ داستان سرائی سمجھتے تھے لیکن ایک جرمن ماہر حفریات نے حصارلک کی کھدائی کرکے ایسے آثار دریافت کر لئے جن سے ہومر کے ٹرائے کا سراغ مل گیا اور حصارلک سے شہزادہ پریام کا خزانہ جو اس نے نظم کی روایت کے مطابق یونانیوں کے حملے کے وقت دفن کر دیا تھا مل گیا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ سر زمین یونان کی ریاستوں نے اتحاد کر کے

ٹرائے (حصارلک) پر حملہ کیا تھا - اور مقصد اس حملے کا یہ تھا کہ سونا لوٹا جائے - ایشیائے کوچک میں تانبے اور سونے کی کانیں تھیں - کوہ قاف میں سونے اور لوہے کی کانیں تھیں - یونان کے لوگوں کو اپنے ہاں سے دھاتیں نہیں ملتی تھیں اس لیے وہ بحری ڈاکو بن گئے - یولیسس اور زریں پوستین کی کہانی میں ایسی ہی کسی مہم کا ذکر کیا گیا ھے جو بحیرہ اسود کی راہ سے کوہ قاف کی طرف گئی ہوگی - ٹرائے کی جنگ واقع ہونے کے وقت کا اندازہ ۱۱۹۳ ق - م سے ۱۱۸۵ ق - م تک کیا گیا ھے -

تجارت اور صنعت

اس بد امنی اور طوایف الملو کی کے باوجود فینقی قوم کے بحری تاجروں ، یونانی کشتی رانوں اور شام کے آرامی تاجروں نے جو خشکی کے راستوں سے تجارت کرتے تھے ، اپنے کاروبار سے دستکشی اختیار نہ کی - بلکہ اس دور میں فینقیوں نے افریقہ کے ساحل پر دو زبردست تجارتی بستیاں اور ریاستیں کارتھیج اور اوٹیکا (ٹیونس اور طرابلس) میں قائم کر لیں اس کے علاوہ انہوں نے سسلی اور ھسپانیہ کے ساحل پر اپنے تجارتی اڈے قائم کئے - ان کے جہاز آبنائے جبل الطارق کو عبور کر کے یورپ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ آئر لینڈ اور انگلستان تک پہنچتے تھے جہاں وحشی اقوام آباد تھیں - اٹلی کے ایطروسکی بھی بحری تاجر تھے - انہوں نے بھی سسلی میں اور بحیرہ ایڈریاٹک کے ساحل پر تجارتی بندرگاھیں کھولیں - یونانی بحری لٹیرے ہونے کے علاوہ بحری تاجر بھی تھے - جن کی سرگرمیاں در دانیال ، بحیرہ مارمورا ، باسفورس ، بحیرہ اسود کی بندرگاھوں میں جاری تھیں - یہ تاجر کیمیریہ (کریمیا) کی مملکت کے ساتھ تجارتی راہ و رسم رکھتے تھے -

خشکی کے تاجروں یعنی شام کے آرامیوں نے مصر ، اشوریہ ، بابل ، کالدیہ ، لیڈیا ، فریجیہ حتی کہ ایران تک اپنے تجارتی سلسلے قائم کر رکھے تھے - ہر جگہ کی بڑی بڑی منڈیوں پر ان کا قبضہ تھا - ان آرامیوں نے ایک نیا سادہ رسم الخط ایجاد کیا - جس نے بہت جلد متمدن دنیا کے بین الاقوامی رسم الخط کی حیثیت اختیار کرلی -

چین کا تمدن ۲۲۰۶ ق - م میں سر زمین چین کی متحدہ حکومت ھسیانیه خاندان کے هاتھ میں منتقل ہو گئی تھی اس خاندان کے سوله بادشاہ گزرے - آخری بادشاہ وجیہه کودی نامی تھا - یه بادشاہ بہت عیاش تھا - اس کی بد کاریاں چینی لٹریچر میں ضرب المثل کے طور پر بیان کی جاتی ھیں - شانگ کے جاگیردار نے ۱۷۶۰ ق - م میں اس بادشاہ کا خاتمه کرکے ین خاندان کی حکمرانی قائم کی - اس خاندان کے عہد میں سلطنت کی مزید توسیع کی گئی - انتظامات درست کئے گئے - موسیقی اور علم ہیئت کو ترقی ہوئی - سماجی نظام جاگیرداری کی طرز کا تھا - شمالی چین میں چاؤ ریاست کے نواب بہت منتظم لوگ تھے - انہیں تاتاریوں کے حملوں کی روک تھام کے لیے باقاعدہ فوج رکھنی پڑتی تھی - ۱۱۵۴ ق - م میں ین خاندان کا آخری بادشاہ چاؤسن تخت پر بیٹھا اس نے سو کی ریاست پر حمله کیا اور اس ریاست کی ایک بدکار عورت 'تاکی'، پر عاشق ہو گیا اور اسے اپنے ساتھ لے آیا - 'تاکی' نے بادشاہ کی طبیعت پر اتنا غلبه حاصل کرلیا که بادشاہ اس کے اشاروں پر چلنے لگا - امرا میں اس وجه سے بد دلی پھیلی - دو جاگیرداروں نے بادشاہ کے پاس 'تاکی'، کی شکایت کی بادشاہ نے انہیں قتل کرا دیا - چاؤ کے نواب وونگ وانگ نے احتجاج کیا تو اسے قید کر دیا گیا - وونگ وانگ کے بیٹے نے اپنے باپ کو قید سے چھڑایا ۱۱۲۲ ق-م میں چاؤ کے نواب نے بغاوت کا علم بلند کیا اور ین خاندان کا خاتمه کرکے چاؤ خاندان کی بنیاد رکھی - ین خاندان کے آخری بادشاہ چاؤ سن نے اپنے قیمتی ساز و سامان سمیت محل کو آگ لگا دی اور خود بھی اسی آگ میں جل کر مر گیا -

اهل چین کی کتابوں میں اس جنگ کا حال بڑی تفصیل کے ساتھ مرقوم ھے اور لکھا ھے که چاؤ کے بادشاہ نے سات لاکھ فوج لے کر شہنشاہ پر چڑھائی کی تھی - اور بڑی خوفناک جنگ واقع ہوئی - جس میں چینی روایات کے مطابق ''اتنا خون گرا جس میں لکڑی کا شہتیر تیر سکتا تھا،، چاؤسن اتنا ظالم تھا که ایک دفعه اس نے چند غریب آدمیوں کو سرد پانی کے نالے میں سے گزرتے ہوئے دیکھا اور حکم دیدیا که ان کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں تاکه

میں یہ دیکھ سکوں کہ ان کی ھڈیوں کا مغز کیسا ھے ۔ یہ بادشاہ انسانوں کو کباب سیخ کی طرح بھنواتا تھا ۔ اور ایسے چکنے بانس پر چڑھنے کے لیے کہتا تھا جس کے نیچے آگ کا الاؤ روشن کر دیا جاتا تھا ۔

اس دور میں چین کے باشندے زراعت کرنا ، موبشی رکھنا ، مٹی کے برتن بنانا ، اور برانز دھات کا استعمال جانتے تھے ۔ آبادی کنبوں اور خیلوں میں بٹی ھوئی تھی چھوٹی بڑی ریاستیں قائم تھیں جن پر راجے یا سردار حکمرانی کرتے تھے ۔ اور سب بادشاہ کے تابع تھے ۔ جاگیرداری کا سماجی نظام پنپ رھا تھا ۔ موسیقی اور علم ھیئت کے مطالعہ کا شوق بھی ترقی پذیر تھا ۔ لوگ مٹی کے گھر پختہ اینٹوں کے مکانات اور جھونپڑے بنا کر رھتے تھے ۔ راجے اور بادشاہ محل بنواتے تھے ۔ چاؤسن نے قومی ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے نصف میل لمبی اور ھزار فٹ چوڑی ایک عمارت بنوائی جو اس ظالم بادشاہ کے علمی رجحان کا پتا دیتی ھے ۔

آریہ قبائل کی نقل و حرکت

دو ہزار قبل مسیح سے ایک ہزار سال ق۔م تک کے زمانے میں تاریخ عالم کا سب سے اہم واقعہ آریہ قبائل کی نقل و حرکت ہے جو شمالی میدان اعظم کی چراگاہوں سے نکل کر یورپ، جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں اور ہندوستان میں پھیلتے چلے گئے۔ یہ آریہ قبائل چھ سات ہزار سال سے شمالی میدان اعظم میں دنیائے متمدن سے الگ تھلگ رہتے ہوئے زندگی بسر کر رہے تھے۔ جہاں سے دس ہزار ق۔م کے قریب اسپ خور انسانوں کی جمعیتوں نے اٹھ کر یورپ کی سر زمین کو فرانس کے میدانوں تک تاراج کیا تھا۔ اور پانچ سو سال یورپ میں زندگی بسر کرنے کے بعد موسمی تبدیلیوں کے باعث اسی میدان کی طرف لوٹ آئے تھے۔ تین ہزار سال ق۔م کے قریب ان قبائل نے کوہستان کارپیتھئین کے مغربی دامن کی بستیوں کو تاراج کیا جو دریائے آلٹ کی وادی میں آباد تھیں اور ٹرانسلوینیا کی سونے کی کانوں کے باعث بہت خوش حال ہوگئی تھیں۔ آریہ قبائل کے حملے کے باعث یہ لوگ بلقان کی راہ سے یونان کے وسطی میدان تھسلی میں جا کر آباد ہوگئے اور وہاں کی تمدنی تبدیلی کا باعث بنے جس کی شہادت مٹی کے برتنوں کے ڈیزائنوں کی تبدیلی کی صورت میں ملتی ہے۔

۲۷۰۰ یا ڈھائی ہزار ق۔م کے قریب انہی آریہ قبائل کی دوسری شاخ نے جو وسط ایشیا میں پھل پھول رہی تھی، ترکستان کی متمدن بستی اناؤ کو تاراج کیا جو کوہستان کوپت داغ کے دامن میں آباد تھی۔ اس کے بعد ان قبائل کے جنوب مغربی ایشیا کی آبادیوں میں گھسنے کا سراغ گو اور سو نامی قبیلوں کے ان حملوں کی صورت میں ملتا ہے جو وہ سمیریہ اور بابل کی شمال مشرقی سرحد پر وقتاً فوقتاً کرتے رہے۔ ان قبائل کے آریہ نسل سے

ہونے کا خیال بابل کی بعض تحریروں سے قائم کیا جاتا ہے جن میں گو اور سو قبائل کے لوگوں کو خوبصورت اور کھلی رنگت والے ظاہر کیا گیا ہے۔ بابلی انہیں غلام بنانے کے بہت شایق تھے۔

دو ہزار سال ق-م کے بعد شمالی میدان اعظم کے ان قبائل میں عام حرکت پیدا ہوئی اور ان کی جمعیتیں اس میدان کے کاھستانوں سے نکل کر ان ملکوں میں پھیلنے لگیں جہاں کے باشندے زراعت کاری کا پیشہ اختیار کرکے متمدن زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان قبائل میں جو ہزاروں سالوں سے میدان اعظم کی چراگاہوں میں اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس عام حرکت کے پیدا ہونے کی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ موسمی تبدیلی کے باعث کاھستانوں میں گھاس کی قلت رونما ہونے لگی۔ اور ان قبائل کی بڑھتی ہوئی جمعیتوں کا وسیع میدان اعظم میں خانہ بدوش چرواہوں کی زندگی بسر کرنا دشوار ہوگیا۔ آریہ نسل کے قبائل کا یہ اضطرار و اضطراب اور ان کی یہ نقل و حرکت نوح انسانی کی تاریخ میں ایک نیا باب کھولنے پر منتج ہوئی۔ کیونکہ آریہ نسل کی قومیں یورپ اور ایشیا کی حاصل خیز زمینوں اور متمدن ملکوں کے بیشتر اقطاع پر قابض ہو گئیں۔ جن کی اولاد آج تک نوع انسانی کے تاریخی حالات میں اضافہ کرنے کا موجب بن رہی ہے۔

یورپ میں آریہ نسل کا پھیلاؤ

آریہ نسل کے قبیلے جو شمالی میدان اعظم کے مغربی حصے یعنی وسطی اور جنوبی یوربی روس میں خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس دور میں مغرب کی طرف ھنگری، پولینڈ اور جرمنی کی سر زمین میں داخل ہو کر پھیلتے چلے گئے۔ اور جنوب کی طرف جزیرہ نمائے بلقان کو پامال کرتے ہوئے یونان کی سر زمین میں داخل ہوئے۔ یہ خانہ بدوش قبیلے اپنے اپنے سرداروں کے زیر سرکردگی کھیتی باڑی کرنے والے آباد کاروں کی بستیوں میں گھس آئے۔ جو نسبتاً امن و امان کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آریہ قبائل

نے انہیں آسانی سے مغلوب کر کے اپنا مطیع بنا لیا اور جس جگہ پہنچے وہاں حکمران بن کر بیٹھتے چلے گئے - ان کے سرداروں نے جا بجا اپنی نوابیاں اور جاگیریں قائم کیں اور ان کے عوام پہلے باشندوں میں خلط ملط ہو کر کھیتی باڑی کرنے لگے۔اس دور میں یورپ کے اندر بستیوں کے ارد گرد خندقیں اور فصیلیں بنانے کا رواج چلا اور جاگیر دار قلعے بنا کر رہنے لگے- ۱۴۰۰ ق - م کے قریب آریہ قبائل کی ایک شاخ نے جو ہیلی کہلاتی تھی یونان کو سر کرنے کے بعد کریٹ پر حملہ کیا اور وہاں کے ترقی یافتہ تجارتی تمدن کو خاک میں ملا دیا - ایک ہزار ق - م تک یہ قبائل یونان ، بلقان اور وسطی یورپ کے ملکوں ھنگری ، پولینڈ اور جرمنی پر مکمل طور پر چھا گئے ، اور کوھستان ایلپس کے جنوب مشرق میدانی علاقے کی راہ سے شمالی اٹلی کے میدانوں میں آباد ہونے لگے - ان کا داخلہ اور تسلط یورپ میں یونانی ، لاطینی اور قدیم جرمن زبانوں کو فروغ دینے کا موجب بنا جو ایک ھی ماخذ سے نکلی ہوئی زبانیں تھیں اور موجودہ یورپی زبانوں کا منبع بنیں - ان قبائل کی سوسائٹی میں سرداروں ، امیروں اور سردار زادوں کا ایک طبقہ تھا - جو شرفا کہلاتے تھے - اور باقی لوگ عام طبقے میں شمار ہوتے تھے - جو عام طور پر مویشی پالتے تھے - اور بعد میں کھیتی باڑی کرنے لگے - ان میں سوسائٹی کی ضروریات کے مطابق اھل حرفہ بھی تھے - نجاری یعنی لکڑی سے ساز و سامان بنانا ان میں بہت رائج تھا - یہ لوگ بیل گاڑیاں ، چھکڑے اور رتھیں بناتے تھے - رتھوں میں گھوڑے جوتتے تھے - پہیوں پر چلنے والی گاڑیاں بنانا ان آریہ قبائل کی اپنی ایجاد تھی جس سے مصر و عراق کی متمدن دنیا اس وقت تک ناواقف محض تھی-

ایشائے کوچک اور عراق پر آریہ قبائل کا تسلط

وسطی ایشیا کے آریہ قبائل کی بعض شاخیں اس دور میں ایشیائے کوچک اور عراق کی طرف بڑھ رہی تھیں - یہ قبیلے ترکستان سے چل کر بحیرہ خزر کے جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلتے ہوئے آرمینیا کی راہ سے ایشیائے کوچک میں داخل ہوئے اور ان کی بعض شاخیں جنوب مغرب کی طرف طہران کی ولایت کی راہ سے عراق کی شمال

مشرق سرحد پر نمودار ہوئیں - ۱۹۰۰ ق - م کے قریب آریاؤں کی حتی قوم کے ایک سردار برناس نے ایشیائے کوچک میں بادشاہی قائم کی - اس نے یا اس کے جانشین نے حصارلک کے تجارتی مرکز کو تباہ کیا - حتیوں کے داخلے سے پہلے ایشیائے کوچک میں متعدد شہری ریاستیں قائم تھیں - جن کے بادشاہوں سے حتی سرداروں نے ازدواجی تعلقات قائم کر لیے ۱۸۷۰ ق - م میں ایشیائے کوچک کے حتیوں نے بابل کو تاراج کیا اور بابل کے پہلے شاہی خاندان کا جو حمورابی کے جانشین تھے خاتمہ کرکے واپس چلے گئے - ۱۶۷۰ ق - م میں آریہ قوم کے ایک دوسرے قبیلے کسدی کے سردار گنداش نے جو مملکت بابل کی شمال مشرق سرحد پر گوتیموں کی ریاست میں زور پکڑ رہے تھے - بابل پر قبضہ کر کے جو دو سو سال سے بدوی قبائل کے حملوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا - کسدی قوم کی بادشاہی قائم کی - یہ حتی اور کسدی جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں میں بیل گاڑیوں ، چھکڑوں اور رتھوں کو رواج دینے کا موجب بنے - یہ لوگ اصلاً قدرتی مظاہر کی مخفی طاقتوں کی پرستش کرتے تھے - آگ ، پانی ، ہوا ، بارش ، رعد ، آسمان ، روشنی وغیرہ کے دیوتاؤں کے پجاری تھے - لیکن ایشیائے کوچک اور عراق میں متمکن ہونے کے بعد مقامی دیوتاؤں کو ماننے لگے - بابل ، اُر اور عراق کے دوسرے قدیم شہروں کے آثار سے اس امر کا ثبوت ملتا ھے کہ کسدی بادشاہ نے مقامی مندروں کی مرمت کرائی - اور پوجا پاٹھ کے وھی طریقے اختیار کر لیے جو بابلیوں میں مروج تھے - بابلیوں کے دیوتا سورج ، چاند اور ستارے تھے - ان کے مندر انہی دیوتاؤں کے نام پر تعمیر ہوتے تھے - کسی مندر میں سورج دیوتا کی ، کسی میں چاند دیوتا کی اور کسی میں کسی ستارے کے دیوتا کی پرستش ہوتی تھی - حتی اور کسدی متینی اور دوسرے آریہ قبیلے جو اس سر زمین میں آباد ہوئے زمانہ گزرنے پر یہاں کے اصلی باشندوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے -

ایشیائے کوچک کے حتی اور بابل کے کسدی بادشاہوں کا ذکر مصریوں کی تاریخ میں بھی جا بجا آیا ھے - خود ان کے تاریخی آثار بہت کم ملتے

ھیں ، کیونکہ آریہ حکمران جاھل تھے ۔ ان کا تھوڑا بہت تحریری کام بابلی منشی سر انجام دیتے تھے ۔ جو سرکاری حسابات رکھنے یا حکومتی خط و کتابت کے متعلق تھا ۔ تحریر میں بابلی زبان اور سمیری مخروطی رسم الخط اختیار کیا جاتا تھا ۔ بابلی زبان اس دور میں دنیائے متمدن یعنی مصر ، ایشیائے کوچک اور عراق کی بین الاقوامی زبان سمجھی جاتی تھی ۔

ایران ۔ افغانستان اور پنجاب میں آریہ قبائل کا داخلہ

ڈیڑھ ہزار سال ق ۔ م کے قریب وسط ایشیا کے آریہ قبائل کی بعض شاخیں اور لہریں باختر ، افغانستان ، پنجاب اور شمالی ایران میں پھیلتی ھوئی نظر آرھی ھیں ۔ کوھستان کوپت داغ کے دامن میں زراعت کاروں کی متمدن بستی کے کھنڈر ملے ھیں جو اناؤ کی پرانی بستی سے جنوب مشرق کی طرف چند میل کے فاصلے پر واقع ھے ۔ اس بستی کے آباد ھونے کی تاریخ کا اندازہ دو ہزار سال ق ۔ م کیا گیا ھے ۔ اس بستی کے کھنڈروں سے تانبے اور برانز دھات کے اوزار ، خنجر ، درانتیاں، نیزوں کے پھل ، تیروں کے سوفار اور کلہاڑیاں برآمد ھوئے ھیں ۔ مٹی کے برتن مختلف ڈیزائنوں کے ھیں ۔ مکانات کچی اینٹوں کے ھیں ۔ جن میں چولوں والے چوبی دروازے لگائے جاتے تھے ۔ یہ خصوصیات اناؤ کی پرانی بستی کے آثار میں نہیں ملتیں جس کی تباھی کا اندازہ ڈھائی ہزار ق ۔ م سے پہلے کا کیا گیا ھے ۔ نئی بستی کے لوگ اپنے بچوں کی نعشوں کو گھروں کے اندر ھی دفن کرتے تھے ۔ اس بستی کے آبادکاروں کی ماھیت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکا لیکن ڈیڑھ ہزار سال ق ۔ م کے قریب یہ بستی تباہ ھو جاتی ھے اور خیال یہ ھے کہ آریہ قبائل کی تازہ لہر اس تباھی کا موجب بنی ھو گی ۔

وسط ایشیائے سے آریہ قبائل کے طرز بود و باش کے آثار ابھی تک برآمد نہیں ھوئے اس کی ایک بڑی وجہ یہ ھے کہ قبائل خانہ بدوش تھے ۔ اور اپنے گلوں کو لے کر میدان اعظم میں جا بجا پھرتے رہتے تھے ۔ اس لیے ان کے آثار کسی ایک جگہ جمع نہ ھو سکے ۔ اس کے علاوہ ان کا سامان بھی لکڑی اور

چمڑے سے بنا ہوا مختصر ہوتا تھا جو فنا ہو جاتا تھا ۔ ان کے ابتدائی حالات کا سراغ پارسیوں کی مذہبی کتاب ژندو آستا اور ہندی آریاؤں کی مذہبی کتاب رگ وید سے لگایا جاتا ہے ۔ ان کتابوں کے بھجن ڈیڑھ ہزار سال ق ۔ م سے ایک ہزار ق ۔ م تک کے عرصہ میں تصنیف ہوئے ۔ اور صدیوں محض انسان کی قوت حافظہ کی مدد سے جو اس دور کے انسانوں میں بہت تیز ہوتی تھی پشت در پشت منتقل ہوتے چلے گئے ۔ یہ دونوں کتابیں کئی سو سال بعد ضبط تحریر میں آئیں جب ایران اور ہندوستان کے آریہ تحریر کے فن سے آشنا ہوئے ۔ ژندو آستا کا ایک مکمل نسخہ ۳۳۱ ق ۔ م میں ایران کے آریہ بادشاہوں کے عالیشان محل پرسی پولیس میں موجود تھا ۔ جسے اس سال سکندر رومی نے نذر آتش کر دیا ۔ موجودہ نسخہ جو نامکمل ہے ایران کے ساسانی خاندان کے بادشاہوں نے جن کا دور ۲۲۶ء سے ۶۴۱ء تک ہے مرتب کرا دیا تھا ۔ اس نسخہ کو عرب مسلمانوں کے حملے کے وقت پارسیوں کی بعض جمعیتیں ہندوستان لے آئیں جو گجرات ، کاٹھیاواڑ ، سورت اور بمبئی میں آج تک آباد ہیں ۔

ژندو آستا آتش پرست پارسیوں کے پیغمبر زرتشت کی کتاب ہے جس کے زمانے کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کے جو چار حصے بچ رہے ہیں وہ حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہیں (۱) گاتھا (مذہبی گیت) ۔ (۲) دسپرید (تفسیر) ۔ (۳) دیندیداد (شریعت) ۔ (۴) یشت (فرشتوں کی مدح کے گیت)

ژندو آستا میں آریاؤں کے ابتدائی حالات یوں بیان کئے گئے ہیں کہ آریہ قوم کے لوگ آریانیم وائیجو (آریوں کے گھر) میں بود و باش رکھتے تھے جو شمالی سر زمین میں واقع ہے ۔ دیوتاؤں نے انسان کے لیے جو اچھی چیزیں پیدا کیں ان میں ایک یہ آریانیم وائیجو بھی تھا ۔ لیکن تاریکی کے مظہر (بدی کی طاقت) نے اس سر زمین کو برف کے باعث ناقابل سکونت بنا دیا ۔ آریہ لوگ جنوب کی طرف حرکت کرتے ہوئے سگھدانیا اور مرگیانہ (سکھدا اور مورا) کی سر زمین میں آگئے جن کو بخارا اور مرو سمجھنا چاہیے ۔ سگھدانیا انہیں ٹڈی دل اور دشمن قبائل (شمالی سر زمین کے مغول) کے حملوں

کے باعث چھوڑنا پڑا اور وہ اونچے جھنڈوں والی سر زمین بخدے (بلخ) میں چلے گئے ۔ بخدے سے وہ نیسایا (نیشاپور واشک آباد) میں پہنچے ۔ یہاں سے ایک شاخ ھاردیہ (ھرات) کی طرف اور دوسری شاخ وائیکریتیا (کابل) خوشگوار سایوں والی سر زمین کی طرف چلی گئی ۔ کابل کی شاخ کے بعض قبیلے اراہ وینی (اراشو) ، ھائیتومنت (ھلمند) اور ھاپتا ھندو (پنجاب) کی طرف ھجرت کر گئے اور بعض قبیلوں نے شمال مغرب کی راہ لی اور اروا (طوس) ، ویئیر کانا (گور گان) ، رھا (ری) اور وانیا (گیلان) میں آباد ھو گئے ۔

شاھنامہ فردوسی کے بیان سے اخذ کیا جا سکتا ھے کہ بخدے (بلخ) کی اونچے جھنڈوں والی سر زمین میں آریا قبائل نے زبردست بادشاھت قائم کرلی تھی جس کے حکمران پہلے پیشدادی خاندان کے آریہ تھے پھر کیانی خاندان اور بعد ازاں اسپ سوار قبیلہ بر سراقتدار آیا ۔ اس سلطنت کا شیرازہ بعد ازاں درھم برھم ھو گیا جس کی جگہ طوایف الملوکی نے لے لی ۔

زر تشتی دین

زرتشت کے حالات جو ژندو آستا میں بیان کئے گئے ھیں صرف یہ بتاتے ھیں کہ زرتشت آذر بیجان کی بستی اورومیہ میں پیدا ھوئے ، ان کا خاندان سپی تا آما کہلاتا تھا ۔ جوان ھو کر انہوں نے نئے مذھب کی تبلیغ شروع کی اور خراساں کے بادشاہ دستاسپ یا گشتاسپ کے دربار میں پہنچے جس کا پائے تخت باختر میں تھا ۔ گشتاسپ ان کا معتقد اور پیرو بن گیا ۔ جس کی مدد سے ایران کے آریہ قبائل میں زرتشتی دین کو فروغ حاصل ھوا ۔ گشتاسپ کی مملکت پر شمالی ملک کے تورانی (مغل) قبیلے حملے کرتے تھے ۔ جن کے ساتھ ایرانیوں کو مسلسل لڑنا پڑتا تھا ۔ تورانیوں کے دوسرے حملے میں جو بلخ پر کیا گیا تھا زرتشت دشمن کے ساتھ لڑتے ھوئے شہید ھو گئے ۔ رستم و سہراب کے متعلق ایرانی لٹریچر کی مشہور داستان بھی غالباً اسی عہد کے کسی واقعہ کی یادگار رھے ۔

زرتشت سے پہلے ایران کے آریہ بھی یورپ اور ھندوستان کی طرف جانے والے آریہ قبائل کی طرح بظاھر قدرت کی مخفی قوتوں یعنی متعدد

دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے ۔ زرتشت نے انہیں توحید پرستی سکھائی ۔ زرتشتی دین کا مرکزی اصول یہ ھے کہ روشنی اور تاریکی (نیکی اور بدی) ایک ھی قادر مطلق ھستی کے دو مظہر ھیں ۔ روشنی کا مظہر اھورہ مزدہ (یزدان) اور تاریکی کا مظہر اھرمن ھے ۔ ان دونوں کی کشمکش کائنات اور اس کے انقلابات کے ظہور و وجود کا باعث ھے ۔ زراعت اور مویشی پالنا شریفانہ پیشے ھیں ۔ اور کائنات کے چار عنصر آگ ، پانی ، مٹی اور ھوا اصلاً پاک ھیں ۔ ان کا استعمال ناپاکیوں اور غلاظتوں کو دور کر دیتا ھے ۔

زرتشتی دین کا ایک عقیدہ یہ بھی ھے کہ آخر کار آھورا مزدہ (ھرمز یا یزدان) اھرمن پر غالب آجائے گا اور وہ دن قیامت کا ھوگا ۔ سب لوگ از سر نو زندہ ھوں گے ان کی زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائے گا جو لوگ نیک ثابت ھوں گے انہیں جاودانی سرور حاصل ھوگا ۔ بعد میں یہودیت ، عیسائیت اور اسلام نے اسی عقیدہ کی ترویج کی ۔

زرتشت نے پرانے دیوتاؤں کو جن کی آریہ لوگ پرستش کرتے تھے دیو یعنی تاریکی کے مظہر قرار دیا ۔ یہی وجہ ھے کہ ایرانی آریاؤں کے لٹریچر میں لفظ دیو اھرمن کی ذریات کے لیے استعمال ھوتا ھے اور ھندی آریاؤں کی کتب میں اس لفظ کا اطلاق متبرک اور مقدس ھستیوں پر کیا جاتا ھے ۔ ھندی آریاؤں کی کتابوں میں آشر یا آسر بدی کی طاقتوں کے لیے اور ایرانیوں کی کتابوں میں آھور نیکی کے فرشتوں کے لیے استعمال کیا جاتا ھے ۔ ژندو آستا اور رگ وید کی زبان بہت ملتی جلتی ھے اکثر الفاظ ایسے ھیں جن میں ایرانی زبان کی ''ہ'' کی جگہ سنسکرت میں ''س'' استعمال کیا جاتا ھے ۔ ژندو آستا اور رگ وید کے گیتوں اور بھجنوں کی تصنیف کا زمانہ قریب قریب ایک ھی ھے ۔ جس کا اندازہ ڈیڑھ ھزار سال قبل مسیح سے ایک ھزار سال ق ۔ م تک لگایا گیا ھے ۔ فرق صرف یہ ھے کہ ژندو آستا آریہ قبائل کی ایرانی شاخ کے افکار کی مظہر ھے جو زرتشتی دین کی پیرو بن گئی اور رگ وید ھندوستانی شاخ کے عقاید کا آئینہ ھے جو اپنے آبا و اجداد کی طرح مظاہر

پرست رہی۔

ہندوستان کے آریہ پنجاب کی سر زمین میں آریہ قبائل کی سرگرمیوں کا ابتدائی حال رگ وید سے معلوم ہوتا ہے یہ آریہ قبیلے کابل اور ہلمند کی وادیوں سے چل کر کوہستان سلیمان کے دروں کی راہ سے پنجاب کی سر زمین میں وارد ہوئے۔ پنجاب میں ان کے وارد ہونے کے زمانے کا اندازہ ۱۵۰۰ ق-م سے ۱۲۰۰ ق-م تک کیا جاتا ہے۔ رگ وید اسی دور کی الہامی کتاب سمجھی جاتی ہے جو آریہ قوم کے رشیوں اور منیوں (برگزیدہ بندوں) پر نازل ہوئی۔ رگ وید ایسے بھجنوں اور گیتوں کا مجموعہ ہے جنہیں آریہ پروہت قدرت کی مخفی طاقتوں کی تعریف میں گاتے تھے۔ رگ وید کے چار حصوں کی تصنیف کے وقت کا اندازہ علی الترتیب اس طریق سے کیا جاتا ہے۔

(۱) چاندا۔ ایک ہزار ق-م تک کے بھجن (۲) منترا۔ ایکہزار ق-م سے ۸۰۰ ق-م تک (۳) برہمانا ۸۰۰ ق-م سے ۶۰۰ ق-م تک (۴) سوترا ۶۰۰ ق-م سے ۲۰۰ ق-م تک۔ یہ محض قیاس ہے جس کی صحت کے متعلق قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

رگ وید کے ابتدائی بھجنوں میں سرسوتی ندی کا ذکر کثرت سے آتا ہے جس سے غالباً افغانستان کی سمت جنوبی کا دریا ارغندب مراد ہے اس کے علاوہ رگ وید میں پنجاب کے پانچوں دریاؤں کے ساتھ دریائے کابل اور اس کے ایک معاون کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آریہ قبائل ۱۲۰۰ ق-م تک پنجاب کی سر زمین کو عبور کر کے جنوبی پنجاب تک پہنچ گئے تھے۔ جہاں انہوں نے اپنی مستقل نو آبادی قائم کی۔ اور اس خطے کو متبرک سمجھنے لگے۔ اس خطے کا نام انہوں نے آریہ ورت رکھا۔

ہندوستان کی حالت پنجاب کی سر زمین میں آریہ قبائل کے داخلے کے وقت ہندوستان کی حالت کیا تھی؟ اس کا صحیح اندازہ آثار کے مفقود یا کم ہونے کے باعث نہیں لگایا جا سکتا۔ ہڑپہ (ضلع منٹگمری) اور

موھن جی ڈرو (سندھ) سے زراعت کاروں کے ترقی یافتہ تمدن کے جو آثار ملے ھیں ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ھے کہ آریاؤں کے آنے سے بہت پہلے زراعت کار لوگ ھندوستان کے زرخیز خطوں میں متمکن اور آباد ھو چکے تھے ۔ بلوچستان کی بروھی زبان دکن کی دراوڑی زبانوں سے ملتی جلتی ھے جو ظاھر کرتی ھے کہ جنوبی ھند کے لوگ بلوچستان سے کوئی قدیمی تعلق رکھ چکے ھیں اس کے علاوہ بلوچستان اور سیستان سے مٹی کے ایسے برتن بھی دستیاب ھوئے ھیں جو ھڑپہ اور موھن جی ڈرو کے مٹی کے برتنوں سے ملتے جلتے ھیں۔ ان آثار سے وادی سندھ کے تمدن کے پھیلاؤ کا اندازہ کیا جا سکتا ھے۔ ھڑپہ اور موھن جی ڈرو کا تمدن عراق قدیم کے سمیری اور ترکستان کی بستی اناؤ اول کے تمدن سے جن کی تاریخوں کا اندازہ تین ھزار سال ق ۔ م کیا گیا ھے ملتا جلتا ھے ۔ لیکن دراوڑی زبان اور سمیری زبان میں کسی قسم کی مماثلت نظر نہیں آتی ۔ ممکن ھے کہ دراوڑی نسل کے لوگ ھندوستان میں شکاری دور میں داخل ھوئے ھوں جب کہ زبانیں ابھی ابتدائی حالت میں تھیں ۔ لیکن ان کا تمدن فارس کے ایلمیوں سے راہ و رسم رکھنے کا نتیجہ ھو ۔ جو دریائے سندھ کے دھانے کی سر زمین سے شروع ھو کر سارے ھندوستان میں پھیلا ۔ اس کے علاوہ دراوڑی اقوام بھی اس بھوری رنگت والی نسل انسانی کی شاخ ھیں جن کے سر حبشی النسل کے انسانوں سے کم لمبوترے ھیں جن کے آباو اجداد نے جنوبی میدان اعظم (عرب اور صحرائے افریقہ) میں شکاری دور کی زندگی بسر کی تھی ۔ خفصوی صنعت کے پتھر کے اوزار دکن اور سیلون تک کے ملکوں سے ملے ھیں جو اس دور میں اس نسل کے پھیلاؤ کی خبر دے رھے ھیں ۔ معلوم ھوتا ھے کہ دراوڑی نسل کے لوگوں کے علاوہ ھندوستان میں قدیمی نسل کے لوگ بھی موجود تھے ۔ جن کا سر لمبوترا ، لب موٹے اور بال گھنگھریالے تھے ۔ اس نسل کے لوگ پتھر کے ابتدائی زمانے میں ھندوستان میں داخل ھوئے ھوں گے ۔ اس نسل کی اولاد اب بھی چھوٹا ناگپور ، بندھیا چل اور دکن کے نیلگری پربت میں آباد ھے جن کے خدوخال جزائر انڈیمان ، نکوبار ، لنکا ، شرق ، الھند ، اسٹریلیا ، مڈغاسکر ، جنوبی امریکہ کے جنوبی جزائر کے قدیمی

باشندوں سے بہت مماثل ہیں ۔ آریاؤں کے ہندوستان کے داخلے کے وقت اس پرانی نسل کے لوگ بھی ہندوستان کے جنگلوں میں شکاریوں یا خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کی رہے تھے ۔ آریاؤں کے لٹریچر میں ان لوگوں کو اشور اور راکشس (ناپاک اور شیطان) ظاہر کیا گیا ہے ۔ اور دراوڑیوں کو نیچ جاتی کے انسان دانو ، واسیو ، دیتی کے خطاب دئے گئے ہیں ۔ یہ اصطلاحیں اور بعد کے حالات ظاہر کرتے ہیں کہ آریہ اس ملک میں پہلے باشندوں پر غالب آکر حکمران بن گئے تھے ۔ جنہوں نے اس سر زمین میں جا بجا اپنی ریاستیں قائم کرنے اور نوآبادیاں بنانے کی مہم پورے زور سے جاری کر رکھی تھی ۔ ان کی یہ مہم پہلے آبادکاروں یعنی قدیم باشندوں کے مفاد سے متصادم تھی اس لئے آریوں اور قدیم باشندوں میں جنگوں اور لڑائیوں کا ایک مسلسل معرکہ شروع ہوگیا ۔ اس کے باوجود دونوں قوموں کے درمیان اختلاط کا عمل بھی جاری رہا ۔ دونوں قومیں ایک دوسرے کے تمدن ، طرز بود و ماند ، عقاید ۔ طریق عبادت اور خیالات سے متاثر ہونے لگیں عوام میں زبانوں کی آمیزش نئی زبانیں پیدا کرنے کا موجب بنتی رہی ۔ یہ داستان بعد کے ادوار کی ہے جو اپنے موقع پر بیان کی جائے گی ۔

ہندی آریوں کی ابتدائی معاشرت

رگ وید کے بیانات اور دیگر قرائن سے ہندوستان کے آریاؤں کی ابتدائی معاشرت کا جو حال معلوم ہو سکا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ آریہ قوم کا سماج پدری تھا ۔ یہ قوم قبیلوں اور خیلوں میں بٹی ہوئی تھی ۔ جس کا سردار خاندان کا بزرگ ہوتا تھا ۔ اور راجہ کہلاتا تھا ۔ ہندوستان میں آباد ہونے بعد ان کی ابتدائی معاشرتی درجہ بندی کچھ اس طرح تھی کہ راجاؤں کے نیچے شرفا اور امرا کا ایک طبقہ تھا ۔ پروہت یعنی مذہبی رسمیں ادا کرنے والے لوگوں کی ایک جماعت الگ قائم ہو رہی تھی ۔ عام لوگ کسان ، حرفہ کار اور تاجر ہوتے تھے ۔ یہ آریہ لوگ گوشت بھی کھاتے تھے اس کے علاوہ ان کی غذاؤں میں شہد ، دودھ ، دھی ، مکھن ، گھی ، غلہ ، کھیر ، دالوں ، تلوں اور گنے وغیرہ کا سراغ بھی ملتا ہے یہ لوگ بیل گاڑیاں ، چھکڑے ، بہلیاں

اور رتھیں استعمال کرتے تھے - جن میں بیلوں اور گھوڑوں کو جوتتے تھے - بیلوں سے زراعت کاری کے علاوہ بار برداری کا کام بھی لیتے تھے - راجے قلعے اور محل بنا کر رہتے تھے - اور عام لوگ جھونپڑوں کی بستیاں بنا کر یا مٹی کے مکان بنا کر رہتے تھے - آبپاشی کے لیے ندیوں اور نالوں سے کام لینے کے علاوہ انہوں نے کنوئیں کھودنے اور رہٹ لگانے کا طریق بھی ایجاد کر لیا تھا - عام طور پر لنگوٹی یا دھوتی پہنتے تھے - فرش پر گھاس ، گندم اور دھان کی پرنالی بچھاتے تھے - برتنوں کی جگہ پتے استعمال کرتے تھے - ایک قسم کی نشہ دار شراب استعمال کرتے تھے جسے وہ سوم رس یعنی شجر حیات کا عرق کہتے تھے - ان کی تفریحات شکر ، ناچ ، پہلوانی اور رتھوں کی دوڑ وغیرہ تھیں - برانز دھات کے اوزار استعمال کرتے تھے - ان کی رسموں میں سونے کی خیرات کی ذکر بھی آتا ہے - راجے اور امرا برھمنوں کو سونے اور گایوں کی شکل میں خیرات دیتے تھے - یہ لوگ مظاھر قدرت کی مخفی قوتوں یعنی دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے - جن میں اگنی (آگ) اندر (بارش اور رعد) وایو (ھوا) وروتا (آسمان) اور ایسے ھی اور بہت سے دیوتا شامل ھیں - ھندوستان میں آنے اور قدیم باشندوں سے اختلاط پیدا ھونے کے باعث ھندوستان کی مخلوط آبادی کے دیوتاؤں میں اضافہ ھوتا گیا اور ان کے تصورات میں بھی تبدیلیاں رونما ھونے لگیں - مورتی پوجا کا طریق آریاؤں نے قدیم باشندوں سے سیکھا - آریاؤں کی معاشری زندگی پیدایش سے لے کر موت تک طرح طرح کی رسموں اور ریتوں سے بھری ھوئی تھی - ھر فعل ، ھر کام ، ھر حرکت ، ھر واقعہ اور ھر مقصد کے لیے رسمیں مقرر تھیں - غریب سے لے کر راجا تک کے لیے رسمیں تھیں جن کو ادا کرنے کے لئے پروھتوں کی ایک جماعت کا موجود رھنا ضروری تھا - یہ لوگ کئی قسم کی قربانیاں دیتے تھے - جن میں خاص حالات میں انسان (برھمن) کی قربانی اور گھوڑے کی قربانی بہت اھم تھیں جو مخصوص رسموں کے ساتھ ادا کی جاتی تھیں - ابتدائی دور کے آریہ مورتی پوجا اور مندر کی ضرورت سے نا آشنا تھے - بعد میں آریاؤں کے چار وید بن گئے رگ وید کے اشلوک پڑھے جاتے تھے - سام وید کے بھجن گائے جاتے

تھے - یجر وید میں مذھبی رسوم کی ادائیگی کے طریقے درج ھیں اور اتھرون وید میں ایسے منتر ھیں جو جھاڑ پھونک یا ٹونے ٹوٹکے کا کام دیتے ھیں - یہ آخری وید ھندوستان کی قدیم اقوام کے اثرات کا نتیجہ ھے جن میں بھوری رنگت کی قدیم اقوام کی طرح جادو اور کالا علم بہت رائج تھا - سمیریوں اور قدیم مصریوں کے عقاید میں بھی جادو کی رسمیں بہت اھمیت رکھتی تھیں - پنجاب کے دیہات کی معاشرت اب بھی ابتدائی آریوں کی معاشرت سے ملتی جلتی ھے - بود و باش کے طریقوں میں بہت کم فرق آیا ھے - وھی بیل ھیں وھی رھٹ ھیں - وھی عورتوں میں آزادی ھے اور وھی پنچایتی سماج کسی حد تک قائم ھے -

مہابھارت کی کہانی

قدیم ھندوؤں کے لٹریچرمیں ''مہابھارت،، اور ''رامائن،، دو معرکے کی رزمیہ نظمیں بھی ھیں جو آریہ اقوام کے اس سر زمین میں آباد ھونے کے بعد کئی صدیاں گزر جانے پر ضبط تحریر میں لائی گئیں - یہ نظمیں بہت طویل ھیں اور سنسکرت زبان میں لکھی گئی ھیں - ان میں بہت کچھ شاعرانہ مبالغہ آرائی اور مذھبی جوش عقیدت سے کام لیا گیا ھے - صدیوں بھاٹوں کی مبالغہ آمیز نغمہ سرائی کا موضوع بنے رھنے کے باعث ان نظموں کی داستانیں اپنی تاریخی اھمیت کھوچکی ھیں تاھم ان کی مرکزی کہانیاں ایسے تاریخی واقعات پر مبنی نظر آتی ھیں جو آریوں کے تسلط کے ابتدائی دور میں واقع ھوئے ھوں گے - ''مہابھارت،، میں آریاؤں کے ایک شاھی خاندان کی دو شاخوں کوروؤں اور پانڈوؤں کی لڑائی کا ذکر ھے جس میں شمالی ھند کے بہت سے راجاؤں نے حصہ لیا اور کورو کشیتر (قسمت انبالہ پنجاب) کے میدان میں اٹھارہ دن گھمسان کا رن پڑا جس میں دونوں فریقوں کے بہت سے بہادر اور سورمے کام آئے اس لڑائی کی وجہ یہ تھی کہ کوروؤں نے جو ھستناپور کے راجا دھرت راشٹر کے بیٹے تھے پانڈوؤں سے اندر پرستھ (دھلی) کی جاگیر جو ان کے حصے میں آئی تھی جوئے میں جیت لی اور صرف یہی نہیں بلکہ پانڈو بھائی اس کھیل میں اپنی مشترکہ بیوی درو پدی کو بھی ھار بیٹھے - ایک کورو نے دروپدی کو جیتا ھوا مال سمجھ کر

بھری محفل میں گستاخانہ حرکات کیں اس پر جھگڑا ہوا جو عام بلوے کی صورت اختیار کر جاتا لیکن بزرگوں نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں کو اس فیصلہ پر راضی کیا کہ پانڈو بھائی بارہ برس بن باس رہیں اور تیرھواں سال بھیس بدل چھپے پھریں اگر پکڑے گئے تو انہیں بارہ سال مزید بن باس اختیار کرنا ہوگا۔ پانڈو شرط پوری کر کے واپس آئے تو کورووں نے ان کی جاگیر واپس دینے سے انکار کر دیا۔ اس بنا پر جنگ ٹھن گئی جس میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے راجاؤں نے شرکت کی۔

مہابھارت کی داستان کے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریہ قبیلے جب پہلے پہل پنجاب میں داخل ہوئے تو خانہ بدوش قبائل کی صورت میں آئے تھے اور مویشی پالتے اور شکار کھیلتے تھے۔ قبیلوں کے سردار راجے کہلاتے تھے۔ پنجاب میں دریاؤں کے کنارے ان قبیلوں نے اپنی اپنی چراگاہیں قائم کیں اور یہاں کے پرانے باشندوں کی دیکھا دیکھی زراعت بھی کرنے لگے۔ رگ وید کے بھجنوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عام آریہ پر امن آباد کار تھے جو اپنے دیوتاؤں سے مویشی چرانے والے اور مویشی بھگانے والے ڈاکوؤں سے پناہ میں رکھنے کی دعائیں کرتے تھے۔ قبائلی سردار جنگجو سورماؤں کو لے کر ان ڈاکوؤں سے لڑتے تھے۔ مہابھارت کی لڑائی کے وقت تک آریوں کی نو آبادیاں دریائے گنگا کے کنارے ہستناپور (نزد مظفر نگر) دریائے جمنا کے کنارے اور اندر پرستھ (دھلی قدیم) تک پھیل چکی تھیں۔ اور جنوب مغرب کی طرف متھرا سے لے کر دوارکا (گجرات کاٹھیاواڑ) تک اور دوآب میں گنگا اور جمنا کے سنگھم پریاگ تک پھیل رہی تھیں۔ شمالی ہند کے باقی وسطی اور مشرقی حصوں کے حاصل خیز خطوں میں قدیمی باشندوں کی بستیاں اور ریاستیں آباد تھیں یا جنگلات تھے جن میں وحشی قبیلے شکاری دور کے انسانوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان وحشی قبائل میں بعض کو آریاؤں کے لٹریچر میں مردم خور بھی ظاہر کیا گیا ہے اور ان کی بہت بھونڈی اور خوفناک لفظی تصویریں کھینچی گئی ہیں۔ ''مہابھارت،،

کی جنگ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ابتدائی زمانے میں مبارزت یعنی دو دو بہادروں کی لڑائیوں کا طریق رائج تھا - جیسا کہ خراسانی آریاؤں کی اس دور کی روایات خاص کر رستم و سہراب کی داستان میں بھی جو فردوسی کے شاھنامہ میں پرانے ریکارڈ سے لے کر بیان کی گئی ہے درج ہے - ہتھیار بھی رستم و سہراب کی داستان کے ہتھیاروں سے ملتے جلتے ہیں - سورمے رتھ پر سوار ہو کر لڑتے تھے - تیر کمان ، گرز ، کمند ، خنجر اور چکر سے مسلح ہوتے تھے - زرہ بکتر پہنتے تھے - راجاؤں کے بیٹوں اور کشتری سورماؤں کو جنگی تربیت دینے کے لیے فوجی سکول قائم تھے - جن میں باقاعدہ ٹورنامنٹ (آزمایشی معرکے) ہوا کرتے تھے - جنگ طے شدہ اصولوں اور قاعدوں کے مطابق لڑی جاتی تھی - راجا دربار منعقد کر کے اہم فیصلے سرداروں کے مشورے سے طے کیا کرتے تھے - راجے اور کشتری گوشت کھاتے تھے - دیوتاؤں کے لیے جانوروں کی قربانیاں دیتے تھے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے یا چار پانچ بھائیوں کے ایک ہی بیوی کے شوہر بننے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا - دشمن یا حریف کو شکست دے کر زور بازو سے عورت کو جیت لینا بھی جائز سمجھا جاتا تھا - راجاؤں کی بیٹیاں سویمبر[1] کے ذریعے شادی کرتی تھیں - رشیوں (جن پر ویدوں کے بھجن بذریعہ الہام نازل ہوتے تھے) - اور پروہتوں (جو مذہبی رسمیں ادا کرتے تھے) کے ہاں شادی کا دستور الگ اور عوام کا الگ تھا - ابتدائی دور میں محض مرد اور عورت کی رضا مندی ہی کو جائز بیاہ سمجھ لیا جاتا تھا - بعض طبقے یا افراد عورتوں کو شادی بیاہ کے مقصد کے لیے فروخت بھی کرتے تھے - غرض مختلف طبقوں میں شادی بیاہ کے مختلف دستور رائج تھے - جن سب کا حال ''مہابھارت،، کی داستانوں سے ملتا ہے -

---

[1] سویمبر کی رسم یہ تھی کہ شہزادی کا باپ راجاؤں اور شہزادوں کو دعوت دے کر اکٹھا کرتا تھا اور فن سپہگری کے کسی مشکل کرتب کو شادی کا امید وار بننے کی شرط اول قرار دیا جاتا تھا جو شہزادے وہ کرتب کر دکھاتے تھے شہزادی ان میں سے کسی کو اپنا شوہر منتخب کر لیتی تھی -

رگ وید اور مہابھارت میں جا بجا آریاؤں کو دیوتا اور قدیمی باشندوں کو دیتی ، دانو ، داسیو ، اشور اور راکشس ایسے حقارت آمیز القابوں سے یاد کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود 'مہابھارت،، کی روایات و حکایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیمی باشندوں کے بعض طبقوں کے ساتھ ہر قسم کا اختلاط قائم کرنے میں آریوں کو کسی قسم کا عذر نہیں تھا ۔ برھمن اور رشی ''دیوتاؤں،، (آریوں) میں بھی کام کرتے تھے ۔ اور 'دیتیوں، (قدیم باشندوں) میں بھی رہتے تھے اور آریوں کے ایک رشی کا بیٹا دیتیوں کے رشی کاشاگرد تھا اور اس سے منتر جنتر سیکھتا تھا ۔ اس کے علاوہ کشتری راجا ییاتی نے جو کوروؤں اور پانڈوؤں کا آٹھویں پشت میں جدا مجد تھا دیتیوں کے برھمن کی بیٹی سے شادی کی اور دیتیوں کے راجا کی بیٹی کو اپنی دوسری بیوی بنایا ۔ جس کے بطن سے پورو پیدا ہوا جو بھارت ورش[1] کے راج کے بانی بھارت راجا کا دادا تھا ۔ کورو اور پانڈو جن کے درمیان مہابھارت کی جنگ ہوئی راجا بھارت کی پانچویں پشت کے پڑپوتے تھے ۔ اس کے علاوہ قدیمی اصلی باشندوں کے ساتھ آریہ کشتریوں کے رضامندانہ ازدواجی تعلقات کی اور بہت سی مثالیں بھی آریوں کی روایات سے ثابت ہیں ۔ ہستاپور کے جنگی مکتب میں جہاں کورو اور پانڈو شہزادے درونا گرو سے فنون جنگ کی تربیت پا رہے تھے ۔ بھیلوں کے ایک شہزادے نے بھی داخل ہونے کی التجا کی جسے درونانے نسلی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ یہ کہہ کر منظور نہ کیا کہ بھیل مویشی چراتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں اس لیے انہیں تیر اندازی کا فن نہیں سکھایا جا سکتا ۔ ان روایات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ افغانستان کی طرف سے آنے والے آریہ قبائل نے یہاں کے اصلی باشندوں کے ترقی یافتہ طبقے کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کر لئے تھے ۔ کھلی رنگت کے آریاؤں اور بھوری رنگت کے

---

1 راجا بھارت نے اپنی ریاست کو توسیع دی یہ راجا ایک رشی کی بیٹی شکنتلا کے بطن سے تھا جس کے متعلق سنسکرت کے مشہور ڈراما نویس تلسی نے ایک ڈراما لکھا ہے ۔ راجا بھارت کے بیٹے ہستین نے ہستنا پور آباد کیا ۔ بھارت ورش کی ریاست بالائی گنگا کی وادی میں قائم ہوئی ۔

اصلی باشندوں کے اس اختلاط کا حال اس امر سے بھی کھلتا ہے کہ آریہ خد و خال والے لوگوں کی اولاد پنجاب اور شمالی ہند میں کثرت سے آباد ہے لیکن وسطی ہند میں ایسی مخلوط نسلوں کے لوگ بکثرت موجود ہیں جن کے آبا و اجداد آریہ نہ تھے یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ وسطی ہند میں جس پر آریہ راجاؤں نے بعد کے ادوار میں حاکمانہ تسلط قائم کیا ۔ آریوں نے قدیمی باشندوں کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان سے اختلاط قائم کر کے ایک نئی تہذیب اور نئے تمدن اور نئے سماج کی بنا رکھی جو بعد میں ہندو کے نام سے موسوم ہوا ۔ اس اختلاط کے نتائج کا حال ہم آگے چل کر کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے ۔

ابتدائی قبائلی عہد کے یہ آریا کسی نو آبادی میں راج قائم کرنے پر راجا سویہ کا جشن مناتے تھے ۔ جس میں قربانی اور ضیافت کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا ۔ اور گرد و نواح کے راجاؤں سے شاہنشاہی اقتدار منانے کے لیے اشومیدھ یگ کا جشن منایا جاتا ہے جس میں گھوڑے کو سال بھر کے لیے کھلا چھوڑ دیا جاتا اگر کوئی راجا اس گھوڑے سے تعرض کرتا تو اس سے جنگ کی جاتی ۔ سال کے اختتام پر تمام راجے جو گھوڑا چھوڑنے والے راجے کی اطاعت قبول کر لیتے تھے اکٹھے ہوتے اور اس گھوڑے کی قربانی کے ساتھ اور جانوروں کی قربانیاں کر کے بہت بڑا سامراجی جشن منایا جاتا تھا ۔ ان قربانیوں اور اس جشن کی رسمیں معین تھیں جنہیں بڑے اہتمام سے ادا کیا جاتا تھا ۔

شری کرشن کی شخصیت

جس عہد کے واقعات کا ذکر ''مہابھارت'' کی نظم میں آیا ہے وہ آریہ قبائل کے پنجاب میں آباد ہونے اور ہستناپور دھلی اور دوارکا تک اپنی نو آبادیاں قائم کرنے کا زمانہ ہے ۔ لہذ ''مہابھارت'' کی جنگ واقع ہونے کی تاریخ ۱۲۰۰ ق ۔ م کے لگ بھگ متصور کی جا سکتی ہے ۔ مہابھارت کی جنگ میں وسطی اور مشرق ہند کے جن راجاؤں نے شمولیت کی وہ ہمارے خیال میں آریہ نہیں تھے ۔ بلکہ

قدیمی باشندوں کی ریاستوں کے والی تھے ۔ دوارکا کے راجا بلرام اور شری کرشن نے اس جنگ میں بہت اہم کام کئے ہیں جنہیں روایات میں کوروؤں اور پانڈوؤں کے رشتہ دار ظاہر کیا گیا ہے لیکن دوارکا کے گوپال قبیلہ یدھاوا کے مذہبی خیالات ، رسم و رواج اور طبائع ھستناپور کے آریوں سے بہت مختلف بیان کئے گئے ہیں جس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یدھاوا قوم کے لوگ آریہ نہ تھے ۔ خود یہ روایت کہ شری کرشن مرلی دھر سانولی رنگت کے تھے۔ ظاہر کرتی ہے کہ وہ آریہ نہ تھے۔ بلکہ قدیمی باشندوں سے تعلق رکھتے تھے ۔ لیکن آریہ اور غیر آریہ راجے انہیں ان کے اوصاف کی وجہ سے بہت احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ مہابھارت کی روایت کے مطابق شری کرشن نے کوروؤں اور پانڈوؤں کی جنگ کو روکنے کی بہت کوشش کی ۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو آپ نے پانڈوؤں کی حمایت کی ۔ میدان جنگ میں پانڈو هیر و ارجن کی رتھ چلائی ۔ جنگ کے آغاز میں شری کرشن نے ارجن کو جو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے لڑنے میں متامل تھا اپنے حق کے لیے لڑنے اور اپنا فرض ادا کرنے پر ابھارا شری کرشن کا یہ اپدیش گیتا کہلاتا ہے ۔ جس میں زندگی کے فلسفے اور تصوف کے اعلےٰ خیالات کی روشنی میں تبصرہ کیا گیا ہے ۔ هندوؤں کے بعض طبقے گیتا کو الہامی کتاب سمجھتے ہیں اور شری کرشن کو وشنو کا اوتار سمجھ کر ان کی مورتی کی پوجا کرتے ہیں ۔ وشنو کا ذکر قدیم آریہ قوم کے دیوتاؤں میں کہیں نہیں ملتا بلکہ یہ بعد کے دور کے برھمنی مت اور هندو دھرم کے دیوتاؤں میں سے ایک ہے ۔ دیوتاؤں کے آریہ تخیل سے هندوؤں کا تخیل مختلف ہے ۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بیجانہ ہوگا کہ اگنی ، اندر ، دایو ، درونا ، مروت اوریم دیوتاؤں کے بھجن گانے والے آریہ اور تھے اور برھما ، وشنو اور شو کی مورتی پوجا کرنے والے لوگ اور تھے جو آریاؤں کے ورود سے پہلے اس سر زمین میں آباد ہو چکے تھے ۔

شری کرشن کی زندگی کے واقعات جو هندوؤں کی مذہبی روایات میں مذکور ہیں معجزوں اور خوارق عادات کی داستانوں سے لبریز ہیں ۔ شری

کرشن متھرا کے راجا کنس کی بہن کے بطن سے پیدا ہوئے چونکہ راجا کو جوتشیوں نے بتا رکھا تھا کہ اس کا زوال اس کے بھانجے کے ہاتھوں ہوگا اس لیے شری کرشن کے ماں باپ نے پیدایش کی رات بچے کو دریائے جمنا کے پار ایک گوالے کے گھر پہنچا دیا - جہاں انہوں نے گوالوں کی بستی میں پرورش پائی شری کرشن کے عہد طفلی کے حالات معصومانہ کھیلوں اور شرارتوں کی داستانوں سے پر ہیں - شری کرشن جوان ہو کر متھرا گئے جہاں انہوں نے غیر معمولی روحانی اور جسمانی طاقت سے راجا کنس کو جو بہت ظالم راجا تھا اور اپنی پوجا کراتا تھا مغلوب کرکے قتل کر دیا - اور اس کی جگہ اپنے باپ کو راج دلایا ازاں بعد شری کرشن کی قوم متھرا کے نواح سے نقل مکانی کرکے دوارکا میں چلی گئی جو گجرات کاٹھیاواڑ میں سمندر کے کنارے آباد تھا - شری کرشن نے دوارکا کے راجا ہونے کی حیثیت سے مہابھارت کے واقعات میں حصہ لیا - روایت ہے کہ یدھاوا قوم کے افراد سمندر کے کنارے رنگ رلیاں منا رہے تھے - کہ ان کے درمیان بلوا ہو گیا - انہوں نے جنگل کی ایک خود رو جھاڑی کے سخت اور تیز دھار والے پتوں سے لڑ کر ایک دوسرے کا خاتمہ کر دیا اس کے بعد سمندر کا پانی چڑھ آیا جس نے دوارکا کی بستی تباہ کردی - شری کرشن نے اپنی قوم کا یہ انجام دیکھ کر جنگل کے ایک درخت کے سائے میں جان دیدی جہاں سے ان کی نعش کو ارجن نے آکر سنبھالا - شری کرشن کو اپنی بیوی رادھا سے بہت محبت تھی اس کے علاوہ ھندوؤں کی روایات میں انہیں عورتوں کا محبوب پیکر ظاھر کیا گیا ہے جو اکثر ان کے ارد گرد جمع رہتی تھیں -

رامائن کی کہانی رامائن میں اجودھیا کے راجا جسرتھ یا دسرتھ اس کی تین رانیوں اور اس کے چار بیٹوں کی کہانی بیان کی گئی ہے - داستان مختصر طور پر یہ ہے کہ راجا جسرتھ اور اس کی رعایا راجا کے بڑے بیٹے شری رام چندر جی کو یوو راج یعنی ولیعہد بنانے کی خواہاں تھی - شری رام چندر جی کو یوو راج بنانے کی رسم ادا ہونے والی تھی کہ راجا کی دوسری رانی کیکئی نے مخالفت کی اور راجا کو اپنے قول کی یاد دلا

کر مطالبہ کیا کہ وہ رام کو چودہ سال کے لیے جلا وطن کر کے جنگل میں بھیج دے اور اس کی جگہ کیکئی کے بیٹے بھرت کو یوو راج بنائے ۔ رام کو اپنے باپ کے قول هارنے کا علم هوا تو اس نے اپنی بیوی سیتا اور اپنے ایک بھائی لکشمن کے ساتھ جنگل کی راہ لی ۔ جلا وطنی کے زمانہ میں رام ، سیتا اور لکشمن کو بڑی مشکلات کا سامنا هوا اور جب وہ دکن کے ڈنڈا کا بن میں مقیم تھے ۔ لنکا کا راجہ راون سیتا کو اٹھا کر لے گیا ۔ شری رام چندر جی نے دکن کے راجا سگریو کو راون سے لڑنے کے لیے آمادہ کر لیا ادھر سے راون کا ایک بھائی وبھیشنا بھی رام اور سگریو کے ساتھ آن شامل هوا ۔ رام اور سگریو نے بہت بڑا لشکر لے کر لنکا پر چڑھائی کی اور جنگ میں راون اور اس کے بہادروں کو مار کر سیتا کو قید سے چھڑایا ۔ اس فتح کے بعد رام سیتا اور لکشمن اجودھیا کی طرف لوٹے کیونکہ چودہ سال کی میعاد پوری هو چکی تھی ۔ اجودھیا کے لوگوں نے پر تپاک استقبال کیا اور شری رام چندر جی کو اپنا بادشاہ بنا لیا ۔

رامائن کی کہانی سے حسب ذیل تاریخی نتائج مترتب کئے جا سکتے هیں اول کہ یہ کہانی جنگ مہابھارت کے عہد سے کافی عرصہ بعد کے دور سے متعلق هے جب آریہ راجاؤں نے دریائے گنگا کی وادی میں مشرق کی طرف قدم بڑھاتے هوئے اودھ اور بہار میں نئی ریاستیں قائم کیں ۔ اور شہر ، قصبے ، محل ، باغات اور قلعے بنا کر رهنے لگے ۔ دوسرے یہ کہ اس دور میں آریوں کے طرز بود و باش میں کافی تبدیلی آچکی تھی ۔ اور برهمنوں کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا تھا ۔ راجا جسرتھ کو خود ویدوں کا عالم ظاهر کیا گیا هے اور راون کے متعلق بھی یہ لکھا هے کہ وہ بڑا عالم اور گیانی تھا ۔ راون کی لنکا کا حال بھی جو رامائن میں بیان کیا گیا هے ظاهر کرتا هے کہ لنکا کا راکشس تمدن اجودھیا کے آریہ تمدن سے کسی طرح کم نہ تھا ۔ اس قسم کی ترقی یافتہ ریاستوں کے باهر جنگلات میں وحشی لوگ پھرتے تھے جنھیں مہابھارت کی طرح رامائن میں بھی بہت بھونڈی اور هیبت ناک صورتوں میں بیان کیا گیا هے ۔ سویمبر اور اشومیدھ یگ کے جشن اس دور میں بھی نظر آتے هیں ۔ لڑائی کے اوزار

وهی هیں جن کا ذکر مہابھارت میں آچکا ہے ۔ رام ، سیتا اور لکشمن جنگل میں جانوروں کا شکار کر کے گوشت پر اور جنگل کے پھلوں اور جڑی بوٹیوں پر بسر اوقات کرتے هیں ۔ جنگل میں جا بجا انہیں تپسیا کرنے والے اور گیان دھیان کی زندگی بسر کرنے والے رشی اور یوگی ملتے هیں ۔

شری رام چندر جی کی زندگی کے اہم واقعات کی یاد دسہرہ کے دنوں میں لیلا یعنی ناٹک اور ڈرامے کر کے ہر سال منائی جاتی ہے ۔ اور اجودھیا میں ان کے واپس آنے کی یادگار کے طور پر ہر سال دیوالی (چراغاں) کی عید منائی جاتی ہے ۔ هندو شری رام چندر جی کو وشنو کا اوتار سمجھتے هیں اور ہر وقت رام کے نام کا جاپ کرنے کو ذریعہ نجات خیال کرتے هیں ۔ دسہرے کی لیلا میں راون اور اس کے ساتھیوں کو هیبت ناک بھوتوں کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے اور ان کے بڑے بڑے گڈے بنا کر جلائے جاتے هیں ۔ یہ تو خیر قابل فہم بات ہے لیکن تعجب کا مقام یہ ہے کہ لیلا میں راون کے مقابلے میں شری رامچندر جی کی مدد کرنے والے راجہ سگریو اور اس کے لشکروں کو بندروں ، لنگوروں اور ریچھوں کی صورتوں میں پیش کیا جاتا ہے ۔ ان کی خدمت اور امداد کے اعتراف کی یہ صورت بڑی عجیب ہے ۔ رامائن کی داستان کا زمانہ ایک هزار قبل مسیح سے لگ بھگ سمجھنا چاهیئے ۔ اس زمانے میں یونان کے آریہ قبائل میں ٹرائے کی جنگ واقع هوئی ہے جس میں ٹرائے کا بادشاہ خوبصورت هیلین کو اٹھا کر لے جاتا ہے ۔ سیتا اور هیلین کے قصوں میں یہ فرق ہے کہ سیتا اپنی عصمت کے محفوظ رهنے کا یقین دلانے کے باوجود اجودھیا کے لوگوں کی نظروں سے گر گئی لیکن هیلین کو اپنی عصمت کھو بیٹھنے کے باوجود اس کے شوهر نے گرمجوشی سے دوبارہ قبول کر لیا ۔ اسی تقابل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ هندی آریہ اور یونانی آریہ کے افکار و جذبات میں کس قدر فرق واقع هو چکا تھا ۔

ایک هزار سال قبل مسیح کے وقت دنیا کی کیفیت

ایک هزار سال ق - م تک گزشته هزار ساله دور کے انقلابات و حوادث کے باعث دنیا میں جو کیفیت رونما هوئی اس کا حال مجمل طور پر ذیل کے الفاظ میں بیان کیا جاتا هے :-

گزشته باب میں اس امر کی تشریح کی جا چکی هے که دو هزار سال ق - م سے لے کر ایک هزار سال ق - م تک کے دور میں جنوبی روس وسطی یورپ ، بلقان ، یونان ، ایشیائے کوچک ، بابل ، ایران ، افغانستان اور شمالی هند (پنجاب) کی سر زمینیں وسط ایشیا سے خروج کرنے والے خانه بدوش آریه قبائل کی یلغاروں کی آماجگاه بن گئیں اور وادی‌النیل کی متمدن سر زمین کو صدیوں عرب ، فلسطین اور شام کی صحراؤں سے اٹھنے والے خانه بدوش قبائل کی یلغاروں سے پامال هونا پڑا - آریه قبائل کے اس عالمگیر خروج کا لازمی نتیجه یه تها که نیل ، دجله اور فرات کی وادیوں کے ترقی یافته تمدن کو وحشی اقوام کے حملوں کے هاتهوں بہت نقصان پهنچا اور انسان کی علمی اور فنی ترقیاں جو ان وادیوں میں صدیوں سے پرورش پا رهی تهیں رک گئیں - اس کے علاوه دریائے ڈینیوب اور دریائے سنده کی وادیوں میں زراعت کاروں کا جو تمدن جاگیر هورها تها اسے نئے حمله آوروں کے سامنے اطاعت کا سر جهکانا پڑا - وسط ایشیا کے بدوی آریه قبائل کی ان یلغاروں سے صرف چین کی سر زمین محفوظ رهی - جهاں زراعت کاروں کی بستیاں جاگیرداریاں قائم کر کے ایک بادشاهی نظام کی شکل اختیار کر چکی تهیں -

تمدن کے خدو خال

مصر ، بابل اور کریٹ کے جس ترقی یافته تمدن کو وسط ایشیا اور صحرائے عرب کے بدوی قبائل کے هاتهوں نقصان

پہنچا اس کے نمایاں خد و خال حسب ذیل تھے :۔

سمیری اور بابلی اقوام فن زراعت کو بہت ترقی دے چکی تھیں ۔ بابلیہ کے کسان زمین میں بیج ڈالنے کے لیے پورا استعمال کرنے لگے تھے ۔ ہل چلانے کے لیے بیلوں کا استعمال کرتے تھے ۔ اور دودھ مکھن حاصل کرنے کے لیے گائیں پالتے تھے ۔ زراعت کاری کے یہ طریقے نیل اور سندھ کی وادیوں میں رائج ہو چکے تھے ۔ بابلی پختہ اینٹوں کے مکان بناتے تھے ۔ مندر تعمیر کرتے تھے ۔ پتھر کی سلوں پر تصویریں کھودتے تھے ۔ مجسمے اور مورتیاں بناتے تھے ۔ چاندی ، سونے اور تانبے کے زیور اور برتن بناتے تھے ۔ پیتل کے اوزار اور برتن بنانے لگے تھے ۔ دھاتوں کا استعمال اس دور میں کم و بیش دنیا کے باقی ملکوں میں رائج ہو چکا تھا ۔ بابلیوں نے چاند ، سورج اور ستاروں کی رفتار کا حساب لگا کر ھفتے ، مہینے ، سال اور ساعتوں کا حساب مقرر کیا اور علم ہیئت کے ابتدائی مشاھدات کر کے ان سے فایدہ اٹھانے لگے ۔ یہ لوگ دیوتاؤں کے پجاری تھے ۔ ہر شہر کا مخصوص دیوتا ھوتا تھا ۔ جن کی وہ مورتیاں بنا کر مندروں میں رکھتے تھے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے ۔ دیوتاؤں کے لیے جانوروں کی قربانیاں بھی کرتے تھے ۔ قربانی کے جانوروں کی آنتوں سے اور ان کے اندرونی اعضا کی کیفیات سے شگون لیتے تھے ۔ تحریر کو ایجاد کرنے کا سہرا بھی اسی خطے کے قدیم باشندوں کے سر ہے ۔ یہ لوگ ہر قسم کا تحریری ریکارڈ رکھنے کے لیے مٹی سے بنائی ہوئی "تختیاں استعمال کرتے تھے ۔ جایداد کی تقسیم و انتقال کے لیے ان کے ھاں قانون رائج تھے ۔ مدنی حقوق قانوناً معین کر دیئے گئے تھے ۔ داستان نویسی اور تاریخ نویسی میں بھی بابلیوں کو کافی دسترس حاصل تھی ۔ گیت اور بھجن بھی لکھتے تھے ۔ ریاستوں کے باھمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لیے صرف جنگ کے طریق ھی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ سیاسی گفت و شنید پر بھی انحصار رکھتے تھے ۔ اور ثالثی بھی اختیار کرتے تھے ۔ سمیریہ اور بابلیہ کے اکثر بادشاہ محض دیوتاؤں کے نائب کہلانے پر اکتفا کرتے رہے لیکن بعض نے خود دیوتائی کا

درجہ حاصل کر لیا اور مندروں میں اپنے مجسمے نصب کر کے عوام سے اپنی پوجا کرائی ۔

مصر کا تمدن بھی بابلیہ کے تمدن کے متوازی ترقی کرتا رہا ۔ مصریوں نے پتھر پر منبت کاری اور مجسمہ سازی کے فن کو بہت ترقی دی ۔ بابلی منار بنواتے تھے مصریوں نے اہرام تعمیر کرائے اور پتھروں کو کاٹ کر پہاڑوں میں عالیشان مندر بنوائے ۔ سنگ تراشی کے فن کو درجۂ کمال تک پہنچایا جو فن تعمیر میں قدیم مصریوں کی سریت انگیز ترقی پر دال ہیں ۔ مصری تحریر کے لیے الواح کے بجائے بھوج پتر استعمال کرتے تھے ۔ ان کے لٹریچر میں دیوتاؤں کی داستانیں کم ہیں اس کے بجائے محبت کی داستانیں ، بربادی کے نوحے ، فرعونوں اور دیوتاؤں کی تعریف میں بھجن اور گیت زیادہ ہیں جو کافی ادبی ترقی کا پتا دے رہے ہیں ۔ پہلے مصر کے باشاہ مختار مطلق ہوتے تھے پھر جاگیرداری کا انتظام قائم ہوا ۔ فراعنۂ مصر کو دیوتاؤں کا درجہ حاصل تھا ۔ رعایا کے لیے ان کی پرستش لازمی تھی ۔ یہ فرعون سورج کی اولاد کہلاتے تھے ۔

کریٹ اور جزائر ایجئین کا جو ترقی یافتہ تمدن ان بدوی آریہ قبائل کے ہاتھوں برباد ہوا نقاشی ، مجسمہ سازی اور مٹی کے نفیس ترین برتن بنانے کے اعتبار سے بہت ممتاز تھا ۔ کریٹیوں کا یہ آرٹ مقامی نہ تھا کیونکہ یہ لوگ تاجر تھے اور دور دراز کی سر زمینوں سے سوغاتیں یعنی اچھی اچھی چیزیں لاسکتے تھے ۔ کریٹ سے آرٹ کے جو نمونے دستیاب ہوئے ہیں انہیں اس دور کی دنیائے متمدن کی کاریگری کا ماحصل سمجھنا چاہیئے ۔

دریائے ڈینیوب کی وادی اور وسطی یورپ کے دوسرے زراعتی مرکزوں میں تمدنی ترقیات کی سطح ابھی بلند نہیں ہوئی تھی ۔ ان علاقوں کے زراعت کار مٹی کے برتن بناتے تھے ۔ لیکن بہت سی ضروریات کے لیے مشرق کے تاجروں پر انحصار رکھتے تھے ۔

دریائے سندھ کی وادی کا تمدن دجلہ ، فرات اور نیل کی وادیوں کے تمدن کی طرح ترقی یافتہ نہ تھا - تاہم جو آثار دستیاب ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریائے سندھ کی وادی کے زراعت کار بستیاں بنا کر رہتے تھے - پختہ اینٹوں کے گھر بناتے تھے - حمام اور نالیاں تعمیر کرتے تھے - سنکھ ، سیپ ، تانبا ، سکہ ، قیمتی پتھر ، چاندی ، سونا ، سبز مٹی ، گیرو ، گاچی - سلیٹ وغیرہ استعمال کرتے تھے - برانز اور پیتل کے برتن اور اوزار بناتے تھے - گندم کھجور جو ، دالوں اور تلوں کی کاشت کرتے تھے - جانور پالتے تھے - گوشت کھاتے تھے - شکار کھیلتے تھے - ان کے ھتھیار ، تیر کمان ، نیزہ ، کلہاڑی - خنجر اور گرز پر مشتمل تھے - اوزاروں میں کلہاڑیاں ، درانتیاں ، آرے ، تیشے ، استرے اور چاقو قابل ذکر ہیں جو برانز ، پیتل ، تانبے اور پتھر سے بنائے جاتے تھے - آٹا پیسنے کے لیے چکی کے بجائے پتھر کی اوکھلیاں استعمال کرتے تھے - چاک پر مٹی کے برتن بناتے تھے - اور ان پر نقش و نگار کرتے تھے - تحریر کے فن سے آشنا تھے - مردوں کو دفن بھی کرتے تھے - اور جلاتے بھی تھے - بعض برتنوں میں انسانی جسم کے اعضا الگ الگ دفن کئے ہوئے ملے ہیں - جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگ مردوں کو جانوروں کے سامنے ڈال دیتے تھے - اور پھر بچے کھچے اعضا کو مٹی کے برتنوں میں بند کر کے دفن کر دیتے تھے -

متمدن ملکوں پر آریہ اقوام کی یلغاروں کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اس دور میں ہر جگہ فصیل دار شہر اور قصبے بننے لگے اور بستیوں کی حفاظت کے لیے فصیلوں کے اردگرد خندقیں کھودنے کا رواج عالمگیر صورت اختیار کر گیا - آریہ حملہ آوروں کے اطوار و عادات کا حال اوپر بیان کیا جا چکا ہے - ان کی یلغاروں کے باعث شمالی میدان‌اعظم اور جنوبی میدان‌اعظم کے قدیم ترین باشندوں کی اولاد کو صدیوں کی جدائی کے بعد آپس میں خلط ملط ہونے کا موقع ملا - آریوں نے وسطی یورپ ، جنوبی روس ، بلقان ، یونان ، ایشیائے کوچک ، بابلیہ ، ایران ، اور شمالی ہند میں گھس کر پہلے نو آبادیاں قائم کیں اور پھر ریاستیں بنائیں اور بھوری رنگت کے باشندوں کو جو ان خطوں

میں صدیوں سے آباد تھے اپنا مطیع بنا کر حکومتیں قائم کر لیں - بھوری اور کھلی رنگت کے باشندوں کے اس اختلاط کا نتیجہ مختلف صورتوں میں بر آمد ہوا - محکوموں نے حاکموں کی زبان اختیار کر لی لیکن حاکموں نے قریب قریب ہر جگہ اپنے سے زیادہ متمدن اقوام کے مذہبی خیالات اور معاشرتی آداب کو قبول کرنا شروع کردیا - یونان کے ھیلی ، ایشیائے کوچک کے حتی ، بابلیہ کے کسدی ، اور پنجاب اور ہندوستان کے ویدی آریہ قبائیل بہت بڑی حد تک پرانے باشندوں کے خیالات و اطوار سے متاثر ہوئے - صرف ایران کے آریہ اس عمل سے مستثنیٰ نظر آتے ہیں جو اپنے ایک پیغمبر زرتشت کے دین کو قبول کر کے توحید پرست بن گئے -

دینی پیشوایان اعظم کا ظہور

اس دور کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زرتشت ، موسیٰ ، کرشن اور رام ایسی جلیل القدر ہستیاں ظاہر ہوئیں - جن کے کردار اور اقوال سے نوع انسانی کی بڑی بڑی جمعیتیں اس دور میں بھی بہت متاثر ہوئیں اور آج تک متاثر چلی آرہی ہیں - زرتشت نے زرتشتی دین رائج کیا جس کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ہستی اعلے کے دو مظہر نور اور ظلمت یعنی نیکی اور بدی کی شکل میں کائنات میں کار فرما ہیں - اور کائنات کا وجود اہورہ منروہ (نور) اور اہرمن (ظلمت) کی باہمی کشمکش کا نتیجہ ہے - جب نور ظلمت پر غالب آجائیگا تو ہستی اعلے تمام انسانوں کے لیے یوم حساب قائم کرے گی - اور نیکی کی مدد کرنے والوں کو جزا اور ظلمت و بدی کے پیرووں کو سزا ملے گی زرتشت نے اس عقیدہ کے ساتھ ہی اپنے دین کے پیرووں کو شریعت بھی دی یعنی سماجی اور معاشرتی قوانین کی بنا ڈالی - موسیٰ نے جو بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے - یہودیوں کو بت پرستی سے روکا اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی تلقین کی - اس کے ساتھ ہی یہودیوں کو اخلاق اور معاشرتی قوانین دیئے اور شریعت رائج کی - ہندوستان میں کرشن نے گیتا کی شکل میں خدائے واحد کے عرفان کا پیغام دیا اور ہندوؤں کو شو ، اندر اور دوسرے دیوتاؤں کی پوجا سے روکنے کی کوشش کی - رام نے اپنی سیرت اور کردار سے حق

حق پرستی سچائی اور فرض شناسی کی زندگی بسر کرنے کی اعلیٰ مثال قائم کر دکھائی ۔ زرتشف ، موسیٰ ، کرشن اور رام کے پیروؤں نے بعد میں اپنے پیشوایان دین کے پیغام و شریعت پر کس حد تک عمل کیا اور کس حد تک اصلی شکل میں محفوظ رکھا ۔ اس کا ذکر اپنے اپنے مواقع پر بعد کی فصول میں کیا جائے گا ۔ اس موقع پر یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ جہاں پارسی اور یہودی اپنے پیشوایان مذاہب کو خدا کے پیغبر سمجھتے رہے وہاں ھندوؤں نے کرشن اور رام کو وشنو یعنی خدا کی ربانی قوت کا مظہر قرار دیا ۔ ھندوؤں میں دیوتاؤں یا خدائے واحد کی مختلف صفاتی قوتوں کے انسان بن کر آنے کا عقیدہ عام ہے جسے وہ اوتار کہتے ھیں ۔ لیکن بعض دوسری اقوام اپنے دینی پیشوایان اعظم کو خدا کا پیغمبر یعنی ایلچی خیال کرتی ھیں ۔ ویدک آریوں کے مذھبی لٹریچر میں ایسے بزرگوں کو جو ھستی اعلےٰ کے ساتھ روحانی تعلق رکھتے تھے اور الہام کے ذریعے خدا کا پیغام حاصل کرتے تھے رشی کے نام سے یاد کیا گیا ہے ۔ مخفی نہ رہے کہ رگ وید کے بھجنوں میں جہاں مختلف دیوتاؤں کی تعریف کے گیت ھیں وھاں ایسے بھجن بھی ھیں جو ایک ھستی اعلےٰ یعنی دیوتاؤں کے دیوتا رب الارباب کی شان میں گائے گئے ھیں ۔ جن سے ظاھر ھوتا ہے کہ رگ وید کے زمانے میں پنجاب کے آریہ توحید یعنی خدا کو ایک ماننے کے عقیدے سے بے خبر نہ تھے ۔

سیاسی معاشرتی اور تمدنی کیفیت اس دور کے خاتمے پر یعنی ایک ھزار قبل مسیح میں کرہ ارضی پر طوایف الملوکی کا دور دورہ نظر آ رہا ہے ۔ مصر میں فراعنہ مصر کے اکیسویں خاندان کی بادشاھی قائم ہے جس کے عہد میں مصریوں کی تمدنی کوششیں زوال پذیر نظر آرھی ھیں ۔ فلسطین میں یہودی قبیلے ساؤل یعنی طالوت کو بادشاہ بنا کر کنعان و فلسطین کی قبایلی ریاستوں سے بر سر پیکار نظر آ رہے ھیں ۔ اور فلسطین کی موعودہ سر زمین پر قبضہ جما رہے ھیں ۔ شام اور فلسطین کے ساحلی علاقوں پر کریٹی اور فینقی تاجروں کی بستیاں قائم ھو چکی ھیں ۔ اور شام کے اندرونی علاقے میں آرامی تاجروں کی ریاست قائم ہے ۔ ایشیائے

کوچک کی حتی سلطنت کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے اس کی جگہ متعدد نوابیاں اور جاگیرداریاں قائم ہیں ۔ ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر یونان اور بلقان سے آنے والے تازہ آریہ قبیلے اپنی بستیاں قائم کر چکے ہیں ۔ یونان میں آریہ قبائل کی متعدد ریاستیں قائم ہیں ۔ بحیرہ روم کے افریقی ساحل پر کارتھیج (ٹیونس) اور اوتیکا (الجزائر) میں شام کے فینقی تاجروں کی نوآبادیاں بن چکی ہیں جنوبی اٹلی میں ایطروسکی قوم کی بادشاہی قائم ہے ۔ سسلی میں یونانی اور کارتھیجی اپنی تجارتی بستیاں قائم کر چکے ہیں ۔ یورپ میں بھی طوایف الملوکی کا یہی عالم ہے ۔ وہاں آریہ فاتحین جا بجا اپنی جاگیریں بنا رہے ہیں ۔ بحیرہ اسود کے شمال میں کیمیریوں کی ریاست ہے جو آریہ ہیں اب سے اوپر سیت یاستھنین قبائل خانہ بدوشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ نینوہ میں اشوریوں کی ریاست ہے ۔ بابل میں کسدیوں کے عروج کا ستارہ غروب ہو چکا ہے اور وہاں مقامی خاندان کی کمزور حکومت قائم ہے ۔ وسطی ایران میں عیلام (پارس) کے علاوہ بھوری نسل کے باشندوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں یا قبائلی علاقے ہیں ۔ شمالی ایران میں نو وارد آریوں کے قبائل جاگیریں قائم کر چکے ہیں افغانستان اور پنجاب کی کیفیت بھی یہی ہے ۔ آریہ راجے دریائے گنگا کی وادی میں متعدد ریاستیں قائم کر چکے ہیں چین میں چاؤ خاندان کے بادشاہ حکمرانی کر رہے ہیں ۔ منگولیا ، سائے بیریا ، افریقہ اور امریکہ میں خانہ بدوش قبائل شکار کھیلتے اور جانوروں کے گلوں کو ہانکتے ہوئے پھر رہے ہیں ۔ غرض ایک ہزار ق ۔ م کا عہد دنیا میں طوایف الملوکی کا عہد ہے جس میں تمدنی ، حرفتی اور ثقافتی ترقیات کی رفتار بہت سست نظر آرہی ہے ۔ خانہ بدوش آریہ اقوام یورپ اور ایشیا کے زرعی ملکوں میں آباد ہو کر تمدن و ترقی کی الف ، بے تے سیکھ رہی ہیں ۔ آریاؤں کے پروہت بھجن گاتے ہیں ۔ بھانڈ قومی سورماؤں کے قصے گیتوں کی شکل میں تصنیف کر کے سناتے ہیں ۔ اور یونان اور ہندوستان میں ناٹک اور ڈرامے کا فن ایجاد ہو کر عوام کی ضیافت طبع کا موجب بن رہا ہے ۔

چار بڑی جنگیں اس دور کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس دور کی چار بڑی جنگوں نے اقوام عالم کے لٹریچر میں خاص اھمیت کی جگہ حاصل کی ان میں سے تین جنگیں بارھویں صدی قبل مسیح میں وقوع پذیر ھوئیں جن میں ایک ھندوستان کی مہابھارت ہے جس میں شمالی ھند کے بیسیوں راجاؤں نے حصہ لیا ۔ اور کروکشیتر کے میدان میں اٹھارہ دن تک گھمسان کا رن پڑا ۔ دوسری بڑی جنگ یونانی آرباؤں اور ایشیائے کوچک کے باشندوں کے درمیان ٹرائے میں واقع ھوئی جس کے تذکرے نے مہابھارت کی طرح لٹریچر میں خاص مقام حاصل کرلیا ۔ یہ دونوں جنگیں بارہ سو ق ۔ م کے قریب واقع ھوئیں ۔ تیسری بڑی جنگ جس نے چینیوں کے لٹریچر میں اھمیت کا مقام حاصل کیا ۱۱۰۲ ق۔م میں ین خاندان کے آخری بادشاہ چاؤسن اور چاؤ کے نواب کے درمیان واقع ھوئی جس میں چینیوں کی روایت کے مطابق دونوں طرف سے لاکھوں افراد نے حصہ لیا اور اتنا خون بہا جس میں ”لکڑی کا شہتیر تیرایا جا سکتا تھا“ ۔ چوتھی جنگ لنکا کے راکشس راجا راون اور شری رام چندر جی کے درمیان واقع ھوئی ۔ اگر ان جنگوں کی فہرست میں رستم و سہراب کی لڑائی کو بھی شامل کر لیا جائے جس نے ایرانیوں کے لٹریچر میں مقبولیت عامہ حاصل کی تو ان کی تعداد پانچ تک پہنچ جاتی ہے ۔

آٹھواں باب

لوہے کا زمانہ (۱) دور شجاعت

(ایک ہزار قبل مسیح سے ولادت مسیح تک)

لوہے کی دریافت - فلسطین میں یہودیوں کی سلطنت - اشوریوں - بابلیوں اور ایرانیوں کا عروج و زوال - خسرو اعظم ذوالقرنین - منوں - بدھ - جین مت - کنفیوشس - یہودیوں کے نبیوں اور یونان کے فلسفیوں کا ظہور - ہنو کا بحری سفر - یونانیوں کا عروج - مغربی ایشیا پر سکندر اعظم کی یلغار - ہندوستان میں اشوک اعظم - یورپ میں رومیوں کا عروج - روما اور کارتھیج کی مسلسل جنگیں عالمگیر - روحانی - فکری اور علمی تحریکیں آرٹ کی ترقی اور شستگی - تاتار میں ہنوں کا عروج - مصر کے یونانیوں کی علمی سرگرمیاں -

لوہے کی دریافت

دو ہزار سال ق-م سے ایک ہزار سال ق - م تک کے دور میں برانز دھات کے ہتھیار اور اوزار دنیا میں ہر جگہ عام طور پر استعمال ہونے لگے تھے - ایشیائے کوچک ، وادیٔ دجلہ و فرات اور وادی نیل میں سونا اور تانبا بہت پہلے سے زیر استعمال آچکا تھا لیکن یہ دھاتیں نرم ہیں ان سے تیز دھار والے ہتھیار اوزار اور آلات بنانا نا ممکن تھا - اس لیے انسان انہیں محض زیب و زینت کی اشیا بنانے کے لیے برتنے لگے اور ان کے ہتھیار اور اوزار پتھر ہی کے بنتے رہے جس کو گھسا کر تیز کرنے اور تیز دھار بنانے کی ٹکنیک انہوں نے ہزاروں سال پہلے حاصل کرلی تھی - اس دور کی آخری صدیوں میں دھاتوں کا کام کرنے والے انسانوں نے ایک نئی دھات دریافت کرلی یہ لوہا تھا - لوہے کی دریافت کے بعد انہیں تانبے کے ساتھ قلعی ملا کر پیتل یا برانز بنانے کی ضرورت باقی نہ رہی - اب وہ لوہے کے ہتھیار اور آلات بنا کر بیچنے لگے- لوہے کی دریافت کا اولین تاریخی اثر اس خنجر سے ملتا ہے جو مصر کے فرعون طوطنخ آمن کے مقبرے سے ملا - اس خنجر کا پھل لوہے کا ہے اور دستہ سونے کا ہے- طوطنخ آمن کا عہد حکومت ۱۳۵۶ ق - م سے ۱۳۵۰ ق - م تک کا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ یہ خنجر کسی کاریگر نے تحفے کے طور پر طوطنخ آمن کی خدمت میں پیش کیا ہوگا - جسے ایک نادر چیز کے طور پر بادشاہ مصر نے اپنے ذاتی سامان میں شامل کرلیا - جو اس کے ساتھ ہی قبر میں دفن کردیا گیا - یہودیوں کی مقدس کتاب عہد نامہ عتیق میں حضرت موسیٰ کے جانشین یشوع کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے پاس لوہے کے اوزار تھے - یشوع نبی نے بنی اسرائیل کو لے کر گیارہ سو ق - م کے قریب فلسطین کی طرف پیش قدمی کی تھی - اسی طرح رامائن میں بھی لنکا کے راجا راون کے بھائی کے ہتھیاروں میں لوہے کے گرز کا خاص طور پر ذکر آیا ہے- ان تذکروں

سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں لوہے کے ہتھیاروں کو نادر چیز سمجھا جاتا تھا اسی لیے لوہے کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ۔ اس تذکرے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شری رام چندر جی کا زمانہ ۱۳۰۰ ق ۔ م سے ایک ہزار ق ۔ م تک کے درمیانی عرصہ میں کہیں تھا ۔ جب کہ لوہے کے اوزار نادر تحفے کے طور پر شمار کئے جاتے تھے ۔

بہر حال ایک ہزار ق ۔ م کے بعد لوہے کے ہتھیار ہر جگہ عام طور پر استعمال ہونے لگے ۔ اور برانز دھات اور پیتل کے ہتھیاروں کی جگہ لینے لگے ۔ اسرائیلی بادشاہ داؤد کے عہد میں (۱۰۴۷ سے ۱۰۱۵ ق ۔ م تک) لوہے کو ڈھال کر ہتھیار بنانے کی ٹیکنیک جاری ہو چکی تھی ۔ اس نئی دریافت کے باعث جس نے جنگی ساز و سامان میں زبردست انقلاب برپا کردیا ۔ ایکہزار ق ۔ م کے بعد کے دور کو لوہے کا زمانہ کہا جاتا ہے ۔ اس دھات کا استعمال آج (بیسوی صدی مسیحی) تک بہت ترقی پذیر صورتوں میں ہو رہا ہے ۔ بعض دوسری دریافتوں اور ترقیوں کے باوجود آج بھی توپیں اور کئی قسم کا جنگی ساز و سامان لوہے کو ڈھال کر ہی بنایا جاتا ہے اس کے علاوہ لوہا چھوٹی بڑی مشینوں ، کارخانوں اور ریل کے انجنوں اور ریلوں کے لیےبھی استعمال کیا جا رہا ہے ۔ گویا نوع انسانی تین ہزار سال سے ابھی لوہے ہی کے دور سے گزر رہی ہے ۔ اگرچہ بعض دوسری دریافتوں کے باعث اس دور کے آخری حصوں کو بعض دوسرے نام بھی دئیے جا سکتے ہیں ۔

ابتدائی تین صدیاں

اس دور کی ابتدائی تین صدیوں یعنی ایک ہزار ق ۔ م سے ۷۰۰ ق ۔ م تک کے زمانے کے تاریخی آثار بہت کم دستیاب ہوئے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر کی سلطنت زوال پذیر ہو چکی تھی ۔ جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں میں طوایف الملوکی کا دور دورہ تھا ۔ ایران ، افغانستان اور ہندوستان میں آریہ قبائل کی چھوٹی

---

۱ ۔ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن میں حضرت داؤد کے ذکر میں لکھا ہے کہ ” ہم نے داؤد کے لیے لوہے کو (موم کی طرح) نرم کر دیا جس میں زبردست دہشت ہے ۔ “

چھوٹی ریاستیں قائم تھیں - قبائلی لڑائیاں اور ریاستوں کی آویزشیں عام تھیں جن کے باعث کوئی قوم بھی تعمیر، سنگ تراشی یا دوسرے ایسے فنون کو جو آثار کے طور پر قائم رہ سکتے ترقی نہیں دے سکتی تھی - تاہم بنی اسرائیل کے مقدس صحیفوں، یونان کے شاعر اور بھاٹ ہومر کے گیتوں اور ہندوؤں کی کتابوں سے جو بعد میں لکھی گئیں - معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں پرانی روایات اور اپنے عہد کے واقعات کو گیتوں کی صورت میں گانے کا رواج عام تھا شجاعت کے کارناموں کے ساتھ ساتھ انہیں مبالغہ آرائی کے ساتھ بیان کرنے کی ادبی کوششیں ترقی کر رہی تھیں - اس کے ساتھ ہی چھوٹی چھوٹی نوابیوں - جاگیرداریوں اور ریاستوں کو فتح کرکے مطیع بنا کر اور متحد کر کے بادشاہیاں اور سلطنتیں قائم کرنے کا میلان ترقی پذیر تھا - جو بعد کے ادوار کی ہنگامہ خیز جنگوں پر منتج ہو کر رہا -

یہودیوں کی ریاستیں

اس دور کی پہلی صدی میں بنی اسرائیل نے فلسطین اور کنعان کی سرزمین میں ایک نئی شاہی ریاست قائم کی - بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کو حضرت موسیٰ، فراعنہ مصر کی غلامی سے نکال کر لائے تھے - یہودیوں کے قبیلے تین سو سال جزیرہ نمائے سینا کے صحرا میں خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتے رہے - اور فلسطین و کنعان کے باشندوں سے لڑ بھڑ کر ان کی زرخیز زمینوں پر قابض ہوتے چلے گئے - اس دور میں ان کا معاشرتی نظام بدوی قبائل کا سا تھا - اور ان کے حکمران قاضی کہلاتے تھے - جو یہودیوں کو موسیٰ کے دئیے ہوئے قانون کا پابند رکھتے تھے - بنی اسرائیل بت پرست نہ تھے - حضرت موسیٰ نے انہیں ایک خدا کو ماننے کی تلقین کی تھی - جسے وہ یہوواہ کہتے تھے - لیکن یہودی اپنے ان دیکھے خدا کے لیے اس طرح جانوروں کی قربانیاں کرتے تھے جس طرح پہلے کی اور اس عہد کی قدیم اقوام اپنے دیوتاؤں کے نام پر جانوروں کی قربانیاں دیتی تھیں - قربانی کے گوشت پوشت کو جلانا بہت اچھا سمجھا جاتا تھا - خانہ بدوش یہودیوں نے یہوواہ کے لیے ایک خیمہ بنا رکھا تھا - جسے وہ معبد کے طور پر استعمال کرتے تھے - اس معبد میں لکڑی کا ایک صندوق تھا جس میں وہ

الواح بند تھیں جن پر حضرت موسٰی کی شریعت کے دس بنیادی احکام لکھے ہوئے تھے ۔ اس کے علاوہ سونے کی شمعدان اور بعض طلائی ظروف اور قربانگاہ وغیرہ اس معبد کی خصوصیات میں سے تھیں ۔ یہودی نہ صرف اپنے آپ کو خدائے واحد کے ماننے والے سمجھتے تھے ۔ بلکہ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ یہوواہ صرف انہی کا خدا ہے جو انہیں دنیا میں سر بلند کر کے فلسطین کا حکمران بنا دے گا ۔ ان کے سماج میں قاضیوں کے علاوہ نبی بھی ہوتے تھے جو خدا کی طرف سے الہامی کلام پانے کے مدعی تھے اور پیش گوئیاں کیا کرتے تھے ۔ یہودیوں کے مذہب کی نمایاں خصوصیت قربانیاں تھیں جو وہ خطا کے کفارہ کے طور پر اور خدا کی رضا حاصل کرنے نیز بعض دوسرے مقاصد کے لیے اکثر دیا کرتے تھے ۔

فلسطین کے جنوبی حصے میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے دوسری قوموں اور قبیلوں کی دیکھا دیکھی اپنے میں سے ایک شخص ساؤل کو جسے طالوت بھی کہتے ہیں بادشاہ بنا لیا ۔ ساؤل نے مستقل فوج منظم کی ۔ اور فلسطین و کنعان میں پہلے سے آباد شدہ قوموں ۔ عناقیوں عمالیق ۔ حتیوں ۔ یوسیوں ۔ کنعانیوں ۔ فلستیوں ۔ اموریوں ۔ فروزیوں اور ھرجاسیوں سے جنگیں شروع کردیں ۔ یہ قومیں مختلف قبائل تھیں جو زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعوں پر قابض تھیں ۔ طالوت کے بعد یہودیوں نے داؤد کو اپنا بادشاہ بنایا جو طالوت کے عہد کی جنگوں میں اپنے شجاعانہ کارناموں کے باعث بہت شہرت حاصل کر چکا تھا ۔ داؤد نے فلسطین اور کنعان کی ساری سر زمین بر قبضہ کرکے ایک مضبوط بادشاہی قائم کر لی جس کا مرکز یروشلیم تھا ۔ لبنان کے بادشاہ حیرام کے ساتھ داؤد نے دوستانہ راہ و رسم پیدا کی تجارتی تعلقات قائم کر لیے داؤد ۱۰۱۵ء ق ۔ م میں فوت ہوئے ان کی جگہ ان کا بیٹا سلیمان بادشاہ بنا ۔

سلیمان کا عہد فلسطین کے یہودیوں کی خوشحالی کا زمانہ تھا ۔ اس عہد میں فلسطین کے یہودیوں نے دور دراز کے ملکوں سے تجارتی تعلقات قائم کیے ۔ اور سلیمان نے یروشلیم میں پتھروں

اینٹوں اور لکڑیوں سے ایک معبد تعمیر کرایا - یہودیوں کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معبد کے اندر جتنا سامان تھا وہ سب سونے اور چاندی سے بنایا ہوا تھا - اور ہیکل کے بیرونی حلقہ میں پیتل کے حوض نصب کرائے گئے جو پیتل سے بنے ہوئے بیلوں کی پشت پر قائم تھے - قربان گاہیں بھی سونے کی تھیں - سلیمان نے اس معبد کے پھاٹک پر پیتل کے دو بڑے ستون بھی نصب کرائے تھے جن کا قطر بارہ ہاتھ کا تھا اور اونچائی اٹھارہ ہاتھ کی تھی اس کے علاوہ پیتل کے اور بھی ظروف تھے جو "خداوند ہیکل" کے لیے وقف کر دیئے گئے تھے - سلیمان نے حجاز، یمن اور عدن تک اپنی سلطنت کے دائرۂ اثر کو وسیع کیا - اور مصر کی ایک شہزادی سے شادی کی اس شادی کی شہادت مصریوں کے ریکارڈ سے بھی ملتی ہے یہ شادی فراعنہ مصر کے زوال اور سلیمان کے جاہ و حشم اور اقتدار کا ثبوت ہے - اس کے علاوہ سلیمان نے ملکہ سبا یعنی حبشہ اور یمن کی رانی سے بھی شادی کی - حبشہ کے نجاشی بادشاہ آج تک اپنا نسب نامہ سلیمان اور ملکۂ سبا کے ساتھ ملاتے ہیں - سلیمان نے چالیس برس تک حکمرانی کی ان کے بعد یہودیوں کی ریاست دو حصوں میں منقسم ہو گئی ایک یہودیہ کی ریاست جس کا پائے تخت یروشیلم تھا اور جس پر سلیمان کی اولاد کئی پشتوں تک حکمرانی کرتی رہی دوسرے اسرائیلیہ (کنعان) جس پر بنی اسرائیل کے کسی دوسرے قبیلہ نے شاہی اقتدار قائم کر لیا - اس کا پائے تخت سامریہ کہلاتا تھا - سلیمان کے جانشین رحبعام کے عہد میں (۹۳۰ق - م بعد) مصر کے فرعون سیسک تا سیساق نے یروشلم پر چڑھائی کی معبد کا بہت سا طلائی ساز و سامان لوٹ کر لے گیا - سیساق مصر کے بائیسویں شاہی خاندان کا بانی تھا - جو اصلی قبطی نسل کے تھے - یہودیہ اور اسرائیلیہ کے بادشاہوں کی داخلی تاریخ باہمی قتل و غارت اور سازشوں کے واقعات سے بھری ہوئی ہے - جس کے باعث یہ بادشاہ بسا اوقات اپنی خود مختاری کو

قائم نہ رکھ سکے اور مصریوں ، اشوریوں اور بابلیوں کی تاخت و تاراج کا تختۂ مشق بنتے رہے جس کا حال اپنے اپنے مواقع پر درج کیا جائیگا ۔

سامریہ کی اسرائیلی ریاست ۷۲۱ ق ۔ م میں اشوریوں کے ھاتھوں تباہ ھوئی اور یہودیہ کی ریاست ۵۹۷ ق۔م میں بابلیوں کے ھاتھوں ختم ھوئی ۔ یہودیوں کی اپنی تاریخی اور مذھبی روایات سے ظاھر ھوتا ھے کہ یہودیوں اور اسرائیلیوں نے محکوم قوموں کے ساتھ اختلاط قائم ھونے کے باعث توحید پرستی کو چھوڑ کر پھر بت پرستی اختیار کر لی ۔ اسرائیلی نبیوں کے صحیفے اس قوم کی ایسی گمراھیوں کے حالات سے بھرے ھوئے ھیں ۔

اشوری سلطنت کی توسیع و ترقی

اس طوایف الملوکی کے دور میں نینوہ اور اشور کی قدیم اشوری بادشاھی کو اپنی فوجی طاقت کو منظم کرنے اور اپنے اثر کو بڑھانے کا موقع مل گیا ۔ بنوکد نضر اول شاہ اشوریہ نے جس کا دور حکومت ۱۱۴۰ ق ۔ م سے ۱۱۲۳ ق ۔ م تک تھا بابل پر چڑھائی کی اور عیلام کی ریاست کو بھی تاراج کیا پھر اس کے بیٹے تغلت فلینریٹر اول نے بابل پر دوبارہ چڑھائی کرکے شورش کا خاتمہ کیا ۔ اور اسی بادشاہ نے ایک کامیاب فوجی مہم ایشیائے کوچک کے مشرقی اقطاع اور آرمینیا (ھالدنی) کو تاراج کرنے کے لیے بھیجی ۔ تغلت فلینریٹر کے جانشینوں نے بھی اسی پالیسی کو جاری رکھا ۔ تغلت فلینریٹر سویم نے جس کا عہد حکومت ۷۴۷ ق۔م سے ۷۳۵ ق ۔ م تک کا ھے ۔ بابل ، عیلام ، شام کی ارامی ریاست ، فینقیہ (ساحل شام کی ریاست) سامریہ اور فلسطین کے ملک تاراج کیے ۔ یہ بادشاہ بہت سے یہودیوں کو قیدی اور غلام بنا کر اشوریہ لے گیا ۔ اس کے جانشین شالما نیزر اول نے سامریہ کی یہودی ریاست کو تاراج کرکے ۷۲۱ ق ۔ م میں اس کا خاتمہ کر دیا اور دمشق کے ارامیوں کی ریاست کو بھی پامال کیا ۔ اس کے بعد ۷۲۰ ق ۔ م میں سارغون ثانی نامی ایک غاصب بادشاہ متمکن ھوا ۔ جس نے اشور کی فوجوں کو جو اس وقت تک مستقل طور پر قائم ھو چکی تھیں سر سے پاؤں تک لوھے کے ھتھیاروں سے آراستہ

کیا - پیتل اور برانز دھات کے اوزار یک قلم موقوف کر دیئے گئے - سارغون ثانی کو بھی بابل ، عیلام اور فلسطین کی مہمیں پیش آئیں کیونکہ اشوریہ کے مرکزی انقلاب حکومت کے باعث ان جگہوں کے رئیسوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا - سارغون نے ایران کی سر زمین میں بھی مہمیں بھیجیں جہاں قدیم ایرانی جاگیرداروں کے دوش بدوش ایرانی آریاؤں کی قبائلی جاگیرداریاں بھی قائم ہو چکی تھیں -

سارغون کے بیٹے سینحرب (سناشیرب) کے عہد میں (۷۰۵ ق - م سے ۶۸۱ - ق - م تک) بابل پر خلیج فارس کے ساحلی علاقے کے ایک سردار میرودک بلادین نے شاہ عیلام اور ملکہ عرب کی مدد سے قبضہ جما لیا جس کے باعث سینحرب کو بابل اور عیلام کی طرف مہم بھیجنی پڑی - اس مہم نے بابلیہ کے شہروں کو خوب تاراج کیا - میردوک بلادین نے شاہ اشور کے خلاف اس سازش میں یہودیہ کے بادشاہ خرقیاہ نامی کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی تھی اور بلادین بابلی کے ایلچی یروشیلم گئے تھے - سینحرب کی فوجوں نے جنوبی مہم کر سر کرنے کے بعد یروشلیم پر چڑھائی کی - اور شہر کا محاصرہ کر لیا - خرقیاہ نے خراج دیدیا اور طاقت قبول کر لی - سینحرب کی فوجوں نے مصر پر بھی حملہ کیا لیکن فوج میں وبا پھوٹ پڑی اس لیے مہم ناکام رہی - سینحرب کے جانشین ایسر ھدوں (۶۸۱ سے ۶۶۸ ق - م نے سر زمین ایران میں گھوڑے لوٹنے اور حملہ کرنے کے لیے ایک عسکری مہم بھیجی - اشوریوں کے ریکارڈ میں اس مہم کی کامیابی کا ذکر بڑے فخریہ الفاظ میں کیا گیا ھے اور لکھا ھے کہ ایرانی آریوں کے قبیلہ میدی کے سردار نے اس مہم میں اشوریوں کی مدد کی اور اشوری فوج نے دشت شور (صحرائے نمک) تک ملک کو تاراج کیا - یہ دشت شور ایران کے جنوب مشرق میں سیستان کے قریب واقع ھے -

ایسر ھدوں کے بعد اشور بانی پال اشوریہ کا بادشاہ بنا - جس نے ۶۶۸ ق - م سے ۶۲۶ ق - م تک حکومت کی - اس بادشاہ نے کئی سال کی پیہم

لڑائیوں کے بعد عیلام کی سر زمین کو یکسر تاراج کر دیا ۔ عیلام کے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی ۔ مندر ڈھائے ، مورتیاں توڑیں ، مقدس درختوں کے جھنڈ کو پامال اور برباد کر دیا ۔ مال غنیمت لوٹا ۔ عورتوں کو پکڑ کر لونڈیاں بنایا ۔ نینوہ کے ریکارڈ ظاہر کرتے ھیں کہ اشور بانی پال نے عیلام میں گدھوں کے هل چلوا دئیے کھیتوں میں جنگلی گدھے اور هرن چرنے لگے ۔ مال غنیمت کی فہرست سے نیز بچی کھچی چیزوں سے معلوم هوتا ہے کہ عیلامی ، ایران اور هندوستان سے تجارتی تعلقات رکھتے تھے ۔ اشور بانی پال نے مصر پر حملہ کر کے شمالی حصے کی سر زمین کو تاراج کیا ۔ اور شاہ مصر سے خراج وصول کیا ۔

۶۱۲ ق ۔ م میں ایران کے میدی سردار سیاکسیر نے جس کا دوسرا نام اوآکھشترا ہے بابل کے کلدانی قبائل کی مدد سے نینوہ اور اشور پر چڑھائی کی اشوریوں کی منظم فوج کا قلع قمع کردیا ۔ ملک کو تاراج کیا اور شاهی خاندان کے افراد کا صفایا کر کے انہیں یکسر نیست و نابود کر دیا ۔

نینوہ کے اشوری قدیم سامی نسل کے لوگ تھے ۔ ان کی مورتوں ارو مورتیوں سے معلوم هوتا ہے کہ ان کی ناکیں لمبی اور اونچی لب موٹے اور داڑھیاں لمبی هوتی تھیں سر پر لمبے لمبے بالوں کی جٹیں رکھتے تھے اور لمبے لمبے چوغے پہنتے تھے ۔

اشوری قدیم زمانے سے دریائے دجلہ کے بالائی حصے میں آزادی و خود مختاری کی زندگی بسر کر رہے تھے ۔ کبھی کبھی بابل کے سمیری بادشاهوں کے ساتھ ان کا تصادم بھی هو جاتا تھا ۔ لیکن اس طوایف الملوکی کے دور میں انہیں گرد و نواح کی سر زمینوں اور ریاستوں کو پامال اور تاراج کرنے کا موقع مل گیا اور اس مقصد کے لیے انہوں نے باقاعدہ فوجی طاقت منظم کی ۔ اشوری بڑے جابر حکمران اور ظالم فاتح تھے ۔ جن ملکوں کو تاراج کرتے وهاں کے لوگوں کو طرح طرح کی عقوبتیں دے کر دهشت پھیلانے کی کوشش کرتے ۔ جو لوگ مقہور و مغضوب هوتے ان کے اعضا کاٹ کاٹ کر

انہیں دکھ دیتے تھے ۔ یا انہیں پنجروں میں بند کر کے لٹکا دیتے تھے ۔ اور طرح طرح کے عذاب دے کر مارتے تھے ۔ منظم جنگی طاقت اور دہشت آفرینی کے بل پر حکومت قائم کرنے اور سلطنت کو توسیع دینے کی پالیسی کے اولین علمبردار اشوری ہی ہیں جن کی پیروی بعد میں کئی قوموں اور کئی بادشاہوں نے اختیار کی فن حرب میں اشوریوں کی ترقیات اور اصلاحیں حسب ذیل ہیں :- باقاعدہ منظم فوج ، لوہے کے ہتھیار ، تیر کمان ، بھالے تلواریں اور چار آئینہ ، گھڑ سوار رسالہ ، فصیلوں کو گرانے کے لیے منجنیق اور سرنگیں ۔ وادیٔ دجلہ، فرات کی سر زمینیں ، ایشیائے کوچک کے مشرق حصے ، آرمینیا ، ایران ، سامریہ ، یہودیہ ، بابلیہ اور عیلام چار سو سال اشوریوں کی تاخت و تاراج کا تختہ مشق بنے رہے ۔ ان ملکوں کے بادشاہ اور قبائلی سردار اشوری بادشاہوں کو خراج دیتے تھے اور جب کوئی بادشاہ سرکشی کرتا تھا تو اس پر لشکر کشی کی جاتی تھی ۔ اشوریوں نے ایسرحدون کے عہد میں مصر کے شمالی حصے کو بھی تاراج کیا اور شاہ مصر سے خراج لیا ۔

مشرق ادنیٰ اور یورپ

ایک ہزار ق ۔ م سے ۶۰۰ ق ۔ م تک کی چار صدیوں کے دور میں جب اشوریوں کے رسالے جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں کو تاراج کر رہے تھے ۔ ایشیائے کوچک یونان اور دنیائے مغرب میں بھی بہت اہم واقعات رونما ہو رہے تھے ۔ حتیوں کے اقتدار کا خاتمہ ہو جانے کے بعد ایشیائے کوچک میں طوایف الملوکی کا دور دورہ ہوا اور اس سر زمین کو بلقان اور یونان کی طرف سے آنے والے آریہ قبیلوں کریمیا کے کیمریوں ، بلقان کے فریجیوں اور یونان کے ہیلیوں نے تاخت و تاراج کیا اور مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں ۔ جن میں ایشیائے کوچک کے شمال مغربی گوشے کی ریاست فریجیہ کہلاتی تھی جس کے بادشاہوں کی دولت و ثروت کا شہرہ اس قدر عام تھا کہ یونانی سمجھتے تھے کہ فریجیہ کا بادشاہ ہر روز صبح کے وقت سونے کے پانی سے غسل کرتا ہے ۔ نو سو ق ۔ م کے بعد شمالی

میدان‌اعظم اور وسط ایشیا سے اٹھنے والی ایک اور وحشی قوم سیتھیئنوں نے جنوبی روس کی کیمری سلطنت کا خاتمہ کردیا اور بحیرہ اسود اور دریائے ڈینیوب کے شمال میں ستیھیئنون کی وسیع سلطنت قائم کرلی ۔ ستھیئنوں کے لشکر باسفورس اور در دانیال کی آبناؤں کو عبور کرکے نیز کوھستان قاف کے درے کی راہ سے ایشیائے کوچک اور ایران میں بھی گھس آئے ۔ اور ان ملکوں کو تاراج کرنے لگے ۔ یہ شمال کے وحشی قبائل کی یلغاریں تھیں جو ۸۰۰ ق ۔ م سے ۶۰۰ ق ۔ م تک ایشیائے کوچک اور ایران کو تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد تاراج کرتی رھیں ۔ لیکن ستھیئنوں کو ان ملکوں میں اقتدار قائم کرنے یا بستیاں بسانے میں کامیابی نہ ھوئی ۔ ان کے لشکر یا تو واپس چلے جاتے رہے یا ان ملکوں کے باشندوں کے ساتھ گھل مل گئے ۔ اس بد امنی اور طوایف الملوکی کے دوران میں ایشیائے کوچک کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے فیڈریشن بنا کر لیدیا کی بڑی ریاست قائم کر لی ۔ جو سارے ایشیائے کوچک پر حاوی تھی ۔ صرف شمال مغربی گوشے میں فریجیہ کی ریاست تھی اور مغربی ساحل پر یونانیوں کی چھوٹی چھوٹی جاگیریں قائم ھو چکی تھیں جو لیدیا کی بادشاھی کے زیر اثر آکر زندگی بسر کرنے لگیں ۔ لیدیا کے حکمران بھی فریجیہ کے حکمرانوں کی طرح بہت متمول تھے ۔ کیونکہ ان دونوں ریاستوں میں سونے ، تانبے ، چاندی اور لوہے کی کانیں تھیں باقاعدہ طلائی سکہ جاری کرنے کا سہرا لیدیا کے بادشاھوں کے سر ہے اس سے پہلے محض دھاتوں کے وزن کے اعتبار سے اشیاء کا تبادلہ کیا جاتا تھا ۔

اس چار صد سالہ دور میں یونان کی سر زمین بھی طوایف‌الملوکی کا شکار بنی رھی اس کے مختلف حصوں میں متعدد شہری ریاستیں قائم ھوگئیں جن میں سے بعض کے حاکم جابر یعنی مطلق‌العنان سردار تھے اور بعض میں آریائی پنچایتی طرز کا نظام چل رہا تھا ۔ یونانیوں نے اس دور میں بحری تجارت کی طرف توجہ مبذول کی اور بحیرہ اسود ، بحیرہ مارمورا اور بحیرہ ایجئین کی تجارت سنبھال لی ۔ اندرون ملک میں غلے کی زراعت کے بجائے باغبانی کو

ترقی دی اور زیتون کے باغ لگانے شروع کر دئیے تاکہ اس سے تیل حاصل کر کے اپنی تجارت کو فروغ دیں - اسی تجارتی سلسلے میں یونانیوں نے بحیرہ اسود ، بحیرہ مار مورا ، جزائر ایجئن حتی کہ بحیرہ روم میں سسلی اور جنوبی اٹلی تک اپنی تجارتی بستیاں آباد کیں -

بحیرہ روم میں بحری تجارت کے سلسلے میں یونانیوں کے حریف ساحل شام کے فینقی تاجر تھے - جو کئی صدیوں سے بحیرہ روم اور اس کے ساحلی علاقوں کو کھنگال رہے تھے - ان فینقی تاجروں کی آمد و رفت ، سسلی سار ڈینیا ، افریقہ کے شمالی ساحل کی بندرگاہوں فرانس کے جنوبی ساحل ، ھسپانیہ ، پرتگال ، فرانس کے مغربی ساحل کی بندرگاہوں بلکہ آئر لینڈ اور انگلستان کے ساحلی مقامات تک تھی - ۸۰۰ ق - م کے قریب ان فینقی تاجروں نے ٹیونس کے قریب کارتھیج (قرطاجنہ) کی تجارتی بستی قائم کر کے نو آبادی قائم کرلی - سسلی اور سارڈینیا میں بھی نو آبادیاں قائم کیں - اس زمانے میں ایک فینقی ملاح ھنوں نامی نے آبنائے جبل الطارق سے گزر کر افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ سنی گال تک تفتیشی سفر کیا - ھنوں کا سفر نامہ بڑا دلچسپ ھے - جس میں عجیب عجیب سر زمینوں ، انسانوں اور دیگر عجائبات کا تذکرہ کیا گیا ھے - سنی گال کے ایک ساحلی مقام کے متعلق لکھا ھے کہ رات کے وقت ساحل کے قریب کے پہاڑوں پر آگ جلنے لگی اور ڈھولوں اور جھانجوں کی آوازیں آنے لگیں - ھنوں ان مشاھدات کو جنوں اور بھوتوں کا تصرف لکھتا ھے حالانکہ یہ افریقہ کے حبشی قبائل کے جشن کی آوازیں ھوں گی اور پہاڑوں پر کی آگ قدرتی ھوگی جو جنگلوں میں خود بخود لگ جاتی ھے - ھنوں جنگلی آدمی کی کھال بھی لایا تھا جس سے معلوم ھوتا ھے کہ ان ملاحوں نے گوریلا شکار کیا ھوگا -

اٹلی کے وسطی اور جنوبی حصے میں ایطروسکی قوم کی ریاست قائم تھی - یہ ایطرووسکی گندمی رنگ کے تنومند جسم رکھنے والے لوگ تھے جو کریٹ کی تباھی کے بعد ایجئین کے جزیروں اور ایشیائے

کوچک کے ساحلی علاقوں سے نکل کر اٹلی میں جا بسے تھے ۔ ان کی وساطت سے بحیرہ روم کا تجارتی مال وسطی یورپ کے ملکوں میں پہنچا تھا ۔ جہاں مشرق کی طرف سے آنے والے آریہ قبائل جا گزین ہو کر نوابیاں اور جاگیرداریاں قائم کر رہے تھے ۔ اس دور میں آریہ قبیلے ھنگری سے چل کر آسٹریا کی راہ سے شمالی اٹلی میں داخل ہوئے ۔ جہاں بھوری نسل کے قدیم باشندے جھیلوں میں بستیاں بنا کر رہتے تھے ۔ اس دور میں آریہ اقوام جرمنی اور فرانس تک پھیل گئیں ۔ اور قدیم باشندوں کے ساتھ خلط ملط ہونے لگیں ۔ ایطروسکی قدیم باشندوں اور نووارد آریاؤں سے زیادہ ترقی یافتہ تھے ۔ قلعے بناتے تھے ۔ بستیوں کے اردگرد خندقیں کھودتے تھے ۔ ایطروسکیوں نے جنوبی اور وسطی اٹلی میں دریائے ٹائیبر تک ریاست قائم کر رکھی تھی یہ زمانہ یورپ ، ایران اور ھندوستان میں انڈو یورپین (آریہ) اصل رکھنے والی مختلف زبانوں کے پھیلاؤ کا ھے جنہیں قدیم باشندوں نے بھی آریاؤں کے سیاسی تفوق کے باعث قبول کر لیا یورپ میں یہ زبانیں لاطینی ، یونانی اور جرمن کی شکل میں رائج ہوئیں جن سے آگے کئی شاخیں چلیں ایران میں اسی زبان نے پہلوی اور ابتدائی فارسی کی شکل اختیار کرلی ۔ اور ھندوستان میں سنسکرت رائج ہوئی جس سے پراکرت ، برج بھاشا ، ھندی ، مرھٹی ، بنگالی اور گجراتی وغیرہ زبانیں نکلیں ۔

شمالی میدان اعظم - چین اور ہندوستان

اس چار صد سالہ دور (۱۰۰۰ سے ۶۰۰ ق - م تک) میں شمالی میدان اعظم میں آریوں کے بھائی بند سیتھیئن خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے تھے - انہوں نے جنوبی روس میں کیمیریوں کی سلطنت کو تباہ کرکے اپنی ریاست قائم کی - ایشیائے کوچک ، شام اور ایران کی سر زمینوں کو اپنی یلغاروں سے پامال کیا - ان کے کچھ لشکر ہندوستان میں بھی داخل ہوئے - لیکن ہر جگہ یہ لوگ پہلے باشندوں کے ساتھ گھل مل گئے یا واپس چلے گئے - ان کے شمال میں منگولستان ، شمالی سائبیریا ، شمالی یورپی روس اور سکنڈے نیویا کے سرد علاقوں میں اور کئی قومیں جفاکشی کی وحشیانہ زندگی بسر کر رہی تھیں - جن کی بسر اوقات شکار پر ہوتی تھی - سیتھیئنوں اور شمالی میدان اعظم کی دوسری وحشی قوموں کو اسرائیلیوں کی مذہبی کتاب بائیبل میں یسیعیاہ نبی نے یاجوج ماجوج ، اورال اور ٹوبالسک کی قوموں کے نام سے موسوم کیا ہے چین اور یونان کے لٹریچر میں بھی ان وحشی قوموں کا تذکرہ موجود ہے - چین کے باشندے چاؤ خاندان کے زیر حکمرانی امن فراغت اور عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے - البتہ شمالی سرحدات پر انہیں منگول قبائل کے حملوں سے دوچار رہنا پڑتا تھا -

ہندوستان میں اس دور کے تاریخی آثار ابھی تک منکشف نہیں ہوئے - البتہ ہندوؤں کی روایات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس دور میں برھمنوں کے زیر اثر نیا سماجی نظام قائم ہو رہا تھا - جابجا آریہ راجاؤں اور قدیمی اقوام کے راجاؤں کی ریاستیں قائم تھیں - ان ریاستوں کے درمیان غلبہ حاصل کرنے کی کشمکش جاری تھیں - ہندوؤں کی روایات میں

اندر انام کے متعدد مہاراجوں کا ذکر آیا ہے لیکن ہندو بھاٹوں کا انداز بیان اس قدر مبالغہ آمیز ہے کہ صحیح حالات کا سراغ لگانا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ ان روایات سے اندر دیوتا اور اندر مہاراجہ کی داستانوں کو بھی الگ الگ کرنا مشکل ہے۔ البتہ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس دور میں شان و شوکت رکھنے والے راجاؤں کو دیوتاؤں کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ اور بڑے راجہ کو جو متعدد ریاستوں پر اقتدار حاصل کر لیتا تھا اندر دیوتا کا مظہر خیال کیا جاتا تھا اس عہد کی ہندو سوسائٹی میں راجاؤں کی پوجا اسی طرح شروع ہو گئی تھی جیسے مصر قدیم کے فرعونوں، سمیریہ کے بعض نمرودوں اور عیلام کے بادشاہوں کی پرستش ہوا کرتی تھی۔ اسی زمانے میں جنوبی ہند یعنی دکن کے بعض راجاؤں نے خلیج بنگال کے ساحل کے ساتھ ساتھ تجارتی آمد و رفت کو سماٹرا، ملایا، جاوا اور فلپائن تک فروغ دیا۔ اور ان ملکوں میں تجارتی بستیاں اور ریاستیں قائم کیں۔ افسوس یہ ہے کہ اس عہد کے تاریخی آثار ابھی تک دستیاب نہیں ہوئے لیکن روایات اور قراین سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کا یہ دور امن، فراغت، خوش حالی اور عیش و عشرت کا دور تھا۔ اور ہندوؤں کی توجہ زیادہ تر فلسفیانہ فکر، گیان دھیان سماجی اور معاشرتی مسائل کے حل، رسوم و قوانین کی تدوین، داستان نویسی، ناٹک، رقص اور موسیقی کی ترقی پر صرف ہو رہی تھی۔ ہندوؤں کے متعدد فلسفیانہ اسکولوں، تصوف (ویدانت) کے سلسلوں اور یوگ کے مرکزوں کی بنیاد اسی دور میں پڑی اس کے علاوہ جوتش اور حساب یعنی گنتی کے علوم کی داغ بیل بھی اسی زمانے میں ڈالی گئی۔ یہ دور برھمنوں کے فروغ کا زمانہ تھا۔ جس میں برھمن ہندو سوسائٹی کے نظام کے ہر صیغے پر حاوی ہو گئے۔ عوام کے علاوہ کشتری راجے بھی انہیں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اس عہد میں مورتی پوجا کو فروغ ہوا اور برھمنوں کے فکر نے اس معجون مرکب ہندو سماج کی بنیادیں قائم کیں جو ہزار ہا قسم کے انقلابوں اور حادثوں کے باوجود آجتک قائم ہے اور بڑی شدت کے ساتھ قدامت پسندی کی حفاظت کر رہا ہے۔

بابلیوں کا عروج و زوال

مشرق کے قریب (جنوب مغربی ایشیا) میں اشوریوں کی طاقت کے زوال کے باعث بابلیوں کو اپنا حلقہ اقتدار وسیع کرنے کا موقع مل گیا۔ نیوپلپسر نے جو جنوبی عراق کے دلدلی علاقے کا قبائلی سردار تھا ۶۲۶ ق۔م میں بابل میں نئے شاہی خاندان کی بنیاد رکھی ان قبیلوں نے اشوریوں کے خلاف ایران کے میدیوں کی مدد کی تھی۔ لیکن مصر کے چھبیسویں خاندان کا فرعون نیکوہ اشوریوں کا حلیف بن کر لڑا تھا۔ نیکوہ نے اشوریوں کی سلطنت کے خاتمہ کے بعد جنوب مغربی ایشیا میں اپنا اقتدار قائم کرنے کی کوشش کی۔ یہودیہ پر چڑھائی کرکے وہاں کے بادشاہ کو قتل کردیا اس کی جگہ دوسرا بادشاہ مقرر کیا جو فرعون مصر نیکوہ کا باجگزار تھا۔ ۶۰۵ ق۔م میں شاہ بابل کا ولی عہد بنو کد نضر لشکر لے کر نیکوہ کے مقابلے کے لیے فلسطین کی طرف بڑھا۔ جس نے کارشمیس کے مقام پر فرعون کے لشکروں کو شکست دی یہودیہ کے بادشاہ نے بنو کد نضر کا باجگزار ہونا قبول کرلیا۔ لیکن یہودیہ کے بادشاہ مصریوں سے ساز باز رکھتے تھے اس لیے بنو کد نضر کو جو اپنے باپ کے بعد بابل کے تخت پر بیٹھا چند سال بعد پھر یروشیلم پر چڑھائی کرنی پڑی۔ بنو کد نضر سلیمان کی ہیکل یعنی یہودیوں کے معبد کا بہت سا قیمتی سامان بابل لے گیا۔ اور یہودیوں کے بادشاہ یہویاکین کو بھی بہت سے یہودی سرداروں اور کاریگروں کے ہمراہ قید کرکے بابل لے گیا۔ یہویاکین کے جانشین صدقیاہ نے پھر مصریوں سے ساز باز کرکے بغاوت کی اور بنو کد نضر کو تیسری دفعہ لشکر کشی کرنی پڑی اس مرتبہ بنو کد نضر نے یروشلیم کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ فصیل گرادی۔ ہیکل کے ظروف لوٹ لیے۔ حوض توڑ ڈالے۔ ستون اکھاڑ دیئے اور ان کا سارا پیتل جو کئی ہزار من وزن کا تھا

اٹھوا کر بابل لے گیا ۔ بنو کد نضر اس کے ساتھ ھی یروشیلم کے یہودیوں کو قید کر کے بابل لے گیا ۔ جہاں وہ ستر سال غلامی کی زندگی بسر کرتے رہے بہت سے یہودی بھاگ کر مصر چلے گئے ۔ فلسطین میں ان کی بہت تھوڑی تعداد باقی رہ گئی ۔

بنو کد نضر زبردست فاتح اور شان و شوکت رکھنے والا بادشاہ تھا ۔ اس نے بابل میں بہت سی نئی عمارتیں بنوائیں ۔ مندروں کی مرمت کرائی ۔ میلوں لمبی فصیل تیار کرائی ۔ جس کے پھاٹکوں میں تانبے اور پیتل کے کواڑ لگوائے ۔ بعل کا منار بنوایا ۔ معلق باغات لگوائے ۔ اور بابل کو اعجوبۂ روزگار شہر بنادیا ۔ اس نے ار میں چاند دیوتا کے مندر کی مرمت بھی کرائی اور مندر کے پرانے ڈیزائن کو تبدیل کر دیا تاکہ عام لوگ باہر ھی سے چاند دیوتا کی مورتی کے درشن کر سکیں ۔ بائیبل میں لکھا ھے کہ بنوکد نضر نے بابل میں سونے سے ڈھالا ھوا ساٹھ ھاتھ اونچا بت نصب کرایا تھا اور سب لوگوں اور سب زبانوں کو حکم دیا تھا کہ جب ناقوس ، جھانج ، بنسری اور طنبورہ وغیرہ بجنے لگیں تو سب لوگ سجدے میں گر جائیں اور سونے کے اس بت کی پوجا کریں جو بنوکد نضر نے نصب کرایا ھے ۔

یہ بادشاہ بنوکد نضر ثانی کہلاتا ھے کیونکہ اس نام کا ایک بادشاہ پہلے بھی گزر چکا تھا اس کے بعد بابل کے تخت پر اس کے چار جانشین متمکن ھوئے جن میں ایک بنونیدس تھا بنونیدس کو آثار عتیقہ جمع کرنے اور پرانے مندروں کی مرمت قدیم روایات کے مطابق کرانے کا بہت شوق تھا ۔ یہ بادشاہ ان مذھبی اصلاحات کو جو بنوکد نضر نے جاری کی تھیں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا ۔ اس نے پرانی رسموں کو از سر نو زندہ اور جاری کرنے کی کوشش کی ۔ بنونیدس عام طور پر صحرائے عرب کے ایک مقام یتما میں محل بنا کر رہتا تھا اور نوروز کی رسم ادا کرنے کے لیے بابل نہ آتا تھا ۔ اس لیے بابل کے مندروں کے پجاری اس کے مخالف ھو گئے ۔

بابل میں اس کا بیٹا بال شیزر حکومت کرتا تھا ۔ یہودیوں کی روایت ہے کہ بال شیزر جشن منارہا تھا اور شراب کے نشے میں مست تھا کہ اسے دیوار پر غیبی ہاتھ کچھ لکھتا ہوا نظر آیا ۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ایرانی اور پارسی اس کی سلطنت کا خاتمہ کردیں گے ۔ چنانچہ ۵۳۹ ق ۔ م میں سائرس (خورس یا خسرو) ایرانی نے بابل پر حملہ کرکے بابلی سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا ۔

ایرانیوں کی سلطنت کا ظہور

ایک گزشتہ باب میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ وسط ایشیا کے آریہ قبائل کی ایک شاخ ۱۵۰۰ ق-م سے ۱۰۰۰ ق-م تک کے زمانے میں افغانستان کی وادیوں میں سے گزرتی ہوئی ایران کے شمالی اقطاع میں آبسی تھی اور انہوں نے بحیرہ خزر (کیسپئن) کے جنوب میں گیلان کے علاقے میں ڈیرے جما لیے تھے۔ یہاں سے یہ خانہ بدوش آریہ قبائل وسطی اور مغربی ایران کے سرسبز خطوں میں پھیلتے گئے اور طہران، اصفہان اور شیراز کے علاقوں پر چھا گئے۔ یہ قبیلے اپنے اپنے قبائلی سرداروں کے ماتحت زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور اپنی اپنی جمعیت اور طاقت کے مطابق مختلف خطوں پر قابض تھے۔ ساتویں صدی ق-م میں ان قبائلی علاقوں کے اجتماع سے تین ریاستیں قائم ہوئیں شمالی اور وسطی حصے میں میدی قبائل آباد تھے۔ جن کے سرداروں نے دیا تکو نامی ایک سردار کو جو بہت انصاف پرور شخص تھا اپنا بادشاہ بنا لیا جس نے میدیہ کی ریاست قائم کر لی اس کے جنوب میں اصفہان کے قریب پرسوھشی کے نام سے ایک ریاست بنی۔ جس کا بانی ھخا مانش نامی ایک سردار تھا۔ اور پرسوماشیوں کی ریاست کے جنوب میں شیراز کے قریب پارسیوں کی ایک ریاست قائم ہوئی یہ خطہ اب تک فارس کے نام سے مشہور ہے۔

میدیوں کا پہلا قابل ذکر بادشاہ فراورت ھوا جس کا دوسرا نام کھشتری تا تھا اس بادشاہ نے ٦٧٥ ق-م سے ٦٥٣ ق-م تک ٢٢ سال حکومت کی۔ نینوا کے اشوری بادشاھوں کے ریکارڈ میں اس کا نام کشتریتی لکھا گیا ہے اسی میدی بادشاہ نے اشوری بادشاہ ایسرھدون کی اس مہم کی مدد تھی جس نے گھوڑے لوٹنے کے لیے ایران کی سر زمین کو دشت شور تک پامال کیا تھا (٦٧٠ ق-م کے قریب) کھشتری تا کے بیٹے سیاکسیر (اوا کوشتر

نے ابھی تخت سنبھالا ہی تھا کہ شمال سے سیتھینئوں یاسیتوں کے وحشی قبیلوں نے حملہ کردیا اور میدیوں کی سرزمین کو ۲۸ سال تاراج کیا۔ سیاکسیئر (اوا کھشترا) اٹھائیس سال کے بعد سیتوں کے سرداروں کو قتل کرنے اور ان کے لشکروں کو شکست دے کر ملک سے نکالنے میں کامیاب ہوا اور اس نے اس واقعہ کے بعد چالیس سال حکمرانی کی۔ اسی سیاکسیئر نے ۶۱۲ ق۔م میں نینوہ کو تاراج کرکے اشوریوں کے اقتدار کا خاتمہ کیا۔ بابل کے کلدانی بادشاہ بنو پلیسئر اور بنو کد نضر اشوریوں کے خلاف میدیوں کے حلیف تھے اور سیاکسئیر نے اپنی ایک بیٹی بنوکد نضر کے ساتھ بیاہ دی تھی۔ سیاکسئیر کے بعد اس کا بیٹا اشتومیگو(اشتیاگس) بادشاہ بنا جس نے ۵۸۵ ق۔م سے ۵۵۰ ق۔م تک حکومت کی۔

وسطی آریائی ریاست پرسوماشی میں ھخامنشی خاندان حکمران تھا ھخامنش کے پوتے کمبوجیہ (کمبائیسس) نے جس کا عہد حکومت ۶۰۰ ق۔م سے ۵۵۹ تک رہا جنوبی آریائی ریاست پارس کو فتح کرکے اپنے زیر نگیں کر لیا۔ لیکن ۵۵۹ ق۔م میں ایک پارسی شہزادے سائرس (خسرو یا خورس) نے کمبوجیہ کو شکست دی اور پارس اور پرسوماشی کی دونوں ریاستوں پر قبضہ کر لیا۔

خسرواعظم (سائرس یا خورس) ذوالقرنین

خسرواعظم ذوالقرنین بہت بڑا فاتح اور عادل بادشاہ ہوا ہے جس نے ایران اور جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں کو فتح کر کے وسیع اور عظیم الشان ایرانی سلطنت کی بنیاد رکھی اس بادشاہ نے ۵۵۰ ق۔م میں میدیا کے بادشاہ اشتومیگو کو شکست دے کر میدیا کی ریاست کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا اس معرکے میں اسے بابل کے بادشاہ بنونیدس کی امداد حاصل تھی ۵۴۶ ق۔م میں خسرواعظم اور لیدیا (ایشیائے کوچک) کے بادشاہ کروئیسس کے لشکروں کے درمیان لڑائی ہوئی جس کی ابتدا کروئیسس نے کی تھی۔ یونانی مورخ ھیرو ڈوٹس کی تاریخ میں جو چوتھی صدی مسیحی میں

لکھی گئی اس لڑائی اور اس کے بعد کی لڑائیوں کا حال تفصیل سے لکھا ہوا ملتا ہے ۔ کروئیسس نے اس ایرانی بادشاہ کے بڑھتے ہوئے اقتدار کا خطرہ محسوس کرکے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں ۔ اپنے ایلچیوں کو سونے کی بہت سی اینٹیں اور دوسرے گرانقدر تحایف دے کر یونان بھیجا تا کہ اوڈلفی کے مندر کے دیوتا سے پوچھیں کہ آیا اسے خسرو کے مقابلے میں فتح حاصل ہو گی یا نہیں ۔ اوڈلفی کا غیب کی باتیں بتانے والا بت ان دنوں بہت مشہور تھا ۔ کردئیسس کے ایلچی یہ جواب لے کر آئے کہ دیوتا کہتا ہے کہ ''اگر بادشاہ نے جنگ کی تو وہ ایک سلطنت کو تباہ کردے گا'' ۔ کروئیسس نے اس گول مول جواب کو اپنے ارادوں اور اپنی خواہشات کے مطابق سمجھا اور خسرو ایران سے جنگ چھیڑ دی ۔ جس میں کروئیسس کو شکست فاش ہوئی ۔ جسے آگ کی چتا میں بٹھا کر جلا دیا گیا اور ایران کی سلطنت کے ڈانڈے بحیرۂ روم سے جا ٹکرائے ۔

لیدیا کی مہم سر کر لینے کے بعد خسرو اعظم کے لشکروں نے ۵۳۹ ق ۔ م میں بابل پر چڑھائی کی اور دیوتاؤں کی قدیم ترین ریاست کو ایران کی سلطنت میں شامل کرلیا ۔

خسرو اعظم کی ایک ملکہ یہودن تھی جس کی سفارش پر خسرو نے یہودیوں کو جو بابل میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے ۔ واپس یروشیلم جانے اور شہر کو آباد اور معبد (ہیکل) کو از سر نو تعمیر کرنے کا فرمان صادر کردیا ۔ خسرو اعظم نے بابلیہ (عراق) کے بت پرستوں کے متعلق بھی مذہبی رواداری سے کام لیا اور انہیں اپنے اپنے مندر آباد رکھنے کی اجازت دے دی خسرو اعظم کے ایسے فرامین عراق کے کھنڈروں سے مٹی کی الواح یا پتھر کی سلوں پر کندہ کئے ہوئے ملے ہیں ۔ خسرو اعظم کا جانشین اس

1خسرو اعظم کا ذکر بائیبل کے عہد نامہ عتیق میں مرقوم ہے مسلمانوں کی مذہبی کتاب قران میں اسی بادشاہ کو ذوالقرنین ظاہر کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے اپنے ملک کو یاجوج ماجوج (سیتھینوں اور ہارتھیوں) کے حملوں سے بچانے کے لیے پہاڑوں (کوہستان قاف) کے ایک درے میں لوہے اور تانبے کی دیوار بنوائی تھی ۔ جس کے باعث اس کی مملکت کے شمالی اقطاع ان وحشی قبائل کے حملوں سے محفوظ ہو گئے ۔

کا بیٹا کمبائیسس دوم (کمبوجیہ) تھا جس نے ۵۲۹ ق ۔ م سے ۵۲۱ ق ۔ م تک حکومت کی ۔ اس بادشاہ نے جو ایران ، ایشیائے کوچک ، اشوریہ ، بابل ، فلسطین اور شام یعنی جنوب مغربی ایشیا کے سارے ملکوں کا شہنشاہ تھا مصر کی سر زمین پر چڑھائی کی اور دریائے نیل کے دھانے کی زمین کو تاراج کرکے فرعون کو شکست دی ۔ یونانی مورخ ھیرو ڈوٹس لکھتا ھے کہ اس نے اس جنگ کے پچاس ساٹھ سال بعد میدان جنگ کو جا کر دیکھا تو مقتولوں کی ھڈیاں بکھری پڑی تھیں ۔ کمبوجیہ نے بعض پرانے فرعونوں کے مقبروں کو کھدوا کر ان کی ممی کی ھوئی نعشیں دیکھیں ۔ یہ بادشاہ اپنے ملک کو واپس آرھا تھا کہ فلسطین میں اتفاقی حادثے کی نذر ھو کر فوت ھو گیا ۔ کمبائیسس لاولد تھا اس لیے اس کی وفات پر خسرو اعظم کے ایک مشیر کا بیٹا داریوش (دارا) شہنشاہ بنا ۔

سلطنت ایران کی توسیع و ترقی

داریوش اعظم ۵۲۱ ق ۔ م میں شہنشاہ بنا ۔ اس کے عہد میں مشرق و مغرب کی طرف مہمیں بھیجی گئیں اور دریائے سندھ کی وادی سے لے کر بحیرہ روم تک اور بحیرہ خزر ، بحیرہ یورال سے لے کر بحیرۂ عرب اور خلیج فارس تک وسطی اور مغربی ایشیا کے تمام ممالک ایرانیوں کی وسیع سلطنت کے صوبے بن کر رہ گئے جن پر شہنشاہ کے مقرر کئے ھوئے حاکم جن کو سطراب کہا جاتا تھا حکمرانی کرتے تھے ۔ ایرانی شاھنشہوں نے خراج لے کر مقامی بادشاھوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کی پرانی پالیسی جس پر گذشتہ زمانے کے فاتحین عمل کرتے رھے تھے ترک کردی ۔ داریوش نے اپنی وسیع سلطنت میں ڈاک کا انتظام قائم کیا جو گھوڑوں کے ذریعے ایک چوکی سے دوسری چوکی تک پہنچائی جاتی تھی ۔ سڑکیں بنوائیں ۔ اور ھر قسم کے انتظامات درست کئے ۔ ایرانی حاکم اپنے اپنے صوبوں میں لوگوں کے رسم و رواج عادات اور طریق معاشرت سے زیادہ تعرض نہیں کرتے تھے ۔ اقتدار قائم رکھنے کے لئے تنخواہ دار فوج رکھی جاتی تھی جس میں سلطنت کے ھر حصے کے لوگ بھرتی کئے جاتے تھے ۔

یورپ پر حملے اور یونانیوں سے لڑائیاں

داریوش نے اپنے ایشیائی مقبوضات کا انتظام درست کرنے کے بعد آبنائے فاسفورس کی راہ سے یورپ کی سر زمین پر چڑھائی کی ۵۱۲ ق - م میں ایرانی لشکر باسفورس کو عبور کر کے شمال کی طرف چلے تا کہ دریائے ڈینیوب کے پار بسنے والے سیتوں (سیتھینوں) کی سرکوبی کریں - ایرانی لشکر دریائے ڈینیوب کو عبور کرکے بلغاریہ کی سرزمین میں داخل ہوگئے جو سیتھینوں کی وسیع سلطنت کا ایک حصہ تھی - ایرانی لشکروں نے سیتوں کو شکست دی اور وہ شمال کی طرف پس پا ہوگئے - ایشیائے کوچک کی ساحلی ریاستوں کے یونانی جاگیردار اور یورپ کے بعض یونانی سردار اس مہم میں شہنشاہ داریوش کے مددگار تھے - اور دریائے ڈینیوب کو پار کرنے کے لیے یونانیوں ھی نے کشتیوں کا پل تیار کیا تھا - لیکن ایرانی لشکروں کے دریا پار چلے جانے کے بعد یونانیوں نے یہ پل توڑ کر کشتیاں دریا کے جنوبی کنارے پر جمع کر لیں مقصد یہ تھا کہ اگر ایرانیوں کو شکست ہوئی تو ان کے واپس آنے کا راستہ مسدود ہو جائے گا اور سیتھئین انہیں دریا کے پار ھلاک کر کے فنا کر دیں گے اگر شہنشاہ کو فتح حاصل ہوئی تو پل کو دوبارہ تیار کر دیں گے - داریوش نے دریا کے کنارے پر پہنچ کر یونانیوں کی یہ کیفیت دیکھی تو بہت متعجب ھوا ایک مصری نے جس کی آواز بہت بلند تھی یونانی سردار هستایوس نامی کو دریا کے پار سے پکارا - جب یونانیوں نے دیکھا کہ ایرانیوں کو مارنے کے لیے سیتھئین نہیں آئے تو کشتیوں کا پل باندھ دیا اور شہنشاہ کے سامنے یہ توجیہ پیش کی کہ ھم نے اس خیال سے کشتیاں جنوبی کنارے پر جمع کر لی تھیں کہ کہیں دشمن چھاپا مار کر انہیں تباہ نہ کردیں - ۴۹۹ ق - م سے ۴۹۳ ق - م تک ایرانی لشکر یونان کے حصہ آئیونا پر قابض رہا - اور ۴۹۲ ق - م میں داریوش نے ایشیائے کوچک کے ساحل سے ایک بحری مہم یونان کی ریاست ایتھنز کے خلاف بھیجی جو کامیاب نہ ھوسکی - داریوش یونان پر ایک اور مہم بھیجنے کی تدبیریں کر رہا تھا کہ ۴۸۵ ق - م میں فوت ھوگیا اس کی

جگہ اس کا بیٹا اخسویرس (کسر کسیز) شاہنشہ بنا جس کے متعلق یہودیوں کی مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ بادشاہ ھندوستان سے لے کر کوش (مصر) تک ایک سو ستائیس (۱۲۷) ملکوں کا شہنشہ تھا اخسویرس کے عہد میں مصریوں نے ایرانی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا ۔ جسے بادشاہ کی فوجوں نے دبا دیا ۔ ۴۸۰ ق ۔ م میں اخسویرس نے یونان کو سر کرنے کے لیے مہم بھیجی ۔ تھرماپلی کے میدان میں یونانیوں نے شکست کھائی ۔ ایرانی لشکر نے ایتھنز کے شہر کو تاراج کیا لیکن بحری جنگ میں فینقیوں کے بیڑے نے جو شہنشاہ ایران کی جانب سے لڑ رہا تھا یونانی بیڑے سے شکست کھائی ۔ ایرانی فوجیں سال بھر یونان کی سر زمین میں ڈیرے ڈالے پڑی رھیں ۔ اس اثنا میں یونانی ریاستوں نے متحدہ لشکر تیار کیا ۔ ۴۷۹ ق ۔ م میں پھر لڑائی ہوئی ۔ ایرانی فوج کا پلہ بھاری تھا لیکن ایک سپہ سالار کی غلطی کے باعث سپارٹا (ایک یونانی ریاست) کی فوج نے ایرانی رسالے کو تتر بتر کر دیا ۔ ایرانی فوج پسپا ہو کر تھرماپلی کے میدان میں آگئی ۔ ۴۷۸ ۔ ق ۔ م میں بھی ایک معمولی چپقلش واقع ہوئی لیکن ایرانی فوج کی بعض اندرونی مشکلات کے باعث واپس بلا لی گئی ۔ اخسویرس کے لشکر میں پنجابی بہادروں کی ایک رجمنٹ بھی شامل تھی ۔ ۴۶۵ ق ۔ م میں اخسویرس کسی سازش کا شکار ہوکر شاہی محل میں قتل ہوگیا ۔ اخسویرس کے جانشینوں نے ایشیائی سلطنت کو سنبھالے رکھا لیکن سلطنت کے اندرونی نظم کی شیرازہ بندی کمزور ہو رہی تھی ۔ ۴۰۱ ق ۔ م میں داریوش دوم کے دو بیٹوں خسرو دوم اور ارتخششتا کے درمیان تخت شاہی پر متمکن ہونے کے لیے متعدد جنگیں رونما ہوئیں ۔ خسرو کے لشکر نے جس میں تنخواہ پانے والے یونانیوں کی ایک سپاہ بھی شامل تھی بابل میں شکست کھائی ۔ یونانیوں کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کر صحیح سلامت اپنے ملک میں پہنچنے میں کامیاب ہوگئی ۔ اس فوج کے افراد نے اھل یونان کو ایرانیوں کی طاقت کے رو بہ زوال ہونے کی کی داستانیں سنائیں جو یونانیوں کے دلوں سے ایرانیوں کی دھشت دور کرنے پر منتج ہوئیں اور یونانی ایران کی سلطنت کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔

ان یونانیوں میں مقدونیہ کا بادشاہ فلپ یا فیلبوس بھی تھا جس نے اپنی ساری زندگی یونان کی ریاستوں کو سر کرکے متحد کرنے اور طاقت جمع کرنے پر صرف کردی اسی فیلبوس کا بیٹا مشہور و معروف اسکندر اعظم تھا جس نے ایران کی سلطنت کو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تاراج کیا اور ۳۳۱ ق۔م میں ایران کے شہنشاہ دارا سویم کے لشکروں کو سرزمین بابل (عراق) میں گاؤ گمیلا کے مقام پر شکست دے کر عظیم الشان ایرانی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

یونانیوں کا عروج

اس لوہے کے زمانے کی ابتدائی چار صدیوں میں یونان کی سرزمین دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح طوایف الملوکی میں مبتلا تھی ۔ اور اس سر زمین میں سمیریہ کے ابتدائی دور (چار ھزار سال ق ۔ م سے تین ھزار سال ق ۔ م) کی طرح متعدد چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں قائم ھو رھی تھیں ۔ جن کی زندگی کا انحصار گردو نواح کی مزروعہ زمین کی پیداوار تھا ۔ چونکہ یونان کی طبعی حالت ھلال نما خطے سے مختلف ھے ۔ اس لیے یونان کی ریاستیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ رھتے ھوئے مختلف قسم کے سیاسی ، معاشی اور سماجی نظاموں اور طریقوں کا تجربہ کر رھی تھیں ۔ یونان میں پہاڑیاں اور بحری خلیجیں ان ریاستوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھتی تھیں ۔ اس دور کی ابتدائی صدیوں میں یونان کے لوگ اپنے دوسرے آریہ بھائیوں کی طرح جو اٹلی ، وسطی یورپ ، ایران اور ھندوستان میں ریاستیں قائم کر چکے تھے ۔ نیم شاھی اور ھم پنچایتی سماج رکھتے تھے ۔ شرفا کا طبقہ معزز اور حکمران سمجھا جاتا تھا ۔ اس طبقہ کو یونان میں وھی درجہ حاصل تھا جو ھندوستان میں کشتریوں کو حاصل تھا ۔ زراعت ، باغبانی ، زیتون اور انگور کی کاشت تیل اور شراب کی تجارت ، بحری ڈکیتیاں اور ماھی گیری یونانیوں کے محبوب مشغلے تھے ۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں ھیومر کی ایلیڈ جس میں زمانۂ سابق کے سورماؤں کی کہانیاں گیتوں کی شکل میں نظم کی گئی تھیں ۔ یونان کے شہروں اور دیہات میں گائی جاتی تھیں ۔ جس طرح کہ ھندوستان میں

مہابھارت اور رامائن کے قصے ابتدائی گیتوں کی شکل میں گائے جاتے تھے[1]۔ اس دور میں پرانے باشندوں اور تازہ وارد آریاؤں کے اختلاط سے نئے نئے مت پیدا ہو رہے تھے۔ پرانے باشندوں کے دیوتاؤں کو نئے نام دیئے جا رہے تھے۔ آریا قبائل مورتی پوجا کا طریق اختیار کر کے دیوتاؤں کے لیے مندر تعمیر کرنے لگے تھے۔ یونانی زئیس کو رب الارباب خیال کرتے تھے جس کی بیوی کا نام ھیرا تھا۔ اریس جنگ کا دیوتا تھا۔ ھرمیس ھندوستان کے ناردمنی کی طرح دیوتاؤں کا نامہ بر تھا اپولونیکی اور تہذیب کا دیوتا اور ھرقل غیر معمولی جسمانی طاقت کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ یونان کی ریاستوں میں ایک اسپارٹا تھی جس میں حکمران طبقہ نے زبردست عسکری نظام قائم کر کے ایک شاھی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اس حکمران طبقہ کے خاندان جاگیردار تھے۔ اور سب کے سب ریاست کے جنگلی معاون سمجھے جاتے تھے۔ حکومت بچپن ھی سے اس طبقہ کے افراد کی تعلیم و تربیت کا کام اپنے ذمے لے لیتی تھی۔ کمزور جسمانی ساخت رکھنے والے بچوں کو مرنے اور فنا ھونے کے لیے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ عام لوگ جاگیرداروں کے لیے ھل چلاتے اور غلہ پیدا کرتے تھے جنہیں محض قوت لایموت دیا جاتا تھا۔ یونان کی ایک اور ریاست ایتھنز میں پنچایتی طرز کی حکومت ارتقا کی منزلیں طے کر رھی تھی۔ بادشاہ، سپہ سالار، ناظم الملک اور ملکی حکام کو پنچایت منتخب کرتی تھی۔ نظم و نسق نمائندوں کی ایک کونسل کے ھاتھ میں تھا جسے اعلے خاندانوں میں سے منتخب کیا جاتا تھا۔ ھر عہدہ دار مقررہ میعار کے لیے کام کرتا تھا پھر تبدیل کر دیا جاتا۔ رائے دینے کا

---

[1] پنجاب کے دیہات میں اب تک مرزا صاحباں - ھیر رانجھا - دلا بھٹی وغیرہ کے قصے ڈھول اور بنسری کے ساتھ گائے جاتے ھیں - اور راجپوتانے میں بھاٹ پرانے بہادروں کی داستانیں گیتوں کی صورت میں سناتے ھیں -

حق صرف شہریوں کو حاصل تھا اجنبی تاجر ، حرفہ کار اور غلام اس حق سے محروم تھے۔ ۵۹۱ ق - م میں سولون نامی ایک شخص نے آئینی اصلاحات رائج کیں اور عوام کو حقوق دیئے - ان کی رائے کو اقتدار حکومت میں شامل کیا چار سو ارکان کی ایک اسمبلی بنائی - (۵۶۱ سے ۵۲۸ ق - م) تک ایتھنز پر ایک جابر بادشاہ نے اقتدار قائم کرلیا - لیکن عوام کے انقلاب نے پھر پنچایتی راج قائم کر کے نیا آئین رائج کیا -

ایشیائے کوچک کے ساحل پر بھی یونانیوں کی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں یہ ریاستیں ایشیا اور یورپ کے درمیان تجارتی تبادلہ کی منڈیوں کا کام دیتی تھیں - اس لیے یونان کی ریاستوں کی بہ نسبت زیادہ خوشحال اور مالدار تھیں - جنوب مغربی ایشیا کے قدیم تمدن کے ساتھ رابطہ رکھنے کے باعث زیادہ متمدن تھیں - یہ ریاستیں فریجیہ اور لیڈیا کی بڑی ریاستوں کے زیر اثر تھیں -

۵۱۲ ق - م میں ایران کے شاہنشاہ داریوش اول نے بلقان پر چڑھائی کی اور دریائے ڈینیوب کے پار جا کر سیتھینئون کو شکست دی - ۴۹۹ سے ۴۹۰ تک یونان کی سر زمین داریوش کی عسکری مہموں کی جولانگاہ بنی رہی جن کا مقابلہ یونانیوں نے بڑی بہادری سے کیا - اور داریوش یونان کو ایرانی سلطنت کا ایک صوبہ بنانے کے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا - ۴۸۰ ق - م میں داریوش کے جانشین اخسویرس نے یونان کی سر زمین کو مطیع بنانے کی کوشش کی لیکن اس کی بحری اور بری دونوں مہمیں ناکام رہیں - ان جنگوں میں اسپارٹا والوں کی فوج نے بھی حصہ لیا اور آخری معرکہ اسی فوج نے سر کیا تھا - اس دور میں یونانیوں کی تجارتی سرگرمیاں بہت تیز ہو رہی تھیں کیونکہ یونان کی سر زمین کی پیداوار گزارے کے لیے کفایت نہیں کرتی تھی - انہیں اپنے باغات کی پیداوار زیتون کا تیل اور انگوری شراب بیچنے کے لیے اور اپنے لیے غلہ ، دھاتیں اور دیگر ضروریات حاصل کرنے کے لیے دوسرے ملکوں سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت تھی -

ساحل شام کے فینقی تاجر اس بحری تجارت میں یونانیوں کے حریف تھے اور ان کے بحری بیڑوں کے ساتھ یونانیوں کے بحری بیڑوں کے تصادم کی وارداتیں آئے دن ظہور پذیر ہوتی رہتی تھیں ۔ فینقی ایرانی رعایا تھے اس لیے ایران کے شاہنشہوں کو اپنی رعایا کے حقوق کی حفاظت کے لیے یونان کی سر زمین میں آئے دن تعزیری مہمیں بھیجنے کی ضرورت پیش آتی رہی ۔ ان تعزیری مہموں نے یونانی ریاستوں میں متحد ہو کر ایرانی خطرے کا مقابلہ کرنے کا خیال پیدا کیا ۔ چنانچہ ایتھنز کی سرکردگی میں یونانی ریاستوں کا ایک وفاق قائم کیا گیا ۔ جس نے جلد ہی ایک یونانی سلطنت کی شکل اختیار کرلی ۔ یونانیوں نے اس عہد میں (۵۰۰ ق - م سے ۴۰۰ ق - م تک) جنوبی اٹلی ، سسلی ، گال (جنوب مشرق فرانس) بحیرہ اسود کے ساحل پر کریمیا تک اپنی تجارتی بستیاں قائم کر لیں ۔ اسپارٹا کی ریاست اس وفاق میں شامل نہ ہوئی اس لئے ۴۵۹ ق - م سے ۴۴۷ ق - م تک ایتھنز وفاق اور اسپارٹا کے درمیان متعدد جنگیں رونما ہوئیں ۔ لیکن اسپارٹا اپنی الگ ہستی کو بر قرار رکھنے پر مصر رہا ۔ ۴۵۴ ق - م میں ایتھنز کے بادشاہ نے وفاق کا خزانہ ڈیلوس سے ایتھنز میں منتقل کر لیا اور ایتھنز کی ریاست دوسری ریاستوں کی لیڈر بن گئی ۔ ۴۴۵ ق - م میں وفاق کے بادشاہ پیریکل نے بحری بیڑے کے ساتھ بحیرہ اسود کے ساحل کا معاوینہ کیا پرانی یونانی بستیوں کو یونانی سلطنت کا مطیع بنایا اور نئی بستیاں قائم کیں ۔ ۴۳۱ ق - م سے ۴۰۳ ق - م ایتھنز اور سپارٹا کے درمیان یونان کی سر زمین میں غلبہ حاصل کرنے کے لیے متعدد جنگیں ہوئیں ۔ اور سپارٹا نے غلبہ حاصل کرکے ایتھنز میں پنچایتی راج کی جگہ شخصی اقتدار قائم کر دیا ۔ اور متعدد جابروں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی جو اسپارٹا کے زیر اثر تھے ۳۸۶ ق - م میں اسپارٹا اور ایران کے درمیان ایک معاہدہ طے ہوا جس کے رو سے ایشیائے کوچک کے ساحل کی یونانی ریاستیں ایران کی تابع قرار پائیں اور ایران نے یونانی ریاستوں کی آزادی تسلیم کرلی ۔ ۳۷۱ ق - م میں اسپارٹا کی فوج نے ایک یونانی ریاست ھیوٹیا کی فوج سے شکست کھائی جس کے باعث اسپارٹا کے

اقتدار اور اس کی فوجی طاقت کے طلسم کا ستارا غروب ہوگیا ۔ یونان کی سر زمین پھر طوایف الملوکی کی آماجگاہ بن گئی ۔ جس سے مقدونیہ کے بادشاہ فیلبوس نے فایدہ اٹھایا ۔ اور یونان کی ریاستوں کو بزور بازو یا صلح صفائی سے اپنا مطیع بنا کر بادشاھی قائم کرلی ۔ فیلبوس نے سلطنت ایران کے ساتھ طاقت آزمائی کرنے کے خیال سے فوج کی تنظیم شروع کردی ۔ فیلبوس ۳۶۰ ق ۔ م میں بادشاہ بنا تھا اور ۳۳۶ ق ۔ م میں درباری سازش کے باعث قتل ہوگیا ۔ اس کا بیٹا اسکندر اعظم تھا ۔ جس کا حال اگلی فصل میں بیان کیا جائیگا ۔ اکثر مورخین کا خیال ہے کہ فیلبوس کو اس کی پہلی ملکہ اولمپیا نے قتل کرایا تھا جو اسکندر اعظم کی ماں تھی ۔

روحانی اور فکری سرگرمیاں

مظاہر پرستی اور مورتی پوجا

اس دور میں انسان کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کی رفتار بہت تیز نظر آرہی ہے۔ گزشتہ ادوار کے انسان کے سامنے نیچر کی قوتوں ، آسمان کے ستاروں ، زمین کے جانوروں ، پہاڑوں ، دریاؤں اور دوسری چیزوں کی ماہیت کو سمجھنے اور ان سے اپنی ہستی کو بر قرار رکھنے کے لیے فائدے حاصل کرنے کے مسائل تھے۔ جن کو انہوں نے اپنے خیال اور فکر کی رسائی کے مطابق حل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ موت کا مسئلہ تھا جس پر انسان بدو شعور سے حیران ہو رہا تھا۔ اور اس کی ماہیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ یہ خیال کہ انسان کی روح جسم پر موت وارد ہو جانے کے بعد بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود رہتی ہے۔ قدیم ترین ایام سے انسان کا رفیق چلا آرہا ہے۔ نینڈر تھل نسل کے انسانوں کے آثار بھی بتا رہے ہیں کہ وہ اپنے مردوں کو خاص احترام کے ساتھ غاروں کے اندر رکھتے تھے اور ان کے ساتھ ہتھیار اور کھانے پینے کی اشیا کا رکھنا بھی ضروری سمجھتے تھے قدیم مصری ، کریٹی ، قدیم یونانی ، بابلی وغیرہ اپنے مردوں کے ساتھ زر و مال ، اور ہر قسم کی قیمتی اشیا اور ساز و سامان دفن کرنے لگے۔ جن قدیم اقوام میں مردوں کو آگ میں جلانے کا دستور چلا وہ اپنے مذہبی رسمیں ادا کرنے والے گروہ کو اس خیال سے ضیافتیں کھلانے لگے کہ وہ کھانا ان کے آباؤ اجداد کی روحوں کو پہنچتا ہے۔ ہندوؤں اور بعض دوسری قوموں میں اپنے کھانے میں سے بزرگوں کی روحوں کا حصہ الگ کرنے کا دستور آج تک رائج ہے۔ روح کے اس عقیدہ نے قدیم انسانوں میں یہ خیال قائم کر دیا کہ کائنات اور اس کی ہر شے کے اندر روحیں موجود ہیں۔

جو انسان سے خوش ہو کر اسے فایدہ اور ناراض ہو کر نقصان پہنچا سکتی ہیں ۔ اس عقیدے کے ماتحت قدیم انسانوں نے قدرت کے مظاہر مثلاً آسمان ، سورج ، چاند ، ستاروں ، بادلوں ، بجلیوں ، آگ ، پانی ، سمندر ، پہاڑ ، دریا ، زمین اشجار اور حیوانات غرض ہر شے کی روح کو ماننا شروع کر دیا ۔ جس سے دیوتاؤں کا خیال پیدا ہوا ۔ اور انسان نے ان کی مدد سے فائدہ اٹھانے اور ان کے قہر سے بچنے کے لیے ان کی پوجا شروع کردی ۔ اس عقیدہ نے مختلف قوموں میں مختلف شکلیں اختیار کیں ۔ شکاری دور کے انسان ان جانوروں کی روحوں سے جن کو وہ شکار کرنا چاہتا تھا مدد مانگنے لگے یا جانوروں کے مالک دیوتا کو پرستش اور قربانی کے ذریعے خوش کرنا ضروری سمجھنے لگے ۔ زراعت کار انسانوں کو سورج ، بادل ، باران ، بہار ، خزاں وغیرہ سے سابقہ پڑتا تھا اس لیے انہوں نے ان اشیا میں دیوتا متصور کیے اور ان کی پوجا شروع کردی ۔ آگ انسان کی بہت پرانی رفیق ہے اور اس کی خاصیت بھی بہت تند اور تباہ کن ہے اس لیے آگ کے دیوتا کی پوجا بھی لازمی تھی ۔ روشنی بجائے خود بڑی دلکش شے ہے اس لیے سورج ، چاند ، ستاروں اور نور کے دیوتاؤں کی پرستش جاری ہوئی ۔ مزید بر آں ، بابلیوں ، ہندوؤں اور چینیوں میں یہ عقیدہ چلا کہ ستاروں کی گردش انسان کی زندگی کے واقعات پر بہت تصرف رکھتی ہے اس لیے جوتش اور ہیئت کا مطالعہ شروع ہوگیا ۔ اور سورج چاند اور ستاروں کے دیوتاؤں کی پرستش ہونے لگی جن کی گردش دن رات پیدا کرنے کے علاوہ موسم کی ان تبدیلیوں کا پتا دیتی تھیں جن کا جاننا انسان کی بود و باش کے لیے ضروری تھا ۔ تا کہ وہ وقت پر فصلیں بوسکیں اور وقت پر کاٹ سکیں ۔ ابتدا میں محض دیوتاؤں یعنی مخفی روحوں کی موجودگی کا تصور دماغوں میں جاگزین رہا لیکن پھر اس نے معین صورتوں کی شکل اختیار کر کے مجسمہ سازی یعنی مورتی بنانے کے طریق کو فروغ دیا ۔ اس کے ساتھ ہی بزرگوں اور قومی سورماؤں میں دیوتائی طاقتوں کے عقیدہ نے اعاظم رجال کی پرستش جاری کی ۔ اور بعض بادشاہوں نے رعایا سے اپنی پرستش کرانی شروع کردی ۔ ہر دیوتا کے

لیے مورتیاں بننے لگیں جن کو رکھنے کے لیے مندر تعمیر ہوئے اور رسمیں مقرر ہوئیں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے جانوروں کی سوختنی قربانیاں، لہو گرانے کی رسمیں، انسان کی قربانیاں، زرعی پیداوار کی قربانیاں، دودھ، گھی، مکھن، شہد، شراب وغیرہ کی قربانیاں رواج پائیں۔ غرض انسان کے ابتدائی اور قدیم دور کو اس لحاظ سے دیوتاؤں کا زمانہ کہا جائے تو چنداں بیجا نہ ہوگا۔ قدیم انسان ایک ''بڑی مائی،، کی پرستش بھی کرتا تھا جس کے متعلق مختلف قوموں نے مختلف تصورات قائم کیے اور اس ''بڑی مائی،، کی مورتیاں مختلف تصورات کے مطابق مختلف ملکوں کے آثار سے دستیاب ہوئی ہیں۔ افریقہ، ہندوستان، بحرالکاہل کے جزیروں اور بعض دوسرے ملکوں میں آج تک ''ماتا دیودی،، کی پرستش کسی نہ کسی صورت اور تصور کے ماتحت جاری ہے۔ بعض قدیم قومیں دیوتاؤں اور انسانوں کے اعضائے تناسل تک کی پرستش کرتی رہی ہیں کیونکہ یہ اعضا انسان کے لیے بہترین خوش وقتی کے لمحات مہیا کرنے کے علاوہ افزایش نسل کے موجب بھی ہیں جس پر انسان کے ابتدائی فکر کا متعجب ہونا لازمی امر تھا۔

اوہام پرستی اور شگون

پرانی قومیں دیوتاؤں، روحوں، بھوتوں اور مخفی قوتوں کی قائل تھیں جنہیں انہوں نے کائنات کی ہر چیز اور قدرت (نیچر) کے ہر مظہر میں الگ الگ حیثیت سے کار فرما متصور کیا۔ سورج، چاند اور ستاروں کی گردش کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس سے نہ صرف موسموں، سالوں، مہینوں، ہفتوں دنوں اور اس کی ساعتوں کا حساب قائم کیا بلکہ یہ عقیدہ بھی قائم کر لیا کہ ان کی گردش انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ چنانچہ قدیم انسان ہر اہم کام کو شروع کرنے کے لئے ستارہ شناسوں اور جوتشیوں سے پوچھتے لگے کہ آیا ستاروں کی گردش اس کام کے لئے سازگار ہے یا نہیں۔ قدیم زمانے کے انسان جنتر منتر جادو، ٹونے، ٹوٹکے، تعویز وغیرہ کے بھی قائل تھے۔ اور بیماری۔ خوف اور شر و نقصان سے بچنے کے لئے یا اپنے مطالب حاصل کرنے کے لئے جادو ٹونے سے بھی کام لیتے تھے، جادو اور اس جیسے دوسرے ''کالے علموں،،

یعنی جنتر منتر ، ٹونے ، تعویذ وغیرہ نے مصر اور بابل کی قدیم سر زمینوں میں بہت فروغ پایا ۔ قدیم ترین قومیں جو شکاری دور میں یا اس سے پہلے کرہ ارضی میں پھیلیں جادو کی رسموں اور تعویذوں وغیرہ کی بہت قایل تھیں ۔ اس کے علاوہ اچھے یا برے شگون پر بھی پرانی قوموں کو بہت اعتقاد تھا ۔ قدیم بابلی قربانی کے جانوروں کی آنتوں اور دوسرے اعضا کی کیفیتوں سے شگون لیتے تھے ۔ ھندو جانوروں ، پرندوں ، اور دوسری چیزوں سے شگون لیتے تھے ۔ مہابھارت اور رامائن میں جا بجا ھر اھم کام کے ساتھ اچھے اور برےشگونوں کا ذکر موجود ھے ۔ چینی کچھوؤں اور کلنگوں وغیرہ سے شگون لینا ضروری سمجھتے تھے ۔ اسی طرح دوسری قدیم قومیں بھی شگونوں کی بہت قائل تھیں اور اس مقصد کے لئے مختلف اشیا کے کوایف پر عقیدہ رکھتی تھیں ۔ قدرت کے شاذ اور نادر مظاھر مثلاً چاند اور سورج کے خاص خاص گرھن ، دمدار ستاروں کا طلوع ، آسمان کی رنگت کی تبدیلی ، سرخ رنگ کے قطروں کی بارش ، بادلوں کے بغیر بوندا باندی ، شہابوں کا ٹوٹنا ، گایوں سے گدھے ، گھوڑیوں سے کتے ، بھیڑوں سے گیدڑ ، عورتوں سے سانپ وغیرہ کا پیدا ھونا غرض قدرت کے عام معمول سے ھٹی ھوئی کسی کیفیت کا ظہور بہت منحوس سمجھا جاتا تھا ۔ اور کسی نہ کسی عام مصیبت ، جنگ ، تباھی وبا یا طوفان وغیرہ آنے کا پیش خیمہ خیال کیا جاتا ھے ۔ بابلیوں کی الواح-میں نبونیدس کے عہد میں ایسی علامات کے ظہور کا تذکرہ ملتا ھے ۔ الواح میں لکھا ھے کہ ایسی علامتوں کے ظاھر ھونے پر بادشاہ بہت فکر مند ھوا ۔ اس نے مندروں کے پجاریوں کو جمع کیا ۔ جنھوں نے بھیڑیں ذبح کر کے ان کے اندرونی اعضا سے شگون لیا اور کہا کہ چاند دیوتا بادشاہ کی بیٹی مانگتا ھے چنانچہ بابل کے آخری بادشاہ نبونیدس (۵۳۹ ق ۔ م میں خاتمہ) نے اپنی بیٹی چاند دیوتا کی نذر کرنے کے لئے ار کے مندر میں بھیج دی ۔ اور بادشاہ نے مندر کی مرمت کرائی اور اس گھر کی مرمت بھی کرائی جہاں قدیم زمانوں میں ایسی ھی شہزادیاں ایسے ھی مواقع پر نذر کرکے رکھی جاتی تھیں ۔ منار کی مرمت کرائی گئی ۔ جس کے برج میں ایک طلائی

چوکی رکھی گئی اور پاس بستر بچھا دیا گیا ۔ شہزادی کے لئے ضروری تھا کہ چاندنی راتیں اس برج پر بسر کرے۔ طلائی چوکی اور بستر چاند دیوتا کے استعمال کے لئے رکھے گئے تھے ۔ بابلیوں کے مناروں کا نچلا حصہ سیاہ ، درمیانی سفید اور بالائی حصہ نیلے رنگ کا ہوتا تھا ۔ یہ طبقے زمین ، خالی فضا اور آسمان کی نمائندگی کرتے تھے ۔ منار کے نچلے حصے میں بت نصب ہوتا تھا جس کے سامنے طلائی قربان گاہ تھی ۔ باھر کے کمرے میں دو اور قربان گاھیں ھوتی تھیں جن میں سے ایک پر قربانی کے جانور ذبح کئے جاتے تھے[1]۔

قدیم انسانوں کے ایسے عقاید کے باعث ان میں منجموں ، ستارہ شناسوں ، جوتشیوں ، شگون دیکھنے والوں ، جادوگروں ، ٹونے ٹوٹکے اور تعویذ کرنے والوں ، پیشگوئیاں کرنے والے کاھنوں ، غیب کی خبریں دینے والے رشیوں ، منیوں اور نبیوں کو تعظیم و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ اور ان کی بتائی ھوئی باتوں کو بہت وقعت دی جاتی تھی ۔

غرض قدیم انسانوں کے مذھبی عقاید اور رجحانات ان کے سادہ افکار کا ماحصل تھے ۔ لیکن ایک ھزار ق۔م سے ولادت مسیح تک کے دور میں مختلف ملکوں میں نئی نئی روحانی اور فکری تحریکیں نشوونما پاتی نظر آ رھی ھیں جن سے معلوم ھوتا ھے کہ انسان کا فکر اور دماغ نئے نئے مسائل سے روبرو ھوکر ان کے حل کی راھیں ڈھونڈ رھا ھے اور اس کی روحانی تشنگی پرانے طریقوں سے بیزار ھوکر نئے انداز کے عقاید کی تلاش میں سرگرداں ھے ۔ تین ھزار پانچ سو سال ق۔م کے قریب نوح نے وادیٔ فرات میں اپنی قوم کو بت پرستی سے روکنے کے لئے آواز بلند کی ، جو بے نتیجہ رھی ۔ دو ھزار ق۔م کے قریب ابراھیم نے ار میں بت پرستی اور شاہ پرستی کے خلاف آواز

---

1 منار اور مندر کے متعلق یہ بیان یونانی مورخ ھیرو ڈوٹس کے بیان سے لیا گیا ھے جس نے چوتھی صدی قبل مسیح میں بابل کی سیاحت کرکے اپنی آنکھوں سے بابلیوں کے مندر دیکھے تھے ۔ یہودیوں کی ھیکل کی قربان گاھیں بھی اسی انداز سے بنائی گئی تھیں فرق صرف یہ تھا کہ ھیکل میں بت نہیں تھا ۔ البتہ سامنے کی دیوار پر طلائی منبت کاری سے فرشتے کی بڑی تصویر بنائی گئی تھی ۔

اٹھائی اور انہیں اس ملک سے ھجرت کرنی پڑی[1] - ۱۲۰۰ سے ۱۰۰۰ ق-م تک کے دور میں وادیٔ سینا کے اسرائیلیوں میں موسےؑ[1] ، خراسان (بلخ وھرات) کے آریاؤں میں زرتشت اور ھندوستان کے ھندوؤں میں کرشن اپنی اپنی قوموں میں نئے مذھبی عقاید کی تلقین کرتے نظر آتے ھیں - جن کے پیغام سے نوع انسانی کی بڑی بڑی جمعیتیں متاثر ھوئیں اور صدیوں متاثر رھیں - بلکہ آج تک متاثر چلی آ رھی ھیں -

آریاؤں اور قدیم ھندوؤں کا اختلاط

ایک ھزار ق-م سے چھ سو ق-م تک کا دور ھندوستان میں آریاؤں اور قدیم باشندوں کے مذھبی اور سماجی افکار کے تصادم اور اختلاط کا زمانہ ھے - جس میں برھمنی مت کو بہت عروج حاصل ھوا - اس تصادم اور اختلاط کا نتیجہ آریاؤں کے مذھبی افکار اور قدیم باشندوں کے مذھبی عقاید کے درمیان مفاھمت کی شکل میں رونما ھوا جس نے بالآخر برھمنی مت کی صورت اختیار کر لی - افغانستان سے آکر پنجاب میں آباد ھونے والے آریا قدرتی مظاھر کے پجاری تھے اور اگنی ، اندر ، درونا ، وایو ، ماروت ، یاما ، (آگ ، رعد و باران ، آسمان ، ھوا ، نسیم ، ملک الموت) وغیرہ دیوتاؤں کو مانتے تھے اور ان کو خوش کرنے کے لئے قربانیاں دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے - مورتی پوجا اور مندر کے استعمال سے نابلد تھے - رگ وید میں ایک خدا یعنی دیوتاؤں کے دیوتا رب الارباب کی حمد کے گیت بھی ملتے ھیں - جن سے ظاھر ھوتا ھے کہ قدیم آریاؤں کے مذھبی عقاید میں خدا کے ایک ھونے کا تصور بھی موجود تھا - ھندوستان کے قدیم باشندوں یعنی اصلی ھندوؤں میں ھر طرح کے مذھبی عقاید رکھنے والے لوگ پائے جاتے تھے - ان میں سانپوں ،

---

1 مسلمانوں کی مذھبی کتاب قرآن میں بعض دوسرے پیغمبروں کا ذکر بھی آیا ھے جنھوں نے نوح اور ابراھیم کے درمیانی دور میں اپنی قوموں کو توحید یعنی ایک خدا کی عبادت کرنے پر مائل کرنے کی ناکام کوششیں کیں - ابھی تک ان پیغمبروں ھود اور صالح کے متعلق کوئی آثاری شہادت نہیں ملی -

درختوں ، پہاڑوں ، دریاؤں ، بھوتوں ، روحوں کو پوجنے والوں سے لے کر برھما ، وشنو اور شو یعنی پیدا کرنے والے خدا ، پرورش کرنے والے خدا اور مارنے والے خدا کو ماننے کے فلسفیانہ فکر رکھنے والے لوگ موجود تھے ۔ اس کے علاوہ ''بڑی مائی ،، کو ماننے کے قدیم ترین مذھب کے پیرو بھی تھے ؟ قدیم ترین اقوم کا یہ عقیدہ آج تک بنگال میں درگا مائی کی پوجا کی شکل میں قائم چلا آرھا ھے ۔ اس کے علاوہ ھندوؤں کے وسیع اور ھمہ گیر سماج میں مختلف طاقتیں رکھنے والی دیویوں کو ماننے والے بھی موجود ھیں ۔ جو اسی قدیم تصور کی شاخیں ھیں جو پتھر کے زمانہ قدیم کے انسانوں میں ''بڑی مائی،، کی پرستش کی صورت میں موجود تھا ۔ ھندوستان کے قدیم باشندوں میں جادو ، ٹونے ، منتر جنتر کو ماننے والے لوگ بھی تھے ۔ غرض ھندو سماج کی موجودہ ھمہ گیر ھیئت ترکیبی کے اندر مختلف اور متعدد مذھبی عقاید کی چھان بین کی جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ ان میں سے بہت سے عقیدے قدیم اقوام کے عقیدوں سے ملتے جلتے ھیں بلکہ انہی کی بدلی ھوئی شکلیں ھیں اور یہ عقاید ترکستان اور افغانستان سے آنے والے آریاؤں کے مذھبی افکار سے یکسر مختلف لیکن مصر ، بابل اور چین کی قدیم اقوام کے عقاید سے قریب تر ھیں ۔ ھندوؤں کی روایات بھی جو دیوتاؤں اور کائنات کی تخلیق اور انسان کی پیدایش کے متعلق ھیں دو قسم کے یعنی دو مختلف انداز فکر سے نکلے ھوئے افکار کا نتیجہ ھیں جن کو ایک ھی لڑی میں پرونے کی کوشش کی گئی ھے ۔ یہ باتیں ظاھر کرتی ھیں کہ برھمنی مت جو دور زیر بحث میں پھلا پھولا آریاؤں اور قدیم ھندوؤں کے افکار کے باھمی اختلاط و مفاھمت کا ماحصل ھے ۔ برھمنوں کے دماغ نے ھندوستان میں ایک ھمہ گیر سماج تعمیر کرنے کے لئے آریاؤں اور قدیم ھندوؤں کے عقاید کو ایک ھی لڑی میں پرونے کی کامیاب کوشش کی ۔ اور اس سماج کے سماجی قانونوں کے اندر ھر قسم کے عقاید رکھنے والے لوگوں کو اپنے عقیدوں پر قائم رھنے اور پنپنے کی اجازت دے دی ۔ اس طرح برھمنی مت نے مورتی پوجا کو فروغ دیا ۔ سماج کو مقررہ رسموں اور ریتوں کا پابند بنایا ۔ اسلاف پرستی اور مشاھیر پرستی کو ترقی دی ۔ اوتاروں یعنی انسان کی صورت میں خدا کے ظھور

کے عقیدہ کو رائج کیا اور اواگون کے عقیدہ کو پھیلایا جس کا مطلب یہ ھے کہ انسان کی روح اپنے اچھے یا برے اعمال کے مطابق جونیں بدلتی رھتی ھے اور کئی جونیں (پیکر) بدلنے کے بعد لمبی مدت کے لئے سورگ (بہشت) میں چلی جاتی ھے ۔ اس کے بعد پھر وھی چکر شروع ھو جاتا ھے ۔ برھمنی مت کے خداؤں اور دیوتاؤں کی تعداد بہت زیادہ ھے جن کی مورتیاں عجیب عجیب شکلوں کی بنائی جاتی ھیں اور مندروں میں پوجا کے لئے رکھی جاتی ھیں ۔ جن میں سے چند ایک حسب ذیل ھیں :—

برھما ، ویشنو ، شو ، سرسوتی ، لکشمی ، پاربتی ، درگا ، گنیش وغیرہ ۔

برھمنوں نے دیوتاؤں کی پوجا کے جن نئے تصورات کو رائج کیا ان میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر نظر آتی ھے کہ ان جدید تصورات میں جہاں سب فرقوں کے مذھبی عقاید سے مفاھمت کرنے کی کوشش کی گئی وھاں سب سے اونچا درجہ برھم اور برھما کو دیا گیا جو برھمنوں کا مخصوص دیوتا تھا ۔ اور آریاؤں کے دیوتاؤں کو دوسری قطار میں کھڑا کر دیا گیا گویا آریاؤں نے اگرچہ شمالی ھند کے قدیم باشندوں پر تفوق حاصل کرکے اپنا سیاسی اقتدار قائم کرلیا اور انہیں اپنی زبان سنسکرت سکھا دی لیکن ھندوستان کے قدیم دیوتاؤں نے نئی صورتوں میں جلوہ گر ھو کر آریاؤں کے دیوتاؤں کو ثانوی حیثیت دیدی۔ قدیم باشندوں کے عقاید اور رسم و رواج قائم رھے ۔ بلکہ فروغ پا گئے ۔ آریاؤں کا سادہ مذھب آھستہ آھستہ ناپید ھوتا چلا گیا ۔

منوں کا معاشرتی قانون

اس برھمنی مت کے زیر اثر جو آریاؤں اور قدیم باشندوں کے اختلاط کا نتیجہ تھا ۔ جو عظیم ھندو سماج تعمیر ھوا اس کے معاشرتی قوانین منوں کے دھرم شاستر میں تفصیل کے ساتھ درج ھیں ۔ اس دھرم شاستر میں ھندو سوسائٹی کو چار ورنوں یعنی طبقوں میں تقسیم کیا گیا ھے ۔ اور ان سب کے فرایض مقرر کرکے ضابطے اور قانون بنا دیئے گئے ھیں ۔ منوں کا دھرم شاستر مذھبی ، معاشرتی ، اخلاقی ضابطوں کا مجموعہ ھے جس میں ھر بات پوری شرح و تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ھے

سوسائٹی کے چار طبقے برھمن ، کشتری ، ویش اور شودر مقرر کئے گئے ھیں برھمنوں کا کام علم و فکر کی زندگی بسر کرنا اور رسوم مذھبی کو ادا کرنا بتایا گیا ھے ۔ کشتری طبقہ کے لوگ راجے ، سپاھی پیشہ اور حاکم افراد ھیں ۔ ویش تجارت و صنعت اور دوسرے پیشوں کو سنبھالنے والے ھیں ۔ شودر غلام ھیں جن سے جسمانی مشقتوں کا کام لیا جاتا تھا ۔ چنڈال وہ لوگ ھیں جن کو سماج سے کسی جرم کی بنا پر سوسائٹی سے خارج کر دیا گیا ھو ۔ راجوں کے فرایض میں ملک کی حفاظت ، امن کا قیام ، عدل و انصاف کی تقسیم ، اچھا کام کرنے والوں کو انعام دینا اور مجرموں کو سزا دینا ، ملکی انتظام اور جنگ وغیرہ داخل ھیں ۔ اور راجاوں کے روزانہ معمول اور ان کے درباری کاموں کے لئے طریقے معین کر دیئے گئے ھیں ۔ اسی طرح ھر طبقہ کے لئے شادی بیاہ ، مذھبی رسوم اور سماجی فرایض کی ادائیگی کے قانون اور خطا کاروں کے لئے تعزیریں مقرر کی گئی ھیں جو سماج کے مختلف طبقوں کے لئے مختلف ھیں ۔ برھمنوں کے لئے خاص رعایتیں اور امتیازات قائم کئے گئے ھیں ۔ اور برھمنوں کو سوسائٹی کا دماغ قرار دے کر سب پر فایق کرنے کی کوشش کی گئی ھے ۔ انسان کی زندگی کے چار دور مقرر کر دیئے گئے ھیں جن کی رو سے ھر انسان کے لئے ابتدائی دور میں برھمچاری بن کر تعلیم حاصل کرنا لازم ھے ۔ دوسرے دور میں شادی کرکے گرھست آشرم (خانہ داری) کی زندگی گزارنا ھے ۔ تیسرے دور میں دنیوی کار و بار سے الگ ھو کر جنگل میں گیان دھیان کی زندگی بسر کرنا ھے اور چوتھے دور میں سنیاسی بن کر تمام دنیاوی لذات کا تارک بن جانا ھے ۔ غرض منو نے دھرم شاستر میں ھندو سماج کے لئے ایک جامع و مانع ضابطہ تیار کر دیا ۔ جس پر ھندو سوسائٹی کم و بیش آج تک عمل کر رھی ھے ۔

فلسفیانہ اسکول اور ویدانت

از بس کہ ھندو سوسائٹی میں برھمنوں کا طبقہ علمی تحقیق و تفتیش کے لئے وقف تھا اور باقی لوگ بھی آخری عمر میں گیان دھیان (فکر) اور سنیاس کی زندگی بسر کرتے تھے اس لئے برھمنی دور میں کئی فلسفیانہ سکول پیدا ہوئے ۔

جنہوں نے اپنے اپنے انداز فکر کے مطابق کائنات اور انسان کی زندگی کے اسرار پر غور کرکے نتائج مرتب کئے - اس سلسلے میں کپل کا سانکھ شاستر، پتنجلی کا یوگ شاستر، گوتم کا نیائے شاستر وغیرہ قابل ذکر ہیں جن میں فلسفیانہ فکر کی پروازیں بہت بلند نظر آرہی ہیں۔ اس کے علاوہ ویدانت یعنی تصوف (خدا کا عرفان حاصل کرنے اور انسان اور خدا کے تعلق کے متعلق سوچنے) کے متعلق بھی بہت سا لٹریچر اس دور میں پیدا ہوا - اور ہندو ریاضی دانوں نے وقت کے لامتناہی سلسلے کو یگوں، ایکانوں اور کلپوں، اور مہایگوں کے حساب سے ماپنے اور معین کرنے کی کوشش کی - اور یہ بتایا کہ ایک ہزار مہایگوں، یعنی ساڑھے چار ارب کے قریب سالوں سے برھما کا ایک دن بنتا ہے - اس ایک دن میں کائنات موجود رہتی ہے اس کے بعد اتنی ہی مدت کے لئے فنا ہو جاتی ہے اور برھما کی رات گزر جانے کے بعد کائنات کے وجود میں آنے کا سلسلہ پھر شروع ہو جاتا ہے - برھما کے چودہ دن اور رات گزر جاتے ہیں تو برھما بھی فنا ہو جاتا ہے اور ہستی مطلق نئے برھما کو وجود میں لے آتی ہے - فکر کی اس بلند پروازی کی کوئی نظیر دنیا کی کسی اور قوم کے لٹریچر میں نظر نہیں آتی - ہندو فلاسفروں نے کائنات کے عقدوں کو حل کرنے، سمجھنے اور سمجھانے کی جو کوششیں کیں وہ ظاہر کرتی ہیں کہ اس دور کے ہندوؤں کو فراغت کے ساتھ سوچنے کے مواقع میسر آرہے تھے - اور ملک میں امن و امان اور خوشحالی و فارغ البالی کا دور دورہ تھا -

سدھارتھ گوتم ساکیا اور بدھ مت

چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستان میں برھمنی مت کا دور دورہ تھا - عوام میں مورتی پوجا فروغ پا رہی تھی - مفکرین فلسفے کے نئے نئے سکول قائم کر رہے تھے - ویدانت (تصوف) کے سلسلے بھی پنپ رہے تھے - یوگیوں اور سنیاسیوں کی تعداد بہت ترقی پذیر تھی - یوگی اپنے جسموں اور جانوں کو جان بوجھ کر طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے تھے اور اس طرح عوام پر اپنا اثر قائم کر رہے تھے - کوئی ہاتھ کھڑا کرکے سکھا لیتا تھا کوئی ایک ٹانگ پر سالوں کھڑا رہتا - کوئی فاقہ کشی کر کے ہڈیوں کا پنجر بن جاتا - اور

کوئی لوہے کے کیلوں پر سمادھی جماتا تھا ۔ مندر آباد تھے ۔ برھمنوں کا اقتدار ترقی پر تھا ۔ برھمن ، راجے ، اھلکار اور تاجر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے ۔ عوام کی حالت خراب تھی ۔ اس قسم کی کیفیت میں سدھارتا گوتم نے لوگوں میں بدھ مت کو پھیلانے اور رائج کرنے کا کام شروع کیا ۔ آبادی کی بڑی بڑی جمعیتوں کو اپنے دین کا پیرو بنا لیا ۔

سدھارتا گوتم ساکیا قوم کے شاھی خاندان کا شہزادہ تھا ۔ جسے راج کا وارث بننا تھا ۔ اس کی تربیت ھر طرح کے آرام و آسایش میں بڑے ناز و نعم سے کی گئی ۔ ۲۸ سال کی عمر تک اسے شاھی محلات کی حدود سے باھر نکل کر دنیا کی حالت دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا تھا ۔ لیکن جب اس نے باھر نکل کر سیر کی تو اسے گاڑی میں جتے ہوئے بیل کے مار کھانے ، انسان کے جان توڑنے ، بیماروں کے تڑپنے ، تباہ حال غریبوں کے دکھ سہنے وغیرہ کے دردناک نظارے نظر آئے جن سے اس کی طبیعت بہت متاثر ہوئی ۔ اس کے پہلو میں قدرت نے ایک درد مند دل رکھا تھا ۔ اس کا دماغ سوچنے لگا کہ دنیا میں دکھ کیوں ھے ۔ اور اس سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر کیا ھو سکتی ھے ۔ اسی سوچ بچار میں اس نے راج کو تیاگنے اور گھر بار چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تا کہ زندگی کے راز کو معلوم کر سکے ۔ اور دنیا میں گھوم کر حقیقت کی تلاش کرے ۔ شہزادہ سدھارتا گوتم حق کی تلاش میں ماں باپ بیوی بچے کو چھوڑ بھیس بدل کر نکل کھڑا ھوا ۔ جنگلوں میں سادھوؤں اور سنیاسیوں کو تلاش کرنے لگا ۔ اس نے بہت ریاضتیں کیں ۔ یوگیوں کی طرح اپنی جان کو دکھوں میں ڈالا ۔ فاقہ کشیاں اختیار کیں ۔ آخر ایک رات جب وہ جنگل میں ایک بڑ کے درخت کے نیچے سمادھی لگائے بیٹھا تھا ، اس نے اپنے دل میں عرفان کی روشنی محسوس کی ۔ اگلے دن وہ نوع انسانی کے لئے ایک نیا پیغام لے کر نکل کھڑا ھوا ۔ اور لوگوں کو بدھ مت کا پیرو بناتا ھوا اپنے زاد بوم کپل وستو کو گیا جو ھمالیہ کی ترائی میں نیپال کے جنوب میں واقع تھا ۔ اور جہاں اس کا باپ بدستور راج کر رھا تھا ۔ یہاں اس نے اپنے باپ ، اپنی بیوی اور اپنے بچے سے ملاقات کی ۔ یہ سب اس کے دین کے پیرو

بن گئے۔ سدھارتا گوتم نے جو اب بدھ (عارف) کہلاتا تھا ، راجا بننے سے انکار کر دیا اور اپنی باقی زندگی اپنے دین کو پھیلانے پر صرف کر دی ۔ بدھ ۵۶۰ ق ۔ م میں پیدا ہوا اور ۴۸۰ ق ۔ م تک جیا ۔ بدھ مت کے پیروؤں کی کتابوں میں بدھ کی زندگی کے ساتھ بہت سی معجزانہ روایات درج ہیں ۔ بالخصوص عرفان حاصل کرنے کی رات کے جو مکاشفات اور مشاہدات بیان کئے گئے ہیں وہ بہت اثر انگیز اور سبق آموز ہیں ۔

بدھ کا پیغام یہ تھا کہ دنیا کی زندگی ھیچ ھے اس سے دل نہیں لگانا چاھیے ۔ یوگیوں کی ریاضتوں اور مجاھدوں سے حقیقت کا عرفان حاصل نہیں ھوتا ۔ بلکہ یہ عرفان قلبی کیفیات اور روحانی محسوسات کی تربیت سے ملتا ھے ۔ دنیا دکھوں کی جگہ ھے ۔ اس کی آسائشیں ھیچ اور بے معنی ھیں ۔ اس لئے انسان کو اپنے احساسات ایسے بنا لینے چاھئیں کہ وہ دکھ اور سکھ کے امتیاز سے بالا ھو جائے ، ایسی کیفیت حاصل کرنے کو بدھ نے ''نروان،، کا نام دیا ۔ بدھ کی تعلیم میں سچائی ، بزرگوں کی عزت ، ازدواجی وفاداری ، ماں باپ کی عزت ، نیک اعمال ، خیرات ، عاجزی ، صبر ، ضبط اور قناعت پر بہت زور دیا گیا ھے ۔ لیکن اس کی تعلیمات میں جو بدھ مت کے پیروؤں کی کتابوں میں ملتی ھیں خدا کے وجود کو ماننے یا نہ ماننے کا کوئی تذکرہ نہیں ۔ چونکہ اس دور کے ھندوؤں میں اوتاروں کا عقیدہ عام تھا اس لئے اس کے پیروؤں نے بعد میں اسے بھی بھگوان کا اوتار یعنی انسانی وجود میں خدا کا درجہ دے دیا اور اس کی مورتیاں بنا کر پوجنے لگے ۔ ھندوستان میں بدھ مت کا زور آٹھ نو سو سال رھا اور اس اثنا میں لنکا ، برما ، چین اور افغانستان کے لوگوں نے بھی اس مذھب کو قبول کر لیا ۔ آخر برھمنی مت جو اس مذھب کے دوش بدوش اپنی ھستی قائم رکھنے کی کوشش کر رھا تھا ، غالب آگیا ۔ برھمنوں نے بدھ مت کے پیروؤں سے لڑائیاں لڑیں ۔ ان کی خانقاھوں کو جہاں بدھ بھکشو رھتے تھے ، تباہ و برباد کر کے ھندوستان کے اندر ان کا خاتمہ کردیا ۔ بہار کے شہر گیا میں بدھ مت کے پیروؤں کا مندر اب تک موجود ھے ۔ اس مندر کے پاس بڑ کا جو درخت ھے وہ اس اصلی بڑ کا بچہ ھے جس کے

نیچے سدھارتا گوتم عرفان حاصل کر کے بدھ بنا تھا ۔ اس پیڑ کا ایک بچہ لنکا میں بھی ہے جس کی عمر دو ہزار سال سے زیادہ بتائی جاتی ہے ۔ بدھ نے یہ بھی کہا تھا کہ مجھ سے پہلے بھی انسانوں کی رہنمائی کے لئے بدھ آتے رہے ہیں اور بعد میں بھی آتے رہیں گے ۔ کرشن کی گیتا میں یہ تسلی بخش پیام دوسری شکل میں دیا گیا ہے جہاں کرشن اپنے آپ کو بھگوان یا بھگوان کا اوتار قرار دے کر یہ کہتے ہیں کہ میں نوع انسانی کی ہدایت اور نجات کے لئے بار بار انسانی شکل میں ظہور کرتا رہوں گا ۔

وردھامن مہابیر اور جین مت

انسان کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کے اس دور میں جب ہندوستان کے اندر کئی قسم کے فلسفیانہ فکر پیدا ہوئے اور کئی مت چلے ایک جین مت کا ظہور بھی ہے ۔ جس نے اپنے پیرووں کی خاصی تعداد پیدا کر لی ۔ جو اب تک موجود ہے ۔ جین مت کا بانی مگدھ دیش (بہار) کے ایک کشتری رئیس کا بیٹا وردھمن مہاویر نامی تھا جو ۵۹۹ ق ۔ م سے ۵۲۷ ق۔م تک جیا ۔ وردھمن مہاویر نے تیس سال کی عمر میں دنیا تیاگ دی اور چالیس سال کی عمر میں اپنے دین کا پرچار شروع کیا ۔ وردھمن مہاویر کی تعلیم یہ تھی کہ انسان کو نیک اعمال ، خیرات اور سخاوت سے موکشا کا درجہ حاصل کرنا چاہیے جو انسان کی روح کو اواگون (تناسخ) کے چکر سے نجات دلاتا ہے ۔ نیکی ، پرہیز گاری ، حرص و ہوا سے آزادی ، دنیا سے دل نہ لگانے ، گناہوں کے خیال تک سے بچنے اور کسی جاندار کو دکھ نہ پہنچانے سے موکشا حاصل ہوتی ہے ۔ جین مت کے پیرو دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو دنیا تیاگ کر جوگی بن جاتے ہیں دوسرے وہ جو محض گرو کو مانتے ہیں اس کی عزت کرتے ہیں اور دنیا کے کاروبار میں لگے رہتے ہیں ۔

چین میں کنفیوشس کا ظہور

جس زمانے میں گوتم بدھ ہندوستان میں ” نروان ،، کا پیغام سنا رہا تھا چین میں ایک معلم اخلاق کنفیوشس (کانگ فیوتسی) گمراہ شدہ چینیوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا نظر آرہا ہے ۔ کنفیوشس ۵۵۰ ق ۔ م میں پیدا ہوا ۔

۵۲۰ ق - م میں اس نے چین کے صوبوں میں گھوم پھر کر لوگوں کو اپنے بگڑے ہوئے اخلاق درست کرنے اور شاہنشہی نظام سلطنت کی اطاعت کرنے کی تبلیغ شروع کی - کنفیوشس کے زمانے میں چین کی سر زمین بدامنی اور طوایف الملوکی کا شکار ہوچکی تھی - نواب اور جاگیر دار شاہنشہی اقتدار سے باغی ہوگئے تھے - دو تین صدیوں سے ان نوابوں اور جاگیرداروں کے درمیان خانہ جنگیاں جاری تھیں - جو شاعروں اور ادیبوں کو انعام دے کر شاہنشہ کے خلاف ہجویہ نظمیں اور کتابیں لکھواتے تھے - اس کیفیت کے باعث ملک میں تباہی مچ رہی تھی - دریاؤں کے بند ٹوٹ گئے تھے - نہریں مٹی سے پر ہو چلی تھیں - زراعت کاری کا حال پتلا ہو رہا تھا - ایسے حال میں کنفیوشس نے لوگوں کو شاہنشہ کی اطاعت کرکے پرانے نظم اور بندوبست کو قائم کرنے کی تلقین شروع کی اور اسی موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں پرانی کتابوں کی از سر نو اشاعت کی - اور چینیوں کو خوشحالی اور امن کے بھولے بسرے دور کا سبق یاد دلایا - کنفیوشس کی تعلیمات کا لب لباب یہ تھا کہ دنیا کو تیاگ کر پرندوں اور درندوں کے ساتھ گزارا نہیں کیا جا سکتا - مجھے دکھی انسانوں سے ملنا جلنا ہے اور بد نظمی کو دور کرنا ہے - کنفیوشس نے بادشاہوں ، اہلکاروں ، نوابوں ، اور عام لوگوں کو اپنے اپنے فرائض پرانے تصورات کے مطابق ادا کرنے کی تلقین کی - اور بتایا کہ رعایا کو بادشاہ سے ، بادشاہ کو رعایا سے ، اولاد کو ماں باپ سے ، ماں باپ کو اولاد سے ، بیوی کو شوہر سے اور شوہر کو بیوی سے حتٰی کہ انسان کو انسان سے کیا برتاؤ اختیار کرنا چاہیے - کنفیوشس نے کسی عقیدہ یا خیال کی تبلیغ نہیں کی بلکہ لوگوں کو ضابطۂ اخلاق کی پابندی کا سبق سکھایا - کنفیوشس کی کوششیں اس کی زندگی کے بعد بار آور ہوئیں - اس زمانے میں ایک اور مفکر لاؤتسی جنوبی چین میں تبلیغ کر رہا تھا - یہ شخص بھی امن خواہ اور اخلاقی مبلغ تھا لیکن کنفیوشس کی طرح شاہنشاہی نظام کا قایل نہ تھا - بلکہ وہ انسان پر انسان کی حکمرانی کو جائز نہیں سمجھتا تھا -

ایران میں زرتشتی دین

اس دور میں ایران کے اندر زرتشتی دین پھیل رہا تھا جس کے پیروؤں نے ۵۳۹ ق - م سے لے کر ۳۳۴ ق - م تک جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں میں ایک وسیع سلطنت پیدا کر کے حکمرانی کی - اس دور کے زرتشتیوں کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کا کوئی ریکارڈ نہیں ملتا - لیکن ان کے ہاں بھی اخلاق - معاشرتی اور سماجی قوانین نے خاص صورتیں اختیار کی ہوں گی - زرتشتیوں کے روحانی اور فکری ارتقا کی کہانی ژندو آستا اور اس کی تفسیروں کی شکل میں منضبط ہوئی تھی جس کے اصلی نسخے سکندر اعظم کے حملے کے وقت جب اس نے شہنشاہان ایران کے پایۂ تخت قصر سوسن کو نذر آتش کیا جل گئے تھے - اس لٹریچر کا صرف ایک تہائی حصہ بچ سکا جو ہندوستان کے پارسیوں کے پاس آج تک محفوظ ہے - اگر پارسیوں کا مذہبی لٹریچر تمام و کمال بچا رہتا تو اس دور کے زرتشتیوں کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کا حال معلوم ہو سکتا -

یہودیوں اور اسرائیلیوں کے نبی

اس دور میں فلسطین کے یہودیوں اور اسرائیلیوں میں بہت سے نبی مبعوث ہوتے رہے - جو اس قوم کے لوگوں کو خدا کی طرف سے نازل ہونے والا پیغام سناتے تھے - اور آئندہ واقعات کی پیشگوئیاں کرتے تھے - اس دور میں بنی اسرائیل کو بہت سے انقلابات کا سامنا ہوا جن کا حال گذشتہ فصلوں میں بیان کیا جا چکا ہے - یہودیوں کے نبیوں کے کلام میں ان واقعات کا بہت کچھ تذکرہ موجود ہے - بنی اسرائیل کے انبیا کے صحیفے بائیبل کے عہد نامہ عتیق میں یکجا کئے گئے ہیں جن کی آخری ترتیب خسرو اعظم کے عہد میں اس وقت کی گئی جب یہودیوں کو بابل سے یروشلیم واپس جانے کی اجازت مل گئی تھی - ان صحیفوں میں اسرائیلیوں کو بت پرستی سے بچنے - خدائے واحد کی عبادت کرنے ، دوسری قوموں سے اختلاط سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے - عجیب اتفاق ہے کہ جس دور میں ہندوستان میں گوتم بدھ ہندوؤں کو رسمی قربانیوں وغیرہ سے محترز رہنے کی تلقین کر رہے تھے عین اس زمانے میں یشعیاہ نبی یہودیوں سے کہہ رہے تھے ،

کہ ”تمہاری یہ رسمی قربانیاں خدا کو خوش نہیں کر سکتیں - اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اس کے حکموں پر چلو اور اس کے دین کی پیروی کرو“ -

یونان کے فلسفی حکیم اور مفکر

اس دور میں چین اور ہندوستان کی طرح یونان کی سر زمین میں بھی انسان کی روحانی ، فکری اور معاشرتی زندگی کے مسائل پر غور کرنے والے حکیم ، فلاسفر اور مفکر پیدا ہوئے - پانچسو ق - م تک کے یونانی دیوتاؤں کی پرستش کرنے والے لوگ تھے - مندر بنانے لگے تھے ——— اور ان میں سونے ، ہاتھی دانت اور پتھر کی مورتیاں بنا کر رکھتے تھے - سال بسال مندروں میں میلے لگتے تھے جن میں دیوی دیوتاؤں کو نئے کپڑے پہنانے کی رسم ادا کی جاتی تھی - اور ورزشی کھیلوں کے مقابلے ہوا کرتے تھے - پانچ سو ق - م کے بعد یونان کی سر زمین میں کائنات اور زندگی کے مسائل پر آزادانہ غور کرنے والے فلاسفر اور حکیم پیدا ہوئے - معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحثیں ہندوستان سے چل کر یہاں پہنچی تھیں اور اس زمانے میں چین سے لے کر یونان تک ہر جگہ عام تھیں - ان فلاسفروں میں ہیلی کارنسس اور اینکسیگورس دو اجنبی اشخاص کے نام بھی آتے ہیں جو یونان میں علمی بحثیں شروع کرنے کا موجب بنے - ہیلی کارنسس ایک عالم اور دانا شخص تھا - انیکسیگورس نے دیوتاؤں کے خلاف آواز بلند کی - یہ حکیم ایک ہی روح عظیم کا قائل تھا - ۴۷۸ ق - م میں یونان میں سقراط پیدا ہوا جو ہر شے اور ہر خیال کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی تعلیم دیتا تھا - اور اخلاقی پابندیوں کا مخالف تھا - یہ فلاسفر بت پرستی کی رسموں میں شامل ہوتا تھا لیکن اس پر سٹیٹ کے دیوتاؤں کا باغی ہونے اور نوجوانوں کو گمراہ کرنے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور ۳۹۹ ق-م میں زہر کا پیالہ نوش جاں کرنے کی سزا دی گئی - سقراط کے شاگردوں میں ایک افلاطون تھا - جس نے فلسفہ سیاست اور معاشیات پر متعدد رسالے لکھے - افلاطون کا فکر بلند تخیلات کی دنیا میں پرواز کرتا تھا - دوسرا شاگرد کستیوں فون تھا جو ادیب ہونے کے علاوہ خدا کی وحدانیت کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ وہ ہستی اعلے ہمہ چشم و ہمہ

گوش و همه دل ہے ۔ تیسرا شاگرد ایسقراط ایک سیاسی مفکر تھا اور آخر میں شاہ فیلقوس کے پاس مقدونیہ چلا گیا ۔ اور سکندر کا معلم مقرر ہوا افلاطون کا ایک شاگرد ارسطو تھا ۔ جس نے معاشیات پر متعدد رسالے لکھے ۔ ان فلسفیوں کے پیدا ہونے کے باعث یونانیوں پر آزادئی فکر کے دروازے کھل گئے ۔ جو یونانیوں میں علوم و فنون کی ترویج و ترقی کا موجب بنے ۔ اس کے علاوہ اس دور میں یونان نے بہت باکمال سنگ تراش اور مصور بھی پیدا کیے ۔ تاریخ نویسی کا بانی ھیرو ڈوٹس بھی اسی دور میں گزرا ہے جو ایک ایک ایشیائی یونانی تھا ھیرو ڈوٹس کی تاریخ سے اس عہد کے اور اس سے پہلے کے بہت سے حالات معلوم ہوئے جو فراموشکاری کی نذر ہو کر رہ جاتے ۔ ھیرو ڈوٹس نے ۴۸۴ ق م سے ۴۲۸ ق م تک زندگی پائی اس کے بعد ایک دوسرا مورخ تھیوسی ڈائیڈ س ہوا ہے جس نے سپارٹا اور ایتھنز کی لڑائیوں کے چشم دید حالات لکھے ۔ اور واقعات کے اسباب و علل پر بحث کی ۔

یونانی فلاسفروں اور مفکروں نے آزادیٔ فکر ، تحقیق و تفتیش کے ذوق سے مسائل حیات کی بہت سی بحثیں پیدا کیں اور ان پر اپنے خیالات ظاھر کئے ۔ بحثوں کے موضوع مختلف تھے مثلاً یہ کہ خدا ایک ہے یا کئی ھیں یا سرے سے کوئی خدا ہے ھی نہیں ۔ غلامی جائز ہے یا ناجائز ۔ جانوروں پر رحم کرنا چاھیئے یا نہ کرنا چاھیئے ۔ معاشرتی نظام جمہوری ھو یا شاھی ۔ اخلاقی پابندیاں قبول کی جائیں یا نہ کی جائیں ۔ یہی بحثیں اس سے پہلے ہندوستان میں اپنا گھر بنا چکی تھیں ۔ یونانی فلاسفروں کا علمی سرمایہ بہت کم تھا ۔ تاریخ قدیم ، جغرافیہ ، ھیئت اور ریاضی میں ان کی معلومات بہت ابتدائی سی تھیں ۔ بعض فلاسفروں کی بحثوں میں کائنات کے ظہور کو ذرات کے امتزاج و ترکیب کا نتیجہ بتایا گیا ہے ۔ لیکن یہ فکر ھندو فلاسفر ان سے بہت پہلے پیدا کر چکے تھے ۔ کپل نے اپنے سانکھ شاستر میں اس پر بحث کی ہے ۔

معاشرت اور آرٹ

ایک ہزار ق م سے ۵۰۰ ق م تک کے دور کی جنگوں میں رتھوں کے بجائے گھڑ سوار سورمے زیادہ نظر آتے ہیں جن کو اشوریوں نے باقاعدہ رسالوں کی صورت میں منظم کر لیا ۔ کروئیسس اور سائرس کی لڑائی میں بھی گھڑ سوار فوجوں کے استعمال کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔ فصیلوں کو توڑنے کے لیے منجنیق بھی اسی عہد کی ایجاد ہے ۔ جسے پہلے پہل اشوریوں نے استعمال کیا ۔ لڑائی میں تیروں کے علاوہ فلاخن یعنی گوبھیٹے بھی استعمال ہونے لگے ۔ داؤد نے فلستی پہلوان جالوت کو سنگ فلاخن ہی سے ہلاک کیا تھا ۔ اس دور میں سماجی نظام کی کیفیات مختلف ملکوں میں مختلف تھیں تاہم بعض معاشرتی مسائل ہر جگہ یکساں طور پر پیدا ہونے لگے ۔ مصر ، بابل اور ہندوستان میں مندروں کی موجودگی کے باعث ایک طبقہ ایسا تھا جن کی زندگیاں اور سرگرمیاں مندروں ہی سے متعلق تھیں مندروں میں پجاری ، پجارنیں ، محرر ، محاسب ، طبیب ، کاهن ، جادوگر ، ٹونے ٹوٹکے کرنے والے اور تعویز دینے والے لوگ ، خزانچی ، مہتمم ، چیلے ، اور جوتشی موجود رہتے تھے جن کی بسر اوقات مندر کے چڑھاووں اور نذرانوں پر ہوتی تھی ۔ مندروں کی اس آبادی نے بعض مفید کام بھی کئے ۔ مصر و بابل میں فن تحریر کو انہی کی بدولت ترقی ہوئی ۔ مصر ، بابل اور ہندوستان میں علم ہیئت اور جوتش کے مطالعے نے انہی کی وجہ سے ترقی کی ۔ حساب کتاب رکھنے کے باعث علم حساب کو فروغ ہوا ۔ اور انہی لوگوں نے ابتدائی طبی معلومات فراہم کیں ۔

دوسرا طبقہ شاہی دربار سے متعلق تھا ۔ جس میں حاکم وقت کو دیوتا اور خدا کا درجہ حاصل تھا اس کے ساتھ اس کے مشیر ، وزیر ، مصاحب ، محرر ، دفتری ، نقیب ، محافظ ، سرداران افواج اور غلام ہوتے تھے ۔ یہ لوگ بادشاہ کے دئیے ہوئے انعاموں ، جاگیروں اور تنخواہوں پر بسر اوقات کرتے تھے ۔

تیسرا طبقہ جنگجو لوگوں کا تھا ۔ مصر و بابل میں دیر سے یہ طبقہ تنخواہ دار سپاہیوں کی صورت اختیار کر چکا تھا ۔ لیکن آریاؤں میں شریف

خاندانوں کے افراد سپاہی پیشہ ہوتے تھے ۔ ہندوستان میں یہ طبقہ الگ ہو کر کشتریوں کے نام سے موسوم ہوا ۔

چوتھا طبقہ عام زراعت کاروں کا تھا ۔ یہ لوگ معبد اور دربار کو ان کے افسروں یا ایجنٹوں کی وساطت سے اجناس کی شکل میں مالیہ ، لگان یا بٹائی دیتے تھے۔

پانچواں طبقہ اہل حرفہ کا تھا ۔ جو ہتھیار ، اوزار ، برتن ، کپڑے اور ضروریات کا دوسرا ساز و سامان تیار کرتے تھے ۔ یہ طبقہ بعض ملکوں میں اپنے کام کا معاوضہ لیتا تھا اور بعض سماجوں میں یہ کام غلاموں سے لیے جاتے تھے ۔

چھٹا طبقہ گوالوں ، چرواہوں ، گڈریوں وغیرہ کا تھا ۔ جو جانور پالتے تھے ۔ اور سماج کے لیے دودھ ، دہی ، مکھن ، گھی ، گوشت ، چمڑا وغیرہ مہیا کرتے تھے ۔

ساتواں طبقہ بڑے تاجروں کا تھا جو ایک ملک کا مال دوسرے ملک میں لے جا کر فروخت کرتے تھے ۔ شام کے فینقی جہازراں تھے[1]۔ جو بحری تجارت کرتے تھے اور شام کے آرامیوں نے کاروانوں کے ذریعے خشکی کی تجارت سنبھال رکھی تھی ۔

آٹھواں طبقہ نبیوں یعنی خوردہ فروشوں کا تھا ۔ جو بستیوں میں دکانیں کرتے تھے ۔

نواں طبقہ گھر کے ملازموں کا تھا ۔ یہ لوگ غلام متصور ہوتے تھے ۔ ان کی اولاد بھی غلام سمجھی جاتی تھی ۔ یہ طبقہ اسیران جنگ ، خریدے ہوئے لوگوں اور مصیبت زدہ اشخاص پر مشتمل تھا جو قرض دار ہونے کے باعث یا مفلسی کی وجہ سے یا اجنبی ہونے کے باعث غلامی پر قائم ہو ہو جاتے تھے ۔

دسواں طبقہ مزدوروں کا تھا جو ٹولیوں کی شکل میں نہروں اور کانوں اور جاگیروں میں کام کرتے تھے یہ بھی غلام سمجھتے تھے ۔

گیارھواں طبقہ صاحب جایداد لوگوں کا تھا یہ لوگ بیکار رھتے تھے اور شوقیہ طور پر کوئی نہ کوئی مشغلہ اختیار کر لیتے تھے - فلسفی ، سیاسی مفکر ، ادیب ، مورخ وغیرہ اس گروہ سے پیدا ہوئے -

بارھواں طبقہ ملاحوں کا تھا جو بڑے بڑے تاجروں کے جہازوں پر کشتی رانی کا کام اجرت پر کرتے تھے -

مصر و بابل میں اس تقسیم کار نے ذات پات کی تمیز کی صورت اختیار نہ کی - مختلف طبقوں اور پیشہ وروں کے درمیان ازدواجی تعلقات اور معاشی اختلاط عام تھا - یورپ اور ایران کے آریاؤں میں (۱) شاھی قبیلہ (۲) سورمے ، فوجی افسر اور نواب (۳) شرفا تاجر جہاز ران اور حرفہ کار اور (۴) زراعت کار مزارع وغیرہ ہوتے تھے - ہندوستان میں اس درجہ بندی نے برھمن ، کشتری ، ویش اور شودر کی تقسیم کی صورت اختیار کرلی اور ذات پات کا امتیاز ترق کرنے لگا - چین میں (۱) شاھی خاندان (۲) مندرین یعنی پڑھے لکھے لوگ جو مذھبی رسوم بھی ادا کرتے تھے - (۳) زراعت کار (۴) اھل حرفہ اور (۵) تاجر تھے - یہاں بھی ذات پات کا امتیاز پیدا نہ ہوا -

چوتھی صدی مسیحی میں یعنی سکندراعظم کی یلغار سے پہلے جس کا حال اگلی فصل میں بیان کیا جائے گا چین سے لے کر مغربی یورپ اور وسطی افریقہ تک تجارتی مال کا تبادلہ جاری ہو چکا تھا - اکثر دھاتیں اور قیمتی پتھر دریافت ہو چکے تھے - عمدہ سوتی ، اونی اور ریشمی کپڑا تیار ہونے لگا تھا جسے رنگنے اور سفید کرنے کے طریقے بھی رائج ہو چکے تھے - مٹی کے عمدہ عمدہ ڈیزائنوں والے برتن تیار ہوتے تھے - پڑھنے لکھنے کا شوق عوام میں پھیل رہا تھا - انسان نہریں بناتے تھے اور دریاؤں کے رخ کو پھیرنے لگے تھے - شہروں کے گرد فصلیں بنائی جاتی تھیں بڑی بڑی سنگیں عمارتیں تعمیر ہونے لگی تھیں - منار اور برج بنائے جاتے تھے - لیدیا (ایشیائے کوچک) میں سونے اور چاندی کے سکے رائج ہوگئے تھے - جن کی تقلید دوسرے

بادشاہوں نے بھی کی - مسافروں کے لیے سرائیں اور سڑکیں بھی بننے لگی تھیں -

اس عہد میں مصوری ، نقاشی اور سنگ تراشی کے آرٹ بھی بہت ترقی پذیر ہوئے - اس عہد کے بابلیوں کا آرٹ خیال آرائی پر مبنی ہے مثلاً ایسے اژدھے بنائے گئے جن کی اگلی ٹانگیں شیر کی اور پچھلی عقاب کی ہیں - اڑتے ہوئے دیو اور پروں والے فرشتے کندہ کیے گئے ہیں - اشوریوں کا آرٹ ہولناک حقیقتوں کا مظہر ہے - مرتے ہوئے جانور جانکنی کی حالت میں دکھائے گئے ہیں - ایسے انسانوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں - جنہیں ایذا دی جارہی ہو - جنگوں کے نظارے ، شکار کے نظارے ، فوجوں کے مارچ کے نقشے دکھائے گئے ہیں اشوریوں کے آرٹ میں تدریجی ترقی نظر آتی ہے جسے انہوں نے کمال تک پہنچایا -

آرامیوں اور فینقیوں کے آرٹ میں بعض جدتیں نظر آ رہی ہیں یہودیوں نے اس طرف توجہ ہی مبذول نہیں کی - ایرانیوں کی نقاشی اور مصوری بابلیوں کی نقالی ہے البتہ انہوں نے فن تعمیر میں نئی نئی جدتیں پیدا کیں اور بہت شاندار باوقار ، بارعب اور خوبصورت شاہی ایوان تعمیر کرائے - تصویروں میں جو پتھروں پر کندہ کی گئی ہیں - مفتوح اقوام کے سرداروں کو شاہنشاہ ایران کی خدمت میں تحایف پیش کرتے دکھایا گیا ہے - کہیں وہ رحم کی التجائیں کر رہے ہیں -

ہندوستان نے اس دور میں آرٹ کی ترقی کا کوئی نمایاں ثبوت پیش نہیں کیا - آثار سے سراغ لگایا جاتا ہے کہ ۶۵۰ ق م میں سکوں کا رواج چل پڑا تھا - ۶۰۰ ق م کے قریب مگدھ دیش میں سیثوناگا خاندان نے ایک وسیع ریاست قائم کر لی تھی - ۵۱۶ ق م میں جب گوتم بدھ اپنے نئے مت کی تلقین کر رہا تھا ایرانی امیرالبحر نے دریائے سندھ کے دھانے سے لے کر بحیرہ قلزم تک بحری سفر کیا - ۴۸۰ ق م میں ارخسویرس شاہ ایران نے یونان پر جس لشکر کے ساتھ چڑھائی کی تھی اس میں پنجابی سپاہ بھی شامل تھی

۰۰ه ق ۔ م کے قریب نیپال کی سرحد کے قریب بپ راوا کے مقام پر پتھر کا پہلا مقبرہ تعمیر ہوا جس میں بدھ کی ہڈیاں لا کر دفن کی گئیں ۔ پنجاب کی وادیٔ نمک کے ایک راجا سوبھوتی کے سکے بھی ملے ہیں جو ۳۲۰ ق م کے قریب یعنی سکندر اعظم کی یلغار کے وقت حکومت کرتا تھا ۔ اس دور میں ہندوستان نے تحریر کے فن میں کافی ترقی کی اور برھمی رسم الخط نے جو نو سو قبل مسیح کے قریب عام ہو چکا تھا بہت ترقی کی برھمی رسم الخط کے حروف سامی زبانوں کے حروف سے ملتے جلتے ہیں ۔ ہندوستان کی دوسری لپسا اس برھمی رسم الخط کی شاخیں ہیں ۔ لکھنے کے لیے بھوج پتر ، تاڑ پتر ، چھال چمڑا کپڑا ، سونے چاندی ، پیتل اور تانبے کی تختیاں اور لکڑی کی تختیاں استعمال ہوتی تھیں ۔ بعد میں پتھروں پر کتبے بھی کندہ ہونے لگے ۔

یونانیوں نے پانچویں اور چوتھی صدی قبل مسیح میں سنگ تراشی کے فن کو درجۂ کمال تک پہنچایا اور دیوتاؤں اور انسانوں کے ایسے ایسے مجسمے تیار کیے جو بڑے اعلے معیار کے تھے ۔ اس کے علاوہ مٹی کے برتنوں پر یونانیوں کی نقاشی کے بہت اعلے نمونے دستیاب ہوئے ہیں جو یورپ کے مختلف عجائب گھروں کی زینت بنے ہوئے ہیں ۔

اس دور میں اقوام کا نیا تجربہ سلطنت کا قیام تھا ۔ سمیری اور بابلی محض شہری ریاستوں کو مطیع کر کے ان سے خراج لینے پر اکتفا کرتے تھے لیکن مفتوح ریاستیں موقع پا کر بغاوت کا علم بلند کر دیتی تھیں ۔ مصریوں نے مفتوح علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کرنے کی پالیسی ایجاد کی ۔ اور مفتوحین پر اپنے حاکم مقرر کر دئیے ۔ حتیوں نے فیڈریشن بنائی ۔ اشوریوں نے عسکری نظام کی قوت کے بل پر سلطنت کا اقتدار قائم رکھنے کی کوشش کی ۔ دھشت پیدا کر کے لوگوں کو مطیع بنایا ۔ باغی اقوام کو ان کے ملک سے نکال کر دوسری جگہ آباد کرنے کی پالیسی اختیار کی ۔ نئی بابلی سلطنت نے اشوریوں کی تقلید کی ۔ ایرانیوں نے نئی پالیسی کی طرح ڈالی سلطنت کو ایک مملکت سمجھا جس کے صوبے تقسیم کر کے صوبے دار مقرر

کر دیئے ۔ رعایا کی داخلی معاشرت اور مذہبی عقاید میں بہت کم دخل دیا ۔ رواداری کی پالیسی اختیار کی ۔ سڑکیں بنائیں ، محکمے قائم کیے ، ڈاک کا انتظام کیا ، مقامی آزادی کھلے دل سے عطا کی یہ پالیسی کامیاب ہو رہی تھی کہ شہنشاہ غافل ہو گئے ۔ محض دربار داری پر اکتفا کرنے لگے ۔ فوجی طاقت کو ترقی دینے پر بہت کم توجہ مبذول کی ۔ ایسے حال میں سلطنت کا دھندا چل رہا تھا ۔ کہ ۳۳۴ ق ۔ م میں یونان (مقدونیہ) کی سر زمین سے ایک فاتح اٹھا جس نے مشرق قریب کے پرانے نظام کو تہس نہس کردیا ۔ یہ فاتح سکندر اعظم تھا ۔

اسکندر اعظم کی یلغار

مقدونیہ کے بادشاہ فیلبوس نے سر زمین یونان کی طوایف الملوکی سے فایدہ اٹھا کر دریائے ڈینیوب کے نیچے یونان کی ساری ریاستیں مطیع بنالیں اور سلطنت ایران کے ساتھ قوت آزمائی کرنے کے خیال سے قواعد دان فوج تیار کی جس کے ساتھ رسالہ بھی تھا - فیلبوس ۳۳۶ ق - م میں شاہی محل کی ایک سازش کا شکار ہو کر قتل ہو گیا جس میں اس کی پہلی ملکہ اولیمپایا کا ھاتھ تھا - اس کا جانشین اس کا بیٹا اسکندر بنا جو اولیمپایا کے بطن سے تھا - بادشاہ بننے کے وقت سکندر ۱۸ سال کا نوجوان تھا - اسے ایران کے متعلق اپنے باپ کے عزائم کا علم تا - ۳۳۴ ق - م میں اسنے آبنائے باسفورس کو عبور کر کے ایشیائے کوچک پر چڑھائی کی - ایرانی فوج کو جو وھاں موجود تھی شکست دی - سکندر کی فوجیں یلغار کرتی ہوئی شام تک پہنچیں اور بحیرۂ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھنے لگیں - بحیرۂ روم کے ایرانی بحری مرکزوں اور ساحلی قلعوں کو مسخر کرتی ہوئی انطاکیہ پہنچیں - انطاکیہ کے محاصرے میں دو سال لگ گئے تب کہیں یہ شہر سر ہو سکا - سلطنت ایران کو تاراج کرنے کی مہم شروع کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ مصر کو سر کر لیا جائے تاکہ مصر عقب سے حملہ کرنے کے قابل نہ رہے - چنانچہ ۳۳۲ ق - م میں سکندر نے مصر پر چڑھائی کی اور مصر کی سر زمین کو فتح کرکے اپنے ایک جرنیل کو وھاں کا حاکم مقرر کردیا - مصر میں اسکندر غیب کی باتیں بتانے والے بڑے بت ابوالھول کو دیکھنے کے لیے بھی گیا - مصریوں کے بڑے مندر کے پجاریوں نے سکندر کی بہت آؤبھگت کی - بت کے منہ سے اسکندر کو جو پیغام سنایا گیا - اس میں اسے فراعنۂ مصر کی طرح بڑے دیوتا سورج کا بیٹا خدائی درجہ رکھنے والا بادشاہ کہہ

کر مخاطب کیا گیا اور دنیا کو فتح کرنے کی بشارت دی گئی - یہاں سے اسکندر شام کی طرف لوٹا - اور اپنے لشکر جرار کو لے کر سلطنت ایران کے پایہٗ تخت قصر سوسن کی طرف بڑھا - ایران کے شاہنشاہ دارا سویم کے لشکر بابل کی سر زمین میں گاؤ گمیلا (اربیلا) کے مقام پر جمع ہو چکے تھے یہاں ایرانیوں اور یونانیوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی - ایران کی فوجوں نے شکست کھائی - دارا خراسان کی طرف بھاگا - سکندر کی فوجوں نے تعاقب کیا - قصر سوسن میں پہنچ کر سکندر نے شاہان ایران کے محل کو نذر آتش کر دیا جس میں دنیا بھر کی سوغاتیں اور بہت سا قیمتی ساز و سامان جمع ہو چکا تھا - اس تباہی میں ژندو آستا کے نسخے آگ کی نذر ہو گئے دارا خراسان میں چھپا پھرتا تھا کہ اسے خود ایرانی سرداروں نے بزدلی کی بنا پر قتل کردیا - اسکندر تعاقب کر رہا تھا اسے صرف دارا کی لاش مل سکی -

خراسان سے اسکندر کی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں دریائے اٹک تک کی سر زمین سلطنت ایران میں شامل تھی - ۳۲۷ ق م میں سکندر کی فوجیں درۂ خیبر کی راہ سے اتر کر پنجاب کی طرف بڑھیں - دریائے جہلم کے کنارے پنجاب کے راجا پورس کی فوجوں نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی - یونانی فوجیں پنجاب کی سرزمین کو پامال کرتی ہوئی دریائے بیاس کے کنارے تک پہنچیں - سکندر آگے بڑھ کر ہندوستان کے دوسرے راجاؤں سے خراج اطاعت وصول کرنے کا خواہاں تھا لیکن یہاں اس کی فوجیں بگڑ گئیں اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیا - یونانی فوج کا ایک حصہ دریائے بیاس اور ستلج کی راہ سے کشتیوں پر کراچی پہنچا اور وہاں سے بحیرہ عرب کے ساحل کے ساتھ ساتھ سوسہ کی طرف واپس چلا گیا - دوسرا حصہ درۂ خیبر کی راہ سے افغانستان اور ترکستان کی طرف چلا گیا جہاں اسکندر نے اپنے ایک جرنیل سلیوکس کو حاکم بنا دیا تھا - ۳۲۴ ق م میں سکندر سوسہ پہنچا - جو سلطنت ایران کا پایۂ تخت تھا - یہاں بیٹھ کر وہ اپنی فتح کی ہوئی وسیع سلطنت پر حکمرانی کرنے لگا - سکندر نے ایرانی شاہنشاہوں کے سارے طور طریقے اختیار کر لیے خود اس نے ایک ایرانی شہزادی سے شادی

کی اس کی فوج کے افسروں نے ایرانی عورتوں سے شادیاں کیں فتوحات کے باعث سکندر کے دماغ میں فتور آگیا تھا اور وہ اپنے آپ کو مافوق الفطرت ہستی ، دیوتاؤں کا بیٹا اور دیوتا سمجھنے لگا تھا ۔ مصر اور بابل کے عام لوگ مذہبی عقیدے کے لحاظ سے بادشاہ کے خدائی درجہ کے قایل تھے ۔ اسکندر ایسے فاتح اعظم کو وہ بہت بڑی طاقتوں کا حامل سمجھنے لگے ۔ اور سلطنت میں اسکندر کے مجسموں کی پرستش شروع ہوگئی ۔ لیکن یونانی اسے انسان ہی سمجھتے تھے جس کے باعث سوسہ میں قیام کے دوران میں اس کا مزاج کچھ چڑچڑا سا ہو گیا ۔ اپنے ایک دوست اور رفیق کی موت پر سوگ منانے کے لیے اس نے بستیوں کی بستیاں تباہ کردیں ۔ لوگوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور بلا وجہ خلقت کو تنگ کر کے اپنی مزاج کی برھمی کا مظاہرہ کیا ۔ سکندر بہت خود پسند ، مغرور ، خوشامد پسند اور ظالم و جابر بادشاہ تھا ۔ جس نے مصریوں سے فرعونیت کا سبق سیکھ کر اس پر عمل کیا ۔ ۳۲۳ ق م میں اسکندر بابل میں تھا کہ فوت ہوگیا ۔

تین یونانی سلطنتیں

سکندر اعظم کی وفات کے بعد یونانی سرداروں میں کوئی شخصیت ایسی نہ تھی جو اس وسیع سلطنت کو سنبھالتی ۔ چنانچہ اس کے جرنیلوں نے ایک کے بجائے تین سلطنتیں قائم کر لیں ۔ باختریہ (افغانستان و ترکستان) کا یونانی حاکم سلیوکس سلطنت ایران کا فرمانروا بن بیٹھا ۔ دریائے سندھ سے لے کر بحیرۂ روم تک کی سر زمین اس کے حصے میں آئی ۔ مصر میں دوسرا جرنیل بطلیموس خود مختار بادشاہ بن گیا ۔ جسے مصریوں نے اپنے رنگ میں رنگ کر فرعون بنا لیا ۔ یونان کی سر زمین میں لڑائی جھگڑوں کے بعد ایک اور جرنیل نے شاہی اقتدار قائم کر لیا ۔ ان تین یونانی سلطنتوں کے درمیان شام ، فلسطین اور ایشیائے کوچک کی بندرگاھوں پر قبضہ جمانے کے لیے لڑائی جھگڑے ہوتے رہے ۔ سلیوکسیوں نے ۳۲۲ ق م سے ایک سو ق م تک قدیم مملکت ایران پر حکومت کی ۔ ایک سو ق م کے قریب وسط ایشیا کے بدوی قبائل جو پارتھی کہلاتے تھے حرکت میں آئے جنھوں نے ایران کی سر زمین کو تاراج کرکے سلیوکسیوں کے اقتدار کا خاتمہ کردیا ۔

اس افتاد کے باعث ایران میں پارتھیوں کی اور ایشیائے کوچک، شام و فلسطین میں نیز افغانستان اور مغربی پنجاب میں یونانیوں کی متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں - جن کی حثیت جاگیرداروں سے زیادہ نہ تھی - ایشیائے کوچک، شام اور فلسطین کی یونانی ریاستوں کو ایک سو ق-م کے قریب اٹلی کے رومیوں نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا مصر کے بطلیموسیوں اور یونان کے یونانیوں کے اقتدار کا خاتمہ بھی اٹلی کی سر زمین سے اٹھنے والی اسی نئی طاقت نے کیا جو رومنوں یا رومیوں کے نام سے مشہور ہوئی - یونان کے یونانیوں کا اقتدار ۱۴٦ ق-م میں ختم ھوا - اور مصر کے بطلیموسیوں کے اقتدار کا خاتمہ ۳۰ ق-م میں ھوا - سلیوکسیوں نے وسطی اور مغربی ایشیا کے ملکوں پر جاگیرداری کے طرز پر حکمرانی کی - بڑے بڑے شہروں میں یونانی سپاہ رکھی جاتی تھی جس کے سردار کو اس علاقے کا جاگیردار یا نواب سمجھا جاتا تھا - یونانی حکمران تھے اور قدیم باشندے محکومی کی زندگی بسر کر رہے تھے - مصریوں نے بطلیموسی یونانیوں کے عہد میں بہت علمی ترقیات کیں جن کا حال کسی اگلی فصل میں بیان کیا جائے گا -

---

اٹلی میں رومیوں کا ظہور اور عروج

۶۰۰ ق - م سے ۵۰۰ ق - م تک کے زمانے میں جب بابل میں بنوکد نضر کے جانشین حکمران تھے - ایران میں میدی اور پارسی طاقت پکڑ رہے تھے ہندوستان میں گوتم بدھ نئے دین کو تبلیغ کر رہا تھا اور چین میں کنفیوشس ایسے بادشاہ کی تلاش میں سرگرداں تھا جو اس کی تدابیر پر چل کر ملک کی بد نظمی اور طوایف الملو کی کو دور کرے - اور یونان میں شہری ریاستیں قائم ہو کر مختلف سیاسی تجربے کر رہی تھیں - اٹلی میں ایطروسکیوں ، قدیم باشندوں اور نو وارد آریاؤں (لاطینیوں) کے اختلاط سے ایک نیا تمدن پیدا ہو رہا تھا - دریائے ٹائیبر کے جنوب میں ایطروسکیوں کی ریاست قائم تھی شمال میں آریا قبائل نے ڈیرا جما رکھا تھا - ان دونوں قوموں کا ملاپ دریائے ٹائیبر کے کنارے ایک سالانہ میلے میں ہوتا تھا - جہاں یہ لوگ اشیا کا تبادلہ کرتے تھے - اس میلے کی جگہ پر بستی قائم ہو گئی جو روما کہلائی اس بستی میں پہلے لاطینی (آریہ) قوم کا ایک فرد بادشاہ بنا پھر ایطروسکیوں نے شاہی اقتدار سنبھال لیا - لاطینیوں اور ایطروسکیوں کی اس کشمکش میں آخر کار لاطینی غالب آئے اور انہوں نے قدیم آریہ ٹائپ کی پنچایتی حکومت قائم کرلی - ۴۷۴ ق - م میں ایطروسکیوں اور سسلی کے یونانیوں میں لڑائی ہوئی ایطروسکیوں کا بحری بیڑا تباہ ہوگیا - شمالی اٹلی میں جنوب مشرقی فرانس کے وحشی قبائل نے جو گال کہلاتے تھے - حملے شروع کر دئیے - ۳۹۰ ق - م گال قبائل نے اپنے سردار برهنوس کے زیرقیادت روما کو تاراج کیا صرف قلعہ ان کی دست برد سے محفوظ رہ سکا - گالوں کے حملے کے بعد لاطینی پھر سنبھلے اور روما کی لاطینی جمہوریت نے ایطروسکیوں پر غلبہ حاصل کر کے ۲۹۰ ق - م تک وسطی اٹلی پر قبضہ جما لیا - لاطینیوں

نے جواب رومن یعنی رومی کہلاتے تھے ۔ شمالی اٹلی میں جا بجا چھاؤنیاں قائم کر لیں تاکہ گال قبیلوں کی تاراج سے بچے رہیں ۔ جنوبی اٹلی اور سسلی میں یونانیوں کی ریاستیں تھیں اٹلی کے یونانیوں نے اپیرس (البانیہ) کی یونانی ریاست سے اتحاد کر کے رومیوں کے نفوذ کو روکنے کی کوشش کی اور ایک جنگ میں رومیوں کو شکست دی ۔ ۲۷۵ ق ۔ م میں رومیوں نے کارتھیج (قرطاجنہ) کے فینقیوں سے اتحاد قائم کر کے یونانیوں کو شکست دی ۔ رومیوں نے جنوبی اٹلی پر اور فینقیوں نے سسلی پر قبضہ جما لیا ۔ یہ اتحاد زیادہ دیر تک قائم نہ رہا ۔ ۲۷۰ ق ۔ م میں روما اور کارتھیج کے درمیان جنگ چھڑ گئی ۔ رومیوں نے سسلی پر چڑھائی کی سسلی میں متعدد معرکے ہوئے ۔ آخر ۲۴۱ ق ۔ م میں کارتھیج کے بحری بیڑے نے رومی بیڑے سے شکست کھائی اور ۲۴۰ ق ۔ م میں کارتھیج نے سسلی کا جزیرہ اور سات لاکھ ۸۸ هزار پونڈ کی مالیت کا سونا دے کر روما سے صلح کر لی ۔

روما اور کارتھیج کی لڑائیاں

۲۴۰ ق ۔ م سے ۲۱۹ ق ۔ م تک روما اور کارتھیج کے درمیان صلح رہی ۔ تیس سالہ جنگ کے باعث دونوں ملکوں کی حالت ابتر ہو چکی تھی ۔ رومیوں کی ریاست کے شمالی حصے پر فرانس کی گال قوم کے وحشی لوگوں نے حملہ کیا ۔ رومیوں کو بہت بھاری شکست ہوئی اور انہوں نے اس ڈر کے مارے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے انسانوں کی قربانیاں پیش کیں ۔ عام طور پر جانوروں کے بجائے غلام قربانی کے بکرے بنائے جاتے تھے ۔ کارتھیج میں حکومت کا اقتدار تاجر امرا کے ہاتھ میں تھا ۔ جو اپنی رعایا پر بہت تشدد کرتے تھے ۔ ۲۱۹ ق ۔ م میں روما اور کارتھیج کے درمیان پھر خوفناک لڑائیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ۔ اس جنگ میں کارتھیج والوں کے نامور جنگی لیڈر هملیکا ، برقہ ، هنی بال ، اور هسدرو بال تھے۔ اور روما والوں کے نامور جنگی سردار مرتس ، پورسئیلاس ، کیٹو اور سیپو افریقانوس تھے ۔ کارتھیج کے جرنیل هنی بال نے اٹلی پر چڑھائی کی اور هسپانیہ سے چلا تو فرانس کے جنوبی حصہ کو پامال کرتا ہوا کوهستان ایلپس کی برفانی

چوٹیوں کو عبور کر کے اٹلی کے شمال مغربی میدانی علاقہ کی سر زمین میں گھس گیا ۔ رومی جرنیل سیپو شکست کھا کر ھسپانیہ کی سر زمین کی طرف پسپا ھوا ۔ ھنی بال کی فوجوں نے پندرہ سال رومیوں کی مملکت کو پامال کیا ۔ لیکن ھسپانیہ کے رومی جرنیل نے بحری بیڑے کی مدد سے کارتھیج پر حملہ کر دیا ۔ ھنی بال مقابلے کے لیے کارتھیج پہنچا ۔ شدید جنگ وقوع پذیر ھوئی ۔ جس میں ھنی بال نے شکست کھائی ۔ روما والوں نے اپنے دشمنوں سے اپنے ملک کے مخلصی پانے کو غنیمت سمجھا اور ان کی فوجیں واپس آگئیں ۔ روما اور کارتھیج کو مزید پچاس سال کے لیے سستانے اور جنگ کی تیاری کرنے کا موقع مل گیا ۔ ھنی بال ایشیا کی طرف بھاگ گیا تھا جہاں اس نے زہر کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا (۱۸۳ ق ـ م) رومیوں کا جرنیل سیپئو بھی اسی سال مر گیا ۔

۱۴۹ ق ـ م میں روما اور کارتھیج کے درمیان تیسری جنگ شروع ھوئی جسے تاریخ کے صفحات میں Punic War پیونک وار کا نام دیا گیا ھے ۔ روما والوں نے کارتھیج پر حملہ کیا ۔ فتح حاصل کرکے کارتھیج میں قتل عام کیا ۔ پانچ لاکھ کی آبادی میں سے صرف پچاس ھزار نفوس بہ مشکل بچے جنہیں انہوں نے غلام بنالیا ۔ رومیوں میں انتقام اور قہرمانی کے جذبات بہت مشتعل ھو چکے تھے ۔ کارتھیج کی عمارتیں مسمار کردی گئیں اور زمین میں ھل چلا دئیے گئے ۔ رومیوں نے اپنی مذھبی رسمیں ادا کرکے اس شخص پر لعنتیں بھیجیں جو اس شہر کو دوبارہ آباد کرنے کی کوشش کرے ۔ بحیرہ روم میں فینقی تاجروں کی طاقت کا خاتمہ ھو گیا ان کے بجائے رومیوں نے بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں پر قبضہ جما لیا جو یورپ اور افریقہ دونوں براعظموں میں واقع تھے ۔ رومیوں نے ۱۴۶ ق ـ م میں کارتھیج کے بعد یونان کے بحری تجارتی مرکز کو رنتھ کو بھی تاراج کیا اور اس کا خاتمہ کردیا ۔

رومیوں کی دوسری مہمیں

روما والوں کا سیاسی اور معاشرتی نظام یہ تھا کہ لوگ دو طبقوں میں منقسم تھے ۔ ایک

طبقہ شرفا کا تھا اور دوسرا طبقہ عوام کا تھا ۔ ابتدا میں صرف شرفا کی پنچایت ریاست کا انتظام کرتی تھی ۔ یہ پنچایت سینٹ کہلاتی تھی جو انتظام کے لیے دو پریذیڈنٹ جو قونصل کہلاتے تھے منتخب کر لیتی تھی ۔ جوں جوں ریاست کی حدود وسیع ہوتی گئیں شرفا اور امرا مفتوحہ علاقوں میں اپنی جاگیریں قائم کرتے گئے ۔ ان جاگیروں میں غلاموں سے زراعت کرائی جاتی تھی ۔ محکوموں کو غلام سمجھا جاتا تھا ۔ اجنبیوں پر جو تجارت یا صنعت کے سلسلے میں آتے تھے ٹیکس لگایا جاتا تھا ۔ پہلے سینٹ کے ووٹر رومی شہری اور زمیندار رضاکارانہ طور پر جنگی خدمات انجام دیتے تھے ۔ لیکن مال غنیمت کی بہتات اور جاگیروں کے قیام کے باعث جب رومی امیر ہو گئے تو تنخواہ دار سپاہی رکھنے لگے ۔ اس طرح پیشہ ور سپاہیوں کا ایک طبقہ پیدا ہوگیا جو اپنے لیڈروں سے وابستہ رہتا تھا ۔ امرا کے اقتدار کے خلاف عوام میں شورشیں پیدا ہوتی رہیں جو بسا اوقات عام بلووں کی صورتیں اختیار کر لیتی تھیں ۔ عوام کے لیڈروں کا مطالبہ یہ تھا کہ عام رومیوں کو سینیٹ کے انتخابات کے لیے ووٹ کا حق دیا جائے ۔ ۱۲۱ ق-م میں روما میں جمہوری لیڈروں اور ان کے تین ہزار حامیوں کو امرا کی فوج نے قتل کر دیا ۔ ۹۱ ق ۔ م میں ایک اور جمہوری لیڈر کو قتل کر دیا گیا اور اٹلی میں عام بغاوت رونما ہوئی ۔ حاکم میٹرس اور جنرل سلانے بغاوت فرد کی اور نظری طور پر عوام کے مطالبات تسلیم کر لیے ۔ روما کے امیروں اور جرنیلوں میں اقتدار حاصل کرنے کے لیے کشمکشیں جاری رہتی تھیں اور بعض اوقات لڑائیاں بھی ہو جاتی تھیں ۔

رومیوں کی سلطنت بحیرہ روم کے تمام ساحلی ملکوں پر حاوی تھی ۔ یونان ایشیائے کوچک ۔ شام اور فلسطین بھی اس سلطنت میں شامل کر لیے گئے تھے ۔ ایک سو ق ۔ م کے قریب رومیوں کی سلطنت کی شمالی حد دریائے ڈینیوب ، بحیرۂ اسود کا جنوبی ساحل اور سلسلۂ کوہستان قاف کی جنوبی ترائیاں بناتی تھیں ۔ مشرق میں اس سلطنت کا دامن دریائے فرات تک پھیلا ہوا تھا ۔ افریقہ اور یورپ کے تمام ملک جو بحیرہ روم کے کنارے واقع

ھیں ان کے زیرنگیں تھے ، اور مغرب میں ان کے اقتدار کا ھاتھ فرانس ، ھسپانیہ اور انگلستان تک پہنچ چکا تھا - ۱۰۲ ق - م میں وسطی یورپ کے جرمن قبائل نے کوھستان ایلپس کے دروں کو عبور کر کے رومی مملکت پر حملہ کیا لیکن شکست کھا کر پسپا ھوگئے - ۵۳ ق - م میں ایک رومی جرنیل کراسس لشکر جرار لے کر دریائے فرات کو عبور کر کے مشرق کی طرف بڑھا - پارتھیوں اور ایرانیوں اور سیتھینوں کے لشکر نے اس کا مقابلہ کیا جو ایران کی سر زمین سے سلیوکسی یونانیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر چکے تھے - آریہ نسل کے یہ تازہ وارد لوگ ایسے تیر چلاتے تھے جو شور مچاتے ھوئے دشمن کے سینے میں پیوست ھو جاتے تھے - یہ تیر پردار تھے جن سے آواز پیدا ھوتی تھی - رومیوں کے لشکر کو شکست فاش کا سامنا ھوا - رومیوں کا سارا لشکر تباہ ھوگیا - اس کے بعد رومیوں کو مشرق کی طرف بڑھنے کی جرآت نہ ھوئی -

اس شکست کے بعد رومیوں کے جرنیلوں میں حصول اقتدار کے لیے کشمکش شروع ھوگئی - مغربی ملکوں (فرانس و ھسپانیہ) کا جرنیل جولئیس ۴۹ ق - م میں اٹلی میں داخل ھوا ۴۸ ق - م میں جولئیس نے یونان میں جرنل پومپئی کو شکست دی - ۴٦ ق - م میں جولئیس پہلے دس سال کے لیے پھر عمر بھر کے لیے ڈکٹیٹر مقرر ھوا - چند سال بعد قیصر بن بیٹھا اور اپنی پرستش کرانے لگا - ۴۴ ق-م میں سینیٹ کے ممبروں نے سازش کرکے قیصر جولئیس کو قتل کردیا - مصر کی ملکہ کلو پیٹرا اور جولئیس سیزر (قیصر) کے درمیان معاشقانہ تعلقات قائم ھوگئے تھے -

جو لیئس سیزر کے قتل کے بعد رومی مملکت کے مغربی حصے میں او کٹیوئین نامی رومی جرنیل نے اور مشرقی حصے (یونان) میں اینٹونی نے اقتدار قائم کرلیا- اینٹونی اور کلیو پیڑا کے درمیان معاشقہ کی راہ و رسم قائم ھوگئی - ۳۲ ق - م میں او کٹیوئین نے اینٹونی پر حملہ کیا ۳۱ ق - م میں ایکسیئم کے مقام پر بحری جنگ ھوئی کلیو پیڑا مصر چلی گئی - ۳۰ ق - م میں اسکندریہ میں لڑائی

ہوئی - اینٹونی نے خود کشی کرلی - اور اپنی معشوقہ کلیوپیٹرا کے سامنے جان دی - کلیو پیٹرا نے بھی خود کشی کرلی - کیونکہ اوکٹیوئین سے اسے نفرت تھی جو اس پر قبضہ جمانا چاہتا تھا -

اوکٹیوئین نے پہلے سینیٹ (پنچایت) کے اقتدار کو بحال کرنے کی کوشش کی لیکن ہردلعزیزی کے باعث بعد میں شاہی اقتدار حاصل کر لیا اور قیصر بن بیٹھا - رومیوں نے اسے دیوتا بادشاہ بنا کر اس کی پرستش شروع کردی - رومیوں کی برائے نام جمہوریت کا خاتمہ ہوگیا اور قیصری دور چلا - اوکٹیوئین جس نے آگسٹس سیزر (مبارک قیصر) کا لقب اختیار کر لیا تھا - ۱۴ عیسوی تک بادشاہ بنا رہا -

رومیوں کی معاشرت

رومی بہت جابر، قاہر، اور سنگ دل لوگ تھے - اقتدار کی زمام امرا کے ہاتھ میں تھی جن کی کونسل سلطنت کا انتظام کرتی تھی جنگوں کے وقت ڈکٹیٹر مقرر کر دئیے جاتے تھے اس رسم نے مطلق العنانی کے رجحانات پیدا کیے - رومیوں کی تفریح کے لیے ایسے دنگل اور تماشے منعقد کیے جاتے تھے جن میں مسلح انسان خود - نقاب اور زرہ بکتر پہن کر ایک دوسرے سے لڑتے تھے - جب ایک پہلوان دوسرے کو گرا لیتا تھا تماشائی اپنے ہاتھ کے انگوٹھے نیچے کی طرف کر دیتے تھے جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اسے قتل کردو یا اس کا گلا کاٹ دو - اس کے علاوہ نہتے انسانوں اور شیروں کو بھی آپس میں لڑایا جاتا تھا - ایسے تماشے دکھانے کے لیے باقاعدہ کمپنیاں بن گئی تھیں تھیں جو لڑاکے پہلوانوں کو ملازم رکھتی تھیں - جنگی قیدی ، مقہور غلام ، مصیبت زدہ لوگ اور من چلے سر فروش ایسے تماشے دکھانے کے لیے استعمال

کٹے جاتے تھے - یہ رومیوں کی تفریح تھی - جو ان کی سنگ دلی اور شقاوت قلبی پر دال ھے - دیوتاؤں کے متعلق رومیوں کا تصور بہت ھولناک تھا - یونانی اپنے دیوتاؤں کے مجسمے خوبصورت بناتے تھے - رومیوں کے بت خوفناک شکلوں کے ھوتے تھے - جادو ، ٹونے ، شگون کو ماننے کا بہت زور تھا - رومی علمی ذوق سے بے بہرہ تھے - لیکن قوانین بنانے کے ماھر تھے - آخری صدی قبل مسیح میں ایک اخلاقی معلم سیسرو پیدا ھوا جس نے اصلاح کی کوششیں کیں لیکن ۴۳ ق - م میں اسے قتل کر دیا گیا -

---

هندوستان میں اشوک اعظم

پنجاب میں سکندر اعظم کی یلغار کے بعد هندوستان کے راجاؤں میں بھی حرکت کا خیال پیدا ھوا بہار کے راجا چندر گپت موریا نے پنجاب کو یونانیوں کے اقتدار سے نجات دلانے کے لیے لشکر کشی کی اور سلیوکس کو شکست دے کر یونانیوں کو دریائے جہلم یا دریائے اٹک کے پار تک پسپا کردیا ۔ سلیوکس نے چندر گپت سے صلح کرلی ۔ اور اپنی ایک بیٹی چندر گپت سے بیاہ دی ۔ چندر گپت نے هندوستان کے تمام راجوں کو جن کی ریاستیں کوهستان بندھیا چل کے شمال میں تھیں اپنا مطیع بنا کر هندوستان میں ایک متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھی ۔ اس کے بیٹے نے مدراس فتح کیا اور دکن کی بہت سی ریاستوں کو اس سلطنت میں شامل کرلیا ۔ چندر گپت کا پوتا اشوک اعظم ۲۶۴ ق ۔ م میں تخت پر بیٹھا ۔ اشوک اعظم کو سارے هندوستان نے درۂ خیبر سے لے کر راس کماری تک اپنا شہنشاہ تسلیم کیا اور اطاعت کی گردنیں جھکا دیں موریا خاندان کے راجے بدھ مت کے پیرو تھے ۔ اور اس زمانے میں هندوستان میں بدھ مت کا بہت زور تھا ۔ اشوک اعظم اپنی ایک خصوصیت کی بنا پر تاریخ عالم کے بادشاهوں اور بڑے آدمیوں میں بہت ممتاز نظر آتا ھے ۔ وہ خصوصیت یہ تھی کہ اس نے سلطنت کی توسیع کے لیے لشکر کشی اور جنگ کا طریق ترک کردیا ۔ کالنگا (اڑیسہ ، کرناٹک) کی جنگ کے بعد جس میں لاکھوں انسان جنگ اور قحط میں مارے گئے اشوک اعظم نے محض مبلغ اور سفیر بھیج کر راجاؤں اور عوام کو اپنا مطیع بنانے کا طریق اختیار کرلیا ۔ اشوک اعظم نے بدھ مت کے اچھے اصولوں کو عام کرنے کے لیے اپنی مملکت میں جابجا کتبے نصب کرائے ۔ جو خیبر کی پہاڑیوں سے لے کر جنوبی دکن تک اور بلوچستان

سے لے کر بنگال تک کی زمینوں میں ملے ھیں - اس بادشاہ نے بدھ مت کے مبلغ بیرونی ملکوں میں بھی بھیجے - جن کا حال مختلف ملکوں کے آثار اور ریکارڈ سے معلوم ھوتا ھے اشوک کے مبلغ اور سفیر - افغانستان ، ترکستان ، ایران ، شام ، مصر ، یونان ، لنکا ، برما ، اور چین تک پھیل گئے - جنھوں نے ان ملکوں میں سے اکثر میں بدھ مت کی اشاعت کی - اشوک اعظم ٢٢٧ ق - م میں فوت ھوا - جس عہد میں ھندوستان اشوک اعظم کے زیر سایہ امن خوشحالی اور ترقی کی زندگی بسر کر رھا تھا - وسطی اور مغربی ایشیا کے ملکوں پر سلیوکسی ، مصر میں بطلیموسی حکومت کر رھے تھے - اور مغرب میں روما اور کارتھیج کے درمیان وحشیانہ جنگیں ھو رھی تھیں - ھندوستان نے اس عہد میں امن کا پیغام دور دور تک بھیجا لیکن لنکا ، برما ، چین اور افغانستان کے باشندوں کے سوا کسی نے اسے قبول نہ کیا -

اشوک اعظم کے بعد ١٨٥ ق - م تک ھندوستان کے بیشتر حصے پر موریا خاندان کے راجے حکومت کرتے رھے موریا خاندان کے زوال کے بعد ملک میں کئی ایک ریاستیں قائم ھوگئیں - پنجاب کی سر زمین کو باختریہ کے دو یونانی خاندانوں نے آپس میں بانٹ لیا ان میں سے ایک راجا مینیدر کے سکے سندھ ، افغانستان ، راجپوتانہ اور کاٹھیاواڑ تک ملے ھیں جو اس کی ریاست کی وسعت کا حال بیان کر رھے ھیں - ١٤٠ ق - م کے بعد وسط ایشیا کی ایک قوم ساکا نامی نے سیستان سے اٹھ کر پنجاب سندھ اور کاٹھیاواڑ کو فتح کر لیا اور ٹیکسلا اور متھرا میں اس قوم کے شہنشاہ نے اپنے سطراپ (نائب) مقرر کر دیئے - جو ایک سو سال حکمرانی کرتے رھے - پہلی صدی قبل مسیح میں یوچی (ھیاطلہ) تاتار سے آکر ترکستان اور افغانستان میں آباد ھونے لگے تھے جنھوں نے سکا قوم کے ھاتھ سے اقتدار چھین کر سندھ ، پنجاب ، افغانستان اور ترکستان میں ایک وسیع سلطنت قائم کرلی -

چین کی حالت

چین میں ۱۱۲۵ ق-م سے چاؤ خاندان کے شہنشاہ حکمرانی کر رہے رہے تھے - نو سو قبل مسیح کے بعد چین کے نوابوں اور جاگیرداروں نے شہنشاہ کی عملی اطاعت سے روگردانی شروع کردی - اور جابجا آزاد ریاستیں قائم کر لیں - شہنشاہ اور شاہی خاندان کا وجود محض برائے نام رہ گیا لیکن چینی عوام اپنے شہنشاہ کو دیوتاؤں کی اولاد سمجھتے تھے اس لیے کسی نواب کو شاہی خاندان کا خاتمہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اس کے بجائے وہ شاعروں اور بھاٹوں کو رشوتیں دے کر شہنشاہ کے رتبے کے خلاف ھجو آمیز پروپیگنڈا کرانے لگے - چین میں چار سو سال طوایف الملوکی کا دور دورہ رہا - اسی دور میں کنفیوشس نے چینیوں کو شہنشاہ کی اطاعت کرنے اور اپنے اخلاق و آداب درست کرنے کی تلقین کی - اور جنوبی چین میں ایک اور مفکر لاؤتسی نے انفرادی آزادی کے احترام کو قائم رکھنے کی تبلیغ کی - اس طوایف الملوکی کے دور میں چین کے قدیمی تمدن - اس کی خوشحالی ، اس کی صنعت و حرفت کو بہت نقصان پہنچا اور تمدنی ترقی کی رفتار بہت سست پڑ گئی - ۲۵۰ ق-م میں شمالی چین میں ایک بادشاہ شی ھوانگ ٹی حکمرانی کر رہا تھا جس نے بہت سے نوابوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی طاقت بڑھائی - جنوبی چین کی ریاستوں کو جو باغی ہو رہی تھیں لڑ بھڑ کر تخت شاہی کا مطیع بنایا اور متحدہ چین کی بنیاد رکھی - اس بادشاہ کے عہد میں بلکہ اس سے پہلے منگولیا کے وحشی باشندے ھن شمالی چین پر یلغاریں کیا کرتے تھے - یہ ھن ان سیتھیئنوں اور پارتھیئوں کے بھائی بند تھے جنھوں نے پہلے چھٹی صدی قبل مسیح میں ایران اور ایشیائے کوچک کی سر زمینوں کو شام و فلسطین تک تاراج کیا تھا پھر ایک سو قبل مسیح

قریب وسط ایشیا کی سلیوکسی یونانی سلطنت کو پامال کر کے ایران فتح کر لیا تھا ۔ شی ھوانگ ٹی نے اپنے ملک کو ھنوں کے آئے دن کے حملوں سے بچانے کے لیے دیوار اعظم تعمیر کرائی جو ایک بارہ سو میل لمبی اور کوئی تیس گز اونچی فصیل تھی ۔ اس فصیل کی چوڑائی اوپر کی سطح پر اتنی تھی کہ چھ گھڑ سوار پہلو بہ پہلو گھوڑے دوڑاتے ہوئے جا سکتے تھے ۔ اس فصیل پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر برج بنائے گئے تھے جن میں پہرے دار رہتے تھے ۔ اس دیوار اعظم کے بہت سے حصے شکستہ حال میں اب بھی موجود ھیں ۔ یہ دیوار دنیا کے سات عجائبات میں ایک شمار کی جاتی ہے ۔ شی ھوانگ ٹی نے شاہ عالم اول کا لقب اختیار کیا ۔ اور ٹسی خاندان کی بنیاد رکھی ۔ ۲۰۶ ق ۔ م میں حکومت کی باگ ڈور ھان خاندان کے ھاتھ میں آگئی جس نے حکومت پر غاصبانہ قبضہ جمایا تھا ۔ شی ھوانگ ٹی اور ھان خاندان کے عہد میں چین کی سلطنت کا انتظام اچھے ھاتھوں میں رھا اس لیے خوش حالی اور مدنیت کی ترقی کا دور دورہ رھا ۔ ایک سو قبل مسیح کے قریب چین کے تاجروں نے ھندوستان ، ترکستان اور ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کر لیے تھے ۔ چین کا تجارتی مال تبت کے شمالی کوھستان کے دروں کی راہ سے چینی ترکستان (قلب ایشیا) میں آتا تھا یہاں سے کشمیر کے دروں کی راہ سے ھندوستان میں اور سمرقند اور تاشقند کی راہ سے ایران میں پہنچتا تھا ۔ ۲۳ عیسوی میں دوسرا ھان خاندان برسر اقتدار آیا ۔

شمالی میدان اعظم کے ھن

شمالی میدان اعظم میں جو شمال میں بحر منجمد شمالی تک ۔ مشرق میں بحرالکاھل تک ۔ جنوب میں تبت کی سطح مرتفع کے برفانی کوھستانوں تک اور مغرب میں نطاق الارض (زمین کا کمر بند) سلسلہ کوھستان یورال تک پھیلا ہوا ہے جو وحشی اور بدوی قومیں پرورش پاتی رہیں وہ مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے موسوم ہوتی رہی ہیں ۔ آریہ اور سیتھیئن اسی گہوارے سے نکل کر وسطی یورپ اور مغربی ایشیا کے ملکوں میں پہنچے تھے ۔ جس دور کا ہم اب ذکر کر رہے ہیں اس میں اس میدان اعظم کے مشرق حصے میں جسے آئندہ ہم تاتار اعظم لکھیں گے جو قوم پھل پھول رہی تھی وہ ھی انگ نو کہلاتی تھی اور تاریخ اقوام کے اوراق میں ھن قوم کے نام سے موسوم ہوئی ۔ چین کا تاریخی ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ چین کی شمالی سرحدوں کو ۱۴۰۰ ق م سے بلکہ اس سے بھی پہلے سے تاتار اعظم کی بدوی قوموں کے حملوں کا تجربہ ہو رہا تھا ۔ تاہم ۲۱۰ ق م تک یہ قومیں غیر منظم حالت میں زندگی بسر کرتی رہیں ۔ ۲۱۰ ق م کے قریب تاتار کے ایک قبیلوی سردار دیومان نے طاقت حاصل کرکے ھن قوم کے بادشاہ ہونے کا منصب حاصل کرلیا ۔ اور اس نے ملک خطا (جنوبی مانچوریا و منگولیا) سے یہوچی قوم کو جسے نفتالی بھی کہتے ہیں نکال دیا جو صدیوں سے وہاں آباد تھی ۔ یہوچی غالباً آریہ نسل کے لوگ تھے جو وہاں سے ہجرت کرکے افغانستان کی سر زمین میں جا کر آباد ہوگئے ۔ دیومان کا بڑا بیٹا بغدور تھا جس نے نئی قسم کا شور انگیز تیر ایجاد کیا ۔ بغدور نے اپنے وفادار نوکروں کی ایک جماعت تیار کی اور اسے حکم دیا کہ جس نشانے پر میرا شور انگیز تیر پیوست ہو اسے تم بھی سوچے سمجھے بغیر ہدف بنالو اپنے ساتھیوں کا

امتحان لینے کے لیے پہلے اس نے اپنے ایک اعلے گھوڑے کو شور انگیز تیر کا ہدف بنایا پھر اپنی پیاری بیوی کو نشانہ بنایا جنہوں نے تیر چلانے میں تامل سے کام لیا انہیں موت کی سزا دی گئی ۔ اس امتحان کے بعد بغدور نے ایک دن موقع پر اپنا تیر اپنے باپ دیومان پر چھوڑ دیا ۔ اس کے پیروؤں نے بھی تیر چلائے اس طرح بغدور اپنے باپ اور اس کے وفا دار ملازموں کا قصہ پاک کرکے ھن قوم کا شہنشاہ بن بیٹھا بغدور نے بادشاہ بننے کے بعد پہلے مانچوریا کی ایک وحشی قوم تنگوس کو لڑ کر مغلوب و مطیع بنایا پھر بچے کھچے تفتالیوں کو ملک خطا سے نکالا ۔ اور خود ''آسمان کا بیٹا شہنشاہ،، کہلانے لگا ۔ بغدور کا لشکر میمنہ میسرہ اور قلب پر مشتمل تھا جس کے الگ الگ سالار ہوتے تھے ۔ ان کے ماتحت پنجاہ ہزاری ، سی ہزاری ، بست ہزاری ، دہ ہزاری وغیرہ منصب دار کمان کرتے تھے ۔ بغدور نے تاتار میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد چین کی بوڑھی ملکہ کو شادی کا پیغام بھیجا ملکہ نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ میرے دانت جھڑ چکے ہیں اور سر کے بال سفید ہو چکے ہیں اس اس لیے خان کی خدمت کے قابل نہیں ۔ ملکہ چین نے اس معذرت کے ساتھ بہت سے تحایف بھیجے ۔ یہ واقعہ ۱۸۰ ق۔م میں پیش آیا ۔ ۱۷۳ ق۔م میں بغدور کی وفات پر اس کا بیٹا کایوک بادشاہ بنا ۔ کایوک کو چین کے بادشاہ نے تحفے کے طور پر شاہی خاندان کی ایک شہزادی پیش کی تاکہ تاتاریوں اور چینیوں کے درمیان اچھے تعلقات قائم رہیں ۔ کایوک نے ملک خطا پر چڑھائی کی اور تفتالیوں کو نکالا ۔ جو وہاں سے نکل کر افغانستان چلے گئے ۔ کایوک نے تفتالی بادشاہ کی کھوپری کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پی ۔ تاتاری ھن چینیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ دیوار اعظم کے شمال میں تیر و کمان والوں کی سر زمین ہے اور جنوب میں ٹوپی اور کمر بند والوں کی زمین ہے ۔ چین کے بادشاہ ھنوں سے ڈرتے تھے اور ان کے حملوں سے بچنے کے لیے انہیں شاہی خاندان کی عورتیں پیش کرتے ۔ ریشم ، غلہ وغیرہ کی صورت میں سالانہ تحایف بھیجتے ۔ تاتاری شہزادے کو یرغمال کے طور پر اپنے دربار میں رکھتے ۔ اس صلح جوئی کے

ساتھ ہی چین کی امپریئیل پالیسی یہ بھی تھی کہ ہنوں میں پھوٹ ڈال کر انہیں کمزور کیا جائے ۔ ۱۶۲ ق م میں چین کے بادشاہ نے بغدور کے پوتے کو ''شہراسپان،، میں آکر ملنے کی دعوت بھیجی چینیوں کا مقصد یہ تھا کہ تاتاری خان کو دھوکے سے بلا کر مروا ڈالیں لیکن خان کو خبر مل گئی اس واقعہ کے بعد چینیوں اور تاتاریوں کے درمیان متعدد لڑائیاں ہوئیں ایک لڑائی میں چینیوں نے تاتاریوں سے ''سونے کا آدمی،، چھینا جو غالباً بدھ کا مجسمہ تھا ۔ تاتار اعظم کے ہن چینیوں کے لیے ہمیشہ لوہے کے چنے ثابت ہوتے رہے ۔ ہن بڑے وحشی لوگ تھے ۔ بزرگوں ، کی روحوں آسمان کی روح، زمین کی روح، فرشتوں اور جنوں کے لیے قربانیاں دیتے تھے ۔ دشمن کی کھوپری پر سونا ، چاندی یا چمڑا منڈھوا کر پیالہ بناتے اور اس میں فخر سے شراب وغیرہ پیتے ۔ دو ہن اپنا اپنا خون ایک پیالے میں جمع کرتے اور اسے پیتے تو ان کے درمیان دوستی اور رفاقت کا رشتہ محکم ہو جاتا تھا ۔ ہن گھوڑوں کی قربانیاں دیتے تھے ۔ قدیم یونانی انہیں شمالی ہواؤں سے پرے کے باشندے لکھتے ہیں اور قدیم چینی انہیں بھوت اور شیطان کے القابوں سے یاد کرتے ہیں ۔ ۹ ق م میں چین کے ایک غاصب بادشاہ وانگ ٹانگ نے ہنوں کو مغلوب کرنے کے لیے تاتار میں عسکری مہم بھیجی جو بری طرح ناکام ہوئی۔

مصر کی علمی اور تحقیقاتی سرگرمیاں

اسکندر اعظم کی وفات کے بعد یعنی ۳۲۱ ق م میں مصر کا ملک اس کے جرنیل ٹپولمی کے حصے میں آیا - ٹپولمی (بطلیموس) اور اس کی یونانی سپاہ کو مصریوں نے بہت جلد اپنے رنگ میں رنگ لیا اور ٹپولمیوں (بطلیموسیوں) کو مصر کے فرعونوں کا ایک نیا خاندان سمجھ کر اپنے پرانے تمدن پر قائم رہے - مصر پر ٹپولمی خاندان کے فرعونوں کی حکومت ولادت مسیح تک قائم رہی جب روما کے قیصر آگسٹس نے ملکہ کلیوپٹرا کی وفات کے بعد مصر کو رومی سلطنت کا مطیع بنالیا - ٹپولمیوں اور ایشیا کے سلیوکسیوں کے درمیان شام و فلسطین کی سر زمین پر قبضہ جمانے کے لیے کبھی کبھی جنگ و جدال کا میدان گرم ہو جاتا تھا - اس کے علاوہ مصریوں نے امن و عافیت کی زندگی بسر کی - ٹپولمیوں کے عہد کی قابل ذکر خصوصیت وہ علمی تحقیقاتیں ہیں جو اسکندریہ میں پروان چڑھیں اسکندریہ ٹپولمیوں کا پایہ تخت تھا - اس شہر نے تجارت اور تین قوموں کے اختلاط کے باعث بہت ترقی کی - اس میں اسرائیلی نسل کے لوگ بھی آباد تھے جو ان اسرائیلیوں کی اولاد تھے - جو حضرت موسے کے ساتھ واپس نہیں گئے تھے - پھر وہ یہودی بھی کافی تعداد میں آن بسے تھے جو نبوکد نضر بابلی کے حملے کے وقت بھاگ کر مصر چلے آئے تھے - تیسرے یونانی تھے جو سکندر اعظم کے ساتھ اس ملک میں داخل ہوئے اور پٹولمی کے لشکر کے طور پر حکمران بن کر اس سر زمین میں مقیم ہوگئے چوتھے قبطی یعنی اصلی مصری تھے - جو ازمنۂ قدیم سے اپنے طور طریقوں پر عمل کرتے چلے آرہے تھے - اس مخلوط آبادی میں باہمی اختلاط اور تبادلۂ خیالات سے بہت سی علمی اور نظری بحثیں پیدا ہوئی - پٹولمی حکمران علم دوست تھے اس لیے انہوں نے علمی تحقیقات

کرنے والے اشخاص کی قدر اور حوصلہ افزائی کی ۔ ان علمی سرگرمیوں کے باعث اسکندریہ میں ایک عجائب گھر کھل گیا جس میں علمی مطالعہ کے لیے نادر اشیا جمع کی جاتی تھیں ۔ ایک کتاب گھر قائم ہوا جس میں پرانے نسخوں کی نقلیں اتار کر شایع کی جاتی تھیں اور ایک زبان سے دوسری زبان میں کتابوں کے ترجمے کیے جاتے تھے ۔ کتاب گھر اور عجائب گھر کے ساتھ ایک درسگاہ تھی جس میں مدرس طالب علموں کو پڑھاتے تھے ۔ اس زمانے میں بائبیل کا عہد نامہ عتیق عبرانی زبان سے یونانی زبان میں منتقل کیا گیا ۔ ان علمی سرگرمیوں کے باعث بہت قابل قدر عالم پیدا ہوئے جن میں ایک اقلیدس تھا جس نے علم اقلیدس کے متعدد مقالے مرتب کیے ۔ ایک ارسطوتھینس تھا جس نے زمین کے محیط کی پیمایش کا اندازہ لگایا یہ اندازہ موجودہ زمانے کی پیمایش سے صرف پچاس پیا میل کم تھا ۔ پولونیئس نے مخروطی اشیا کی مساحت کے اصول وضع کیے ۔ رشس ہیئت دان تھا جس نے ستاروں کے نقشے تیار کیے (چین اور ہندوستان میں یہ علم بہت پہلے سے ترقی کر رہا تھا) ۔ ارشمیدس نے علم طبعی میں بہت سی تحقیقاتیں کیں ۔ اور ہیرو فیلس علم الابدان کا ماہر تھا جس نے مردوں کو چیر پھاڑ کر اعضا کا ملاحظہ کرنے کا کام شروع کیا ۔ ہیرو فیلس کے اس فعل نے اس دور کے طبیبوں اور حکیموں میں یہ بحث چھیڑ دی کہ آیا مردوں کو چیرنا پھاڑنا جائز ہے یا نہیں ۔ اس مسئلہ پر اس دور کے اور بعد کے حکما کی علمی بحثیں بہت دلچسپ اور دقیق ہیں ۔

مختلف قوموں کے اس اختلاط کے باعث مذہبی خیالات و عقاید میں بھی بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں ۔ پرانے مصری دیوتا گدی سے اتار دئیے گئے ۔ ان کی جگہ نئے دیوتا آگئے جو ایک ہی خدا کے مختلف مظہر متصور ہونے لگے ۔ مصری اور یونانی دیوتاؤں کے اختلاط سے تثلیث کا خیال پیدا ہوا ۔ اور سریس اور آپیس کی جگہ سراپیس دیوتا نے لے لی ۔ مصری دیوی میتھر کی جگہ سیراپیس کی بیوی ای سیس کو مل گئی اور ان کا بچہ ہورس تیسرا دیوتا قرار پایا جسے مجسموں میں ای سیس کی گود میں دکھایا جاتا تھا ۔

ولادت مسیح کے وقت دنیا کی کیفیت

ایک ہزار ق - م سے ولادت مسیح تک کا دور متعدد قوموں کے عروج و زوال کا زمانہ ھے - جس میں نوع انسانی کی جمعیتوں نے بڑی بڑی سلطنتیں برپا کرنے کی کوشش کی - اس زمانے میں یہودیوں نے فلسطین میں سلطنت قائم کی جو جلد ھی زوال پذیر ھوگئی - پھر اشوری اٹھے جنھوں نے تین چار سو سال مغربی ایشیا کے ملکوں کو تاراج کیا پھر بابلیوں نے چند پشتوں کے لیے اپنے اقتدار کا سکہ جمایا - بعد ازاں پارسیوں نے وسطی اور مغربی ایشیا میں ایک وسیع سلطنت برپا کی جس نے یونان اور مصر تک سے اپنا سکہ منوایا - پھر یونانی اٹھے جنھوں نے ایرانیوں کی سلطنت کو سر کرکے ان کی جانشینی اختیار کرلی - چین میں شی ھوانگ ٹی نے سارے چین کو فتح کر کے ایک متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھی اور اپنے ملک کو منگولیا اور سائبیریا کے تند خو وحشی قبائل کے حملوں سے بچانے کے لیے دیوار اعظم تعمیر کی - ھندوستان میں چندر گپت اور اشوک نے سارے ملک کو متحد کرکے سلطنت بنائی - یورپ میں اس دور کی آخری صدیوں میں اٹلی کے رومیوں نے وسیع سلطنت قائم کی جس کے زیرنگیں انگلستان ، فرانس ، ھسپانیہ ، اٹلی ، بلقان یونان ، ایشیائے کوچک ، فلسطین ، شام ، مصر اور شمالی افریقہ کے سارے ساحلی ملک تھے - دریائے ڈینیوب ، بحیرہ اسود ، کوھستان قاف ، بحیرۂ خزر (کیسپئن) وسط ایشیا کے پہاڑوں کے شمال میں قطب شمال تک جو وسیع میدان پھیلا ھوا ھے اس میں دریائے رائین کے مشرقی کنارے سے لے کر بحرالکاھل تک خانہ بدوش اقوام حسب سابق پرورش پاتی رھیں جو متمدن دنیا سے رابطہ پیدا ھوتے وقت مختلف ناموں سے موسوم ھوتی رھیں - اس دور کی ابتدائی صدیوں میں سیتوں یا سیتھیئنوں نے ایران اور ایشیائے کوچک کو

تاراج کیا ۔ اور آخری صدیوں میں پارتھیئوں کے لشکر ترکستان سے اتر کر ایران کی سر زمین پر چھا گئے ۔ انہی لشکروں نے دریائے فرات کے کنارے مغرب کے رومیوں کو شکست فاش دے کر انہیں مشرق کی طرف بڑھنے سے روکا ۔ پہلی صدی ق ۔ م میں پارتھیئوں نے ایران میں باقاعدہ سلطنت کی بنا ڈال کر ارساسی (اشکانی) خاندان کی بادشاہی کا سلسلہ قائم کر لیا ۔

ولادت مسیح کے وقت مغربی اور جنوبی یورپ ، شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا کے ملکوں پر رومیوں کے قیصر فرمان فرمائی کر رہے تھے ۔ رومی جابر سرکش ، ظالم اور جاہل لوگ تھے جن کو علم و تمدن سے کوئی سروکار نہ تھا ۔ طاقت کے بل پر حکومت کرنا ، محکوموں کو غلام سمجھنا ، وحشیانہ تماشوں میں تفریح کا سامان پانا اور عیش و عشرت کرنا رومیوں کی امتیازی خصوصیات تھیں ۔ ایران میں نووارد وحشی اور بدوی قوم پارتھی نے اقتدار کا سکہ جمالیا تھا ۔ جو علم و تمدن میں اپنے پیشروؤں سلیوکسی یونانیوں سے چنداں بہتر نہ تھے ۔ ھندوستان میں بدھ مت کے پیرو راجے حکومت کر رہے تھے اور اھل ھند نسبتاً امن و آسایش کی زندگی گزار رہے تھے ۔ یہی حال چین کا تھا جہاں ترقی پسند شہنشاھوں کے خاندان کا سکہ چل رہا تھا ۔ چھٹی پانچویں اور چوتھی صدی قبل مسیح میں انسان کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کی جو بجلیاں نئی مذہبی ، علمی اور فلسفیانہ بحثوں کی شکل میں چین ، ھندوستان اور یونان کی سر زمینوں میں چمکتی نظر آئی تھیں ان کو وحشت و بربریت کے بادلوں نے ڈھانپ لیا صرف ان کی معمولی سی جھلک اس دور کی آخری صدیوں میں اسکندریہ کی علمی بحثوں کی صورت میں نظر آئی ۔ جن کا ذکر اوپر کی فصل میں کیا جا چکا ھے ۔ مصر ، بابل ، اشور ، ایشیائے کوچک اور کریٹ کی قدیم اقوام نے انسان کی تمدنی سطح کو جس حد تک بلند کردیا تھا ۔ اس دور میں یہ سطح اسی حد تک قائم رہی ۔ اگر کوئی ترقی کی گئی تو وہ جنگی فنون میں تھی ۔ لوھے کے ھتھیار ، خود ، زرہ بکتر ، ڈھالیں ، تلواریں ، نیزے خنجر وغیرہ تیار ہونے لگے ۔ فوجی نظام بہتر بنائے لگے ۔ جنگ کے طریقوں میں جدتیں اختیار کی گئیں اور اس علم کی بنا

رکھی گئی جسے آج کل کی اصطلاح میں جنگی چال (Strategy) کہتے ھیں ۔ ان حالات میں رعایا یعنی محکوم اور غلام عوام اپنے بادشاھوں اور حاکموں کے لئے محنت و مشقت کرتے تھے ۔ ان کی بود و باش کے طریقوں میں تین ھزار ق ۔ م کے سمیری کاشتکاروں کے حال سے کچھ زیادہ فرق نہیں آیا تھا ۔ البتہ زراعت کاری کا تمدن چین، ھندوستان ، مغربی ایشیا ، جنوبی اور مغربی یورپ میں عام طور پر رائج ھو کر بڑی بڑی سلطنتوں کے لئے بنیادی زمین کا کام دینے لگا تھا ۔ صرف شمالی میدان اعظم اور صحرائے عرب میں خانہ بدوش قومیں آباد تھیں ۔ تجارت کے قافلے دور دراز ملکوں تک جانے لگے تھے دنیا کے ایک سرے کا مال دوسرے سرے تک پہنچتا تھا ۔ چین اور ھندوستان کے لوگ فلسفیانہ افکار میں دوسروں سے پیش پیش تھے ۔ انگلستان کے باشندے اپنے رومی حاکموں کے ماتحت وحشی قبائل کی سی زندگی بسر کر رہے تھے اور ابھی تک جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے ۔

نوواں باب

لوہے کا زمانہ (۱) دور ظلمت

(ولادت مسیح سے ۶۰۰ عیسوی میلادی تک)

حضرت عیسیٰ اور دین مسیحی - روم، ایران، گندھارا اور چین کی سلطنتیں - متمدن ملکوں پر تاتاری ہنوں کی یلغاریں - یورپ میں بدامنی اور طوائف الملوکی - جبر - غلامی اور جہالت کا دور دورہ - مانی اور مزدک - سیل عرم - ہیوآن سیانگ چینی سیاح - شمالی میدان اعظم کی وحشی بدوی قومیں - تاتار اعظم سے ترکوں کا خروج - یورپ میں طوائف الملوکی

حضرت عیسیٰ (یسوع مسیح) اور دین مسیحی

اس وقت کے بعد کے ادوار میں جس کا ذکر پچھلی فصل کے اختتام تک کیا جا چکا ہے دین مسیحی کے پیرووں کی سرگرمیاں تاریخ عالم میں بہت سے انقلابوں اور حادثوں کا موجب بنتی رہیں ۔ نوع انسانی کی بڑی بڑی جمعیتوں نے اس مذہب کو قبول کیا جس کے پیرو آج بھی دنیا میں بھاری تعداد میں موجود ہیں ۔ دین مسیحی جس شخصیت کی زندگی کے واقعات اور تعلیمات پر مبنی ہے ۔ اسے یسوع مسیح یا حضرت عیسیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ حضرت عیسیٰ کی زندگی کے حالات عیسائیوں اور مسلمانوں کی مذہبی کتابوں ہی سے اخذ کیے جا سکتے ہیں ۔ ان کے سوا اس عہد کی کوئی اور دستاویزی شہادت تا حال دستیاب نہیں ہوئی جس سے حضرت عیسیٰ یا یسوع مسیح کی زندگی کے حالات پر روشنی پڑتی ۔ عیسائیوں کی مذہبی کتاب سے جسے کتاب مقدس کا نیا عہد نامہ یا انجیل کہتے ہیں جو حالات اخذ کئے جا سکتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵ عیسوی کے قریب یہودیوں کے ملک فلسطین میں یسوع مسیح نے دینی مصلح کی حیثیت سے تبلیغ شروع کی ۔ عام لوگ ان کے پیغام کو قبول کرنے لگے ۔ اور یہ سمجھنے لگے کہ یسوع وہی مسیح موعود ہے جس کے ظہور کی پیشگوئیاں یہودیوں کے نبی پہلے سے کرتے آئے ہیں اور کہتے آئے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل یعنی یہودی قوم کو حضرت موسے کی طرح غلامی کی زندگی سے نکال کر حکومت و عزت کے رتبے پر فائز کرے گا ۔ یسوع کی تعلیم جو انجیل میں بیان کی گئی ہے زیادہ تر عوام کو مذہبی رسمیں ادا کرنے والے اس گروہ کے اثر سے آزاد کرانے کی حامل تھی جو موسے کے دین کی روح سے بے پروا ہو چکا تھا اس کے ساتھ ہی یسوع کا نیا پیغام یہ تھا کہ خدا کی

بادشاہت قائم ہونے والی ہے ۔ جس میں نیکو کاروں ، حلیموں ، غریبوں اور راست بازوں کو ان ظلموں سے نجات مل جائے گی جو ان پر اس دنیا میں ہو رہے ہیں ۔ یسوع نے انسان کو انسان کے ساتھ محبت سے پیش آنے کی تلقین کی ۔ اور خلق خدا کے ساتھ صبر ، حلم اور عاجزی سے پیش آنے پر بہت زور دیا ۔ ان باتوں میں یسوع کی تعلیم گوتم بدھ کی تعلیم سے بہت ملتی جلتی تھی ۔ انجیل کی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ یسوع کے یروشیلم آنے سے پہلے ان کی تعلیم اور ان کے معجزات کا چرچا وہاں اچھی طرح پھیل چکا تھا ۔ لہذا جب یسوع سن ۲۹ء[1] میں یروشیلم آ کر یہودیوں کے معبد میں داخل ہوئے تو عام لوگوں کا ایک جم غفیر ہیکل کے اندر اور باہر جمع ہو گیا ۔ یسوع نے صرافوں اور سودی کاروبار کرنے والے لوگوں کے اڈوں کو ہیکل سے اٹھوا دیا ہیکل کے کاہنوں ، فریسیوں ، صدیقیوں یعنی مذہبی رسمیں ادا کرنے والے عہدے داروں کو فکر لاحق ہوئی کہ یسوع ان سے ان کا منصب چھین لیگا ۔ اور ان کے اقتدار کو ختم کرکے ان پر آمدنی کی راہیں بند کردے گا انہوں نے آپس میں مشورہ کرکے یسوع کے بارہ شاگردوں میں سے ایک کو رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس ہجوم میں یسوع کی نشان دہی کرے گا تاکہ اسے گرفتار کیا جا سکے ۔ کاہنوں کے سردار نے رومی سپاہیوں کی مدد سے سرشام ہیکل پر چھاپا مارا اور یہودہ اسکریوتی کی نشان دہی پر یسوع کو گرفتار کر لیا ۔ ہجوم دم بخود رہا بلکہ یسوع کے باقی گیارہ شاگرد بھی تتر بتر ہو گئے ان کا خیال تھا کہ یسوع جسے وہ مسیح موعود سمجھتے تھے اپنے معجزات اور اپنی روحانی طاقت کے بل پر یہودیوں کی بادشاہت قائم کرے گا ۔ اگلے دن صبح کے وقت یہودیوں کے مذہبی سرداروں نے یسوع کو رومی حاکم پیلاطُس کے سامنے پیش کیا ۔

---

[1] روایت کے مطابق یسوع کی عمر اسوقت ۳۳ سال تھی ۔ لہذا یہ سال ۳۳ء ہونا چاہیے تھا لیکن سن عیسوی کا حساب جو عصر جدید کے علمائے ہئیت نے تحقیق و تفتیش کے بعد قائم کیا اس سے یسوع کی پیدائش کا صحیح سال مروجہ سن کے مطابق ۴ قبل مسیح نکلتا ہے ۔

اور اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ قیصر روم کا باغی ھے اور یہودیوں کو ورغلا کر خود بادشاہ بننا چاھتا ھے انجیل کی روایت ھے کہ حاکم یسوع کو ایک بے ضرر شخص سمجھتا تھا ۔ لیکن یہودی سرداروں اور یہودی عوام کے مطالبہ پر جواب اپنے کاھنوں کے حامی بن گئے تھے یسوع کو صلیب دینے پر رضا مند ھو گیا ۔ اسی روز یسوع کو صلیب پر لٹکا دیا گیا ۔ اور نیزہ مار کر اس کی پسلی توڑ دی گئی ۔ غروب آفتاب کے بعد یسوع نے صلیب پر جان دے دی اور جان دینے سے پہلے نعرہ مار کر کہا کہ ''اے میرے مالک، اے میرے مالک تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا''۔ اگلے روز یسوع کی نعش صلیب سے اتار کر دفن کر دی گئی ۔ تیسرے دن زلزلہ آیا اور قبر شق ھو گئی ۔ یسوع قبر سے نکل کر گلیل کی طرف چلا گیا ۔ اور گلیل میں اس کے شاگردوں نے اسے دیکھا ۔ اس سے باتیں کیں جس کے بعد یسوع ایک بادل پر سوار ھو کر آسمان کری طرف صعود کر گیا ۔

یہ ھے انجیل کی داستان جو دین مسیحیت یعنی عیسائی مذھب کا بنیادی پس منظر ھے اس داستان کی بنا پر عیسائیوں نے جن کی تعداد دوسری صدی مسیحی میں کافی بڑھ گئی تھی جو عقاید قائم کئے ان کا لب لباب یہ ھے یسوع خدا تھا جو انسان کی شکل میں نازل ھوا تاکہ نوع انسانی کے گناھوں کا کفارہ دینے کے لئے مصلوب ھو ۔ چونکہ حضرت عیسے ایک کنواری لڑکی مریم کے بطن سے معجزانہ طریق سے پیدا ھوئے تھے ۔ اس لئے یسوع کے پیروؤں نے انہیں خدا کا بیٹا بھی ٹھہرایا ۔ اور باپ بیٹا اور روح القدس کا فارمولا تیار کرکے تثلیث کا عقیدہ قائم کیا ۔ تیسری اور چوتھی صدی مسیحی میں دین عیسائیت کے علمبرداروں کے درمیان یسوع کی الوھیت (خدا ھونا) اور اس الوھیت کی ماھیت پر مناظروں اور مجادلوں کا بازار بہت گرم ھوا ۔ جس کے باعث مسیحی مذھب کے متعدد چرچ (سلسلے) قائم ھو گئے ۔ حضرت مسیح کے متعلق عیسائیوں کا عقیدۂ الوھیت ھندوؤں اور بدھوں کے عقیدے سے ملتا جلتا ھے جو شری کرشن ، شری رامچندر جی اور گوتم بدھ کو خدا کا اوتار یا خدا مانتے ھیں ۔ تثلیث کا عقیدہ اسکندریہ کے یونانیوں

کے عقیدے سے ملتا ہے جو وہاں حضرت مسیح کی پیدایش کے وقت تک قدیم مصریوں ، یونانیوں اور یہودیوں کے افکار کے اختلاط سے کافی جڑ پکڑ چکا تھا - اسکندریہ کے نئے یونانی مذہب کے دیوتا تین تھے ایک سیراپیس کہلاتا تھا - دوسرے سیراپیس کی بیوی ایسس تھی اور تیسرے ان دونوں کا بیٹا ہورس تھا جسے مورتیوں میں ایسس کی گود میں بیٹھا دکھایا جاتا تھا - پہلی اور دوسری صدی مسیحی میں یہ تثلیث پرستی بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں میں بہت عام ہو چکی تھی اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں عیسائیت پھلی پھولی اور اس نے خاص شکلیں اختیار کیں - عیسائیوں کے فرقہ رومن کیتھولک کے پیرو اپنے گرجاؤں میں یسوع مسیح اور حضرت مریم کے بت بھی رکھنے لگے - عیسائیوں کا طریق عبادت بھی اپنے وقت کے مروجہ طریقوں سے بہت متاثر ہوا - گرجاؤں میں عبادت اور مذہبی رسموں کی ادائیگی کے وقت موم بتیاں اس بہتات کے ساتھ استعمال ہونے لگیں جس طرح کہ مصری یونانی اور یہودی کرتے تھے - پادریوں کا گروہ مستقل طور پر قائم ہوگیا جو سر منڈا کر اور امتیازی کپڑے پہن کر مذہبی رسمیں ادا کرنے لگے -

دین مسیحیت کی ابتدائی نشر و اشاعت یسوع مسیح کے ان گیارہ شاگردوں کی وساطت سے جاری ہوئی جنہوں نے تبلیغ کے ذریعے اپنے پیروؤں کی تعداد کو اس طرح بڑھایا جس طرح ہندوؤں کے گرو اور مسلمانوں کے صوفی اور پیر اپنے اپنے سلسلوں کو خاموشی سے فروغ دیتے ہیں - دوسری صدی مسیحی میں دین مسیحی کے پیروؤں کی تعداد بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں میں کافی بڑھ گئی جو رومی سلطنت کے زیرنگیں تھے - ۲۰۰ء کے قریب رومی حکام اس فرقہ کے لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو رومی سلطنت کے اقتدار کے لئے خطرہ سمجھنے لگے - اور ایک دوسرے کو مراسلے بھیج کر مشورے کرنے لگے - کہ اس مذہب کے پیروؤں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے - اس تشویش کی وجہ یہ تھی کہ عیسائی مذہب کے پیرو قیصر روم کو خدا یا دیوتا مان کر اس کے بت کی پوجا نہیں کرتے تھے اور ان ظالمانہ تماشوں کو برا سمجھتے تھے جنہیں حاکم قوم کے لوگ تقریباً برپا کیا کرتے

تھے - اس کے علاوہ وہ غلامی کے مخالف بھی تھے - اور انسانوں سے حیوانوں کا سا کام لینے کو برا قرار دیتے تھے - تیسری صدی مسیحی میں رومی سلطنت کے اندر دین مسیحی کو خلاف قانون سرگرمیوں کا حامل قرار دیا گیا - اور رومن حکام نے عیسائیوں کو اپنے تشدد کا تختہ مشق بنالیا - انہیں باغی سمجھا گیا - گرجے گرائے گئے - ان کی کتابیں جلائی گئیں - اور عیسائی لیڈروں اور پادریوں کو موت کی سزائیں دی گئیں - اس تشدد کے باوجود عوام میں دین مسیحی بہت مقبول ہوتا چلا گیا - اور اس کے پیروؤں کی تعداد بڑھتی گئی - عیسائیت منظم سلسلوں کی شکل میں پھیل رہی تھی - پادریوں نے عیسائیوں کی تنظیم کے لئے ایک باقاعدہ خفیہ مذہبی نظام قائم کر لیا تھا - آخر ۳۱۲ء میں جب قسطنطین اعظم قیصر تھا - شاہی پالیسی تبدیل ہوئی اور قیصر نے اپنی رعایا کی کثیر تعداد کو جو عیسائیت کا دین قبول کر چکی تھی اپنا حامی بنانے کے خیال سے فرمان جاری کردیا کہ عیسائی کھلے بندوں خدا کی عبادت کر سکتے ہیں اور رومی سلطنت کے قوانین کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے مذہبی عقاید پر قائم رہ سکتے ہیں - قسطنطین اعظم نے عیسائیوں کی تالیف قلوب کے خیال سے اپنے جھنڈے کے ساتھ عیسائیت کا نشان (صلیب) شامل کرلیا - پھر اپنی پرستش کرانے کا قدیم طریق ترک کردیا اور ۳۳۷ء میں مرتے وقت بپتسمہ لے کر دین مسیحی کو بھی اختیار کیا - قسطنطین اعظم نے خود عیسائی بننے سے پہلے ۳۲۵ ء میں ایسیا میں دنیائے عیسائیت کے پادریوں کی ایک بڑی کانفرنس بھی منعقد کرائی جس میں عقاید، رسوم اور عبادات کو معین شکلیں دینے کا فیصلہ کیا گیا -

جس زمانے میں رومی سلطنت کی حدود میں عیسائیوں پر تشدد ہو رہے تھے - عیسائیوں کے بعض سلسلے جن میں سے نسطوری خاص طور پر قابل ذکر سلسلہ ہے سلطنت ایران کی حدود میں آزادی کے ساتھ اپنے دین کی تبلیغ کر رہے تھے - ایران کے ارساسی شہنشاہ نسطوری پادریوں کو ان کی طبی مہارت کے باعث احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے پادریوں کو صرف یہ قدغن تھی کہ وہ زرتشتی دین کے کسی پیرو کو عیسائی بنانے کی کوشش

نہ کریں ۔ بت پرستوں اور ستارہ پرستوں میں اپنی تبلیغ جاری رکھیں ۔ لیکن جب قسطنطنیہ کے رومی قیصروں نے عیسائیت کو اپنا سرکاری مذہب بنا لیا اور ایران کے عیسائی اسے ایک مسیحی سلطنت سمجھ کر اس سے ہمدردی کا اظہار کرنے لگے تو شاہان ایران کا زاویہ نگاہ بھی اپنے ہاں کے عیسائیوں کے متعلق تبدیل ہونے لگا ۔ اور ایران کی حدود میں حریف سلطنت سے ہمدردی رکھنے یا دشمن کے ایجنٹ ہونے کے اعتبار سے عیسائیوں کی کڑی نگرانی ہونے لگی ۔ ۳۷۶ء کے بعد جب روم اور ایران میں صلح ہو گئی تو ایران میں عیسائیوں کے ساتھ پھر رواداری کا برتاؤ ہونے لگا اور سلطنت ایران کے عیسائی پادریوں نے یزدگرد اول کے عہد میں ۴۱۰ء میں سلیوسیا کے مقام پر ایک مذہبی کونسل منعقد کرکے اپنے سلسلے کے قواعد و ضوابط مرتب کئے ۔ ۵۰۰ء تک پرجوش راہبوں اور مبلغوں کی کوشش سے دین مسیحی دور دراز کے ملکوں تک پھیل گیا اور اس کی شاخیں ارمنستان ، ایران ، ترکستان ، جرمنی ، آئرلینڈ ، حبشہ ، ہندوستان اور عرب تک کے ملکوں میں قائم ہوگئیں رومی سلطنت کی حکومت سرکاری طور پر مسیحی دین کو قبول کر چکی تھی اور دنیا بھر کے عیسائی اس حکومت کو جس کا مرکز قسطنطنیہ میں تبدیل ہو چکا تھا عزت و ہمدردی کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔

رومی قیصروں کا دربار

ولادت مسیح کے وقت رومیوں کی سلطنت پر قیصر آگسٹس فرمانروائی کر رہا تھا ۔ جس سے رومیوں کے اقتدار کے قیصری دور کی ابتدا ہوئی ۔ اور پرانا نیم جمہوری ، نیم ڈکٹیٹری نظام گلدستۂ طاق نسیاں بن گیا ۔ رومی قیصروں نے بھی مصر قدیم کے فرعونوں اور بابل کے نمرودوں کی طرح دیوتائی درجہ اختیار کر لیا اور اپنی رعایا سے اپنی اور اپنی مورتیوں کی پرستش کرانے لگے ۔ ولادت مسیح کے بعد کی پانچ صدیوں میں رومی قیصروں کے خاندان بارہا تبدیل ہوتے رہے ۔ اور بعض قیصر بڑے اچھے منتظم حاکم ثابت ہوتے رہے اور بعض محض دھندا چلاتے رہے ۔ ان قیصروں کی خانگی زندگیاں بہت خراب تھیں ۔ یہ لوگ کسی قسم کی مذہبی قیود سے ناآشنائے محض تھے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے ۔ یہ بادشاہ عام طور پر وہمی ، شگونوں کو ماننے والے اور تنک مزاج ہوتے تھے ۔ جنہیں عوام کی بہتری سے کسی قسم کا سروکار نہ تھا ۔ رومی قیصروں نے اپنی وسیع سلطنت میں جا بجا فوجی چھاؤنیاں قائم کر رکھی تھیں ۔ رومی حاکم اپنے اپنے خطہ میں مطلق العنانی کے ساتھ حکومت کرتے تھے ۔ اور خراج کی رقمیں وصول کرکے پیچھے بھیجتے تھے ۔ محکوم ملکوں پر رومیوں کے اقتدار کا جوا بڑی مضبوطی سے قائم ہو چکا تھا ۔ رومی قیصروں کے عہد میں غلامی اور بردہ فروشی کو بہت فروغ حاصل ہوا کیونکہ رومی جاگیردار ، زمیندار ، تاجر ، پیشہ‌ور ، حکام ، رؤسا وغیرہ سب کے سب غلاموں سے کام لینے کے عادی تھے اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے تھے ۔

رومی قیصروں کے عہد کے واقعات کچھ زیادہ اہم نہیں ۔ ۷۰ ء میں فلسطین کے رومی حاکموں نے یروشیلم میں یہودیوں کے معبد کو مسمار

کر ا دیا کیونکہ وہ قیصر کی مورتی کو سجدہ نہیں کرتے تھے - ۱۳۲ء میں قیصر روم کے حکم سے یہودیوں کو فلسطین کی سر زمین سے نکال دیا گیا ۔ قیصر آگسٹس کے عہد میں یعنی سن میلادی کے ابتدائی سالوں میں ایک رومن جرنیل ایلیئس گیلس عربستان کی سرزمین کو سر کرنے اور وہاں کے آزاد قبائل کو رومیوں کا مطیع بنانے کے خیال سے ایک فوجی مہم لے کر گیا ۔ جو سات آٹھ مہینے عرب کے صحراؤں میں سرگرداں پھرتی رہی - اور آخر تباہ حال ہو کر واپس آگئی ۔ عرب کو مطیع کرنے سے رومیوں کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے ساتھ براہ راست تجارتی تعلقات قائم کر سکیں جہاں سے ان کے لئے ریشم ، گرم مسالے اور کئی قسم کا دوسرا سامان آتا تھا ۔ اور جو عربوں کے ہاتھ سے گزر کر رومی تاجروں کے ہاتھ تک پہنچتا تھا ۔ ۱۰۵ء میں رومیوں نے شام و فلسطین سے مصر کی طرف جانے والے تجارتی راستے کی حفاظت کے لئے عیلہ (عقبہ) میں فوجی چھاؤنی قائم کی - ۲۳۶ء میں جرمن قوم کے فرینکیوں اور آلمانیوں نے دریائے رائین کو عبور کر کے رومی سلطنت کے صوبہ گال (فرانس) کو تاراج کیا - ۲۴۷ء میں جرمن قوم کے ایک اور قبیلہ گاتھ نے دریائے ڈینیوب کو عبور کرکے رومی سلطنت کے اقطاع کو تاراج کرنا شروع کردیا ۔ قیصر ڈیسیئس نے مقابلہ کیا ۔ شکست کھائی اور لڑائی میں مارا گیا ۔

۲۶۰ء میں ایران کے شہنشاہ شاپور اول نے رومیوں کی ایشیائی مملکت پر چڑھائی کی اور انطاکیہ میں قیصر روم ویلیرئین کو شکست دے کر گرفتار کر لیا ۔ جرمنوں اور ایرانیوں کے ہاتھوں اس طرح پے در پے شکستیں کھانے کے باعث رومی قیصروں کے اقتدار کا رعب اٹھنے لگا ۔ اور جرمن قوم کے حوصلے بڑھ گئے جنہیں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے والے رومی وحشی اور جانگلو خیال کرتے تھے - ۲۷۰ء میں قیصر کلاڈئیس نے سرویا میں نیش کے مقام پر گاتھوں کو شکست دی لیکن ان کے حملے برابر جاری رہے - کلاڈئیس کے جانشین آریلیئن کو حفاظت کے خیال سے شہر روما کے اردگرد فصیل بنوانی پڑی ۳۲۱ء میں گاتھ دریائے ڈینیوب کو عبور کرکے پھر

سردیہ اور بلغاریہ میں گھس آئے - لیکن قیصر قسطنطین اعظم نے انہیں شکست دے کر دریا پار پہنچا دیا - ۳۳۷ ء میں وینڈل قبیلے کے لوگ ہنگری میں داخل ہونے لگے -

ان قبائلی حملوں اور اندرونی خرابیوں کے باعث چوتھی صدی مسیحی کے آغاز میں رومی سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی - مشرق حصے میں قسطنطین اعظم نے قسطنطنیہ کو اپنا مرکز بنا کر اپنا اقتدار قائم کر لیا اور عیسائیوں کو اپنا حامی بنانے کے لئے ان کے ساتھ رواداری کا برتاؤ شروع کردیا - روما میں دوسرے قیصر حکمران بنے رہے لیکن اٹلی میں جرمن قوم کے قبیلے کثیر تعداد میں داخل ہو رہے تھے - اور روما کے قیصر مجبور ہوگئے کہ گاتھ اور وینڈل قبیلے کے سرداروں کو اپنا حامی بنانے کی کوشش کریں - ادھر مشرق میں ۳۷۰ء کے قریب دریائے ڈینیوب کے پار وسط ایشیا کی ایک نئی جنگ جو قوم ھن اپنا اقتدار قائم کر رہی تھی - اور گاتھ ان کی اطاعت قبول کر چکے تھے - ۳۷۰ ء میں گاتھوں نے پھر مشرقی رومی سلطنت پر چڑھائی کی اور اورنہ کی لڑائی میں قیصر ویلنس کو شکست دے کر بلغاریہ کی سر زمین میں آباد ہوگئے - ادھر مغربی حصے میں گاتھ سپاہ کا ایک ھسپانی نژاد رومی سردار تھیوڈوسئیس قیصر بن گیا لیکن رومی فوج کے دو اور سرداروں الاریک گاتھ اور سٹیلشو ونیڈل نے اس کی مخالفت کی - ۴۱۰ء میں الاریک نے اٹلی پر حملہ کر کے روما پر قبضہ جما لیا - ۴۲۹ء میں جنوبی ھسپانیہ کے وینڈل حکمرانوں نے شمالی افریقہ کے رومی صوبوں پر چڑھائی کی اور ۴۳۹ء تک بحراوقیانوس سے لے کر کارتھیج (ٹیونس) تک کا ملک اپنے قبضے میں لے لیا - ۴۵۵ء میں ھسپانیہ کے وینڈل حکمرانوں کے لشکر نے روما کو فتح کرکے اٹلی کو تاراج کیا اور سسلی میں بادشاہت قائم کر لی جو ۵۳۴ء تک قائم رہی -

رومی سلطنت کی رعایا نے جو افریقہ اور اٹلی میں آباد تھی وینڈلوں کے خروج اور اقدام کا خیر مقدم کیا - کیونکہ وینڈلوں کا حملہ پامال رعیت کو

رومنوں کے ظلم سے بچانے کا مرادف تھا ۔ وینڈلوں نے زمینداری اور جاگیرداری کے طریق کو ختم کیا ۔ لوگوں کو رومی ساہوکاروں اور جاگیرداروں کے قرضوں سے نجات دلائی اور تمام قرضوں پر لکیر پھیر دی ۔ جبری فوجی ملازمت اور بیگار سے ان کی جان چھڑائی ۔

خود روما میں وینڈلوں کے حملے کے بعد کچھ عرصہ بد امنی اور طوایف الملوکی کا دور چلا ۴۹۳ء میں تھیوڈورک گاتھ روما کا بادشاہ بنا ۔ روما کی قیصریت ختم ہو چکی تھی اور قیصر کا لقب رومی سلطنت کے مشرقی حصے کے وارثوں نے اختیار کر لیا تھا جن کا مرکز قسطنطیہ میں تھا ۔

رومی قیصروں کے عہد کی خصوصیات

رومی قیصروں کے عہد میں عوام کی سماجی حالت میں جو تغیرات واقع ہوئے ان کے باعث عوام پر امیر اور حکمران طبقہ کا اقتدای پایدار حیثیت اختیار کر گیا ۔ اور امیر و غریب ، آقا اور غلام ، مالک اور نوکر کے امتیازات پہلے کی نسبت بہت زیادہ نمایاں اور موثر ہوتے گئے ۔ اس عہد میں غلامی ، بیگار اور بردہ فروشی کو بہت فروغ حاصل ہوا حکمران طبقہ کے افراد دولت سمیٹنے لگے ۔ اور بڑے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے ۔ انہیں غریبوں ، مزدوروں محنت کشوں اور غلاموں کے احساسات اور حالات سے اس سے زیادہ اور کوئی دلچسپی نہ تھی کہ انہیں جانوروں کی طرح اپنی آسایش کا ذریعہ اور دولت جمع کرنے کا آلہ سمجھا جاتا تھا رومیوں کے امرا اور حکام ریشم کے کپڑے پہننے لگے تھے جو دوسری قوموں کے تاجر ہندوستان اور چین تک سے لاتے تھے ۔ ایک رومی مصنف سرابو جو پہلی صدی مسیحی میں گزرا ہے اپنی کتاب میں اہل مقدونیہ کی شہادت کی بنا پر لکھتا ہے کہ ہندوستان کے عجائبات میں سے مر ، ریشم اور گنے کا رس ہے ۔ ریشم کے کیڑے ۲۵۳ء میں یورپ پہنچے جب کے نسطوری راہب ان کیڑوں کے انڈے جھڑیوں میں چھپا کر لے گئے تھے ۔ عنبر ، عود ، لوبان ، مر اور گرم مسالوں کا استعمال بھی ان کی زندگی کی ضروریات میں داخل ہو چکا تھا ۔ ان کی ضیافتی

فضولخرچیوں کا عالم یہ تھا کہ قیصر کی ایک دعوت میں جس میں سلطنت کے کئی ہزار امیر اور سردار مدعو تھے الوان و اقسام کے کھانوں میں سے ایک کھانا محض موروں کی زبانوں کو بھون کر تیار کیا گیا تھا ۔ رومی امرا اچھے اچھے کھانوں کے بہت شوقین تھے ۔ اور جب پیٹ بھر جاتا تھا تو حلق میں پرندے کا پر پھیر کر قے کر دیتے تھے ۔ تاکہ مزید کھانا کھانے کے لئے جگہ بن سکے ۔ شراب بہت پیتے تھے ۔ اور بے حجاب عورتیں ان کی محفلوں کی زیب و زینت بنتی تھیں ۔ تفریح کے لئے تھیٹر ۔ ناٹک ناچ اور تماشے دیکھتے تھے ۔ اور امرا کی بڑی تفریح وہ دنگل تھے جن میں غلاموں ، اسیروں اور بھوک کے ھاتھوں مجبور ہو کر اپنی جان بیچنے والوں کو ایک دوسرے سے لڑنے یا نہتے ہو کر شیروں ، ھاتھیوں اور سانڈوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا ۔ عام لوگ زندگی کی صعوبتوں سے اتنے تنگ آچکے تھے کہ اولاد کا پیدا ہونا ایک بھاری مصیبت خیال کرنے لگے ۔ نہ ان کے گھر محفوظ تھے ۔ نہ ان کی عزت کا کوئی لحاظ کیا جاتا تھا ۔ انسان ہونے کے شرف کا احساس عوام کے دلوں سے یکسر زائل ہو چکا تھا ۔ ان کیفیات کے باعث عوام میں روحانی بیقراری ترقی پذیر تھی ۔ رومی بت پرست تھے اور عوام سے اپنے دیوتاؤں کی نیز قیصروں کی پرستش کراتے تھے ۔ ان مصیبتوں اور دنیا کی زندگی کی کلفتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے انسان کی روح بے قرار تھی ۔ یہ کیفیات نئے مذاھب کی ترویج و اشاعت کے لئے ممد ثابت ہوئیں ۔ پہلے مصریوں کے عقاید جو اسکندریہ کے یونانیوں کے تازہ فکر کے باعث نئی صورت اختیار کر چکے تھے رومی سلطنت کے عوام میں پھیلے پھر عیسائیت کو فروغ حاصل ہونے لگا ۔ جس کے پیغام میں آزردہ دل عوام کو روحانی تسکین کا سامان نظر آیا ۔

رومی امرا کو چونکہ عیش و عشرت کا زیادہ سے زیادہ سامان جمع کرنے کا شوق تھا اس لئے انہوں نے عمرانیات میں ایک حد تک ترقی کی ۔ شہر آباد کئے ، منڈیاں بنائیں ، بازار آراستہ کئے ، سڑکیں تعمیر کرائیں ، غلاموں کی محنت پر زراعت میں ترقی کی ۔ بڑی بڑی جاگیریں قائم کیں ۔ مندر بنوائے

اور بیرونی تجارت کی حوصلہ افزائی کی جو دوسری قوموں کے ھاتھ میں تھی - اس زمانے میں جنوبی ھند (دکن) اور رومی سلطنت کے درمیان تجارتی تعلقات قائم ھو چکے تھے - عرب تاجروں کے جہاز ملیبار کی بندرگاھوں تک آتے تھے - اور ھندوستان کے تجارتی مال کو عرب لے جا کر کاروانوں اور قافلوں کے ذریعے فلسطین کی منڈیوں اور بندرگاھوں تک پہنچاتے تھے - وھاں سے رومی سلطنت کے تاجر یہ مال خرید لیتے تھے اور نفع دینے والی منڈیوں تک پہنچاتے تھے - قیصر آگسٹس اور قیصر ٹائبیرئیس کے طلائی اور نقرئی سکے دکن کے آثار قدیم سے دستیاب ھوئے ھیں - جو ھندوستان اور رومی سلطنت کے باھمی تجارتی تعلقات کو ظاھر کر رھے ھیں - ان قیصروں کے عہد میں رومیوں نے بحیرہ قلزم کی راہ سے براہ راست دکن کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی تھی - رومیوں کے ریکارڈ سے معلوم ھوتا ھے کہ ۲۰ ق - م میں دکن کے ایک راجہ پینڈیوں نے قیصر روم کو تحائف بھیجے تھے - رومی قیصروں نے دولت و ثروت حاصل کرنے کے وسائل کی طرف کسی قدر توجہ مبذول کی لیکن رومی عام طور پر علمی سرگرمیوں سے بیگانہ رھے - انہوں نے کبھی اپنی سلطنت سے باھر کی دنیا کا حال معلوم کرنے کی کوشش نہ کی - نہ اس دور میں نظری اور فکری بحثیں پیدا ھوئیں - علم طب کو بھی جسے یونانی حکیموں نے اپنے تجربوں سے کافی ترقی دی تھی رومیوں نے قابل اعتنا خیال نہ کیا - رومی قیصروں کے اس عہد میں تھوڑی بہت ادبی سرگرمیوں کی موجودگی کا سراغ ملتا ھے اور چند ادیب اور شاعر تلاش کئے جا سکتے ھیں جنھوں نے یونانی اور لاطینی زبان کو ترقی دی - رومی امرا کو کتب خانے بنانے اور کتابیں جمع کرنے کا شوق ضرور تھا - لیکن وہ انہیں پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے تھے - سیسرو ایسے چند ایک مصلحین بھی پیدا ھوئے جنھوں نے رومیوں کے ظالمانہ اور وحشیانہ عادات و اطوار میں اصلاح کی کوششیں کیں۔

ایک سو قبل مسیح کے قریب وسط ایشیا کی پارتھی قوم نے جو ایران کے میدیوں اور پارسیوں کے بھائی بند ھی تھے ایران پر یلغار کرکے

یونانیوں کے سلیوکسی خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا تھا ۔ اور ایران پر شہنشاہی اقتدار قائم کر لیا تھا ۔ پارتھیئوں کا یہ شاہی خاندان تاریخ میں اشکانی کے نام سے موسوم ہے ۔ سلیوکسیوں کے جانشین ہونے کے اعتبار سے ان کی سلطنت دریائے سندھ سے لے کر بحیرۂ روم تک ہونی چاہیے تھی لیکن ایشیائے کوچک اور دریائے فرات کے مغربی ملکوں پر رومیوں کا اقتدار قائم ہو چکا تھا ۔ اور افغانستان میں بدھ مت کے پیرو افغانوں نے ایک الگ سلطنت قائم کر لی تھی، جس کا مرکز پشاور تھا اور جس کی وسعت شرقاً غرباً بلخ و ہرات سے لے کر وسطی پنجاب تک اور شمالاً جنوباً چترال سے لے کر بحیرہ عرب تک پھیلی ہوئی تھی ۔ ۵۳ ق ۔ م میں ایک رومی جرنیل کراسس نامی نے دریائے فرات کو عبور کرکے ایران پر چڑھائی کی لیکن ایرانیوں کے لشکر نے جو پارتھیئوں ، پارسیوں اور سیتھیئنوں پر مشتمل تھا ۔ رومی لشکر کو شکست فاش دی ۔ اس تباہی آمیز شکست کے باعث رومیوں کے دلوں پر ایرانیوں کا رعب صدیوں قائم رہا ۔ اور رومی مدتوں پارتھیئوں کے شور انگیز تیروں کا ذکر اپنے گھروں اور اپنی محفلوں میں کرتے رہے ۔ ۲۲۷ ء میں اشکانی خاندان کے آخری بادشاہوں کے ظلم و جور کے باعث ایران میں عام لوگوں نے بغاوت کا علم بلند کر کے اس خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا ۔ اردشیر نے جو عوام کی حمایت سے بادشاہ بنا ساسانی شاہی خاندان کی بنیاد رکھی اور زرتشتی دین کو از سر نو سرکاری مذہب قرار دیا ۔ ۲۶۰ء میں اردشیر کے بیٹے شاپور اول نے شام پر چڑھائی کی اور انطاکیہ فتح کر کے رومیوں کے قیصر کو گرفتار کر لیا ۔ شاپور اپنے پایہ تخت کی طرف واپس جا رہا تھا کہ ایک عرب بادشاہ کے ہاتھوں مارا گیا ، جو رومیوں کا حلیف تھا ۔ اس کے بعد شام اور ایشیائے کوچک کی سر زمین ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان استخوان مخاصمت بنی رہی ۔ ان ملکوں پر قبضہ جمانے کے لئے رومی قیصروں اور ایرانیوں کے شہنشاہوں کے درمیان وقتاً فوقتاً متعدد جنگیں رونما ہوئیں جن میں کبھی رومیوں کا پلہ بھاری رہتا اور کبھی ایرانیوں کو غلبہ حاصل ہو جاتا ۔ ۲۹۷ء میں شاہ ایران نے شام اور ایشیائے کوچک کے پانچ صوبے

جو رومیوں سے چھین رکھے تھے ، قیصر روم کو واپس دے دیئے ۳۶۳ء میں قیصر جووئین نے شاہ ایران کو خراج دیا ۔ اور جنگ سے نجات حاصل کی ۳۷۳ء میں قیصر ویلنز نے ایرانیوں سے لڑائی کی اور فتح پائی ۔ رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان صرف ایشیائے کوچک ، شام اور فلسطین کی سر زمینوں پر ھی قبضہ جمانے کے لئے لڑائیاں نہیں ھوتی تھیں ۔ بلکہ عرب کے قبائلی بادشاھوں میں اپنا اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لئے بھی حریفانہ کوششیں جاری رھتی تھیں ۔ شام کی سر حد کے قریب بسنے والے عرب قبیلے رومیوں کے اور عراق کی سرحد پر کے عرب ملوک ایرانیوں کے زیر اثر تھے ۔ ۳۱۷ء میں قیصر قسطنطین اعظم نے عیسائیوں سے رواداری کرنے کی پالیسی اختیار کی ۔ اور عرب قبائل میں عیسائیت کی نشر و اشاعت کو اپنے اثر و رسوخ کی توسیع کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا ۔ اس نئی پالیسی کے باعث رومی قیصروں کا اثر مصر سے نکل کر حبشہ تک پھیل گیا اور خود سلطنت ایران کے اندر عیسائی مذھب کے پیرو رومی قیصروں کے سلطنتی مقاصد کے ایجنٹ بننے لگے ۔ شاھان ایران نے اپنی مملکت میں عیسائیوں کی کڑی نگرانی شروع کردی ۔ ۳۳۷ء سے ۳۹۹ء تک ایران کے بادشاہ اسی پالیسی پر کار بند رھے ۔ لیکن رومیوں کے ساتھ صلح ھو جانے پر یزد جرد اول نے عیسائیوں سے پھر رواداری کا برتاؤ شروع کر دیا ۔ اور نسطوریوں کو اپنے مذھبی سلسلے کی تنظیم کی اجازت دے دی ۔

شاھان ایران زرتشتی دین کے پیرو تھے ۔ ساسانی بادشاھوں نے ژندو آستا کے ان بچے کھچے حصوں کو یکجا کرا کے محفوظ کیا جس کے نسخے اس وقت تباہ ھوگئے تھے جب اسکندر اعظم نے پارسی بادشاھوں کے شاندار محل واقعہ پرسی پولیس (قصر سوسن) کو نذر آتش کر دیا تھا ۔ اس آتش زدگی میں قدیم شاھان ایران کی بہت سی قیمتی سوغاتیں جو آرٹ کی ترقی کی مظھر تھیں خاک سیاہ ھو گئی تھیں ۔ اس وقت تک زرتشتی دین جو نور اور روشنی کو نیکی اور سچائی کے خدا ھورہ مزدہ (یزدان) کا مظھر اور ظلمت اور تاریکی کو بدی اور مکاری کے خدا (اھرمن) کا مظھر سمجھتا تھا ، اپنی ابتدائی

سادگی کو خیر باد کہہ چکا تھا - زرتشتی بت پرست نہ تھے لیکن آتش پرستی کی قدیم آریائی رسم پھر سے تازہ ہو چکی تھی - زرتشتی اپنی مذہبی رسموں کو ادا کرنے کے لئے آتشکدے اور معابد بنانے لگے تھے - جن میں قربانیاں دیتے تھے -

مانی اور مزدک

۲۱۶ ء میں ایران کے شہر اکباتنہ میں ایک شخص مانی پیدا ہوا جس نے بڑا ہو کر اصفہان میں تعلیم حاصل کی اور ۲۴۲ ء میں اپنے خیالات کی تبلیغ شروع کر دی - ایران کی فضا کو نا موافق پا کر مانی نے ترکستان ، ہندوستان اور چین تک کے ملکوں کی سیاحت کی اور ہر جگہ اپنے پیروؤں کی ایک تعداد پیدا کر لی - مانی کے پیغام کا لب لباب یہ تھا کہ یزداں خدا ہے اور اہرمن شیطان ، میں یزدان کی طرف سے خلق خدا کی اصلاح کے لیے مامور ہوا ہوں - پہلے بھی خدا کے مامور آتے رہے ہیں لیکن ان کی تعلیم میں آمیزش کر دی گئی ہے - میری کوشش یہ ہے کہ پرانے مامورین کی صحیح تعلیم کو از سر نو جاری کروں - سفر سے واپس آنے کے بعد مانی نے ایران میں اپنے خیالات کی نشر و اشاعت کی مہم بڑے زور سے شروع کی اور بہت سے زرتشتیوں کو اپنا پیرو بنا لیا - مانی اصفہان میں تھا کہ حکمرانوں کو اس کی بڑھتی ہوئی طاقت میں اپنے اقتدار کے لیے خطرہ نظر آنے لگا - چنانچہ اسے گرفتار کر لیا گیا اور سرکاری دین کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے الزام میں اسے صلیب پر لٹکا کر موت کی سزا دی گئی - اور اس کی کھال کھچوائی گئی - اس کے بعد اس کے پیروؤں پر تشدد کیا گیا - اور ان کے سر کردہ اشخاص کو قتل کر دیا گیا - مانی کے سفرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ترکستان اور افغانستان خانہ بدوش قبیلوں کے ملک نہیں تھے بلکہ ان میں شہر آباد تھے - جن میں عمرانی ، تجارتی اور صنعتی سرگرمیاں رونق پر تھیں -

مانی کے بعد عوام الناس کے خیالات میں نئی تحریک پیدا کرنے والا ایک اور شخص مزدک ظاہر ہوا جو قفقاز کا باشندہ تھا - قفقاز کی سر زمین

ان دنوں شاہان ایران کے تسلط میں تھی ۔ مزدک کی تحریک یہ تھی کہ دنیا کے سارے جھگڑے زر ، زن اور زمین کو حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں اس لیے اگر ان کی مساوی تقسیم کا اصول رائج کر دیا جائے تو کسی کو وجہ شکایت نہ رہے ۔ مزدک غالباً پہلا سوشلسٹ تھا جس نے امیر و غریب کے فرق کو دور کرنے کی ضرورت کا احساس کیا ۔ مزدک کے خیالات تفصیلی صورت میں محفوظ نہیں رہے ۔ ورنہ ان سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ سوسائٹی کا نظام کیسے اصولوں کی بنا پر مرتب کرنے کا خواہاں تھا ۔ مزدک نے بھی اپنے پیروؤں کی کافی تعداد جمع کر لی لیکن سلطنت کے مضبوط ہاتھ نے اس تحریک کو دبا دیا ۔ مزدک اور اس کے پیروؤں کو گرفتار کرکے ان پر بہت سختیاں کی گئیں ۔ چھٹی صدی مسیحی میں ایران کے اندر چار مذاہب کے پیرو کافی تعداد میں موجود تھے ۔ (۱) زرتشتی آتش پرست (۲) نسطوری عیسائی ۔ (۳) مانی کے پیرو ۔ (۴) مزدکی ۔

ایران کے ساسانی خاندان کے شہنشاہوں کا طرز حکمرانی رومی قیصروں کے طرز حکومت سے چنداں مختلف نہ تھا ۔ حکمران طبقہ کے لوگ یہاں بھی عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور عوام غریب محنت و مشقت کرکے امرا کے لیے عیش کا سامان مہیا کرتے تھے ۔ لیکن ایرانی رومیوں کی نسبت کم ظالمانہ طبیعت رکھتے تھے ۔ غلاموں اور جنگی اسیروں کے ساتھ رومیوں کی نسبت زیادہ اچھا سلوک کرتے تھے ۔ ایرانی ، عیسائی طبیبوں اور یونانی کاریگروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ رومیوں سے لڑ کر یونانی عالموں اور ہنر مندوں کو پکڑ لائیں اور اپنے ہاں ان سے کام لیں ۔ شاہان ایران ایسے اسیروں سے جو کسی نہ کسی اعتبار سے ہنر مند ہوتے تھے فیاضانہ سلوک کرتے تھے ۔

عرب اور حبشہ

اس دور میں عرب اور حبشہ کی بادشاہیوں کے حالات تاریخی روشنی میں آئے - عرب ازمنۂ قدیم سے خانہ بدوش قبائل کی سر زمین چلی آرہی تھی جس کے گرد و پیش مصر اور عراق کے تمدن کی عمارتیں تعمیر ہوئیں اور زمانے کے انقلابات میں سے گزرتی رہیں - عرب کے خانہ بدوش قبیلوں کے سردار شیوخ یا ملوک کہلاتے تھے - ان قبیلوں نے عرب کی چراگاہیں جن میں وہ اونٹ ، بھیڑ اور بکری کے گلے پال سکتے تھے - آپس میں بانٹ رکھی تھیں - عرب قدیم زمانے سے مصر عراق اور شام کی متمدن آبادیوں کے ساتھ اپنے ہاں کی پیداوار لوبان مر ، قہوہ اور دوسری جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتے چلے آرہے تھے - عام طور پر عربستان کی زندگی کا حال صدیوں سے یہی چلا آتا تھا لیکن جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغرب میں اور جنوب میں جو خطہ یمن ، عدن اور حضر موت کے اضلاع پر مشتمل ہے - اس میں ایک ہزار ق - م کے وقت یا اس سے پہلے سے ایک متمدن مملکت قائم ہو چکی تھی - جس کا نام سبا تھا - سبا کا ذکر یہودیوں کی کتابوں اور اشوریوں کے کتبوں میں آیا ہے یہ اسی کی ملکہ تھی جس نے ایک ہزار ق - م کے قریب یہودیہ کے شوکت و تجمل والے بادشاہ سلیمان کی اطاعت کا دم بھرا تھا اور یہودیوں کا مذہب قبول کر لیا تھا - پانچویں صدی مسیحی میں جب مشرق ادنیٰ میں رومی قیصروں اور ایرانی شہنشاہوں کے درمیان اپنے حلقۂ اثر و اقتدار کو بڑھانے کے لیے حریفانہ کشمکش جاری ہوئی تو عربستان کے شیوخ و ملوک کی اہمیت بہت بڑھ گئی - جو عرب قبیلے شام کی سرحد کے قریب رہتے تھے وہ رومیوں کے زیر اثر آ گئے

اور عراق کی سرحد پر کے عرب قبیلے ایرانیوں کے حلیف بن گئے۔ مملکت سبا کے متمدن عربوں کی اہمیت ان دونوں سلطنتوں کی نظر میں اس لیے بہت بڑھ گئی کیونکہ یہ لوگ ایک بڑی تجارتی شاہراہ پر بیٹھے تھے۔ ھندوستان اور چین کا تجارتی مال جو بحری رستے سے کشتیوں پر آتا تھا انہی کے ھاتھوں میں سے گزرتا تھا۔ اور سبا والوں کے تاجر اس مال کو خرید کر یمن سے فلسطین کی منڈیوں تک پہنچانے کا بندوبست کرتے تھے۔ اس تجارت کے باعث نیز اپنے ھاں کی قیمتی پیداوار لوبان اور مر کی تجارت کے باعث مملکت کے سب لوگ بہت خوش حال تھے۔ اپنی بستیوں کو سیراب کرنے کے لیے انہوں نے عدن کے قریب کی پہاڑیوں میں مآرب سے چند میل کے فاصلے پر بند لگا کر ایک بہت بڑا ذخیرۂ آب تعمیر کر رکھا تھا جسے وہ عرم کہتے تھے۔ یہ بند ۵۴۲ء سے ۵۷۰ء تک کے عرصہ میں ٹوٹ کر اس سیل کا باعث بنا جس نے سبا والوں کے تمدن کو تباہ کر دیا۔ عرم کا بند شکستہ حالت میں آج بھی موجود ھے۔ اس بند کے آثار سبا کے قدیمی ترقی یافتہ تمدن کی شہادت دے رھے ھیں۔

سبا والوں نے آبنائے باب المندب کو عبور کر کے شمال مشرق افریقہ کے زرخیز خطہ حبشہ میں بھی اپنی نو آبادی قائم کر لی تھی۔ جو وقت گزرنے پر وھاں ایک جداگانہ مملکت کی صورت اختیار کر گئی۔ چوتھی صدی مسیحی کے آغاز میں جب رومی قیصر قسطنطین نے دین مسیحی کو اپنی شاھنشہی اغراض کا آلہ بنانے کی پالیسی اختیار کی حبشہ میں عیسائیت پھیل چکی تھی۔ چنانچہ اسکندریہ کے چرچ کی ایک شاخ حبشہ میں قائم ھو گئی۔ اس وقت سے حبشہ کے عیسائی حکمران مذھبی تعلق کے باعث رومی قیصروں کے زیر اثر آ گئے۔ چھٹی صدی مسیحی میں یعنی ۵۰۰ء کے بعد جب رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان پے در پے جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ھو گیا تو رومیوں نے حبشہ والوں کو اکسایا کہ وہ مملکت سبا پر حملہ کر کے یمن میں اپنا تسلط قائم کر لیں اس وقت تک نجران کے علاقے میں جو یمن سے مشرق کی جانب واقع ھے

عیسائیت پھیل چکی تھی - اور نجران کے عیسائی حبشہ والوں کے حلیف بن گئے تھے - یمن کے یہودی سردار ذونواس نے یہ دیکھ کر نجران پر حملہ کیا - اور نجران کے عیسائیوں کو شکست دے کر نجران کے سید حارث کو قتل کر دیا - ذونواس نے نجران میں ایک خندق کھدوا کر اس میں آگ جلائی اور ایسے عیسائیوں کو جو مرتد ہونے کے لیے تیار نہ تھے اس آگ میں ڈلوا کر ختم کر دیا - اس واقعہ کے بعد حبشہ والوں نے یمن پر چڑھائی کی اور ذونواس اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے یمن پر قبضہ جما لیا - اس مہم میں قیصر روم کے بحری بیڑے نے حبشہ والوں کی امداد کی - یہ واقعات ۵۲۲ء تک ظہور پذیر ہو چکے تھے - شاہ حبشہ کے دوسرے نائب ابرھہ نے عرم کے بند کی مرمت کرائی اور وھاں پتھر پر ایک کتبہ تحریر کرایا جس سے اس کا عیسائی ھونا ظاھر ھے - اسی ابرھہ نے ۵۷۰ء میں ھاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ پر چڑھائی کی تھی - ابرھہ کا ارادہ یہ تھا کہ کعبہ کو مسمار کر دے جس میں عربوں کے بت رکھے ھوئے تھے - اور جہاں دور دور کے عرب چڑھاوے چڑھانے کے لیے آیا کرتے تھے - روایت ھے کہ ابرھہ کے لشکر پر ابابیلوں کے ایک جھنڈ نے کنکریاں گرائیں جنھیں ابابیل کہیں سے اپنی چونچوں میں اٹھا کر لائے تھے - کنکریوں کی اس بارش سے ھاتھی گھبرائے جنھوں نے اپنے ھی لشکر کو پاؤں تلے روند ڈالا اور ابرھہ کو ناکام واپس لوٹنا پڑا - ابرھہ کی خواھش یہ تھی کہ عرب لوگ مکہ کے کعبہ میں چڑھاوے نہ چڑھایا کریں بلکہ اس کے بجائے نجران کے کعبے میں آیا کریں جو وھاں دیر سے موجود تھا - عربوں میں یہ سال عام الفیل کے نام سے مشہور ھوا - اس واقعہ کا ذکر مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید میں آیا ھے -

---

گندھارا کی سلطنت

۱۸۰ ق - م کے قریب وسط ایشیا (ملک تاتار و خطا) کی ایک بدوی قوم یھیوچی ملک خطا سے نقل مکانی کرتی ہوئی ترکستان اور افغانستان کی چراگاھوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی - کیونکہ اس وسیع خطے کی ایک اور بدوی قوم آنگ نو جو بعد میں ھن کہلائی اس سر زمین میں طاقت پکڑنے لگی تھی یھیوچی قوم کے ایک سردار کادفس اول نے ۴۰ء میں شاھی اقتدار حاصل کر کے پشاور میں کوشانی خاندان کی بنیاد رکھی اور پنجاب اور افغانستان کے ملکوں کو اپنے زیر نگیں کر لیا - اس کے ایک جانشین کادفس دوم نے ۸۵ء میں اپنی سلطنت کو مشرق کی طرف بنارس تک وسعت دی اور جنوب کی طرف سیستان ، بلوچستان ، سندھ ، راجپوتانہ ، کاٹھیاوار کو سر کر کے ھندوستان میں ایران کے پارتھیوں کے اقتدار کا خاتمہ کیا - اسی خاندان کے ایک اور بادشاہ کنشک نے شمال مشرق میں چینی ترکستان کو اور شمال مغرب میں خراسان کے ملک کو بحیرہ خزر تک سر کیا - اور کوشانی خاندان کے اقتدار کو بہار سے لے کر بحیرۂ خزر تک اور چینی ترکستان سے لے کر کاٹھیاواڑ تک وسعت دی - کنشک اعظم بہت بڑی شان و شوکت رکھنے والا بادشاہ تھا - اشوک اعظم کی طرح یہ بادشاہ بھی بدھ مت کا پر جوش پیرو اور مبلغ ہو گزرا ہے - اس بادشاہ نے دوآبہ جالندھر میں بدھ مت کے پیروؤں کی ایک بہت بڑی کونسل منعقد کی - اس وقت تک بدھ مت کے پیروؤں میں بدھ کی مورتی کی پوجا کا رواج بہت زور پکڑ گیا تھا - لہذا کنشک کے عہد میں سنگ تراشی کے فن کو بہت فروغ حاصل ہوا - جا بجا بدھ کے مجسمے تراش کر نصب کیے گئے - پتھر کے علاوہ سونے اور چاندی کے بڑے بڑے مجسمے بھی بنائے جاتے

تھے - کوشانی خاندان کے بادشاہوں اور خاص کر کنشک کے عہد کے بنے ہوئے بہت سے آثار اس وسیع سلطنت کے مختلف حصوں سے برآمد ہوئے ہیں - بامیان افغانستان کی کھدائی سے بدھ کا ایک مجسمہ ملا ہے جس کی اونچائی ساٹھ فٹ ہے - اس کے علاوہ کوشانی خاندان کے بادشاہوں کے بہت سے سکے بھی ملے ہیں جو دنیا کے عجائب گھروں کی زینت بنے ہوئے ہیں - کنشک اعظم کا عہد حکمرانی ۱۲۵ء سے ۱۵۳ء تک تھا - دوسری صدی مسیحی میں وسط ایشیا سے ھنوں کی ایک اور بدوی قوم کا ریلا اٹھا جس نے ۲۲۶ء میں نہ صرف یہچیوں کی گندھارا سلطنت کا خاتمہ کر دیا بلکہ جنوبی ہند کی اندھرا سلطنت اور جنوب مغربی ہند میں ایران کے پارتھیوں کی سلطنت کو بھی پامال کر ڈالا - اس قوم کا نام ساکا تھا اس کے ساتھ سیستان کی پلاوا قوم بھی شامل تھی - ان دونوں قوموں کے سرداروں نے مشرقی ایرن ، سیستاں ، بلوچستان ، سندھ ، گجرات ، کاٹھیاوار میں جاگیریں قائم کر کے وسیع سلطنت بنائی اور دکن کی طاقتور اندھرا سلطنت کو تاراج کیا - کوشانی قوم کے بادشاہ صرف کابل اور ھرات کے علاقوں پر قابض رہ سکے کیونکہ پنجاب کی سر زمین کو مگدھ دیش کے ایک نوخیز شاھی خاندان نے سر کر کے ھندوستان میں شامل کر لیا تھا -

ھندوستان کا طلائی عہد

چوتھی صدی مسیحی میں شمالی ھند کی سرزمین ھنوں کے پے درپے حملوں کا تختۂ مشق بن رھی تھی لیکن وسط ھند میں کوشانی خاندان کے زوال اور خاتمہ کے بعد گپتا خاندان کی ایک سلطنت قائم ھو گئی - یہ خاندان ۳۱۸ء سے ۶۰۰ء تک بر سر اقتدار رھا - اس خاندان کے ابتدائی دو بادشاھوں نے نربدا اور بندھیاچل کے شمال میں سارے ھندوستان کو سر کر کے ایک شاندار سلطنت بنائی دوسرے بادشاہ سمدرا گپت نے دکن کی سر زمین کو تاراج کیا اور وھاں کے راجاؤں کو مطیع بنایا۔

اس خاندان کا ایک مشہور بادشاہ چندر گپت بکرماجیت نامی ھوا ھے - جس نے ۳۷۵ء سے لے کر ۴۱۳ء تک حکومت کی - اس بادشاہ کے عہد

میں ہندوستان میں برھمنوں کو بہت عروج حاصل ھوا ۔ بدھ مت کے مقابلے میں قدیم برھمنی مت فروغ پانے لگا ۔ سنسکرت زبان کو از سر نو رائج کیا گیا اور ترقی دی گئی۔ پرانوں اور دوسری مذھبی کتابوں پر نظر ثانی کی گئی ۔ سنسکرت کا مشہور آفاق ڈراما نویس کالی داس اسی بادشاہ کے عہد میں گزرا ھے ۔ بکرماجیت اور اس کے جانشین شمالی ہند سے ھنوں کو بے دخل کرنے کے لیے پیہم لڑائیاں لڑتے رھے ۔ آخر ۵۲۸ء میں راجہ نرسم ھا گپتا اور پنجاب کے ایک بہادر سردار یسودھرمن نے ھنوں سے جنگ کرکے ان کے بادشاہ مہر گل کو پنجاب سے نکال دیا ۔ گپتا خاندان کے زوال پر ھندوستان پھر طوائف الملوکی کا شکار ھو گیا لیکن ۶۰۶ء سے ۶۴۸ء تک شمالی ھند کے ایک راجا ھریش چندر نامی نے دوسروں راجاؤں کو مطیع کرکے ایک وسیع سلطنت قائم کی جو بنگال سے لے کر پنجاب تک پھیلی ھوئی تھی ۔ دکن میں متعدد ریاستیں بن گئیں تھیں جن میں مہاراشٹر کی ریاست جس پر چالوکیہ خاندان کے راجے حکمرانی کرتے تھے بہت ممتاز سمجھی جاتی تھی ۔

کوشانی خاندان کے عہد میں سنگ تراشی کے آرٹ نے بہت ترقی کی ۔ بدھ کی مورتیاں کثرت سے بنائی گئیں اور پتھروں پر نیز دھات کی تختیوں پر بدھ کی زندگی کے حالات و مناظر تصاویر کی صورت میں کندہ کیے گئے ۔ اس دور کا آرٹ گندھارا اسکول کے نام سے موسوم ھے جس کے نمونے کابل ، لاھور ، دھلی اور کلکتہ کے عجائب گھروں کی زینت بنے ھوئے ھیں ۔ بعد کے گپتا دور کا آرٹ صفائی ، اظہار اور سبکدستی کے اعتبار سے بہت ترقی یافتہ ھے ۔ اگرچہ یہ ھندوستان کا اپنا آرٹ ھے لیکن اس میں قدیم ایرانی ، یونانی اور اشوری آرٹ کی جھلک بھی پائی جاتی ھے ۔ بدھ مت کے پیروؤں کے علاوہ برھمنی مت کے پیروؤں نے بھی مورتیاں بنائیں ۔ اور ۴۱۳ء میں چندر گپت ثانی نے دھلی کے قریب مہر ولی میں ایک لوھے کی لاٹھ نصب کرائی جس پر اس کے نام کا کتبہ درج ھے ۔ لاٹھ اب تک موجود ھے ۔ گپتا خاندان کے بادشاھوں کے زمانے میں ھندوستان میں فن تعمیر کو بھی بہت

فروغ حاصل ھوا بڑے بڑے مندر، محل اور قلعے تعمیر ھوئے - سنگ تراشی کے فن کو بہت ترق حاصل ھوئی اور دیوتاؤں کی مورتیاں بہت اچھی بننے لگیں - چینی سیاح فاھیان کے بیان سے جو ھندوستان میں سے چندر گپت بکرما جیت کے عہد میں گزرا، ظاھر ھوتا ھے، کہ گپتا بادشاھوں کے عہد میں ملکی انتظامات بہت اچھے پیمانہ پر چلائے جا رھے تھے - ملک میں امن و امان تھا - سزائیں معمولی دی جاتی تھیں - لوگوں سے ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا فوج اور ملکی انتظام کے مصارف راجا کی اپنی جاگیروں سے ادا کیے جاتے تھے - لوگ بہت خوشحال اور فارغ‌البال تھے - چنڈالوں کو چھوڑ کر باقی لوگ نہ گوشت کھاتے تھے نہ شراب پیتے تھے - بادشاہ کی طرف سے محتاج خانے قائم تھے - گداگری کا نام تک نہ تھا -

---

چین کی سلطنت کا پھیلاؤ

۲۳ء میں چین کا شاہنشاہی اقتدار دوسرے ھان خاندان کے ھاتھ میں منتقل ہو گیا تھا اس خاندان کے عہد میں چینیوں نے دیوار اعظم کے شمال میں پاؤں پھیلانے شروع کر دیئے جو ۲۵۰ ق - م کے قریب چین کے بادشاہ شی ھوانگ ٹی (شاہ عالم) نے اپنے ملک کو شمالی میدان اعظم کی وحشی اور بدوی اقوام کے حملوں سے بچانے کے لیے تعمیر کرائی تھی - اس دیوار کی تعمیر کے بعد شمالی میدان اعظم کے گھوڑے پالنے والے خانہ بدوش قبلیوں کا رخ مغرب (یورپ) اور جنوب (ایران و ھندوستان) کی طرف پھر گیا تھا - اور ایران کی شمالی سرحد ان کے حملوں سے محفوظ ہو گئی تھی - ان قبیلوں کا زور مغرب کی طرف منتقل ہو جانے کے باعث چینیوں کو دیوار اعظم کے پار پاؤں پھیلانے کا موقع مل گیا - ۱۰۲ء میں ایک چینی جرنیل پان چاؤ نے وسط ایشیا کے میدانوں کو ان جنگجو قبیلوں کی رکاوٹ سے پاک پایا کیونکہ ان دنوں ان کا زور ھندوستان - ایران اور یورپ کی طرف منتقل ہو رہا تھا - پان چاؤ نے اس موقع کو غنیمت جان کر بحیرہ خزر تک یلغار کی جہاں سے اس نے اپنے جاسوس مغرب کی طرف رومیوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجے - جاسوسوں کی رپورٹ سننے کے بعد پان چاؤ کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ اپنی فوج لے کر واپس چلا گیا ۱٦۴ء سے ۱۸۰ء تک چین طاعون کی عالمگیر وبا کا شکار ہو کر تباہ ہوگیا - یہ وبا اتنی عالمگیر تھی کہ ایشیا اور یورپ کے سارے متمدن ملکوں میں پھیل گئی - آبادیوں کی آبادیاں تباہ ہو گئیں - ھان خاندان کے حکمرانوں کے لیے ملک کا انتظام کرنا دشوار ہو گیا ۲۲۰ء میں ھان خاندان کے شاھنشاھی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور چین کے اندر طوایف الملوکی پھیل گئی - یہ طوایف الملوکی

۶۱۹ء تک جاری رہی لیکن اس دور میں چینیوں کی ثقافتی وحدت برابر قائم رہی اور چینیوں نے فنون لطیفہ میں کافی ترقی کی - اس دور میں چین کے لوگ بہت صفائی پسند ہو گئے اور مکانوں کی تزئین کرنے لگے - اسی دور میں چینیوں نے نقاشی اور مصوری کے اعلیٰ نمونے تیار کیے - اچھی اچھی عمارتیں بنائیں - برتنوں پر نقاشی کے کام کو ترقی دی - کپڑا چھاپنے کے لیے لکڑی کے بلاک تیار کیے - چینیوں کا قدیم تمدن اور ان کے سماج کی ساخت ایسی تھی کہ چینی قرضے کی وبا سے محفوظ رہے ' جو اس دور میں رومیوں کی سلطنت کے اندر انسانوں کے لیے لعنت کا موجب بن چکی تھی - چینی سکوں کا استعمال محدود صورتوں میں محض اشد ضرورت کے وقت کرتے تھے - عام لین دین اجناس کے تبادلہ سے ہوتا تھا اور وہ زر و سیم کے بجائے حقیقی ثروت یعنی اجناس اور سازو سامان کے رکھنے کو ترجیح دیتے تھے - چین غلامی کی لعنت سے بھی بچا رہا - جسے اس عہد کے رومیوں نے درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا - چوتھی صدی میں ھن قوم کے قبائل نے دیوار اعظم کو عبور کرکے شمالی چین پر قبضہ کر لیا - ھنوں کا اقتدار اس وقت مانچوریا اور سائبیریا سے لے کر یورپ میں دریائے رائین اور دریائے ڈینیوب تک چھایا ہؤا تھا - جنوبی چین میں سوئی خاندان کے بادشاہ حکومت کر رہے تھے - جو شستہ علمی ذوق رکھنے والے لوگ تھے - اس عہد میں چینیوں کی ادبی سرگرمیاں بھی خوب جاری رہیں اور بڑے بڑے اچھے شاعر پیدا ہوئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چھٹی صدی مسیحی کے آغاز میں یعنی ۵۰۰ء کے بعد چینیوں نے چائے دریافت کی اور اس کے استعمال کو ترقی دی - چائے کی پیالی کی تعریف میں شاعروں نے نظمیں لکھیں جن میں ان کیفیات کو جو چائے پینے کے بعد انسان کی طبیعت پر طاری ہوتی ہیں بڑی لطافت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے -

شمالی میدان اعظم کی وحشی اقوام

شمالی میدان اعظم کی سرزمین اسی وقت سے نوع انسانی کی نئی نئی نسلوں کی پرورش کا گہوارہ ثابت ہو رہی ہے جب سے کہ اس کے حالات آثار و قرائن سے تاریخ کے صفحات کی زینت بننے لگے ہیں ۔ دس ہزار ق ۔ م سے پانچ ہزار ق ۔ م تک کے دور میں اس میدان اعظم کے اسپ خور قبیلے یورپ کی سرزمین میں فرانس اور ہسپانیہ تک یلغاریں کرتے ہوئے نظر آ چکے ہیں اس کے بعد تین ہزار ق ۔ م سے ایک ہزار ق ۔م تک کے زمانے میں وسط ایشیا کی آریہ قومیں یورپ ۔ جنوب مغربی ایشیا - ایران اور ہندوستان کی سرزمینوں پر قبضہ جماتی ہوئی دکھائی دے چکی ہیں - ایک ہزار ق ۔ م کے بعد اسی میدان اعظم سے سیت (سیتھیئن) اٹھتے ہیں اور بلقان ، ایشیائے کوچک ، ایران اور ہندوستان کو تاراج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں - ولادت مسیح سے ایک صدی پہلے اسی میدان اعظم سے پارتھی نکلتے ہیں اور ایران کی سر زمین پر چھا جاتے ہیں - اور ہن ان سے ڈیڑھ سو سال پہلے چینیوں کو اپنے حملوں سے اتنا پریشان کرتے ہیں کہ انہیں اپنی حفاظت کے لیے دیوار اعظم تعمیر کرنی پڑتی ہے ۔

نوع انسانی کی مختلف نسلوں کی پرورش کرنے والا یہ بڑا گہوارہ یعنی شمالی میدان اعظم آریہ اقوام کے متمدن ملکوں کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد نئی نئی قوموں کی پرورش کر رہا تھا جو زمانہ قدیم سے اس کے دامن میں اپنے اپنے ماحول کے مطابق خانہ بدوشی اور جفاکشی کی زندگی بسر کر رہی تھیں اور مختلف دوروں اور ملکوں میں مختلف ناموں سے موسوم ہوئیں ، یہ قومیں گھوڑے، مویشی اور بھیڑیں پال کر گزارا کرتی تھیں اور چراگاہوں کی تلاش میں شب

و روز سرگرداں پھرتی تھیں سائبیریا کے برفانی جنگلوں میں بسنے والی قوموں کو زندہ رہنے کے لیے ، رین ڈیئر ، ریچھ اور دریائی بچھڑوں کا شکار بھی کرنا پڑتا تھا دن رات انہیں اور ان سے جنوبی اقطاع یعنی منگولیا ، اور ترکستان میں بسنے والے لوگوں کو موسم کی شدتوں اور تیز و تند آندھیوں سے واسطہ پڑتا تھا ۔ اس قسم کی کیفیات نے انہیں بڑا جفاکش ، صابر ، تندخو اور جنگ جو بنا دیا تھا ۔ اور جب ان کی تعداد بڑھ جاتی تھی یا موسمی تبدیلوں کے باعث ان کی چراگاہیں ان کے جانوروں کو کافی تعداد میں پالنے سے جواب دے دیتی تھیں تو وہ پھرتے پھراتے آباد ملکوں کا رخ کر لیتے تھے جہاں انسان زراعت کاری کے بل پر فراواں خوراک پیدا کرتے تھے ۔ اور بڑے آرام کی زندگی بسر کرتے نظر آتے تھے ۔

۲۵۰ء ق ۔ م کے بعد جب چینی دیوار اعظم بنا کر ان قوموں کے حملوں سے محفوظ ہو گئے تو ان خانہ بدوش قبائل کی رو مغرب اور جنوب کے ملکوں کی طرف بہنے لگی ۔ عام حالات میں یہ قبیلے ایک دوسرے کو آگے دھکیلتے ہوئے بڑھتے تھے لیکن بسا اوقات کوئی قبیلہ اپنی جنگی طاقت کے بل پر دوسرے قبائل کو چیرتا ہؤا اور انہیں اپنے ساتھ لیتا ہؤا آگے نکل آتا تھا ۔ شمالی میدان اعظم کے بدوی قبائل کی اس تازہ نقل و حرکت کا اثر ایک سو ق ۔ م کے قریب ایران پر پارتھی قوم کے حملے کی صورت میں ظاہر ہؤا جو سلیو کسیوں کے اقتدار کا خاتمہ کرکے اس سر زمین پر قابض ہو گئی ۔ دوسرا اثر ھندوستان کی سر زمین نے محسوس کیا جس پر حیاطلہ یا یھیوچی نام قبیلہ کے لوگوں نے ۱۰۰ء اور ۵۰۰ء کے درمیان یلغاریں کیں ۔ یہ ھن پامیر کی سطح مرتفع سے نیچے اتر کر چترال کی راہ سے ھندوستان میں داخل ہوئے اور ھزارہ جات کی راہ سے پنجاب کی سر زمین کو پامال کرتے ہوئے بنارس تک جا پہنچے ۔ ان حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہ تھی اس لیے ھندوستان کی سر زمین نے انہیں بھی پہلے آنے والی قوموں کی طرح اپنے دامن میں پناہ دی اور ان کی کافی تعداد یہیں دوسروں کے ساتھ

گھل مل کر رہ گئی - کچھ یھیوچی واپس چلے گئے - باختر ، کافرستان اور ترکستان کی یونانی ریاستوں کا خاتمہ یھیوچیوں کے ھاتھ سے ھؤا جن کی جگہ یھیوچی سرداروں نے اپنی جاگیریں قائم کر لیں - یھیوچیوں کے متعلق بعض مورخین نے یہ رائے بھی ظاہر کی ھے کہ وہ آریہ نسل کے لوگ تھے جو شمالی میدان اعظم میں باقی رہ گئی تھی لیکن بعض پرانے مورخ انھیں ترک ظاہر کرتے ھیں پہلی صدی مسیحی میں مانچوریا کی ایک قوم تنگوس نے تاتار اعظم کے ھنوں (ھی انگ نو) قوم کے لوگوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور ھن نفتالیوں اور یھیوچیوں کی طرح مغرب کی طرف نقل مکانی کرنے پر مجبور ھوگئے۔ ھنوں کے یہ لشکر تاتار اور منگولیا سے جو چلے تو وسط ایشیا کے میدانوں کو روندتے ھوئے اور بحیرہ خزر کے شمال سے گزر کر وسطی روس کو پامال کرتے ھوئے ھنگری کی سر زمین تک پہنچ گئے - ۳۵۰ء تک یورپ میں ھنوں کا اقتدار مغرب میں جرمنی تک اور جنوب میں دریائے ڈینوب تک یعنی رومی سلطنت کی شمالی سرحد تک پھیل گیا تھا - ۴۰۰ء کے بعد ھنوں کا ایک بادشاہ اطیلہ نامی بہت عظمت و شہرت کا مالک گزرا ھے - اس بادشاہ نے یورپ کو فرانس کی سر زمین تک تاراج کیا اور اپنی سلطنت کی مغربی حد دریائے رائین کو قرار دیا - مشرق میں اس کی مملکت آبنائے بیرنگ اور بحیرہ جاپان تک پھیلی ھوئی تھی - گویا اطیلہ سارے شمالی میدان اعظم کا فرمانروا تھا - اطیلہ کے لشکروں نے فرانس کی طرح شمالی اٹلی کی سر زمین کو بھی تاراج کیا - اور قسطنطنیہ کے بازنطینی رومی قیصروں پر اپنی ھیبت کا سکہ بٹھایا - اطیلہ نے ایک دفعہ قسطنطنیہ پر بھی چڑھائی کی - ٹرائیس کے مقام پر جنگ ھوئی جس میں قیصری فوج کا پلہ بھاری رھا لیکن قیصرہ نے اطیلہ کو بہت سے تحایف بھیج کر اس کے ساتھ صلح کرلی - اور ایک بازنطینی شہزادی ھنوریا نامی کو اطیلہ کے ساتھ منسوب کر دیا - اطیلہ نے ھنوریا کو انگشتری بھیجی لیکن اسے بیاہ کر اپنے ساتھ لے جانے کے لیے قسطنطنیہ نہ آیا - ھنوریا عمر بھر اپنے آپ کو اطیلہ کی بیوی سمجھتی رھی اور اطیلہ بھی اسے اپنی بیوی سمجھتا تھا لیکن عمر بھر دونوں کی ملاقات نہ ھو سکی - اطیلہ نے چین کے

شہنشاہ سے بھی معاہدہ طے کیا اور پاپائے روم سے بھی صلح کی ۔ اطیلہ ۴۵۳ء میں فوت ہو گیا اور اس کی وسیع سلطنت متعدد ٹکڑوں میں منقسم ہو گئی ۔ ہنوں کو رومیوں اور وز گاتھوں نے جرمنی کے ایک مقام جیلون پر ۴۵۱ء میں شکست دے کر روکا جو یورپ کی سر زمین کو تاراج کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے ۔

اطیلہ کی وفات سے پچیس سال بعد ۴۷۸ء کے قریب وسط ایشیا میں سفید ہن نمودار ہوئے جو افتالی کہلاتے تھے ۔ ان افتالیوں نے چترال کی راہ سے ہندوستان پر حملہ کیا اور پنجاب میں اپنا اقتدار قائم کر لیا ۔ افتالیوں کے سردار کا نام مہر گل تھا ۔ جس کے ساتھ ۵۲۸ء میں ہندوستان کے راجاؤں نے نرسم ھا گپتا اور یسودھرمن کی قیادت میں جنگ کی اور انہیں پنجاب کی سر زمین سے نکال دیا ۔ ۵۶۵ء میں ترکوں اور ایرانیوں نے مل کر افتالیوں کو دریائے جیحوں کے کنارے شکست دی اور ان کی جمیعت کو تتر بتر کر دیا ۔ اس وقت ایران میں خسرو نوشیروان عادل حکمران تھا ۔ اور ترک شمالی میدان اعظم کی ایک نئی جنگ جو قوم تھے ، جو بعد کی صدیوں میں تاریخ عالم کے کئی اہم باب بڑھانے کا موجب بنے ۔

مغرب کی طرف ہنوں کی یلغار کی نشان دھی ایک خاص نوعیت کے قد آدم کے برابر تراشے ہوئے پتھر کے بت کر رہے ھیں جو شمالی میدان اعظم میں جابجا ہنوں کے قبرستانوں میں نصب ھیں ۔ ان سب کی شکلیں یکساں ھیں اور ان سب کے منہ مشرق کی طرف ھیں ۔ علمائے تحقیق ابھی تک اس امر کا اندازہ نہیں لگا سکے کہ ان بتوں کو نصب کرنے کا مقصد کیا تھا ۔ ان بتوں کو لوگ ''پتھر کے باوے'' کہہ کر پکارتے ھیں ۔

تاتار میں تنگوس

پہلی صدی مسیحی کے آغاز میں شمالی میدان اعظم کی بدوی اقوام جو چین کی شمالی سرحد پر آباد تھیں اپنے بادشاہوں کے زیر سر کردگی آزادانہ زندگی بسر کر

رھی تھیں - سلطنت چین کے مدبروں کی ریشہ دوانیوں کے باعث حکمران قوم (ھی آنگ نو یا ھن) دو ٹکڑوں میں منقسم ہو چکی تھی - جنوبی حصے کے سردار (جینوئی) شاہنشاہ چین کے وظیفہ خوار اور خدمت گذار بن چکے تھے اور شمالی حصے کے سردار آزاد تھے - ۸۷ء میں مانچوریا کی تنگوس قوم نے شمالی ھنوں کو شکست دی اُن کے بادشاہ کی کھال کھچوائی اور انہیں مغرب کی طرف دھکیل دیا - ۱۷۷ء میں تنگوسوں نے چینیوں اور جنوبی ھنوں کو شکست دی - ان لڑائیوں کے باعث تاتار (شمالی میدان اعظم) اور چین میں طوایف الملوکی پھیل گئی اور ھن قوم کے لوگ تاتار اعظم سے نکل کر مغرب کے میدانوں کی طرف جانے لگے تاتار اعظم میں تنگوسوں کو غلبہ حاصل ہو گیا - تنگوس منگولیا کے مشرقی پہاڑوں اور شمالی مانچوریا کے باشندے تھے - بہت سی عادات میں ھنوں سے ملتے جلتے تھے - لیکن بعض خصائل میں ان سے ممتاز و متمیز تھے - تنگوس سر پر بودی رکھتے تھے اور سور پالتے اور کھاتے تھے - ان کا نسب نامہ ماں سے چلتا تھا - باپ یا بھائی کو مارنا ان کے ھاں عیب نہ تھا البتہ ماں کو ایذا دینا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا تھا - عورتوں سے ھر معاملہ میں مشورہ لیا جاتا تھا - یہ لوگ لکھنے پڑھنے کے فن سے نا آشنائے محض تھے - حکومت کا کم محض زبانی احکام پر چلتا تھا - جانوروں اور پرندوں کے بچے دینے اور بولنے سے موسموں کا اندازہ لگاتے تھے - اور فصلیں بوتے تھے - جو کی شراب بناتے تھے لیکن تیز مسکرات کے لیے چینیوں کے محتاج تھے - کمانیں، تیر، زین، لگام بناتے اور دھاتوں سے ھتھیار ڈھالتے تھے - بیماروں کا علاج فصد، جھاڑ پھونک، گرم پتھر اور مٹی سے کرتے تھے - جنگ میں مرنا قابل فخر سمجھتے تھے - اپنے مردوں کو تابوت میں دفن کرتے تھے اور ان کا سخت ماتم کرتے تھے - مردے کے کپڑے جلا دیتے تھے اور گھوڑے اور کتے کو مار کر ساتھ ھی

دفن کر دیتے تھے ۔ بھوتوں اور بد روحوں سے ڈرتے تھے ۔ آسمان زمین ' سورج ' چاند ' ستاروں ' پہاڑوں ' وادیوں اور بہادر بزرگوں کو پوجتے تھے ۔

۲۰۰ ق ۔ م کے قریب ھنوں کے بادشاہ بغدور نے انہیں تاخت و تاراج کیا تھا ۔ لیکن جب ھن چینیوں کے زیر اثر آگئے تو تنگوسوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیے ۔ ۸۶ ق ۔ م سے ۴۳ ق ۔ م تک تنگوسوں کے ایک قبیلے نے ھن بادشاھوں کے مقبرے تاراج کیے اور نعشیں اکھڑوا کر بغدور کے ظلموں کا بدلہ لیا ۔ تنگوسوں کا ایک زبردست فاتح دارو جیگوئے نامی گذرا ھے جس کا عہد حکومت ۱۴۶ء سے ۱۶۷ء تک تھا ۔ اس بادشاہ کے ایک سردار کا نام شالو خاں تھا ۔ جس نے چینیوں کو متعدد شکستیں دیں ۔ ۱۷۷ء میں چینیوں اور جنوبی ھنوں نے تنگوسوں سے زبردست شکست کھائی ۔ تاتار اور شمالی چین میں یہ قوم صدیوں بر سر اقتدار رھی ۔ اس قوم کے بعض طالع آزما اشخاص چین کی ریاستوں کے حکمران بن گئے ۔ ان میں ایک خاندان ٹوبے بھی تھا ۔ جس نے تاتاری لباس ترک کرکے چینی معاشرت اختیار کر لی ۔ ۵۱۸ء میں ایک ٹوبے بادشاہ نے گندھارا سے بدھ مذھب کی کتابیں منگوائیں اور ۵۴۳ء میں ایک اور ٹوبے بادشاہ نے تاتاری ترکوں کے خاقان کے دربار میں سفیر بھیجا جو اس وقت تک تاتار میں دوسری قوموں پر غلبہ حاصل کر چکے تھے ۔ ۴۰۰ء اور ۵۰۰ء کے درمیان تاتار میں سائبیریا کی ایک قوم کان کلی اور ایک تاتاری قوم جیوجن یکے بعد دیگرے بر سر اقتدار آئیں ۔ جیوجن قوم کے اقتدار کا خاتمہ ترکوں کے ھاتھوں ھؤا ' جو ھنوں ' تنگوسوں ' نفتالیوں کی طرح تاتار ھی کی ایک قوم تھی ۔

ترکوں کا ظہور

جیوجن قوم کے بادشاھوں نے ترک قوم کے قبیلوں کو لوھے کی کانوں میں کام پر لگا رکھا

رکھا تھا جہاں سے انہوں نے طاقت حاصل کی ۔ ترکوں کی اپنی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے بزرگ ایک پہاڑ کے درے میں جس پر لوہے کا پھاٹک لگا ہوا تھا قید تھے ۔ وہاں سے وہ پھاٹک توڑ کر نکلے ۔ تاریخی حیثیت سے ثابت ہے کہ ایک ترک سردار تومن نامی نے جیوجن بادشاہ انا کوئے سے بیٹی کا رشتہ طلب کیا ۔ انا کوئے ترکوں کو غلام لوہار سمجھتا تھا ۔ اس نے انکار کیا ۔ اس پر تومن نے انا کوئے سے جنگ کی اور اسے شکست دے کر جیوجن قوم کو تباہ کر ڈالا ۔ اسی طرح ۵۰۰ء کے قریب ترک قوم تاتار میں بر سر اقتدار آ گئی ۔ ترک سردار کاگان یا خاقان کہلاتے تھے اور ہر خاقان جدا لقب سے پکارا جاتا تھا مثلاً نیک خاقان ' بڑا خاقان ' منصف خاقان ' بہادر خاقان وغیرہ ۔ خاقان اعظم کی بیوی کا لقب خاتون تھا ۔ ترکوں نے بر سر اقتدار آکر سارے شمالی میدان اعظم پر قبضہ کر لیا ۔ اور اس طرح شرقاً غرباً تین ہزار میل کے طول اور شمالاً جنوباً دو ہزار میل کے عرض میں ایک وسیع سلطنت پیدا کر لی ۔ بیکال ، بالکش ' ارال کے بحیرے سب ان کی سلطنت کے اندر تھے ۔ چینیوں کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ترکی اعظم کی حدیں شمال میں ایسے خطوں پر حاوی تھیں جہاں رینڈیر اور برفانی ہرن رہتے ہیں اور انسان برفانی جوتے پہنتے ہیں اور برف پر چلنے والی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں ۔ مچھلی کی کھال پہننے والوں (اسکیموؤں) کا ذکر بھی ملتا ہے جو ترکوں کے باجگزار تھے ۔

ترک اپنے سردار کا انتخاب کرکے اسے قالین پر بٹھا کر دن میں نو دفعہ اٹھا کر باہر لے جاتے تھے اور آخری مرتبہ اسے گھوڑے پر سوار کرکے اس کا گلا گھونٹ کر پوچھتے تھے کہ کتنے سال حکومت کروگے ۔ سردار اس گھبراہٹ کے عالم میں جو جواب دیتا اس کے پابند رہتے ۔ ٹیکس جانوروں

کی شکل میں وصول کرتے تھے - حساب لکڑی پر نشان لگا کر رکھتے تھے - حکمرانی اور سرداری کا نشان ایک سوفار ہوتا تھا جو لکڑی سے سونے کے تار کے ساتھ باندھا جاتا تھا - آنکھ کا بدلہ لڑکی یا عورت ' عضو کا بدلہ گھوڑے ' لوٹ کا بدلہ دس گنا مال کی صورت میں وصول کرتے تھے - مردوں کے جنازے خیمے سے باہر رکھ کر کئی دن قربانیاں کرتے - خون کے آنسو روتے پھر اسے دفن کر دیتے - قبر پر اتنے پتھر رکھتے جتنے متوفی نے اپنی زندگی میں خون کیے ہوں - اس روز جشن مناتے - ترک آسمان اور زمین کی مخفی قوتوں ' روحوں اور بھوتوں کو مانتے تھے - بدھوں سے انہوں نے مذہب اور تحریر کا فن حاصل کیا - ترک خاقان ھن بادشاھوں کی طرح چین کے بادشاھوں سے لڑکیاں لیتے اور تحائف وصول کیا کرتے تھے - یہ بڑے ماہر شہسوار تھے اور جنگی مہم چاند کے زوال پر شروع کیا کرتے تھے -

۵۸۷ء تک ترکوں نے افغانستان اور سگدیانا (ترکستان) تک اپنی سلطنت کو توسیع دے دی تھی اور ایران کے ساسانیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی - ترک خاقان چین کے شاھنشھوں سے بالعموم دوستانہ تعلقات رکھنے کو ترجیح دیتے تھے لیکن بعض دفعہ لڑائیاں بھی ھوجاتی تھیں - چینی دربار کی پالیسی ترکوں کے متعلق وھی تھی جو صدیوں پہلے اس نے تاتار کے ھنوں کے متعلق اختیار کر رکھی تھی - ۵۹۵ء تک ترک بلخ اور ھرات پر قابض ھو چکے تھے - اور کوشانی خاندان کے افتالی بادشاھوں کو اپنا باجگزار بنا کر انہیں ارمنوں اور ایرانیوں کے برخلاف مدد دے رہے تھے -

افتالیوں کو جنہوں نے پہلی صدی مسیحی کے آغاز میں افغانستان، ترکستان اور پنجاب میں سلطنت قائم کرکے کوشانی خاندان کی بنیاد رکھی ہنوں نے ملک خطا سے نکالا تھا - اور ہنوں کو دوسری صدی مسیحی میں تنگوسوں نے مغرب کی جانب دھکیلا جو یورپ اور ہندوستان میں یلغاریں کرنے کا موجب بنے - ہنوں کے پیچھے ترک آئے جن کا حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا -

———

یورپ میں طوایف الملوکی

ولادت مسیح کے بعد کی ابتدائی صدیوں میں وسطی یورپ کے وہ ملک جو دریائے رائین کے مشرق اور دریائے ڈنیوب کے شمال میں واقع ہیں رومی سلطنت کے حلقۂ اقتدار سے آزاد تھے - باقی سارے ملک جن میں ہسپانیہ ، فرانس اور انگلستان بھی شامل ہیں رومی سلطنت کے اجزا بن چکے تھے - ان ملکوں میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا - جابجا امرا کی جاگیریں قائم تھیں - جن کے اقتدار کے نیچے عام لوگ کھیتی باڑی کر کے بسر اوقات کر رہے تھے - یہ لوگ بہت سادہ تھے - اور نیم وحشیانہ سی زندگی بسر کر رہے تھے - معاشرتی نظام قبیلوی تھا - ہر قبیلہ اپنے سردار کے ماتحت کام کر رہا تھا - ابتدائی قسم کی مظاہر پرستی ان کا عام مذہب تھا - بربریت میں رومیوں اور ہنوں سے کسی طرح کم نہ تھے - یورپ کی ان قوموں نے جو دریائے رائین کے مشرق اور ڈینیوب کے شمال میں آباد تھیں دوسری صدی مسیحی سے رومیوں کی سلطنت پر حملے شروع کر دیئے تھے - یہ قومیں رومی قیصروں کے لیے آئے دن پریشانی کا موجب بنی رہتی تھیں لیکن رومی ان کی طاقت سے اتنے خائف تھے کہ انہوں نے کبھی انہیں سر کر کے مطیع بنانے کی کوشش نہ کی - غارت گری اور تاراجی کی عادت نے ان قوموں کے حوصلے بہت بڑھا دیئے - اور چوتھی صدی مسیحی میں ان کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئیں - یہ قومیں جرمن تھیں جرمن قوم کا قبیلہ گاتھ رومیوں کو تنگ کر رہا تھا اور اس کے دوسرے قبائل نے ۴۴۹ء میں انگلستان کے جزیرے پر یلغاریں بھیجنی شروع کر دیں - یہ قبیلے جیوٹ ، اینگلس اور سیکسن تھے جو ان حملوں کے دوران میں کثیر تعداد میں انگلستان

میں آباد ہو گئے ۔ ان حملہ آوروں اور قدیمی باشندوں کی تمدنی حالت اور معاشرتی تنظیم ابھی ابتدائی سی تھی جسے وحشیانہ سے بہتر لفظ نہیں دیا جا سکتا ۔ یہ لوگ جھونپڑے بنا کر رہتے تھے۔ لوٹ مار، شکار، کھیتی باڑی اور ماہی گیری پر گزارہ کرتے تھے - چین ، ہندوستان ، گندھارا ، ایران حتیٰ کہ اس عہد کے رومیوں کے مقابلے میں ان یورپی قبائل کی تمدنی حالت بہت پست تھی - ان یورپی اقوام کی غارت گرانہ نقل و حرکت کا ذکر ہم رومیوں کے حال کی فصل میں لکھ چکے ہیں ' اور بتا چکے ہیں کہ گاتھوں اور ہسپانیہ کے وینڈلوں کے حملوں نے کس طرح روما کی قیصریت کا خاتمہ کر دیا اور وینڈلوں نے افریقی مقبوضات پر سسلی تک قبضہ جما لیا اور اٹلی میں ایک گاتھ سردار الاریک نے اپنی بادشاہی قائم کر لی - ۴۰۰ء سے ۵۰۰ء تک یورپ کی سرزمین مشرق کی طرف سے آنے والے ہنوں کی یلغاروں کا تختۂ مشق بھی بنی رہی جس کا حال پچھلی فصل میں بیان کیا جا چکا ہے ۔

چھٹی صدی مسیحی کے حالات

چھٹی صدی مسیحی (۵۰۰ء سے ۶۰۰ء تک) میں دنیا میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ان کی مختصر سی داستان یہ ہے کہ رومی قیصر جسٹنین اول نے جس کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا پرانی رومی سلطنت کے افریقی اور ہسپانوی مقبوضات ونڈلوں سے چھین کر اپنی سلطنت کو توسیع دی۔ قسطنطنیہ میں سینٹ ایا صوفیا کا بڑا گرجا تعمیر کرایا۔ اور ایک درسگاہ قائم کی جس میں عیسائیت کے فلسفے اور انجیل کی تعلیم دی جاتی تھی سلطنت کے قوانین از سر نو مدون کیے۔ ایتھنز کے سکول جس میں پرانے یونانی حکما کے فلسفے کی تعلیم دی جاتی تھی بند کر دیئے۔ اس کے عہد میں طاعون کی وبا نے پھر تباہی مچائی اور اس کی وفات کے بعد رومی سلطنت پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ اٹلی میں لومبارڈ قوم کے لوگوں نے سر اٹھایا۔ یوگو سلافیہ (سرویا، کروشیا اور ڈالمشیا) میں سلافی اور آوار قوموں کے لوگ شمال کی طرف آکر آباد ہونے لگے اور قسطنطنیہ کے رومی قیصروں کے ساتھ جن کو اب سے بعد بازنطینی بھی لکھا جائیگا ایران کے شہنشاہوں نے جنگوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ جسٹینئین کا عہد حکومت ۵۲۷ء سے ۵۶۵ء تک رہا۔

قیصر جسٹینئن کی وفات کے بعد یورپ کے ملکوں پر قیصر روم کا اقتدار ختم ہو گیا۔ ھنوں کی طاقت بھی زوال پذیر ہو چکی تھی۔ اس لیے یورپ کے ملکوں میں متعدد بادشاہیاں اور جاگیر داریاں قائم ہوگئیں۔ شمالی جرمنی، ڈنمارک اور انگلستان میں اینگلو سیکسن (جرمن قبائل مسلط ہو گئے تھے۔ فرانس میں ورینک (جرمن)

حکمرانی کرنے لگے تھے ۔ اٹلی میں لومبارڈ اودھم مچا رہے تھے۔ اور بلقان میں سلاف اور آوار قبائل اپنی جاگیریں قائم کر رہے تھے ۔ عوام کی حالت بہت پست تھی ۔ احساس و علم کا نام تک نظر نہ آتا تھا ۔

ایران میں ساسانی خاندان کے بادشاہ حکومت کر رہے تھے ۔ خسرو نوشیرواں عادل نے جس کا عہد حکومت ۵۳۱ء سے ۵۷۹ء تک تھا مالگذاری کے نظم و نسق کی اصلاح کی ۔ زرتشتی دین کو جو آتش پرستی کی صورت اختیار کر چکا تھا پھیلانے اور قائم کرنے کی کوشش کی ۔ عربستان میں فوجی مہم بھیجی اور یمن کو سر کیا ۔ مشرق میں اپنی سلطنت کو مغربی ترکستان تک وسعت دی ۔ ۵۴۰ء میں قسطنطنیہ کے بازنطینی قیصر جستینیئن کے ساتھ بھی جنگ شروع کر دی ۔ قیصر نے فی‌الفور صلح کر لی لیکن شام اور عراق کی سرحدوں کے عرب ملوک جو علی‌الترتیب قیصر روم اور شاہ ایران کے زیر اثر تھے برابر لڑتے رہے ۔ نوشیرواں نے حلب اور حمص کو تاراج کیا جس کے بعد پھر صلح ہو گئی ۔ ان جنگوں میں ترک قوم کے قبائیلی لشکر بھی حصہ لیتے رہے جو وسط ایشیا سے چل کر ان دنوں ایشائے کوچک میں داخل ہو رہے تھے ۔ ان لشکروں نے کبھی شہنشہاہ ایران کی مدد کی اور کبھی وہ بازنطینی قیصر کی فوجوں کے حلیف بنتے رہے ۔

انوشیرواں عادل کے بعد اس کا بیٹا ہرمز چہارم تخت پر بیٹھا جسے اس کے بیٹے خسرو پرویز نے سپہ سالار بہرام کی مدد سے ۵۹۰ء میں معزول کر دیا ۔ اور خود بادشاہ بن بیٹھا ۔ اس کے بعد پرویز اور بہرام میں ٹھن گئی اور پرویز کو بھاگ کر بازنطینی قیصر کی پناہ لینی پڑی ۔ پرویز قیصر کی مدد لے کر لوٹا اور بہرام کو شکست دے کر شہنشاہ بن گیا ۔ ۶۰۲ء میں قسطنطنیہ میں ایسا ھی انقلاب آیا اور قیصر مارلیس جس نے پرویز کی مدد کی تھی معزول کر دیا گیا ۔ اس پرویز نے شام پر لشکر کشی کی ۔ اور ادیسہ کا قلعہ سر کر لیا ۔ ۶۱۰ء میں ہرقل

بازنطینیه کا قیصر مقرر ہؤا لیکن شہنشاہ ایران کے لشکر شام کی سر زمین کو برابر تاراج کرتے رہے - ۶۱۳ء میں خسرو پرویز کی فوجوں نے انطاکیہ اور دمشق کے شہر سر کیے - ۶۱۴ء میں یروشلیم فتح کیا اور اس مقدس صلیب کو اٹھا کر اصفہان لے گیا ' جس کی نسبت عیسائیوں کا خیال تھا کہ یہ وہی اصلی صلیب ہے جس پر حضرت یسوع مسیح کو لٹکایا گیا تھا - یروشلیم کو سر کرنے کے بعد ۶۱۶ء میں خسرو پرویز کی فوجوں نے مصر کو تاراج کیا اور ۶۱۹ء میں ایشیائے کوچک کو بھی سر کر لیا - ۶۲۱ء میں جنگ کا پانسہ پلٹا اور ھرقل کے لشکر نے ایشیائے کوچک میں ایرانیوں کو شکست دی - ۶۲۵ء تک شمالی ایران کو تاراج کیا - اور ۶۲۷ء میں نینوہ کے مقام پر ایرانیوں کو شکست فاش دی - اس شکست پر خسرو پرویز کے بیٹے کیقباد نے ایرانی امرا سے سازش کی - باپ کو معزول کر دیا اور مروا ڈالا - قباد نے ھرقل سے صلح کرلی - صلح کی شرطوں میں ایک شرط تھی کہ یروشلیم کے معبد کی وہ مقدس صلیب واپس کر دی جائے گی ' جسے قباد کا باپ پرویز اٹھا کر اصفہان لے گیا تھا - اس طرح ۶۲۸ء میں قباد ایران کا شہنشاہ بن گیا -

شمالی ہندوستان چھٹی صدی مسیحی کے آغاز میں سفید ھنوں کے زیر اقتدار تھا جو وسط ایشیا کی ایک وحشی قوم تھی - وسطی ھند میں گپتا خاندان کے راجے حکومت کر رہے تھے اور دکن میں متعدد بادشاھیاں قائم تھیں - ۵۲۸ء میں وسط ھند کے راجا نرسم ھا گپتا اور پنجاب کے ایک رئیس یسودھرمن نے مل کر ھنوں کے بادشاہ مہر گل کو پنجاب سے نکال دیا - اور ۵۴۰ء تک کشمیر بھی ھنوں کے اقتدار سے آزاد ھو گیا - اس صدی کے نصف آخر میں ھندوستان میں متعدد خود مختار ریاستیں بن گئیں - ساتویں صدی مسیحی کے آغاز میں ھریش چندر نامی ایک راجے نے شمالی ھند میں ایک وسیع سلطنت پیدا کرلی دکن میں چالوکیہ خاندان کی ایک بڑی سلطنت قائم ھو گئی ان کے علاوہ چند اور آزاد اور خود مختار ریاستیں تھیں - ھریش کے عہد میں مشہور

چینی سیاح ھو آن سیانگ نے ھندوستان کی سیاحت کی ۔ ھو آن سیانگ ۶۲۹ء سے ۶۴۵ء تک ھندوستان کی سیر کرتا رھا ۔ اس کے سفر نامے سے ھندوستان کے حالات پر بہت روشنی پڑتی ہے ھو آن سیانگ لکھتا ہے کہ پنجاب میں جابجا تباہ شدہ شہروں اور برباد شدہ بستیوں کے کھنڈر دیکھنے میں آئے ۔

چین کی سر زمین ۲۲۰ء سے طوائف الملوکی کا شکار چلی آ رھی تھی ۔ چھٹی صدی مسیحی میں شمالی چین پر وسط ایشیا کے ھن قابض تھے اور جنوبی چین میں سوئی خاندان کے بادشاہ حکمرانی کر رہے تھے ۔ ۶۱۹ء میں تائی تسونگ نے چین کے سیاسی شیرازہ کو از سر نو متحد اور منظم کر کے ٹانگ خاندان کی حکمرانی کی بنیادیں استوار کیں ۔ اور قدیم چینی کلچر ، چینی روایات ، بدھ کے فلسفہ اور ھنوں کی شجاعت پر نئے چین کی عمارت تعمیر کی ۔ اس وقت تک شمالی میدان اعظم میں ھنوں کا اقتدار ختم ھو چکا تھا اور قبائلی طوایف الملوکی کا دور دورہ تھا ۔ اس لیے تائی تسونگ نے اس میدان اعظم کے بیشتر حصے پر قبضہ کر لیا ۔ ۶۲۷ء تک تائی تسونگ کی سلطنت کی حدیں مغرب میں بحیرہ خزر (کیسپئین) تک جنوب میں جزیرہ نمائے ھند چینی کی ریاست انام تک اور شمال میں سلسلۂ کوھستان الطائی تک پھیل گئی تھیں ۔ اس بادشاہ کے عہد میں مشہور چینی سیاہ ھو آن سیانگ نے ھندوستان کا سفر کیا ۔ جو بھگوان بدھ کی جنم بھومی ، آن کے بدھی حاصل کرنے کی جگہ اور بدھ مذھب کے دوسرے آثار دیکھنے کے لیے آیا تھا ۔ اس عہد میں ھندوستان میں بدھ مذھب زوال پذیر ھو چکا تھا اور برھمنی مت اپنی نئی شکل میں عروج حاصل کر رھا تھا ۔ البتہ چین میں بدھ مت کے پیرو بہت بھاری تعداد میں پیدا ھو چکے تھے ۔

دور ظلمت کے حالات پر تبصرہ

چھٹی صدی مسیحی کے اواخر اور ساتویں صدی مسیحی کے آغاز میں احوال عالم کی عام کیفیت یوں نظر آ رہی تھی کہ دنیا میں ہر طرف بد امنی اور طوایف الملوکی کا دور دورہ تھا - یورپ میں روم اور قسطنطنیہ کے رومی اور بازنطینی قیصروں کے اقتدار کے زوال کے باعث قبائل گردی بہت ترقی کر رہی تھی - جس نے یورپ کے امن کو تباہ و برباد کر رکھا تھا - ایران کی سلطنت میں ساسانی حکمرانوں کے جابرانہ طرز حکومت کے باعث عام لوگ بہت تباہ حال ہو رہے تھے - شمالی میدان اعظم میں بحرالکاہل سے لے کر یورپ کے وسطی ملکوں تک تاتار کی وحشی قومیں نہ صرف ایک دوسری پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے بر سر پیکار رہتی تھیں بلکہ ہندوستان ، ایران اور یورپ کے ملکوں کو بھی اپنی لوٹ کھسوٹ کا تختہ مشق بنا رہی تھیں - ولادت مسیح سے لے کر چھ سو سال تک کے دور کے واقعات جو اس باب میں بیان کیے جا چکے ہیں ظاہر کرتے ہیں کہ اس دور میں جابر و قاہر انسانوں کی جمعیتیں عام لوگوں کی تباہی و بربادی کا موجب بنتی رہیں - جن قوموں کو ہنوں اور وسط ایشیا کی دوسری وحشی قوموں کے ہاتھوں تاراج ہونے کا سابقہ پڑا اُن کے شہر برباد ہوگئے بستیاں اُجڑ گئیں اور زمینیں بے آباد ہو گئیں- ایران کی سلطنت اگرچہ بیرونی حملوں سے محفوظ رہی لیکن اس کے حکمرانوں کی بدنظمی اور عمال حکومت کے جبر کے باعث ایران کی رعایا بھی تباہ حالی کی زندگی بسر کر رہی تھی- اس کے علاوہ چھٹی صدی مسیحی کے اواخر اور ساتویں صدی مسیحی کے اوائل میں رومی قیصروں اور ایرانی شاہنشہوں کے درمیان لڑائیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا جس کے باعث دونوں سلطنتوں کی رعایا کی مشکلات بڑھتی چلی گئیں اور بین الاقوامی تجارت کو بہت نقصان پہنچا - چین کا وسیع ملک بھی اس

دور کے بیشتر حصے میں طوایف الملوکی کا شکار بنا رہا ۔ ہندوستان کی کیفیت بھی اس سے بہتر نہ تھی۔ طرز حکومت قریب قریب ہر جگہ یکساں تھا ۔ جابر و قاہر اور مطلق العنان بادشاہ حکمرانی کرتے تھے ۔ جن کی طاقت کا انحصار درباریوں ' عمال اور فوج کی آن جمعیتوں پر ہوتا تھا جن کو یہ بادشاہ ہر قسم کی رعایتیں دے کر اپنے تخت کے گرد جمع کر لیتے تھے۔ اور انہیں رعایا کو لوٹنے کے وسیع اختیارات دے دیتے تھے ۔ اس کیفیت کے باعث جاگیرداری کا نظام ہر جگہ بد ترین صورتوں میں جلوہ گر ہو رہا تھا ۔ روم اور ایران کے بعض اچھے بادشاہوں نے اپنی اپنی سلطنت کے انتظام کو بہتر بنانے کی کوششیں کیں لیکن عام طور پر حکمران طبقہ عام لوگوں کو اپنا ادنےٰ ترین غلام سمجھتا تھا اور ان کے واجبی حقوق کو پامال کرنے میں کسی قسم کے دریغ سے کام نہ لیتا تھا ۔ غلاموں کی خرید و فروخت کا بازار اس دور میں خوب گرم ہوا ور آقا اپنے غلاموں سے جانوروں کا سا سلوک کرنے اور ان سے بے دردی سے کام لینے کو اپنا جائز حق سمجھتے تھے ۔ سودی لین دین دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک عام وبا کی صورت میں پھیل چکا تھا ۔ سونے اور چاندی کے سکے ہر جگہ چلنے لگے تھے۔ عورتوں کو لونڈیاں بنا کر رکھنے اور انہیں بازاروں میں فروخت کرنے کا فیشن بھی بہت عام تھا ۔ وحشی قومیں اورقبیلے اپنے دشمنوں کی عورتوں کو لونڈیاں بناکر رکھنا اپنا جائز حق خیال کرتے تھے۔ لیکن ان کی اپنی عورتیں بہت آزاد تھیں اور مردوں سے واجبی عزت کراتی تھیں ۔

اس دور میں یورپ ، شمالی افریقہ اور مشرق ادنےٰ میں عیسائیت نے بہت ترقی کی ۔ ان ملکوں کی آبادیوں نے بھاری تعداد میں دین مسیحی قبول کر لیا جو مصر کے یونانی حکمرانوں کے معتقدات کے زیر اثر آکر تثلیث پرستی کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ عیسائیت کو پر جوش مبلغوں ، راہبوں اور روحانی پیشواؤں کی کوششوں کے باعث بہت فروغ حاصل ہوا اور اس دین کے پیروؤں کے منظم سلسلے قائم ہو گئے جو کلیسا (چرچ) کہلائے۔ بعض کلیساؤں کے پیرو اپنے معبدوں میں حضرت

مریم اور حضرت مسیح کے بت بھی رکھنے لگے ۔ اور تثلیث کے عقیدہ کے باعث عیسائیوں میں خدا ' روح ' حضرت مریم اور حضرت مسیح کی الوھیت وغیرہ کے متعلق بہت سی فلسفیانہ بحثیں پیدا ہونے لگیں ۔ اس دور کے آخر میں روم کے قیصر عیسائیت کو اپنا سرکاری دین قرار دے چکے تھے اور اس کی ترویج و ترقی کے لیے بہت کوشش کرنے لگے تھے ۔ دین مسیحی کی سرپرستی کے منصب کو یہ بادشاہ اپنے شاہی اثر و اقتدار کی ترقی کے لیے بھی استعمال کرتے تھے ۔ عیسائیوں میں ہم مذہب ہونے کے باعث ایک دوسرے سے ہمدردی کرنے کا احساس ترقی کر رہا تھا اس طرح دنیا میں ایک نئی برادری قائم ہونے لگی تھی جس کی بنیاد نسل یا ملک کے بجائے مذہبی عقیدہ کی یکسانی پر قائم تھی عیسائیت کے مبلغ عام لوگوں کو حلم رافت محبت اور بردباری سے زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتے تھے ۔ یہودی مذہب یعنی دین موسیٰ کے پیرو دنیا کے تمام ملکوں میں منتشر ہوگئے تھے ۔

سلطنت ایران میں سرکاری دین زرتشتی تھا جس نے آتش پرستی کی قدیم شکل اختیار کر لی تھی ۔ یہ لوگ آتشکدے بناتے تھے اور ان میں آگ کی پرستش کرتے تھے ۔ زرتشتی مذہب کے پیرو آگ کو "آھورہ مزدہ " (نور اور نیکی کے خدا) کا مظہر خیال کرتے تھے ۔ ان کے علاوہ ایران میں مانی کے پیرو بھی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن یہ لوگ اپنے عقاید کا اعلان نہیں کرتے تھے ۔ مانی کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ زرتشتی دین کو زندہ کرنے کے لیے خدا کی طرف سے مامور ہے اور اس دین کے پیروؤں کے معتقدات میں جو خرابیاں آ گئی ہیں ان کو دور کرنے کا خواہاں ہے ۔ افغانستان ، ترکستان ، تاتار اعظم اور چین میں اس دور میں بدھ مذہب کو بہت فروغ حاصل ہوا ۔ بدھ مت کے پیرو بدھ کو خدا سمجھ کر اس کے بت پوجنے لگے تھے ۔ اس دور میں بدھ کے بت اتنی کثیر تعداد میں بنے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ اس وجہ سے سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے فن کو بہت فروغ حاصل ہوا ۔ ھندوستان میں پہلے بدھ مذہب اور قدیم برھمنی مذہب

ایک دوسرے کے متوازی پھلتے پھولتے رہے۔ لیکن بعد میں برھمنی مذھب کے پیرو غالب آ گئے۔ جنھوں نے مندروں میں دیوتاؤں کی مورتی پوجا کو بہت ترقی دی۔ ھندوؤں کے نئے دیوتا قدرت کی مخفی طاقتوں کے مظہر سمجھے جاتے تھے جن میں لکشمی اور گنیش خاص طور پر قابل ذکر ھیں۔

علمی اور فنی حیثیت سے اس دور میں انسان نے کسی جگہ بھی کوئی خاص اور نمایاں ترقی نہیں کی۔ اور نہ کوئی نئی دریافت یا ایجاد حاصل کی جو اس دور کا طغرائے امتیاز بن سکتی۔ رومی قیصروں اور ایرانی شہنشاھوں کو صرف حکومت کرنے سے غرض تھی۔ چین کے لوگ اس دور میں بد امنی اور طوایف الملوکی کا شکار بنے رہے۔ اس دور کے آغاز میں اسکندریہ (مصر) کے یونانیوں اور مصریوں میں جو تھوڑی بہت علمی سرگرمیاں نظر آتی تھیں وہ مصر پر رومیوں کا اقتدار چھا جانے کے باعث ماند پڑ گئیں۔ اسکندریہ کا کتب خانہ اور تجربہ گاہ بھی انھی انقلابات میں تباہ ھو کر رہ گئے۔ ھندوستان میں برھمنی مت کے از سر نو زندہ ھونے کے باعث سنسکرت زبان نئے سرے سے زندہ ھوئی اور کالیداس ایسے ڈراما نویس اور شاعر پیدا ھوئے۔ اس کے علاوہ ھندوؤں نے علم حساب اور علم نجوم کو ترقی دینے کے لیے بھی اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

آریہ بھٹ ایسا مشہور ھیئت دان بھی اس دور میں پیدا ھوا جس نے خط استوا پر جا کر ستاروں کی گردش کے حساب کا مشاھدہ کیا اور اس علم کو بہت ترقی دی۔ آریہ بھٹ نے سب سے پہلے یہ نظریہ قائم کیا کہ زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہے اس نے کرہ زمین پر اوقات کے تفاوت کا حساب بھی لگایا۔ اور سورج گرھن اور چاند گرھن کے حسابات از سر نو درست کیے۔

علم طب کو عیسائی راھبوں اور ھندو یوگیوں کے باعث اس دور میں تھوڑی سی ترقی حاصل ھوئی۔ ان استثنائی کیفیات کے ساتھ دنیا بھر میں جہالت عام تھی۔ جسے دور کرنے اور تحریر کے فن کو ترقی دینے

اور نئے نئے مقامات پر رائج یا روشناس کرنے کے لیے عیسائیت اور بدھ مت کے مبلغوں نے کوششیں جاری رکھیں لیکن یہ کوششیں صرف اسی حد تک بار آور ہوئیں کہ بادشاہوں ، جاگیرداروں اور امیروں کو اپنا حساب کتاب رکھنے اور خطوط لکھوانے کے لیے منشی ، متصدی میسر آنے لگے - ان وجوہ اور ان کیفیات کے باعث ہم نے اس شش صد سالہ دور کا نام دور "ظلمت" تجویز کیا ہے جو ہر لحاظ سے موزوں نظر آ رہا ہے - اس دور ظلمت میں علمی روشنی کی کچھ کرنیں اگر کہیں نظر آتی تھیں تو وہ ہندوستان کی سر زمین تھی - لیکن یہ کرنیں بھی ساتویں صدی مسیحی کے آغاز میں راجہ ہریش چندر کے ساتھ ہی رخصت ہو گئیں -

---

حصہ اول تمام شد

حصہ دوم

یہ حصہ پہلی مرتبہ شائع ہو رہا ہے

دسواں باب

لوہے کا زمانہ (۳) دور نہضت

۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک

عرب میں نئی طاقت کا ظہور - حضرت محمد اور دین اسلام - ایران و روم پر عرب مسلمانوں کی یلغاریں - دین اسلام کی توسیع و ترقی - پہلے چار خلفا کا عہد - بنو امیہ کی امارت اور بادشاہی - مزید فتوحات - بنو عباس کی خلافت - قرطبہ اور قاہرہ کی خلافتیں - مقامی امراء اور سلاطین - حیرت انگیز علمی تحقیقات اور ترقی - معاشرتی اور اخلاقی اصلاح - ترکوں کی سرگرمیاں - ترکوں کے اقتدار کی توسیع - شرق الہند میں ہندو تمدن کا نفوذ - چین، خطا، اور تاتار کی کیفیت - یورپ میں قبائل گردی - پاپائے روم کا مذہبی اقتدار - اہل فرنگ کی صلیبی مہمیں -

عرب میں ایک نئی طاقت کا ظہور

۶۲۸ء کے اواخر میں قیصر روم ہرقل ' شہنشاہ ایران خسرو پرویز ' شاہ حبشہ نجاشی ' عزیز مصر مقوقس ' ملک الشام حارث غسانی اور رؤسائے عرب کو قاصدوں اور ایلچیوں نے حجاز (عرب) کے شہر مدینہ سے ایک نئے اور نادر مضمون کے مکتوب لاکر دیئے جو ان کے وہم و خیال میں بھی نہ آیا ہوگا ۔ یہ خط پیغمبر اسلام محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھجوائے تھے ۔ ان میں سے جو خط قیصر روم ہرقل کو قیصر کے شامی حکام کی وساطت سے موصول ہؤا اس کا مضمون یہ تھا ۔

خدائے رحمان و رحیم کے نام پر اللہ کے بندے اور اس کے رسول (ایلچی - پیغمبر) کی طرف سے روم کے ہرقل عظیم کی طرف ' اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے اس کے بعد میں تجھے اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں ۔ مان لے تو سلامتی پائے گا - خدا تجھے دو دفعہ اجر دے گا ۔ اگر تونے روگردانی کی تو اہل ملک کے گمراہ رہنے کا گناہ تجھ پر ہوگا ۔ " اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا اور کسی کی پرستش نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا پروردگار قرار نہیں دے گا ۔ اگر تم نہیں مانتے تو ایسا کہ دو اور گواہ رہو کہ ہم اس بات کو مان چکے ہیں[1] " ۔

---

1 واوین سے محدود عبارت مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کی آیتوں کا ترجمہ ہے جو مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق خدا کی طرف سے نازل ہوئی ۔

جو خط ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کو موصول ہؤا اس کا مضمون یہ تھا

> خدائے رحمان و رحیم کے نام پر اللہ کے رسول (ایلچی، پیغمبر) محمد کی طرف سے فارس کے کسرائے عظیم کی طرف ۔ اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور یہ گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں تمام لوگوں (ساری نوع انسانی) کے لیے خدا کا پیغامبر ہوں تاکہ ہر زندہ شخص کو خدا کا خوف دلاؤں ۔ ایمان لے آ (مان لے) سلامتی پائے گا ۔ اگر تو نے انکار کیا تو مجوسیوں (آتش پرستوں کے گمراہ رہنے) کا گناہ تجھ پر ہوگا ۔

دوسرے بادشاہوں اور رئیسوں کو جو نامے بھیجے گئے ان کا مضمون بھی یہی تھا ۔ یہ خط اپنی نوعیت کے لحاظ سے نادر قسم کے تھے ان میں قیصر روم ، خسرو ایران اور دوسرے بادشاہوں اور رئیسوں سے دنیوی اور سیاسی قسم کی اطاعت قبول کرنے کا مطالبہ نہیں کیا گیا تھا نہ خراج مانگا گیا تھا ۔ نہ کسی اور نوعیت کی رعایت چاہی گئی تھی ، صرف یہ کہا گیا تھا کہ عبادت اور پرستش کا مرجع صرف خدا کو تسلیم کرو اور یہ مان لو کہ خط کا بھیجنے والا ساری نوع انسانی کے لیے اس خدائے واحد کا پیغام لے کر آیا ہے ان خطوں میں اس امر کی دھمکی بھی نہیں دی گئی تھی کہ اگر تم نہیں مانو گے تو اسلام کے لشکر تمہاری سلطنت پر چڑھائی کر دیں گے بلکہ صرف یہ کہا گیا تھا کہ اسلام کے پیغام کو قبول کرنے کے لیے تمہارے لیے اور اور تمہاری قوموں کے لیے سلامتی ہے اور اگر نہیں مانوگے تو اپنی قوموں کے گمراہ رہنے کے گناہ کا بار تمہاری گردنوں پر ہوگا کیونکہ تم ان پر حکومت کر رہے ہو ۔

روم کے قیصر ہرقل نے خط کا مضمون سنا اور خاموش ہو رہا ۔ قیصر نے عرب کے اس نئے پیغمبر کو نفی یا اثبات میں جواب بھیجنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی ۔ مصر کے عزیز مقوقس نے جواب ارسال کیا

اور تحایف بھیجے نیز لکھا کہ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی۔ عرب کے رئیسوں نے مختلف جواب بھیجے۔ یمامہ کے رئیس نے لکھا کہ اگر حکومت میں میرا بھی حصہ ہو تو میں آپ کی پیروی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ شام کا رئیس، حارث غسانی خط کا مضمون پڑھ کر بہت برہم ہؤا۔ اس نے اپنی فوج کو حجاز پر چڑھائی کرنے کے لیے تیاری کا حکم دے دیا۔ شام کے غسانی رئیس عیسائی تھے اور قیصر روم کے زیر اثر حکومت کر رہے تھے۔ شاہ حبشہ نجاشی نے دین اسلام اختیار کر لیا اور جواب میں لکھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدائے واحد کے سچے پیغمبر ہیں۔ خسرو ایران پرویز خط کا مضمون سن کر بہت برہم ہؤا اس نے انداز خطاب کو اپنی شان خسروی کے منافی سمجھا۔ خط کا کاغذ لے کر پھاڑ ڈالا اور یمن کے ایرانی گورنر کو حکم دیا کہ کسی شخص کو حجاز بھیجو جو نبوت کے اس مدعی کو پکڑ کر میرے دربار میں حاضر کرے۔ یمن کے ایرانی گورنر نے اپنے دو آدمی مدینے بھیجے جنہوں نے اللہ کے رسول کو خسرو ایران کی طرف سے طلبی کا پیغام پہنچایا اور کہا کہ اگر شہنشاہ کے حکم کی تعمیل نہیں کروگے تو اس کے لشکر تمہارے ملک کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ پیغمبر خدا نے جواب دیا کہ اسے جا کر کہہ دو کہ اسلام کے لشکر تمہاری سلطنت کو اسی طرح پارہ پارہ کریں گے جس طرح تم نے میرے خط کو پرزہ پرزہ کیا۔ یہ قاصد رسول خدا کا جواب لے کر یمن پہنچے ہی تھے کہ اطلاع موصول ہوئی کہ پرویز کے بیٹے شیرویہ قباد نے باپ کو قتل کر دیا ہے اور تخت سلطنت پر خود قبضہ جما لیا ہے۔

پیغمبر عرب کے قاصد اسی مضمون کا ایک نامہ لے کر عرب تاجروں کی معیت میں ۶۳۱ء میں چین کے شہنشاہ اعظم تائی تسونگ کے دربار بھی پہنچے جس کی سلطنت بحرالکاہل سے لے کر بحیرہ خزر تک پھیلی ہوئی تھی۔ تائی تسونگ ان قاصدوں کے ساتھ احترام سے پیش آیا اور اس نے عربوں کو کینٹن میں مسجد بنانے کی اجازت دے دی۔ کینٹن کی یہ مسجد آج تک موجود ہے اور چین کے پرانے ریکارڈ

سے ان عرب قاصدوں کا حال ملتا ہے جو پیغمبر عرب ص کا خط لے کر گئے تھے -

یہ خطوط جو ۶۲۸ء میں حجاز (حصۂ عرب) کے شہر مدینہ سے دنیا کے بڑے بڑے بادشاھوں اور رئیسوں کے نام بھیجے گئے ایک نئی مذھبی تحریک "اسلام" کے ھادی اور منّاد کی طرف سے تھے جو انیس بیس سال سے حجاز میں طاقت پکڑ رھی تھی اب ذرا اس نئی طاقت کے ظہور و عروج کا حال سنیے جو بعد میں کئی قسم کے انقلابات لانے کا موجب بنی -

حضرت محمدؐ اور دین اسلام

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے پیشواؤں میں جن کی تعلیمات نے انسان کی بڑی بڑی جمعیتوں کو صدیوں تک متاثر کیے رکھا اور برابر متاثر کر رہی ہیں ۔ حضرت محمد ص ہی ایک ایسے پیغمبر ہیں جن کی زندگی کے واقعات تاریخی حیثیت سے کامل صحت کے ساتھ مرتب کرکے محفوظ کیے جا چکے ہیں ۔ حضرت محمد ص ۵۷۰ء میں عرب کے مشہور شہر مکہ کے رؤسا کی قوم قریش کے ممتاز قبیلہ بنو ہاشم کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے ۔ باپ ولادت سے چند ماہ پہلے فوت ہوگیا ۔ ماں انہیں تین سال کا بچہ چھوڑ کر چل بسی ۔ ان کی پرورش اور نگہداشت آٹھ نو سال کی عمر تک ان کے دادا عبدالمطلب نے اور ازاں بعد ان کے ایک چچا ابی طالب نے کی جو رؤسائے مکہ میں بہت محترم اور با رسوخ شخص تھے ۔ رؤسائے مکہ کے عام بچوں کی طرح آپ نے بھی لڑکپن میں بھیڑ بکریاں چرائیں اور جوان ہو کر تجارت کو اپنا مشغلہ بنایا ۔ تجارتی قافلوں کے ساتھ ملک شام کے شہروں تک متعدد سفر کیے ۔ پچیس سال کی عمر میں آپ نے مکہ کی ایک متمول بیوہ عورت خدیجہ سے شادی کی ، جس کا تجارتی مال وہ شام کی منڈیوں کی طرف جا کر فروخت کیا کرتے تھے ۔ آپ نے چالیس برس کی عمر میں خدا کا پیغمبر ہونے کا اعلان کیا اور اپنے قبیلے اور اپنی قوم کے افراد کو مذہب اسلام قبول کرنے کی تلقین شروع کردی ۔ اس اعلان سے قبل کئی سال سے آپ کا معمول یہ تھا کہ مکہ سے دس بارہ میل کے فاصلے پر حرا نام ایک پہاڑ کے غار میں جا کر گوشہ نشین ہو جایا کرتے تھے اور کئی کئی

دن اس غار میں بیٹھ کر ذکر اور فکر میں اپنا وقت صرف کیا کرتے تھے۔ مکہ کے لوگوں نے پیغمبری کے اعلان سے پہلے آپ کو صادق الامین کا لقب دے رکھا تھا لیکن جب آپ نے خدا کا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا اور مکہ کی بعض ممتاز ہستیاں ان کا دین قبول کرکے انہیں خدا کا رسول ماننے لگیں تو رؤسائے قریش میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ انہوں نے رسول خدا کو نئے مذہب کی تبلیغ و اشاعت سے روکنے کے لیے ہر قسم کی کوششیں شروع کر دیں۔ جو مسلمانوں اور بت پرستوں (مشرکوں) کے درمیان تلخی اور کشیدگی کو فروغ دینے لگیں۔ آپ کہتے تھے کہ ہر انسان کو صرف ایک خدا ہی کی عبادت کرنی چاہئے جو ساری کائنات پر محیط اور ہر بات پر قادر ہے۔ لیکن مکہ کے لوگ خدا کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کی پرستش بھی کرتے تھے۔ اور انہیں قدرت اور تصرف کا مالک مانتے تھے۔ انہوں نے دیوتاؤں کے بہت سے بت بھی تراش رکھے تھے جن میں سے تین سو ساٹھ بت حضرت ابراہیمؑ کے بنائے ہوئے معبد کعبہ میں رکھے ہوئے تھے اور باقی ہر قبیلے اور ہر خاندان نے اپنے اپنے ہاں رکھے ہوئے تھے۔ قریش کے رؤسا میں اللہ کے دین کی مخالفت کے جذبہ میں روز افزوں ترقی ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ کعبہ صدیوں سے عربستان کی بدوی قوموں کا مقدس معبد چلا آ رہا تھا اور لوگ دور دراز سے چل کر اس معبد پر چڑھاوے چڑھانے اور نذریں گزارنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ قریش اس معبد کے متولی اور نگہبان تھے اس لیے انہیں اندیشہ ہوا کہ نئے دین کی اشاعت و ترویج انہیں ان مالی فواید سے اور اس ممتاز حیثیت سے محروم کر دے گی جو انہیں کعبہ کے بت خانے کا پجاری اور نگہبان ہونے کے لحاظ سے حاصل ہے اس لیے انہوں نے اللہ کے رسول اور ان کے پیروؤں کی مخالفت پر کمر ہمت باندھ لی۔

حضرت محمدؐ کا پیغام اپنے وقت کے عقائد کی دنیا کے لیے ایک کھڑ کھڑا دینے والا انقلابی انتباہ تھا۔ آپ نے بت پرستی کو جو اس وقت عرب کے مشرکوں، ہندوستان کے ہندوؤں، چین اور تاتار

کے بدھوں ، اور یورپ کے عیسائیوں میں شدت سے رائج تھی سختی کے ساتھ چیلنج کیا ۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے اس عقیدے کو باطل ٹھیرایا کہ کوئی انسان یا فرشتہ خدا کا بیٹا بن سکتا ہے ۔ عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث کو بھی خدا کی وحدانیت کے منافی قرار دیا اور حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے عقیدہ پر حملہ کرکے ان تمام عقیدوں کو چیلنج کیا جن کی رو سے لوگ اپنے پیشوایان مذاہب کو خدا کا اوتار یا مظہر سمجھنے لگے تھے - اللہ کے رسول نے زرتشتیوں اور آفتاب پرستوں کے عقاید پر حملہ کرکے یہ تعلیم دی کہ کسی شے کو یا قدرت کے کسی مظہر کو خدا کا مظہر سمجھنا صحیح نہیں غرض حضرت محمد ص کا اسلام نہ صرف مکہ اور عرب کے مختلف العقاید باشندوں کے لیے بلکہ دنیا کے جملہ مروج مذاہب کے پیروؤں کے لیے ایک چونکا دینے والا پیغام تھا ' جس نے نوع انسانی کے افکار و عقاید کی دنیا میں ھلچل ڈال دی ۔

قریش مکہ نے جب مسلمانوں یعنی ایک خدا کو ماننے والوں پر مکہ میں عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور انھیں طرح طرح کی ایذائیں دینے لگے تو ان کی ایک مختصر سی جمعیت حبشہ میں چلی گئی جہاں ایک رحم دل عیسائی بادشاہ نجاشی حکمران تھا لیکن رسول کریم اور ان کے چند ساتھی بدستور مکہ میں رہتے ھوئے اپنے خیالات و عقاید کی تلقین کرتے رہے ۔ اپنے دین کی اشاعت کے سلسلے میں آپ کو بارھا اپنی قوم کے افراد کے ھاتھوں شدید اذیتیں برداشت کرنی پڑیں ۔ مخالفوں نے کئی بار انھیں مارا پیٹا ۔ ان پر پتھر برسائے اور ان کو لہو لہان کر دیا لیکن آپ پہلے سے زیادہ قوی عزم لے کر لوگوں کو خدا کا پیغام سناتے رہے ۔

مسلمانوں پر قریش کی سختیاں جب ناقابل برداشت ھونے لگیں تو مکہ کے لوگ آھستہ آھستہ مدینے جا کر آباد ھونے لگے

جو مکہ سے دو سو میل شمال کی جانب عرب کا دوسرا مشہور اور بڑا شہر تھا۔ مدینے کے بہت سے لوگ تجارت یا کعبے کی زیارت کے سلسلے میں مکہ آ کر رسول خدا کی تعلیم سے متاثر ہو کر دین اسلام قبول کر چکے تھے۔

۶۲۲ء میں یعنی خدا کا پیغمبر ہونے کے اعلان سے تیرہ سال بعد قریش کے جملہ خاندانوں کے رئیسوں نے سازش کی کہ رات کے وقت سب مل کر آپ کو قتل کر دیں تاکہ آپ کے قتل کی ذمہ داری قبائلی رواج کے مطابق کسی ایک قبیلہ کے سر نہ لگنے پائے اور بنی ہاشم ان کے قتل کے لیے کسی ایک خاندان پر دعویٰ دائر نہ کر سکیں۔ سازش کی رات رسول خدا اپنے بستر خواب پر اپنے چچیرے بھائی حضرت علی رض کو لٹا کر خود گھر سے باہر نکل گئے۔ جو لوگ تاک لگائے بیٹھے تھے ان کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ آپ اپنے ایک پیرو ابوبکر کو جو مکہ کے ایک ممتاز اور دولت مند رئیس تھے ساتھ لے کر شہر سے باہر نکل گئے تاکہ خود بھی مدینہ کو ھجرت کر جائیں۔ قریش کے لوگوں نے تعاقب کیا۔ آپ اور ابوبکر مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ' ثور نامی ایک پہاڑ کے غار میں چھپے رہے۔ جب خطرہ دور ہؤا تو غار سے نکل کر منزلیں مارتے ہوئے مدینہ چلے گئے۔ مکہ کے اکثر مسلمان مدینہ میں آ چکے تھے۔ پیغمبر کے بچ کر نکل جانے کے باعث قریش مکہ کو سخت تشویش ہوئی۔ وہ مدینہ میں مسلمانوں کی جمعیت کے یک جا آباد ہو جانے کو اپنے لیے موجب خطر خیال کرنے لگے۔ کیونکہ مکہ سے ملک شام کو جو تجارتی راہ جاتی تھی وہ مدینہ کے قریب سے ہو کر گذرتی تھی۔ اس لیے قریش مکہ نے مسلمانوں کی جمعیت اور طاقت کا استیصال کرنے کے ارادے سے ۶۲۴ء میں یعنی پیغمبر عرب ص کی ھجرت کے دوسرے ہی سال ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینے پر چڑھائی کر دی۔

مسلمانوں کو قریش کے اس ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بھی تین سو تیرہ افراد کی جمعیت لے کر مدینے سے نکلے اور مدینے سے سات منزل کے فاصلے پر بدر کے مقام پر مسلمانوں اور بت پرستوں کے لشکروں کا آپس میں تصادم ہوا ۔ دن بھر گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی ۔ مسلمان ہر چند تعداد میں بہت کم تھے لیکن بڑی ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے ۔ اس لڑائی میں قریش کے بہت سے قریبی رشتہ دار مثلاً بھائی بھتیجے وغیرہ ایک دوسرے کے مد مقابل تھے ۔ دونوں طرف کے بہادروں نے خوب داد شجاعت دی ۔ لڑائی کے دوران میں رسول خدا بڑی بے تابی سے خدا کے حضور میں سر بسجود ہو کر مسلمانوں کی فتح کے لیے دعائیں مانگتے رہے وہ کہہ رہے تھے کہ بار خدایا اگر تجھ پر ایمان لانے والوں کی یہ مٹھی بھر جمعیت فنا کے گھاٹ اتر گئی تو اس دنیا میں تیرا نام لینے والا اور تیری عبادت کرنے والا کوئی متنفس باقی نہیں رہے گا ۔ دن بھر کی لڑائی میں قریش مکہ کے ستر آدمی مقتول ہوئے جن میں ان کے بعض بڑے بڑے سردار بھی تھے - مسلمانوں کا جانی نقصان صرف چودہ اشخاص پر مشتمل تھا - قریش کے بڑے سردار ابوجہل کے مارے جانے پر بت پرستوں کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ ان میں سے کچھ تو بھاگ گئے اور بعض ہتھیار ڈال کر جنگی اسیر بن گئے جن کو مسلمانوں نے زر فدیہ لے کر چھوڑ دیا ۔

اس شکست فاش کے بعد مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی ٹھانی اور مدینہ کے یہودیوں اور منافق مسلمانوں سے خفیہ ساز باز شروع کی ۔ جنگ بدر کے دو ماہ بعد مکہ کے سردار ابو سفیان نے مدینہ کے نواحی دیہات پر چھاپہ مارا لیکن مسلمانوں کی جماعت کے نمودار ہونے پر بھاگ نکلا ۔ پیغمبر اسلام کی ہجرت کے تیسرے سال یعنی ۶۲۵ء میں مکہ کے بت پرست

قریش نے ایک بھاری لشکر لے کر مدینہ پر چڑھائی کی اور مدینہ کے قریب احد کے پہاڑ پر ڈیرے ڈال دیے - رسول خدا ایک ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر مقابلے کے لیے نکلے - جس میں سے تین سو منافق راستے میں سے واپس لوٹ گئے - کوہ احد پر مسلمانوں اور بت پرستوں کے درمیان ایک دفعہ پھر گھمسان کا کا رن پڑا - پہلے مسلمانوں کا پلہ بھاری نظر آتا تھا لیکن مسلمانوں کی ایک ٹولی جو ایک درے کی حفاظت پر متعین تھی پیچھے ہٹتے ہوئے دشمن پر حملہ بولنے کے لیے اپنا مورچہ چھوڑ گئی - بت پرستوں نے اس طرف سے مسلمانوں کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور ان کی جمعیت تتر بتر ہونے لگی - اسی افراتفری میں حضرت محمد ص تیر یا پتھر کھا کر زخمی ہو گئے - ان کا ایک دانت ٹوٹ گیا - مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول خدا مارے گئے اس لیے عام لشکری بد دل ہو کر ہتھیار پھینکنے لگے لیکن بعض بہادر جان نثاروں نے ثابت قدمی سے کام لیا - اور دشمن کے ان دستوں کو جو پیغمبر اسلام پر حملہ کر رہے تھے پسپا کر کے مار بھگایا - سر شام قریش مکہ کا لشکر پیچھے ہٹ گیا - مسلمانوں کی ایک ٹولی نے تھوڑی دور تک ان کا تعاقب کیا باقی مسلمان مدینے کی طرف لوٹ آئے کیونکہ وہاں کے یہودی قریش مکہ کے ورغلانے کے باعث فساد پر آمادہ ہو رہے تھے -

قریش مکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے اگلے سال مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں سے پھر ساز باز کی اور عربستان کے بدوی قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر چوبیس ہزار نفوس کا ایک لشکر جرار تیار کیا اور مدینہ پر چڑھائی کر دی مسلمانوں کو باہر سے اتنی بھاری جمعیت کے حملہ کا خطرہ درپیش تھا اور شہر کے اندر انہیں یہودی اور منافق فساد اور غداری پر آمادہ نظر آ رہے تھے اس لیے انہوں نے سلمان فارسی کے مشورے کے مطابق شہر کے ارد گرد خندق کھودی اور خود محصور ہو کر بیٹھ گئے - قریش ' یہود اور عرب قبائل کے لشکر نے خندق کے باہر پڑاؤ ڈال کر محصورین سے لڑائی شروع کر دی - جس میں فیصلہ کن تصادم کی نوبت ہی نہ آنے پائی -

چونکہ خندق کی لڑائی کا یہ طریق عربوں کے لیے نیا اور نرالا تھا ' اس لیے وہ ایک مہینے تک محاصرہ قائم رکھنے کے بعد خود ہی منتشر ہو گئے - یہ واقعہ ۵ ہجری یعنی ۶۲۷ ء میں پیش آیا -

۶۲۷ء میں رسول خدا اپنے پیروؤں کی ایک مختصر سی جماعت لے کر مکے کی طرف روانہ ہوئے تا کہ کعبہ کا حج کریں - قریش مکہ کو تشویش ہوئی کہ مسلمانوں کی مسلح جمعیت شہر میں داخل ہو کر لڑے گی اس لیے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے - رسول خدا راستے میں حدیبیہ نامی ایک مقام پر ٹھیر گئے - مکہ کے سرداروں سے گفت و شنید ہونے لگی - اتنے میں افواہ مشہور ہوئی کہ مکہ والوں نے مسلمانوں کے سفیر کو قتل کر دیا ہے - آپ نے اپنے پیروؤں سے لڑائی (جہاد) کے لیے حلف لیے - سفیر کے قتل کی افواہ بعد میں غلط ثابت ہوئی اس لیے رسول خدا نے سرداران مکہ سے ایک معاہدہ طے کر لیا جس کی ایک شرط یہ تھی کہ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں اگلے سال حج کے لیے آئیں تو انہیں نہیں روکا جائے گا - ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ والوں کا کوئی آدمی اگر مسلمانوں کے پاس جائے تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان مکے آئے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا - یہ شرطیں آپ کے بعض ساتھیوں کو ناگوار گزریں لیکن اپنے ہادی کو آمادہ پا کر سب خاموش ہو گئے - اس طرح مسلمانوں اور مکہ کے بت پرستوں کے درمیان صلح ہو گئی -

مکہ والوں سے صلح کرنے کے بعد پیغمبر اسلام مدینے کے یہودیوں کی طرف متوجہ ہوئے - اور ان کی شرارتوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کے قلعوں کو سر کیا - جن میں سے ایک کا نام خیبر تھا - ان کامیابیوں کے باعث مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور عرب کے بہت سے بدوی قبائل بھی مسلمان ہونے لگے - خود مکہ کے بت پرست مسلمانوں سے میل جول ہونے کے باعث دین اسلام قبول کرنے لگے - اسی سال پیغمبر اسلام نے عرب کے رئیسوں اور بیرونی ملکوں کے بادشاہوں ' قیصروں اور شہنشاہوں کو وہ چٹھیاں بھیجیں جن میں انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی -

۶۳۰ء میں قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کی ایک شرط کی خلاف ورزی کر کے ایک ایسے قبیلے کے افراد کو قتل کر دیا جو مسلمانوں کا حلیف تھا - اس قبیلے کے لوگوں نے مدینے جا کر رسول خدا سے فریاد کی آپ نے دس هزار مسلمانوں کا لشکر لے کر مکے پر چڑھائی کی - مسلمانوں کا لشکر مکے کے قریب پہنچا تو قریش کے سردار امان کے طالب ہوئے - اللہ کے رسول نے انہیں امان دی اور مکہ پر کسی قسم کی خونریزی کے بغیر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا[1] - مکہ کے بت پرستوں کو اندیشہ تھا کہ مسلمان فتحیاب ہو کر ان سے انتقام لیں گے لیکن رسول اللہ کے حسن سلوک کو دیکھ کر وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے -

۶۳۱ء میں مدینے میں یہ افواہ پھیلی کہ قیصر روم کی فوجیں مسلمانوں کی نوخیز طاقت کا قلع قمع کرنے کے ارادے سے مدینے پر چڑھائی کرنے والی ہیں - اس لئے رسول خدا نے ایک جمعیت کو سرحد شام کی طرف مقابلے کے لیے بھیجا جو تبوک تک گئی - وہاں جا کر معلوم ہوا کہ شام کے عیسائی بر سر پرخاش نہیں - اس لیے یہ مہم واپس آ گئی -

۶۳۱ء میں پیغمبر اسلام نے عرب کے بدوی قبائل میں اپنے ایلچی بھیج کر انہیں اسلام لانے کی تلقین کی - چنانچہ قبائل کے وفد جوق در جوق آ کر مسلمان ہونے لگے - لیکن ہوازن کے قبائل نے جو مکہ کے قریب آباد تھے مسلمانوں سے لڑنے کا فیصلہ کر لیا - حنین کے مقام پر معرکہ کار زار گرم ہوا - پہلے مسلمانوں کی جمعیت منتشر ہو گئی لیکن رسول خدا نے اپنے جانباز پیروؤں کو از سر نو جمع کیا اور حملہ کر کے دشمنوں کو شکست دی - ہوازن کے قبائل کی شکست کے بعد سارے عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور عرب کے اکثر قبیلے مسلمان ہو گئے -

۶۳۲ء میں پیغمبر اسلام نے آخری حج کیا - اس حج کے اجتماع میں اپنے پیروؤں کو بہت سی کار آمد نصیحتیں کیں - رسول خدا اس حج سے واپس جانے کے تین ماہ بعد مدینہ میں فوت ہو گئے - اس حال میں کہ عرب

---

[1] صرف خالد کے دستے کی مزاحمت ہوئی اور چند آدمی مارے گئے -

کی سر زمین اور اس کے باشندوں کی کایا پلٹ چکی تھی - پہلے وہ منتشر اور مشتت حال میں تھے - عرب کے بعض اقطاع اور بعض قبیلے ایران کی ساسانی سلطنت کے مطیع و تابع اور بعض روم کے بازنطینی قیصروں کے زیر اثر تھے لیکن پیغمبر اسلام کی وفات پر عرب قبائل قومی اور مذہبی حیثیت سے متحد ہو کر نہ صرف ایک آزاد طاقت بن گئے بلکہ اپنے کو روم و ایران کا ہم پلہ خیال کرنے لگے - دین اسلام قبول کرنے کے باعث ان کے پرانے عادات و اطوار میں بھی بہت بھاری تبدیلی آ گئی - اور سب کے سب اپنی رضا و رغبت سے قانون اسلام کے پیرو بن گئے -

اسلام سے پہلے عرب کے لوگ شراب پیتے ' جوا کھیلتے ، آپس میں لڑتے اور فحش کاری کو برا نہیں سمجھتے تھے - ان کے شرفا میں لڑکیوں کو پیدائش کے وقت ہی زندہ درگور کر دینے کی رسم عام تھی - قتل ' خونریزی چوری اور غصب کی برائیاں بھی عام تھیں - رسول خدا کی تعلیم و تربیت نے ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں یہ سب بری عادتیں ان سے چھڑا دیں اور انہیں ایک نئی عامل و بیدار قوم بنا دیا -

---

اسلام کی تعلیم

حضرت محمد ص نے اپنے پیروؤں کو جس دین کی تلقین کی اس کے موٹے موٹے خد و خال یہ ھیں کہ ایک خدا کے سوا اور کسی چیز یا کسی شخص کو عبادت، پرستش اور پوجا کا سزاوار نہ سمجھا جائے اور کسی طاقت یا کسی مرئی یا غیر مرئی ھستی کو اس کی قدرت کا شریک نہ ٹھیرایا جائے۔ سب انسانوں کو مساوی حقوق دیئے جائیں۔ نسل، رنگ، درجہ، مرتبہ، امارت وغیرہ کے سب امتیاز مٹا دیئے جائیں۔ عزت کا مستحق صرف اسے سمجھا جائے جو نیک ھو اور خلق خدا کی بھلائی کے کام کرے۔ اسلام کے معتقدات میں بہت زیادہ زور اس امر پر دیا گیا ھے کہ حقیقی اور ابدی زندگی قیامت کے دن دوبارہ زندہ ھو کر شروع ھوگی اس لیے موجودہ زندگی کو آخرت کی زندگی بہتر بنانے کے لیے صرف کرنا چاھیے اور اس زندگی میں جو کام بھی کیا جائے وہ صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے اسلام نے دنیا کی زندگی کو ھیچ قرار دیا لیکن اسے تیاگنے کی تلقین نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ جو لوگ اس زندگی کو قوانین اسلام کے مطابق بسر کریں گے اور دوسروں پر ظلم کرنے سے باز رھیں گے وہ آخرت میں اجر پائیں گے اس شرط کے ساتھ اسلام نے انسانوں کو دنیوی لذتوں اور آسایشوں سے اس حد تک بہرہ دوز ھونے کی اجازت دی جہاں تک وہ دوسرے کے حقوق پر مخالفانہ اثر انداز نہ ھو۔ اسلام اپنے پیروؤں کو پیدائش سے لے کر فوت تک ایک ضابط و منضبط زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ھے اور اس دنیا کی محرومیوں کے معاوضے میں جو اسلامی زندگی بسر کرنے کے باعث پیش آئیں آخرت کی

زندگی میں بھاری اجر کی امید دلاتا ہے - اجتماعی حیثیت سے پیغمبر اسلام نے دنیا میں ایک ایسی کیمونٹی (جماعت) قائم کرنے کی کوشش کی جو رنگ و نسل وغیرہ کے امتیازات کو چھوڑ کر انسانیت کی برادرانہ جس پر مبنی ہو، نیکو کار اور پرہیزگار ہو، دنیوی لذتوں اور آسایشوں کی نہ اس قدر گرویدہ ہو کہ دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنے لگے اور نہ اتنی بیزار کہ دنیا تیاگ کر رہبانیت کو اپنا شیوہ بنا لے - جو دوسروں کو نیکی کی تلقین کرنے والی اور برائی سے روکنے والی اور اپنے ماڈل نظام اور اپنی ممتاز حیثیت کو دشمنوں کے جارحانہ حملوں سے بچانے کے لیے مردانہ وار شجاعت سے لڑنے والی ہو - اسلام کی تعلیم کے تمام بنیادی اصول قرآن مجید میں مذکور ہیں جسے مسلمان الہامی کتاب مانتے ہیں قرآن کے بعد ان بنیادی اصولوں کی تشریح و توسیع کے لیے اپنے پیغمبر کے اقوال و خطبات اور افعال سے سند حاصل کرتے ہیں جنھیں مسلمانوں نے بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں اپنے پیغمبر کو دوسری قوموں کی طرح خدا یا خدا کا اوتار یا خدا کا بیٹا وغیرہ قرار دینے کے خیالات ترقی نہیں کر سکے - رسول خدا کی زندگی کے واقعات جو تمام و کمال تاریخی روشنی کے سامنے ہیں، شروع سے لے کر آخر تک ایک ممتاز انسان کی زندگی کے حالات ہیں صرف خدا کا پیغمبر ہونے کی کیفیت یعنی خدا کا پیغام وصول کر کے اسے من و عن لوگوں تک پہنچانے کی صفت ایسی بات ہے جو عام انسانوں کے فہم میں نہیں آ سکتی رسول خدا کا دعویٰ یہ ہے کہ نوع انسانی کے آغاز سے لے کر ان کے ظہور تک وقتاً فوقتاً تمام ملکوں اور تمام قوموں میں ایسے برگزیدہ انسان پیدا ہوتے رہے ہیں جو خدا کے پیغام بر تھے اور دین اسلام کی تلقین کرتے رہے - مجھ پر خدا کا یہ پیغام اپنی کامل صورت میں نازل ہوا اور دین اسلام انسانوں پر اپنی مکمل شکل میں ظاہر ہو چکا جو باقی سب دینوں پر غالب آ کر رہے گا - لہذا میرے بعد خدا کا اور کوئی نبی یعنی پیغبر ظاہر نہیں ہوگا - حضرت محمد ص نے جو خدا کا پیغام سنایا وہ مسلمانوں نے ایک کتاب کی شکل میں جمع کر رکھا ہے جسے وہ قرآن

کہتے ہیں اور اسی قرآن کو وہ اپنے مذہب کا سرچشمہ خیال کرتے ہیں - اس موقع پر یہ تذکرہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت محمد ص آمی تھے یعنی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور آپ نے ساری عمر میں نوشت و خواند کی تحصیل کی طرف توجہ نہیں دی -

پیغمبر اسلام کے ذاتی حالات بھی ان کی پبلک زندگی کی طرح پوری صحت کے ساتھ تاریخ کے صفحات پر مندرج ہو چکے ہیں - آپ نے پچیس سال کی عمر میں اونچے گھرانے کی ایک مالدار بیوہ عورت خدیجہ رض سے شادی کی جس کی عمر چالیس برس کی تھی - خدیجہ رض کے بطن سے دو بیٹیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے لڑکے صغر سنی ھی مین فوت ھو گئے - بچوں کی وفات کے صدمہ کو آپ نے بہت محسوس کیا اور آبدیدہ ھو گئے - پچاس سال کی عمر تک صرف خدیجہ رض آپ کی رفیقۂ حیات رھیں - خدیجہ رض کی وفات کے بعد آپ نے متعدد بیوہ عورتوں سے نکاح کیے اور آخر عمر میں ایک کنواری لڑکی سے شادی کی - آپ کے ازواج کی کل تعداد نو تھی خانگی زندگی میں آپ کو بعض دفعہ کچھ مشکلات بھی پیش آئیں جن سے آپ کئی کئی دن تک متاثر رہے - مسلمان اپنے پیغمبر کی پرائیویٹ زندگی کے واقعات کو بھی ایک اچھی نظیر کے طور پر سامنے رکھتے ھیں اور اپنی زندگی کی مشکلات سے عہدہ برآ ھونے کیلیے انہیں دلیل راہ کے طور پر استعمال کرتے ھیں -

اسلام کی فتوحات

پیغبر اسلام کی وفات پر ان کے پیروؤں میں ان کا نائب اور جانشین مقرر کرنے کا سوال پیدا ہؤا اور دو گروہ اس امر کا مطالبہ کرنے لگے کہ پیغبر کا جانشین ان میں سے کسی کو منتخب کیا جائے۔

ایک گروہ ان قریش مہاجرین کا تھا جو مکہ سے نکل کر مدینے میں آباد ہو چکے تھے اور دوسرا گروہ مدینہ والوں کا تھا جنھوں نے ھجرت کے وقت رسول خدا اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی تھی۔ معمولی بحث و تمحیص کے بعد مہاجرین اور انصار ابوبکر صدیق مہاجر کو خلیفة الرسول (پیغمبر کا نائب) منتخب کرنے پر رضامند ھوگئے۔ بنی ھاشم یعنی حضرت محمد ص کے خاندان کے لوگوں نے بھی ابوبکر رض کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ پیغمبر کی وفات کی خبر سن کر عرب میں 'ردہ' یعنی اسلام سے روگردانی کرنے کا فتنہ پیدا ہؤا۔ بعض بدوی قبائل نے مطالبہ کیا کہ ان سے زکوۃ یعنی مالی ٹیکس وصول نہ کیا جائے۔ بعض قبیلوں میں نبی اور پیغمبر ہونے کے مدعی ظاھر ھوگئے جنھوں نے دین اسلام کے بنیادی فرائض یعنی نماز اور روزہ وغیرہ معاف کرنے کا اعلان کر دیا اور اپنے پیروؤں کی کافی جمعیتیں فراھم کر لیں۔ ابوبکر رض نے ان بغاوتوں کو آھنی عزم اور مضبوط ھاتھ سے فرو کیا۔ مسیلمہ نامی ایک مدعی نبوت کے پیروؤں سے مسلمانوں کو شدید لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ مسیلمہ قتل ہؤا اور اس کی بھاری جمعیت تتر بتر ھو گئی۔ ایک لشکر شام کی مہم پر جانے کے لیے پیغبر اسلام کی زندگی ھی میں مرتب ھو چکا تھا۔ ابوبکر رض نے داخلی شورشوں کے باوجود اس لشکر کو روانہ کر دیا۔ روانگی کے وقت ابوبکر رض نے اس لشکر کو جو ھدایات دیں اور جن پر مسلمانوں کی فوجیں صدیوں عمل کرتی رھیں وہ جنگ کی تاریخ میں نرالی تھیں۔ ابوبکر نے کہا کہ میں تم

کو دس حکم دیتا ہوں انہیں یاد رکھنا اور ان پر پوری طرح عمل کرنا ۔

(۱) خیانت نہ کرنا (۲) دھوکا نہ دینا (۳) سردار کی نافرمانی نہ کرنا (۴) کسی شخص کے اعضا نہ کاٹنا (۵) کسی بچے ' بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا (۶) کھجور یا کسی اور میوہ دار درخت کو نہ کاٹنا اور نہ جلانا (۷) بکری' گائے' اونٹ' کو غذا کی ضرورت کے سوا نہ مارنا (۸) جو لوگ عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہو کر بیٹھے ہیں ان کو اپنے حال پر چھوڑ دینا (۹) لوگ تمہارے پاس اچھے اچھے کھانے لے کر آئیں گے ان کھانوں کو خدا کا نام لے کر کھانا (۱۰) تم کو ایسی قوم ملے گی جس کے سر کے بال بیچ میں سے منڈے ہو نگے اور پٹھے چھوٹے ہوں گے ان کو تازیانہ کی سزا دینا ۔

یہ مہم شام کی طرف محض پیش بندی کے طور پر بھیجی گئی تھی جو چالیس دن کی گشت لگا کر واپس آ گئی ۔

عرب میں اسلام کی نئی طاقت کے ظہور کو ایرانی اور رومی دونوں تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ کیونکہ اسلام نے ان عرب قبائل کو جو ایرانیوں اور رومیوں کے زیر اثر اور ماتحت تھے چھین لیا تھا ۔ عراق کا ایرانی حاکم ہرمز ان عرب قبائل کو جو اسلام کی پناہ میں آ چکے تھے بہت تنگ کرتا تھا اس لیے ابوبکر رض نے داخلی شورشوں کو فرو کرنے کے بعد فی الفور عراق کی طرف توجہ مبذول کی اور ایک فوجی مہم ایرانیوں کے مقابلے کے لیے بھیجی ۔ اس مہم میں ایک لشکر کے سردار خالد رض بن ولید تھے ۔ جنہوں نے عراق کی سر زمین کے بہت سے شہر ایرانیوں کے ہاتھ سے چھین کر وہاں اپنے حاکم مقرر کر دیئے دوسرے لشکر نے جو مثنیٰ نامی ایک سردار کے زیر قیادت لڑ رہا تھا ' عراق کے متعدد مقامات سر کر لیے ۔ اسلامی فوجیں عرب کے شمال شام میں بھی قیصر روم کی فوجوں سے لڑ رہی تھیں ۔ قیصر نے ان کے مقابلے کے لیے ایک بھاری لشکر بھیجا لہذا دربار خلافت سے خالد بن ولید کو شام پر لشکر کشی کرنے کا حکم ہؤا ۔ خالد نے شام کے شہر حمص کو فتح کر لیا ۔ ابوبکر رض کی خلافت کے تیسرے

سال کے آغاز میں اسلامی فوجیں یرموک کے پڑاؤ میں ڈیرے ڈالی پڑی تھیں کہ ابوبکر رض وفات پا گئے اور ان کی جگہ فاروق اعظم عمر رض خلیفہ بنے ۔

پیغمبر اسلام کے خلیفۂ اول ابوبکر رض ان چند اشخاص میں سے ایک تھے جنہوں نے سب سے پہلے حضرت محمد ص کے خدا کا پیغمبر ہونے کے دعوے کو تسلیم کیا تھا اور ہر مشکل مہم میں پورے عزم و استقلال کے ساتھ آپ کا ساتھ دیا تھا ۔ رسول خدا کی وفات پر ان کے پیروؤں کی اکثریت سراسیمہ ہو گئی تھی لیکن ابوبکر رض نے یہ کہہ کر سب کے ہوش بجا کئے کہ جو لوگ محمد ص کی پرستش کرتے تھے وہ جان لیں کہ محمد ص فوت ہو گئے ہیں لیکن جو خدا کی عبادت کرنے والے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خدا زندہ ہے اور اس کے ماننے والوں کے لئے ضروری ہے کہ خدا کا کام جاری رکھیں ۔ خلیفہ منتخب ہوئے تو پہلی تقریر میں کہدیا کہ مجھے مسلمانوں کا امیر بننے کی ہوس نہیں لیکن میں نے فتنہ و فساد کا سدباب کرنے کے لئے یہ منصب قبول کیا ہے اگر میں راہ راست پر چلوں تو مجھے مدد دو اگر بے راہ چلوں تو مجھے سیدھا کرو ۔ وفات سے پہلے ابوبکررض نے بیت المال (قومی خزانہ) کا وہ تمام روپیہ جو انہوں نے دو سال کی خلافت کے دوران میں گزارے کے طور پر لیا تھا اپنی جائیداد کا ایک قطعہ زمین فروخت کرکے ادا کر دیا اور وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد وہ اشیا نئے خلیفہ کی تحویل میں دے دی جائیں جن کا اضافہ میرے مال میں میرے خلیفہ بننے کے بعد ہؤا ہے ۔ چنانچہ وصیت کے مطابق ایک غلام ، ایک اونٹنی اور ایک چادر خلیفہ عمر رض کے حوالے کر دی گئیں ۔

فاروق اعظم عمر رض ابوبکر صدیق رض کی وصیت کے مطابق ان کے جانشین بنے ۔ عمررض کی دہ سالہ خلافت کا عہد اسلام کی فتوحات اور ترقی کا زمانہ ہے ۔ عمر رض جب خلیفہ بنے تو اسلام کی فوجیں عراق میں ایرانیوں سے اور شام میں رومیوں سے لڑ رہی تھیں ۔ عمر رض نے خلیفہ بنتے ہی ان دونوں مہموں کو بیش از بیش شدت سے جاری رکھا ۔ مسلمانوں نے ۶۳۵ء میں قادسیہ کے مقام پر ایرانیوں کے مقابلے میں زبردست فتح حاصل کی اور ۶۳۶ء میں سلطنت ایران کے صدر مقام مداین کو سر کر لیا ۔ ۶۳۷ء

میں جلولا کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا اور اسلامی فوجیں کامیاب ہوئیں اور عراق کی ساری سر زمین مسلمان عربوں کے زیر نگین آ گئی ۔ انہی سالوں میں عرب مسلمانوں کی فوجیں شام میں قیصر روم کی فوجوں کے ساتھ لڑ رہی تھیں اور دمشق ، حمص اور یرموک کے معرکے سر کرتی ہوئی ۶۳۷ ء میں یروشلیم (بیت المقدس) تک پہنچ گئی تھیں جس کے باشندوں نے خلیفہ عمر رض سے معاہدہ کر کے اطاعت قبول کر لی ۔ قیصر روم ہرقل جو انطاکیہ میں تھا ان شکستوں پر بد دل ہو کر قسطنطنیہ چلا گیا اور شام کی سر زمین مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی ۔ ۶۳۸ ء میں شام کی اسلامی فوجوں میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی اس لئے فتوحات کی رفتار میں رکاوٹ آ گئی ۔ ۶۴۰ء میں اسلامی لشکر نے مصر پر چڑھائی کی اور مصر کے بادشاہ مقوقس نے جو قیصر روم کا باجگذار تھا مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لی ۔ اسلام کی فوجوں کو اسکندریہ میں رومی فوجوں کے ایک زبردست اجتماع کا سامنا ہؤا ۔ آخر چھ ماہ کے محاصرے کے بعد مسلمانوں نے ۶۴۲ ء میں یہ شہر بھی سر کر لیا ۔ اسی سال خلیفہ عمر رض نے متعدد فوجیں مختلف سرداروں کے ماتحت سلطنت ایران کی تسخیر کے لئے روانہ کیں ۔ جنہوں نے اصفہان ' آذربائیجان ' طبرستان ' ارمنستان ' فارس کرمان' سیستان' مکران اور خراسان کی ولایتیں دو ہی سال کی قلیل مدت میں سر کر لیں ۔ ایران کا شہنشاہ یزدگرد بھاگ کر تاتار کے خاقان کا پناہ گزیں ہؤا اور تاتاریوں کی مدد لے کر آیا ۔ لیکن خاقان تاتار مسلمانوں کی قوت ، ان کے عزم اور ان کے طریق جنگ کو دیکھ کر اتنا متاثر ہؤا کہ وہ لڑائی کیے بغیر واپس چلا گیا ۔ یزدگرد کو بھی جو ہرات پر لشکر کشی کر رہا تھا بھاگتے ہی بن آئی اور اس طرح ایران کی ساسانی سلطنت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا ۔ ۶۴۴ ء تک یعنی پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد بارہ سال کی قلیل مدت میں عرب مسلمانوں نے قسطنطنیہ کی رومی عیسائی سلطنت اور ایران کی ساسانی پارسی سلطنت کی بہترین فوجوں کو شکست دے کر مصر سے لے کر خراسان اور بلوچستان تک کی سر زمینیں فتح کر لیں ۔ اور قدیم پارسی سلطنت کا خاتمہ کر دیا ۔

مسلمانوں کی یہ فتوحات مذہب اسلام کو فروغ اور ترقی دینے کا موجب ثابت ہوئیں کیونکہ رومی اور ایرانی بادشاہوں کی رعایا نے نہ صرف مسلمان فاتحین کا دلی تپاک سے خیر مقدم کیا بلکہ اس کی تعداد کثیر نے مذہب اسلام قبول کر لیا ۔ عرب جرنیل ہر جگہ اپنے مد مقابل کے سامنے صلح کی دو صورتیں پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ (۱) دین اسلام قبول کر لو تو ہم تمہیں اپنے برابر حقوق دیں گے اور اپنا بھائی سمجھیں گے (۲) اطاعت قبول کر کے مسلمانوں کی پناہ اور امان میں آ جاؤ تو مسلمان زر جزیہ لے کر تمہارے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کریں گے ۔ اگر تمہیں ان میں سے کوئی صورت بھی قبول نہیں تو ہم خدا کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے تمہارے ساتھ جنگ کریں گے ۔ رومیوں اور ایرانیوں کے لشکروں نے اگرچہ قدم قدم پر عرب مسلمانوں کا زبردست مقابلہ کیا ۔ لیکن عربوں کے حوصلے اسلام لانے کے بعد اس قدر بڑھ گئے تھے کہ ان کی قلیل جمعیتیں مخالفین کے بھاری لشکوں کے ساتھ ٹکرا جاتی تھیں اور اپنے عزم و استقلال کے بل پر فتح حاصل کر لیتی تھیں ۔ قیصر روم ہرقل نے یرموک کے معرکہ میں عیسائی فوج کی ہزیمت و شکست پر جب تعجب کا اظہار کیا تو ایک بوڑھے عیسائی نے مسلمانوں کے فتحیاب ہونے کے وجوہ یوں بیان کئے کہ :۔

''مسلمان رات کو عبادت کرتے ہیں دن کو روزے رکھتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے ۔ آپس میں برابری سے ملتے ہیں شراب نہیں پیتے ان کے اخلاق ہم سے اچھے ہیں اس لیے وہ استقلال سے لڑتے ہیں اور فتح حاصل کر لیتے ہیں ،،۔

میدان جنگ میں عربوں کی کامیابی کا تمام تر انحصار ان کے حوصلہ اور اخلاق کے اس اعلیٰ معیار پر تھا جسے دین اسلام نے بہت بلند کر دیا تھا ایران اور روم و شام کی عام رعایا اس وجہ سے عربوں کی گرویدہ ہوتی چلی گئی کہ وہ اپنے بادشاہوں ، حاکموں اور رئیسوں کے ظلم و ستم اور ان کی لوٹ کھسوٹ سے بہت تنگ آئی ہوئی تھی اور مسلمانوں کی پناہ میں آکر جزیہ (مالی ٹیکس) کے بدلے ذمیوں کے حقوق حاصل کر لینا ان کے لیے بہتر

تحفظ کا کفیل تھا۔ عرب مسلمان اپنے معاہدوں ، وعدوں اور امان کے اعلانوں کی پابندی بڑی شدت سے کرتے تھے۔ حمص کا شہر فتح کرنے کے بعد جب اسلامی لشکر کو وہاں سے پیچھے ہٹنا پڑا تو مسلمان جرنیل نے جزیہ (امان ٹیکس) کی وہ تمام رقم شہر والوں کو واپس کر دی جو ان سے وصول کی جا چکی تھی۔ فارس کے ایک شہر جندی سابور کے لوگوں کو مسلمانوں کے لشکر سے ایک غلام نے جزیہ کی شرط پر امان کی تحریر بھیج دی اس پر شہر والوں نے دروازے کھول دئیے اور سردار لشکر کو معلوم ہوا کہ لشکر کا ایک فرد بعض شرائط پر شہر والوں کو امان دے چکا ہے تو اس نے انہی شرطوں کی تصدیق کر دی۔ دمشق میں ایک دروازے سے مسلمان سالار لشکر خالد بن ولید لڑتے بھڑتے داخل ہوئے تھے اور دوسرے دروازے سے ابو عبیدہ بعض شرطوں پر صلح کر کے اور شہر کے باشندوں کو جان و مال کی امان دے کر داخل ہوئے تھے۔ جب دونوں جرنیل آپس میں ملے تو شہر کے اس حصے کو بھی جسے مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا تھا انہی شرطوں پر امان دے دی گئی جو ابو عبیدہ نے طے کی تھیں۔ غرض معاہدوں کی پابندی اور پائیداری بڑی شدت سے کی جاتی تھی جس نے دوسری قوموں کے عوام میں مسلمانوں کے متعلق اعتماد کی روح کو بہت ترقی دی۔ ان مہموں کے دوران میں شام کے عیسائیوں اور ایران کے پارسیوں وغیرہ سے جو معاہدے کئے گئے ان میں سے جزیہ کی شرط پر ان کے جان و مال ، ناموس ، معابد ، طریق عبادت اور طرز معاشرت کو نہ صرف امان دی گئی بلکہ اس امر کا وعدہ کیا گیا کہ مسلمان ذمیوں کے ان شعاروں کی حفاظت کریں گے یعنی ان کی خاطر ان کے دشمنوں سے لڑیں گے۔ بعض مقامات کے قبیلوں نے جزیہ دینے کے بجائے فوجی خدمات میں مسلمانوں کا ساتھ دینے کی حامی بھری۔ ان سے یہی شرط قبول کر لی گئی۔ ان جنگوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے بادیہ نشین جن کی شجاعت کو اسلام کی جہادی تعلیم نے بہت جلا دے دی تھی فنون حرب میں قدیم متمدن سلطنتوں کے لشکروں پر بہت فوقیت رکھتے تھے۔ مبارزت کی جنگوں میں بالعموم عرب پہلوانوں کا پلہ بھاری

رھتا تھا اور عرب سالار بالخصوص خالد بن ولید اپنی سپاہ کو حسب موقع بہت ھوشیاری سے ترتیب دیتے تھے اور ایسے نئے نئے طریقوں سے لڑاتے تھے کہ مسلمانوں کی مختصر جمعیتیں رومیوں اور ایرانیوں کے بھاری بھاری لشکروں کو شکست دینے میں کامیاب ھو جاتی تھیں ۔ رومی اور ایرانی سپاھی خود ، زرہ ، چلتہ ، جوشن ، بکتر ، چار آئینہ ، آھنی دستانوں ، جیلم اور موزوں سے آراستہ ھوتا تھا ۔ اور تلوار ، تیر ، نیزے کے علاوہ ان کے پاس گرز اور کمند بھی ھوتے تھے ان بھاری اسلحہ کے مقابلے میں عربوں کے پاس صرف زرہ ، ڈھال ، تلوار تیر اور نیزے تھے جن سے عرب مجاھد لڑتے تھے ۔ گھڑ سوار دونوں طرف تھے لیکن ایرانیوں کے لشکر میں فیل سوار بھی ھوتے تھے جن سے عربوں کو پہلی دفعہ سابقہ پڑا تھا ۔ عربوں نے فصیل توڑنے کے لیے منجنیق کا استعال ایران اور شام میں پہنچنے کے بعد سیکھا ۔ مسلمانوں کا لشکر تنخواہ دار نہیں تھا بلکہ سب کے سب رضاکار مجاھد تھے جو اپنا ساز و سامان اپنے گھروں سے لے کر نکلتے تھے اور خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے لڑتے تھے ۔ جن کے پاس ضروری سامان نہیں ھوتا تھا انہیں قومی خزانہ سے دیا جاتا تھا ۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت‌المال میں جمع کر دیا جاتا تھا جو خلیفہ کی تحویل میں رھتا اور باقی مجاھدین میں بانٹ دیا جاتا تھا ۔ خلیفہ عمر نے تمام مسلمانوں کا ایک رجسٹر مرتب کرایا اور ایک روزہ بچے سے لے کر بوڑھے تک کا وظیفہ مقرر کر دیا ، جو بیت‌المال سے دیا جاتا تھا ۔

۶۴۴ء تک عرب مسلمانوں کی فوجیں سلطنت ایران کا خاتمہ کرکے مشرق میں سندھ ، زابل (قندھار) ، کابل (افغانستان) اور ترکستان کی حدوں تک پہنچ چکی تھیں ۔ شمال میں اسلامی لشکر ارمنستان (آرمینیا) میں لڑ رھے تھے اور مغرب میں شام اور مصر کی سر زمینیں سر کر چکے تھے کہ فاروق اعظم خلیفہ عمر کو ایک پارسی غلام نے نماز پڑھتے میں خنجر کے وار کر کے زخمی کردیا جس سے وہ جانبر نہ ھو سکے ۔ عمر کے دہ سالہ عہد خلافت میں مسلمانوں کی شاندار فتوحات کا ایک بڑا سبب یہ بھی ھے کہ مسلمانوں کو فاروق اعظم عمر ایسا جامع‌الصفات قاید اور امیر مل گیا تھا جس نے نہ

صرف اپنے عدل ، حق پسندی ، حسن تدبر اور ضبط سے نوخیز مسلم قوم کی معاشرتی اور فوجی شیرازہ بندیوں کو منتشر ہونے سے بچایا بلکہ سرعت رفتار کے ساتھ فتح ہونے والے ملکوں کے ہر گونہ انتظامات بحال اور درست کر کے ذمیوں میں مسلمانوں کے اعتماد کو ترقی دی عمر بھی ابوبکر کی طرح خلافت کو خدا کی طرف سے عاید ہونے والا ایک فرض سمجھتے تھے اور اعلان کیا کرتے تھے کہ ''میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو غلام بنانا چاھتا ہوں ۔ میں خود خدا کا غلام ھوں البتہ خلافت کا بار میرے سر پر رکھا گیا ھے اگر میں اس طرح تمہارا کام کروں کہ تم چین سے گھروں میں سوؤ تو میری سعادت ھے اور اگر میری یہ خواھش ھو کہ تم میرے دروازے پر حاضری دو تو میری بدبختی ھے،، ۔ روم کے ایک قاصد نے مسلمانوں کے خلیفہ کو دوپہر کے وقت کھجور کے سائے میں زمین پر سوتے ہوئے پا کر کہا تھا کہ آپ اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرتے ھوں گے اسی لیے یوں بے دھڑک آرام کر سکتے ھیں ۔ عمر بیت المقدس کے عیسائیوں کی خواھش پر جب شام کو گئے تو اس شان کے ساتھ کہ ایک خادم ساتھ تھا اور سواری کے لیے صرف ایک اونٹنی تھی جس پر عمر اور ان کا خادم باری باری سوار ہوتے تھے ۔ شام میں جب انہوں نے مسلمان سالاروں اور حاکموں کو رومی عبائیں زیب بر کئے دیکھا تو ان پر کنکر پھینکے اور زجر و توبیخ کی کہ تم عرب کی سادگی ترک کر کے عیش پسند ہو گئے ہو ۔ ایران سے لاکھوں روپے کا مال غنیمت آیا تو عمر رو پڑے اور وجہ یہ بیان کی کہ جہاں دولت آتی ھے وھاں حسد اور کینہ بھی ساتھ لاتی ھے ۔

خلیفہ عمر کے عہد کا ایک اھم واقعہ یہ ھے کہ انہوں نے مصریوں کو انسانی قربانی کی مکروہ رسم سے روکا جو ان کے ھاں غالباً پانچ ھزار سال ق ۔ م کے دور سے رائج چلی آرھی تھی ۔ مصریوں کا دستور تھا کہ جس سال دریائے نیل میں کھیتی بونے کے وقت طغیانی آنے میں دیر ھو جاتی وہ ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو دلھن بنا کر دریا کے کنارے لے جاتے اور وھاں اسے دریائے نیل کے دیوتا کی بھینٹ چڑھانے کے لیے قربان کر دیتے ۔ مصر کی

فتح کے دوسرے سال ایسا ھی موقع پیدا ھوگیا اور مصر کے گورنر عمرو ابن العاص نے جو مصر کے قدیم باشندوں کے رواج میں خود مزاحم ھونا پسند نہیں کرتے تھے خلیفہ عمر کو لکھا کہ یہاں ایک انسانی جان کو نیل دیوتا کے نام پر قربان کرنے کی تیاریاں ھو رھی ھیں ۔ عام لوگوں کا عقیدہ یہ ھے کہ دریائے نیل بھینٹ لیے بغیر کھیتوں کے لیے پانی نہ دے گا خلیفہ عمر نے دریائے نیل کے نام ایک خط لکھا جس میں مرقوم تھا کہ اگر تم خدا کے حکم سے ھر سال انسانی قربانی بھینٹ لیتے ھو تو خیر ورنہ پانی دے دو ۔ خلیفہ عمر کا یہ تحریری پیغام دریا میں ڈال دیا گیا اور دریا بھینٹ لیے بغیر طغیانی پر آگیا ۔

عمر اپنے گزارے کے لیے بیت‌المال سے معمولی سی تنخواہ لیتے تھے ۔ وفات کے وقت مقروض تھے ان کا قرضہ ان کی وصیت کے مطابق ان کا ایک مکان بیچ کر ادا کیا گیا ۔ خلیفہ عمر نے چھ اشخاص کے نام تجویز کرکے یہ وصیت کی تھی کہ ان میں سے مسلمان جسے چاھیں کثرت رائے سے خلیفہ منتخب کرلیں ۔ اپنے جانشین کو عمر نے جو وصیت کی اس میں تاکید کی گئی تھی کہ مہاجرین ، انصار ، اعراب اور اھل عرب کے حقوق کا خیال رکھنا اور ذمیوں کے عہد کا حرف بحرف پاس کرنا ۔

عمر نے اپنی وصیت میں چھ اشخاص کو جانشینی کے لیے نامزد کیا تھا ان میں سے عمر کی وفات کے تیسرے روز عثمان کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور مدینہ کے تمام مقتدر مسلمانوں نے نئے خلیفہ کی بیعت کر لی ۔ عثمان کے عہد میں بھی مسلمانوں کو بہت فتوحات حاصل ھوئیں ۔ ایک لشکر نے جو پہلے ھی سے آرمینیا میں لڑ رھا تھا اس ملک کو سر کر لیا ۔اسکندریہ پر رومیوں کے نئے قیصر قسطنطین نے ایک فوج بھیجی جس نے اسکندریہ پر قبضہ کر لیا ۔لیکن مسلمانوں کے جوابی حملے نے پھر رومیوں کو شکست دی اور سکندریہ کی فصیل اور قلعے مسمار کر دئیے ۔ مصر کے نئے حاکم نے لیبیا پر فوج کشی کی اور طرابلس تک کا ساحلی علاقہ اور طرابلس کا قلعہ اور شہر سر کر لیا ۔ مصر

کے مسلمانوں کے ایک گروہ نے اپنے نئے گورنر کی اس مہم پر اس بنا پر اعتراض کیا کہ اس نے یہ مہم محض ذاتی شہرت اور ناموری کی خاطر اختیار کی اور بہت سے مسلمانوں کی جانیں ضائع کرا دیں ۔ حاکم مصر نے نوبیہ (سوڈان) پر بھی لشکرکشی کی جس کے عیسائی بادشاہ نے اطاعت قبول کر لی ۔ شام کے حاکم معاویہ ابن ابوسفیان نے ۶۴۷ء میں خلیفۂ وقت کی اجازت سے بحری مہمیں اختیار کیں اور قیصر کے بیڑے کے ساتھ بحری جنگیں لڑ کر قبرص ، روڈس ، کریٹ ، مالٹا اور بحیرہ روم ، بحیرہ یونان (ایجئین) اور بحیرہ اطریش (اڈریاٹک) کے بہت سے چھوٹے بڑے جزیروں پر قبضہ جما لیا ان فتوحات کے باعث بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم کی بحری تجارت کی شاهراهیں عرب مسلمانوں کے هاتھ آگئیں ۔

عثمان ۶۴۴ء سے ۶۵۵ء تک خلیفہ رہے ان کے عہد خلافت کے آخری دنوں میں مسلمانوں کے ایک طبقہ میں ان کے خلاف بد اعتمادی اور ناراضگی پھیلنے لگی ۔ معترضین کا سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ عثمان اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ بیجا رعایت کرتے ھیں ۔ ۶۵۳ء میں خلیفہ کے بعض افعال کے خلاف کوفہ ، مصر اور خود مدینہ میں چہمیگوئیاں ترقی کرتے کرتے کھلے مظاھروں کی حد تک پہنچ گئیں ۔ ۶۵۵ میں معترضین کے احتجاجی قافلے کوفہ اور مصر سے چل کر مدینے میں وارد ھوئے ۔ اور مسند خلافت سے اپنی شکایت کے ازالہ کا بزور مطالبہ کرنے لگے ۔ خلیفہ نے احتجاج کرنے والوں کے بعض مطالبات منظور کر لیے جن میں سے ایک مصر کے نئے حاکم کی معزولی و برطرفی کے متعلق بھی تھا نیا حاکم محمد بن ابوبکر دربار خلافت کا فرمان لے کر مصر جا رھا تھا کہ عجیب پر اسرار واقعہ پیش آیا محمد بن ابوبکر کے ساتھیوں نے خلیفہ کے خادم کو سرعت رفتار کے ساتھ مصر کی طرف جاتے دیکھا اور روک کر اپنے افسر کے پاس لے آئے ۔ دربار خلافت کے اس ایلچی سے خلیفہ کا ایک اور فرمان برآمد ھوا جس میں حاکم مصر کو لکھا تھا کہ محمد ابن ابوبکر گورنری کے منصب کا چارج لینے کے لئے تمہارے پاس آئے تو اسے گرفتار کر کے قتل کرا دینا ۔ یہ دیکھ کر مصر کا نیا حاکم اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ کو لوٹ آیا ۔

اور جب اهل مدینه کو دربار خلافت کے ان دو متناقض فرمانوں کی اطلاع ملی تو مدینه میں بہت جوش میں پھیل گیا ۔ مقتدر اشخاص نے خلیفه سے استفسار کیا تو انہوں نے کہا که خادم بھی میرا ہے ۔ مہر بھی میری لگی ہوئی ہے لیکن میں نے یه دوسرا فرمان جاری نہیں کیا اور نه مجھے اس کے متعلق کوئی علم ہے ۔ خیال ہوا که یه چالاکی خلیفه عثمان کے کاتب مروان ابن هشام کی ہے اس لیے مظاهرین نے مطالبه کیا که مروان ان کے حوالے کردیا جائے لیکن خلیفه نے یه مطالبه منظور کرنے میں تساهل سے کام لیا ۔ اور حالات بد سے بدتر ہونے لگے ۔ ایک ماه تک مدینه کے کاروبار بند رہے ۔ مظاهره کرنے والوں نے خلیفه کے مکان کا محاصره کر رکھا تھا ۔ لوگ خلیفه کی معزولی یا مروان کی حوالگی کا مطالبه کر رہے تھے ۔ بوڑھے خلیفه اپنے گھر میں محصور بیٹھے تھے ۔ دروازے پر مدینه کے مقتدر اور بارسوخ اشخاص علی ، زبیر اور طلحه کے بیٹے پہره دے رہے تھے تاکه مظاهرین کہیں گھر کے اندر گھس کر خلیفه کے ساتھ برا سلوک نه کریں ۔ ان حالات میں رات کے وقت چند اشخاص همسائے کے گھر کی راه سے دیوار پھاند کر عثمان کے گھر میں داخل ہوئے اور سر پر ضرب لگا کر بوڑھے خلیفه کو شهید کردیا ۔ یه حادثه مسلمانوں میں خانه جنگی پیدا کرنے پر منتج ہوا اور فرقه بندی کی شکل میں آج تک مسلمانوں کے تشتت و انتشار کا باعث بنا ہوا ہے ۔

پیغمبر اسلام کے تیسرے خلیفه عثمان کی شهادت کے بعد مدینه میں نئے خلیفه کے تقرر کا سوال پیدا ہوا ۔ اور مدینه کے مسلمانوں کی اکثریت نے علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جو خود خلافت کا بارگراں اپنے کندھوں پر اٹھانے میں متامل تھے ۔ علی کی بیعت کرنے والوں میں مسلمانوں کا وه گروه پیش پیش تھا جو عثمان کے خلاف مظاهره کر چکا تھا اور جس کے بعض افراد نے خلیفه کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے تھے ۔ مدینے کے ان واقعات کی اطلاعیں مدینے سے باهر طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ پہنچیں ۔ اور دور دراز کے مسلمان حاکموں اور مسلم عوام کے لیے مشکل ہوگئی که وه کونسی روش اختیار کریں ۔ پیغمبر کی بیوی اور خلیفه اول کی بیٹی عایشه مکے سے حج

کر کے مدینے کی طرف آ رھی تھیں راستے میں انہیں عثمان کی شہادت کی اطلاع سنائی گئی اور ساتھ ھی یہ بتایا گیا کہ عثمان کے جانشین علی عثمان کے قاتلوں سے مواخذہ کرنے میں تساھل سے کام لے رھے ھیں ۔ عایشہ وھیں سے بصرے کی طرف روانہ ھو گئیں اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جمعیت ان کے پاس جمع ھو گئی جو علی سے قاتلین عثمان کو سزا دینے کا مطالبہ کرنا ضروری سمجھتے تھے ، یا علی کی خلافت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے ۔ عثمان کے رشتہ دار عثمان کا خون آلود کرتہ اور ان کی بیوی کی کٹی ھوئی انگلیاں لے کر دمشق (شام) پہنچے جہاں عثمان کے قبیلہ بنی امیہ کا ایک بارسوخ اور ھشیار شخص معاویہ گورنر تھا ۔ معاویہ نے خون آلود کرتہ اور کٹی ھوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں رکھ دیں اور مسلمانوں کے سامنے یہ پروپیگنڈا کیا کہ عثمان کے قتل کی سازش میں علی کا ھاتھ ھے جو انہیں قتل کرا کے خود خلیفہ بن گیا ھے ۔

علی سب سے پہلے عراق کی طرف متوجہ ھوئے جہاں بصرہ میں ان کے مخالفین پیغمبر اسلام کی بیوی عایشہ کے ارد گرد جمع ھو رھے تھے ۔ علی نے بصرہ پہنچ کر عایشہ سے گفت و شنید کی اور پوچھا کہ آپ کیا چاھتی ھیں ان کا جواب یہ تھا کہ ھم صرف یہ چاھتے ھیں کہ آپ خلیفہ وقت ھونے کی حیثیت سے قاتلین عثمان کو سزا دیں ۔ علی نے کہا کہ ابھی حالات درست نہیں ھوئے ۔ قیام امن کے بعد میں سب سے پہلا کام یہی کروں گا ۔ اس پر مسلمانوں کے دونوں گروہ مصالحت پر آمادہ تھے کہ رات کے وقت دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ھو گئی ۔ دونوں فریق بدعہدی اور ابتدا کا الزام ایک دوسرے پر لگا تے تھے ۔ شدید خونریزی ھوئی ۔ ایک طرف پیغمبر اسلام کی بیوی عایشہ اپنے اونٹ پر کجاوے میں بیٹھی اپنے لشکر کی قیادت کر رھی تھیں دوسری جانب پیغمبر اسلام کے داماد علی خلیفہ المسلمین ھونے کی حیثیت میں اپنے پیروؤں کو لڑا رھے تھے ۔ دونوں طرف سے ھزاروں مسلمان مارے گئے ۔ علی نے دیکھا کہ جب تک حضرت عایشہ کا کجاوہ علم کے طور پر نظر آرھا ھے مسلمان جانیں قربان کرتے رھیں گے ۔ اس لیے انہوں نے اونٹ کی

کونچیں کٹوا دیں ۔ اونٹ گر گیا اور حضرت عایشہ کے کجاوے کو تھام کر انہیں زیر حراست کر لیا گیا ۔ ازاں بعد لڑائی کی شدت کم ہوتے ہوتے رک گئی اور میدان علی کے ھاتھ رھا ۔ علی نے حضرت عایشہ کو عورتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ جو مردانہ لباس میں تھی مدینہ بھیج دیا اور اس جنگ کے قیدیوں کو ان کا مال اور ساز و سامان واپس دے کر آزاد کر دیا ۔ تاریخ اسلام میں اس جنگ کا نام جنگ جمل یعنی اونٹ کی لڑائی ھے ۔

اس طرف سے فارغ ھونے کے بعد علی نے شام کے حاکم معاویہ کو خلیفۃ المسلین اور امیر المومنین ھونے کی حیثیت سے فرمان بھیجا کہ مسلمانوں نے مجھے اپنا امیر منتخب کرلیا ھے اس لیے تم مدینہ آکر بیعت کرو ۔ معاویہ نے اس فرمان کی کچھ پروا نہ کی بلکہ علی کے خلاف عثمان کے قتل کی سازش میں شریک ھونے کا پروپیگنڈا جاری رکھا اس لیے ادھر علی کوفہ سے فوج لے کر معاویہ کی سرکوبی کے لیے شام کی طرف چلے ادھر معاویہ اھل شام کا لشکر جرار لے کر علی کے مقابلے کے لیے عراق کی طرف نکلا دریائے فرات کے کنارے صفین کے مقام پر دونوں لشکر آمنے سامنے ھوئے ۔ شدید جنگ ھوئی دوپہر کے بعد شامیوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ قرآن باندھ کر بلند کئے ۔ لڑائی رک گئی ۔ معلوم ھوا کہ اھل شام مصالحت کے آرزومند ھیں ۔ گفت و شنید کے بعد اس شرط پر عارضی صلح ھوگئی کہ ایک سال کے بعد علی اور معاویہ اپنا اپنا وکیل مقرر کریں یہ وکیل جو ثالثی فیصلہ کریں گے اسے فریقین منظور کرلیں گے ۔ معاھدے میں معاویہ نے علی کو امیرالمومنین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ۔ لھذا اس میں علی کو امیر عراق اور معاویہ کو امیر شام لکھا گیا ۔ سال کے بعد طرفین کے وکیل کسی متفقہ ثالثی فیصلہ کا اعلان کرنے سے قاصر رہ گئے ۔ معلوم ھوتا ھے کہ دونوں وکیلوں نے آپس میں یہ بات طے کی تھی کہ اپنے اپنے موکل کی معزولی کا اعلان کر دیں اور نیا انتخاب کرائیں لیکن اعلان کے وقت پہلے علی کے وکیل ابو موسے اشعری نے علی کی معزولی کا اعلان کردیا اور معاویہ کے وکیل عمرو ابن العاص نے یہ کہہ دیا کہ میں اپنے

موکل کے حق کو قائم رکھنے کا اعلان کرتا ہوں ۔ غرض ثالثی پر بھی علی اور معاویہ میں اس بات کا فیصلہ نہ ہو سکا کہ امیرالمومنین اور خلیفۃ الرسول کون ہو ۔ علی کوفہ میں اور معاویہ دمشق میں بیٹھے حکومت کرتے رہے اور دور دراز علاقوں کے عمال اور حاکموں کو اپنی اپنی بیعت کے لیے چٹھیاں بھیجنے لگے ۔

جمل اور صفین کی جنگوں کے بعد جو ۶۵۶ء اور ۶۵۷ء میں وقوع پذیر ہوئیں علی کے لشکریوں کی ایک بھاری جمعیت علی سے بیزار ہو کر الگ ہو گئی جس نے کوفہ سے کچھ فاصلے پر نہروان میں ڈیرے ڈال دئیے ۔ یہ لوگ اس بات پر علی سے بگڑے کہ انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ جو جنگ جمل میں ان سے لڑے تھے کافروں اور مشرکوں کا سا سلوک کیوں نہیں کیا ۔ وہ جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ اس شرط پر کیوں عارضی صلح کرلی کہ وہ ثالثوں کے فیصلے کو مان لیں گے ۔ ان کے بگڑنے کا بڑا سبب یہ تھا کہ انہیں بتایا گیا تھا کہ خلافت کے اصلی حق دار علی ہیں اور جو لوگ علی کے اس حق کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب دائرۂ اسلام سے خارج ہیں جب انہوں نے دیکھا کہ خود علی نے اپنے مخالفوں کو ویسا نہیں سمجھا جیسا انہیں مذہبی عقیدے کے طور پر بتایا گیا تھا تو وہ علی سے بھی بدظن ہو گئے اور انہوں نے قرآن کی ایک آیت ان الحکم الا للہ (اللہ کے سوا اور کسی کی حکومت جائز نہیں) کا نعرہ بلند کر کے یہ اعلان کردیا کہ علی اور معاویہ دونوں مشرک ہو گئے ہیں کیونکہ یہ خلافت کا فیصلہ دنیوی امور کی طرح ثالثی سے کرانا چاہتے ہیں ۔ علی نے اس گروہ کو سمجھایا بجھایا لیکن وہ اپنی ہٹ پر قائم رہے آخر جنگ ہوئی جس میں سینکڑوں خارجی پیروان علی کے ہاتھوں مارے گئے جو بچے وہ نئی سازشیں کرنے لگے ۔ خارجیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ایسے حال میں جب کہ مسلمان کسی ایک شخص کو خلیفہ ماننے سے قاصر ہیں امر حکومت کے لیے ایک کونسل بنالی جائے ۔ اس خیال کے لوگوں نے اپنی تعداد کم دیکھ کر فیصلہ کیا کہ علی (امیر عراق) ، معاویہ (امیر شام) اور عمرو ابن العاص (امیر مصر) تینوں کو بہ یک وقت قتل کر دیا جائے کیونکہ

ان تینوں کی نا اتفاق کے باعث امت مسلمہ میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہے ۔ تین فدا کار تاریخ مقرر کرکے اپنی اپنی منزل مقصود کوفہ ، دمشق اور قاہرہ کی طرف روانہ ہوگئے ۔ تینوں نے قرار داد کے مطابق حملے کیے ۔ علی کے قاتل عبدالرحمن ابن ملجم کا وار بھر پور پڑا ۔ معاویہ معمولی طور پر زخمی ہوئے اور بچ گئے ۔ اور عمرو ابن العاص کی جگہ کوئی اور شخص قاتل کے حملے کا شکار ہوگیا ۔ یہ واقعہ ۶۶۱ء میں رونما ہوا ۔ علی کے قاتل ابن ملجم کو اپنے فعل کے جائز اور درست ہونے کا اتنا یقین تھا کہ جب علی کی شہادت کے بعد اس کے بند بند کاٹ کر اسے سزائے موت دی گئی تو اس نے اف تک نہ کی اور آخیر وقت تک قرآن پڑھتا رہا ۔

بنو امیہ کی امارت اور بادشاہی

علی کے قتل کے بعد شام کے امیر معاویہ کے لیے میدان صاف ہوگیا ۔ قاہرہ ، مدینہ اور کوفہ (عراق) کے مسلمانوں کی اکثریت نے معاویہ کو مسلمانوں کا امیر تسلیم کر لیا ۔ علی کے بڑے بیٹے حسن خلافت کی امیدواری سے خود ہی دست بردار ہو گئے ۔ امیر معاویہ کا طرز حکومت اگرچہ ابوبکر اور عمر کی طرح مشاورتی اور جمہوری نہ تھا اس نے رومی قیصروں اور ایرانی شہنشاہوں کے درباروں کی سی شان و شوکت اختیار کر لی تھی لیکن معاویہ کی بدولت مسلمان عربوں کو نظم و اتحاد کی دولت از سر نو حاصل ہوگئی ۔ معاویہ مکہ کے رئیس اعظم ابو سفیان کا بیٹا تھا جو مکہ فتح ہونے کے دن تک پیغمبر اسلام محمد صلعم کی مخالفت پر کمر بستہ رہا تھا اور اکثر جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف لڑا تھا ۔ معاویہ کے خاندان بنی امیہ اور پیغمبر اسلام کے خاندان بنی ہاشم کے درمیان پشتوں سے رقابت کا بازار گرم چلا آ رہا تھا ۔ یہ خاندانی رقابتیں بھی مسلمانوں کی خانہ جنگی کی تہ میں بہت بڑی حد تک کار فرما رہ چکی تھیں۔ معاویہ نے ۶۶۲ء سے ۶۸۰ء تک حکومت کی ۔ اس کے عہد میں مسلمانوں کی فاتحانہ یلغاریں از سر نو شروع ہوگئیں اور اسلام کے

لشکروں نے طرابلس سے آگے بڑھ کر الجزائر اور مراقش کی طرف پیش قدمی کی۔ معاویہ کے عہد میں مسلمانوں نے دو دفعہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی لیکن دونوں مہمیں ناکامیاب رہیں ۔ اگر یہ حملے کامیاب ہو جاتے تو اس وقت مسلمانوں کے لیے سارے یورپ کی سر زمین کو فتح کر لینا آسان تھا کیونکہ یورپ ان دنوں بدترین طوایف الملوکی کا شکار ہو رہا تھا ۔

معاویہ نے ابتدائی خلفا کے مسلک سے انحراف کرکے اپنی زندگی ھی میں اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لینے یعنی اسے مسلمانوں کا امیر تسلیم کرانے کا کام شروع کر دیا تھا ۔ اس بدعت کے خلاف علی کے بیٹے حسین اور پیغمبر اسلام کے خاندان کے بعض دوسرے افراد نے احتجاج کی آوازیں اٹھائیں لیکن معاویہ کی وفات پر یزید اپنی طاقت اور بنو امیہ کی سازشوں کے بل پر امیر بن بیٹھا ۔ کوفہ کے لوگوں نے حسین ابن علی کو مدینہ سے بلوایا تھا کہ انہیں مسلمانوں کا خلیفہ بنائیں لیکن حسین کے پہنچنے سے پہلے یزید کی فوجیں عراق میں داخل ہو چکی تھیں ۔ حسین وھاں پہنچے تو کوفہ والے اپنا خیال بدل چکے تھے ۔ تاھم حسین نے یزید کو مسلمانوں کا امیر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ۔ یزید کے لشکریوں نے حسین اور ان کے خاندان کے چند افراد کو دریائے فرات کے کنارے کربلا کے میدان میں گھیر لیا اور ان پر پانی بند کر دیا ۔ بنی ھاشم کے مٹھی بھر افراد یزید کی فوجوں سے لڑ کر یکے بعد دیگرے شہید ہوگئے۔ مسلمانوں کا ایک فرقہ اس حادثے کی یاد میں آج تک ماتم اور سوگواری کا دن مناتا ھے اور مذھبی عقیدے کے طور پر اس امر کا قایل ھے کہ خلافت کے حقیقی مستحق علی ، حسن اور حسین تھے ۔اس عقیدے کے پیرو شیعہ کہلاتے ھیں ۔ اور سنیوں یعنی دوسرے مسلمانوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے ۔

اس حادثہ فاجعہ کے باوجود مدینہ اور مکہ کے لوگوں نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اس پر یزید نے اپنی حکومت کے دوسرے سال مدینہ پر چڑھائی کی اور تیسرے سال یعنی ۲۳ اکتوبر ۶۸۳ کو مکہ پر

چڑھائی کر کے خانہ کعبہ کو تاراج کیا ۔ یزید اسی سال فوت ہو گیا اور خانہ کعبہ کی مرمت عبداللہ بن زبیر نے کرائی جو اس وقت مسلمانان مکہ کے سردار اور متوازی خلیفہ تھے ۔

اسلامی خلافت کی انسٹی ٹیوشن جو ابوبکر اور عمر نے قائم کی تھی معاویہ اور یزید کے عہد میں بنو امیہ کی دنیوی امارت اور بادشاہی کی شکل اختیار کر چکی تھی ۔ جن لوگوں نے پیغمبر اسلام کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کی تھی وہ ختم ہو چکے تھے ۔ بنو امیہ کے متعدد بادشاہوں نے ۷۴۱ء تک حکومت کی جن میں بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے ابوبکر اور عمر کے طرز حکمرانی کی تقلید کی کوشش کی اور بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے بر سر اقتدار آتے وقت قرآن کو مخاطب کرکے صاف کہہ دیا تھا کہ اب ہمارے لیے تمہارے سا تھساتھ چلنا مشکل ہے ۔ خلفائے بنو امیہ کے عہد میں عربوں نے فتوحات کے دائرے کو اور بھی وسعت دی ۔ ۷۱۱ء میں ایک عرب سالار طارق نے آبنائے کو عبور کر کے ھسپانیہ کی سر زمین پر حملہ کر دیا اور ۷۲۰ء تک ھسپانیہ کی ساری سر زمین فتح کرکے کوھستان پرنیز تک مسلمانوں کی حکومت قائم کرلی ۔ ۷۱۱ء میں عربوں نے ھندوستان کے مغربی صوبہ سندھ پر فوج کشی کی ۔ ۷۵۰ء تک ملتان تک کی سر زمین فتح کر لی اور ۷۶۰ء میں گجرات ، کاٹھیاواڑ کو تاراج کیا ۔ اس وقت تک افغانستان اور ترکستان کے ملک بھی اسلامی مملکت میں شامل ہو چکے تھے ۔ ۷۱۷ء میں عربوں نے قسطنطنیہ پر بحری مہم بھیجی جو ناکام رہی ۔ لیکن عربوں نے بحیرۂ روم کے باقی ماندہ جزیروں سسلی ، سارڈینیا وغیرہ پر قبضہ جما لیا ۔ ھسپانیہ کے عرب حکمرانوں نے کوھستان پرنیز کو عبور کر کے فرانس کے جنوب مغربی اضلاع سر کر لیے لیکن ۷۳۲ء میں چارلیس مارٹل نامی ایک فرینک سردار نے عربوں کو شکست دے کر فرانس کی سر زمین سے نکال دیا ۔

عباسیوں کی خلافت

علی کے قتل کے بعد جو عرب مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کا نتیجہ تھا بنی امیہ مسلمانوں کے قاید اور امیر بننے میں کامیاب ہو گئے تھے اور انہوں نے خلافت کو خاندانی میراث بنا کر شاھنشاھی کے انداز اختیار کر لیے - ان کے اس غیر اسلامی طرز عمل کے خلاف مسلمانوں میں مذھبی اور سیاسی حیثیت سے ناراضگی اور نفرت پھیلنے کا عمل اندر ھی اندر جاری رھا - بنی ھاشم یعنی پیغمبر اسلام کے قبیلہ کے لوگ اس عام ناراضگی سے فایدہ اٹھا کر سلطنت کے طول و عرض میں سازشوں کے جال پھیلانے لگے - بنی امیہ کے خلاف جو پروپیگنڈا مبلغوں اور خطیبوں (مقرروں) کی وساطت سے کیا گیا وہ زیادہ تر مذھبی بنا پر تھا - اس پراپیگنڈا میں سادات یعنی علی اور پیغبر اسلام کی بیٹی فاطمہ کی اولاد بہت زور اور جوش سے حصہ لے رھی تھی - بنی ھاشم کی دوسری شاخ یعنی محمد ص کے چچا عباس کی اولاد بھی بظاھر سادات کی وراثتی خلافت قائم کرنے کی حامی اور موید تھی - خلفائے بنی امیہ کے مسلک کی ایک خرابی یہ بھی تھی کہ وہ عربوں کو عجمی مسلمانوں یعنی غیر عربوں سے بہت مرجع سمجھتے تھے - اس لیے ایران کی سر زمین بنی امیہ کے خلاف سازشوں کا گہوارہ بن گئی - ایرانیوں کو بجا طور پر یہ شکایت تھی کہ خلفائے بنی امیہ ان کے مسلمان ہو جانے پر بھی انہیں غلام سمجھتے ھیں اور ان کے ساتھ بدرجۂ مساوی برادرانہ سلوک نہیں کرتے جو دین اسلام کے رو سے ان کا فطری حق ھے- اس عام اضطراب کا نتیجہ شورشوں اور بغاوتوں کی صورت میں رونما ھوا اور ۷۴۹ء میں سفاح نامی ایک عباسی نے بنی امیہ کے اقتدار کا تختہ انٹ دیا - سفاح نے بنی امیہ کے حکمران خاندان کے چالیس افراد کو جو اس کے ھاتھ آئے قتل کرا دیا اور اپنے رفقاء سمیت ان کی لاشوں پر بیٹھ کر فتح کی ضیافت اڑائی - سفاح کا یہی ایک فعل یہ ظاھر کرنے کے لیے کافی ھے کہ بنی عباس مذھبی اعتبار سے نظام خلافت کی اصلاح کے جذبے سے اتنے متاثر نہ تھے جتنے کہ وہ اس جذبۂ عناد سے سرشار تھے جو بنی ھاشم اور بنی امیہ میں ظہور اسلام سے بہت پہلے سے چلا آرھا تھا -

بنی امیہ کے اقتدار کا خاتمہ کرکے عباسیوں نے سادات یعنی علی اور فاطمہ کی اولاد کو جن کے نام پر بنی امیہ کے خلاف بہت کچھ پروپیگنڈا کیا گیا تھا بالائے طاق رکھ دیا اور سفاح نے امام جعفر صادق ع سے کہہ دیا کہ آپ کا کام دین اسلام کی اشاعت کرنا ہے حکومت اور خلافت چونکہ دنیا داری ہے اس لیے اسے ہم سنبھالتے ہیں ۔ اس طرح نام نہاد اسلامی خلافت کا اقتدار بنی امیہ کے ہاتھوں سے نکل کر عباسیوں کے ہاتھ میں منتقل ہو گیا چونکہ عباسیوں کو امویوں کے خلاف ایرانیوں سے بہت زیادہ امداد ملی تھی اس لیے انہوں نے اپنا دارالخلافت (حکومتی مرکز) دمشق کے بجائے بغداد میں بنا لیا ۔ اور ایک وسیع سلطنت پر جو دریائے سندھ سے لے کر بحراوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی حکمرانی کرنے لگے ۔ اندلس یعنی ہسپانیہ میں بنی امیہ کی ایک شاخ کے لوگوں نے دوسرا خلافتی مرکز قائم کرکے مغربی خلافت کی بنا ڈال دی ۔ یہ دونوں خلافتیں تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز تک قائم رہیں ۔ ان دونوں خلافتوں کے دربار اپنے اپنے ابتدائی ادوار میں ظاہری شان شوکت اور حشمت و تجمل کے لحاظ سے دنیا بھر میں اپنی مثل آپ تھے ۔ سلطنت کے اقطاع پر والی اور سلطان حکومت کرتے تھے جن میں سے بعض دربار خلافت کو باقاعدہ خراج ادا کرتے اور بعض سے محض اظہار اطاعت ہی پر اکتفا کرلیا جاتا تھا ۔ عباسیوں کے خلفا میں ہارون الرشید (۷۸٦ء سے ۸۰۹ء تک) اور مامون الرشید (۸۱۳ء سے ۸۳۳ء تک) دو ایسے خلیفے گزرے جن کے شان و تجمل ، نظم و نسق اور سطوت و جبروت کے قصے افسانوی لٹریچر کا جزو بن چکے ہیں ۔ ہسپانوی اسلامی خلافت کی شان و شوکت پر وہاں کی عظیم الشان عمارتوں کے کھنڈر گواہی دے رہے ہیں جو اندلسی خلفا نے تعمیر کرائیں ۔ عباسی خلفا نے اپنے حلقۂ اقتدار کو افغانستان اور ترکستان کے ملکوں تک وسعت دی ، جہاں مسلمانوں سے پہلے لا مذہب ترک خوانین حکومت کر رہے تھے ۔ اور عام آبادیاں بدھ مذہب کی پیروی کا دم بھرتی تھیں۔ دربار خلافت کے اثر کی اس توسیع میں جنگ و جدال کا حصہ بہت کم تھا ۔ ترک سرداروں نے رضا و رغبت سے دربار خلافت سے رشتہ اطاعت

استوار کر کے دین اسلام قبول کرنے کو ترجیح دی ۔ عام آبادیاں بڑی تیزی سے مسلمان ہونے لگیں ۔ ۸۰۰ء میں خلیفہ ہارون الرشید نے ایک لشکر تبت کے بدھ سرداروں کی امداد کے لیے بھیجا تھا جو اس وقت شام اور سیام والوں کے ساتھ لڑ رہے تھے ۔ چینی مورخ عباسیوں کے اس لشکر کو سیاہ پوش لکھتے ہیں جس نے جنگ کے میدان میں بہادری کے کارنامے سر انجام دئیے ۔ عباسی خلفا نے افغانستان اور ترکستان کے ترک خانوں اور سرداروں کے اقتدار سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا ۔ کیونکہ وہ خود مسلمان ہو کر عربوں کی طرح اسلام کے پرجوش مبلغ بن چکے تھے ۔ اور دینی حیثیت سے خلیفۂ بغداد کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے تھے ۔ یہ تعلق بھی وقت گزرنے پر محض رسمی حیثیت کا رہ گیا اور مسلمان ترک خوانین وسط ایشیا میں زور پکڑنے لگے ۔ انہی ترکوں اور افغانوں نے بعد میں ہندوستان کی وسیع قلمرو کو فتح کر کے اس ملک میں اسلام کا اقتدار قائم کیا ۔ اور اسلامی فتوحات کے علم کو مشرق میں بنگال کی مشرقی حد بلکہ برما کے اضلاع تک اور جنوب میں ہندوستان کے آخری گوشے راس کماری تک پہنچایا ۔

ہسپانیہ کی اموی خلافت

۷۱۰ء میں ایک مسلم سالار طارق نے ہسپانیہ کی سر زمین میں فوجیں اتاریں اور روڈرک شاہ ہسپانیہ پر فتح حاصل کر کے چند شہروں پر قبضہ جما لیا ازاں بعد افریقہ کے مسلم گورنر موسے نے ایک لشکر جرار لے کر ہسپانیہ کے ملک کو سر کر لیا ۔ اس طرح دمشق کے اموی خلفا کا اقتدار ہسپانیہ میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک قائم ہو گیا ۔ عربوں نے کوہستان پرینیز کو عبور کر کے فرانس کے بعض صوبوں پر بھی قبضہ جما لیا تھا لیکن ۷۳۲ء میں ایک فرینک سردار چارلس مارٹل نے پونتامیں کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست دے کر فرانس کی سر زمین سے باہر نکال دیا ۔ ۷۵۰ء تک ہسپانیہ میں دمشق کے خلیفۂ اسلام کے مقرر کئے ہوئے حاکم حکومت کرتے رہے لیکن اس سال جب عباسیوں نے امویوں کے اقتدار کا

خاتمہ کر دیا تو بنی امیہ کے شاہی خاندان کا ایک فرد عبدالرحمن نامی بھاگتا اور جان بچاتا ہوا ہسپانیہ پہنچ گیا۔ ہسپانیہ کے عرب سرداروں نے ۷۵۵ء میں اس شخص کو خلیفہ بنانے کا اعلان کردیا اور اس طرح اسلامی خلافت کا دوسرا مرکز قرطبہ میں قائم ہو گیا ۔ اس عبدالرحمن کے چند جانشین محض امیر اور سلطان کا لقب اختیار کرنے پر اکتفا کرتے رہے لیکن ۹۱۲ء میں عبدالرحمن سویم نے خلیفۂ اسلام کا لقب اختیار کرلیا ۔ عبدالرحمن سویم بڑے تزک و احتشام والا خلیفہ تھا جس کے عہد میں ہسپانیہ کی تمدنی ترقیاں اپنی معراج کمال کو پہنچیں اور عامۃ الناس بہت خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگے ۔ اس خلیفہ کے عہد میں ہسپانیہ کے عربوں نے علوم و فنون کو بھی بہت آگے لے جانے کی کوشش کی ۔ اور زراعت و تجارت کو بہت فروغ دیا ۔ قرطبہ کی عظیم الشان مسجد جو چار ہزار سات سو شمعوں سے روشن ہوتی تھی اس خلیفہ نے بنوائی ۔ یونان اور ایشیائے کوچک تک کے اہل کمال ، کاریگر اور عالم اس خلیفہ کے دربار میں موجود رہتے تھے ۔ اس نے ۹۶۱ء تک حکومت کی ۔ یورپ کے مورخ خلیفہ عبدالرحمن سویم کے عہد حکومت کو ہسپانیہ کی خوشحالی کا بہترین طلائی دور قرار دیتے ہیں جس کی نظیر نہ کبھی پہلے دیکھنے میں آئی اور نہ بعد میں پیدا ہوئی ۔ ۱۰۳۱ء تک ہسپانیہ پر اموی خلافت کا اقتدار قائم رہا جس کے بعد صوبوں اور ولایتوں کے امرا اپنی اپنی جگہ پر آزاد ہوگئے۔ اور بعض بغداد کے عباسیوں کی خلافت کا دم بھرنے لگے ۔ ۱۰۵۶ء میں مراقش کے مرابطی امرا نے ہسپانیہ میں اقتدار قائم کر لیا ۱۱۴۷ء میں موحدوں نے جو مسلمانوں کا ایک مذہبی فرقہ تھا مراقش اور ہسپانیہ میں مرابطیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا ۔ ۱۱۵۸ء تک موحدوں نے طرابلس تک شمالی اور مغربی افریقہ کے سارے ملک فتح کر کے نیز ہسپانیہ کی سر زمین پر قبضہ جما کر ایک وسیع سطنت قائم کرلی ۔ بارھویں صدی مسیح کے اختتام کے قریب پاپائے اعظم انوسینٹ سویم نے ہسپانیہ کے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ لڑنے کا فتوئے صادر کر دیا ۔ پادریوں نے عیسائی آبادیوں کو خوب اشتعال دلایا ۔ ۱۲۱۲ء میں صلیبوں اور موحدوں کے درمیان

ہسپانیہ کی سر زمین میں زبردست لڑائی ہوئی ۔ جنگ کا میدان صیلبی عیسائیوں کے ہاتھ رہا ۔ موحدین کا امام اور سلطان محمد ہسپانیہ کی سر زمین سے نکل کر مراقش آگیا اور اسی غم کے مارے اگلے سال فوت ہو گیا ۔ یورپ کے عیسائی اس سے قبل مشرق ادنے میں مسلمانوں کے خلاف متعدد صلیبی جنگیں لڑ کر ناکامی کا منہ دیکھ چکے تھے ۔

مقامی امرا اور سلاطین

امویوں کی خلافت کے دور میں سندھ سے لے کر مراقش اور ہسپانیہ تک کی اسلامی سلطنت کا شیرازہ نظم و نسق کی ایک ہی سلک میں منسلک رہا ۔ لیکن عباسیوں کے بر سر اقتدار آنے کے ساتھ ہی ہسپانیہ کی سر زمین الگ ہوگئی ۔ خلیفہ ہارون‌الرشید اور مامون‌الرشید نے دور دراز کے صوبوں اور ولایتوں میں وراثتی حاکم مقرر کرنے کی جو پالیسی اختیار کی اس کا نتیجہ سلطنت کے انتشار کی صورت میں بر آمد ہوا اور مرکزی اقتدار کے کمزور ہونے پر مختلف ولایتوں کے حاکم خاندان خود مختار بن بیٹھے ۔ مقامی اقتدار حاصل کرنے کے لیے جا بجا مقامی چپقلشیں اور خانہ جنگیاں رونما ہونے لگیں ۔ افریقہ میں ۸۰۰ء سے لے کر ۹۰۹ء تک پہلے اغلبی خاندان کے امرا نے حکومت کی جن کے بعد مراقش کے مرابطیوں نے ۱۰۵۶ء سے لے کر ۱۱۴۷ء تک زمام اقتدار سنبھالی ازاں بعد موحدوں کا دور آیا جو ۱۲۴۲ء تک مغربی افریقہ اور ہسپانیہ کے کچھ حصے پر حکمرانی کرتے رہے ۔ مصر و شام میں عباسی خلفا کے عہد میں پہلے طولون خاندان (۸۶۸ء سے ۹۰۵ء تک) پھر اخشید خاندان (۹۳۵ء سے ۹۶۹ء) تک پھر فاطمی خاندان (۹۰۹ء سے ۱۱۷۱ء تک) بر سر اقتدار رہا ۔ فاطمی خاندان کے امرا نے خلیفہ کا لقب بھی اختیار کر رکھا تھا ۔ یہ امرا شیعہ مذہب کے پیرو تھے ۔ محمد بن اسمعیل کو جو ایک فاطمی سید تھا امام بر حق مانتے تھے ۔ اور اسی کی اولاد سے تھے ۔ اسماعیلیہ شیعہ اسی فرقہ کے لوگ تھے ۔ فاطمی پہلے پہل ٹیونس اور طرابلس میں اغلبیوں کو مغلوب کرکے

برسراقتدار آئے تھے ازاں بعد مغربی افریقہ میں مرابطی فرقہ کے لوگ بر سراقتدار آ گئے اور فاطمیوں نے ۹۶۹ء میں مصر و شام کی سر زمین فتح کر لی ۔ سلطان صلاح الدین ایوبی ، نے جو پہلے کردستان کے سلطان نورالدین زنگی کا سپہ سالار تھا ۱۱۶۹ء میں فاطمیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر کے مصر و شام میں ایوبیوں کے خاندان کا اقتدار قائم کر لیا ۔ ایران کے ایک حصے پر ۹۳۲ء سے ۱۰۵۵ء تک دیلم کے بویہیوں نے اور دوسرے حصے پر ۸۷۴ء سے ۹۹۹ء تک خراسان کے سامانی سلاطین نے حکمرانی کی جن کے بعد افغانستان کے غزنوی سلاطین اور ترکستان کے سلجوق امرا نے ایران کی سر زمین پر اپنا تسلط قائم کرلیا ۔ غزنوی خاندان کا بانی الپ تگین خراسان اور ماوراءالنہر کے سامانی بادشاہ کا غلام تھا جس نے خوش ہو کر الپ تگین کو بہت بڑی جاگیر عطا کر دی ۔ الپ تگین ۹۹۰ء میں غزنی کا بادشاہ مقرر ہوا ۔ الپ تگین کی وفات پر اس کا ایک ترک غلام سبکتگین بادشاہ بنا جو غزنوی خاندان کا حقیقی بانی ہے ۔ غزنویوں کا اقتدار ۹۹۰ء سے لے کر ۱۱۸۶ء تک افغانستان اور پنجاب کی سر زمین میں قائم رہا جس کے بعد غوریوں کی باری آ گئی ۔ اسی عہد میں سلجوق ترک ہرات اور مرو میں جاگیر قائم کرکے ایران کی سر زمین میں اپنے تسلط و اقتدار کو وسعت دینے لگے ۔ الپ ارسلان (۱۰۶۳ء سے ۱۰۷۲ء تک) اور اس کے بیٹے ملک شاہ (۱۰۷۲ء سے ۱۰۹۲ء تک) کے عہد میں سلجوقیوں کا اقتدار ایشیائے کوچک ، شام ، ایران ، خراسان ترکستان ، کرمان اور عراق کی سر زمینوں پر حاوی ہو چکا تھا ۔ بغداد کے عباسی خلفا کے محافظ و مشیر بھی یہی ترک سردار تھے ۔ جنہوں نے ملک شاہ کے بعد جا بجا چھوٹی بڑی جاگیریں قائم کرلی تھیں ۔ ملک شاہ کے زمانے میں حسن بن صباح نے فرقہ باطنیہ کے فدائیوں کا گروہ تیار کیا اور کوہ الموت پر ڈیرہ جما کر وہاں مصنوعی بہشت بنایا ۔ باطنی فرقہ کے پیرو دہشت پھیلانے والے تھے جو اپنے مخالفوں کو بے دریغ قتل کر دیتے تھے ۔ دنیائے اسلام کی بہت سی مقتدر ہستیوں کو انہوں نے خفیہ سازشیں کرکے ٹھکانے لگایا اور کوہستان الموت میں بڑی طاقت فراہم کرلی ۔

مختلف ملکوں ، خطوں اور سر زمینوں کے یہ امرا اور سلاطین جنہوں نے خاندانی حکومتیں قائم کیں بہ ظاہر بغداد کے عباسی خلافت کے تابع فرمان تھے - لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ گیارھویں صدی مسیحی میں یعنی ۱۰۰۰ء کے بعد مرکز خلافت کا اقتدار محض برائے نام رہ گیا تھا اور خلفا بے بس ہو کر محض نام و نمود کے پتلے بن چکے تھے - امرا اور سلاطین دربار خلافت کو مذھبی احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس سے خوشنودی کا پروانہ یا اور سند حاصل کرنے کو اپنے لیے باعث فخر خیال کرتے تھے - لیکن اپنی اپنی جگہ پر سب آزاد اور خود مختار تھے - سلطان محمود غزنوی کو (۹۹۸ء سے ۱۰۳۰ء تک) ھندوستان کی مہمات سر کرنے کی بنا پر بغداد کے عباسی خلیفہ کے دربار سے ''امین الدولہ یمین الملت،، کا خطاب اور شاھانہ خلعت عطا ھوئی - اس صدی میں خلیفۂ اسلام کا منصب قریب قریب ایسا ھی بن گیا تھا جیسا کہ یورپ میں پاپائے اعظم کا منصب صدیوں سے چلا آ رھا تھا -

عربوں کی تجارتی، تمدنی اور عمرانی سرگرمیاں

عرب مسلمانوں نے اپنے اس دور ترقی میں بحری اور بری تجارت کو بھی بہت فروغ دیا ۔ عربوں کے بادبانی جہاز بحیرہ روم ، بحیرہ قلزم ، بحر ھند ، بحرالکاھل جنوبی اور بحیرہ چین میں چلتے تھے ۔ انہوں نے ھندوستان کے مغربی ساحل کے متعدد مقامات بالخصوص ملیبار ، ملایا ، سماٹرا ، جاوا اور فلپائن تک اپنی نو آبادیاں بسائیں ۔ ریاستیں بنائیں اور مستقل تجارتی مرکز قائم کیے ۔ انہوں نے افریقہ کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ بھی زنجبار تک تجارتی بستیاں بسائیں اور براعظم افریقہ کے وسطی جنگلوں تک کو ھاتھی دانت ، مہاگنی ، سونا الماس اور دوسرے تجارتی نوادر کے حصول کے لیے کھنگالا ۔ بحری تجارت کے علاوہ خشکی کی بڑی بڑی تجارتی شاھراھیں بھی عرب تاجروں کے قدموں سے پامال ھوتی تھیں ۔ چین اور مملکت عباسی کے درمیان ترکستان کی راہ سے تجارتی قافلوں کی آمد و رفت کو بہت فروغ حاصل ھوا ۔ یہ تجارتی شاھراہ شمالی چین کے بڑے بڑے شہروں سے ھوتی ھوئی یارقند ، کاشغر ، ختن سے گزرتی تھی ۔ اس کی ایک شاخ ختن سے ھندوستان کی طرف آتی تھی اور دوسری شاخ موجودہ دور کے روسی اور افغانی ترکستان کے شہروں سے گزرتی ھوئی بغداد تک جا نکلتی تھی ۔ بغداد سے آگے تجارتی مال شام اور ایشیائے کوچک کی راہ سے دنیائے مغرب یعنی سر زمین فرنگ میں پہنچتا تھا ۔ عربوں کی تجارتی سرگرمیوں کی بدولت ایک کوھان والا اونٹ اور عربی نسل کا تازی گھوڑا پہلے پہل چین میں پہنچا ۔ اور چین کا ریشم اور دوسرا تجارتی مال یورپ کے ملکوں میں جا کر فروخت ھونے لگا ۔

عرب مسلمانوں کے عروج کا یہ دور ان کی فتوحات ، ملکی نظم و نسق اور تجارتی سر گرمیوں کے لحاظ ھی سے ممتاز نہیں بلکہ اس کی روشن ترین خصوصیت علمی اور تمدنی ترقی ھے جس سے نوع انسانی اس دور میں شناسا ھوئی ۔ تاریخ عصر حاضر کے جملہ علوم و فنون کو پیدا کرنے ، ترقی دینے اور فروغ بخشنے کا سہرا (بغداد ، قرطبہ اور غرناطہ ، ھسپانیہ کے) عربوں کے سر باندھتی ھے ۔ عرب جنوبی میدان اعظم کے ایک ایسے گوشے سے نکلے تھے جو انسان کے شعور حاصل کرنے کے وقت سے بدوی اقوام کا گہوارہ چلا آرھا تھا ۔ اس لق و دق صحرائی ملک کے ارد گرد مختلف ادوار میں بڑی بڑی متمدن سلطنتیں قائم ھوئیں ، پروان چڑھیں ، گریں ، بدلیں اور پھلی پھولیں ۔ بدوی اقوام کا یہ گہوارہ وقتاً فوقتاً اپنی فالتو آبادی کو شمال مشرق اور مغرب میں پھینکتا رھا جس نے باھر نکل کر بار ھا متمدن سلطنتوں کے تختے الٹے ۔ اس ملک کو مصری ، بابلی ، سمیری ، اشوری ، ایرانی ، ساسانی ، یونانی اور رومی برائے نام اپنی مملکت کا حصہ سمجھتے رھے لیکن اس کے بدوی قبیلے ان سب سے خراج لیتے تھے ۔ تجارتی مال کو ادھر سے ادھر لے جانے کا وسیلہ بن کر حق الخدمت وصول کرتے تھے ۔ اس دور میں عربوں نے اپنے صحرا سے باھر نکل کر نہ صرف وسط ایشیا سے لے کر ھسپانیہ تک سلطنتیں اور حکومتیں قائم کیں اور بحرالکاھل سے لے کر بحر اوقیانوس تک تجارت کو فروغ دیا بلکہ ھر قسم کی علمی دریافتوں کو اس حد تک ترقی دی جس کی نظیر اس دور سے پہلے کسی زمانے میں نہیں ملتی ۔ عرب جب اپنے ملک سے باھر نکلے تو انہوں نے یونانی حکما کے فلسفے اور نسطوری مسیحی راھبوں کی معمولی علمی دریافتوں سے شناسائی حاصل کی اور اپنی دماغی قوتوں سے کام لے کر ھر قسم کے علوم و فنون کو ترقی دی ۔ عرب مسلمان علم کے بھوکے تھے اس لیے انہوں نے پرانی علمی دستاویزوں کے ترجمے کرائے جن کی طرف ان سے پہلے کسی قوم نے توجہ مبذول نہ کی تھی درسگاھیں قائم کیں ، مدرسے کھولے ، بحث و مناظرہ کے فن کو فروغ دیا ۔ دارالعلوم بنائے ۔ تجربہ گاھیں اور رصدگاھیں قائم کیں ۔ علمی تحقیقات کے دروازے کھولے ۔ انسان کے فکر کو پرانے اوھام سے

آزاد کیا - عربوں کے عروج کے عہد میں مسلمانوں کی علمی سرگرمیوں کی داستان بجائے خود ایک مستقل اور ضخیم کتاب کی مستحق ہے - مختصر یہ کہا جا سکتا ہے کہ علم و ادب میں انہوں نے افسانہ نویسی ، داستان نویسی ، ناول ، شعر ، تعلیمی نصاب اور اخلاقیات کے عنوانوں کے ماتحت کتابیں لکھیں - تاریخ نویسی کا فن ایجاد کیا اور اس ضمن میں نہ صرف قوموں ، بادشاہوں اور سلطنتوں کے حالات تاریخی حیثیت سے قلمبند کیے بلکہ سوانح عمریاں ، تذکرے ، تزکیں اور تاریخی نظمیں لکھیں۔ فلسفہ حکمت اور طب کے علوم کو نہ صرف ترقی دی بلکہ نئے سرے سے مدون کیا - اس ضمن میں ہسپانیہ کے ابن الرشد (۱۱۲۶ء سے ۱۱۹۸ء تک) اور ایران کے ابن سینا ۹۸۰ء سے ۱۰۳۷ء تک شہرت دوام حاصل کر چکے ہیں - خوش نویسی ، کتابت اور خطاطی کے فنون کو معراج کمال تک پہنچایا ، ریاضیات میں ہندسوں کا استعمال ، تعداد جمل ابجدی ، صفر اور اعشاریہ کی ترویج انہی کے حصے میں آئی - الجبرا کے قاعدے ایجاد کیے - مخروطی اجسام کی پیمایش و مساحت کا علم ایجاد کیا - ریاضی کی نئی نئی علامتیں بنائیں - طبیعات میں پنڈولم کا اصول ، بصارت ، نور اور روشنی کے متعلق بہت علمی دریافتیں کیں - علم ہیئت کو اتنی ترقی دی کہ ان کے ایجاد کردہ بہت سے اوزار آج تک کی رصدگاہوں میں زیر استعمال ہیں - علم طب کو بہت فروغ دیا اور مدون کیا - جراحی کے ذریعے امراض کے علاج کا طریقہ رائج کیا اور علم جراحی کو بہت ترقی دی - کلوروفارم ایجاد کیا ، علم کیمیا میں الکحل ، پوٹاش ، نائٹریٹ آف سلور ، کراسیو سبلیمیٹ ، نائٹرک ایسڈ ، سلفیورک ایسڈ اور متعدد گیسیں اس دور کے مسلمانوں کی روشن دریافتیں ہیں - اس دور کی بعض صنعتی ترقیاں بھی معراج کمال تک پہنچ گئی تھیں - دھاتوں پر نقاشی اور پارچہ بافی کی صنعت جس کمال تک اس دور میں پہنچ چکی تھی بعد میں بھی نہیں پہنچی - رنگ بنانے کا راز بھی انہیں معلوم ہو گیا تھا - کاغذ سازی کی صنعت کو چینیوں سے سیکھ کر اسے ترقی دی - چرم سازی اور چمڑا رنگنے کے نئے طریقے نکالے - ٹنکچر ، عطریات ، عرقیات اور شربت سازی کے فن کو بہت

ترقی دی ۔ عطاری یعنی ادویہ سازی کو فروغ دیا ۔ گنے کی کاشت بھی اس عہد کی ایجاد ھے جس کے رس سے شراب بنائی ۔ کئی قسم کی انگوری شرابیں ایجاد کیں ۔ زراعت کے علمی طریقے رائج کیے ۔ کھاد کے استعمال کو رائج کیا ۔ آبپاشی کے انتظام کو بہتر بنایا ۔ باغبانی کے فن کو بہت ترقی دی اور پھلوں اور پھولوں کی کاشت کو باقاعدگی سے رائج کیا اور ان کی پیداوار کو بہت ترقی دی ۔ فن تعمیر کو درجۂ کمال تک پہنچایا اور ھر جگہ بڑی بڑی عالی شان عمارتیں بنوائیں ۔ غرض کہاں تک لکھا جائے ۔ علمی تحقیقات کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس میں اس دور کے مسلمانوں نے غور و فکر سے کام لے کر نئے نئے علوم کی بنیاد نہ رکھی ھو ۔ کرہ ارضی کی پیمایش ، جغرافیہ اور نقشہ سازی بھی اسی عہد کے مسلمانوں کی کاوشوں کا ثمرہ ھیں ۔ مسلمانوں کی یہ علمی سرگرمیاں نہ صرف انسانی فکر کی عام سطح کو بلند کرنے والی تھیں بلکہ ان کی علمی دریافتیں روزمرہ کی زندگی میں بھی عام انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی تھیں ۔ جن کے باعث بہت سی معاشرتی سہولتیں رائج ھونے لگیں اور معیار معیشت پہلے کی بہ نسبت بہتر ھوگیا ۔ چونکہ اس دور میں عام لوگوں کے طبایع مذہبیت کی طرف بہت زیادہ مائل تھے اس لیے اخلاق حالت میں بھی بہت کچھ اصلاح نظر آنے لگی ۔

بہت سے علوم و فنون ایجاد کرنے اور انہیں ترقی دینے کا سہرا بلا شبہ اس دور کے مسلمانوں کے سر پر بندھا لیکن تعجب کا مقام ھے کہ ان کا دماغ علم السیاست کو ترقی دینے اور بہتر بنانے کی طرف متوجہ نہ ھوا اور مسلمان پیغمبر اسلام ص کی وفات کے بعد نصف صدی تک بھی اس طرز حکومت کو قائم نہ رکھ سکے جس کی نظیر پہلے دو خلیفوں ابوبکر اور عمر نے قائم کی تھی ۔ عرب مسلمان اپنے صحرا سے نکل کر اور دوسرے ملکوں کے حکمران بن کر بہت جلد قیصریت اور کسرائیت کے پرانے طریقوں کا شکار ھو گئے ۔ جن کی تلخی کو دین اسلام کی جمہوریت پسندی ھی ناقابل برداشت حد تک بڑھنے سے روک سکتی تھی ۔ مسلمانوں میں شخصی اقتدار کے قائم اور رائج ھونے کا ایک نتیجہ یہ ھوا کہ مسلمان اھل فکر کوئی ایسا علم السیاست ایجاد کرنے اور

خاص کر کوئی ایسا طرز حکومت رائج و نافذ کرنے سے قاصر رہ گئے جسے وہ مختصاً ''اپنا،، کہ سکتے اور جس کی بدولت وہ آئے دن کی بغاوتوں ، شورشوں خانہ جنگیوں اور امرا گردیوں سے بچے رہتے۔

اسلام کی تعلیمات نے رنگ و نسل کے امتیازات دور کر کے جو نئی کمیونٹی قائم کرنے کی کوشش کی وہ پامال اور مظلوم طبقوں کے لیے بڑی کشش کا باعث تھی بدھ مذہب اور عیسائیت کی طرح اسلام نے بھی ذات پات کے امتیاز کو مٹایا اور ایک عالمگیر برادری قائم کر دی جس میں ہر فرد کے معاشرتی حقوق دوسروں کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ نسلی تفوق ، خاندانی غرور ، قومی فخر ، رنگ کی رعونت وغیرہ کے ذمائم دور کر کے محض شخصی اخلاق کی بلندی علم و فضل ، اور دوسری ذاتی خوبیوں کو عزت کا معیار قرار دیا۔ دین اسلام کے صریح احکام کے باعث مسلمانوں کی سوسائٹی میں عورت کا رتبہ بھی بلند تر ہو گیا اور اس کے حقوق معین ہو گئے جس کی نظیر ازمنۂ ما قبل کی معاشرت میں کہیں نظر نہیں آتی۔ ان اصلاحات کے باوجود جو شرف انسانی کو قائم و بحال کرنے کا موجب ہوئیں ، مسلمانوں کی سوسائٹی بردہ فروشی کی قبیح رسم کو محو کرنے سے قاصر رہ گئی۔ البتہ اس سوسائٹی میں غلاموں کے ساتھ بہت اچھا سلوک ہونے لگا۔ ان کے حقوق از روئے مذہب معین ہو گئے۔ مسلمان گھرانوں میں غلاموں اور کنیزوں کو خاندان کا رکن سمجھا جانے لگا۔ اس کے علاوہ مسلمان امیر و غریب کا امتیاز دور کرنے سے بھی قاصر رہ گئے۔ قیصری نظام حکومت اور مطلق‌العنان بادشاہی کے باعث سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقے بدستور قائم رہے ، البتہ مسلمان اپنے فقیر اور نادار لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ جس کی انہیں مذہباً سخت تاکید کی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی سوسائٹی میں اقتصادی بنا پر جماعتی کشمکش کو کبھی فروغ حاصل نہ ہو سکا۔ مسلمان عام طور پر شراب خوری ، سود خوری اور قمار بازی کے ذمائم سے محترز رہتے تھے اور سور ، درندوں اور مردار خور جانوروں کا گوشت کھانے سے کلیتاً پرہیز کرتے تھے۔

ترکوں کی سرگرمیاں

ہم پہلے باب میں ترک قوم کے ظہور کا مختصر سا حال بیان کر آئے ہیں جو شمالی میدان اعظم اور وسط ایشیا میں ھنوں کے بعد برسر اقتدار آئی۔ ۵۶۷ء میں ترکوں نے دریائے جیحوں کے کنارے ھنوں کو شکست دے کر افغانستان (افتالی) اور ترکستان سغدیانہ کی سر زمینوں پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ ساتویں صدی مسیحی کے آغاز تک سارے تاتار اعظم میں ترک خاقانوں اور خانوں کی حکومت کا طوطی بولنے لگا۔ ادھر چین کے شہنشاہ ترکوں کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم کرکے ان کی طاقت کا لوہا مان رہے تھے ادھر وہ ایران کے ساسانیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے تھے اور ان کے بعض قبیلے قیصر روم ہرقل کو آرمینیا اور ایشیائے کوچک میں ایرانیوں کے خلاف مدد دے رہے تھے۔ ۶۱۶ء میں ایک ترک بادشاہ سیبر نے چین کے سوئی خاندان کے شہنشاہ سے جنگ کی لیکن دربار چین نے اپنی پرانی امپیریئل پالیسی اختیار کرکے جسے وہ صدیوں ھنوں کے خلاف استعمال کرتے رہے تھے، ترکوں میں پھوٹ ڈلوا کر انہیں کمزور کرنے کی کوشش کی، اور تاتار کے ترک خاقان دربار چین کے زیر اثر آگئے۔ ترک سرداروں نے چین کے شاھی خاندان کی لڑکیوں سے شادی کرکے رشتہ داری کے تعلقات بھی قائم کئے۔ ترکوں کے دوسرے خاندانوں نے کرغیز، کاشغر، ختن، سجاب، تاشقند اور فرغانہ میں خانیاں اور جاگیریں قائم کرلیں۔ ۶۹۱ء میں سجاب (شمال مشرقی ترکستان) کا بادشاہ مرچو نامی ایک اولوالعزم شخص بنا جس نے چین کے صوبہ شانسی کو تاخت و تاراج کیا۔ چین کی ملکہ کو جھکنا پڑا۔ اس نے مرچو کی مہمانی کی۔ مرچو نے چین کی ملکہ سے اناج، زراعتی اوزاروں اور ریشم وغیرہ کی صورت میں بہت سے تحایف

وصول کیے اور ان ترک قبیلوں کو واپس لے لیا جنھیں دربار چین نے اپنی مملکت میں نظربند کر رکھا تھا ۔ مرچو اپنی بیٹی کو سوئی خاندان کے ایک شہزادے سے بیاھنا چاھتا تھا کہ وہ چین کی ملکہ بن جائے ، لیکن چین کی ملکہ کو یہ بات منظور نہ ھوئی اس پر مرچو نے چین کے شمالی صوبوں کو پیکن تک تاراج کیا ۔ بہت تباھی مچائی ۔ مرچو نے ترگاش کے خاقان کو بھی شکست دی ۔ ملک خطا صحرائے گوبی اور بیکال کے علاقوں کو بھی سر کیا ۔ اس طرح اس نے شرقاً غرباً تین ہزار میل لمبی سلطنت قائم کی جو شمالا جنوباً بحر منجمد شمالی سے کوھستان تبت تک پھیلی ھوئی تھی ۔ ۷۴۳ء تک مرچو کی پیدا کی ھوئی سلطنت طوایف الملوکی کا شکار ھو گئی ۔ مشرقی ترک چین کے معاملات میں الجھ کر رہ گئے اور مغربی ترک دس خاندانوں میں منتشر ھو کر بیٹھ گئے اور جا بجا ریاستیں قائم کر لیں ۔ جن میں سے حسب ذیل قابل ذکر ھیں :- کرغیز ، خوارزم ، ھفتالی ، خزر ، آوار ، کوچی ، طارم ، سرچین ، ٹوچارا ۔ ھراشر اور یوغور ۔ ان ترک ریاستوں کے باھمی تعلقات ، جنگ و جدال اور نشیب و فراز کی تاریخ بہت پیچ در پیچ واقع ھوئی ہے جو اس مختصر سے احوال میں بیان نہیں کی جا سکتی ۔ ایک ترک خاندان نے شمالی چین میں بادشاھی قائم کرکے چین کے مشہور شاھی خاندان ٹانگ کی بنیاد رکھی جو ۸۷۰ء سے ۹۰۷ء تک حکمران رھا ۔ اس کے بعد شمالی چین میں خطائی ترک بادشاہ بنے جو ۱۱۲۰ء تک حکومت کرتے رھے ۔ افغانستان اور ترکستان کے ترک سردار آٹھویں صدی مسیحی میں عباسیوں کی خلافت کے زیر اثر آکر مسلمان ھونے لگے تھے ۔ ایک ھزار عیسوی کے قریب سجاب ، ختن اور کاشغر میں بغرا خان نامی ایک ترک حکمران تھا جس نے یوغوری ترکوں میں دین اسلام پھیلانے کی بہت جد و جہد کی ۔ اسی طرح ابوالظفر ارسلان (۱۰۲۰ء) شاہ سجاب اور الپ ارسلان شاہ بلخ (۱۰۲۹ء) بھی دین اسلام کے بہت پرجوش مبلغ بنے ۔

ان ریاستوں میں جو ترکوں نے وسط ایشیا میں قائم کیں خوارزمیوں کی ریاست بہت طاقتور تھی جیسے انس تگین پسر خوارزم شاہ نے ۱۰۷۷ء میں دریائے جیحوں کے کنارے قائم کیا ۔ غزنویوں نے ۹۹۰ء کے قریب افغانستان میں

اپنا سکہ چلایا اور سلجوقیوں نے ۱۰۰۰ء کے قریب مرو و ہرات میں ابتدائی ریاست قائم کی ۔

اس دور میں ترکی النسل قبیلوں کی نقل و حرکت دنیائے مغرب کی طرف بھی جاری رہی ۔ ۹۰۰ء سے ۹۵۰ء تک میگیار (مجار) ترکوں کے قبیلے ھنگری اور رومانیہ تک پہنچ گئے ۔ ۹۳۸ء میں ان ترک لشکروں نے جو لا مذھب تھے وسطی یورپ کی مقدس عیسائی رومی سلطنت کو تاخت و تاراج کیا ۔ یہ لشکر جرمنی کی سر زمین کو پامال کرتے ہوئے فرانس میں داخل ہوئے وھاں سے کوھستان ایلپس کو عبور کر کے شمالی اٹلی کی راہ سے واپس ھنگری پہنچ گئے ۔ مجار ترکوں کے جنوب میں بلغار ترک آباد ھو رہے تھے ۔ بلغاروں کے ایک بادشاہ بورس (۸۵۲ء سے ۸۸۴ء) کے دربار میں مسلمان ایلچی دین اسلام قبول کرنے کا دعوتی پیغام لے کر آئے تھے ۔ اور شاہ بورس مسلمان ہونے پر آمادہ تھا لیکن اس نے قسطنطنیہ کے باز نطینی شاھی خاندان کی ایک شہزادی سے شادی کرلی اور اس رشتے کی بنا پر وہ خود بھی عیسائی بن گیا ، اور اپنی قوم کو بھی عیسائیت قبول کرنے پر راغب کر لیا ۔ مجار ترک بھی جو ھنگری میں آباد ھو رہے تھے عیسائیت کی گود میں چلے گئے ۔

اسی دور میں یعنی دسویں صدی مسیحی میں سلجوقی ترک ایران اور ایشیائے کوچک میں پھیل رہے تھے ۔ سلجوقیوں نے جو ۹۳۰ء میں صحرائے کرغیز سے چل کر بخارا میں آئے اور مشرف بہ اسلام ھوئے سلطان محمود غزنوی کے عہد میں ھرات اور مرو میں اپنی جاگیریں قائم کیں ان ترک قبائل کے سردار کا نام سلجوق تھا اس لیے یہ ترک سلجوقی کے نام سے مشہور ہوئے ۔ ۱۰۳۷ء میں سلجوق کا پوتا طغرل بیگ مسند نشین ھوا جس نے ایران کی سر زمین فتح کی ۔ سلجوقی سنی مسلمان تھے جنھوں نے بغداد کی عباسی خلافت کے دربار میں بہت کچھ اثر و رسوخ حاصل کر لیا ، اور خود خلیفہ اسلام کے کارندوں کی حیثیت سے اپنی یلغاروں کے دائرہ کو وسعت دینے لگے ۔

ایران کی شیعہ ریاست کے بعد سلجوقیوں نے آرمینیا کو تاراج کیا اور ایشیائے کوچک پر قبضہ جمایا۔ ۱۰۷۱ء میں ملند گرد (ایشیائے کوچک) کے مقام پر الپ ارسلان کے سلجوقی ترکوں اور بازنطینی یونانیوں کے درمیان زبردست لڑائی ہوئی جس میں ترک غالب آئے۔ اس لڑائی کے بعد سلجوقی ترک ایشیائے کوچک کی سر زمین پر قابض ہوگئے۔ انہوں نے قونیہ کو اپنا مرکز بنایا اور ۱۰۷۳ء میں شام کے مقدس شہر یروشیلم پر قبضہ جما لیا جس پر اس وقت مقامی مسلمان قابض تھے۔ سلجوقیوں کے عروج نے قسطنطنیہ کے بازنطینی حکمرانوں کو خوف زدہ کر دیا، جنھوں نے پاپائے روم سے اپیل کی اور پادریوں نے یورپ کے عوام میں ترکوں اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی باقاعدہ مہم شروع کر دی جو صلیبی جنگیں لانے کا موجب بنی۔

۱۰۰۰ء کے قریب مسلمان ترکوں کے لشکر پنجاب کی سر زمین سے بھی چھیڑ چھاڑ کرنے لگے تھے۔ بلخ و ھرات کے ترک بادشاہ الپتگین کے ایک غلام سبک تگین نے غزنی کو مرکز بنا کر ایک ریاست قائم کی۔ اسی سبکتگین کا بیٹا مشہور و معروف محمود غزنوی تھا جس نے اپنے عہد حکومت میں ھندوستان کی سر زمین پر سترہ بڑی یلغاریں کیں اور پنجاب کی سر زمین کو مشرق میں کانگڑہ کی پہاڑیوں تک تاراج کیا۔ محمود کی بڑی مہم گجرات کاٹھیاواڑ کے مقدس ھندو تیرتھ سومنات پر تھی جہاں اس نے خالص سونے کی بنی ہوئی ساٹھ فٹ اونچی مورتی کو توڑ کر بت شکن کا خطاب حاصل کیا۔ محمود نے اس مورتی کے تین ٹکڑے کئے۔ ایک ٹکڑا مکے بھیجا گیا، دوسرا ٹکڑا عباسی خلیفہ کے دربار میں بغداد روانہ کر دیا اور تیسرا ٹکڑا وہ اپنے دارالحکومت غزنین کو لے گیا۔ روایت ہے کہ محمود کو اس مورتی کے اندر سے اتنے بیش بہا جواھرات دستیاب ہوئے جو اس قیمت سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے جو سومنات کے پجاری مورتی کو تاراجی سے بچانے کی خاطر محمود کو پیش کر رہے تھے۔ ھندوستان پر محمود غزنوی کی یلغاروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کی سر زمین دریائے ستلج کے پار تک نیز ملتان، سندھ اور بلوچستان کے صوبے اسلامی غزنوی سلطنت کا جزو بن گئے۔ جو کوشن یا کوشانی خاندان کی بدھ

سلطنت کی جانشین بنی - ۱۰۲۲ء تک مسلمان ترک لاهور پر قبضہ جما چکے تھے -

سومنات کی مہم محمود نے ۱۰۲۶ء میں سر کی تھی - غزنی کے شاهی خاندان اور غزنی شہر کو سو سال کے اندر اندر داخلی انقلاب کا سامنا هوا - غزنی کو جو اس وقت تک بہت بڑا علمی اور تمدنی مرکز بن چکا تھا هرات کے ایک بادشاہ سلطان علاؤالدین غوری نے تاخت و تاراج کرکے نذر آتش کردیا اور سلطنت غزنوی پر نئے خاندان کا اقتدار قائم کر لیا - ۱۱۹۱ء میں شہاب الدین محمد غوری نے پنجاب کی حد سے آگے بڑھ کر دهلی اور اجمیر کی ریاست پر قبضہ جمانے کے لیے چڑھائی کی لیکن تراوڑی کے میدان میں جو کرنال کے قریب واقع ہے دهلی کے راجے رائے پتھورا کے هاتھوں شکست کھائی - ۱۱۹۳ء میں محمد غوری نیا ساز و سامان لے کر حملہ آور هوا - ادهر رائے پتھورا نے بھی هندوستان کے ڈیڑھ سو راجاؤں کو اپنی مدد کے لیے بلا رکھا تھا - تراوڑی کے میدان پر ایک دفعہ پھر ترکوں ، افغانوں اور راجپوتوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا جس میں راجپوتوں کو شکست هوئی اور دهلی کا راج مسلمانوں کے هاتھ میں منتقل هو گیا - ۱۱۹۴ء میں محمد غوری کے لشکروں نے قنوج کی ریاست کو سر کر لیا جس کے راجا جے چند نے ذاتی عناد کی بنا پر رائے پتھورا کی مدد نہیں کی تھی - ۱۱۹۵ء تک ترک جرنیل بختیار خلجی بنگال تک کی سر زمین کو غزنی کی اسلامی سلطنت میں شامل کر چکا تھا - محمد غوری ۱۲۰۰ء میں اپنے ایک غلام قطب الدین ایبک کو دهلی میں اپنا نائب اور هندوستان کا والی مقرر کرکے واپس غزنی چلا گیا - اس قطب الدین ایبک نے هندوستان میں خاندان غلاماں کی حکومت قائم کی - جس میں بیٹوں اور پوتوں کے بجائے بادشاهوں کے غلام تخت کے وارث بنتے تھے -

اس دور میں ترکستان ، خراسان ، ایران ، عراق ، ایشیائے کوچک اور شام و فلسطین پر سلجوق ترک چھائے ہوئے تھے جن کے ایک بادشاہ ملک شاہ کے عہد میں حسن بن صباح نے فدائیوں کا ایک خفیہ گروہ تیار کیا اور کوہ الموت میں مرکز قائم کرکے دنیائے اسلام کے بڑے بڑے آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کی تحریک شروع کر دی ۔ حسن بن صباح کے پیرووں کی جماعت باطنی فرقہ کہلاتی ہے ۔ اس سلجوق سلطنت کا شیرازہ ایک سو سال کے بعد منتشر ہوگیا ۔ سلجوق خوانین نے جا بجا جاگیریں قائم کر لیں ۔

ہندوستان کی حالت

مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے تو انہیں یہاں ہندوستان کی ایک بہادر اور غیور قوم راجپوت سے مقابلہ کرنا پڑا جو راجہ ہریش چندر (۶۰۶ء سے ۶۲۸ء تک) کے بعد کی طوایف الملوکی کے زمانے میں شمالی ہند کے دیہات سے اٹھی اور جس کے سورما سرداروں نے جا بجا اپنی ریاستیں قائم کر لیں۔ راجپوت مردانہ آن اور سپاہیانہ شان رکھنے والے لوگ تھے جن کی رگوں میں انفرادیت یعنی ذاتی خودی کا احساس کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیے راجپوت کوئی متحدہ ہندوستانی حکومت قائم کرنے سے قاصر رہ گئے۔ ہندوستان کے راجاؤں کا وقت عام طور پر آپس میں کی جنگوں یا رقابتی ریشہ دوانیوں میں گزرتا تھا۔ راجپوت برہمنی مت کے پیرو تھے اس لیے راجپوتوں کے عروج کے زمانے میں (۶۷۰ء سے ۱۰۰۰ء تک) برہمنی مت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ مندروں میں مورتی پوجا کو بہت ترقی ہوئی۔ صدیوں کے چڑھاوے جمع ہونے کے باعث مندر مال و دولت کے ذخیرے بن چکے تھے لہذا ترکوں اور افغانوں نے مندروں کو سونے کی کانیں سمجھا اور مال و دولت حاصل کرنے کے خیال سے ان پر حملے شروع کر دئیے۔ شمالی مسلمانوں کی ان یلغاروں میں بلا شبہ دینی جذبہ بھی بہت بڑی حد تک کارفرما تھا لیکن ترکوں اور افغانوں کو زیادہ کشش اس مال غنیمت میں تھی جو انہیں ہندوستان کے مندروں اور قلعوں سے بہ آسانی حاصل ہو جاتا تھا۔

عرب مسلمانوں کا اقتدار ایران کی سر زمین پر موجودہ افغانستان کی مغربی سرحدوں تک ۶۳۰ء ھی تک پھیل چکا تھا لیکن افغانستان کے ہندو راجے اس کے بعد دیر تک قائم رہے۔ افغانستان کی مغربی سرحد پر عربوں کے ظہور کے وقت زابلستان (سیستان اور قندھار) اور کابل میں مقامی ہندو راجے حکمران

تھے - اور کوھستان ھندوکش کے شمال کی سر زمین وسط ایشیا کے ترکوں کے زیرنگین آچکی تھی - کابل میں ابھی تک کوشانی خاندان کے جانشین حکمران تھے - اگرچہ اس خاندان کی وسیع سلطنت کا دامن ھنوں اور ترکوں کی یلغاروں کے ھاتھوں تار تار ھو چکا تھا کوشن یا کوشانی خاندان کے بادشاھوں نے افتالیوں ، زابلیوں اور ترکوں سے قرابت داری کے رشتے قائم کیے - پنجاب کی سر زمین ابھی تک انھی کے زیر اقتدار چلی آرھی تھی - کابل کے ان بادشاھوں کو جو کوشانی خاندان سے تھے چینی سیاح ھیوآن سانگ کشتری لکھتا ھے اور چینی مورخ انھیں تگین شاھی یعنی یوغور ترک قرار دیتے ھیں - عرب تذکرہ نگار انھیں زتبیل پکارتے ھیں - سنسکرت کے نوشتوں میں جو اس دور میں کشمیر میں لکھے گئے انھیں ''تروکشہ،، (ترک شاہ) کا نام دیا گیا ھے اور فارسی نوشتوں میں انھیں ترک شاھی خاندان ظاھر کیا گیا ھے - ۸۲۵ء میں ان بادشاھوں نے خراسان کے صفاری عرب حکمرانوں کے حملوں سے تنگ آ کر کابل کی راجدھانی چھوڑ دی اور ویھند کو اپنا مرکز بنا لیا جو دریائے اٹک کے مغربی ساحل پر اٹک شہر سے پچاس میل شمال کی طرف واقع تھا - ۸۵۰ء میں ایک برھمن وزیر نے اس خاندان سے حکومت چھین لی اور برھمن شاھی خاندان کی بنیاد رکھ دی - اس برھمن کا نام کلریاللیہ تھا - ۸۷۹ء سے ۹۰۰ء تک کے زمانے میں عمرو لیث صفاری نے سیستان (زابلستان) کی سر زمین سر کی اور اس کے ایک فوجی افسر فروعان نے لوگر (مشرقی افغانستان) کا علاقہ فتح کرکے وھاں کے ایک بڑے مندر کو مسمار کردیا - ۹۳۳ء میں ھرات کے سامانی خاندان کے ایک حاکم الپ تگین نے جو سامانی بادشاہ کا ترک غلام تھا صفاریوں کے حاکم سے کابل ، لوگر اور سیستان کے علاقے چھین لیے - اور پنجاب اور صوبہ سرحد کے برھمن بادشاہ جے پال سے لڑنا شروع کر دیا جو کابل کے برھمن شاھی خاندان کا جانشین تھا اور ویھند کو مرکز بنا کر حکومت کر رھا تھا - الپتگین اور اس کے جانشین سبکتگین کے دباؤ سے متاثر ھو کر جے پال نے اپنا صدر مقام ویھند سے بٹھنڈا میں تبدیل کر لیا جو جنوب مشرق پنجاب کا ایک اھم شہر ھے- ۸ محرم ۳۹۲ ھجری مطابق ۲۷ نومبر ۱۰۰۱ء میں

سلطان محمود غزنوی نے جو سبک تگین کا بیٹا تھا پشاور کے قریب جے پال کو شکست دی۔ یہ پٹھان ہندو راجا غیرت کے مارے چتا میں جل کر مر گیا۔ اس کے جانشین بٹھنڈا میں برائے نام حکومت کرتے رہے لیکن پنجاب کی سر زمین سر ہند تک غزنین کی سلطنت کا جزو شمار ہونے لگی۔

سرھند سے نیچے کا ملک شمالی ھند ۶۰۶ء سے لے کر ۶۴۸ء تک راجا ھریش چند کی سلطنت میں شامل رہا۔ جس نے چھوٹے بڑے راجاؤں کو مطیع کر کے جہلم سے لے کر ھگلی تک اور ھمالیہ سے لے کر نربدا تک اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ تھا کامروپ (آسام) کے راجے بھی اس کے باجگذار تھے۔ ھریش کے بعد ایک غاصب حکمران ھوا جس کے عہد میں سلطنت کا شیرازہ منتشر ھوگیا۔ اس غاصب راجے نے شہنشاہ چین کے سفیر سے بد عہدی کی اور اس کے ساتھی قتل کرا دئیے۔ سفیر بھاگ گیا اور نیپال اور آسام کے راجاؤں سے امداد لے کر لوٹا۔ غاصب راجہ کو شکست ھوئی۔ ھریش کی سلطنت کا شیرازہ منتشر ھونے کے بعد جو طوایف الملوکی پیدا ھوئی ان میں کی قابل ذکر ریاستیں حسب ذیل ھیں:۔

نربدا اور جمنا کے درمیان چاندل راجے حکمران تھے جنھوں نے اپنی ریاست میں بڑے بڑے عالی شان مندر تعمیر کرائے اور ۸۰۰ء کے قریب سے لے کر ۱۲۰۳ء تک حکمرانی کی۔

قنوج کے قریب بھوج کی ریاست قائم ھوئی جس میں پال خاندان کے راجے حکومت کرتے تھے۔ یہ راجے ۸۴۰ سے لے کر محمود غزنوی کے حملے تک حکمران رہے۔ ان کے بعد قنوج میں راٹھور خاندان کے راجپوتوں نے اقتدار حاصل کر لیا جس کے آخری راجا جے چند کو محمد غوری نے ۱۱۹۵ میں شکست دی۔

بنگال اور بہار میں پال خاندان کے راجے حکومت کرتے تھے جو بدھ مت کے پیرو تھے۔ یہ خاندان بنگال میں ۷۵۰ء سے ۱۲۱۰ء تک گیارھویں

صدی تک قائم رہا ۔ اس کے بعد سین خاندان کے متعصب ہندو راجے حکومت کرنے لگے سین خاندان کے اقتدار کا خاتمہ محمد غوری کے سالار بختیار خلجی نے ۱۱۹۵ء میں کیا ۔

سندھ کی سر زمین ۷۱۲ء سے ۸۷۱ء تک بغداد کی اسلامی خلافت کے زیر نگین رہی ۔ ازاں بعد منصورہ اور ملتان میں عربوں کی دو چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستیں یا بستیاں قائم رہ گئیں باقی علاقے راجپوتانہ کے راجپوت راجاؤں کے زیر نگین آگئے ۔

محمد غوری کے حملے کے وقت دہلی اور اجمیر پر چوہان ، قنوج پر راٹھور ، گجرات کاٹھیاواڑ میں بگھیلے راجپوت حکمران تھے ۔ جن سب کے اقتدار کا خاتمہ محمد غوری کے ہاتھوں ہوا ۔

اس دور کے آغاز میں دکن کی سر زمین میں ۷۵۰ء تک چالوکیہ خاندان کے راجپوت راجے حکومت کرتے رہے ۔ ۷۵۰ء میں مہاراشٹر کے ایک راجے نے اس خاندان کے ہاتھ سے زمام حکومت چھین لی ۔ لیکن ۹۷۳ء میں پھر چالوکیہ خاندان نے زور پکڑا ۔

اسی صدی میں جنوبی ہند کی چولا خاندان کی ریاست کے ایک حکمران راجا راجہ اعظم نے کالنگہ (اڑیسہ) میسور اور سیلون کے ملک فتح کیے۔ اس کے ایک جانشین نے ملایا کی ریاست قادح پر چڑھائی کی ۔ اور وہاں کے راجا کو تاراج کیا ۔ لیکن چولا خاندان کے راجے قادح میسور اور کالنگہ پر اپنا اقتدار قائم نہ رکھ سکے ۔ ۱۲۲۰ء میں جنوبی ہند کی پانڈیا ریاست کے راجے نے چولا خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور ۱۱۹۲ء سے مغربی گھاٹ کی ایک ریاست کے حکمران جو ہوئیسالا خاندان سے تعلق رکھتے تھے زور پکڑنے لگے ۔ جنہوں نے دکن میں چالوکیہ خاندان کے اثر و اقتدار کی جگہ حاصل کر لی ۔

اس طوایف الملوکی کے عالم میں جب کہ راجاؤں کے درمیان سیادتی اقتدار حاصل کرنے کے لیے متواتر لڑائیاں ہو رہی تھیں ۔ برہمنی مت کو بہت فروغ حاصل ہوا ۔ جا بجا بڑے بڑے مندر اور عالی شان محلات اور سنگین عمارتیں

تعمیر ہونے لگیں۔ ان راجاؤں کو آن بان دکھانے اور شان و شوکت قائم رکھنے کا بہت خیال رہتا تھا۔ لیکن ہندو قوم کی معنویات زوال پذیر ہو چکی تھیں۔ اس دور میں ادبی اور علمی حیثیت سے ہندوؤں نے کسی قسم کی ترقی نہ کی۔ گپتا خاندان کے طلائی عہد کی خوشحالی اور فارغ البالی اس وقت تک خواب و خیال ہو چکی تھی۔ بڑے بڑے راجاؤں کی شان و شوکت محض نمایشی تھی۔ ہندو سوسائٹی کو اندر سے گھن لگ چکا تھا۔

شرق الہند میں ہندو تمدن کا نفوذ

۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک کے زمانے میں جب کہ عرب کے مسلمان اپنے اثر و رسوخ کو مشرق و مغرب میں دور دور کے ملکوں تک پھیلا رہے تھے، ہندوستان کا تمدن اپنے بوقلموں عقاید و رسوم کے ساتھ شرق الہند کے دور افتادہ ملکوں اور جزیروں پر اپنا سکہ جما رہا تھا، جس کے آثار سماٹرا، جاوا، ملایا، بالی سیلیبیز، فلپائن، بورنیو، انام، کمبودیا اور بحرالکاہل کے دور افتادہ جزیروں میں اب تک موجود ہیں اور تاریخی ریکارڈ میں ثبت ہو چکے ہیں۔ ان ملکوں کے کتبوں، مندروں، مورتیوں، روایتوں اور رسموں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ملک صدہا سال سے ہندوستان کے ساتھ تجارتی آمد و رفت کے تعلقات رکھتے تھے۔ رامائن کی کہانی میں مذکور ہے کہ جنوبی ہند کے راجا سگدیو نے رانی سیتا کی تلاش میں دنیا کی چاروں سمتوں میں جو وفد بھیجے ان میں بعض وفود کو سماٹرا اور جاوا کی طرف بھی روانہ کیا تھا۔ رامائن میں راون کی لنکا کی طرح ان ملکوں کو بھی زر و مال اور جاہ و حشمت کے اعتبار سے بہت متمول ظاہر کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ جاوا سے پرے ایک پہاڑ ہے جس پر دیو اور بھوت بستے ہیں۔ پہلی یا دوسری صدی مسیحی میں اسکندریہ کے ستارہ شناس بطلیموس نے جو جغرافیہ عالم لکھا اس میں بھی سورن دیپ (سونے کے جزیرے) اور جوا دیپ (جو کے جزیرے) کا حال درج ہے۔ یہ نام اس زمانے میں سماٹرا اور جاوا کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ چینی مورخوں کے ریکارڈ میں بھی ایسے ایلچیوں کا حال ملتا ہے جو جاوا اور سماٹرا کے بادشاہوں نے مسیحی سن کی ابتدائی صدیوں میں اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً شہنشاہ چین کے دربار میں بھیجے۔ ۴۱۳ء میں چینی سیاح فاہیان لنکا سے سماٹرا اور جاوا پہنچتا ہے اور ایک جہاز پر سوار ہو کر جس میں

دو سو کے قریب هندو تاجر تھے چین جاتا ہے - فاهیان اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے کہ سماٹرا اور جاوا میں برھمنوں کا زور بہت زیادہ ہے اور بدھ مت کے پیرو خال خال نظر آتے ھیں - ان بیانات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سماٹرا اور جاوا میں جنوبی ھند کے تاجروں نے ولادت مسیح سے بہت پہلے اپنی نو آبادیاں قائم کر لی تھیں - آثاری شہادتوں سے معلوم ھوتا ہے کہ پانچویں صدی مسیحی کے آغاز میں ھندو طالع آزماؤں کی ریاستیں سماٹرا ، جاوا بالی ، بورنیو ، فلپائن ، چمپا (انام) اور کمبودیا (ھند چینی) میں اچھی طرح قائم ھو چکی تھیں - اور ان ریاستوں کے راجاؤں کے نام دکن کے راجاؤں کے ناموں سے ملتے جلتے تھے جن سب کے آخر میں ''ورمان،، کا لفظ ھوتا تھا - مثلاً پورنا ورمان ، اوتیہ ورمان وغیرہ - ھندوستان کی ریاستوں کی طرح شرق الہند کی ان ریاستوں میں بھی جنگ و جدال کا بازار گرم رھتا تھا اور مختلف راجاؤں کے درمیان مہاراج ادھیراج یا راجہ چکرورتی بننے کے لیے کشمکش جاری رھتی تھی - ابتداً ان ملکوں کا تمدن دکن کے ھندو تمدن کی ایک شاخ تھا لیکن بعد میں بعض ریاستیں بنگال اور بہار کے پال خاندان کے بدھ راجاؤں سے روابط قائم کرنے کے باعث بدھ مت کے زیر اثر آنے لگیں - کتبوں سے جو اس دور کی سنسکرت زبان میں اور جاوا کے قدیم باشندوں کی زبان میں لکھے گئے ھیں معلوم ھوتا ہے کہ ۶۳۲ء سے ۹۶۹ء تک وسطی جاوا کی کالنگا ریاست کا ستارہ عروج پر تھا - اس ریاست کی ایک رانی سیما دیوی کے عہد کے امن کی کیفیت ایک عرب تاجر کی ڈائری سے ملی ہے جن کی تجارتی بستیاں اسی زمانے میں سماٹرا کے شمال مغربی ساحل پر قائم ھونے لگی تھیں - عرب تاجر لکھتا ہے کہ سیما دیوی کی مملکت میں چوری کا نام تک نہیں - اس تاجر نے سونے سے بھری ھوئی تھیلی سر راہ پھینک دی جسے تین سال تک کسی نے نہیں چھوا آخر رانی کے بیٹے کا پاؤں اس سے چھو گیا تو رانی نے اس کا انگوٹھا کٹوا دیا - ۷۳۲ء میں وسطی جاوا کے ایک راجا نے جو شو کا پجاری تھا بہت سے مندر بنوائے اور جنوبی ھند کے آگستیا رشی کی مورتی سیاہ سنگ مرمر کی بنوائی - ۸۰۰ء کے قریب سماٹرا

کے شیندورا خاندان کے راجا نے جو بدھ مت کا پیرو تھا سماٹرا کی اس ریاست پر تسلط جما لیا ۔ اس خاندان کی راجدھانی شری وجایا میں تھی جسے اب پلمبانگ کہتے ہیں اور جسے عرب مورخ اور تاجر زباج کا نام دیتے ہیں۔ ۱۰۰۰ء کے قریب اس خاندان کے ایک راجا نے دکن کے چولا خاندان کے مہاراجہ کی اجازت سے نگاپٹم میں بدھ مت کا ایک مندر تعمیر کرایا ۔ اس طرح ایک اور راجا نے مگدھ ویش کے پال خاندان کے راجا کی اجازت سے بدھ مت کے مرکز میلندا میں بھکشوؤں کے لیے ایک آشرم بنوایا جس کے مصارف کے لیے پال راجا نے سماٹرا کے راجا کی درخواست پر پانچ گاؤں کی جاگیر منظور کی ۔ ۸۶۳ء میں شاہان سماٹرا کا اقتدار جاوا سے ناپید ہوگیا اور راج ایسے ہندو خاندان کے راجاؤں کے ہاتھ میں آگیا جو شو کے پجاری تھے ۔ ۸۷۷ء میں سماٹرا کے ایک راجے نے آسام اور ہند چینی پر چڑھائی کی ۔ اس چڑھائی کی داستان ایک عرب سیاح تاجر سلیمان نامی نے یوں لکھی ہے کہ کھمیر (کمبودیہ ہند چینی) کے ایک راجے نے زباج (سماٹرا) کے بادشاہ کی جاہ و حشمت کا حال سن کر حسد کھایا اور اپنے وزیر سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ سماٹرا کے بادشاہ کا سر طشتری میں رکھ کر میری حضور میں پیش کیا جائے ۔ یہ بات سماٹرا کے بادشاہ کے کانوں تک پہنچ گئی ۔ اس نے کشتیوں اور بادبانی جہازوں کا بیڑا تیار کیا اور کمبودیہ پر حملہ کر دیا ۔ حاسد راجے کو پکڑنے کے بعد اس کا سر قلم کر دیا اور وزیر کو شاباش دی جس نے راجے کی خواہش کی مخالفت کی تھی ۔ اتنا کام کر کے شاہ سماٹرا واپس آگیا ۔ ۱۰۱۲ء سے ۱۰۴۲ء کے درمیان دکن کے چولا راجا راجندر اول نے ملایا کی ریاست قادحؔ پر چڑھائی کی جو سماٹرا کے راجا کی مملکت میں شامل تھی ۔ راجندر کے لشکروں نے بہت سا مال و زر لوٹا اور راجا کو گرفتار کر لیا لیکن راجندر کے جانشین نے یہ ریاست پھر سماٹرا کے راجا کے حوالے کر دی ۔ ۱۰۳۵ء میں مشرقی جاوا کی ریاست نے زور پکڑا اور وسطی اور مغربی جاوا پر قبضہ جما لیا ۔

اس دور میں شرق الہند اور بحرالکاہل کے دور افتادہ جزیروں کے درمیان

بادبانی جہازوں کی آمد و رفت بہت ترقی پذیر تھی - بحرالکاہل کے بعض جزیروں کے باشندوں کی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد اسی زمانے میں وہاں جا کر آباد ہوئے تھے - اندازہ لگایا ہے کہ ۹۵۰ء کے قریب فیجی کو کسی اور جزیرے سے آنے والے لوگوں نے آباد کیا تھا - اسی طرح نیوزی لینڈ میں ۱۱۵۰ء کے قریب مفرور قبیلوں کی چھ کشتیاں پہنچیں جو اس جزیرے میں آباد ہو گئے - بحرالکاہل کے اکثر جزیروں کے باشندے قدیم ہندو تمدن سے کسی نہ کسی حد تک اثر پذیر نظر آتے ہیں - اور بعض جزیروں میں ایسے مندروں کے آثار بھی ملتے ہیں جن میں برھمن مت کے دیوتاؤں کی سی مورتیاں رکھی جاتی تھیں اور ان کی پرستش ہوتی تھی - سماٹرا ، جاوا ، ملایا ، بالی ، بورنیو فلپائن ، انام ، کمبودیہ اور ہند چینی تو صدیوں برھمنی مت کا زبردست گہوارہ بنے رہے اور ہندوستان سے راہ و رسم رکھنے کے باعث ان مختلف مذہبی تحریکات اور عقاید سے متاثر ہوتے رہے جو ہندوستان کے اندر پہنچیں - رامائن اور مہابھارت کی کتھائیں ان ملکوں میں بہت مقبول تھیں اور معمولی تبدیلیوں کے ساتھ رائج ہوئیں - مندروں میں وشنو ، شو ، برھما ، گنیش اور دوسرے دیوتاؤں کی مورتیاں رکھی جاتی تھیں - شولنگ کے مندر بھی تعمیر کیے جاتے تھے - بدھ مت کی ایک شاخ بھی برھمن مت کے ساتھ خلط ملط ہو کر یہاں پھلی پھولی - اور دکن کے آگستیا رشی کا مت بھی کافی رائج ہوا - تنترمت کی پر اسرار ، فحش اور ظالمانہ رسمیں بھی یہاں پہنچیں جن سے اکثر راجے متاثر ہوئے - ہندوستان اور شرق الہند کے ان ملکوں کے درمیان تجارتی ، روحانی اور تمدنی تعلقات اتنے عام تھے کہ تبت تک کی روایات میں سماٹرا اور جاوا کا ذکر ملتا ہے اور خود ان جزیروں کے کتبے ظاہر کر رہے ہیں کہ سماٹرا میں کشمیر کے ایک راج کنور گونا ورمان نامی نے بدھ مت کا پرچار کیا - اور ۴۲۴ء میں ایک ہندو ملاح نندی کے جہاز میں بیٹھ کر چین چلا گیا - ایک اور کتبے سے مگدھ ویش کے ایک راج گرو کے جاوا جانے کا حال کھلتا ہے جو بدھ مت کا پیرو تھا -

جاوا اور سماٹرا کے ہندو جو اپنے کو آریہ ظاہر کرتے تھے بحری

تجارت کی شاھراہ پر واقع ھونے کے باعث بہت مالدار رھتے تھے ۔ ان کی تجارتی سر گرمیاں جنوبی افریقہ کے مشرق ساحل اور جزیرہ مڈغاسکر ، بحر ھند کے دوسرے جزیروں ، ھندوستان کے مغربی اور مشرق ساحلی مقاموں ، خلیج بنگال کی بندرگاھوں ، انام ، کمبودیہ ، ھند چینی اور چین کی ساحلی تجارتی منڈیوں پر حاوی تھیں ۔ بحر ھند ، خلیج ، بنگال اور بحیرہ چین کی بحری تجارت میں ان کے شریک کار عربستان کے عرب اور کاٹھیاواڑ کے گجراتی باشندے تھے جن کی تجارتی بستیاں جاوا اور سماٹرا میں اسی دور کے آغاز سے یا اس سے بھی پہلے قائم ھو چکی تھیں ۔ علم و فن میں یہ لوگ اھل ھند کے مقلد تھے جن کے با کمال اور ھنر مند اشخاص وھاں پہنچتے رھتے تھے ۔ شرق الہند کے تمام ملکوں میں جن کا ذکر اوپر آیا ھے سنگ تراشی ، مصوری ، مجسمہ سازی منبت کاری اور تعمیر کے ایسے ایسے نمونے دستیاب ھوئے ھیں جو ھندوستان کے گپتا سکول کے بہترین آرٹ کی ھو بہو نقل ھیں ۔ اس دور کے کشتری اور برھمن ھندوستان کی تہذیب اور تمدن کا عملی پیغام لے کر شرق الہند کے ملکوں پر پوری طرح حاوی ھو چکے تھے اور یہ ھندو تمدن بحرالکاھل کے جزیروں میں پھیلتا ھوا آگے نکلنے کی راھیں تلاش کر رھا تھا ۔

چین ، خطا اور تاتار

۶۲۸ء میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ص نے عرب کے شہر مدینہ سے جن بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے رقعے بھیجے تھے ان میں سے ایک چین کا شہنشاہ تائی تسونگ بھی تھا ۔ جس نے ۶۱۹ء میں چین کی طوایف الملوکی کا خاتمہ کرکے ٹانگ خاندان کے دور حکومت کی بنیاد رکھی تھی ۔ تائی تسونگ کے عہد میں ایک نئے چین کی تعمیر شروع ہوئی جس کی بنیادیں چین کی براچین (قدیم ترین) تہذیب چینیوں کی روایات ، بدھ کے فلسفہ اور ہنوں کی شجاعت پر استوار ہوئیں ۔ تائی تسونگ نے اپنی سلطنت کا اقتدار اور وسط ایشیا کے ترکوں اور تاتاریوں کو اپنے زیر اثر لاکر مغرب میں بحیرہ خزر (کیسپئن) تک جنوب میں انام تک اور شمال میں کوہستان الطائی اور صحرائے گوبی تک قائم کیا ۔ تائی تسونگ بہت بیدار مغز بادشاہ تھا ۔ خود غالباً کنفیوشس کے ضابطے کا پابند اور بدھ کے مذہبی فلسفے کا قایل تھا ۔ اس کے پاس ۶۳۱ء میں عرب تاجروں کا ایک وفد پیغمبر اسلام کا خط لے کر آیا ۔ تائی تسونگ نے اس وفد کی عزت کی اور مسلمانوں کو کنٹین میں مسجد بنانے اور اپنے دین کی تبلیغ کرکے اسے پھیلانے کی اجازت دے دی ۔ اسی سال قسطنطنیہ کے بازنطینی قیصر کے دربار کی ایک سفارت اور نسطوری فرقہ کے عیسائیوں کا ایک وفد بھی تائی تسونگ کے دربار میں عیسائی مذہب کی اشاعت کی درخواست لے کر پہنچا ۔ جسے شہنشاہ چین نے تحقیق و تفتیش کے بعد ۶۳۸ء میں گرجا بنانے اور مذہبی پرچار کرنے کی اجازت دی ۔ جنوبی چین میں ٹانگ خاندان کی حکومت ۹۰۷ء تک قائم رہی جس کے بعد سونگ خاندان کے حکمران بر سراقتدار آئے ۔ شمالی چین کی سرزمین چینیوں ، خطائیوں ، تاتاریوں اور ترکوں کے درمیان استخوان مخاصمت بنی رہی ۔ ۹۰۰ء کے قریب وسط ایشیا

کے یوغور ترکوں نے جو تبت کے شمالی اضلاع اور چینی ترکستان میں آباد تھے ، دربار چین کے اثر سے آزاد ہو کر اپنی مستقل ریاست قائم کر لی - یوغور ترک چین سے عباسی سلطنت کو جانے والی تجارتی شاہراہ پر قابض تھے - اس لیے ان کے شہروں میں دولت اور تمدن نے بہت جلد اپنے پاؤں جمائے - یوغور عام طور پر کاشتکار ، تاجر اور بستیاں بسا کر رہنے والے لوگ تھے - تجارتی سرگرمیوں کے باعث انہیں نوشت و خواند سے بھی سابقہ پڑتا تھا اور ان کے شہروں میں بدھ مذہب ، برھمنی مت ، عیسائیت اور اسلام دنیا کے چاروں بڑے مذہبوں کی عبادتگاہیں موجود تھیں ، جہاں دور دراز کے تاجر آکر رہتے تھے - یوغور باز اور شاہین پالنے کے بہت شوقین تھے لیکن اس شوق سے انہیں چین کے ایک بادشاہ نے منع کر دیا - یوغور سردار جو ''تگین،، کہلاتے تھے چین کے دربار سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے - چین کے خزانہ سے خراج یا وظیفہ لیتے اور چینی شہزادیوں سے شادی کرتے تھے - دربار چین کی پرانی پالیسی یہی چلی آرہی تھی کہ چین کے بادشاہ تاتاری سرداروں سے شاہی خاندان کی لڑکیاں بیاہ کر ان سے رشتہ داری کے تعلقات قائم کر لیتے تھے - تاتاری چینیوں کو ماموں ، سالا یا خسر کہہ کر پکارا کرتے تھے ، کیونکہ شاہی پالیسی کے باعث عام چینی عورتیں بھی تاتاریوں سے بیاہ کرنا پسند کرتی تھیں - چینی عورتوں کے پاؤں چھوٹے بنانے کی رسم بھی غالباً اسی وجہ سے شروع ہوئی ہوگی کہ چینی عورتیں بھاگ کر تاتاریوں کے پاس چلی جاتی تھیں - یوغور ترکوں کی ریاستیں ۱۲۰۰ء کے بعد تک وسط ایشیا میں قائم رہیں اور اس وقت ختم ہوئیں جب چنگیز خاں کی عالم سوز یلغار نے منگولیا سے اٹھ کر جنوب اور مغرب کا رخ کیا -

چین کے شمال ، مانچوریا اور منگولیا کے جنوبی اقطاع اور یوغوری ترکستان کے شمال مشرق میں اس دور میں ایک نئی اور زبردست سلطنت ظہور میں آئی جو ملک خطا کہلاتی تھی - خطا کے تاتاری عادات و خصائل میں تنگوسوں سے ملتے جلتے تھے اور ان کے قریبی رشتہ دار گیٹی تاتار تھے جو مردوں کو کفن دے کر درختوں پر لٹکا دیتے تھے اور تین سال کے بعد آکر

ماتم اور تدفین کی رسمیں ادا کرتے تھے ۔ خطا کے تاتاری ۹۸۰ء میں منگولیا اور مانچوریا میں اپنی جداگانہ ریاست قائم کر چکے تھے ۔ انہوں نے نواحی قبائل کو سر کر کے اپنا مطیع بنا لیا ۔ خطائی تاتاریوں کا اجتماعی نظام پہلے جمہوری ہوا کرتا تھا ، آٹھ قبیلوں کے سردار اکٹھے ہو کر اپنا ایک صدر چنا کرتے تھے لیکن ۹۰۰ء کے قریب اپوکی نامی ایک صدر نے اقتدار مطلقہ حاصل کر کے باشاہی قائم کر لی ۔ اپوکی نے شمالی چین کے بہت سے اضلاع فتح کیے ۔ چین کے شہنشاہ کے ساتھ برادرانہ تعلقات استوار کیے ۔ کوریا کا ملک سر کیا ۔ اس کے عہد میں خطا والوں کو تحریر کے فن سے شناسائی حاصل ہوئی اور چینی محرر خطا میں آ کر کام کرنے لگے ۔ ۹۳۰ء میں خطا والوں نے پھر چین کے ساتھ جنگ شروع کر دی اور پیکن فتح کر کے وہاں اپنے بادشاہ کا ایک نائب مقرر کر دیا ۔ خطا کے بادشاہوں نے اپنے خاندان کا لقب کن یعنی طلائی اختیار کر لیا اور دیوار اعظم کے جنوب میں چین کے سولہ اضلاع فتح کر کے اپنی سلطنت کو وسعت دی ۔ خطا کے بادشاہ نے چین کے شہنشاہ سے پہلے منہ بولے باپ اور بیٹے کا رشتہ قائم کیا پھر شہنشاہ اور نواب کا تعلق قائم کر لیا ۔ ۱۰۴۱ء تک خطا کے شہنشاہ طپہ کوانگ نے شمالی چین کو فتح کر کے ہر شہر میں خطائی حاکم مقرر کر دئے اور اپنی فوجیں رکھ دیں ۔ خطائی حاکم بہت جبر سے کام لیتے تھے اور اندھا دھند چینیوں کا مال غصب کرنے لگے ۔ ایک شہر میں بغاوت رونما ہوئی تو خطا والوں نے وہاں قتل عام کر دیا ۔ چند سال کے بعد مقتولوں کی کھوپڑیاں گنی گئیں تو ایک لاکھ سے زاید نکلیں ۔ خطائی حاکم بہت ظالم اور سخت گیر ہوا کرتے تھے ۔ لوگوں کو عذاب کے لیے شکنجے میں کھینچتے تھے ۔ تیشوں سے چینیوں کے چہروں کی کھال اترواتے ، سلاخوں سے آنکھیں نکلواتے اور موچنوں سے بال اکھڑواتے تھے ۔ پیکن کے ایک خطائی جرنیل کی خوابگاہ کے دالان میں انسانوں کے جگر ، ہڈیاں ، پاؤں اور دوسرے کٹے ہوئے اعضا تزئین کے لیے لٹکائے رہتے تھے ۔ ملک خطا میں شہر آباد تھے ۔ تجارتی منڈیاں تھیں ، شاہی شکار گاہیں تھیں ۔ شہروں میں تفریح گاہیں ، فحش کاری کے اڈے ۔ اور پارچہ باف کے کارخانے

قائم تھے ۔ سکہ کی جگہ ریشم کا کپڑا استعمال ہوتا تھا ۔ خطا کے شہروں میں چینی کاریگر ، پہلوان ، طلبہ ، عالم اور حاکم بھی کافی تعداد میں رہتے تھے جو اپنے ہاں کے بادشاہوں اور امیروں سے ناراض ہو کر ملک خطا میں آجاتے تھے ۔ ۹۹۹ء میں چینیوں نے ملک خطا پر یلغاریں بھیجنی شروع کردیں جن میں اکثر ناکام ثابت ہوتی رہیں ۔ ۱۱۱۸ء میں خطا میں سخت قحط پڑا اور لوگ ایک دوسرے کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگے ۔ خطا کے بادشاہ کا ماموں چینیوں سے مل گیا لیکن ہزیمت کھا کر سمرقند کی طرف چلا گیا جہاں وہ گورگان کا لقب اختیار کرکے حکمران بن بیٹھا ۔ ۱۱۲۵ء میں خطا کا بادشاہ تبت کے سرحدی قبائل کے پاس پناہ گزین ہوا ۔ چینی جرنیل نے جو تعاقب کر رہا تھا حملہ کر کے بادشاہ کو قید کر لیا اور بہت سا مال چھین لیا ۔ جس میں بدھ کی سولہ فٹ اونچی ایک مورتی بھی تھی جو خالص سونے کی بنی ہوئی تھی ۔ خطا کے طلائی خاندان کے اقتدار کا خاتمہ تاتاریوں کی ایک دوسری قوم کراخطائی کے بادشاہ نوچین نے کیا ۔ کراخطائی خاندان کی حکومت ملک خطا میں ۱۲۰۳ء تک قائم رہی جس کا خاتمہ سنجان کے ترک خان نے کیا لیکن یہ ترک خان ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ منگولیا سے چنگیزی طوفان اٹھا جو خانیوں ، بادشاہیوں ، سلطنتوں اور حکومتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا ۔ یہ داستان اگلے دور کے حالات میں بیان کی جائے گی ۔

یورپ میں طوایف الملوکی اور قبائل گردی

اس دور کے آغاز میں قدیم رومی سلطنت کی جانشین قسطنطنیہ کی بازنطینی قیصریت اپنے جوبن پر تھی - ایشیائے کوچک ، شام ، مصر ، ساحل افریقہ اور بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں اور جزیروں میں اس کا سکہ چل رہا تھا - مغرب میں عرب سے ظاہر ہونے والی نئی طاقت اسلام کے ساتھ اسی قیصریت کے اقتدار کا تصادم ہوا - مسلمانوں نے اس قیصریت کے ہاتھ سے اس کے تمام ایشیائی اور افریقی مقبوضات چھین لیے اور بحیرہ روم کے جزیروں سے بھی اسے بے دخل کر دیا - جس کا حال ہم ''اسلام کی فتوحات،، کے عنوان والی فصل میں بیان کر چکے ہیں - شمال کی طرف سے بازنطینی قیصریت کے اقتدار پر آوار اور بلغار ترکوں کا دباؤ پڑ رہا تھا - بلغار ترکوں کے ایک سردار پرنس کروم نے قیصر نقفور کو شکست دے کر قتل کر دیا اور اس کی کھوپڑی کا پیالہ بنا کر فتح کے نشے میں جام شراب نوش کیا - بلغاروں کے ایک بادشاہ بورس (۸۵۲ء سے ۸۸۴ء تک) کے ساتھ قیصری دربار نے ایک بازنطینی شہزادی بیاہ کر خوشگوار تعلقات قائم کیے - بازنطینی سلطنت ایک ہزار عیسوی کے قریب صرف یونان ، تھریس اور سرویا کے ملکوں تک محدود ہو کر رہ گئی - باقی ماندہ فرنگستان (یورپ) میں قبائل گردی اور طوایف الملوکی کے وہی طوفان برپا رہے جو ہر گزشتہ دور میں وہاں پیدا ہو چکے تھے - وسطی یورپ میں انار کی بد نظمی اور بے امنی کا حال عام طور پر یہ ہو گیا تھا کہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس،، والی ضرب المثل کا سکہ چلتا تھا - جابجا جاگیرداریاں قائم ہو رہی تھیں - نواب ، ڈیوک ، ارل ، بیرن اور جاگیردار قلعے بنا کر رہتے تھے - اپنی جمعیتیں

رکھتے تھے ۔ کسانوں سے غلاموں کی طرح کام لیتے تھے ۔ خود شان کی زندگی بسر کرتے تھے ۔ اس بات میں اس وقت کے ھندوستان اور اس وقت کے فرنگستان کی کیفیت بہت مماثل تھی ، جہاں راجپوت راجے جا بجا قلعے قائم کر کے چھوٹی بڑی ریاستیں بنا رہے تھے ۔ بلجیم کی سر زمین کے ایک فرینک بادشاہ کلاڈئیس نے جس کا عہد حکومت ۴۸۱ء سے ۵۱۱ء تک ھے فرانس کی قلعہ بندیوں کو سر کر کے کوھستان پرینیز تک سلطنت قائم کی لیکن بعد میں یہ سلطنت دو حصوں میں منقسم ھوگئی ۔ مغربی حصہ جس کی زبان لاطینی تھی فرانس اور فرانسیسی زبان کی پیدایش کا گہوارہ بنا اور مشرق حصہ جس کی زبان ابتدائی جرمنی (آلمانی) تھی جرمنی اور جرمن زبان کو معرض وجود میں لانے کا سنگ بنیاد ثابت ھوا ۔ ان دو بادشاھیوں کا حکومتی اقتدار آھستہ آھستہ بادشاھوں کے ھاتھ سے نکل کر محلات شاھی کے منتظموں کے پاس چلا گیا ۔ جو میئر کہلاتے تھے ۔ ۶۸۶ء میں مشرق فرینکستان کے ایک میئر نے مغربی فرینکستان فتح کر لیا اور پھر ایک بڑی سلطنت بن گئی اسی سلطنت کا ایک میئر چارلیس مارٹل نامی تھا جس نے ۷۳۲ء میں فرانس کی سر زمین میں اندلس (ھسپانیہ) کے عرب مسلمانوں کی پیش قدمی کے سیلاب کو طورس اور پونتارس کے درمیان روکا اور یورپ کی تاریخ میں نام پیدا کیا ۔ ۷۷۱ء سے ۸۱۴ء تک فرینکستان کو ایک اولوالعزم بادشاہ چارلیس میگنا (شارلیمان اعظم) نصیب ھوا جس نے اٹلی ، انگلستان ، سویڈن ، ناروے ، اور وسطی یورپ کی بہت سی ریاستوں کو فتح کر کے شاھنشاہ کا لقب اختیار کیا ۔ شارلیمان ایک مذھبی جوش رکھنے والا عیسائی حکمران تھا جو لکھنے پڑھنے سے نابلد تھا ۔ مذھبی جوش کے باعث یہ بادشاہ پاپائے روم کا منظور نظر تھا جسے اس وقت تک دنیائے مسیحیت اپنا دینی پیشوائے اعظم تسلیم کرنے لگی تھی ۔ قسطنطنیہ کی بازنطینی قیصریت نے بھی شارلیمان کے لیے شہنشاہ کا لقب تسلیم کر لیا ۔ اس بادشاہ نے بغداد کے مسلم خلیفہ ھارون الرشید کے دربار کے ساتھ بھی افریقہ کے اغلبی امرا کی وساطت سے سفارتی تعلقات قائم کیے ۔ شارلیمان وسطی یورپ کی ''مقدس رومی سلطنت'' کا بانی کہلاتا ھے جسے پاپائے روم نے

عیسائیت کی حفاظت و ترقی کے لیے خاص طور پر برکت دی ۔ ۸۴۳ء سے ۹۶۲ء تک یورپ کی سر زمین پھر بد نظمی اور طوایف الملوکی کا شکار ہوگئی جب کہ ۹۶۳ء میں جرمنی کے سیکسن بادشاہ آٹو اول نے ''مقدس روسی سلطنت،، کو از سر نو زندہ کرکے نظم و نسق استوار کرنے کی کوشش کی ۔ اس طوایف الملوکی کے ساتھ قبائل گردی بھی زوروں پر رہی ۔ شمال کے برفانی علاقوں سے نارمن قوم کے قبیلے مغرب ، جنوب مغرب اور جنوب کی طرف پھیلنے لگے ۔ نارمن سفید رنگت کے دراز قد آریہ تھے جو قدیم رومی سلطنت کے زمانے میں ڈنمارک اور بحیرہ بالٹک کے نواحی ملکوں میں پھلے پھولے ۔ اینگلز ، سیکسن اور جیوٹ قوم کے لوگ جنھوں نے ۴۰۰ء سے ۶۰۰ء تک انگلستان اور جرمنی کی سر زمینوں پر چھاپے مارے انھی نارمنوں کے ہراول دستے تھے ۔ ۷۰۰ء سے ۹۰۰ء تک کے دوران میں اس نارمن قوم نے ڈین قبائل کی شکل میں انگلستان پر چڑھائی کی اور ۹۱۲ء میں رولف گینگر نامی نارمن سردار نے شمالی فرانس کے صوبہ نار منڈی کو تاراج کیا ۱۰۱۳ء میں ڈین بادشاہ کینیوٹ نے انگلستان ، ڈنمارک اور ناروے میں حکومت قائم کی ۔ ۱۰۶۶ء میں نار منڈی کے نارمنوں نے انگلستان پر چڑھائی کی ۔ ولیم فاتح انھی میں سے ایک تھا ۔ نارمن قوم کی ایک شاخ جو گاتھ کہلاتی تھی ۔ ابتدائی مسیحی صدیوں میں بالٹک کے نواح سے چل کر پہلے بحیرہ اسود اور دریائے ڈینیوب کے درمیانی علاقے میں آباد ہوئی پھر وہاں سے چل کر اٹلی اور ہسپانیہ پہنچی ۔ دوسری لہر نوویں صدی مسیحی میں اٹھی جس کی ایک شاخ انگلستان پر حملہ آور ہوئی دوسری شاخ روس کی سر زمین میں پھیلنے لگی ۔ نووو گراڈ سے دریاؤں کے ساتھ ساتھ بستیاں بساتی ہوئی بحیرہ اسود تک جا پہنچی ۔ ان نارمنوں نے بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ پر متعدد بار چڑھائی کی اور لوٹ مار مچائی ۔ قسطنطنیہ کا شہر ۸۶۵ء سے ۱۰۴۳ء تک نارمنوں کے حملوں کا شکار بنتا رہا جسے وہ مائیکلو گراڈ کہتے تھے اور جس کے عجائبات اور تمول کی داستانیں وہ نسلاً بعد نسل اس وقت سے سنتے آئے تھے جب کہ وہ اپنے اصلی وطن میں تھے ۔ ۸۵۰ء میں اورک نامی نارمن سردار نے نووو گراڈ اور کیف کے علاقوں میں ریاست

بنائی جو موجودہ روسی سلطنت کا سنگ بنیاد بنی - یہ بہادر لوگ قیصر روم کے باڈی گارڈ میں بھی بھرتی ہوئے - جتھوں کی شکلوں میں نوکری کی تلاش کرتے کراتے اٹلی پہنچے - جہاں جاتے لوٹ مار کا بازار گرم رکھتے تھے - ۱۰۵۳ء میں پاپائے روم کے لشکر نے انہیں شکست دی لیکن ان کے مذہبی جوش کو دیکھ کر ان کی خطائیں بخش دیں - ۱۰۶۰ء سے ۱۰۹۰ء تک کے زمانے میں نارمنوں نے سسلی (صقلیہ) کا جزیرہ عربوں کے ہاتھ سے چھینا - ۱۰۸۱ء میں کالبریہ کے رابرٹ گیس کارڈ نے قیصر روم پر حملہ کیا اور البانیہ میں فوجیں اتار کر دروزو پر قبضہ جما لیا ۱۰۸۴ء میں اسی سردار نے روما کو تاراج کیا اور اٹلی میں ریاست قائم کر لی - بارھویں صدی مسیحی میں اس نارمن کے جانشینوں نے سمندر کی راہ سے قیصر روم کی مملکت پر تین حملے کئے -

پانچویں اور چھٹی صدی مسیحی میں رومی سلطنت کے قیصر عیسائیت کے مذہبی سلسلوں اور نظاموں کو اپنے شاہی مقاصد کی پیش برد کے لیے استعمال کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود شاہی دربار نے مذہبی نظام کو مضبوط کیا اور چرچ کے اختیارات بڑھتے چلے گئے عوام میں پادریوں کے اقتدار کو ترقی ہوئی رومن - کیتھولک چرچ نے منظم ہو کر بہت کافی دنیوی طاقت حاصل کر لی - روما کا لاٹ پادری پاپائے اعظم قرار پایا - جسے عام عیسائی بہت مقدس خیال کرتے تھے - بلکہ عیسائیوں میں اس عقیدہ نے بہت جڑ پکڑ لی کہ خاص خاص مواقع کی مذہبی رسمیں ادا کرتے وقت حضرت یسوع مسیح کی روح پاپائے اعظم کے وجود میں حلول کر جاتی ھے - اس قسم کے عقاید کی بنا پر پادریوں اور عیسائیوں میں تثلیث ، خدا ، روح القدس حضرت مسیح ، باپ ، بیٹا اور کنواری مریم کے متعلق ایسی ایسی دقیق منطقی بحثیں پیدا ہونے لگیں جو عامۃ الناس کے فہم میں نہیں آسکتی تھیں - ان بحثوں کا مقصد یہ تھا کہ حضرت مسیح کے بہ یک وقت خدا ، خدا کا بیٹا اور ابن آدم یعنی خاکی بندہ ہونے کے عقاید میں منطقی استدلال سے ہم آہنگی پیدا کی جائے - عیسائی مفکروں نے تثلیث کے عقیدہ کو منطقی استدلال کے بل پر جس قدر عام فہم بنانے کی کوشش کی اسی قدر زیادہ اس میں پیچیدگیاں

پیدا ہوتی چلی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلیسا کے داخلی نظام کے شیرازہ کو گھن لگ گیا ۔ اور پادریوں کی ٹولیوں کے درمیان تلخی اور بدمزگی کے جذبات پیدا ہونے لگے ۔ تاہم پاپائے اعظم کو دنیائے مسیحیت میں مطلق العنان بادشاہ سے بھی زیادہ اختیار و اقتدار حاصل تھا ۔ اور اس کے فتوے کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی ۔ ان عقاید کے خلاف جو پاپائے اعظم کی بارگاہ سے دین مسیحی کی اصل کے طور پر شائع ہوتے تھے بولنے تک کی اجازت نہ تھی ۔ آزادی فکر اور آزادانہ اظہار خیال کو دین سے منحرف ہونا سمجھا جاتا تھا اور اس جرم کی سنگین ترین سزائیں دی جاتی تھیں ۔ کسی کو قتل کرا دیا جاتا ۔ کسی کو زندہ جلا دیا جاتا اور کسی کو شکنجے میں کسا جاتا ۔ جا بجا کلیساؤں کی عدالتیں قائم ہونے لگیں اور شدہ شدہ کلیسائی نظام میں احتساب کا الگ محکمہ قائم ہوگیا ۔ روما کی رومی قیصریت کے زوال کے باعث اٹلی اور یورپ میں جو طوایف‌الملوکی پیدا ہوئی اس نے پاپائے اعظم کے مذہبی اقتدار کے ساتھ اس کے دنیوی اقتدار کو بھی بہت کچھ ترقی دی تا آنکہ بادشاہ اور امرا تک پاپائے اعظم سے دبنے لگے اور اس کے حاکمانہ اقتدار کا لوہا ماننے لگے ۔ شارلیمان اعظم ایسے شاندار بادشاہ بھی اگرچہ دل سے پاپائے اعظم کے اس قیصری اور شہنشاہی اقتدار کو اچھا نہیں سمجھتے تھے ، لیکن بہ ظاہر پاپائے اعظم کو سلام کرنے سے سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتے تھے ۔ البتہ قسطنطنیہ کا بازنطینی قیصری دربار اپنے آپ کو پاپائے اعظم کے دینی اور دنیوی اقتدار کا حریف اور مد مقابل سمجھتا تھا اور ہمیشہ اسی ٹوہ میں لگا رہتا تھا کہ پاپائے اعظم کے اقتدار سے مخلصی حاصل کرے ۔ یہ کشمکش ۱۰۵۴ء میں رومن کیتھولک کلیسا کو دو نظاموں میں منقسم کرنے پر منتج ہوئی ۔ اس سال کی بڑی کانفرنس میں عیسائیوں کی

مقدس مذہبی کتاب بائبل میں دو لفظ بڑھانے یا گھٹانے کے سوال پر رومی کلیسا کے نظام سے یونانی کلیسا کا نظام الگ ہوگیا۔ یونانی کلیسا کے حامی انجیل کی ایک آیت کو اس طرح پڑھتے تھے ''روح القدس باپ سے روانہ ہوا،، لیکن رومی کلیسا والے اس فقرے کو یوں لکھنا چاہتے تھے '' روح القدس باپ اور بیٹے سے روانہ ہوا،، اس شدید اختلاف کی وجہ وہ منطقی بحثیں تھیں جو پادری طبقہ میں تثلیث کی الجھنوں کو سلجھانے کے لیے پیدا ہوکر ترقی کر چکی تھیں ۔ رومی کلیسا والوں نے اپنی رسمی زبان لاطینی بنا لی اور یونانی کلیسا نے اپنی مذہبی زبان یونانی قرار دی ۔

اہل فرنگ کی صلیبی یلغاریں

ملازگرد کی جنگ کے بعد جو ۱۰۷۱ء میں وقوع پذیر ہوئی ایشیائے کوچک پر سلجوقی ترک چھا گئے ۔ اس ہزیمت کو قسطنطنیہ کے بازنطینی دربار نے بری طرح محسوس کیا ۔ بازنطینی قیصر نے خوفزدہ ہو کر پاپائے روم سے امداد کے لیے اپیل کی ۔ پوپ اربان دوم نے پادریوں کے اجلاس بلائے اور سارے یورپ میں مسلمانوں کے خلاف جنہیں وہ ترک کہتے تھے پروپیگنڈا شروع کر دیا ۔ اس پروپیگنڈا نے عوام کے ہیجان کی صورت اختیار کر لی ۔ پیٹر دی ہرمٹ نامی ایک عیسائی راہب ننگے پاؤں گدھے پر سوار ہو کر سارے یورپ کے دیہات میں پھر نکلا ۔ اس کے ہاتھ میں ایک موٹی سی صلیب ہوتی تھی ۔ اس کا انداز گفتار بہت پرجوش تھا اور یہودیوں کے نبیوں کے انداز گفتار سے بہت کچھ ملتا جلتا تھا ۔ اس آتشین ایجی ٹیٹر نے بالخصوص اور عام پادریوں اور راہبوں نے بالعموم یورپ کے عوام میں آگ لگا دی ۔ انہیں مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا ۔ یروشیلم اور فلسطین کی سر زمین کے مسلمانوں کے قبضہ میں ہونے کی حقیقت کو بہانہ بنایا کیونکہ عیسائی اس سر زمین کو حضرت عیسیٰ کا مولد و وطن ہونے کے باعث بہت مقدس سمجھتے تھے ۔ اس ایجی ٹیشن کے باعث مسیحی یورپ جاگ اٹھا ۔ مسلمانوں سے انتقام لینے کے جذبہ سے سرشار ہو کر متحد ہو گیا ۔ ہر جگہ صلیبی جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں ۔ ہر شخص عیسائیت کے نشان صلیب کو اسلامی علم کے نشان ہلال پر مظفر و منصور بنانے کے جذبے سے سرشار نظر آنے لگا ۔ امرا نے لشکر کشی کی تیاریاں شروع کر دیں ۔ عوام دیوانہ وار جوش و خروش سے مذہبی لڑائی میں حصہ لینے کے لیے بھرتی ہونے لگے ۔ اس تحریک کے کامیاب اور ہردلعزیز ہونے کے بعض دوسرے وجوہ بھی تھے جن پر ایک نظر ڈال لینا ضروری ہے ۔ وجوہ حسب ذیل تھے :—

(۱) پاپائے روم نے موقع دیکھا کہ اس تحریک کے بل پر وہ اپنی رقیب طاقت یعنی بازنطینی حکومت اور یونانی چرچ کو اپنا تابع بنانے میں کامیاب ہو جائے گا اور سارے یورپ میں اپنا اثر قائم کر ے گا ۔

(۲) بادشاھوں ، نوابوں ، جاگیرداروں اور سورماؤں نے طالع آزمائی کا موقع دیکھا اور اس تحریک میں جوش کے ساتھ حصہ لینا شروع کر دیا ۔

(۳) عوام میں سے نارمن قوم کے بہادر اور طالع آزما اشخاص کو لوٹ مار کے لیے نئے نئے میدان نظر آنے لگے اور دوسرے عوام قحط زدہ تھے اس لیے نئی دنیا کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ۔

(۴) ایشیائے کوچک میں سلجوقیوں کی آمد کے باعث جنیوا اور وینس کی مشرقی تجارت کی بحری اور بری راہیں مسدود ہوگئی تھیں اس لیے یورپ کے دونوں مالی مرکز راستے حاصل کرنے کے خواہاں تھے ۔ انہوں نے اس تحریک میں اپنی تجارتی کامیابی کی جھلک دیکھی اور اسے تقویت دی ۔

فرنگستان کے عوام کا پہلا گروہ مغربی اور وسطی یورپ کے دیہات سے نکل کر ۱۰۹۵ء میں ھنگری پہنچا جہاں اس نے عیسائی آبادیوں ھی میں لوٹ مار شروع کر دی ۔ ھنگریوں نے جو مشرقی ھنوں کی نسل سے تھے اس لشکر کی خوب خبر لی اور انہیں قتل و غارت کرکے تتر بتر کر دیا ۔ پادریوں کی دوسری کوشش کا حشر بھی یہی ھوا ۔ تیسرا صلیبی لشکر رائین لینڈ سے اٹھا اور یہودیوں کو قتل کرتا ھوا ھنگری پہنچا ۔ ھنگریوں نے اسے بھی تتر بتر کر دیا ۔ عیسائیوں کا چوتھا اجتماع قسطنطنیہ پہنچنے میں کامیاب ھوگیا جہاں جا کر اس نے لوٹ مار شروع کر دی ۔ بازنطینی قیصر الیکسئس نے صلیبی مجاھدین کے لشکر کوفی الفور آبنائے باسفورس کے اس پار پارسل کر دیا ۔ اگلے سال عیسائیوں کی باقاعدہ اور منظم فوجیں اپنے سرداروں اور سالاروں کے زیر قیادت نارمنڈی ، فرانس ، فلینڈرز ، انگلستان ، اٹلی اور سسلی سے چل کر قسطنطنیہ کی راہ سے ایشیائے کوچک میں داخل ھوئیں ۔ اور عوام کے لشکر کے ساتھ جا ملیں ۔

عیسائیوں کا یہ جم غفیر ۱۰۹۶ء میں یروشلیم کی طرف چلا۔ پہلے اس نے نیسیا کا شہر فتح کیا پھر وہ انطاکیہ کی طرف بڑھے جسے وہ مسلمانوں سے سال بھر کے شدید محاصرہ کے بعد چھین سکے۔ ازاں بعد انہوں نے موصل کی طرف سے آنے والے ایک اسلامی لشکر کو شکست دی۔ عیسائیوں کا یہ لشکر ۱۵ جولائی ۱۰۹۹ء میں یروشلیم میں داخل ہوا۔ مسلمانوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ قتل عام سے شہر کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ عیسائی اس کامیابی پر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے قتل عام سے فارغ ہو کر معبد کی مقدس قربانگاہ کے سامنے کھڑے ہو کر خون آلود ہاتھوں سے دعائے شکرانہ ادا کی۔ اس طرح یروشلیم میں ایک نئی عیسائی بادشاہت قائم ہوگئی لیکن یروشلیم اور فلسطین میں اثر و اقتدار قائم رکھنے کے مسئلے پر رومی اور یونانی چرچوں کے درمیان نیز بازنطینی دربار اور صلیبی مجاہدوں کے درمیان رقیبانہ کشمکش شروع ہوگئی۔ صلیبیوں کا سردار بوھمانڈ یونانیوں کے خلاف مہم تیار کرنے کی غرض سے فرانس گیا لیکن ابھی یہ مہم تیار نہ ہوتی تھی کہ قسطنطنیہ کے قیصری دربار نے صلیبیوں سے صلح کر لی۔ ۱۱۰۱ء میں صلیبیوں کو وینس اور جنیوا سے بحری کمک پہنچ گئی۔ اور ان کے قدم بہت مضبوط ہو گئے۔

دوسری صلیبی یلغار ۱۱۴۷ء میں مقدس رومی سلطنت کے شہنشاہ کونارڈ سویم اور فرانس کے بادشاہ لوئیس نے منظم کی اس مہم کی اصلی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے اڈیسیہ کی بندرگاہ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس مہم کو ایشیا میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ لیکن یورپ کی عیسائی حکومتیں پرتگال میں ایک نئی عیسائی بادشاہت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔

عیسائیوں کے اس مذہبی جوش کا رد عمل دنیائے اسلام پر یہ ہوا کہ وہ بھی عیسائیوں کے خلاف جہاد کی تیاریاں کرنے لگے۔ ۱۱۶۹ء میں ایک بہادر جری نیک دل کشادہ، فیاض اور مستقل مزاج شخص سلطان صلاح الدین

ایوبی[1] دربارِ خلافت سے مصر و شام کا والی اور سلطان مقرر ہوا ۔ اس قاید کے زیر سرکردگی مسلمانوں میں جہاد کے لیے نفیر عام کر دیا گیا ۔ یورپ کے فرنگیوں کی طرح مسلمان بھی دور و نزدیک سے دینی لڑائی لڑنے کے لیے جوق در جوق جمع ہونے لگے ۔ آخر اسلامی لشکر نے صلیبیوں کو شکست دے کر ۱۱۸۷ء میں یروشلیم پر دوبارہ قبضہ کر لیا ۔ یہ بات یورپ میں مذہبی جوش کی جلتی آگ پر مزید تیل ڈالنے کا موجب بنی اور فرنگستان کے اطراف و اکناف میں تیسری صلیبی جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں ۔ ۱۱۸۹ء میں یورپ کے عیسائیوں کے منظم لشکروں نے پھر فلسطین پر چڑھائی کی ۔ اس مہم میں وسطی یورپ کے بادشاہوں ، نوابوں اور جاگیرداروں کے علاوہ انگلستان کے بادشاہ رچرڈ شیر دل اور فرانس کے بادشاہ باربروسا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۔ یروشلیم کے قریب گھمسان کے معرکے پڑتے رہے ۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی شخصی شجاعت اور حسن اخلاق نے یورپ کے سرداروں کو بالعموم اور انگلستان کے بادشاہ رچرڈ شیر دل کو بالخصوص بہت متاثر کیا ۔ عیسائی یروشلیم کو فتح نہ کر سکے ۔ انہوں نے عاجز آکر سلطان سے صرف اس شرط پر صلح کر لی کہ عیسائیوں کو مقدس مقامات کی زیارت کے لیے آنے جانے کی کھلی اور عام اجازت ہوگی ۔ انطاکیہ کا ساحلی شہر اور فلسطین کا ساحلی علاقہ بدستور صلیبیوں کے قبضے میں رہا ۔ ۱۲۰۰ء تک کے دور کی یہ آخری صلیبی یلغار تھی جس میں سارے یورپ کی اجتماعی طاقت یروشلیم کا شہر مسلمانوں کے ہاتھ سے چھیننے میں ناکام رہی ۔ اس کے بعد بھی اہل یورپ نے متعدد صلیبی یلغاریں منظم کرکے بھیجیں جن کا حال اپنے اپنے موقع پر درج کیا جائیگا ۔

---

[1] سلطان صلاح الدین ابن ایوب ایک کردی النسل مسلمان تھا جو موصل کے زنگی خاندان کے بادشاہ نورالدین کی افواج کا سپہ سالار تھا ۔ صلاح الدین نے سلطان نورالدین کے احکام کے ماتحت شام اور مصر کی سر زمین فاطمیوں کے ہاتھ سے چھینی اس کار نامہ سے خوش ہو کر بغداد کے دربار خلافت نے صلاح الدین کو مصر و شام کا سلطان بنا دیا ۔

دورِ نہضت کے حالات پر تبصرہ

۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک کا دور نوع انسانی کے لیے بحیثیت مجموعی پچھلے ادوار کے مقابلے میں بعض نمایاں خصوصیات کا حامل نظر آتا ہے ۔ قبائل گردی اور اقوام کی نقل و حرکت کے اعتبار سے اس دور کے حالات پچھلے ادوار سے چنداں مختلف نہیں ۔ لیکن نتائج کے اعتبار سے بہت نمایاں فرق دکھائی دیتا ہے ۔ اس دور میں دریائے سندھ سے لے کر بحر اوقیانوس تک کی دنیا میں عرب مسلمان پھیلتے اور سلطنتیں قائم کرتے نظر آتے ہیں جنہوں نے ایران کی قدیم ساسانی سلطنت کو صفحہ ٔ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور رومی سلطنت کے پر قینچ کرکے اسے ایک ایسے لاشے کی طرح بنادیا جو قسطنطنیہ میں پڑا دم توڑ رہا ہو ۔ ترکوں نے نامسلمانی کی حالت میں اور مسلمان ہو کر وسط ایشیا ، ترکستان ، افغانستان ، شمالی ہند ، ایشیائے کوچک ، بلغاریہ اور ھنگری میں اپنی ریاستیں اور سلطنتیں قائم کیں ۔ عربوں کی طرح یہ لوگ بھی بہادر اور طالع آزما تھے ۔ دین اسلام قبول کرنے کے باعث اس قوم کے اخلاق و اطوار جو پچھلے دور کے ھنوں کے اخلاق و اطوار سے بہتر نہ تھے بہت بڑی حد تک اصلاح پذیر ہوگئے ۔ فرنگستان کی سر زمین اس دور میں عربوں اور ترکوں ایسی بہادر اور طالع آزما قوم نارمن کی تاراجیوں کا تختہ ٔ مشق بنی رہی اور ھندوستان میں بہادر اور غیور راجپوت اپنے زور بازو کے بل پر جاگیریں اور ریاستیں قائم کرتے رہے ۔ یورپ کے نارمن اور ھندوستان کے راجپوت سپاہیانہ کمالات رکھنے والے لوگ تھے جو دوسروں کے لیے بھی اسی بہادری سے لڑتے تھے جس سے وہ اپنے ناموس اور مال کی حفاظت کرتے تھے ۔ نارمنوں اور راجپوتوں نے یورپ اور ھندوستان میں جاگیریں قائم کیں اور دوسروں کو اپنی جاگیریں قائم رکھنے کے لیے مدد دی ۔

اس دور میں تاریخ نے پہلی مرتبہ ایک ایسی فاتح قوم سے شناسائی حاصل کی جس کا مقصد وحید دوسروں کو لوٹنا، مطیع بنانا یا برباد اور محو کرنا نہ تھا۔ عرب مسلمان پچھلے ادوار کی بدوی اقوام سے کہیں بہتر اور بلند تر مقاصد لے کر دنیا کو سر کرنے کے ارادے سے باہر نکلے اور انہوں نے جنگ کے میدان اور صلح کی بزم دونوں جگہ حسن سلوک اور بہتر اخلاق کی نئی نظیریں قائم کیں جو اس دور سے پہلے کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتیں ۔ اس دور کی ممتاز ترین اور روشن ترین خصوصیت وہ علمی ترقیات ہیں جو اس دور کے انسانوں کی فکری آزادی ، جستجو کے ذوق ، اور تجربہ کی عادت کے باعث ہوئیں۔ ان علمی دریافتوں سے عملی حیثیت میں فائدے حاصل کرنے کے رواج کو بھی بہت ترقی ہوئی ۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ علمی تحقیقات کا صحیح ذوق اسی دور میں پیدا ہو کر عام ہوا جو نئے نئے علوم و فنون کی تخلیق و ترقی کا موجب بنا ۔ ریاضی ، الجبرا ، حساب ، نجوم ، ھئیت ، طب ، طبیعات مناظر و مرایا ، کیمیا ، مساحت ، ادب، صرف و نحو، تاریخ ، جغرافیہ، حیوانیات، نباتیات ، فلسفہ ، تصوف ، فلکیات وغیرہ بہت سے ایسے علوم ھیں جو مختصاً اس دور کے عربوں اور مسلمانوں کے غور و فکر کا نتیجہ ھیں ۔ اور جن کی تحقیقاتیں بعض امور میں اس حد تک مکمل ہو چکی ھیں کہ بیسویں صدی کی علمی ترقیاں بھی ان پر کچھ اضافہ نہیں کر سکیں ۔ عصر حاضر کے بمعلہ علوم کی شاندار عمارتیں اسی دور کے لوگوں کی قایم کی ہوئی اور اوپر اٹھائی ہوئی بنیادوں پر تعمیر ہوئی ھیں ۔ علمی تحقیقوں اور نئی دریافتوں کے سلسلے میں چینی بھی مسلمانوں کی طرح داد کے مستحق ھیں جن کا تمدن عام طور پر ھر دور میں دوسروں سے پیش پیش رہا ھے ۔ چین کے لوگ دوسری صدی مسیحی میں کاغذ بنانے لگے تھے جن سے عربوں نے ۷۵۱ء کی جنگ سمر قند کے بعد کاغذ سازی کا فن حاصل کیا ۔ بارود کی ساخت و دریافت کا سہرا بھی چینیوں ھی کے سر بندھتا ھے جو چھٹی صدی مسیحی میں اسے سامان تفریح کے طور پر برتنے لگے تھے ۔ کوئلے اور گیس کو حرارت کے لیے استعمال کرنے کا طریق بھی چینیوں نے اسی صدی میں دریافت کر لیا تھا ۔

فن تعمیر میں پلوں کی تعمیر چینی انجینئروں کی خصوصیت بن چکی تھی۔ لیکن ان گنتی کی مفید مطلب دریافتوں کے علاوہ اہل چین نے کوئی خاص علمی ترقی نہ کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ چینی اپنی زبان کو سادہ اور سلیس بنانے اور اپنے رسم الخط کی اصلاح کرنے سے قاصر رہ گئے نیز ان کی معاشرتی درجہ بندی ایسی تھی جس میں سوچنے والا طبقہ پنپ نہیں سکتا تھا۔ بچپن کی شادی، امن و خوشحالی کی زندگی اور حالات میں عدم تبدیلی نے چینیوں کو سست فکر اور سہل جو بنا رکھا تھا اس لیے وہ کوئی خاص علمی ترقی نہ کر سکے۔

اس دور میں دین اسلام کی تعلیمات کے اثر نے بدھ مت اور عیسائیت کی طرح لاکھوں انسانوں کے طبایع کو ملایم بنانے اور اخلاق کو درست کرنے میں بہت کام کیا۔ اسلام کے عقیدہ اخوت و مساوات نے رنگ و نسل کے امتیازات دور کر کے انسانیت کا شرف قائم کرنے کے لیے بڑی کامیاب کوششیں کیں۔ انسان کی سماجی حالت کو بہتر بنانے میں بھی اسلام کے قوانین نے بہت کچھ عملی نتائج پیدا کر دکھائے۔ ان سب ترقیات اور اصلاحات کا نتیجہ یہ تھا کہ اس دور کا عام انسان جو عربوں کے اسلامی تمدن کے زیر اثر آیا۔ پچھلے ادوار کے عام انسانوں کی بہ‌نسبت زیادہ اطمینان اور خوش حالی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کا ایک بین ثبوت یہ ھے کہ رومی اور ایرانی سلطنتوں کی عام رعایا نے نہ صرف عرب حملہ آوروں کو خوش آمدید کہا بلکہ ان کی غالب اکثریت نے بہت جلد دین اسلام قبول کر لیا۔ مسلمانوں کی سوسائٹی میں عورتوں کو بعض خاص حقوق ضرور مل گئے جو پہلے حاصل نہ تھے۔ دختر کشی کی قبیح رسم کا استیصال ھوا۔ بیوہ عورتوں کو دوبارہ نکاح کرنے کا حق ملا۔ میاں بیوی کے عدم موافقت کی صورت میں دونوں کو طلاق اور خلع کی اجازت مل گئی اور لڑکیاں باپ کی میراث میں حصہ دار قرار پائیں۔ یعنی عورتوں کو بھی مردوں کی طرح دارائی اور جائداد کے حقوق مل گئے۔ لیکن تعدد ازواج اور بردہ فروشی کی رسمیں برابر جاری رھیں۔ جن کی برائیوں کو دور کرنے سے مسلمانوں کی معاشرت بری طرح قاصر رھی اس

دور کے اواخر میں یعنی ۱۲۰۰ء کے قریب کی حالت کا اندازہ اگر بغداد کی عباسی خلافت کے دربار کی حالت سے لگایا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ عرب مسلمان اس وقت تک اپنی بہت سی خصوصیات تمدن و تہذیب کی آسایشوں اور عیش و عشرت کی رنگ رلیوں میں پھنس کر گنوا بیٹھے تھے۔ اور عام مسلمانوں کی حالت بھی درباریوں سے چنداں بہتر نہ تھی۔ دربار خلافت اپنی حفاظت کے لیے نو مسلم ترکوں کو شجاعت اور جوش عمل پر زیادہ سے زیادہ تکیہ کرنے لگا تھا۔ خلیفہ کے محلات کے محافظ اور اس کی ذات کے خدام بھی ترک بن چکے تھے۔ جن کے سردار خلیفہ سے جو چاہتے تھے کراتے تھے۔

علمی ترقی کے لحاظ سے یورپ اور خطا و ختن کے ملک اس دور میں بہت پسماندہ تھے جہاں پڑھنا لکھنا جادوگروں کا کام سمجھا جاتا تھا۔ یورپ میں مسیحیت کے دینی اقتدار کے باعث علمی تحقیقات کا نام تک لینا مرتد ہونے کے مرادف سمجھا جاتا تھا۔ سن ایک ہزار عیسوی میں جب ادریسی سسلی میں دنیا کا صحیح صحیح نقشہ مرتب کر رہا تھا، قرطبہ اور غرناطہ کی رصدگاہوں میں طاقتور دور بینیں لگائی جا رہی تھیں۔ بغداد میں آنکھ پر عمل جراحی کرنے کے لیے نازک اوزار بنائے جا رہے تھے۔ اور ابن سینا ایران میں اصول طب کی کتاب "قانونچہ"، مرتب کر رہا تھا۔ یورپ کے اہل علم کی محفلیں اس قسم کے مناظروں میں مصروف ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح نے غدیر کے دن جو روٹی استعمال کی تھی آیا وہ خمیری تھی یا فطیری۔ روح القدس باپ سے روانہ ہوا تھا یا باپ اور بیٹے دونوں سے روانہ ہوا تھا۔ اور اس کی روانگی کی کیفیت کیا تھی؟ سوئی کی نوک پر کتنے لاکھ فرشتے رقص کر سکتے ہیں اور کتنوں کے لیے جگہ باقی رہ جاتی ہے؟ ہندوستان کے ہندو بھی اس قسم کی دور از کار بحثوں میں الجھے ہوئے تھے اور برھمن مناظروں کا بازار گرم کر کے اس امر کا فیصلہ کر لینا چاہتے تھے کہ جس ہنومان نے شری رام چندر جی کو مدد دی تھی آیا وہ انسان تھا یا بندر۔ اس کی تمثیل بناتے وقت اس کی دم بنانا جائز ہے یا نہیں۔ ہندوستان میں پڑھنا لکھنا صرف ایک مخصوص طبقہ کا ترجیحی شعار سمجھا جاتا تھا۔ اور تعلیم عام نہ تھی صرف ان ملکوں

میں جا بجا ابتدائی سکول کھلے ہوئے تھے جو مسلمانوں کے زیر اثر آچکے تھے۔ اس کے علاوہ اہل علم اشخاص نے ہر جگہ پرائیویٹ درسگاہیں کھول رکھی تھیں۔ ہر ماہر فن کے ساتھ شاگردوں کی ایک تعداد رہا کرتی تھی جو اس سے فن حاصل کرتے تھے۔ اور استاد کی خدمت بجا لاتے تھے۔ سرکاری درسگاہوں کے علاوہ عام لوگ نجی طور پر علم و فن کی اشاعت اور تحصیل سے بہت دلچسپی لیتے تھے۔ اسلامی ملکوں میں خواندہ اشخاص کے تناسب کی شرح اتنی بلند تھی کہ عصر حاضر میں ابھی کوئی ملک اس حد تک نہیں پہنچ سکا۔

شاید پڑھنے والے یہ خیال کریں کہ کتاب کا مصنف چونکہ مسلمان ہے اس لیے وہ اسلام کی خوبیوں اور مسلمانوں کی علمی سرگرمیوں کا حال کسی قدر مبالغہ آرائی کے ساتھ بیان کر رہا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا کوئی شخص بھی اس دور کی اخلاق، معاشرتی اور سماجی اصلاحات نیز علمی ترقیات کو حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی تعلیم اور عرب مسلمانوں کی عملی قوتوں نے نوع انسانی کو معراج کمال کی طرف لے جانے کے لئے جو انقلاب آفریں اثرات و نقوش قائم کیے وہ عصر حاضر کے علمائے تحقیق کے لیے خاص دلچسپی کا موضوع بن چکے ہیں۔ اس کتاب کے مولف نے اس دور کی جن اصلاحات و ترقیات کی طرف اشارے کیے ہیں وہ غیر مسلم مورخوں سے داد و تحسین کے زیادہ پرجوش الفاظ حاصل کر چکی ہیں۔ ان کا تذکرہ کیے بغیر نوع انسانی کی کوئی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔

اس شش صد سالہ دور کے حیرت انگیز، انقلابات کے بعد ۱۲۰۰ء میں یعنی تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں دنیا کی عام کیفیت یہ تھی کہ چین میں سونگ خاندان کی خاقانی قائم تھی۔ خطا کے تاتاری اور وسط ایشیا کے ترک حکمران تبت اور انام (ہند چینی) کے راجے بھی شہنشاہ چین کے زیر اثر تھے۔ وسط ایشیا، ترکستانات، افغانستان، شمالی ہند، ایران کی شمالی ولایات اور ایشیائے کوچک میں ترک سلاطین نے جا بجا مرکز قائم کرکے

سلطنتوں کے جال پھیلا رکھے تھے ۔ چینی ترکستان میں یوغور ترک ، بخارا ، خیوا اور تاشقند ، افغانستان ، اور شمالی ہند میں خوارزم ترک ، بحرۂ خزر (کیسپئین) کے نواح میں خزر ترک اور ایران اور ایشیائے کوچک میں سلجوقی ترک بر سر اقتدار آ چکے تھے ۔ عراق میں بغداد کی عباسی خلافت کا سکہ چل رہا تھا جس کے خلیفہ کو دوسرے ملکوں کے مسلمان حکمران کم و بیش اپنا دینی پیشوا تسلیم کرتے تھے ۔ شام ، فلسطین اور مصر پر کرد بادشاہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے جانشین حکومت کر رہے تھے ۔ جس نے یروشلیم کو فرنگستان کے صلیبیوں کی اجتماعی یلغار سے بچا کر نام پیدا کیا تھا ۔ فلسطین کے ساحلی علاقے پر یورپ کے صلیبی قابض تھے ۔ قسطنطنیہ مں بازنطینی قیصریت کا اقتدار اپنی زندگی کا ثبوت پیش کر رہا تھا اور دنیائے مسیحیت کا پیشوا بننے کے لیے روما کے پاپائے اعظم کے دربار سے رقیبانہ چشمک رکھتا تھا ۔ یورپ میں ھنگری ، جرمنی ، فرانس ، انگلستان ، شمالی ھسپانیہ ، پرتگال ، ناروے اور سویڈن میں مقامی بادشاھیاں قائم ہو چکی تھیں جن میں جرمنی کی شاھی نے ھولی رومن امپائر (مقدس رومی سلطنت) کا لقب حاصل کر رکھا تھا ۔ یورپی روس کے شمالی حصے میں نارمن قوم کی آبادی نے جمہوری ریاست قائم کر رکھی تھی اور جنوبی روس میں تاتاری اقوام ھنوں ، ترکوں ، سلافیوں ، آواروں اور بلغاروں کی جاگیریں اور بادشاھیاں موجود تھیں ۔ اٹلی میں روما کے پاپائے اعظم کی مذھبی حکومت قائم تھی جسے دنیائے مسیحیت اپنا دینی پیشوا اور حکمران خیال کرتے تھے ۔ عیسائی بادشاہ بھی پوپ کے اقتدار سے خایف رہتے تھے ۔ جنوبی ھسپانیہ (اندلسیہ) میں ایک مسلمان خاندان حکومت کر رہا تھا ۔ ور شمالی افریقہ میں متعدد مسلم سلاطین حکمران تھے ۔ جو بغداد کی خلافت کے زیر اثر نہ تھے ۔ بنگال سے لے کر اندلسیہ (جنوبی ھسپانیہ) تک کے ملک مسلمانوں کے زیر نگیں آ چکے تھے ۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی تجارتی نو آبادیاں زنجبار ، مڈغاسکر ، سیلون (لنکا) سماٹرا ، جاوا ، ملایا ، بورنیو اور فلپائن تک قائم ہو چکی تھیں ۔ یورپ کے عیسائی صلیب کے نام پر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے منظم و متحد

ہو رہے تھے اور کئی دفعہ طاقت آزمائی کر بھی چکے تھے ۔ اسلام کو عربوں کی رو بہ زوال عملی قوت کے بجائے ترکوں کی نئی اور رو بہ ترقی عملی سرگرمیوں کا سہارا مل گیا تھا جو عربوں اور ایرانیوں کی طرح علمی کاوشوں سے تو چنداں دلچسپی نہیں رکھتے تھے ، لیکن شجاعت ، سپاہیانہ اوصاف ، حکمرانی کی خصوصیتوں ، عسکری تنظیم اور ملکی انتظام میں عربوں سے کسی طرح کم نہ تھے ۔ دنیا اسی حال میں زندگی بسر کر رہی تھی کہ ملک خطا کے دور افتادہ ایک گوشے منگولیا میں چنگیز خانی طوفان کا ہیولا منگول یا مغل قبائل کی عسکری تنظیم کی صورت میں تیار ہو رہا تھا جس نے اپنے وقت کی دنیا کو خون کا غسل دے کر آئندہ تین سو سال کے لیے دنیا کے حالات اور تاریخ کے صفحات پر کبھی نہ مٹنے والے نقوش قائم کر دئیے ۔

۶۰۰ء سے لے کر ۱۲۰۰ء تک کے دور کو یورپی مورخ یورپ کے مخصوص حالات کے پیش نظر زمانۂ شجاعت کا نام دینے کے عادی ہیں ۔ بلاشبہ ہندوستان کا یہ دور بھی اس اعتبار سے زمانہ شجاعت کہلانے کا مستحق ہے لیکن نوع انسانی کی عام کیفیات اور دنیائے اسلام کی علمی ترقیات کے پیش نظر ہم نے اس زمانے کے لیے دور نہضت کا نام تجویز کیا ہے ۔ کیونکہ یہی وہ دور ہے جس میں عام انسان کے فکر نے علمی تحقیق کی دنیا میں آنکھ کھولی اور نوع انسانی نے اپنی سعادت کی نئی منزل مقصود معین کر کے نئے سفر کا آغاز کیا ۔

گیارھواں باب

لوہے کا زمانہ (۴) دور جمود

(۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک)

چنگیز خانی مغلوں کا دور دورہ، منگولیا کے گھڑ سوار قبیلے، فاتح اعظم چنگیز خاں، ایشیا اور یورپ میں مغلوں کی یلغاریں، بغداد کی اسلامی خلافت کا خاتمہ، وسطی اور مغربی ایشیا کے تمدن کی تباھی، بئرجالوت کی جنگ۔ بیبرس الظاھر امیر مصر، عالمگیر مغل سلطنت کے ٹکڑے، خاقان چین کبلائی خان، تیموری ترکوں کی طوفانی یلغار، ھندوستان کے ترک اور پٹھان سلاطین، یورپ میں عثمانی ترکوں کا داخلہ، اقوام فرنگ کی بیداری، مزید صلیبی جنگیں، ابتدائی بحری مہمیں، نئی دنیا کی دریافت، پرتگال سے دکن تک بحری سفر۔

چنگیز خانی مغلوں کا دور دورہ

منگولیا کے گھڑ سوار قبیلے

بارھویں صدی مسیحی کے آخری سالوں میں دنیائے متمدن کی کیفیت کچھ اس طرح نظر آرہی تھی - چین کی زرد مٹی والی زرخیز سر زمین میں سونگ خاندان کے حکمران اپنے محلوں میں داد عیش دے رہے تھے - شمالی چین میں مانچو قوم کے لوگوں نے حکومت قائم کر رکھی تھی - اس قوم کے حکمران کن یعنی سنہری خاندان کہلاتے تھے - جو معطر انگلیوں والی عورتوں سے خدمت لیتے اور گویوں کے گیت سن کر دل بہلایا کرتے تھے - شمالی سرحد کی حفاظت کا کام انہوں نے تاتاری قبائل پر چھوڑ رکھا تھا جو منگولیا کے خانہ بدوشوں کو جنوب کی طرف آنے سے روکتے تھے - تبت کی اونچی سر زمین میں بدھ مت کے پیرو جابجا اپنی خانقاہیں قائم کر رہے تھے - وسط ایشیا میں گنگا - جیحوں اور دجلہ کے درمیانی علاقے میں خوارزمی ترکوں کی سلطنت قائم ہو چکی تھی جس کے زیر سایہ جا بجا مقامی سلاطین حکومت کرتے تھے - مملکت خوارزم کے ترک سرداروں نے گھوڑوں کی پشت پر زندگی بسر کرنے کی آبائی عادت کو خیر باد کہہ دیا تھا اور اب وہ محلوں اور باغوں میں محفلیں جما کر شعر و سرود کی داد دیا کرتے تھے - بغداد میں خلفائے عباسیہ کا اقتدار محض برائے نام رہ گیا تھا - جو اپنے عالی شان قصروں میں رہتے تھے اور جنہوں نے اپنی حفاظت و خدمت کے لیے ترک سرداروں اور سپاہیوں کو ملازم رکھا ہوا تھا - دربار خلافت کا حقیقی اقتدار انہی ترک سرداروں کے ہاتھ میں تھا - ایران اور ایشیائے کوچک میں سلجوقی ترکوں کی ریاستیں قائم تھیں جو آپس میں نیز مغربی حصے کی یونانی ریاستوں سے

بر سر پیکار رہ کر زندگی کا ثبوت مہیا کر رہے تھے ۔ شام ، فلسطین اور مصر پر سلطان صلاح الدین ایوبی کے جانشین حکمران تھے اور فلسطین کے ساحل پر یورپ کے عیسائی صلیبی جنگ آزماؤں نے متعدد قلعے بنا رکھے تھے ۔ قسطنطنیہ میں بازنطینی قیصروں کا سکہ چل رہا تھا جن کی طاقت گزشتہ دو صدیوں کے صلیبی معرکوں کی گزر گاہ ہونے کے باعث بہت کمزور ہو چکی تھی ۔ روس کے جنوبی حصے میں ترکوں اور تاتاریوں نے طوایف الملوکی قائم کر رکھی تھی ۔ وسطی حصے میں مقامی روسی سرداروں نے ریاستیں بنا رکھی تھیں اور شمال مغربی روس میں نووو گراڈ اور کیف کی مضبوط جمہوری ریاستیں قائم تھیں جو شمال سے آنے والی نارمن قوم کے لوگوں نے آباد کی تھیں ۔ یورپ کے دوسرے ملکوں میں روما کی مقدس مذہبی سلطنت کے علاوہ ہنگری ، جرمنی ، فرانس ، انگلستان اور ہسپانیہ کے چار مختلف حصوں میں مقامی بادشاہیاں قائم تھیں ۔ عین اس حال میں جبکہ دنیائے متمدن کی سلطنتوں، بادشاہیوں اور ریاستوں میں حکمران طبقے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور عام لوگ سلاطین و ملوک کی رعایا بن کر جمود و غفلت کا شکار ہو چکے تھے منگولیا کی سر زمین میں ایک زبردست تخریبی طاقت جنم لے کر پرورش پا رہی تھی ۔ یہ طاقت ترکی نسل کے ان خانہ بدوش قبائل کی صورت میں ترقی کر رہی تھی جو تین چار سو سال پہلے کی قبائلی حرکت میں پیچھے رہ گئے تھے ۔ اور اپنی آبائی سر زمین کے کاہستانوں میں محنت و مشقت کی سادہ زندگی بسر کر رہے تھے ۔ یہ قبیلے سر سبز چراگاہوں پر قبضہ جمانے کی خاطر آپس میں بر سر پیکار رہتے تھے ۔ اس لیے جنگجوئی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی ۔ اور فنون حرب میں انہوں نے نئی نئی مہارتیں حاصل کر لی تھیں ۔ ترکی نسل کے قبائل کی یہ شاخ منگولیا سے اٹھنے کے باعث منگول یا مغل کہلاتی ہے ۔ جس کے حکمرانوں نے دنیائے معلوم کو فتح کر کے ایک ہی خاقان یا قاآن کے زیر نگین لانے کا شاندار خواب دیکھا اور اپنے زور بازو سے اس خواب کو بہت بڑی حد تک پورا کر دکھایا ۔

یہ مغل قبائل منگولیا کے کوہستانوں میں جو جھیل بیکال کے جنوب میں دیوار چین تک پھیلے ہوئے ہیں نمدے سے بنائے ہوئے خیموں میں رہتے تھے، جنہیں باہر سے کھریا مٹی لگا کر وہ سفید بنا لیتے تھے اور جن کا اندرونی حصہ دھوئیں کی وجہ سے سیاہ ہو جایا کرتا تھا۔ یہ لوگ گھوڑے پالتے تھے۔ انہیں سواری کے لیے استعمال کرتے تھے۔ چمڑے کی زینیں بناتے تھے۔ رکاب بھی انہوں نے ایجاد کر لی تھی۔ گھوڑیوں کا دودھ ان کی مرغوب غذا اور شراب تھا۔ گھوڑوں کے علاوہ یہ لوگ بھیڑوں اور بکریوں کے گلے بھی پالتے تھے۔ اور جنگلی جانوروں کا شکار بھی کھیلتے تھے۔ شکار اور جنگ کے لیے لوہے کے تیر استعمال کرتے تھے۔ خمیدہ شمشیریں بھی رکھتے تھے۔ ان کی کمانیں لکڑی اور سینگ سے بنی ہوئی ہوتی تھیں اور بہت مضبوط اور طاقتور تھیں۔ ان کے خاص تیروں سے پرواز کے وقت سیٹی کی سی تیز آواز نکلتی تھی۔ یہ لوگ گھوڑے کی سواری کے اتنے ماہر تھے کہ ان کی ٹانگیں کسی قدر خمیدہ ہو گئی تھیں۔ خیموں اور سامانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے انہوں نے بیل گاڑیاں بھی بنا رکھی تھیں۔ ان کا کوئی کوئی قبیلہ جس مقام پر کیمپ لگاتا تھا وہاں میلوں تک کا سر سبز رقبہ خیموں کی قطاروں کے گھیرے میں لے لیتا تھا۔ ہر قبیلہ کا سردار ترخان یا نویان کہلاتا تھا۔ باھمی جنگ و جدال کے باعث ہر قبیلے کو مسلح رہنا پڑتا تھا اور خام سے فوجی نظم کے مطابق زندگی بسر کرنی پڑتی تھی، تاکہ حملے اور لڑائی کے وقت وہ اپنے خیموں اور گلوں کی حفاظت کے فرض سے اچھی طرح عہدہ برآمد ہو سکیں۔ یہ قبائل چین کے سیاح سوداگروں سے تھوڑا بہت غلہ اور ریشم کا کپڑا خرید لیتے تھے۔ جو ان سے سمور اور کاھستانوں کی دوسری قیمتی پیداوار سستے داموں سے لے جاتے تھے۔ چین کے متمدن لوگ انہیں وحشی سمجھتے تھے۔ اور ان کے حملوں سے خایف رہتے تھے۔ ان کے مقابلے میں مغل خانہ بدوش چینیوں کے متعلق جو رائے رکھتے تھے وہ ایک پرانے تذکرہ نویس کے الفاظ میں یوں بیان کی گئی ہے:—

''خطائی (چینی حکمران) اتنے بزدل ہیں کہ قلعہ بند ہو کر شہروں

میں رہتے ہیں ۔ ان کا ایک تخت بھی ہے ۔ اس تخت کا مطلب کیا ہے ؟ ان کے پاس ہزاروں عورتیں اور گویے اور مسخرے ہیں ۔ وہ اپنا وقت سیر و تفریح میں ضایع کرتے ہیں ۔ شراب پی کر اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں ۔ بیہودہ لوگوں کو اپنے اردگرد جمع رکھتے ہیں تا کہ اپنا دل خوش رکھیں ۔ اس طرح وہ غلاظات میں گر گئے ہیں ،،۔

یہ مغل قبائل اپنے پیشرو ترک بھائیوں کی طرح مظاہر قدرت کی پرستش کرنے والے تھے ۔ قائم و دائم نیلگوں آسمان کی روح کو قادر مطلق سمجھتے تھے ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ فلک نیلگوں پر نیکی کے فرشتے رہتے ہیں ۔ سطح ارضی پر نیکی اور بدی کی طاقتیں (روحیں) بسیرا رکھتی ہیں ۔ اور زمین کے نیچے ارلیک خان (شر مجسم) کی حکمرانی ہے ۔ مرنے کے بعد ہر انسان کی روح اپنے اعمال کے مطابق کوئی نہ کوئی شکل اختیار کر لیتی ہے یا آسمان پر چلی جاتی ہے یا زمین کے اندر داخل ہو جاتی ہے یا روئے زمین ہی پر کسی جانور یا کسی شے کے اندر اپنا بسیرا بنا لیتی ہے ۔ مغل قبائل اپنے مردوں کو خاص رسموں کے ساتھ زیر زمین دفن کر دیتے تھے ۔ ان کے ہاں کوئی دینی پیشواؤں کا گروہ موجود نہ تھا بلکہ شمن (سادھو ، درویش) ہوا کرتے تھے ۔ یہ شمن عام طور پر ہیجڑے ہوتے تھے ۔ اور بیل گاڑی میں بیٹھ کر سفر کرتے تھے ۔ شمن بد روحوں کے عامل سمجھے جاتے تھے ۔ بیمار پڑنا مغلوں میں بد روحوں کے زیر اثر آجانے کا دوسرا نام تھا ۔ اس لیے وہ علاج معالجے کے بجائے شمنوں کو بلاتے جو دف بجا کر اور بعض رسمیں ادا کر کے بد روحوں کو نکالنے کی تدبیریں کیا کرتے تھے ۔ بجلی گرنا مغلوں میں بہت منحوس سمجھا جاتا تھا ۔ جس کیمپ کے کسی خیمے پر بجلی گرتی تھی وہ کیمپ فوراً چھوڑ دیا جاتا تھا اور اس خیمے میں بسنے والے کنبے کو کئی دن کیمپ سے دور رہنا پڑتا تھا ۔ مغلوں میں مذہبی رواداری کا جذبہ بہت عام تھا ۔ لیکن انسان کو بلا تامل اور بے دریغ قتل کر دینا ان کے نزدیک بہت معمولی سا کھیل تھا ۔ سفاکی اور خونریزی کے فن کو باقاعدگی کے ساتھ سر انجام تک پہنچانے میں چنگیزی مغلوں کا ریکارڈ اس قدر شاندار ہے جس کی نظیر دنیا کی اور

کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔

ان مغلوں کی عورتیں پردہ تو نہیں کرتی تھیں لیکن ان کے خیمے ہر کنبے میں مردوں سے الگ لگائے جاتے تھے۔ مغل عورتیں بھی مردوں کی طرح شہسوار ہوتی تھیں اور خیمے لگانے اور گھر کا کام کاج کرنے میں مردوں کے ساتھ کام کرتی تھیں۔ بیلوں اور گایوں کے گوبر سے اپلے بنا کر آگ جلاتی تھیں۔ خواتین اور بڑے گھرانوں کی عورتوں کو بھی گھر کا کام کاج کرنے میں کسی قسم کا تامل نہیں تھا۔ یہ عورتیں تیر اندازی کے فن میں بھی کافی مہارت رکھتی تھیں۔ اور مردوں کا سا لباس پہنتی تھیں جو بالعموم پاجامے اور تنگ کرتے پر مشتمل ہوتا تھا، اس کے اوپر وہ پوستین یا سمور سے بنے ہوئے کوٹ پہنتی تھیں۔ اگر کوئی شخص بیمار پڑ جاتا تھا تو اس کے خیمے کے گرد پہرہ لگا دیا جاتا تھا۔ اور کسی کو بلا ضرورت خیمے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ بیماری کا علاج سادھو لوگ جنتر منتر سے بد روحوں کو نکالنے کی صورت میں کیا کرتے تھے۔

فاتح اعظم چنگیز خاں

مغل قوم کے قبیلے منگولیا کی سطح مرتفع کے سرسبز میدانوں میں اس قسم کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کے شمال میں مشرق سائبیریا کے جنگل اور ان سے اوپر شدت کی سردیوں والا برفانی علاقہ تھا۔ جہاں رین ڈیئر کو پالنے والے قبائل آباد تھے۔ جنوب مشرق میں خطا اور چین کی متمدن حکومتیں آباد تھیں۔ خطا کے حاکموں نے منگولیا کی جنوب مشرقی سرحد پر کے تاتاری قبائل کو مغلوں کے مقابلے میں اپنا حلیف بنا رکھا تھا جو انہیں شمال کی طرف دھکیلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ منگولیا کے جنوب میں صحرائے گوبی کا ریگستان تھا، جہاں گھاس ناپید تھی اور ریت سے بھری ہوئی شدید اور تند آندھیاں چلتی تھیں۔ مغل قبیلے اپنی اپنی چراگاہوں میں جانور پال کر گزارا کر رہے تھے اور آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔ اسی قسم کے ماحول میں ایک مغل گھرانے میں ۱۱۵۴ء میں یا ۱۱۶۲ء میں

ایک بچہ پیدا ہوا جس کے ہاتھ خون سے لت پت تھے ۔ باپ نے اس بچے کا نام ''تیموجین'' (خاص لوہا) رکھا کیونکہ اس کی پیدایش کے وقت باپ کی نظر سب سے پہلے لوہے کے ٹکڑے پر پڑی تھی ۔ یہ بچہ بڑا ہوکر دنیا کا عظیم ترین فاتح اور چنگیز خان (خان ذی شان) کہلایا ۔ تیموجین کی ماں کا بیان ہے کہ ''اس بچے کی پیدایش کے وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا ۔ اور قوم کے دوسرے کنبوں نے ان کا مقاطعہ کر رکھا تھا ۔ گھوڑے کی ایک دم کے سوا ان کے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے وہ تازیانے کے طور پر استعمال کر سکتے ۔ تیموجین کے باپ دادا نیلی آنکھوں والے ترکوں کی نسل سے تھے ۔ جن کی آوازیں پہاڑوں میں بادل کی گرج کی طرح گونج پیدا کرتی تھیں ۔ ان کے ہاتھ ریچھ کے پنجوں کی طرح مضبوط ہوتے تھے وہ انسان کو اس آسانی کے ساتھ توڑ سکتے تھے جس طرح تیر توڑا جا سکتا تھا ۔ سردی کی راتوں میں وہ تناور درختوں کو آگ لگا کر ان کے نیچے ننگے پڑے رہتے تھے ۔ چنگاریاں اور دھکتے ہوئے کوئلے ان کے جسموں پر گرتے لیکن وہ ان کی جلن کو اس طرح محسوس کرتے گویا کسی چیونٹی نے کاٹا ہے'' ، یہ چنگیز خان کی ماں کا بیان ہے ۔ ابھی چنگیز چھوٹا ہی تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا ۔ جب تک چنگیز اور اس کے بھائی جوان ہو کر شکار کرنے کے قابل نہ ہوئے ان کی ماں ان کی پرورش کرتی رہی ۔ یہ لوگ اتنے غریب تھے کہ مچھلی کا شکار کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیتے تھے ۔ حالانکہ مغل مچھلی کے شکار کو بہت پست ہمتی کی دلیل سمجھتے تھے ۔

چنگیز خان نے اپنی جوانی کا زمانہ خانہ جنگیوں کے ماحول میں بسر کیا ۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ کہیں جا رہا تھا کہ اس کے چھ دشمنوں نے ایک پل کی آڑ سے اس پر تیر برسائے ۔ اس نے تلوار نکال کر ان سب کو قتل کر دیا اور ان کے گھوڑے ہانک کر اپنے ڈیرے میں لے آیا ۔ دشمنوں کے نرغے میں مسلسل رہ کر اپنی حفاظت اپنے زور بازو سے کرنے کے باعث اس کی طبیعت بہت سفاک ہو گئی اور اس نے سمجھ لیا کہ زندہ رہنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ دشمن کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے ۔

چالیس پنتالیس سال کی عمر تک اس نے گردونواح کے مغل قبائل میں اپنی ہیبت کا سکہ جما لیا - اور اپنے اردگرد اپنے ایسے دوستوں کو جمع کر لیا جو آڑے وقتوں میں اس کے کام آتے رہے تھے - اور جنھوں نے جنگوں میں زخمی ہو جانے کی حالت میں ایک دوسرے کی رگوں کا خون چوس کر جنگی رفاقت کے رشتے کو مضبوط اور کلی طور پر قابل اعتماد بنا لیا تھا -

۱۲۰۶ء میں جب قطب‌الدین ایبک ترک نے دھلی میں خاندان غلاماں کی بنا رکھی منگولیا کے مغل قبائل کے سرداروں نے اپنے ایک اجتماع میں چنگیز کو مغل قوم کا سردار یا خان منتخب کرلیا اور اس بہادر شخص سے جس کی ہیبت کا سکہ ہر طرف بیٹھ چکا تھا کہا :-

"ہم نے آپ کو خان بنانے کا عزم کر لیا ھے - اب سے آپ ہمارے خان ھیں - ہم آپ کی اطاعت کریں گے - ہم آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں اگلی صف میں کھڑے ہو کر لڑیں گے - جب ہم خوبصورت عورتوں کو پکڑ کر لائیں گے تو ان میں سے منتخب عورتیں آپ کی خدمت میں پیش کریں گے - جب آپ شکار کو نکلیں گے تو ہم آپ سے پہلے میدان میں پہنچیں گے - اور جو شکار ہم ماریں گے وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے - اگر ہم آپ کا حکم ماننے سے انکار کر دیں یا آپ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائیں تو آپ کو حق ہوگا کہ ہماری عورتیں اور ہماری املاک ہم سے چھین لیں اور ہمیں (شمالی) جنگلوں میں دیس بدر کر دیں -

مغلوں کے بڑے شمن گی اوکچو نے مغل سرداروں کے اس فیصلہ کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ دائم الوجود نیلگوں آسمان کی طاقت خان میں اتر آئی ھے - زمین پر یہ اس آسمانی طاقت کا نائب ھے -

مغل یا منگول قبائل کو خان کا انتخاب کرنے کی ضرورت ان تاتاری قبائل کے مسلسل حملوں کی وجہ سے پیش آئی جنھیں ملک خطا کے حاکم رشوتیں دے دے کر ان کے خلاف استعمال کیا کرتے تھے -

چنگیز نے خانی کا منصب قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے جنگجو مغلوں کی ایک منظم فوج بنانے کی طرف توجہ مبذول کی ۔ چیدہ چیدہ اشخاص کا ایک لشکر "کیشک"، یعنی "خان کی محافظ فوج"، کے نام سے مرتب کیا گیا ۔ ایک لشکر کا نام "جن گر"، (میمنہ ، دایاں) رکھا گیا جس کے سپرد مغرب کی طرف یلغار کرنے کا کام سونپا گیا ۔ دوسرا لشکر "برن گر"، (میسرہ ۔ بایاں) کہلایا جس کو خطا اور چین پر حملہ کرنے کی خدمت تفویض کی گئی ۔ چنگیز خان نے اپنے لشکروں میں زبردست فوجی نظم قائم کیا ۔ دس دس سواروں کی ایک ٹولی بنا کر ان کا ایک قائد مقرر کر دیا ۔ پھر سو سو اشخاص کی جمعیت پر بڑے افسر مقرر کیے گئے ۔ ان کے اوپر یک ہزاری سالار تھے ۔ اور یک ہزاری سالاروں کے اوپر پنج ہزاری ، دہ ہزاری ، بست ہزاری منصب رکھنے والے جرنیل ہوتے تھے ۔ خان اعظم نے اپنی کچھ سپاہ راستوں کی حفاظت پر مامور کر دی ۔ اس عسکری تنظیم کی بدولت مغل قبائل کی داخلی زندگی بہت محفوظ اور پر امن ہوگئی اور خان اعظم کا منظم لشکر بیرونی ملکوں کو سر کرنے کے لئے کیل کانٹے سے لیس ہوگیا ۔

مغلوں کی مہمیں اور یلغاریں

چنگیز خان نے مغل قبائل اور شمالی سرحد کے ترک قبائل کو مطیع و منقاد بنانے کے بعد سب سے پہلے اپنے لشکر کے بائیں بازو کو ملک خطا پر چڑھائی کرنے کے لئے حرکت دی ۔ مغل لشکر ملک خطا کو تاراج کرنے کے بعد بہت سا مال غنیمت لے کر واپس آ گیا ۔ اگلے سال چنگیز خان نے پھر ملک خطا پر چڑھائی کی اور کن خاندان کے جرنیلوں کو متعدد مقامات پر شکست دے کر ان کے شہروں کا محاصرہ شروع کر دیا ۔ شہروں میں بلا دریغ قتل عام کیا گیا اور کام کی چیزوں کو سمیٹنے کے بعد شہروں کو نذر آتش کر دیا گیا ۔ چنگیز خان کے منظم گھڑ سوار لشکروں کی یہ تاخت اس قدر سریع ، موثر اور تباہی خیز تھی کہ چینی مورخوں کو لکھنا پڑا :—

"جب سے دنیا کا آغاز ہوا ہے دنیا کی کوئی قوم اتنی طاقتور نہیں ہوئی جیسے یہ مغل ہیں ۔ یہ سلطنتوں کو اس طرح تباہ کر دیتے ہیں جس طرح گھاس کھودی جاتی ہے ۔ خدا نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت کیوں دے رکھی ہے؟"

ملک خطا کو سر کر کے چنگیز خان غلے اور دوسرے مال غنیمت سے بھری ہوئی گاڑیاں لے کر منگولیا کی طرف چلا گیا اور اس ملک کا انتظام کرنے کے لیے اس نے اپنے جرنیل وہیں چھوڑ دئیے ۔ ملک خطا سے چنگیز خان کو کئی قسم کے کاریگر ، معمار ، انجینئر اور بارود کو استعمال کرنے والے صناع بھی مل گئے جنہیں اس نے اپنی دوسری مہموں اور یلغاروں میں استعمال کیا ۔

خطائے زرد کو سر کرنے کے بعد چنگیز خان نے خطائے سیاہ (قرہ خطا) کی طرف توجہ مبذول کی ۔ یہ ملک ایشیا کے وسط میں کوہستان الطائی کے دامن میں تبت کی سطح مرتفع کے شمال میں واقع ہے ۔ اس کا کچھ حصہ آج کل چینی ترکستان کہلاتا ہے ۔ اس ملک میں سے تجارتی قافلوں کی وہ شاہراہ گزرتی تھی جس پر سے تاجر لوگ چین کا ریشم مغربی ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں لے جاتے تھے اور ان ملکوں کے نوادر چین میں لایا کرتے تھے ۔ اس شاہراہ پر پانچ بڑے شہر آباد تھے جن کی آبادی مخلوط تھی اور ان شہروں اور قصبوں میں بدھ مت ، اسلام ، عیسائیت ، نسطوریت ، اور دین زرتشتی کے پیرو دیوار بہ دیوار زندگی بسر کر رہے تھے جنھوں نے اپنے اپنے طریقے کے جدا جدا معابد بنا رکھے تھے ۔عام آبادی ترکی النسل تھی جو یوغور کہلاتی تھی ۔ چنگیز خان نے اس سر زمین کو سر کرنے کی مہم جو منگولیا سے بارہ سو میل کی مسافت پر واقع ہے اپنے جرنیلوں پر چھوڑ دی ۔ مغلوں نے اس سر زمین کو تاراج کرتے وقت مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا ۔ اور کسی منظم مقابلے کی عدم موجودگی کے باعث پہاڑوں کی وادیوں میں انسانوں کا شکار کھیلتے رہے ۔ مغل سرداروں نے اس سر زمین سے جلد ہی بیس ہزار سفید گھوڑوں کا تحفہ

چنگیز خان کی نذر کے لیے بھیجا ۔ اور وسط ایشیا کی سر زمین مغلوں کی تابع ہوگئی ۔

اب چنگیز خان کی نظریں ترکان خوارزم کی وسیع مملکت کی طرف اٹھیں جو ترکستان ، افغانستان اور ایران کی سر زمین میں اپنے شاھنشاھی اقتدار کا نقارہ بجا رہے تھے ۔ یہ اسلامی سلطنت تھی ۔ یعنی ان ملکوں کے حکمران بھی مسلمان تھے اور آبادی بھی مسلمان تھی ۔ ان کی عسکری قوت ترکوں کے ھاتھ میں تھی جنھوں نے گھوڑوں کی پشت پر زندگی بسر کرنے کا آبائی طریقہ چھوڑ دیا تھا۔ اب ترک سردار عالی شان محلوں اور پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغوں میں رہتے تھے ۔ قرآن پڑھتے ۔ شعر سنتے اور شکار کھیلتے تھے ۔ ان کی مملکت کا داخلی انتظام بھی چنداں برا نہ تھا ۔ لیکن اپنے خانہ بدوش آبا و اجداد کی طرح سختیاں جھیلنے اور مصیبتیں برداشت کرنے کی طاقت ان سے مفقود ہو چکی تھی ۔ شجاعت و بسالت کے جوہر اتنے عام نہ رہے تھے ۔ جتنے کہ پہلے ھوا کرتے تھے ۔ چنگیز خانی مغل مغربی ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنے کے خواھاں تھے ۔ چند مغل تاجر خوارزمیوں کی مملکت میں داخل ہوئے جسے ترکوں نے لوٹ لیا ۔ چنگیز خان نے جلال‌الدین خوارزم شاہ کے دربار میں سفیر بھیجے جنھوں نے مغل تاجروں کے نقصان کی تلافی کا مطالبہ کیا ۔ خوارزم شاہ نے سفیروں کو قتل کرا دیا ۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر چنگیز خان نے اس مملکت پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر لیا ۔ پہلے اس کی سر حدوں پر کھوج لگانے والی اور حالات دریافت کرنے والی ٹولیاں بھیجیں۔ تاجروں سے ان ملکوں کے زیادہ سے زیادہ حالات معلوم کرنے کی کوشش کی ۔ جاسوسوں کی ٹولیاں آگے بھیج دیں جن کا کام یہ تھا کہ مغل فوج کے اقدام کے وقت ہر قسم کی اطلاعات دے سکیں۔ اس مہم پر کوچ کرنے سے پہلے اس نے ایک عجیب کام کیا ''کوہ الطاقت،،[1] کی چوٹی پر چڑھ کر وہ کئی گھنٹے برھنہ سر کھڑا رہا ۔ گویا دائم‌الوجود نیلگوں آسمان کی روح سے ھم کلام ہے ۔ اس پہاڑ سے اتر کر اس نے اعلان کیا

1 منگولیا ایک پہاڑ کا نام ہے جسے منگولی زبان میں ''طاقت کا پہاڑ،، کہتے ھیں۔

کہ نیلگوں آسمان کی روح نے مغلوں کے لیے فتح و کامرانی کا امتیاز منظور فرما لیا ہے ۔ ان ابتدائی تیاریوں کے بعد چنگیز خان دس دس ہزار گھوڑا سوار مغلوں کے پندرہ ڈویزنوں کا لشکر لے کر کوھستان الطائی کے دروں کی راہ سے ترکستانات کی طرف بڑھا اور ۱۲۱۸ء میں خوارزم کی مملکت میں داخل ہو گیا ۔ خوارزم کے مسلمان سالار یہ سمجھ رہے تھے کہ منگولیا کے غیر منظم بدوی قبائل نے چڑھائی کی ہے لیکن انہیں چنگیز خان کی منظم اور تجربہ کار فوج سے سابقہ پڑا ۔ مغلوں نے چند ھفتوں میں خوارزمیوں پر غلبہ حاصل کر لیا ۔ اسلامی لشکر تتر بتر ھوگیا ۔ اور مغلوں نے شہروں کو اجاڑنے ، بستیوں کو برباد کرنے اور لوگوں کا قتل عام کرنے کی مہم اس شدت سے شروع کر دی کہ دور و نزدیک کے علاقوں میں مغلوں کی دھشت کا سکہ بیٹھ گیا ۔ حافظ ابن اثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ھیں کہ مسلمان مغلوں سے اس حد تک مرعوب ھو گئے تھے کہ ایک تاتاری تن تنہا بھرے گاؤں میں داخل ھو کر لوگوں کو بے دریغ قتل کرنے لگتا اور کسی کو جرأت نہ ھوتی کہ اس اکیلے تاتاری کا قصہ تمام کر دے ۔ قتل عام کی یہ مہم ھر جگہ با قاعدگی اور اطمینان کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچائی جاتی تھی ۔ شہر کے لوگوں کو بچوں اور عورتوں سمیت باھر میدان میں نکلنے کا حکم دیتے تھے ۔ وھاں انہیں کہا جاتا کہ ایک دوسرے کے بازو باندھ کر مشکیں کس دیں پھر ان کی ٹولیاں بنا دی جاتیں اور تاتاری مغل تیر برسا کر انہیں ھلاک کر دیتے ۔ بعض جگہ مغلوں کا دستور یہ بھی تھا کہ ایک شہر کے قیدیوں کو دوسرے شہر کے محاصرہ کے وقت اگلی صف میں کھڑا کر دیتے تاکہ وہ تاتاری سپاھیوں کے لئے ڈھال کا کام دیں ۔ بخارا کے قیدیوں کو سمر قند میں اور سمرقند کے قیدیوں کو ارغنج میں اسی طرح استعمال کیا گیا ۔ ارغنج خوارزم کا پایۂ تخت تھا ۔ یہاں قیدیوں کو پہلے خندقیں پر کرنے کے کام پر لگایا گیا پھر فصیل میں شگاف ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا ۔ جب مغل لشکر نے ارغنج پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے شدید مزاحمت کی ۔ ارغنج کے بازار مغلوں کی لاشوں سے پٹ گئے ۔ مغل

پسپا ہوئے اور انہوں نے دریائے جیحوں پر بند باندھ کر پانی کا رخ شہر کی طرف پھیر دیا - محصورین ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے اور مغلوں نے قتل عام پر کمر ہمت باندھی - مورخین کا بیان ہے کہ اس شہر کے معرکہ میں پچاس ہزار مغلوں نے حصہ لیا تھا - ان میں سے ایک ایک مغل نے چوبیس چوبیس مسلمانوں کو قتل کر کے اپنے جذبۂ انتقام کی پیاس بجھائی - ارغنج کا شہر صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح محو کر دیا گیا -

۱۲۱۸ء سے ۱۲۲۲ء تک چار سال کے مختصر سے عرصے میں چنگیز خان کے لشکر ہر طرف تباہی پھیلاتے ہوئے ایران کی سر زمین میں داخل ہوئے اور موصل و تبریز تک کی خبر لاتے ہوئے بحیرہ خزر کے کناروں تک پہنچ گئے - بڑا لشکر یہاں سے لڑتا ہوا کوہستان ہندوکش کے برفانی دروں کی راہ سے افغانستان کی سر زمین میں داخل ہوا - اور دریائے سندھ تک پہنچ گیا - افغانستان میں چنگیز خان کے ایک جرنیل شبکی کوتاکو کو ترک لشکر کے ہاتھوں پہلی شکست کھانی پڑی - اس ترکی لشکر میں شمالی ہند کے سلطان التمش کی سپاہ بھی شامل تھی - غالباً یہ اس شکست کا نتیجہ تھا کہ چنگیز خانی لشکروں نے دریائے انک کو عبور کرکے پنجاب کی سر زمین کو تاراج کرنے کا خیال چھوڑ دیا اور منگولیا کو لوٹ گئے -

مغلوں کا ایک لشکر قفقاز کی طرف بڑھا اور گرجستانیوں کو تاراج کرتا ہوا کوہستان قاف کے دروں کی راہ سے ترکان قبچاق کے سرسبز میدانوں میں داخل ہو گیا - اس لشکر نے کیف اور گلیسیا پر حملہ کیا اور کریمیا کو تاراج کرنے کے لیے بڑھ رہا تھا کہ خان اعظم نے اسے واپس بلا لیا - یہ لشکر بحیرہ اسود اور بحیرہ خزر کے شمالی قدیمی راستے سے یورپ اور ایشیا کے وسیع میدانوں سے گزرتا ہوا منگولیا کو چلا گیا -

چنگیز خاں نے اسلامی مملکت کے تمدن کو یکسر تباہ کر دیا - ان ممالک کے مسلمانوں کو خون کا غسل دیا - بقیۃ السیف لوگ از سر نو خانہ بدوش چرواہوں کی سی زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے - مغلوں نے اس

مملکت کی متمدن بستیاں عمداً برباد کیں کیونکہ وہ شہری زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ ان کے خیال میں شہروں کی متمدن دنیا اخلاق باختہ ، گندی ، گنجان ، رذیل ، شریر ، ملائم ، نفاق پرور ، زنانہ خصلت اور خطرناک تھی ۔ وہ شہروں کے بجائے کھلی فضائیں دیکھنے کے متمنی تھے جہاں وسیع چراگاہیں ہوں اور ان چراگاہوں میں مردانہ خصائل رکھنے والے لوگ اور ان کے پالتو جانور آزادی کی زندگی بسر کر رہے ہوں ۔ چنگیز خان اپنی عمر کے آخری سالوں میں روحانی تسکین کا بہت جویا تھا ۔ اس نے مغربی یلغار کے دوران میں مسلمان عالموں سے دین اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی اور کہا کہ اس مذہب کے اصول و عقاید بہت اچھے ہیں لیکن حج کے لیے مکہ جانے کی شرط میری سمجھ میں نہیں آتی ۔ اس نے ایک چینی سادھو کو بھی جس کی بہت شہرت تھی بلایا اور اس سے جاودانی زندگی اور روحانی تسکین کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی ۔ چینی سادھو جو طاوئیت (چین کا قدیم آسمانی دین) کا پیرو تھا چنگیز خان کی تسلی نہ کرا سکا جسے اس نے احترام کے ساتھ رخصت کر دیا ۔

چنگیز خان بحرالکاہل سے دریائے والگا تک براعظم ایشیا کے نصف حصے کا فرمانروا بن چکا تھا ۔ وہ اس وسیع مملکت کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لیے سوچ ہی رہا تھا کہ ۱۲۲۷ء میں فرشتۂ اجل کا پیغام آگیا ۔

———

خاقان اُقتائی خان

مغل سرداروں نے چنگیز خان کے تابوت کو کوہ ''الطاقت،، کے دامن کی ایک وادی میں دفن کر دیا ۔ اس کے ساتھ اس کے اس گھوڑے کی جلائی ہوئی ہڈیاں بھی دفن کر دی گئیں جس پر چنگیز خان نے آخری سواری کی تھی ۔ جس گاڑی پر میت لائی گئی تھی وہ جلا دی گئی اور مغلوں کے بڑے شمن بیکی نے اعلان کر دیا کہ چنگیز خان کی روح نے اس کے جسم سے نکل کر مغلوں کے اس جنگی علم میں اپنا گھر بنا لیا ھے جس کے ساتھ پہاڑی گایوں کی نو دمیں لٹک رھی ھیں۔ دو سال کے بعد جب چنگیز خان کا بیٹا اقتائی خان اعظم کا جانشین چنا گیا تو اس نے چنگیز خان کی قبر پر جا کر چالیس سفید گھوڑے ذبح کئے اور چالیس خوبصورت کنواری لڑکیاں جو اچھے اچھے گھرانوں سے منتخب کی گئی تھیں گلا گھونٹ کر ماری گئیں ۔ یہ گھوڑے اور یہ لڑکیاں چنگیز خان کی قبر میں دفن کر دی گئیں تا کہ اس کی خدمت کرنے کے لیے موجود رھیں ۔ اس رسم کو ادا کرنے کے بعد اقتائی خان نے گاڑیوں پر لدا ھوا بہت سا قیمتی سامان عام لوگوں میں تقسیم کر دیا ۔ یہ گاڑیاں چنگیز خاں کی تدفین کے دن سے وھیں کھڑی تھیں اور ان کا سامان محفوظ تھا ۔ کیونکہ مغلوں میں چوری کے نام تک سے کوئی آشنا نہ تھا ۔

چنگیز خان کی وفات کے دو سال بعد دور و نزدیک کے مغل سردار قرا قورم کے شاھی ڈیرے میں نئے خان کا انتخاب کرنے کے لیے جمع ھوئے چنگیز کا چھوٹا بیٹا طولوئی مغلوں کی رسم کے مطابق گھر کا وارث اور سب کا میزبان بنا ۔ بڑا بیٹا جوجی جو بحیرہ خزر کے شمالی کاھستانوں کا حاکم اعلے تھا مر چکا تھا ۔ اس کا بیٹا باطو اس اجتماع میں شریک نہ ھوا کیونکہ اس کا باپ چنگیز خان کے تین اصلی بیٹوں چغتائی ، اقتائی اور طولوئی کا سگا بھائی نہ تھا ۔

مغل سرداروں کے جرگے نے چالیس دن جشن منانے کے بعد چغتائی اور طولوئی کی رائے سے اقتائی کو مغلوں کا خان اعظم اور براعظم ایشیا کی مغل سلطنت کا خاقان (قاآن) منتخب کر لیا ۔

اقتائی خان نے مغل سرداروں کے مشورے سے ملک خطا پر تازہ حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور طولوئی کی قیادت میں ایک لشکر جنوب کی طرف وسط ایشیا کی راہ سے بھیجا گیا ، جس نے ملک خطا کے جنوبی حصے میں ھل چل مچا دی ۔ ادھر شمال کی طرف سے اقتائی خان نے چنگیز خان کے ایک آزمودہ کار جرنیل سبوطائی کو لے کر حملہ کر دیا ۔ دونوں لشکر یلغاریں مارتے ہوئے نانکن کی دیواروں کے نیچے آن ملے اور شہر کا محاصرہ کر لیا گیا ۔ سبوطائی نے ملک خطا (شمالی چین) کے تمام شہر فتح کر لیے اور آخر میں نانکن بھی مسخر ہو گیا ۔ کن خاندان کا بادشاہ چتا میں بیٹھ کر مر گیا ۔ اور شاھی خاندان کے دیگر افراد نے کنوؤں میں گر کر خود کشی کر لی یا مغلوں کے ھاتھ سے مارے گئے ۔ جنوبی چین میں سونگ خاندان کا بادشاہ حکمران تھا جس کے لشکروں نے نانکن کی تسخیر میں مغلوں کی مدد کی تھی ۔

۱۲۳۵ء میں مغل سرداروں کا ایک اور جرگہ قرا قورم میں منعقد ہوا جس میں یورپ کی سر زمین پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کیا گیا ۔ اس مہم کا سپہ سالار سبوطائی مقرر ھوا جس کے ساتھ چنگیز خان کے پوتے باطو ، منکو ، اور کویوک بھی فوجوں کی کمان کر رہے تھے اور چنگیزی خاندان کے چھوٹے شہزادے بیدر پسر چغتائی اور کیدو پسر کویوک بھی جنگی کمان کا تجربہ حاصل کرنے کے لیے اس مہم میں شامل تھے ۔ مغلوں کے لشکر نے پہلے یورپی روس کے جنوبی حصے کے قبچاق ، بلغار اور دیگر ترکی قبائل کو سر کیا پھر شمال کی طرف کوچ کرکے وسطی روس کے نوابوں کی طاقت کو پامال کرتا ھوا نووو گراڈ کے نواحی میدانوں تک پہنچ گیا ۔ لیکن اس سرد علاقے میں گھاس کی قلت دیکھ کر اس لشکر کو پھر جنوبی اقطاع کی طرف کو لوٹنا پڑا ۔ پہلے مغلوں نے کیف کے خوبصورت شہر کو تاراج کیا اور اس کی

اینٹ سے اینٹ بجا دی ۔ پھر سبوطائی کے لشکر ہنگری کی سر زمین میں داخل ہوئے اور ہنگری کے لشکروں کو شکست دے کر اس کے بادشاہ کو مار بھگایا ۔ ازاں بعد سبوطائی کی فوجیں پولینڈ میں داخل ہوئیں ، اور اس سر زمین کو پامال کرتی ہوئی جرمنی کے صوبہ بویریا میں داخل ہو گئیں ۔ سپہ سالار سبوطائی کی افواج کے دوسرے کالم ہنگری کی سر زمین کو تاراج کر رہے تھے ، اور ایک کالم جرمنی کے صوبہ سلیشیا میں شہروں کو برباد کر رہا تھا ۔

سبوطائی کا یہ معرکہ اس قدر تیز تھا کہ اس کی فوجوں نے کیف کا شہر ٦ دسمبر ۱۲۴۰ء کو سر کیا۔ چار مہینے کے اندر اندر مغلوں نے دریائے ڈینپر اور دریائے وسچولا کی درمیانی سر زمین تاراج کر ڈالی ۔ دو ماہ میں انہوں نے کوہستان کار پیتھئین سے دریائے ڈینیوب تک کا علاقہ سر کر لیا ۔ تین دن کے معرکے میں مغلوں نے وسطی یورپ کی جنگجو قوموں یعنی پولوں ، ہنگریوں اور جرمنوں کے متحدہ لشکر کو جس کی تعداد مغلوں سے بہت زیادہ تھی پامال کر کے رکھ دیا ۔

سبوطائی بہادر کے مغل لشکروں نے ۱۲۳٦ء میں یورپ کی سر زمین کو خاقان عالم اقتائی خان کے زیرنگین لانے کی مہم شروع کی تھی اور ۱۲۴۲ء تک مغل لشکروں نے روس ، رومانیا ، ہنگری ، پولینڈ ، اور مشرق جرمنی کے ملک فتح کر لیے تھے۔ یہ لشکر دریائے والگا سے ایک ہزار میل مغرب کی جانب یورپ کی سر زمین میں گھس چکے تھے ۔ سبوطائی جرمنی اور اٹلی کی سر زمینوں پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ اسے قراقرم سے طلبی کا پروانہ ملا جو سونے کے ورق پر لکھا گیا تھا ۔ اس پروانے میں خاقان عالم اقتائی خان کی وفات کی اطلاع دی گئی تھی اور شاہی خاندان کے جملہ افراد اور دیگر مغل سرداروں کو قراقرم کے جرگے میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی ۔ سبوطائی کے لیے اس حکم کی تعمیل ہر حال میں ضروری تھی کیونکہ چنگیز خان کی کتاب شریعت ”یاسا،، (الیساق) میں جو سونے کے

اوراق پر لکھی گئی تھی جرگے کی شمولیت فرض لازم قرار دی گئی تھی۔ تاریخ عالم کے اس صفحہ پر یہ سوال جلی حروف میں لکھا ہوا نظر آ رہا ہے کہ اگر اقتائی خان کی موت کے باعث سبوطائی واپس جانے پر مجبور نہ ہو گیا ہوتا تو کیا مغربی یورپ کے ملک جرمنی ، فرانس ، اٹلی ، ہسپانیہ اور انگلستان مغلوں کی یلغار کا تختہ مشق بننے سے بچے رہتے ؟

اقتائی خان کے بعد اس کا بیٹا کویوک خاقان چنا گیا جس نے اپنی طلائی مہر پر حسب ذیل الفاظ کندہ کرائے :ـــ

”آسمانوں میں خدا کی فرمانروائی ۔ زمین پر کویوک مظہر شان خدا خاتم شاہان جہاں کی حکومت ،،

کویوک خاقان کے دربار میں پاپائے روم کا ایک ایلچی فرائیر جان نامی دنیائے مسیحیت کے اس مذہبی پیشوا کا پیغام پہنچانے کے لیے قرا قورم پہنچا ۔ اس ایلچی کو مغل سلطنت کے مغربی سرحد داروں کے خان باطو نے قرا قورم تک پہنچانے کا انتظام کیا تھا ۔ پوپ کا پیغام یہ تھا کہ مغل خان کو چاہیئے کہ وہ عیسائی مذہب اختیار کرے اور نوع انسانی کا قتل عام کرنے کے مشغلہ سے ہاتھ کھینچ لے ۔ خاقان تک پوپ کا پیغام پہنچا دیا گیا لیکن ایلچی کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ملی ۔ بغداد کی خلافت اسلامیہ کے ایلچی کو بھی خاقان کے دربار میں باریابی حاصل نہ ہو سکی ۔ خاقان کی طرف سے پاپائے روم کو جو جواب بھیجا گیا اس سے مغلوں کے حوصلوں کا حال منکشف ہوتا ہے ۔ جواب یہ تھا :ـــ

”دائم الوجود آسمان کی طاقت کے مامور خان اقوام عظیم کا فرمان ذیل کی سطور ہمارے حکم سے لکھوائی گئی ہیں اور ہم اس مراسلے کو پاپائے اعظم کی طرف بھجوا رہے ہیں تاکہ وہ اسے اچھی طرح سمجھے اور اسے ذہن نشین کرے ۔

”تم نے اپنی مملکت کے بادشاہوں سے مشورہ کرنے کے بعد ہمارے

دربار میں اطاعت کی پیشکش بھیجی ہے - جو ہم نے تمہارے ایلچی سے وصول کی -

''اگر تم اپنے قول کے مطابق عمل کرنے کے خواہاں ہو تو تم جو پاپائے اعظم ہو دوسرے بادشاہوں کو ساتھ لے کر ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ ہم تمہیں الیساق (چنگیزی کتاب شریعت) کے احکام سے آگاہ کریں گے-

''باقی جو تم نے یہ لکھا ہے کہ ہم عیسائیت کا مذہب قبول کر لیں کیونکہ ہمارے لیے اس میں بھلائی ہے تو یہ بات تم خود ہی کہتے ہو اور ہم سے چاہتے ہو لیکن ہم تمہارے اس مطالبہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں-

تم نے ہمیں یہ بھی لکھا ہے کہ ''آپ نے مجاروں اور دوسرے عیسائیوں کے ملکوں پر کیوں حملے کئے جن پر میں حیران ہوں آپ مجھے بتائیں کہ ان کا قصور کیا تھا،، ہم تمہارے ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکے - چنگیز خان اور اقتائی خاقان نے آسمان کے احکام ان لوگوں پر ظاہر کر دیئے تھے - لیکن ان لوگوں نے آسمان کے احکام ماننے سے انکار کر دیا - جن لوگوں کا ذکر تم کر رہے ہو وہ بڑے گستاخ اور بے ادب تھے - انہوں نے ہمارے سفیروں کو قتل کر دیا - اس کے بعد ان ملکوں کے لوگ دائم الوجود آسمان کی مشیت کے مطابق قتل کرکے فنا کے گھاٹ پار اتار دئیے گئے - اگر آسمان کی مشیت یہ نہ ہوتی تو وہ کس طرح مفتوح بنائے جا سکتے تھے -

تم نے یہ جو لکھا ہے کہ ''میں مسیح ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں اور دوسرے لوگوں کی حفاظت کرتا ہوں ،، ہم پوچھتے ہیں کہ تم کس طرح جان سکتے ہو کہ خدا کس بات سے خوش ہوتا ہے تمہیں اس قسم کا دعوے کرنے کا حق کہاں سے ملا ہے -

دائم الوجود آسمان کی مشیت نے مشرق سے لے کر مغرب تک کی کل زمینیں ہمیں دے دی ہیں - آسمان کے حکم کے خلاف کون عمل کر سکتا ہے - اب تمہیں پوری دیانت داری سے یہ اعلان کر دینا چاہیے کہ '' ہم آج

سے آپ کی رعایا ہیں اور اپنے اقتدار کی زمام آپ کے ہاتھ میں دیتے ہیں تمہیں بذات خود اپنی مملکت کے تمام بادشاہوں کو ساتھ لے کر ہمارے دربار میں حاضر ہونا چاہیے ۔ کوئی شخص ہماری حضور میں اطاعت کا خراج پیش کرنے سے باقی نہ رہ جائے ۔ جب تک یہ نہیں کرتے ہمیں تمہای اطاعت کا یقین نہیں آ سکتا ۔ ،،

اگر تم نے آسمان کے احکام کا احترام نہ کیا اور ہمارے اس فرمان کے خلاف عمل کیا تو ہم سمجھیں گے کہ تم ہمارے دشمن ہو ۔

,,ہم تمہیں ان امور سے آگاہ کر دینا چاہتے ہیں اگر تم نہ سمجھے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ تم پر کیا گزرے گی ۔ صرف آسمان ہی جان سکتا ہے کہ تم پر کیا گزرے گی؟،،

یہ مراسلہ ایک فرنگی نے لاطینی زبان میں لکھا تاکہ پاپائے اعظم اسے پڑھ سکے اس کے ساتھ ایک نقل فارسی زبان میں بھی پوپ کو بھیجی گئی ۔

کویوک اپنا لشکر جرار لے کر مغرب کی طرف روانہ ہوا اس کا پروگرام یہ تھا کہ پہلے اپنے عم زاد بھائی باطو کو اس کی گستاخی کی سزا دے کیونکہ باطو اس جرگے میں شامل نہ ہوا تھا جس میں کویوگ کو خاقان منتخب کیا تھا ۔ ابھی کویوک کوہستان الطائی کے دروں سے گزر کر ترکستان کے میدانی علاقے میں پہنچا ہی تھا کہ صحت کی خرابی کی وجہ سے بیمار پڑ کر فوت ہو گیا ۔

مغل سرداروں کے جرگے نے جو قراقورم کے بجائے باطو خان کے ڈیرے میں منعقد ہوا طولوئی پسر چنگیز کے بیٹے منگو کو خاقان منتخب کر لیا لیکن قراقورم میں کویوک کی بیوہ گیمیش حکومت کرتی رہی ۔ دو سال گزر گئے اور منگو تخت نشین نہ ہو سکا ۔ آخر باطو خان نے مشورہ دیا کہ منگو کے تخت نشین ہونے کا اعلان کر دیا جائے اور جو مخالفت کرے اسے قتل کر دیا جائے ۔

منگو کی ماں سایورکوک تبتی بی بی نے جو بہت هشیار عورت تھی اور خاقانی کے منصب کو اپنی اولاد کا حق سمجھتی تھی جرگہ بلایا ۔ اس جرگے میں باطو کی طرف سے اس کا بھائی برکہ شامل ہوا ۔ منگو کے خاقان ہونے کا اعلان کردیا گیا اور کویوک کی بیوہ گیمیش کا گلا گھونٹ کر مار دی گئی ۔ اقتائی خان کے کنبے کے بہت سے افراد اسی طریق سے ہلاک کر دئیے گئے یہ واقعات ۱۲۵۱ء میں رونما ہوئے ۔

جنوبی چین ، بغداد اور شام و فلسطین کی فتح

۱۲۵۳ء میں منگو خاقان نے اپنے بھائیوں کبلائی اور ہلاکو کو جنوبی چین اور مغربی ایشیا کے اسلامی ملکوں کو تاراج کرنے کا حکم دیا ۔ کبلائی جنوبی چین کے سونگ خاندان کی حکومت کا خاتمہ کرنے کے کام پر مقرر ہوا اور ہلاکو کو خلافت بغداد اور کوہستان ایران و لبنان کی حسن بن صباحی اسماعیلی سلطنت کا خاتمہ کرکے مصر پر چڑھائی کرنے کا حکم ملا ۔

ہلاکو نے پہلے الموت کو فتح کر کے حسن بن صباح کے جانشینوں کا خاتمہ کیا جو چھ پشتوں سے اسلامی ممالک میں پر اسرار قتلوں سے دهشت پھیلا رہے تھے ۔ ان کی مصنوعی جنت تباہ کی اور ان کے کتب خانے کو جو جادو کے اسرار پر مشتمل تھا آگ لگا دی ۔ اس کے بعد اس نے بغداد کے خلیفہ اسلام مستعصم باللہ کو یاد داشت بھیجی جس میں لکھا تھا کہ ''آپ کو بخوبی علم ہے کہ مغل لشکروں کے ہاتھوں چنگیز خان کے وقت سے لے کر اب تک مختلف قوموں پر کیا گزر چکی ہے ۔ بغداد کے دروازے سلجوقیوں اور خوارزمیوں پر کبھی بند نہیں ہوئے ۔ اس لیے آپ ہمیں بھی بغداد میں داخل ہونے سے منع نہیں کر سکتے ۔ ہم بہت طاقتور ہیں ۔ دیکھنا کہیں ہمارا مقابلہ نہ کر بیٹھنا ۔''

مستعصم باللہ نے اپنی رہی سہی طاقت کو لے کر مغلوں کے خلاف جہاد کا اعلان کردیا ۔ مغل فوج بغداد میں داخل ہوئی ۔ خلیفہ اسلام کے لشکر

مزاحمت نہ کر سکے ۔ مغلوں نے شہر کو تاراج کیا ۔ خلیفہ کے محلات کو لوٹا اور خلیفہ کو قید کر لیا ۔ روایت ہے کہ ہلاکو خان نے مستعصم باللہ کو کھانے پر بلایا ، لیکن کھانے کے لیے کوئی چیز دینے کے بجائے خلیفۂ اسلام کے سامنے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے نفیس برتن خالی رکھ دئیے جو ہلاکو کی فوج نے خلیفہ کے محلات سے لوٹے تھے ۔ اور کہا :-

''جناب عالی! آپ نے جو کچھ جمع کر رکھا تھا اسے نوش جان فرمائیے،،

خلیفۂ اسلام نے کہا کہ میں سونا کس طرح کھا سکتا ہوں ۔ اس پر ہلاکو نے کہا کہ پھر آپ نے ا سے اتنی حفاظت سے کیوں رکھا ہوا تھا۔ خلیفۂ اسلام خاموش رہا ۔ ہلاکو نے محل کے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور لوہے کے صندوقوں کی طرف جو سونے اور جواہرات سے بھرے ہوئے تھے اشارہ کرکے کہا کہ ''آپ نے اس لوہے سے تیروں کے سوفار کیوں نہ بنوائے؟ یہ زر و جواہر اپنےسپاھیوں اور مجاھدوں میں کیوں تقسیم نہ کئے؟ اور آپ نے کیوں پہاڑوں کے دامن میں پہنچ کر مجھے روکنے اور میرا مقابلہ کرنے کی کوشش نہ کی؟،،

خلیفۂ اسلام نے جواب دیا ''مشیت الٰہی ہی تھی،، ۔ ہلاکو بولا ''تو خیر ہم آپ سے جو سلوک کریں گے وہ بھی مشیت الٰہی ہوگی،، ۔

ہلاکو نے خلیفۂ اسلام کو نمدے میں لپیٹ کر گھوڑوں کے سموں سے روندوایا ۔ خلیفۂ اسلام کو یہ سزا اس لیے دی گئی کہ اس کے سفیر نے ہلاکو سے کہا تھا کہ مسلمان اس وقت اپنے ہتھیار رکھیں گے جب مغلوں کے گھوڑوں کے سم اتر چکے ہوں گے ۔

ہلاکو خان نے بغداد کے قتل عام میں نوے ہزار مسلمانوں کو ہلاک کیا اور شہر کو آگ لگا دی ۔ یہ حادثہ سن ۱۲۵۸ء میں واقع ہوا ۔

بغداد کی خلافت اسلامی کے رہے سہے اقتدار کا خاتمہ کرنے کے بعد

ھلاکو خان کی فوجیں شام و فلسطین کی سر زمین کی طرف بڑھیں اور ان کے ساتھ آرمینیا کے مسیحی بادشاہ ھتھین کی فوجیں بھی آن ملیں۔ نیز یورپ کے وہ صلیبی جنگجو بھی آن ملے جنھوں نے شام و فلسطین کے ساحل پر جا بجا قلعے تعمیر کر رکھے تھے ۔ ھلاکو کے لشکروں نے پہلے حلب کو اور پھر دمشق کو سر کیا ۔ ۱۲۶۰ء میں وہ یروشلیم پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رھا تھا کہ اسے منگو خاں کے فوت ھونے کی اطلاع مل گئی ۔ چنگیزی رواج کے مطابق اسے قرا قورم آنے کی دعوت دی گئی تھی ۔ وہ اس مغربی مہم کو ادھورا چھوڑ کر واپس جانے کا خواھاں نہ تھا ، لہذا اس نے معذرت نامہ بھیج دیا ۔

ادھر مغربی ایشیا میں مغلوں کی فوجیں یروشلیم کے قریب پہنچ چکی تھیں ادھر مشرق بعید میں یروشلیم سے چار ھزار میل کے فاصلے پر کبلائی کے لشکر چین کی سر زمین میں یلغاریں کر رھے تھے ۔ کبلائی کی تربیت چینی استادوں نے کی تھی اس لئے اسے چینیوں سے اور چینیوں کے تمدن سے کچھ الفت سی ھوگئی تھی ۔ کبلائی خان نے سونگوں کی سلطنت پر حملہ کرنے کے بجائے جنوب کی راہ لی اور تبت کی مشرق سرحد کے قریب سے گزرتے ھوئے چین کے جنوب مغربی صوبہ نیان کو سر کیا ۔ اس گرم علاقے کی آب و ھوا مغل لشکر کو راس نہ آئی ایک لاکھ کے لشکر میں سے صرف بیس ھزار آدمی مہم کے بعد زندہ واپس آسکے لیکن ینان کا صوبہ مغل سلطنت میں شامل کر لیا گیا ۔

منگو خاقان نے دیکھا کہ چین کی مہم اس کی توقع کے مطابق جلد سر نہیں ھوئی اس لیے اس نے پہلے ایک مغل سردار ''علمدار،، کو چینی مہم کی فوجوں کا سالار مقرر کیا پھر خود ایک لشکر لے کر جنوبی چین کی سونگ سلطنت پر چڑھائی کر دی ۔ منگو خاقان ۱۲۶۰ء میں ھوچیو کا محاصرہ کئے پڑا تھا کہ پیچش کے مرض کا شکار ھو کر مر گیا ۔

یورپی روس اور بحیرہ خزر کی شمالی سر زمین میں باطو خان حکمران

تھا جو چنگیز خان کے سوتیلے بیٹے کا جانشین تھا ۔ باطو خان نے روس کے نوابوں کو اپنا باجگزار بنا رکھا تھا ۔ اور اس نے کئی مہمیں قفقاز کے باغی جاگیرداروں کی سرکوبی کے لیے بھیجی تھیں ۔ باطو خان ۱۲۵۶ء میں فوت ہو گیا ۔ اس کا ایک بھائی برکہ خان جو قفقاز کی مہموں کا سالار تھا مسلمان ہو چکا ۔ تھا باطو خان نے اسے شمالی علاقے کا حاکم بنا کر بھیج دیا تھا تاکہ وہ مسلمانوں کے اثر سے دور رہے ۔ باطو خان کی وفات پر پہلے اس کا بیٹا سرتاک اور پھر اس کا پوتا خان مقرر ہوئے لیکن دونوں چند ماہ کے اندر اندر مر گئے ۔ لہذا باطو کا بھائی برکہ خان بنا ۔ برکہ چونکہ مسلمان تھا اس لیے اس نے ہلاکو کو خلافت اسلامیہ کا مرکز تاراج کرنے پر ملامت کی چھٹی بھیجی اور لکھا کہ تم نے خاندان کے جملہ افراد سے مشورہ کئے بغیر اس مقدس دربار کو تباہ کر دیا ہے ۔ یورپ کے ان مغل خوانین کا دربار ''اردوئے زرین ،، کہلاتا تھا اور سارے یورپ میں اس کی طاقت کی دھاک خوب بیٹھی ہوئی تھی ۔

بئر جالوت کی جنگ

ہلاکو خان منگو خاقان کی وفات کی خبر سننے سے پہلے سلطان مصر کو ان الفاظ میں جنگ کا پیغام بھیج چکا تھا :-

''یہ الفاظ اس کی طرف سے ہیں جو ساری زمین کا فرمانروا ہے ۔ اپنے شہروں اور قلعوں کی فصیلیں گرا دو اور مطیع ہو جاؤ ۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہیں امان دی جائے گی ۔ اگر اس کے برخلاف چلو گے تو تم پر وہ گزرے گی جو گزرے گی ہم کچھ نہیں جانتے صرف آسمان کو اس کا علم ہے،،

سلطان کے حکم سے مغل ایلچیوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کی لاشوں کے ٹکڑے شہر کے چوکوں میں لٹکا دئیے گئے ۔

اس واقعہ سے قاہرہ میں ہل چل مچ گئی اور سلطان نے مغلوں کا مقابلہ

کرنے کے لیے ایک لاکھ کا لشکر جمع کر کے اس کی تنظیم شروع کر دی ۔ سلطان کے لشکر کا سردار بیبرس نامی ایک قبچاقی ترک تھا ، جو اوائل عمر میں مغلوں کا غلام رہ چکا تھا ۔ اسے مغلوں کے طریق جنگ کا بہت کچھ علم تھا ۔ بیبرس اپنے لشکر کو ابھی منظم ھی کر رہا تھا کہ اسے ہلاکو خان کے فلسطین سے پیچھے لوٹ جانے کی اطلاع مل گئی اور اس نے فلسطین کے مغل لشکر پر جارحانہ حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ۔ مغلوں کے عروج کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ کسی لشکر کے سردار نے مغلوں پر چڑھائی کرنے میں سبقت سے کام لیا ہو ۔ ہلاکو خان کا ڈیرہ اس وقت تبریز میں تھا جہاں گھاس کی افراط تھی ۔

سلطان مصر کا لشکر بیبرس کی سرکردگی میں منزلیں مارتا ہوا فلسطین پہنچ گیا ۔ اس لشکر میں دنیائے اسلام کے وہ خانہ خراب پناہ گزین بھی شامل تھے جو مغلوں کی یلغاروں سے بھاگ کر مصر جا پہنچے تھے ۔

۱۲۶۱ء میں بئرجالوت کے مقام پر مغل سردار قطبوغہ اور امیر بیبرس کے لشکروں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی ۔ مغل لشکر کو شکست فاش ہوئی ۔ وہ بھیڑوں کے گلے کی طرح بھاگ نکلے ۔ اسلامی لشکر نے بہتوں کا صفایا کر دیا ۔ قطبوغہ نے بھاگنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ "خان کو کوئی اور شخص یہ خبر پہنچا دے گا کہ میری موت کیسے واقع ہوئی ۔ ایسی فوج کے تلف ہو جانے سے ہلاکو خان کو کیا نقصان ہو سکتا ہے ۔ کیا مغل عورتوں نے بچے پالنے چھوڑ دئیے ہیں یا ان کی گھوڑیاں بچھڑے نہیں دیتیں "۔

قطبوغہ کو قتل کر دیا گیا ۔ اس کا سر کاٹ کر نیزے پر لٹکایا گیا ۔ مغل اسیران جنگ قاہرہ بھیج دئیے گئے جہاں انہیں بازاروں میں پھرایا گیا تاکہ لوگ مغلوں کی شکست کا زندہ ثبوت دیکھ سکیں ۔

اس فتح کے بعد مسلمانوں نے امیر بیبرس کو اپنا سلطان بنا لیا ۔ اور ہر جگہ سلطان بیبرس الظاہر کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا ۔

سلطان بیبرس جانتا تھا کہ ھلاکو خان اس شکست کا انتقام لینے کے لئے بڑی تندی سے حملہ کرے گا۔ اس لیے سلطان نے شام کے شمالی اضلاع کی آبادیاں جنوب کی طرف منتقل کر دیں۔ دریائے فرات تک کی گھاس جلوا دی تا کہ مغلوں کے گھوڑوں کو خوراک نہ مل سکے۔ شمال میں اس نے ہوائی ڈاک کی چوکیاں بنا دیں اور ایسے کبوتر پالے جو منزل بمنزل نامہ و پیام کا کام دیتے تھے۔ سلطان بیبرس الظاہر نے ھلاکو خان سے عہدہ بر آ ہونے کے لیے جو سب سے بڑا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے خان روس و قبچاق برکہ کی خدمت میں بہت سے نادر تحایف بھیجے جن میں قرآن مجید کا ایک ایسا نسخہ بھی تھا جس پر اسلام کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رض کی مہر لگی ہوئی تھی اور ایک جا نماز بھی تھی۔ ان تحایف کے ساتھ بیبرس نے برکہ خان کو ایک خط بھی لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ھلاکو خان اسلام کی طاقت کو نیست و نابود کر دینے کے درپے ہے۔ اور یہ خادم الاسلام خلافت اسلامیہ کا احیا چاھتا ہے۔ آپ بھی اس موقع پر دین اسلام کی خدمت بجا لائیں۔ سلطان بیبرس نے یہ بھی لکھا کہ میں نے حکم دیدیا ہے کہ قاھرہ کی بڑی جامعہ میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

سلطان بیبرس کے اس اقدام کا نتیجہ یہ ہوا کہ ھلاکو خان فلسطین و مصر پر چڑھائی کی پوری تیاری کر لینے کے باوجود رک گیا۔ اس نے پہلے کوہ قاف کے آھنی درے کی راہ سے اپنے چچیرے بھائی برکہ خان کے خلاف چڑھائی کی۔ دشت قبچاق میں ھلاکو ایل خان (چھوٹا خان) کے لشکر اور برکہ خان کے اردوے زریں کی لڑائی ہوئی جس میں ھلاکو خان نے شکست کھائی۔ اس واقعہ کے بعد سرائے قبچاق کے خان اور ایران کے ایل خان کے درمیان مسلسل جنگ شروع ہو گئی۔ ھلاکو خان کو گرجستان اور ارمنستان کے عیسائیوں کی امداد حاصل تھی۔ اور برکہ خان کو بخارا اور چین کے مسلمانوں کی کمک مل گئی اس طرح ھلاکو خان کی مملکت کی ساری شمالی سرحد مخدوش ہو گئی اور وہ جنوب کی طرف توجہ مبذول کرنے سے قاصر رہ گیا۔ ۱۲۶۴ء میں ھلاکو خان بیمار ہو کر

فوت ہو گیا اور اس سال کے اندر اندر اس کی عیسائی بیوی دوقوز خاتون بھی چل بسی ۔ ان دونوں کی وفات سے دنیائے مسیحیت کو بہت رنج ہوا ۔ کیونکہ ہلاکو عیسائیوں کا دوست تھا ۔ اور اس نے مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں سے اتحاد قائم کر رکھا تھا ۔ منکو خاقان اور ہلاکو خان دونوں کی خواہش یہ تھی کہ یورپ کے عیسائی بادشاہ مسلمانوں کے خلاف پھر ایک صلیبی جنگ شروع کر دیں ۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے شاہان یورپ کے درباروں میں ایشیائی عیسائیوں کی وساطت سے پیغامات بھی بھیجے لیکن فرنگستان کے عیسائیوں کے دانت پیہم صلیبی جنگوں کے تلخ تجربے اٹھا کر کھٹے ہو چکے تھے اس لیے دونوں کو یورپ سے کوئی موثر امداد نہ پہنچ سکی ۔ شاہ فرانس لوئیس ، شاہ انگلستان ایڈورڈ، شاہ آراگون جان اور شاہ انجاؤچارلس نے ایک متحدہ صلیبی مہم ٹیونس کے ساحل پر آتاری ۔ عیسائی لشکر طاعون کی وبا کا شکار ہو کر رہ گیا ۔ لوئیس شاہ فرانس وہیں مر گیا صلیبی مجاہدین کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا ۔ صرف ایڈورڈ شاہ انگلستان فلسطین کی مقدس سر زمین تک پہنچا جہاں آپے حسن بن صباح کے سلسے کے ایک فدائی نے خنجر سے زخمی کر دیا ۔ شاہان یورپ کی اس صلیبی مہم کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ سلطان بیبرس الظاہر[1] والئی مصر نے جنوا ، وینس ، اور سسلی کے عیسائی تاجروں

---

1 سلطان بیبرس الظاہر عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا ۔ بیبرس پہلے مصر کے آخری ایوبی سلطان کے لشکر کا امیر تھا ۔ جو بھیس بدل کر ہر جگہ پہنچتا اور بذات خود حالات سے آگاہی حاصل کرتا تھا ۔ لوگ اس شخص سے بہت خوف زدہ تھے کیونکہ انہیں ہر قہوہ خانے، ہر باغ اور ہر مکان میں بیبرس کے بہ تبدیلی لباس موجود ہونے کا ڈر رہتا تھا ۔ امیر عسکری ہونے کی حیثیت میں اس نے مغلوں کے جرنیل کو شام میں شکست دی اور اس کے بعد خود بھیس بدل کر اس سر زمین کے ایک شہر میں پہنچا جس پر ہلاکو خان کا قبضہ تھا ۔ بیبرس نے ایک نانبائی کے تنور سے کھانا کھایا اور اپنی انگشتری روٹی میں چھپا دی ۔ مقصد یہ تھا کہ انگشتری ملنے کا چرچا عام ہو جائے اور ہلاکو خان نیز عوام کو معلوم ہو کہ بیبرس خود ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے آیا تھا ۔

سے بہت اچھے تجارتی تعلقات پیدا کر لیے تھے - یہ تاجر اپنے منافع کی خاطر سلطان مصر کے خلاف صلیبی جنگ لڑنے کے مخالف ہو گئے تھے -

ایک کی بجائے چار سلطنتیں

خاقان عالم منگو ۱۲۶۰ء میں فوت ہو گیا تھا - اس وقت قراقورم میں اس کا سب سے چھوٹا بھائی ارک بوغا مغل خاندان کی رسم کے مطابق قراقورم میں چولہے کے وارث کی حیثیت سے متمکن تھا - منگو کا دوسرا بھائی کبلائی شمالی چین (ملک خطا) پر حکمرانی کر رہا تھا - وسط ایشیا کی مملکت کا فرمانروا جو کوہستان الطائی سے لے کر افغانستان کے پہاڑوں تک پھیلی ہوئی تھی اور ترکستانات بھی اس میں شامل تھے - آقتائی کا پوتا کیدو تھا جسے منگو نے آقتائی خاقان کے گھرانے کے افراد کا صفایا کرتے وقت چھوڑ دیا تھا - اس مملکت میں آقتائی کے بڑے بھائی چغتائی کی اولاد بھی بعض اقطاع کے جاگیر داروں کی حیثیت سے موجود تھی - دشت قبچاق اور یورپی روس میں اردوئے زریں کا مالک و مختار برکہ حکومت کر رہا تھا جس نے دین اسلام قبول کر لیا تھا - ایران اور عراق میں ایل خان ہلاکو کوس حکمرانی بجا رہا تھا - ایشیائے کوچک کے سلجوق ترک سردار اس کے مطیع و باجگزار بن چکے تھے - گویا وسیع مغل سلطنت اس طرح چار بڑے حصوں میں منقسم ہو چکی تھی - منگو خاقان کی وفات کی خبر سن کر ان میں سے کسی نے بھی مغل خاندان کے رواج اور چنگیزخان کی وصیت کے مطابق قراقورم پہنچ کر جرگہ منعقد کرنے کی پروا نہ کی سب اپنی اپنی مملکتوں میں آزاد و خود مختار ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے اپنے سکے چلانے لگے -

خاقان چین کبلائی خان

قراقورم میں مغل سردار ارک بوغا کو خاقان بننے کے لیے اکسا رہے تھے - کبلائی خان اپنے لشکر سمیت قراقورم آیا - اور ارک بوغا نے معمولی مقابلے کے بعد اس کے سامنے ہتیار ڈال دیئے - کبلائی نے اپنے

خاقان بننے کا اعلان کر دیا - وسط ایشیا کی مملکت کے فرمانروا کیدو نے کبلائی کو خاقان تسلیم کرنے سے انکار کر دیا - برکہ پہلے ہی الگ ہو چکا تھا - صرف کبلائی اور ہلاکو کے درمیان اچھے تعلقات قائم رہے جو محض برائے نام تھے -

کبلائی ایک تعلیم یافتہ مغل تھا - اس نے شمالی چین میں ایک نیا شہر شانگ‌ٹو آباد کیا - باغات لگوائے، مصنوعی پہاڑ اور مصنوعی جھیلیں بنوائیں - بڑی شان شوکت سے حکومت کی - رعایا کی خوش حالی کو پیش نظر رکھا - دور دوراز کے عالموں، صناعوں، کاریگروں، نقاشوں، انجینئروں، مذہبی پیشواؤں اور دوسرے باکمال لوگوں کو اپنے دربار میں جمع کیا اور ان کو نوازا - سلطنت کی مالیات کا انتظام کرنے کے لیے کاغذی سکے (نوٹ) جاری کیے کاغذ سازی کی صنعت کو فروغ دیا - بارود سازی کی صنعت کو ترقی دی اور آتشیں اسلحہ بنوائے - کبلائی خان کا دور جاہ و حشمت اور خوش حالی و ترقی کا دور تھا -

کبلائی خان کے جرنیلوں نے برما (مین) کی سر زمین پر چڑھائی کی جہاں مغل فوج کو فیل سوار لشکروں کا سامنا ہوا - مغل فوج کو بہت نقصان اٹھانا پڑا - لیکن برما کے راجے مغل خاقان کے باجگزار بن گئے - ایک مہم جزیرہ نمائے ملایا کو سر کرتی ہوئی سماٹرا اور جاوا تک پہنچ گئی - کبلائی خان نے ایک مہم جاپان کے جزیروں کو سر کرنے کے لیے بھی بھیجی تھی - یہ مہم ناکام رہی - اور دوسری مہم کی تیاریاں اندرونی سازشوں کی وجہ سے پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکیں -

کبلائی خان نے جنوبی چین پر بھی چڑھائی کی جہاں سونگ خاندان کا ایک نابالغ بچہ اپنی بیوہ ماں کی مدارالمہامی میں حکومت کر رہا تھا - بیوہ ملکہ نے خاقان سے لڑنے کے بجائے اطاعت کو ترجیح دی - اور خود کو نیز اپنے بیٹے کو خاقان کے حوالے کر دیا - خاقان کی بیوی نے جو ایک چینی عورت تھی انہیں رہنے کے لیے ایک محل دے دیا اور چھوٹا سا دربار لگانے کی اجازت دلوا دی - یہ واقعہ ۱۲۶۷ء میں رونما ہوا -

کبلائی اس طرح مشرق اقصیٰ کی وسیع سلطنت کا مالک بن گیا ۔ جس میں منگولیا ، مانچوریا ، کوریا ، چین ، برما ، ھند چینی ، ملایا ، اور سماٹرا ، جاوا شامل تھے ۔ وہ تمدنی اعتبار سے خالص چینی بن گیا تھا اور اھل چین نے سونگ بادشاھوں کا لقب " آسمان کا بیٹا " اپنے مغل خاقان کو تفویض کر دیا ۔ کبلائی خان کو اپنے دادا چنگیز خان کی طرح مذاھب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا ۔ ایک روز وہ قرآن مجید کی ایسی آیات سن رھا تھا ۔ جن میں مشرکین و کفار کو قتل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ۔ کبلائی نے ملا سے پوچھا کہ اگر اھل اسلام کا عقیدہ یہی ہے تو وہ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے ۔ ملا نے جواب دیا کہ از بس کہ بحالات موجودہ ھم بے بس ھیں اس لیے ان احکام پر عمل نہیں کر سکتے جب وقت آئیگا تو کریں گے ۔ کبلائی خاں نے کہا کہ ھم ایسا کر سکتے ھیں چنانچہ اس نے اپنی مملکت میں مسلمانوں کے قتل عام کا حکم دے دیا ۔ آخر بخارا کے ایک مسلمان صوفی نے کبلائی سے کہا کہ آپ مشرکین و کفار کے اس گروہ میں شامل نہیں جن کے قتل کا قرآن نے حکم دیا ہے کیونکہ آپ اپنے ھر فرمان کی ابتدا خدا کے نام سے کرتے ھیں ۔ اس پر کبلائی خاں کی تسلی ھو گئی ۔ اور اس نے مسلمانوں کے قتل عام کا حکم منسوخ کر دیا ۔ کبلائی خاں کہا کرتا تھا کہ دنیا میں چار بڑے پیغمبر ھو گزرے ھیں جو انسانوں کے احترام کے مستحق ھیں ۔ یسوع مسیح ، محمد ص ، موسیٰ اور ساکی منی گوتم بدھ ہیں ان سب کے سامنے نیز اس طاقت عظمیٰ کے سامنے جو آسمانوں پر سے حکومت کر رھی ہے اپنا سر جھکاتا ھوں ۔ میں اس قادر مطلق طاقت سے مدد مانگتا ھوں ۔ پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ میں عیسائی بن جاؤں ؟ کبلائی خاں تبت کے بدھ لاماؤں کا بہت معتقد تھا کیونکہ وہ طرح طرح کے شعبدے دکھانے پر قادر تھے ۔ اس کے وزیروں اور سلطنت کے اعلیٰ ملازموں

میں چینی ، مسلمان ، بدھ اور عیسائی اہل کمال شامل تھے - کبلائی ۳۵ سال خاقانی کرنے کے بعد ۱۲۹۴ء میں فوت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا پوتا چنگ کم تخت نشین ہؤا - چین کی وسیع مملکت پر کبلائی خان کی اولاد جو یوآن خاندان کہلاتی تھی ۱۳۶۸ء تک حکمرانی کرتی رہی - اس خاندان کے آخری تاجدار کو کمزور پا کر چینیوں نے بغاوت کا علم بلند کیا - خاقان نے مقابلہ کرنے کے بجائے منگولیا کے کاھستانوں کی راہ لی اور راستے میں کبلائی خان کی عظمت کے گیت گاتا ہؤا اور اپنے انجام کے نوحے لکھتا ہؤا اپنے آباؤ اجداد کی سر زمین کو چلا گیا -

تیموری ترکوں کی طوفانی یلغار

چودھویں صدی مسیحی کے آغاز میں مشرق اقصلی کے ممالک میں کبلائی خاں کے جانشین حکومت کر رہے تھے - وسط ایشیا اور ترکستان میں چغتائی مغلوں کے قبیلے مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے - ایران میں ہلاکو کے پوتے سلطان غازان نے دین اسلام قبول کر لیا تھا - روس اور جنوب مشرق یورپ میں آردوئے زریں کے مغل خود مختار مقامی نوابوں اور جاگیرداروں سے خراج لے رہے تھے - ایران کا مغل سلطان غازان کبلائی خان کی طرح بہت امن پسند تھا اس نے ایران کی سر زمین میں جسے اس کے آبا و اجداد تاراج کر کے برباد کر چکے تھے - نہریں اور کاریزیں بنوائیں ، باغات لگوائے - زراعت کو فروغ دیا - اور مغل بادشاہیوں کی باہمی خانہ جنگی کو روکنے کی کوشش کی جو ۱۳۰۰ء سے لے کر ۱۳۵۰ء تک کی عارضی صلح کی شکل میں کامیاب رہی - سلطان غازان بہت علم پرور بادشاہ تھا - غرض جس تمدن کو تباہ کرنے اور جس مذہب اسلام کا خاتمہ کرنے کے لیے ہلاکو خان کی زندگی بھر کی کوششیں صرف ہوئی تھیں وہ سلطان غازان کے عہد میں ابھرا اس کے اور اس کے جانشینوں کے عہد میں داخلی امن ، خوش حالی - علم اور فنون لطیفہ، مثلاً شعر ، موسیقی اور مصوری وغیرہ نے بہت فروغ پایا - تا آنکہ جب چودھویں صدی مسیحی کے آخری ربع میں وسط ایشیا سے تیموری یلغار کی آندھی اٹھی اور ایران کی سر زمین میں پہنچی تو شیراز میں حافظ سا شیریں مقال شاعر ” مئے دو سالہ اور معشوق چار دہ سالہ“ کی شان میں غزل سرائی کر رہا تھا -

سلطان غضن بہت امن پسند تھا - برکہ کے ایک جانشین نوغائی نے جو قبچاق (جنوبی یورپی روس) کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا تھا ، سلطان

غازان کو آکسانے کی کوشش کی کہ دونوں مل کر سرائے والگا کے اُردوئے زریں کے خان کا خاتمہ کر دیں لیکن سلطان غازان اس کے بورے میں نہ آیا - اس نے نوغائی سے کہا کہ چنگیز خاں کی وصیت مغلوں کو آپس میں لڑنے سے منع کرتی ہے - سلطان غازان کی اس امن پسندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ چین سے لیکر وسطی اور مغربی ایشیا تک اور یورپ کے تجارتی مرکزوں وینس اور جنوآ تک تجارتی مال کی آمد و رفت بلا خوف و خطر شروع ہو گئی - اس دور میں ایشیائے کوچک میں سلجوق اور عثمانی ترکوں کی ریاستیں مغلوں کے اقتدار سے آزاد ہو کر طاقت پکڑ رہی تھیں اور ہندوستان میں سلطان محمود غزنوی اور سلطان محمد غوری کے جانشین حکمرانی کر رہے تھے - ان حالات میں سمرقند سے ایک فاتح عاظم امیر تیمور کی شکل میں اُٹھا - جس کی یلغاروں نے ایشیا اور یورپ کی وسیع مملکتوں کو پامال کر کے رکھ دیا - تیمور ۱۳۸۰ء میں ترکستان کا فرمانروا بنا -

تیمور ترک النسل تھا اور ترکوں کے برلاس خاندان کا سردار تھا - تیمور نے گھڑسوار ترکوں کا ایک لشکر جرار منظم کیا - اور ترکستان کے چغتائی مغلوں کو اپنا مطیع بنانے کے بعد اس نے دشت قبچاق پر چڑھائی کی جس کے شمالی اقطاع میں اردوئے زریں والے مغل خان حکومت کر رہے تھے - مغلوں کا اردوئے زریں شمال کی طرف پسپا ہو گیا تیمور نے ان کا تعاقب کیا - ان کے مرکز سرائے کو تاراج کیا - اور دریائے والگا کے بالائی حصوں میں پہنچ کر انہیں شکست دی - تیموری لشکر روس کی سر زمین کو پامال کرتا ہوا ماسکو کے قریب سے گزرا - تیمور نے اس شہر سے تعرض نہ کیا کیونکہ وہ چنگیز خانی مغلوں کی طرح شہروں کو بلا وجہ تاراج کرنے کے حق میں نہ تھا -

اردوئے زریں کو شکست دینے کے بعد تیموری لشکر لوٹا اور اب اس نے ایران کی سر زمین پر چڑھائی کی - اور اسے پامال کرتا ہوا ایشیائے کوچک کی سرحد تک پہنچ گیا جہاں اس نے عثمانی ترکوں کو شکست

دی اور ان سے خراج وصول کیا ۔ مصر کے مملوک سلطان نے تیمور کی اطاعت قبول کر لی ۔

اس کے بعد تیموری لشکر نے پنجاب پر یلغار کی اور ۱۳۹۸ء میں دھلی پہنچ کر قتل عام کا بازار گرم کیا ۔ ھندوستان کی حکومت تغلق بادشاہ سے چھن کر سادات کے حوالے کر دی جو تیمور کے نائب کی حیثیت سے حکومت کرنے پر راضی ہو گئے تھے ۔

تیموری یلغاریں بہت بڑی حد تک مغلوں کی یلغاروں سے ملتی جلتی تھیں ۔ جو شہر مقابلہ کرتے تھے تیمور انھیں نذر آتش کر دیتا تھا ۔ جب اسیران جنگ کی تعداد بہت بڑھ جاتی تھی تو انھیں قتل کرا دیتا تھا ۔ اور دشمنوں کے سر کاٹ کر جابجا کھوپریوں کے ڈھیر لگا دیتا تھا ۔

تیمور نے جا بجا اپنی پسند کے حاکم مقرر کیے جن میں سے اکثر چنگیز خانی مغلوں کی اولاد سے تھے ۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ چنگیز خان اور اس کے جانشینوں کی وسیع سلطنت کا شاھنشاہ بن جائے ۔ جہاں تک فتوحات کا تعلق ھے ، دنیا بھر کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ھے تیمور کی فتوحات کا حال سن کر ھنری ھشتم شاہ انگلستان نے خاص ایلچی کے ذریعے تیموری دربار میں تحایف بھیجے اور چارلس ششم شاہ فرانس نے سفارت بھیج کر تجارتی تعلقات قائم کرنے کی خواھش ظاھر کی ۔ تیمور کی فوجی تنظیم مغلوں کی عسکری تنظیم سے بہتر تھی ۔ اس نے امیرالقدر کا لقب اختیار کر لیا تھا ۔ ۱۴۰۴ء میں وہ چین کی سر زمین کو سر کرنے کی مہم پر جا رھا تھا کہ فرشتۂ اجل کا پیغام آگیا ۔ تیمور کے جانشین اس وسیع سلطنت کوسنبھالنے کے نااھل ثابت ھوئے یہ سلطنت متعدد ٹکڑوں میں بٹ گئی ۔ ایک مرکز سمرقند میں دوسرا ھرات میں قائم ھؤا ۔ تیموری یلغار امیر تیمور کے جانشینوں کی کم ھمتی کے باعث ان ملکوں کے لیے تباھی و بربادی کا پیغام ثابت ھوئی جو اس کی زد میں آئے ۔ یہ تمام ملک تیمور کی وفات (۱۴۰۴ء) کے بعد بد امنی اور طوایف الملوکی کی صعوبتوں کا گہوارہ بن گئے ۔ ترکی کے حالات کو عثمانی سلاطین نے جلد سنبھال لیا لیکن قبچاق ، ایران ، عراق ، شام ، عرب ، افغانستان ،

ترکستان ، اور ہندوستان مدتوں بد امنی کی آماجگاہ بنے رہے اس انتشار کی بدولت جو اس یلغار کا نتیجہ تھا ۔ اسلامی ممالک کے باشندے جمود و غفلت کی ایسی نیند سوئے کہ آنے والی صدیوں میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھے ۔ تیمور کی پانچویں پشت میں پھر ایک طالع آزما فاتح پیدا ہؤا جس نے زندگی کا بہت سا ابتدائی حصہ ترکستان کی خانہ جنگیوں میں کئی قسم کے نشیب و فراز دیکھتے ہوئے بسر کیا اور بالآخر کابل میں بادشاہی کی بنیاد ڈال کر ہندوستان پر چڑھائی کی اور دہلی کے تخت پر ترکی النسل خاندان کے بادشاہوں کی حکومت قائم کی۔ یہ ظہیرالدین محمد بابر تھا جس نے ۱۵۲۶ء میں دہلی کے پٹھان بادشاہ ابراہیم لودھی کو شکست دے کر اپنے خاندان کی سلطنت قائم کی جو ہندوستان کی تاریخ میں خاندان مغلیہ کے نام سے موسوم ہے ۔

ہندوستان کے ترک اور افغان سلاطین

۱۰۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک ہندوستان کی سر زمین ان ترک اور افغان قبائل کی ترکتازوں کا تختۂ مشق بنی رہی جو فاتحین کی حیثیت سے اس سر زمین میں داخل ہوئے اور حکمران بن کر اس ملک میں آباد ہو گئے -

سلطان محمود غزنوی کی یلغاروں کے بعد دریائے ستلج کی وادی تک پنجاب کی سر زمین سلطنت غزنین کا صوبہ بنی رہی - ملتان اور سندھ کے صوبے بھی شاہان غزنی کے زیر اقتدار تھے - وسطی ، مشرقی اور جنوبی ہند میں ہندو راجپوتوں اور دوسرے ہندو راجاؤں کی بیسیوں چھوٹی بڑی ریاستیں قائم تھیں - اس ہندو دنیا کا بیشتر حصہ برھمنی مت کا پیرو تھا - ہندوستان کے راجے عام طور پر امن کی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے لیکن آپس میں رقابت رکھنے کا جذبہ بہت عام تھا ، جو بسا اوقات باھمی لڑائیوں کی صورت اختیار کر لیتا تھا - صدیوں سے اشوک اور چندر گپت کے سوا ہندوستان میں کوئی ایسی با رسوخ اور طاقتور ہستی پیدا نہ ہوئی تھی جو اس ملک کی بکھری ہوئی طاقتوں کو متحد اور منظم کر لیتی - برھمن ، پانڈے ، راجے ، سپاھی پیشہ لوگ اور سود خور ساھوکار عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے - زراعت پیشہ حرفہ کار اور ادنٰی کام کرنے والے لوگوں کی معاشرتی حالت بہت تباہ تھی - اُتم جاتی اور نیچ جاتی کے امتیازات بہت ترقی یافتہ صورت اختیار کر گئے تھے - ان کیفیات میں ہندوستان پر ترک مسلمانوں نے حملے کیے ۱۰۰۰ء سے پنجاب اور سندھ غزنیں کے ترک سلاطین کے زیر اقتدار چلے آ رہے تھے - ۱۱۹۳ء میں سلطان محمد غوری نے دھلی اور

اجمیر کے راجا پرتھوی راج کو شکست دے کر اس کی مملکت پر قبضہ جا لیا ۔ محمد غوری کے سپہ سالار بختیار خلجی یا اختیار خلجی نے بنگالے تک کی سر زمین سر کر لی ۔ ۱۱۹۵ء سے ۱۲۰۶ء تک شمالی هند کی سر زمین غزنیں اور غور کی ترکی اسلامی سلطنت کا ایک حصہ شمار ھوتی رھی ۔ لیکن ۱۲۰۶ء میں سطان شہاب الدین محمد غوری کی وفات پر اس کا نائب قطب الدین ایبک دهلی کو مرکز بنا کر هندوستان کی مملکت کا خود مختار فرمانروا بن گیا ۔ قطب الدین ایبک نے هندوستان فتح کرنے کی یادگار کے طور پر دهلی میں ایک بہت اونچا مینار بنوایا جو قطب صاحب کی لاٹ کہلاتا ھے ۔ اس مینار کے قریب ایک بہت بڑے برباد شدہ مندر کے آثار پائے جاتے ھیں ۔ ان آثار پر ایک بہت بڑی مسجد کی سامنے کی دیوار کھڑی ھے ۔ معلوم ھوتا ھے کہ قطب الدین نے اس جگہ کے عالی شان مندر کو ڈھا کر ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کرانے کا ارادہ کیا تھا ۔ لیکن جب هندوستان کے هندوؤں نے هتھیار ڈال کر اطاعت قبول کر لی ۔ تو قطب الدین اور اس کے جانشینوں نے اپنی هندو رعایا کے مذھبی جذبات کی پاسداری کرتے ھوئے مسجد کی تعمیر کا کام رکوا دیا ۔ قطب مینار کے سائے میں مندر اور مسجد دونوں کے نا تمام آثار هندوؤں اور مسلمانوں کی پہلی جنگی حالت اور بعد کی صلح کی کیفیت کا اعلان کر رہے ھیں ۔

یہ سلطان قطب الدین کا جانشین سلطان التمش تھا جس کے عہد (۱۲۱۰ء سے ۱۲۳۶ء) میں چنگیز خان کے لشکروں نے وسطی ایشیا ، ترکستانات اور ایران و افغانستان کے ملکوں کو تاراج کیا اور سلطان التمش کے لشکر نے دریائے اٹک کے پار چنگیز خان کے ایک سردار کو شکست دے کر هندوستان کو مغلوں کی تاخت سے بچا لیا ۔

۱۲۸۸ء تک اس خاندان کے کئی بادشاہ یکے بعد دیگران حکمران ھوئے چونکہ وہ سب کے سب پہلے غلام یعنی زر خرید نوکر ھؤا کرتے تھے اور ترقی کر کے سرداری اور بادشاھی کے رتبے تک پہنچتے تھے اس لیے هندوستان کا یہ پہلا مسلمان حکمران خاندان خاندان غلامان کہلاتا

ہے ۔ اس خاندان کے عہد میں مملکت کی وسعت کا دائرہ مشرق میں بنگال تک اور جنوب مشرق میں گجرات کاٹھیاواڑ تک جا پہنچا ۔ وسطی ہند کے بہت سے راجے تخت دہلی کے باجگزار بن گئے ۔

غلاموں کے بعد اقتدار کی زمام خلجی قوم کے ترکوں کے ہاتھ میں منتقل ہو گئی اس خاندان کے ایک بادشاہ سلطان علاؤ الدین نے راس کماری اور رامیشورم تک ہندوستان کا سارا ملک فتح کر لیا ۔ جن ہندو راجوں نے لڑے بغیر اطاعت قبول کر لی ان کی ریاستیں برقرار رہیں ۔ مغلوں نے سلطان علاؤ الدین کے عہد میں بھی (۱۲۹۵ء سے ۱۳۱۶ء تک) ہندوستان میں گھسنے کی متعدد کوششیں کیں لیکن سلطان کے لشکر نے ان کو شکست دی ۔

خلجی خاندان کا دور فرمانروائی ۱۳۲۱ء تک رہا اس کے بعد تغلق خاندان کے ترک سلاطین حکمران بنے ۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ محمد تغلق نے کوہستان ہمالیہ کے دشوار گزار دروں کی راہ سے چین کی مغل سلطنت پر چڑھائی کرنے کے لیے مہم بھیجی جو ناکام رہی ۔ محمد تغلق نے دہلی کے بجائے دولت آباد دکن کو اپنا پایہ تخت بنایا ۔ کرنسی (نوٹ) کے طور پر تانبے کا سکہ جاری کرنے کی کوشش کی ۔ لیکن اس کی بہت سی سکیمیں ناکام رہیں ۔ محمد تغلق بہت علم دوست بادشاہ تھا لیکن اپنے وسیع اور دور رس منصوبوں کے ناکام رہ جانے کے باعث رعایا کی خوش حالی کے لیے کچھ نہ کر سکا ۔ اس کے جانشین فیروز تغلق نے بہت دانائی سے حکومت کی ۔ نہریں بنوائیں ، زراعت کو ترقی دی ، اس کے عہد میں تجارت پھولی پھولی اور رعایا خوش حال ہو گئی ۔ فیروز نے سڑکیں بھی بنوائیں اور راستوں کی حفاظت کا انتظام درست کیا ۔

۱۳۹۸ء میں تیمور کی یلغار نے آخری تغلق بادشاہ کو تخت سے بے دخل کر دیا اور تغلقوں کی جگہ سادات حکمران بن گئے ۔ ان کی حیثیت تیمور کے گورنروں کی سی تھی لیکن جب تیمور کے بعد کوئی پرسان حال نہ رہا تو یہ خود مختار بن بیٹھے ۔

سادات خاندان سے لودھی خیل کے پٹھانوں نے زمام اقتدار چھین لی - بہلول اور سکندر کے بعد اس خاندان کا تیسرا بادشاہ ابراهیم لودھی تھا جس کے درباریوں اور سرداروں نے کابل کے بادشاہ بابر کو هندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی - چنانچہ ۱۵۲۶ء میں بابر کی بارہ هزار فوج نے جس کے ساتھ توپ خانہ بھی تھا ابراهیم لودھی کے ایک لاکھ کے لشکر کو جس میں هاتھی بھی تھے شکست دی - اس شکست کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ابراهیم کی فوج کے بہت سے سردار اپنے بادشاہ کے مخالف تھے اور بابر سے ساز باز کر چکے تھے - دوسری وجہ یہ تھی کہ بابر نے توپیں بھی استعمال کی تھیں جن سے اهل هند نا واقف محض تھے -

ان ترک اور پٹھان سلاطین کے دور حکومت میں هندوستان کے لوگ پہلے کی بہ نسبت زیادہ امن ، آرام اور خوش حالی کی زندگی بسر کرتے رہے - ان سلاطین میں سے اکثر پکے مسلمان تھے اور اپنی هندو رعایا کے ساتھ رواداری سے پیش آتے - ان سلاطین نے هندوؤں کے مذهب تمدن معاشرت اور رواج سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا - بعض ترکوں نے هندو راجوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات بھی قائم کیے - هندوؤں اور مسلمانوں میں مذهبی اختلاف کی بنا پر نفرت کے احساسات کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں - لڑائیاں محض حکومتی اقتدار حاصل کرنے کے لیے هوتی تھیں - جن میں بسا اوقات هندو هندو کا اور مسلمان مسلمان کا مخالف هوا کرتا تھا -

مشرق ادنیٰ میں عثمانی ترکوں کا عروج

تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں جب تاتار اعظم سے چنگیز خانی مغلوں کی یلغاروں کا طوفان آٹھا تو ایشیائے کوچک میں سلجوق ترکوں کی نوابیاں اور جاگیرداریاں قائم تھیں اور یورپ کے عیسائیوں کی صلیبی مہموں کے باعث اس سر زمین کے بعض قطعات میں یونانی عیسائیوں اور مسیحی صیلبیوں نے بھی قلعے بنا رکھے تھے - غرض کرہ ارضی کے اس خطے میں طوایف الملوکی کا دور دورہ تھا کہ مشرق سے ترکوں کے نئے قبیلے مغلوں کی یلغار کے دباؤ سے متاثر ہو کر مغرب کی طرف حرکت کرنے لگے - ان میں سے ایک قبیلے کے سردار ارطغرل نامی نے ایشیائے کوچک کے ایک خطے میں سلجوق امیر کی اجازت سے چھوٹی سی جاگیر قائم کی ، اور ارطغرل کے بیٹے عثمان نے (۱۲۹۹ء سے ۱۳۲۶ء تک) گرد و نواح کے سلجوق امیروں اور یونانی جاگیرداروں کو مغلوب کر کے اپنی ریاست کو اتنی وسعت اور طاقت دی کہ اس کے اقتدار کے سامنے دوسری ریاستوں کا اثر و رسوخ ماند پڑنے لگا - چودھویں صدی مسیحی کے اواخر میں جب وسط ایشیا سے تیموری ترکوں کی یلغار کا طوفان آٹھا تو عثمانی ترکوں کے پاؤں ایشیائے کوچک میں اچھی طرح جمے ہوئے تھے - اس کے سلطان بایزید اول (۱۳۸۹ء سے ۱۴۰۲ء تک) نے امیر تیمور سے شکست کھائی اور گرفتار ہونے کے بعد خراج اطاعت دینا منظور کر لیا اور اپنی مملکت کو اس عالمگیر تباہی سے بچا لیا جو روس ، ایران ، شمالی ہند اور ترکستان کو تیموری یلغار کے ہاتھوں پیش آئی - عثمانی ترکوں نے ۱۳۵۸ء میں در دانیال کو عبور کر کے

جزیرہ نمائے بلقان میں اپنے شاہانہ اقتدار کے پاؤں پھیلانے کی کوششیں شروع کر دی تھیں اور ۱۳۵۰ء تک عثمانی ترک جنوبی تھریس ' مقدونیا ' البیریا (یونان) ایپریس (یونان) ۔روبا اور یوگوسلافیہ پر قابض ہو چکے تھے ۔ جزیرہ نمائے بلقان کو زیر تسلط لانے کے باوجود عثمانی سلاطین نے ابتدا ابتدا میں قسطنطنیہ کی بازنطینی قیصریت سے تعرض کرنا مناسب خیال نہ کیا بلکہ قیصری دربار کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کو ترجیح دی۔ قسطنطینہ کے قیصری دربار کی پالیسی بھی بلغاریہ کے لا مذھب اور ایشیائے کوچک اور بلقان کے مسلمان ترکوں کے متعلق یہی تھی کہ ان سے اچھے تعلقات قائم کر کے اپنی رھی سہی سیادت کو ان کے حملوں سے محفوظ رکھا جائے۔ قیصری اقتدار صرف قسطنطنیہ اور اس کی نواحی ولایت ھی تک محدود تھا - تاھم ترکوں کی نوخیز ریاستیں اور یورپ کی پرانی مملکتیں اس کی دیرینہ عظمت کے باعث اسے احترام اور لحاظ کی نگاھوں سے دیکھتی تھیں - اس وجہ سے قسطنطنیہ کو ایک آزاد بندرگاہ ، ایک تجارتی منڈی، ایک مالی مرکز اور مال و زر کے تبادلے کا ایک بازار ہونے کی اھمیت حاصل ہو گئی تھی جس سے نہ صرف عثمانی ترک بلکہ یورپ کی دوسری اقوام بھی فائدہ حاصل کرتی تھیں۔ قسطنطنیہ کی قیصری ریاست ترکوں کی سلطنت کے اندر سونے کی ایک جھیل تھی - جس سے ترک بہت سے اقتصادی فواید حاصل کرتے تھے - لیکن ۱۴۵۳ء میں ترک سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے بازنطینی قیصرت کا خاتمہ کر دیا - قسطنطنیہ کو سر کرنے کی مہم میں ترکوں نے اپنے آبی جہاز خشکی کے راستے اسی میل تک اُٹھا کر سمندر میں ڈالے ۔ تا کہ قیصر کے جنگی جہازوں سے لڑے بھڑے بغیر وہ سمندر کی راہ سے قسطنطنیہ پر حملہ کر سکیں - سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کے عیسائیوں سے بہت اچھا سلوک کیا - ان کے جان و مال کو ھر قسم کی امان دی - یورپ کے مورخ لکھتے ھیں کہ عیسائیوں سے اچھا سلوک کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ترک ان اقتصادی فواید سے تمتع حاصل کرنا چاھتے تھے جو قسطنطنیہ کی مرکزیت کے باعث وھاں میسر تھے - ترک سلاطین نے قسطنطنیہ پر قبضہ جمانے کے بعد بازنطینی قیصری دربار کے رسم و رواج کو

اختیار کر لیا ۔ دفتری اقتدار کو تقویت اور ترقی دی ۔ جاسوسی کا نظام قائم کیا ۔ رشوت کو فروغ دیا ۔ اور حرم میں خواجہ سراؤں کو بیگمات اور محلات کے محافظ بنایا ۔ یہ سب برائیاں بازنطینی قیصروں کے دربار میں اچھی طرح جاگزیں ہو چکی تھیں جنہیں ترک سلاطین نے مسلمان ہونے کے باوجود بطیب خاطر قبول کر لیا ۔ سلطان محمد فاتح ۱۴۸۱ء میں فوت ہوا - اس کے جانشین سلطان بایزید ثانی نے یورپ کی سر زمین کو فتح کرکے سلطنت کو وسعت دینے کی پالیسی جاری رکھی - اس سلطان کے عہد میں ترکوں نے یونان ، بلغاریہ اور رومانیہ کو پوری طرح مسخر کر کے پولینڈ کی سر زمین پر چڑھائی کی - ترکوں کے لشکر پولینڈ کی سر زمین میں لڑ رہے تھے ۔ سلطان بایزید ثانی نے ۱۵۱۲ء میں وفات پائی -

---

مصر کے مملوک بادشاہ اور عباسی خلفا

مصر پر سلطان صلاح الدین ایوبی کے جانشینوں نے ۱۱۹۳ء سے لے کر ۱۲۵۰ء تک حکمرانی کی۔ مصر کے ایوبی سلاطین نے قبچاق (بحیرہ کیسپئن کے شمال کی سر زمین) کے ترکوں اور تاتاریوں کی ایک فوج منظم کر رکھی تھی، جن کو وہ تنخواہ دیتے تھے۔ اس فوج کے سپاہی اور سالار مملوک کہلاتے تھے۔ اس فوج کے امیروں اور سالاروں کو مصر کی حکومتی امور میں اس قدر اثر و رسوخ حاصل ہوگیا کہ ایوبی سلاطین کا اقتدار محض برائے نام رہ گیا۔ اور ۱۲۵۰ء میں ایوبی خاندان کے ایک سلطان اشرف موسیٰ کی وفات پر، مملوکوں نے اپنے میں سے ایک امیر معزالدین نامی کو سلطان مقرر کر لیا۔ اس طرح مصر میں مملوکوں کے خاندان کی حکومت شروع ہو گئی۔ مملکوک پہلے سلطان کی وفات پر اپنے میں سے کسی امیر یا سالار کو سلطانی کی مسند پر بٹھا دیتے تھے۔ ۱۳۵۰ء سے ۱۳۹۰ء تک مصر کا حکومتی اقتدار بحری مملوک کے ہاتھ میں رہا جن کی چھاؤنی دریائے نیل کے کنارے تھی۔ ازاں بعد زمام حکومت برجی مملوکوں کے ہاتھ میں منتقل ہو گئی جو مصر پر ۱۵۱۷ء تک حکمرانی کرتے رہے۔ مصر کے مملوک سلاطین عام طور پر قبچاق ترک ہوا کرتے تھے۔ اس لیے ان کی حکومت جبر و طاقت کی حکومت تھی۔ مملوک کے چوبیس امرا میں سے بارہ عسکری تنظیم کو سنبھالے رہتے تھے اور بارہ ملکی انتظام کرتے تھے۔ جس ملک پر ازمنۂ قدیم میں خدائی اقتدار کا دعویٰ کرنے والے فرعون حکومت کر چکے تھے وہاں مسلمانوں کے مملوکوں یعنی زر خرید غلاموں نے اپنے اقتدار کا ڈنکا بجایا۔ سلطان بیبرس الظاہر بھی انہی مملوک امرا میں سے ایک تھا جس نے ۱۲۶۱ء میں ہلاکو خان کے جرنیل قطبوغا کو فلسطین میں

شکست دی ۔ عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کو ہلاکو خان نے بغداد کو تاراج کرتے وقت ۱۲۵۸ء میں گھوڑوں سے روندوا کر ہلاک کر دیا تھا ۔ لیکن عباسیوں کے شاہی خاندان کے بعض افراد بھاگ کر مصر پہنچ گئے ۔ سلطان بیبرس الظاہر نے ان میں سے ایک کو جس کا نام مستنصرباللہ تھا قاہرہ میں پناہ دی ۔ مستنصر نے بغداد کو از سر نو فتح کرنے کی کوشش کی لیکن لڑائی میں مارا گیا ۔ مصر کے مملوک سلاطین نے عباسی خلفا کو اپنے ہاں رکھا لیکن ان کی حیثیت محض برائے نام سی تھی ۔ قاہرہ میں عباسی خاندان کے خلیفے ۱۵۱۷ء تک خلیفۂ اسلام ہونے کے لقب اور خطاب کو سنبھال کر بیٹھے رہے ۔ مصر میں انھی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا ۔ بغداد کی عظمت تباہ ہو جانے کے بعد قاہرہ مسلمانوں کا مرکز بنا ۔ جہاں پر مملوک سلاطین نے مسلمانوں کی شاندار روایات کو زندہ اور قائم رکھنے کی کوشش کی ۔ ۱۵۱۷ء میں قسطنطنیہ کے عثمانی ترکوں کے سلطان سلیم اول نے مصر پر چڑھائی کر کے آخری مملوک سلطان تومان بے اشرف کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور آخری عباسی خلیفۂ المتوکل باللہ کو قسطنطنیہ لے جا کر اس سے قبالۂ خلافت کو اپنے نام منتقل کرانے کی تحریری سند حاصل کر لی ۔

شمالی افریقہ اور ہسپانیہ

تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں شمالی افریقہ کے ملکوں میں جا بجا مقامی امرا اور سلاطین کی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں ۔ جو بغداد اور قرطبہ کے مراکز خلافت کے اقتدار کے زوال کے باعث اپنی جگہ پر خود مختاری سے حکومت کرتے تھے ۔ اس صدی کے اغاز میں موحدین کی سلطنت کا شیزازہ درہم برہم ہو گیا اور اس کی جگہ ٹیونس ، الجیریا اور مراقش میں نئے مقامی خاندانوں نے حکومتی اقتدار کی باگ ڈور سنبھال لی ۔ ۱۲۰۰ء سے لے کر ۱۵۰۰ء تک کے دور میں شمالی افریقہ کے مسلمان اس طوایف الملوکی کے عالم کا شکار بن گئے ۔ اور آبنائے جبل الطارق کے اس پار ہسپانیہ میں عیسائی بادشاہ مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ کرنے کے لیے مصمم جدوجہد سے کام لیتے رہے ۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کو اس

دور میں قاہرہ ، بغداد اور قسطنطنیہ کے اسلامی مرکزوں سے تو کسی قسم کی امداد مل نہیں سکتی تھی کیونکہ یہ ممالک خود طرح طرح کے داخلی انقلابات کا شکار ہو رہے تھے - لیکن تعجب کا مقام یہ ہے کہ شمالی افریقہ کے مسلمانوں نے بھی ہسپانیہ کے زوال پذیر اسلامی اقتدار کو سنبھالنے کے لیے کوئی خاص توجہ مبذول نہ کی - ۱۲۳۲ء تک شمالی افریقہ کے موحدین اندلس کی اسلامی سلطنت کو عیسائیوں کے حملوں سے بچانے کے لیے سینہ سپر رہے - پاپائے روم انوسینٹ سوہم نے تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں فرنگستان کے عیسائیوں کو ہسپانیہ کے مسلمانوں کے خلاف صلیبی لڑائی لڑنے کا فتویٰ صادر کر دیا - پادریوں نے بادشاہوں امیروں اور عوام کو بہت اشتعال دلایا - اور اراگون ، نیومیرے اور کیسٹینہ وغیرہ کے ہسپانوی عیسائی بادشاہوں نے متحد ہو کر ہسپانیہ کے موحدین کے خلاف جنگ شروع کر دی - اس صلیبی جنگ میں پرتگال ، فرانس اور دوسرے یورپی ملکوں کے رضاکاروں نے بھی حصہ لیا - اور پاپائے اعظم کے حکم سے اہل فرنگ نے اس مہم کے دوران میں روزے رکھے اور صلیبی مجاہدوں کی کامیابی کے لیے دعائیں کیں - جولائی ۱۲۱۲ء میں موحدوں اور صلیبی تثلیت پرستوں کے درمیان لڑائی شروع ہوئی - جس میں چند دن کے معرکوں کے بعد موحدوں نے شکست کھائی - موحدوں کے امیر محمد کو شکست کا اتنا رنج ہوا کہ وہ اس غم سے مر گیا - اس شکست کے بعد ٹیونس کے مسلمان امرا نے موحدوں کو خراج دینا بند کر دیا ، اور خود مختار بن بیٹھے - موحدین بیس سال مزید ہسپانیہ میں عیسائی بادشاہوں سے لڑتے رہے جن کو موحدین کے خلاف بعض مسلمان امرا کی امداد بھی حاصل تھی - ۱۲۳۲ء میں ہسپانیہ کی سر زمین میں موحدین کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور ۱۲۶۹ء تک شمالی افریقہ کے مسلمانوں نے بھی جا بجا خود مختار ریاستیں قائم کر کے اس فرقہ کے حکومتی اقتدار کا جنازہ نکال دیا - ہسپانیہ میں موحدین کے زوال کے بعد صرف غرناطہ کے مسلمان رہا سہا بادشاہی اقتدار قائم رکھ سکے - غرناطہ کی بادشاہی ۱۲۳۸ء سے ۱۴۹۲ء تک قائم رہی - غرناطہ کے بادشاہوں نے "الحمرا" کا مشہور اور عالی شان قصر تعمیر کرایا - جس کی تعمیر ۱۲۴۸ء سے

شروع ہو کر ۱۳۵۴ء تک جاری رہی - یہ قصر ایک سو بیگھہ زمین پر بنایا گیا جس کے دس عدد سربفلک مینار اس کی شان و شوکت کو دوبالا کر رہے تھے - یہ قصر فن تعمیر میں عربوں کے کمال کا ایک نمایاں ثبوت تھا - اس قصر کے کھنڈر آج بھی موجود ہیں - جسے عیسائیوں نے محض از راہ تعصب تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی - اس قصر کی اندرونی مسجد مسیحی اقتدار کے عود کرنے کے وقت سے گرجا گھر کا کام دے رہی ہے -

۱۴۵۰ء میں ہسپانیہ کے تخت شاہی پر ملکہ ازیبلا رونق افروز ہوئی - یہ ملکہ اور اس کا شوہر شاہ فرڈیننڈ پندرہ ہزار کا لشکر جرار لے کر غرناطہ پر حملہ آور ہوا - شدید لڑائی کے بعد شاہ غرناطہ اور شاہ فرڈیننڈ کے مابین صلح ہو گئی - جس کی رو سے مسلمان بادشاہ نے شاہ‌فرڈیننڈ کی اطاعت قبول کر لی اور عیسائیوں کی طرف سے یقین دلایا گیا کہ وہ مسلمانوں کے جان و مال ، مذہب اور شریعت سے کسی قسم کا تعرض نہیں کریں گے نیز انہیں ہتھیار پہننے کی اجازت ہو گی - اس معاہدہ کو طے ہوئے ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ ملکہ ازیبلا اور شاہ فرڈیننڈ ایک لشکر جرار لے کر غرناطہ میں گھس آئے - ہسپانیہ میں مسلمانوں کے اقتدار کی آخری علامت بھی محو کر دی گئی ، اور مسلمانوں کے سامنے یہ شرط پیش کی گئی کہ اگر وہ دین عیسائیت قبول کر لیں گے تو انہیں ملک کے اندر رہنے کی اجازت مل جائے گی ورنہ انہیں اپنا مال و متاع اور جائداد چھوڑ کر ہسپانیہ کی سر زمین سے نکل جانا پڑے گا - غرناطہ کا آخری مسلمان بادشاہ ابو عبداللہ ہسپانیہ سے رخصت ہونے لگا تو اس نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر سے غرناطہ کی طرف آخری نگاہ ڈالی اس کی انکھوں میں آنسو بھر آئے ابوعبداللہ کی ملکہ عایشہ نے کہا جس سلطنت کی تو مردوں کی طرح

حفاظت نہ کر سکا اب اُس کے چھن جانے پر عورتوں کی طرح کیوں رو رہا ہے ؟ یورپ کے مورخ لکھتے ھیں کہ سترہ سال کی مدت میں ھسپانیہ کی سر زمین سے تیس لاکھ مسلمان دیس بدر کیے گئے ۔ جن کے آباؤ اجداد نے ھسپانیہ کی سر زمین کو سرسبز و شاداب کرکے رشک جنت بنا دیا تھا ، اور اس ملک کے عیسائیوں کو سات سو سال کی خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی عطا کی تھی ۔ صرف یہی نہیں بلکہ جنھوں نے علموم و فنون کو نہ صرف ایجاد کیا بلکہ بہت بڑی حدتک معراج ترقی کی طرف لے جا کر نوع انسانی کے شرف کی سطح بلند کی ۔

مشرق بعید کے ملک

۱۳۶۸ء تک چین میں چنگیز خان کی اولاد خاقان چین کی حیثیت سے حکمرانی کرتی رہی - چنگیز خانی مغلوں کے بادشاہ اور امرا کبلائی خان کے عہد سے خالص چینی معاشرت اور چینی تمدن اختیار کر چکے تھے، اور چینی مورخ مغلوں کے حکمران خاندان کو یوآن خاندان کا نام دیتے تھے - ۱۳۶۸ء میں چینیوں نے کبلائی خان کے آخری جانشین کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا - یہ بادشاہ اپنے پڑ دادا کبلائی خان کی عظمت کے گیت گاتا ہوا منگولیا کی طرف چلا گیا اس کے بعد چین کے حکومتی اقتدار کی زمام منگ خاندان کے بادشاہوں نے سنبھالی جو خالص چینی نژاد تھے - یہ خاندان ۱۶۴۳ء تک چین کے تخت شاہی پر متمکن رہا - اس خاندان کے بادشاہ شستہ علمی ذوق رکھنے والے حکمران تھے - جاپان، ہند چینی، سیام اور برما میں مقامی راجے حکمران بن گئے، جنہوں نے چین کی مغل سلطنت کے زوال کے بعد آزاد اور خود مختار ریاستیں قائم کر لیں - ۱۲۹۳ء میں خان اعظم کبلائی خان کے لشکر نے جاوا پر چڑھائی کی تھی جسے جاوا کے ایک ہندو راجے نے پریشان کر کے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا - اس واقعہ کے بعد یہ ہندو راجا جس کی راجدھانی کا نام مجاپاھت تھا سارے جاوا کا حکمران بن گیا - ۱۳۴۳ء تک مجاپاھت کے حکمرانوں نے سماٹرا کا جزیرہ، ملایا میں سنگاپور اور پہانگ کی ریاستیں، بالی اور بورنیو کے جزیرے سر کر لیے، اور ۱۳۶۴ء تک مجاپاھت کے بادشاہ سارے جزیرہ نمائے ملایا پر قابض ہو گئے اور ان کا حلقۂ اقتدار مشرق میں نیوگنی کے مغربی حصوں اور آسٹریلیا کے شمال مغربی ساحل تک پھیل گیا - اس طرح شرق الہند میں مجاپاھت کی سلطنت بہت وسعت اور طاقت حاصل کر گئی - لیکن ۱۳۸۹ء کے بعد اس سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا - سماٹرا کے ایک کتبے سے

راجا آدتیہ ورمان کی شان و شوکت کا حال ظاہر ہوتا ہے - یہ راجا تنترا مت کی پر اسرار رسموں کا بہت دلدادہ تھا - ۱۳۷۵ء میں اسے کشیٹ راجا بنایا گیا - اور اس تقریب پر نہ صرف غیر معمولی فواحش کی رنگ رلیاں منائی گئیں بلکہ راجا نے شمشان بھومی میں انسانوں کی نعشوں کے ڈھیر پر تخت جمایا اور انسانوں کو قربان کر کے ان کا خون پیا اور گوشت بھون کر کھایا - کتبے میں اس جشن کا حال ایک قصیدے کی شکل میں درج ہے - ۱۳۷۸ء میں جاوا کی ایک ماتحت ریاست کے ہندو راجے نے مجاپاہت خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا - سماٹرا اور جاوا کے ساحلوں پر مدت سے عرب مسلمانوں کی بستیاں اور نو آبادیاں قائم ہو رہی تھیں - عربوں کی تبلیغی سرگرمیوں نے بہت سے جاویوں کو مسلمان بنا لیا اور اس طرح طاقت حاصل کر کے متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کرلیں جو مجاپاہت کے ہندو راجاؤں کی باجگزار تھیں - لیکن ۱۵۱۳ء میں مغربی جاوا کے ایک سلطان پتی انوس نامی نے پرتگیزوں کے بحری بیڑے کو شکست دے کر بہت شہرت اور طاقت حاصل کر لی - اس سلطان نے ۱۵۲۲ء میں جاوا کی آخری ہندو ریاست کا خاتمہ کر دیا - عرب مبلغوں نے جن میں شیخ مولانا کا نام بہت مشہور ہے جاوا اور سماٹرا ، ملایا ، بورنیو اور فلپائن میں دین اسلام کو بہت پھیلایا - سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں شرق الہند کے ملکوں میں عرب مسلمان اور مقامی مسلمان ان ہندوؤں کے جانشین اور وارث بن چکے تھے جو نمعلوم کتنی صدیوں سے ان ملکوں میں آباد اور ان پر قابض چلے آ رہے تھے -

---

اقوام فرنگ کا اضطراب اور بیداری

مزید صلیبی مہمیں

ہم گزشتہ دور کے حالات میں بیان کر آئے ہیں کہ فرنگستان (یورپ) کی عیسائی قومیں بارھویں صدی مسیحی میں مسلمانوں کے خلاف مذہبی تعصب کے جذبے سے بہت متاثر رہیں جو وقتاً فوقتاً ایک عام ہیجان کی صورت اختیار کرکے صلیبی مہموں، یلغاروں اور جنگوں پر منتج ہوتا رہا - ۱۲۰۰ء کے قریب یعنی ۱۱۸۹ء میں شاہان یورپ کی تیسری بڑی صلیبی مہم وقوع پذیر ہوئی جس میں باربروسا شاہ فرانس اور رچرڈ شیر دل شاہ انگلستان بھی شامل تھے - اہل صلیب اس مہم میں یروشلم کا مقدس شہر فتح کرنے سے قاصر رہ گئے اور انہیں سلطان صلاح الدین ایوبی امیر مصر کی جنگی، سیاسی اور اخلاقی صلاحیتوں اور خوبیوں کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہی بن آئی - تاہم اہل فرنگ کا یہ مذہبی اضطراب کم نہ ہؤا چنانچہ تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں انہوں نے ایک چوتھی صلیبی مہم کی طرح ڈالی جو ۱۲۰۲ء میں وینس کے تجارتی شہر سے شروع ہوئی - صلیبیوں کا لشکر ۱۲۰۳ء میں قسطنطنیہ پہنچا جہاں بازنطینی قیصر حکمران تھے - قسطنطنیہ کے عیسائی قیصر صلیبیوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے اس لیے اس لشکر نے جو مسلمانوں کے خلاف مذہبی لڑائی لڑنے کے لیے آیا تھا قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا اور بازنطینی قیصر کو معزول کر کے ایک لاطینی قیصر کو اس کی جگہ متمکن بنا دیا - ۱۲۰۴ء سے ۱۲۱۱ء تک قسطنطنیہ میں صلیبیوں کا بنایا ہؤا یہ لاطینی قیصر حکمرانی کرتا رہا اس کے بعد پھر پرانے خاندان کا ایک وارث قیصر بنا -

یورپ کے پادریوں نے جب دیکھا کہ ان کی دعاؤں ، برکتوں ، کرامتوں اور پیش گوئیوں کے باوجود ایک بھی صلیبی مہم کامیابی اور کامرانی کے درجے تک نہیں پہنچ سکی تو انہوں نے یورپ کے طول و عرض میں یہ انوکھا پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ صلیبی مجاھدین سالخوردہ ہونے کے باعث گناھوں سے آلودہ ہوتے ہیں ، اس لیے مسلمانوں کے خلاف اگر بارہ سال سے کم عمر کے معصوم بچوں کا لشکر بھیجا جائے تو فتح یقینی ہے - اس دور کے عوام کے مذھبی اعتقادات کا عالم یہ تھا کہ ۱۲۱۲ء میں معصوم بچوں کا ایک لشکر جس کی تعداد بارہ پندرہ ہزار سے کم نہ تھی - یورپ سے چلا جس کے ایک حصے کو جو جہازوں پر لاد کر سر زمین شام کی طرف روانہ کیا گیا تھا بردہ فروشوں نے بیچ کھایا - دوسرا لشکر اٹلی کی سر زمین میں سفر کرتا ہؤا مر کھپ گیا - ۱۲۲۱ء میں جوان عیسائیوں کے ایک صلیبی لشکر نے سر زمین مصر پر چڑھائی کی جسے شکست کھا کر تتر بتر ہونا پڑا - یہ اھل فرنگ کی پانچویں صلیبی یلغار تھی جو پہلی یلغاروں کی طرح ناکام رہی - اھل فرنگ کی چھٹی صلیبی مہم ۱۲۳۰ء میں واقع ہوئی - لیکن یہ لشکر کشی کے بجائے ایک قسم کی سیاسی گفت و شنید تھی - جرمن ایمپرر فریڈرک دوم نے قسم کھائی تھی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف مہم لے کر جائے گا - معصوم بچوں کے لشکر کی تباھی کے بعد پاپائے اعظم نے فریڈرک کو اپنا حلف یاد دلانے کے لیے کئی پیغام بھیجے لیکن جرمن بادشاہ لیت و لعل سے کام لیتا رہا - آخر ۱۲۳۰ء میں وہ لشکر لے کر مصر گیا جہاں جا کر اس نے لڑنے کے بجائے شاہ مصر سے ملاقات اور گفتگو کی - اس گفت و شنید کے نتیجے میں دونوں کے درمیان ایک پرائیویٹ معاھدہ طے ہو گیا جس کی رو سے شاہ مصر نے یروشلیم کا مقدس شہر فریڈرک کے حوالے کر دیا - پاپائے اعظم شاہ جرمن کے اس رویے کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا - اس لیے اس نے فریڈرک کا مقاطعہ کر دیا - فریڈرک نے یروشلیم پہنچ کر جب تاج شاھی زیب سر کرنا چاھا تو سر پر تاج رکھنے کی رسم ادا کرنے کے لیے کوئی پادری موجود نہ تھا - فریڈرک نے خود اپنے ھاتھوں تاج

اپنے سر پر رکھا اور اکیلا واپس آ گیا ۔ اٹلی پہنچ کر اس نے پاپائے اعظم کی خوب خبر لی اور اسے مقاطعہ کا فتویٰ منسوخ کرنے پر مجبور کر دیا ۔

اس واقعہ کے بعد پاپائے اعظم کے ایما سے یورپ اور فلسطین کے عیسائیوں نے ملسانوں کے خلاف پھر سازشیں شروع کر دیں ۔ اس لیے ۱۲۴۴ء میں سلطان مصر نے یروشلیم پر پھر قبضہ جما لیا جسے چودہ سال پہلے وہ مصالحانہ گفت و شنید سے فریڈرک شاہ جرمن کے حوالے کر چکا تھا ۔

۱۲۵۰ء میں فرانس کے بادشاہ لوئیس نہم نے ساتویں صلیبی مہم اختیار کی اور مصر پر حملہ کر دیا ۔ سلطان مصر معزالدین ایبک عرف توران شاہ نے اسے قید کر لیا ۔ عیسائیوں نے زر فدیہ دے کر شاہ فرانس کو سلطان مصر کی قید سے رہائی دلائی ۔ لوئیس نہم نے چند سال بعد ٹیونس پر چڑھائی کی جہاں وہ تپ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا ، جس کے باعث اہل فرنگ آٹھویں کی صلیبی مہم بھی ناکام رہی ۔ ۱۲٦۷ء میں فرانس کے بادشاہ لوئیس اور برطانیہ کے پرنس آف ویلز ایڈورڈ نے متحد ہو کر فلسطین و شام پر چڑھائی کی لیکن سلطان بیبرس الظاہر نے انہیں شکست دے کر ملک سے نکال دیا ۔ اس طرح عیسائیوں کی نوویں صلیبی مہم کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا[1] ۔ اس موقع پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ عین اسی زمانے میں وسط ایشا کے مسلمانوں (ترکوں ، ایرانیوں اور عربوں) کو منگولوں یعنی چنگیز خانی مغلوں کی بے پناہ یلغار کا مقابلہ بھی در پیش تھا ، جس نے ان کی سیاسی طاقت اور اُن کے تمدن کو بہت بڑی حد تک تباہ و برباد کر کے ملیامیٹ کر دینے میں کوئی کسر باقی

---

۱ یورپ کے عیسائیوں کو یروشلیم اور فلسطین کی مقدس سر زمین پر قبضہ جمانے میں ۱۸-۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں جا کر کامیابی حاصل ہوئی جب کہ اتحادیوں (برطانیہ اور فرانس) کی فوجوں میں ہندوستان اور افریقہ کے مسلمان بھی شامل تھے اور فلسطین ، عراق اور حجاز کے عرب مسلمان عثمانی ترکوں کے اقتدار سے بیزار ہو کر عیسائیوں کی امداد کر رہے تھے ۔ مؤلف ۔

اٹھا نہ رکھی تھی ۔ مصر کے مملوک سلطان بیبرس الظاہر نے نہ صرف ہلاکو خاں کے مغلوں کو شام و فلسطین سے نکالا بلکہ عیسائی صلیبیوں سے بھی متعدد شہر اور قلعے چھین کر انہیں ملک سے بے دخل کر دیا ۔

پاپائی اقتدار' اصلاحی تحریکیں اور اقتصادی شورشیں

تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں یورپ کے عیسائی باشندے روما کے پاپائے اعظم کو اپنا دینی پیشوا تسلیم کرتے تھے ۔ اور یورپ کے دنیوی اقتدار کے سامنے فرنگستان کے بادشاہ ، نواب اور جاگیردار سب پانی بھرتے تھے ۔ دسویں اور گیارھویں صدی میں پاپاؤں نے صلیبی جنگوں کے نام پر اپنا اقتدار بڑھانے کی کوشش کی ۔ لیکن صلیبی جنگوں کی پے در پے ناکامیوں کے باعث یورپ کے عوام پادری گردی سے بیزار ہونے لگے ۔ بادشاہوں کے دل میں پوپ کی سیادت سے منحرف ہونے کے خیالات ترقی کرنے لگے ۔ خود پادریوں میں آزاد خیال مصلح پیدا ہونے لگے ۔ ان وجوہ کی بنا پر ۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک کے اس دور میں فرنگستان کی سرزمین میں دینی اور دنیوی حیثیت کی کئی تحریکیں اٹھیں جن کا مقصد ایک طرف پادریوں کے اقتدار سے نجات حاصل کرنا اور دوسری جانب نوابوں اور جاگیرداروں کی لوٹ کھسوٹ کے خلاف احتجاج کرنا تھا ۔ چرچ آف روم یعنی پاپائے اعظم کے کلیسائی نظام کی تنگ دلی ، تنگ نظری ، جاہ طلبی ، اقتدار خواہی اور زر پرستی نے قسطنطنیہ کے بازنطینی کلیسائی نظام کو پہلے ہی سے بیزار کر رکھا تھا ۔ تیرھویں صدی مسیحی میں جرمنی اور انگلستان کے بعض پادریوں نے پاپائی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا اور انسانی ضمیر کی آزادی کے حق کا پروپیگنڈا کرنے لگے ۔ دینوی اقتدار رکھنے والے بادشاہوں ، امیروں اور نوابوں نے جو پاپائے اعظم کی سیادت سے نالاں تھے ایسی مذہبی تحریکوں کی حمایت شروع کر دی جن کا مقصد پوپ کے خدائی اختیارات کو کم کرنا تھا ۔ جرمنی کا فریڈرک دوم (۱۲۱۲ء سے ۱۲۵۰ء تک) پہلا باغی بادشاہ تھا جسے پاپائے اعظم کے دربار سے کئی

دفعہ مقاطعہ کی سزا دی گئی لیکن اس نے پوپ کے احکام کو ہمیشہ بے اعتنائی کی نگاہ سے دیکھا - آخر ۱۲۳۰ء میں اس بادشاہ نے پوپ کو مجبور کر دیا کہ اس کے خلاف مقاطعہ کے فتویٰ کو منسوخ کر دے - ۱۳۰۳ء میں پوپ بونیفیس کو شاہ فرانس کے ایجنٹوں نے گرفتار کر کے قیدی بنا لیا - اس حادثۂ عظمیٰ پر سارا مسیحی یورپ خاموش رہا اور فرانس کی رائے عامہ نے اپنے بادشاہ کے اس اقدام کی کھلم کھلا حمایت کی - فرانس والوں نے ایک فرانسیسی پادری کو پوپ بنا کر کھڑا کر دیا ، جس نے فرانس کے ایک شہر اویگان میں اپنا مذہبی اکھاڑا قائم کیا - ۱۳۷۸ء میں روما میں بھی ایک اور پوپ گدی نشین ہؤا اور اس طرح دو پوپ بن گئے - ایک کا مرکز اویگان (فرانس) تھا جس کا فتویٰ فرانس، ھسپانیہ ، سکاٹ لینڈ ، پرتگال اور جرمنی کی متعدد ریاستوں میں چلتا تھا - دوسرے کا مرکز روما (اٹلی) میں تھا جسے انگلستان ، ھنگری ، پولینڈ اور شمالی یورپ کے باشندے اپنا دینی پیشوا تسلیم کرتے تھے - ۱۴۱۷ء میں کانسٹینس میں پادریوں کی ایک کانفرنس منعقد ھوئی جس میں ایک متحدہ پوپ منتخب کیا گیا - لیکن ۱۴۳۷ء میں پھر دو پوپ بن گئے ، جنھیں یورپ کے مختلف ملکوں کے پادشاھوں یا ایک ھی ملک کے مختلف لیکن باھمدگر حریف نوابوں کی حمایت حاصل تھی - پاپائی اقتدار سے نجات حاصل کرنے کی خواھش کے نتائج مختلف صورتوں میں رونما ھوتے رہے - عوام میں عیسائیت کو عقل پر پرکھنے کی تحریک جاگزیں ھونے لگی - عام لوگ پوپ یا اس کے مقرر کئے ھوئے پادریوں سے فتویٰ لینے کے بجائے خود بائیبل کا مطالعہ کرنے لگے اور عوام کی یہ خواھش ترقی کرنے لگی کہ مذھب اپنے اصلی رنگ میں جلوہ گر ھو کر انہیں مذھبی اور دنیوی جابروں اور ظالموں کے ظلم سے نجات دلائے - انگلستان کے شہر اوکسفورڈ کے ایک پادری وائیکلف نامی نے پاپائے اعظم کے جابرانہ اقتدار کے خلاف وعظ کہنے کی مہم شروع کر دی اور اس عقیدہ کی تلقین کی کہ انسان کا ضمیر آزاد ھے اس لیے ھر انسان کو پوپ کے احکام کے بجائے اپنے ضمیر کی آواز پر کان دھرنے چاھئیں - وائیکلف نے اپنی زندگی میں (۱۳۲۰ء سے ۱۳۸۴ء تک) انگلستان اور جرمنی کے

بہت سے پادری ، امرا اور عوام اپنے ہم خیال بنا لیے - ۱۳۹۶ء میں ایک جرمن پادری جان ھیس نامی نے بوھیمیا (جرمنی) میں وائیکلف کی حمایت میں تقریریں شروع کر دیں - ۱۴۱۲ء میں پوپ کے دربار سے جان ھیس کے خلاف دانا پانی بند کا فتوئ صادر ھؤا اور جان ھیس سے باز پرس کی گئی - اسے اپنے خیالات تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا - جان ھیس کے انکار پر پوپ کے کلیسائی نظام نے ۱۴۱۶ء میں اسے اور اس کے ایک ساتھی اور دوست جیروم کو جو پریگ کا باشندہ تھا زندہ جلائے جانے کی سزا دی - پاپائی غضب کی آگ اس پر بھی مطمئن نہ ھوئی بلکہ ۱۴۱۸ء میں وائیکلف کی ھڈیاں قبر سے نکال کر نذر آتش کر دی گئیں - ۱۴۱۹ء میں بوھیمیا میں جان ھیس کے پیروؤں نے پاپائی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا - پوپ نے ان سب کو مرتد قرار دے کر دینداروں کو ان کے خلاف بھڑکایا اور فتوئ دے دیا کہ ان کے خلاف لڑنا اور انہیں تباہ و برباد کرنا مقدس مذھبی فریضہ ھے - پوپ کو ماننے والے عیسائیوں کے ایک لشکر نے جان ھیس کے پیروؤں پر چڑھائی کی لیکن آزاد خیال عیسائیوں کے خلاف راسخ العقیدہ عیسائیوں کی یہ پہلی صلیبی جنگ ناکام رھی - ۱۴۲۱ء میں دوسری کوشش کی گئی - اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا - اسی طرح دو اور مہمیں ناکام رھیں - ۱۴۳۱ء میں پوپ نے نوے ھزار پیادہ اور چالیس ھزار سواروں کا ایک لشکر جرار مرتدین کو سزا دینے کے لیے بھیجا ، لیکن یہ لشکر ۱۴ اگست کو محض اھل بوھیمیا کی آمد کا شور سن کر بھاگ نکلا - ۱۴۳۴ء میں خود جان ھیس کے پیروؤں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ آپس میں لڑ پڑے - انتہا پسند فرقہ کو جو دنیوی حیثیت سے مساوات جاری کرنے کا حامی تھا شکست ھوئی - دوسرا فرقہ جس کی حمایت امرا کر رھے تھے ، قائم رھا - جرمنی کی طرح یورپ کے دوسرے ملکوں میں بھی عوام میں امرا کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کی تحریکیں پیدا ھوئیں - مثلاً ۱۳۶۰ء سے ۱۳۸۱ء تک کینٹ (انگلستان) کا ایک پادری جسے امرا نے دیوانہ مشہور کر رکھا تھا معاشرتی مساوات کی تلقین کرتا رھا - ۱۳۸۱ء میں انگلستان میں کسانوں نے امرا کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا - لندن

کے میئر نے رچرڈ دوم شاہ انگلستان کی آنکھوں کے سامنے کسانوں کے سرغنہ کو قتل کر دیا اور کسانوں کی تحریک فیل ہو گئی۔ اسی طرح ۱۳۵۸ء میں فرانس میں کسانوں کی شورش برپا ہوئی جسے امرا نے اپنی فوجی طاقت سے دبا دیا۔ جرمنی میں ۱۴۸۰ء سے ۱۵۰۰ء تک کسانوں کی شورشیں رونما ہوتی رہیں۔ جو اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ فرنگستان کے عوام کی یہ تحریکیں اور شورشیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس دور میں یورپ کے باشندے پادری گردی اور امرا کے ظلم و جبر سے بہت تنگ آئے ہوئے تھے اور انہیں ان ظلموں سے نجات حاصل کرنے کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی تھی۔

علمی تذبذب اور فنی تحصیل کا ذوق

۱۲۰۰ء تک فرنگستان کے باشندے علم و فن کی تحصیل و ترقی کے اعتبار سے یکسر کورے اور جانگلو تھے۔ حالانکہ اس وقت تک اندلسیہ (ھسپانیہ) اور عراق و مصر کے عرب اور ان کے زیر اقتدار بسنے والی اسلامی دنیا علمی لحاظ سے بہت نمایاں ترقی کرچکی تھی عرب اور عجم کے مسلمان علمی تحقیق و تفتیش کا ذوق رکھنے کے باعث اپنے ہاں کے تمدن کو بہت بلند سطح پر پہنچا چکے تھے کہ انہیں پہلے یورپ کے وحشیوں کی صلیبی مہموں سے سابقہ آن پڑا اور ۱۲۰۰ء کے بعد تیرھویں صدی مسیحی میں تاتاری مغلوں کی یلغاروں نے ان کے تمدن کو خاک میں ملا دیا۔ اندلسیہ کا اسلامی تمدن یورپ کے جاہل عیسائیوں کے حملوں کی نذر ہو گیا اور بغداد کا اسلامی تمدن مغلوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہؤا۔ یہ دونوں مرکز ہر قسم کے علم و فن کی ترقی کے گہوارے تھے، جہاں انسان کے فکر و ذہن کو جلا ملتی تھی۔ یورپ کے لوگ عربوں اور مسلمانوں کی علمی ترقیات کو کفار کا جادو قرار دیتے تھے، اور اسے سیکھنے اور حاصل کرنے سے مذھباً کنارہ کش رہتے تھے۔ پادری گردی نے ان میں یہ خیال عام کر دیا تھا کہ مسلمان دجال کے پیرو ھیں، اس لیے راسخ العقیدہ عیسائیوں کو ان کی ہر چیز سے نفرت کرنی چاھیے۔ عیسائیت کے معتقدات نے جو ان میں رائج ہو کر جڑ پکڑ

چکے تھے انہیں بہت ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست بنا رکھا تھا - اس وقت تک اہل یورپ اسکندر اعظم کی مہم ، رومنوں کے عروج ، یونانی مفکروں اور حکیموں کی ابتدائی علمی دریافتوں اور مصر کے بطلیموسیوں کی علمی تحقیقاتوں کے حال سے ناواقف محض بن چکے تھے - ان میں دنیا اور اس کے احوال کے متعلق وہ عجیب و غریب داستانیں زباں زد خاص و عام تھیں جو پادری لوگ ان کے سامنے بیان کرتے تھے - ان کے عام معتقدات یہ تھے کہ زمین چپٹی اور مسطح ہے جس کی خشکی کو چاروں طرف سے سمندر کے پانیوں نے گھیر رکھا ہے سورج اور ستارے اس کے گرد گردش کرتے ہیں - زمین کی نچلی تہ میں بالشتئے رہتے ہیں - دور مشرق میں کتوں کا سا سر رکھنے والے انسان بستے ہیں - باغ عدن جہاں آدم اور حوا نے بائیبل کے بیان کے مطابق شعور کا پھل کھایا آسانوں میں ہے اور وہ سر زمین جہاں وہ آسان سے گرا کر زمین پر پھینکے گئے شہال مغربی ایشیا کے کسی پہاڑ میں واقع ہے - پادریوں ، راہبوں ، ولیوں اور متبرک انسانوں کو خدائی طاقتیں حاصل ہیں ، اس لیے وہ جب چاہیں کراستیں ظاہر کرسکتے ہیں - پاپائے اعظم میں خدا اور مسیح کی روح حلول کر سکتی ہے - غرض اس قسم کے اعتقادات رکھنے والے لوگ تھے جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں میں اندھا دھند مذہبی جوش کے ساتھ حصہ لیا - لیکن صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ متصادم ہونے کے باعث ، نیز ھسپانیہ کی اسلامی خلافت کی روایات کی بدولت یورپ کے بعض اشخاص کے دماغوں میں علمی روشنی کی شعاعیں داخل ہونے لگیں اور انہوں نے ان فنوں کو اپنانے کی کوشش کی جن کے بل پر مسلمان انہیں ہر جنگ میں شکست دیتے تھے اور انہیں مطیع بنا کر رکھتے تھے - تاہم تیرھویں صدی مسیحی کے آخر تک جب وینس کا ایک فرنگی مارکو پولو خاقان چین کبلائی خاں کے متمدن دربار میں بیس سال ملازمت کرنے کے بعد اپنے وطن پہنچتا ہے تو اس کے اہل وطن اس کے بیان کردہ حالات کو تعجب کے کانوں سے سنتے ہیں اور اسے جھوٹا قرار دیتے ہیں - مارکوپولو ۱۲۹۵ء میں بیس سال کے بعد وینس پہنچا - جنیوآ والوں سے وینس والوں کی لڑائی ہو گئی جس میں وہ اپنے

شہر کی طرف سے شامل ہوا اور جنیوآ والوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ زمانۂ اسیری میں اس نے اپنے سفر کے حالات ایک فرانسیسی ادیب کو سنائے جو اس کی طرح قیدی تھا۔ اس فرانسیسی ادیب نے مارکو پولو کی داستان حیات قلم بند کر لی اور رہائی پانے پر سیاحت نامے کی شکل میں شایع کر دی۔ اس سیاحت نامے میں چین، تاتار، خطا، ملایا، ہند اور ایران کے چشم دید حالات درج تھے، جنہیں یورپ کے لوگ باور کرنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔ ان کے خیال کے مطابق خاقان چین کے دربار کی شان، چین کے اعلیٰ تمدن، موتیوں، الماسوں اور زر و سیم کی افراط، ہندوستان اور ایران کے عجائبات وغیرہ کی داستانیں ناممکن محض تھیں۔ اس لیے انہوں نے مارکو پولو کو جھوٹوں کا پیر ہونے کا خطاب دیا۔ یورپ کے لوگ کہتے تھے کہ یہ کیسا سیاح ہے جس نے نہ تو شجر زندگی دیکھا نہ بحر ظلمات کے پار جا کر آب حیات کے چشمے کا سراغ لگایا نہ یاجوج و ماجوج کی دیوار دیکھی نہ مشہور عوام جان ایشیائی کا حال بتایا جو ان کے تصورات کے مطابق سنہری ریت پر بنے ہوئے عظیم الشان محلات میں رہتا تھا۔ نیز اس نے کوہستان الموت کے پیر تسمہ پا (باطنیوں کے شیخ الجبل) کو انسانوں جیسا ظاہر کیا، حالانکہ وہ ان کے خیال کے مطابق حیرت انگیز کمالات رکھنے والا جادوگر تھا۔ مارکو پولو نے دنیا کے صحیح صحیح حالات بیان کئے لیکن انہیں باور نہ کیا گیا۔ نزع کے عالم میں پادری نے مارکو پولو سے جھوٹ بولنے پر توبہ کے لیے کہا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے حقیقت حال بیان کی ہے بلکہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ سب بیان نہیں کر سکا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ادریسی سسلی میں بیٹھ کر دنیائے معلوم کا صحیح نقشہ تیار کر چکا تھا اور مشرق کے وحشی مغل عالمگیر اقتدار حاصل کر کے اتنے متمدن ہو گئے تھے کہ انہیں یورپ والوں کے حالات بخوبی معلوم تھے۔ مارکو پولو اور اس کے بھائی نے وسطی یورپ کی راہ سے مغلوں کے ساتھ تجارتی راہ و رسم پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ چین کے نوادر اس راہ سے منگوا کر یورپ میں فروخت کر سکیں مارکو پولو کی وفات کے بعد اس کا سفر نامہ اہل یورپ میں بہت مقبول ہوا۔ ان کی آنکھیں

کھلنے لگیں ۔ مغلوں کی یلغاروں کے باعث ان پر مارکو پولو کے بیان کی سچائی کھلنے لگی اور یورپ کے تاجر گولکنڈے (جنوبی ہند) کے ہیروں اور شرق الہند کے گرم مصالحوں کے خواب دیکھنے لگے ۔ مارکو پولو نے ایسے جزیروں کا حال بھی بیان کیا تھا جن کے محلات پر سونے کی خولیں چڑھی ہوئی ہیں اور جہاں موتی بہ افراط ملتے ہیں۔ ان بیانات کو صحیح سمجھنے کے باعث اہل فرنگ میں سیاحت اور طالع آزمائی کا عام شوق پیدا ہؤا ۔ تاہم چودھویں صدی مسیحی کے وسط تک مشرق کے متعلق اہل یورپ کی بے خبری کا عالم یہ تھا کہ جب ہلاکو خان کے پوتے ارغون خان نے ایک ایشیائی پادری ربن سوما نامی کو جو نسلاً یوغور ترک تھا شاہان یورپ کے دربار میں اس غرض کے لیے بھیجا کہ انہیں مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرے تو پاپائے اعظم کے دربار میں بارہ پادریوں کی ایک کونسل کے سامنے اس کے ساتھ حسب ذیل گفتگو ہوئی :—

سوال ۔ تم کیوں آئے ہو ؟

جواب ۔ مغلوں اور مشرق کے کیتھولک (راسخ العقیدہ) عیسائیوں نے مجھے پاپائے مقدس کے دربار میں چٹھیاں دے کر بھیجا ہے ۔

سوال ۔ تم جہاں سے آئے ہو وہ زمین کا کون سا خطہ ہے ۔ تم کیوں آئے ہو ۔ یہ کیتھولک عیسائی کہاں رہتے ہیں ؟

جواب ۔ بغداد میں ۔

سوال ۔ تم وہاں کیا ہو ؟

جواب ۔ میں وہاں کی خانقاہ کا بڑا راہب (ڈیکن) ہوں ۔

سوال ۔ مسیح کے شاگردوں میں سے تم کو کس نے دین کی تعلیم دی جس کا تم دعویٰ کرتے ہو ؟

جواب ۔ مرٹامس ، مرادی اور مرماری نے ہمیں یہ دین سکھایا ۔ ہم آج تک اسی پر قائم ہیں ۔

سوال - ہمیں تعجب ہے کہ تم ایک عیسائی اور ایک خانقاہ کے ڈیکن ہو کر مغلوں کے بادشاہ کا پیغام لائے ہو ۔

جواب - یہ بادشاہ شام و فلسطین کی سر زمین فتح کرنا چاہتا ہے اور آپ کی امداد کا خواہاں ہے تاکہ یروشلیم کو مسلمانوں سے نجات دلائی جائے ۔ اس لیے اس نے مجھے جو عیسائی ہوں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ میرا اعتبار کر سکیں ۔

اس گفتگو ہی سے پتہ چل سکتا ہے کہ مشرق کے حالات کے متعلق یورپ کے بڑے سے بڑے دربار کی معلومات کس پایہ کی تھیں ۔ ربن سوما سال بھر روما میں بیٹھا انتظار کرتا رہا لیکن پاپائے اعظم کی طرف سے اسے کوئی جواب نہ مل سکا ۔ شاید صلیبی جنگوں کی ناکامی کی تلخ یاد نے پاپایان روم کو مایوس کر رکھا تھا ۔

جہالت اور توہم پرستی کے اس دور دورہ میں مارکو پولو کے سفرنامے نے اہل یورپ کے دماغوں میں وسعت پیدا کی ۔ ہسپانیہ میں بچے کھچے عرب خاندانوں کی بدولت جنہیں اسلامی خلافت کے زوال کے بعد وہاں کے عیسائی بادشاہوں نے دین مسیحی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا ، کچھ علمی روایات اور فنی تحصیلات باقی رہیں جن کی افادیت نے بعض لوگوں کو علم و فن کی تحصیل پر راغب کر دیا ۔ ان حالات میں یورپ والوں نے اہل مشرق سے کاغذ برتنے اور کاغذ بنانے کا فن سیکھا ۔ جسے بغداد کے عربوں نے ان چینی قیدیوں سے حاصل کیا تھا جو ۷۵۱ء کی جنگ سمرقند میں گرفتار ہو کر آئے تھے ۔ تیرھویں صدی مسیحی میں اٹلی کے بعض کارخانے اچھا کاغذ بنانے لگے تھے اور چودھویں صدی مسیحی میں یہ صنعت جرمنی میں فروغ پانے لگی ۔ اس کے ساتھ ہی یورپ میں بلاک کی چھپائی کا کام بھی شروع ہو گیا جو چین میں صدیوں پہلے سے رائج تھا ۱۴۴۶ء میں ہالینڈ کے شہر ہارلیم میں کوسٹر کا مطبع قائم ہؤا ۔ ۱۴۶۵ء میں اٹلی میں متعدد چھاپے خانے کام کرنے لگے اور ۱۴۷۷ء میں ویسٹ منسٹر انگلستان میں کاکسٹن کا مطبع کھل گیا ان مطبعوں کی وجہ سے کتابیں بہ افراط چھپنے لگیں ۔ اہل یورپ کے تاریک

دماغوں میں علم کی روشنی پھیلتی گئی - وہ دنیا کے حالات سے باخبر ہونے لگے - اس کے علاوہ جس چیز نے اہل فرنگ کی طالع آزمائی کے شوق کو ترقی دی وہ اصطرلاب یعنی کمپاس کے استعمال سے واقفیت حاصل کرنا تھی - اصطرلاب عرب جہاز رانوں کی ایجاد تھی جس کا استعمال یورپ کے ملاحوں نے اندلسیہ کے عربوں سے سیکھا - اس ایجاد کی بدولت ہسپانیہ اور پرتگال کے ملاح اور بحری تاجر بڑی بڑی مہمیں اختیار کرنے لگے جن پر پہلے صرف عرب ملاحوں اور تاجروں کی اجارہ داری قائم تھی - علم کے آفتاب کی کرنیں دو نہضت (۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء) ھی میں عربوں کی وساطت سے یورپ میں پہنچنے لگی تھیں جن کی طرف سے فرنگستان کے عیسائی مذھبی تعصب کی بنا پر آنکھیں بند کر لیتے تھے لیکن ان کرنوں کے اثرات آہستہ آہستہ ظاہر ہونے لگے اور یورپ میں جابجا پادریوں کی مخالفت کے علی‌الرغم ایسی درسگاھیں کھل گئیں جن میں بعض لوگ عیسائی دینداروں کو "کافروں" یعنی مسلمانوں کے علوم و فنون کی تعلیم دیتے تھے - ان درسگاھوں میں یونان کے پرانے حکما کا فلسفہ از سر نو عربوں کی وساطت سے رائج ہؤا جسے اہل یورپ کلیتہً فراموش کر چکے تھے - ۱۱۲۵ء کے قریب ایک فرنگی فلاسفر اوگر بیکن نے ارسطو کے فلسفہ پر ایک تنقیدی رسالہ لکھا جس کی طرف اہل فرنگ نے صدیوں توجہ مبذول نہ کی - علم‌الکیمیا عرب سائنس دانوں کی ایجاد تھا جس کی طرف یورپ کے بعض دماغ متوجہ ہوئے - پوپوں ، پادریوں ، بادشاھوں اور نوابوں کو نئے نئے زھر بنوانے کے لیے ایسے لوگوں کی تلاش رھتی تھی جو کیمیاوی مرکبات تیار کر سکیں - چنانچہ اہل یورپ نے کیمیا کا علم خاص جستجو سے عربوں سے حاصل کیا - تیرھویں اور چودھویں صدی مسیحی میں یورپ کے اندر ایسے کیمیا گروں کی بہتات نظر آنے لگی جو سونا چاندی بنانے اور اکسیر تلاش کرنے کی جد و جہد میں سرگرداں رھتے تھے - اس دور میں یورپ کے بعض اشخاص نے علم ھیئت اور جوتش کی تحصیل کی طرف بھی توجہ مبذول کی جو عربوں ، ھندوؤں اور چینیوں میں صدیوں پہلے سے رائج ہو کر بہت فروغ حاصل کر چکے تھے - پندرھویں صدی مسیحی میں یعنی ۱۴۰۰ء کے بعد پیرس (فرانس) ،

اوکسفورڈ (انگلستان)، بولونا (ھسپانیہ) اور بعض دوسرے مقامات پر اچھے خاصے دارالعلوم قائم ہو گئے اور ایسے عالم پیدا ہونے لگے جنھوں نے مختلف علوم میں تحقیقات کی اور نئے نظریے قائم کیے۔ پندرھویں صدی مسیحی ایسی صدی ہے جس میں اہل یورپ نے علم و فن کے اعتبار سے دنیائے متمدن کے برابر پہنچنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ اس صدی سے اہل فرنگ کی بیداری اور تمدنی ترقی کا آغاز ہؤا جس کا حال اگلی فصلوں میں بیان کیا جائے گا۔

یورپ کی سیاسی اور تمدنی حالت

۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک کے دور میں یورپ کی سیاسی کیفیت یہ تھی کہ جرمنی، فرانس، ھسپانیہ، پرتگال، ہولینڈ اور انگلستان میں شاہی حکومتیں قائم تھیں۔ ان بادشاہوں کی طاقت و قوت کا انحصار ان نوابوں اور جاگیرداروں پر تھا جو زمین کے بڑے بڑے ٹکڑوں پر قابض تھے اور ان ٹکڑوں میں اپنے اپنے قلعے رکھتے تھے۔ بعض خطوں میں چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں بھی قائم ہوئیں جو اپنا انتظام پنچایتی طریق سے کرتی تھیں۔ بعض ریاستیں کسی ڈیوک یا پرنس کے زیر اثر ہوتی تھیں اور بعض ایسی بھی تھیں جو بادشاہوں اور نوابوں کو دور ہی سے سلام کرنے پر اکتفا کر لیتی تھیں۔ چھوٹے بڑے نواب اپنی اپنی جاگیروں میں اختیارات مطلقہ کے مالک ہوا کرتے تھے اور رعایا کو دبانے اور بادشاہ کی امداد کرنے کے لیے مسلح اشخاص کی جمعیتیں پالتے تھے۔ تمام بادشاہ اور جاگیردار پاپائے اعظم کے دربار کے تابع فرمان سمجھے جاتے تھے اور اس سے خائف رہتے تھے۔ جرمنی کا بادشاہ فریڈرک دوم (۱۲۱۲ء سے ۱۲۵۰ء تک) پہلا دنیوی حکمران تھا جس نے پاپائی اقتدار سے بے اعتنائی کا برتاؤ کیا۔ ازاں بعد دوسرے بادشاہ بھی پوپ کو دھتا بتانے لگے۔ تاآنکہ ۱۳۰۳ء میں فرانس کے ایک بادشاہ نے پاپائے اعظم کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا اور اس کی جگہ ایک فرانسیسی پادری کو پوپ بنا کر اپنے ملک میں نیا پاپائی دربار قائم کر دیا۔ اس دور کا ایک اہم سیاسی واقعہ انگلستان کے بادشاہ جان کا

وہ فرمان اعظم (میگنا چارٹا) ہے جو اس ملک کے امیروں اور نوابوں نے ۱۲۱۵ء میں اپنے جاگیردارانہ حقوق کے دائمی تحفظ کے متعلق بجبر حاصل کیا ۔ یہی فرمان اعظم بعد میں چل کر پارلیمنٹری طرز حکومت اور انگلستان کے دستور و آئین کا سنگ بنیاد ثابت ہوا ۔ اس کی بدولت انگلستان میں بادشاہوں کے اختیارات محدود اور امراء کے حقوق محفوظ ہو گئے ۔ اس فرمان کی رو سے انگلستان کی پارلیمنٹ میں بادشاہ ، امراء اور چرچ کے نمائندوں کے علاوہ ملک کے مختلف حلقوں کے دو دو نمائندے بھی شامل ہونے لگے ۔ ان نمائندوں کو جائداد رکھنے والے اشخاص منتخب کرکے بھیجتے تھے ۔ مدعا یہ تھا کہ وہ ٹیکس لگا‌نے کے معاملہ میں بادشاہ کو مشورہ دیا کریں ۔ اس طرح ۱۲۶۵ء میں برطانی پارلیمنٹ کے ایوان عام کی داغ بیل ڈالی گئی ۔

روس کی عیسائی سلطنت کا ظہور

اس دور کا ایک اور اہم سیاسی واقعہ زار روس کی نئی سلطنت کا ظہور ہے ۔ جس پر پہلے اردوئے زریں والے مغل خان حکومت کرتے تھے ۔ اس وسیع میدانی علاقہ کے جسے اب یورپی روس کہا جاتا ہے نواب اور جاگیردار اردوئے زریں والے خان اعظم کو خراج ادا کیا کرتے تھے ۔ قازان ' کیف ' ماسکو وغیرہ میں نارمن قوم کے جاگیردار متمکن تھے اور یورپی روس کے جنوبی اقطاع میں قازق یا کاسک نسل کے خانہ بدوش عیسائی قبیلے جاگزیں تھے جو پرانے سیتھینئوں ، سلافیوں اور مغلوں وغیرہ کی نسل سے تھے ۔ اردوئے زریں کے خوانین مسلمان تھے جو روس کے نوابوں اور جاگیرداروں سے محض خراج لینے پر اکتفا کرتے تھے ۔ ۱۳۶۹ء میں امیر تیمور کی طوفانی یلغار نے قبچاق کے اردوئے زریں والے خان کے اقتدار کو بہت نقصان پہنچایا ۔ اور ان کی طاقت بہت کچھ کم ہو گئی ۔ روس کے جاگیرداروں پر خان کا رعب کم ہو گیا ۔ تاہم پندرھویں صدی مسیحی کے وسط تک یہی حالت قائم رہی ۔ اردوئے زریں کے خان عیسائیوں کے ساتھ بہت رواداری سے پیش آتے تھے انہوں نے گرجاؤں اور خانقاہوں کو خراج سے مستثنٰی قرار دے رکھا تھا ۔

خوانین کی اس رواداری کے باعث روس میں پرانے یونانی کلیسائی نظام کو بہت تقویت حاصل ہوئی - اور اس طرح ایک جداگانہ روسی کلیسائی نظام کی بنیادیں استوار ہونے لگیں - ۱۳۶۲ء میں ماسکو کا بڑا ڈیوک (لواب آئی ون) سویم نامی ایک جری اور باہمت شخص مقرر ہوا - اس ڈیوک نے ۱۴۷۲ء میں قسطنطنیہ کے بازنطینی شاہی خاندان کی ایک شہزادی سے شادی کی ، جس کے اقتدار کا ستارہ ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں غروب ہو چکا تھا - اس شادی کے باعث آئی ون سویم اپنے آپ کو بازنطینی قیصریت کا وارث سمجھنے لگا اور اس نے بازنطینی قیصروں کا نشان اپنا لیا - اس ڈیوک نے اردوئے زریں کے خان کو کمزور پا کر ۱۴۸۰ء میں خراج دینے سے انکار کر دیا - خود روس کا خود مختار فرمانروا بن بیٹھا اور اپنے لیے زار یعنی قیصر کا لقب اختیار کر لیا - ۱۵۰۰ء میں آئی ون سویم زار روس نے نوو وگراڈ کی شمالی نارمن جمہوری ریاست کو فتح کرکے اپنی سلطنت کو بحیرہ اسود سے لے کر بحیرہ بالٹک تک وسعت دی -

اس دور کے اواخر میں یورپ کی تمدنی کیفیات میں بھی کچھ بہتری کے آثار پیدا ہونے لگے - شہر اور قصبے آباد ہوئے - تجارت پھلنے پھولنے لگی - قانون اور رواج قائم ہوا - گاتھک طرز کی خوبصورت عمارتیں تعمیر ہونے لگیں - امراء کا طبقہ حکمرانی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا تھا عوام کی اقتصادی حالت اچھی نہ تھی اس لیے ان میں طالع آزمائی کا شوق بہت ترقی پذیر رہا - مختلف ملکوں میں نوابوں اور جاگیرداروں کے خلاف کسانوں کی شورشیں رونما ہوئیں جن کو عسکری قوت سے دبا دیا گیا -

اہل فرنگ کی بحری مہمیں

پندھورہں صدی مسیحی کے آغاز میں مشرق ادنیٰ اور بلقان کے ملکوں پر عثمانی ترک اپنے تسلط و اقتدار کے قدم جما رہے تھے - تاہم قسطنطنیہ کا شہر قدیم بازنطینی قیصروں کی راجدھانی ہونے کے باعث مشرق و مغرب کی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا - جہاں یورپ اور ایشیا کے

تاجر اپنے اپنے مالوں کا تبادلہ کرتے تھے۔ ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے قیصریت کا خاتمہ کر دیا۔ ہرچند ترک حکمران اپنے عیسائی مفتوحین کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آئے لیکن بازنطینی قیصریت کے ختم ہو جانے کے باعث مسیحی یورپ میں ان کے خلاف نفرت و عناد کا جذبہ بہت ترقی کر گیا۔ اور یورپ کے تاجروں نے قسطنطنیہ کی تجارتی منڈی کا مقاطعہ کر دیا۔ مشرق ادنیٰ میں مسلمان ترکوں کے عروج و اقتدار کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنیوا، ہسپانیہ اور پرتگال کی بحری تجارت کے بڑے بڑے مرکزوں نے نئی نئی منڈیوں کی تلاش شروع کر دی۔ بحیرہ روم میں ترکی بیڑے کے طاقتور ہونے کے باعث متذکرہ صدر تجارتی مرکزوں کے تاجروں اور ملاحوں نے مشرق کے بجائے مغرب کی طرف تجارتی سفر شروع کر دیئے اور قدیم زمانے کے فینقی تاجروں کی طرح ان کے جہاز افریقہ کے مغربی ساحل اور یورپ کے مغربی اور شمالی ساحلوں کو کھنگالنے لگے۔ بحر اوقیانوس اور بحر شمالی میں انہیں بادبانی جہاز استعمال کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔ اصطرلاب یعنی کمپاس کا استعمال وہ بغداد اور اندلسیہ کے عربوں سے سیکھ چکے تھے۔ دور نہضت (۹۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک) میں عربوں کے زیر اقتدار رہنے اور ان سے راہ و رسم رکھنے کے باعث ہسپانیہ اور اٹلی کے لوگوں میں علمی تحقیقات کا ذوق بھی پیدا ہو چکا تھا۔ عربوں کی بہت سی علمی دریافتیں اور ایجادیں اندلسیہ کی اسلامی خلافت کے زوال کے بعد اہل فرنگ کے ہاتھ لگ چکی تھیں۔ یورپ کی اقتصادی اور معاشرتی مشکلات نے اہل فرنگ میں طالع آزمائی کا اضطراری جوش پیدا کر دیا تھا۔ ان وجوہ کی بنا پر جنیوآ، ہسپانیہ اور پرتگال کے تاجر ملاحوں نے بڑی بڑی بحری مہمیں اختیار کیں۔ ناروے کے ہنسا تاجر بھی بادبانی جہاز لے کر آئیس لینڈ تک جانے لگے اور آئیس لینڈ کے نارمن باشندے گرین لینڈ تک آمد و رفت رکھتے تھے۔ بعض طالع آزما اس سے بھی آگے جا کر ون لینڈ (شمالی امریکہ) تک پہنچے اور یہ رپورٹ لائے کہ وہاں کا موسم خوشگوار ہے۔ اسی طرح پرتگیزی ملاحوں نے ۱۴۳۴ء میں افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ راس الورد تک بحری سفر کیا۔ کناری، مدیرا اور ازورس کے جزیرے دریافت کیے جو افریقہ کے

مغربی ساحل سے بادبانی جہازوں کی چند روزہ مسافت پر واقع تھے- ۱۴۸۶ء میں ایک پرتگیزی ملاح دیاز نامی نے اپنے بادشاہ کے دربار میں رپورٹ پیش کی کہ وہ افریقہ کے جنوبی سرے کو دیکھ کر آیا ہے - اٹلی ہسپانیہ اور پرتگال کے بحری تاجر ہندوستان اور چین کے ساتھ قدیم تجارتی راستہ کے مسدود ہو جانے کو بہت بری طرح محسوس کرتے تھے - اس لیے ان کی محفلوں میں ہندوستان تک پہنچنے کے لئے راستوں کی دریافت کے متعلق بہت چرچا رہتا تھا - ایک ہسپانوی ملاح کولمبس نامی نے شاہ ہسپانیہ کے دربار میں اس مضمون کی عرضی پیش کی کہ اگر اسے آٹھ نو بادبانی جہاز مل جائیں تو وہ مغرب کی طرف سفر کرکے ہندوستان تک پہنچنے کی مہم اختیار کرنے کے لیے آمادہ ہے - کولمبس کہتا تھا کہ جب زمین گیند کی طرح گول ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مغرب کی طرف سفر کر کے ہندوستان تک پہنچنا ممکن نہ ہو - شاہ ہسپانیہ کے دربار نے کولمبس کی امداد کی ہامی بھر لی اور کولمبس ۱۴۹۲ء میں دو یا تین بادبانی جہاز لے کر بحر ظلمات (اوقیانوس) کے نامعلوم سمندروں میں مغرب کی طرف چل کھڑا ہوا - دو ماہ کے سفر میں انہیں پانی کے سوا اور کوئی شے نظر نہ آئی کولمبس کے ساتھی ملاح گھبرا گئے - لیکن سفر کو جاری رکھنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا - چند دن کے مزید سفر کے بعد انہیں فضا میں کچھ پرندے اڑتے ہوئے دکھائی دیئے اور ان کی ڈھارس بندی - پھر تیشے چھلا ہوا بانس سمندر کے پانی میں تیرتا ہؤا نظر آیا جس سے انہیں یقین ہو گیا کہ وہ کسی ایسی سرزمین کے قریب پہنچ گئے ہیں جہاں انسان بستے ہیں - ۱۱ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو دو ماہ نو دن کے سفر کے بعد انہیں رات کے وقت روشنی نظر آئی اور ۱۲ اکتوبر کی صبح کو خشکی دکھائی دی - کولمبس کے جہاز اس خشکی پر لنگر انداز ہو گئے - یہ نئی دنیا یعنی براعظم امریکہ کے مشرق سمندروں کا ایک جزیرہ تھا - جسے کولمبس نے ہندوستان کے مغربی سمندروں کا ٹاپو خیال کیا - اس جزیرے کے قریب اور بھی بہت سے جزائر تھے - کولمبس نے ان سب کا نام جزائر غرب‌الہند قرار دیا - کولمبس اس کامیاب سفر کے بعد خوش بخوش واپس لوٹا - اہل ہسپانیہ کو خبر دی کہ بحرظلمات (اوقیانوس) کے اس پار نئی دنیا موجود ہے - اس

کامیابی نے ھسپانیہ والوں کے حوصلے بہت بڑھا دیے - چنانچہ ۱۴۹۳ء میں کولمبس ۱۷ جہازوں اور پندرہ سو آدمیوں کی دوسری بڑی مہم لے کر نئی دنیا کی طرف روانہ ھوا - اس کے بعد ھسپانیہ کے لوگ بادبانی جہاز بنا بنا کر نئی دنیا پر ٹوٹ پڑے - نئے نئے ملک اور نئے نئے جزیرے دریافت کرنے کا شوق ترق کرتا گیا اور فرنگستان سے امریکہ کی طرف نقل مکانی کرنے کی تحریک عام ھو گئی -

ھسپانیہ والوں کی طالع آزمائی سے متاثر ھو کر ۱۴۹۷ء میں ایک پرتگیزی ملاح واسکو ڈے گاما افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ چکر کاٹتا ھوا راس امید سے گھوم کر زنجبار پہنچا اور زنجبار سے ایک عرب ملاح کو بدرقہ بنا کر مشرق کی طرف چلا تو سیدھا کالی کٹ پہنچ گیا جو جنوبی ھند کے مغربی ساحل کی ایک مشہور بندرگاہ ھے - واسکو ڈے گاما نے کالی کٹ میں ملیبار کے راجا زمیورن کے دربار میں پیش ھو کر تجارتی آمد و رفت کی اجازت حاصل کی - اس طرح ھندوستان کے دروازے اھل فرنگ پر کھل گئے جسے وہ سونا ، ریشم ، گنا اور انواع و اقسام کی دوسری نادر پیدا وارین اگلنے والی زمین سنا کرتے تھے -

دور جمود کی تین صدیاں

۱۲۰۰ء سے لے کر ۱۵۰۰ء تک کے سہ صد سالہ دور میں اگرچہ مشرق و مغرب میں مختلف اقوام کی حرکت و جنبش کے بڑے بڑے واقعات پیش آئے اور نوع انسانی کی آبادیاں کئی قسم کے سیاسی اور معاشرتی تغیرات کا شکار ہوتی رہیں لیکن اس دور میں اقوم عالم کے کسی طبقہ نے علمی حیثیت سے نہ تو کوئی نیا اور نمایاں انکشاف کیا اور نہ تمدنی اعتبار سے کوئی غیر معمولی تبدیلی وقوع پذیر ہوئی - دور نہضت کی علمی ترقیات اور فنی تحصیلات نے انسان کی معیشت کے معیار اور اس کے تمدن کی سطح کو جس حد تک بلند کر دیا تھا ، اس دور میں اس سے آگے کسی قوم نے بہت کم ترقی کی - صرف اتنا ہوا کہ دور نہضت کی علمی اور فنی تحصیلات دور و دراز کے ملکوں میں عام ہوتی گئیں اور پندرھویں صدی مسیحی میں یورپ کے باشندے بھی علم و تمدن کی اس سطح پر پہنچ گئے جس پر اهل مشرق ان سے صدیوں پہلے پہنچ چکے تھے - عربوں کے تمدن کا ایک بڑا مرکز جو ھسپانیہ میں تھا تیرھویں صدی مسیحی کے آخر میں یورپ کے جاهل عیسائیوں کے هاتھوں کاملاً تاراج ھو گیا اور دوسرے بڑے مرکز کو جو مشرق ادنیٰ کے ملکوں میں تھا بارھویں صدی مسیحی میں اهل فرنگ کی پے درپے صلیبی جنگوں سے سابقہ پڑتا رہا - اس خطہ ارضی کے متمدن اور ترقی یافتہ مسلمان یورپ کے وحشیوں کی یلغاروں کو روکنے میں بہت کچھ کامیاب ہوتے رہے لیکن تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں تاتار اعظم سے چنگیز خانی مغلوں کی جہاں سوز یلغار کا جو طوفان اٹھا ، اسے کسی ایسی جگہ پر روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے جو ان کے شش صد سالہ تمدن کی عمارت کو بچانے کے لیے دیوار اعظم کا کام دیتی - نتیجہ یہ ہوا کہ چنگیزی مغلوں نے جو تاتار کے وحشی تھے - ترکستان ، ایران

عراق ، ایشیائے کوچک اور شام تک مسلمانوں کی متمدن آبادیوں کو تباہ و برباد کر دیا ۔ مسلمانوں کے قتل عام کے باعث لاکھوں ایسے اشخاص اس دنیا سے رخصت ہو گئے جن کے سینے قسما قسم کے علوم کے خزینے اور جن کے دماغ رنگا رنگ کے فنون کے چراغ تھے ۔ چنگیزی مغلوں کی وحشیانہ یلغار سے صرف مصر اور ہندوستان کے متمدن ملک بچ سکے ۔ جن میں سے علمی ترقی کے اعتبار سے مصر کی حالت ہندوستان کی بہ نسبت زیادہ اچھی تھی ۔ ہندوستان میں ترک مسلمان حکومت کرتے تھے جن کے طبائع علمی تفتیش و کاوش کے لیے چنداں موزوں نہیں تھے ۔ تاہم ہندوستان کے ترک غلاموں ، تغلقوں ، خلجیوں اور لودھی پٹھانوں نے علوم و فنون کی پرورش اور سر پرستی میں اپنی طرف سے سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور ہندوستان میں تعمیر خطاطی ، نقش و نگار ، باغبانی اور بوستانی کو بہت ترقی دی ۔ ایران و عراق کے بچے کھچے اہل کمال مصر و ہند پہنچے جن کی بدولت بغداد کے تمدن کی ترقی یافتہ صنعت و حرفت کی یادگاریں دنیا میں باقی رہ گئیں ۔ ہندوستان میں پتھر کی عظیم‌الشان عمارتوں کی تعمیر کا کام پہلے دور ہی سے شروع ہو چکا تھا ۔ اس دور میں بھی بڑی بڑی سنگی عمارتیں تعمیر ہوئیں ۔ ۱۲۰۶ء سے ۱۲۴۰ء تک کے عرصہ میں دھلی کا قطب مینار بنا جس کی بلندی دو سو اٹھاون فٹ ھے ۔ یہ مینار اور اس عہد کی بنی ہوئی بعض دوسری عمارتیں ، مقبرے ، مسجدیں ، مندر اور قلعے وغیرہ آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ھیں ۔ تیرھویں صدی مسیحی میں مغلوں کی یلغار کے باعث ایران اور عراق میں پرانے تمدنی آثار مٹ گئے اور نئی عمارتیں بہت کم تعمیر ہوئیں ۔ مصر کے مملوکوں اور عثمانی ترکوں نے اپنی مملکت میں بعض شاندار مسجدیں اور مقبرے تعمیر کرائے ۔ یورپ میں بھی تعمیر کا فن اس دور میں بہت ترقی کر گیا ۔ اور بڑے بڑے محلات ایوان سنگی قلعے اور گرجے بننے لگے ۔

چودھویں صدی مسیحی میں چین اور ایران کے مغل حکمران بھی متمدن ہو گئے ۔ چین کے خاقان اعظم کبلائی خان کا دربار مشرق و مغرب کے ارباب کمال کا مرجع بن گیا تھا ۔ جس کے باعث چینی تمدن کو بہت فروغ حاصل

ہوا - چین خوش قسمتی سے اس تباہی اور بربادی سے بچ گیا تھا جو مغلوں کے ہاتھوں ایران و عراق کو پیش آئی کیونکہ مغلوں کی بڑی پارلیمنٹ میں چین کے شہروں کو تباہ کرنے کی تجویز منظور ہوتے ہوتے رہ گئی تھی -

اس دور میں دنیا بھر کا معاشرتی نظام جاگیردارانہ رہا - امرا اور خوانین بڑی بڑی جاگیروں کے مالک ہوتے تھے جو کسانوں سے لگان وصول کرتے تھے - یہ امرا خوانین اور نواب اپنی اپنی مسلح جمعیتیں رکھتے تھے اور قومی جنگ کے وقت اپنے لشکر لے کر شامل ہوتے تھے اور اپنے بادشاہ کی امداد کرتے تھے - اہل حرفت نقدی یا جنس کی صورت میں اپنی محنتوں کا حصہ وصول کرتے تھے - ارباب کمال نوابوں ، خانوں ، امیروں اور بادشاہوں کے دربار میں رہتے اور گرانقدر وظیفے پاتے تھے - تجارت بہت پہلے سے عالمگیر حیثیت اختیار کر چکی تھی جسے اس عہد میں تاتاری مغلوں کی وسیع سلطنت کے باعث بہت فروغ حاصل ہوا - چین کے شہروں سے لے کر وسطی یورپ تک تجارتی شاہراہ قائم ہو گئی جس پر قافلے چلتے تھے - چین ، ہندوستان ، ایران ، عراق اور یورپ میں بادشاہوں نے تجارتی ترقی اور آمد و رفت کی سہولت کے لیے لمبی لمبی سڑکیں تعمیر کرائیں - زراعت کی ترقی کے لیے نہریں کھدوائیں - دریاؤں پر پل تعمیر کرائے - غرض رفاہیت عامہ کے کاموں کی طرف اس دور کے حکمران خاصی توجہ مبذول کرنے لگے تھے - ایران ، ہندوستان اور چین میں شعرا اور ادبا کی سرگرمیوں نے کافی عروج حاصل کیا - فارسی اور چینی زبانوں کے لٹریچر میں بہت قابل قدر اضافہ ہوا - اس دور میں اہل مشرق کے رؤسا ، امرا ، شرفا اور سلاطین کی توجہ زیادہ تر باغبانی ، خطاطی ، نقش و نگار ، بوستانی عمارات کی تعمیر ، شکار ، سیاست ، شعر خوانی کے مشاغل کی طرف مبذول رہی - موسیقی اور رقص کے فنون نے بھی بہت ترقی کی -

اس دور میں مذہب اسلام کی اشاعت بہت زوروں پر رہی - حالانکہ مسلمانوں پر صلیبی جنگوں اور مغلوں کی یلغاروں ایسی جہاں سوز آفتیں نازل ہوتی رہیں - دور نہضت میں عربوں کے بعد ایرانیوں ، ترکوں اور شمالی افریقہ کے باشندوں نے دین اسلام اختیار کیا تھا - اس دور میں

وہی مغل اور تاتاری حلقہ بگوش اسلام ہو گئے جنھوں نے اپنے عروج کے آغاز میں نہ صرف مسلمانوں کے تمدن کو برباد کر دیا تھا بلکہ ترکستان ، ایران اور عراق و شام میں مسلمانوں کا قتل عام کرکے اسلامی آبادیوں کو خون کا غسل دیا تھا ۔ اس دور میں مذہب اسلام کی اشاعت تاتار ، چین اور مشرق بعید کے ملکوں تک جاگزیں ہو گئی ۔ قبچاق اور جنوب مشرق روس کے اردوئے زریں کے سردار برکہ خان ، ہلاکو خان کے پڑپوتے غازان اور امیر تیمور نے مغلوں کو مسلمان بنانے میں بہت جد و جہد کی ۔ غرض عرب و عجم کے جو مسلمان جنگ کے میدان میں مغلوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہ گئے تھے انھوں نے ڈیڑھ دو سو سال کے عرصہ میں مغلوں کی روحوں کو فتح کرکے انھیں دین اسلام کا خادم بنا لیا ۔ مذہب اسلام کی اس اشاعت کے لیے اس دور کے عالموں اور صوفیوں کی سرگرمیاں ذمہ دار ہیں جو مغلوں کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد مسلمانوں میں بہت ترقی پذیر ہوئیں ۔ اسلامی تصوف کا مقصد و مدعا انسان کے وجدان کی ایسی تربیت کرنا قرار پایا جس سے انسان اپنے دنیوی فرائض کو کما حقہ ادا کرتے ہوئے خدا سے لو لگائے رکھے اور اسرار قدرت کا عرفان حاصل کرتا چلا جائے ۔ اس لیے مسلمان صوفی بدھ مت کے بھکشوؤں ، ہندو جوگیوں اور سادھوؤں اور عیسائی راہبوں کی طرح دنیا اور اس کے علایق کو ترک نہیں کرتے تھے ، اور نہ ایسا کرنے کی تلقین کرتے تھے ۔ اسلام کے علاوہ اس دور میں عیسائیت ، بدھ مت اور ہندو دھرم کے پیرو بھی یورپ ، چین اور ہندوستان میں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں موجود تھے ۔ البتہ زرتشتیوں ، مانی کے پیروؤں اور یہودیوں کی تعداد بہت کم ہو گئی ۔ اس دور میں ہر جگہ کے لوگ مذہبیت کی طرف بہت زیادہ مائل تھے ۔ یورپ اور اسلامی ممالک کی بہت سی سیاسی تحریکیں مذہبی جذبات و خیالات کی بنا پر چلائی گئیں ۔ جن میں اہل فرنگ کی صلیبی جنگیں اور مسلمانوں میں شمالی افریقہ کے مرابطیوں ، موحدوں ، مصر کے فاطمیوں ، ایران کے باطنیوں وغیرہ کی تحریکیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ فرنگستان کے عیسائیوں میں پاپائے اعظم کو روحانی اور

مذہبی پیشوا ہونے کی جو حیثیت حاصل تھی وہی آہستہ آہستہ مسلمانوں میں خلیفۃ المومنین کی بن گئی ۔ اس دور میں دونوں کے دنیوی اور سیاسی اقتدار میں بہت کچھ کمی واقعہ ہو گئی کیونکہ بادشاہوں، نوابوں اور امیروں کے طبایع مطلق العنانی اور خود مختاری کی طرف زیادہ مائل تھے ۔

اس دور کی آخری نصف صدی کی قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اہل مشرق اپنے سیاسی زوال کے باعث غفلت و جمود کی نیند کا شکار ہوتے نظر آنے لگے اور فرنگستان کی آبادیوں میں اضطراب اور بیداری کی لہر بہت نمایاں حیثیت اختیار کرتی نظر آنے لگی ۔ ایشیا کے مسلمان جو دور نہضت میں اپنی علمی اورفنی ترقیوں کا شاندار ریکارڈ قائم کر چکے تھے ، اس دور میں چنگیز خانی مغلوں اور تیموری ترکوں کی یلغاروں کے باعث درماندہ اور پامال ہو کر رہ گئے ۔ آئے دن کے سیاسی تغیرات ، بد امنی اور طوائف الملوکی کے باعث علمی تحقیق و تفتیش کی سرگرمیوں کا بازار سرد پڑ گیا ۔ ہسپانیہ اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں پر یورپ کے عیسائیوں کے ہاتھوں وہی مصیبتیں نازل ہوئیں جو ایشیا کے مسلمانوں پر مغلوں کے ہاتھوں نازل ہوئی تھیں ۔ اس لیے ان کی ترقی خواہانہ سرگرمیاں بھی ماند پڑ گئیں بلکہ فراموشکاری کی نذر ہو گئیں ۔ چین اور ہندوستان کی اصل آبادیاں اس دور میں اجنبی اقوام کی محکوم بنی رہیں ۔ اہل چین مغلوں کے اقتدار کے سائے میں اور اہل ہند، ترکوں اور افغانوں کی حکمرانی کے جوئے کے نیچے چین کی نیند سو گئے ۔ اہل مشرق کی اس حالت کے برعکس اس دور جمود کی آخری نصف صدی میں اہل فرنگ میں بیداری اور ترقی کے لیے اضطراب اور جد و جہد کی لہر پیدا ہوئی ۔ اہل فرنگ جو حضرت انسان کے شعور کی دولت حاصل کرنے کے وقت سے لے کر پندرھویں صدی مسیحی تک ہر اعتبار سے پسماندہ ، وحشی اور جاہل چلے آ رہے تھے ، اس صدی کے آخر میں علوم و فنون حاصل کرنے کے گرویدہ بن گئے ۔ ۱۴۸۰ء میں ماسکو کے جاگیردار آئی ون سویم نے اردوئے زریں کے خان کو خراج دینے سے انکار کرکے زاران روس کی سلطنت کی بنیاد رکھ دی ۔ اس کے بعد ۱۴۹۲ء میں ہسپانیہ کی ملکہ ازبلا نے عرب

مسلمانوں کو ھسپانیہ کی سر زمین سے نکال دیا ۔ اسی سال کولمبس جہاز ران جو شاہ ھسپانیہ کی مدد سے ھندوستان کی راہ تلاش کرنے کے لیے نکلا تھا نئی دنیا (امریکہ) دریافت کرنے میں کامیاب ہو گیا ۔ اور ۱۴۹۷ء میں ایک پرتگیزی ملاح واسکو ڈے گاما نے بر اعظم افریقہ کے گرد چکر کاٹ کر جنوبی ھند تک پہنچنے کا بحری راستہ دریافت کر لیا ۔ یہ واقعات اھل فرنگ کے آئندہ عروج کا پیش خیمہ ثابت ہوئے جس کا حال آنے والے ابواب میں درج کیا جائے گا ۔

اس دور میں جنگ کے ھتھیار اور دوسرے اوزار قریب قریب وھی رہے جو پچھلے دور سے چلے آ رہے تھے ۔ مختلف اقسام کی تلواریں ، خنجر نیزے ، بھالے ، تبر ، کھانڈے ، تیر ، کلہاڑیاں جنگ کے میدان میں استعمال ہوتی تھیں ۔ یہ اسلحہ لوھے سے بنائے جاتے تھے ۔ خام لوھے سے اعلی قسم کا فولاد اور اسپات بنانے کا ھنر دور نہضت ھی میں اپنی معراج کمال کو پہنچایا جا چکا تھا ۔ انسانی ضروریات و استعمال کے دوسرے اوزار بھی لوھے سے بنائے جاتے تھے ۔ بعض مورخین کی روایات سے معلوم ہوتا ھے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے تیسری صلیبی جنگ ۱۱۸۶ء سے ۱۱۹۴ء تک) میں بارود سے بنے ہوئے پٹاخے اور گولے استعمال کئے تھے ۔ ازاں بعد چنگیز خانی مغلوں نے چینی کاریگروں کی مدد سے بارود کو جنگی ضروریات کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ۔ لیکن یہ استعمال دور جمود کے آخر تک اتنا عام نہیں ہوا تھا کہ جنگ کے نتائج پر اثر انداز ہو سکتا ۔ اس دور میں لڑائی کے طریقوں میں بہت کچھ تبدیلیاں آ گئیں ۔ زمانہ شجاعت کی مبارزتی لڑائیوں کا رواج کم ہوتا چلا گیا اور عسکری تنظیم ، افواج کی صف بندی اور حملوں کے ڈھنگ میں بہت کچھ اصلاحات رونما ہونے لگیں ۔ از بس کہ اس دور میں نوع انسانی نے کسی لحاظ سے بھی کوئی خاص اور نمایاں ترقی نہ کی اس لیے ھم نے اس دور کا نام دور جمود تجویز کیا ھے ۔

بارھواں باب

بارود کا زمانہ (۱) دور استعمار

(۱۵۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک)

فرنگی اقوام کا خروج - قدیم امریکی تمدن - وسطی امریکہ - میکسیکو اور پیرو کے پرانے آثار - پتھر کے ھتھیاروں اور بارودی تفنگوں کا مقابلہ - اھل فرنگ کی استعماری سرگرمیاں - چین ، جاپان اور شرق الهند - شرق الهند اور بحرالکاھل کا قدیم تمدن - ھندوستان میں تیموری ترک - (مغلیہ خاندان) ایران اور افغانستان میں نئی بادشاھیوں کا ظہور - مشرق ادنیٰ میں عثمانی ترکوں کی خلافت - یورپ میں شاندار بادشاھیاں اور پیہم لڑائیاں - امریکہ کی جنگ آزادی - فرانس کا انقلاب - علمی اور فنی ترقیاں - معاشرتی تبدیلیاں - فکری تحریکیں -

فرنگیوں کا خروج

فرنگستان (یورپ) کے باشندوں میں جو صدیوں سے نیم وحشیانہ مذہبی اور غیر متمدن زندگی بسر کرتے چلے آ رہے تھے ۔ گیارھویں صدی مسیحی کے اواخر اور بارھویں صدی مسیحی کے آغاز میں اس طالع آزمایانہ اضطراب کی علامات ظاہر ہونے لگی تھیں جو قوموں کو دوسرے ملکوں کی فتح و تسخیر کے لیے ابھارتا اور تاریخی انقلابات کا موجب بنتا رہا ہے ۔ اس دور میں اقوام فرنگ نے اقتصادی مشکلات سے متاثر اور مذہبی جوش کے جذبے سے سرشار ہو کر مشرق ادنٰی کے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کی ایک طویل اور مسلسل معرکہ آرائی شروع کر دی ۔ جس کا حال ہم اپنی جگہ پر بیان کر آئے ہیں ۔ ۱۰۵۰ء سے لیکر ۱۲۵۰ء تک دو سو سال کے عرصے میں اہل فرنگ نے مشرق ادنٰی کی راہ سے ایشیا پر چڑھائی کرنے کے لیے بار بار اور لگاتار کوششیں کیں لیکن طاقتور اسلامی تمدن کی دیوار میں شگاف ڈال کر آگے بڑھنے کے لیے راستہ نکالنے کے مقصد میں انہیں ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ۔ اس کے بعد یورپ کے لوگ دو صدیوں کے لیے تھک ہار کر بیٹھ گئے ۔ ان دو صدیوں میں اہل فرنگ کی عملی قوتیں زیادہ تر اپنے داخلی امور اور اندورنی تحریکات میں صرف ہوتی رہیں جو مذہبی اصلاح ، معاشرتی اضطراب اور اقتصادی مشکلات کے باعث پیدا ہونے والے حالات کا نتیجہ تھیں ۔ یہ دور اہل فرنگ کی فکری اور عملی قوتوں کی ابتدائی بیداری کا زمانہ ہے جس میں وہ پاپائی عیسائیت کے قائم کئے ہوئے صدیوں کے جمود کو توڑ کر علم و فن حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہونے لگے ۔ پندرھویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں جب روس میں اردوئے زریں کے خوانین کی طاقت فرسودہ

ہونے لگی اور ہسپانیہ میں عرب مسلمانوں کی قوتیں زوال پذیر ہوئیں تو یورپ کے مشرق میں زار روس کی سلطنت اور مغرب میں شاہ ہسپانیہ کی بادشاہت قائم ہو گئی ۔ ان دو نئی طاقتوں کا قیام اہل فرنگ کے سیاسی اقتدار کے لیے بہت تقویت کا موجب ثابت ہوا جسے ہم دور زیر تبصرہ میں کرہ ارضی کے دور و دراز گوشوں تک ہاتھ پھیلاتا ہوا دیکھیں گے ۔ اہل فرنگ کے سیاسی عروج کو جس چیز نے غیر معمولی طریق سے ترقی دی وہ نئی دنیا یعنی براعظم امریکہ کی دریافت تھی جسے کولمبس جہاز ران نے بحر ظلمات میں ٹامک ٹوئیے مارتے ہوئے محض حسن اتفاق سے پا لیا تھا ۔ کولمبس جس خشکی کو محض ایک ٹاپو سمجھا تھا وہ امریکہ ایسے طویل و عریض دو براعظموں کی بیرونی چوکی ثابت ہوا ۔ کولمبس کو بحر ظلمات کے تیرہ و تار پانیوں میں اتفاق سے پتھر کی جو چٹان مل گئی وہ اہل فرنگ کو سونے کے پہاڑ کی طرف رہنمائی کرنے کا سنگ میل ثابت ہوئی ۔ یہ حسن اتفاق اہل فرنگ کو آیندہ صدیوں میں مشرق و مغرب کا عالمگیر حکمران بنانے پر منتج ہوا ۔ فرنگیوں کے عروج کی داستان لکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ قدیم امریکیوں کے حالات و کوایف بیان کر دیئے جائیں کیونکہ اس گم شدہ دنیا کا حال گزشتہ ابواب میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں ہوا ۔

قدیم امریکیوں کا تمدن اور ان کی تاریخ

(پچیس ہزار سال قبل مسیح سے ۱۵۰۰ء تک)

امریکہ کی سر زمین میں انسان کی موجودگی کا سراغ ان بھاری بھر کم جانوروں کے پتھرائے ہوئے پنجروں کے ساتھ ملتا ہے - جو بھولے بسرے زمانوں میں اس خطے میں زندگی بسر کر رہے تھے ، لیکن جن کی نسلیں طبعی حالات کی تبدیلیوں کے باعث معدوم ہو گئیں - امریکہ کی نباتی اور حیوانی موجودات پرانی دنیا کی نباتات اور حیوانات سے بہت مختلف تھی - یہ تفاوت اس فرق سے کسی قدر زیادہ نمایاں اور ممتاز تھا جو پرانی دنیا میں افریقہ ، وسط ایشیا اور یوریشیا کے شمالی میدان اعظم کی نباتی اور حیوانی پیداوار میں ترقی پذیر ہوا - قدیم امریکیوں کی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ان کی نسل سے پہلے امریکہ میں بڑے تنومند تند خو اور بدرجۂ غایت خونخوار لوگ آباد تھے ، جنھوں نے امریکہ کے جنگلوں سے قوی ہیکل اور کوہ پیکر درندوں اور جانوروں کا قصہ پاک کیا - بحر حال آثار و قرائن ظاہر کر رہے ہیں کہ قدیم امریکیوں کے آبا و اجداد جن کو فرنگیوں نے "سرخ ہندیوں" کا نام دے رکھا ہے خاکنائے بیرنگ کی راہ سے جو آجکل آبنائے بیرنگ ہے سائبیریا سے ایلاسکا میں اس دور میں داخل ہوئے ہوں گے جب حقیقی انسان کی جمعتیں شکار کے جانوروں کے پیچھے پیچھے کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں میں پھیل رہی تھیں - یہ عمل غالباً ہزاروں سال جاری رہا - تاآں کہ طبعی تبدیلیوں نے خاکنائے بیرنگ کو آبنائے بنا دیا - اور امریکہ کی سر زمین ایشیا سے الگ ہوگئی - امریکہ کے انسان جو شکاری زندگی کے دور میں وہاں پہنچے تھے ان تمدنی تبدیلیوں سے بے خبر اور الگ پڑے زندگی گزارتے رہے جو پرانی دنیا میں انسان کی طرز بود و ماند کو ایک قالب سے

دوسرے قالب میں ڈھالنے لگی تھیں ۔ بعد کے ادوار میں جب پرانی دنیا کا انسان کشتی کے ذریعے پانیوں کو عبور کرنے لگا تو بعض طالع آزما جمعیتیں وقتاً فوقتاً امریکہ کے ساحلوں تک بھی پہنچتی رہیں - جن کے اثرات و نقوش امریکہ کی سر زمین اور سرخ ہندیوں کے تمدن کے چہرے پر اب بھی پہچانے جا سکتے ہیں - گویا ہسپانوی کولمبس سے پہلے پرانی دنیا کے کئی ''کولمبس'' اس سر زمین تک پہنچے ۔ جن کے نام زمانے کی فراموش کاری کی نذر ہو چکے ہیں ۔

پتھر کے ہتھیار برتنے والے ابتدائی سنگی دور کے شکاری انسانوں کے علاوہ جن کی ٹولیاں شاید آج بھی امریکہ کے دور افتادہ گوشوں میں موجود ہوں امریکہ کی سر زمین میں سمندروں ، دریاؤں اور جھیلوں کے کناروں پر ایسے لوگوں کی بستیوں کے آثار بھی ملتے ہیں جو مچھلیوں اور دریائی جانوروں کے شکار پر بسر اوقات کرتے تھے ۔

شمالی امریکہ کے میدانی علاقوں میں جو بڑے بڑے دریاؤں سے سیراب ہوتے ہیں ، جدید سنگی دور کے آباد کاروں کے آثار ملتے ہیں ، جو مٹی کے ٹیلے بناتے تھے - یہ ٹیلے مختلف مقاصد کے لیے بنائے جاتے تھے - ان ٹیلوں کے بچے کھچے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بعض ٹیلوں پر سرداروں کے جھونپڑے اور گھر بنائے جاتے تھے ۔ بعض بستیوں کی حفاظتی فصیل کا کام دیتے ہیں ۔ بعض پر مندر تعمیر کیے جاتے تھے ۔ بعض پر قربانیاں دی جاتی تھیں اور بعض کے نیچے مردے دفن کیے جاتے تھے ۔ بعض ایسے ٹیلے بھی ہیں جو مختلف جانوروں کی شکل پر بنائے گئے ہیں - یہ ٹیلے غالباً قبیلوی نشان ظاہر کرتے ہیں کیونکہ امریکی اقوام میں ہر قبیلہ اپنے کو کسی خاص جانور سے مختص قرار دیتا ہے اور اس جانور کو اپنا قومی نشان سمجھتا ہے ۔ یہ آباد کار مساحت اور پیمائش کے ابتدائی اصولوں سے واقف تھے ۔ زاویہ قائمہ بنا سکتے تھے ۔ مٹی کے برتن آگ میں پکاتے تھے لیکن کمہار کا چاک استعمال کرنے کا فن نہیں جانتے تھے - مٹی کے برتن جو ہاتھ سے بنائے جاتے تھے ۔ دستکاری کے بہت اعلیٰ اور نادر نمونے تھے ۔ برتن بالخصوص گھڑے ، پیالے اور حقے ، مختلف جانوروں کی

شکلوں کے بنائے جاتے تھے - یہ لوگ اپنے مردوں کو احتیاط سے دفن کرتے تھے - ان کے لیے برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں ڈال کر ساتھ دفن کر دیتے تھے - ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے مردوں کو جلاتے تھے اور ان کی راکھ اور ھڈیاں برتنوں میں ڈال کر دفن کر دیتے تھے - منکوں ، گھونگوں ، پتھر اور لکڑی کے دانوں وغیرہ کو جن پر تانبے کا خول چڑھایا جاتا تھا ، زیورات کے طور پر استعمال کرتے تھے - یہ لوگ غالباً زراعت کار تھے - اور مکی ، آلو ، کپاس اور دالوں وغیرہ کی کاشت کرتے تھے - ان آثار سے ان لوگوں کے صرف اسی قدر حالات معلوم ہو سکے ہیں - اندازہ لگایا گیا ھے کہ اب سے دو ہزار سال پہلے یعنی ولادت مسیح کے قریب یہ تمدن شمالی امریکہ میں عام تھا - اور نہ معلوم کتنی صدیوں سے چلا آرھا تھا - ازاں بعد آھستہ آھستہ معدوم ھوتا چلا گیا - معلوم ھوتا ھے کہ اس تمدن کے علم بردار کسی دوسری نسل کے لوگ تھے جن کو وحشی قبائل نے تاراج کو دیا اور ان کی جگہ خود لے کر زراعت کار بن گئے - دیہات بسا کر زندگی بسر کرنے لگے - ۱۵۰۰ء کے بعد سولھویں صدی مسیحی میں جب فرنگی اس ملک میں داخل ھوئے تو قدیم امریکی یعنی سرخ ھندی ایسے دیہات میں رھتے تھے - جو شہد کی مکھیوں کے چھتے کی مانند بنائے جاتے تھے -

شمالی امریکہ کے پہاڑی علاقوں اور کوھستان کی وادیوں میں ایسے گھروں کے آثار بھی ملتے ھیں جو بہت اونچی اونچی چٹانوں پر بنائے جاتے تھے - یہ گھر پتھروں سے تعمیر کیے جاتے تھے - اور ان کی بستیوں کے آثار میں بعض ایسی عمارتیں بھی ملتی ھیں جو چاروں طرف سے بند ھیں - خیال کیا جاتا ھے کہ یہ عمارتیں ان لوگوں کے آتشکدے تھے - دشوار گذار پہاڑوں میں اونچی اونچی چٹانوں پر گھر بنا کر بسنے والے یہ لوگ آتش پرست ھوں گے - یہ لوگ ٹیلوں والوں کی بہ نسبت مٹی کے برتن بہتر بناتے تھے - چٹانوں پر نقش و نگار کرتے تھے - غالباً تصویری تحریر کے فن سے آگاہ تھے - یہ لوگ وحشی قبائل کے حملوں سے تنگ آ کر یا قحط اور موسمی تبدیلیوں سے مجبور ہو کر اپنے سنگین حصار چھوڑ گئے -

یہ آثاری شہادتیں جو مختلف قسم کی بود و باش رکھنے والے لوگوں کی موجودگی کا پتہ دے رہی ہیں تاریخی حالات بتانے سے قاصر ہیں - تاہم اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس سر زمین میں بھی مختلف درجوں کا تمدن رکھنے والی قومیں پھلی پھولی جنہیں عام طور پر وحشی اقوام کے حملوں سے واسطہ پڑتا رہتا تھا - تمدن اور تاراجی کی قوتیں یہاں بھی اسی طرح بر سر پیکار رہیں جس طرح کہ وہ پرانی دنیا کی تاریخ کا ذخیرہ جمع کرنے میں مصروف تھیں -

وسطی امریکہ میں مایا قوم کا تمدن

میکسیکو اور وسطی امریکہ کے ملکوں میں جو کیلے فورنیا اور خاکنائے پاناما کے درمیان واقعہ ہیں - پتھر کی بنی ہوئی شاندار عمارتوں اور قدیم آبادیوں کے کھنڈر اور آثار بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں جو اس خطے کے کافی ترقی یافتہ تمدن کا پتہ دے رہے ہیں - اس امر کا قوی ثبوت ملتا ہے کہ ان خطوں میں ترقی یافتہ معاشرتی تنظیم کی داغ بیل صدیوں پہلے پڑ چکی تھی - اسی تمدن کے علم برداروں کی اولاد سے فرنگیوں نے ملک اور راج چھینا - اس لیے ان اقطاع کے تاریخی حالات کا سراغ لگانا ایک حد تک ممکن ہے -

وسطی امریکہ کے لوگوں کی قدیم روایات ظاہر کرتی ہیں کہ پہلے ان اقطاع میں غاروں میں رہنے والے یا جھونپڑے بنا کر بسر کرنے والے وحشی لوگ آباد تھے جو شکار پر گزارہ کیا کرتے تھے یا جنگل کی جڑی بوٹی کھاتے تھے - کسی قدیم زمانے میں جس کا اندازہ مایا قوم کے لوگوں کی روایات کے پیش نظر بعض مورخین ایک ہزار ق - م کے لگ بھگ لگاتے ہیں ، دیوتاؤں کا ایک ایلچی ' جس کا نام ووتن تھا سمندر پار کے کسی ملک سے آیا - اس نے وسطی امریکہ کے لوگوں کو بزور بازو مطیع کر کے تہذیب سکھائی اور تمدن کی راہ دکھائی - ووتن کی تعلیم یہ تھی کہ دیوتاؤں کو راضی کرنے کے لیے جانوروں کی قربانی دو ، پھول چڑھاؤ اور عود و لوبان سلگاؤ - اس کی تعلیم میں انسانی قربانی کا نام

تک نہ تھا جو ان قوموں کے درمیان بعد میں بڑے زور شور سے رائج ہو گئی - ووتن کے جانشین اطزامنا پیغمبر نے لوگوں کو چیزوں کے نام رکھنے سکھائے - مکئی بونے اور کھیتی باڑی کے فن کی تعلیم دی اور تحریر کا فن سکھایا -

میکسیکو کے جنوب میں وسطی امریکہ کی جو سر زمینیں ہیں ان میں یہی مایا قوم آباد تھی - اس کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ یہ لوگ بچہ کی پیدائش کے بعد بچے کے سر کو لکڑی کی تختیوں سے باندھ دیا کرتے تھے تاکہ ماتھے کا ابھار دب کر سر کو اوپر کی طرف لمبوترا سا بنا دے - اور ناک اس طرح نظر آنے لگے گویا کسی پرندے کی چونچ ہے - عام لوگوں کی جو اس خطے کے قدیم ترین باشندے تھے صورت یہ تھی - لیکن عمارتوں کے نقوش اور تصاویر سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے حکمران جو مایا تمدن کے حقیقی معمار تھے ، دراز قد ، وجیہہ صورت اور باتمکین لوگ تھے جو اپنے ماتھوں کو چپٹا نہیں کرتے تھے - اور سروں کی شکل کو مصنوعی طریق سے نہیں بگاڑتے تھے - مایا تمدن کی عمارتیں پتھر کی ہیں جن میں حقیقی محراب کہیں نظر نہیں آتی - ان عمارتوں کی دیواروں پر تصویریں کندہ ہیں یا ابھرویں بنائی گئی ہیں - تحریری نقوش بھی موجود ہیں - سنگ تراشی کا فن کافی ترقی یافتہ نظر آتا ہے - ان کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ مایا لوگ ہنر مند تھے جو کاغذ بنانے کا فن بھی جانتے تھے اور پتھروں پر نیز کاغذوں پر تصویری تحریر لکھتے تھے - مایا قوم سورج ، چاند اور ستاروں کی گردشوں کا حساب رکھنے میں بہت ماہر تھی - ان کا کیلنڈر بیس دن کے مہینے ، اٹھارہ مہینوں کے سال اور باون سالوں کے ایک قرن پر مشتمل تھا - شمسی سال کے ۳۶۵ دن پورے کرنے کے لیے وہ پانچ دن کا ایک زائد مہینہ لگا لیتے تھے - ان دنوں کو منحوس سمجھا جاتا تھا - جو حساب موجودہ دور کے مروج فرنگی کیلنڈر میں ہر چوتھے سال فروری کا ایک دن بڑھا کر ٹھیک کیا جاتا ہے وہ مایا کیلنڈر میں ہر باون سال کے قرن کے بعد تیرہ دن بڑھا کر درست کیا جاتا تھا - مایا قوم کا سن جس کی تاریخیں وہ پتھروں پر ثبت کر کے عمارتوں میں نصب کر دیتے تھے چار ساڑھے چار ہزار سال

پہلے کے کسی واقعہ سے شمار کیا جا رہا تھا۔ مایا قوم کے لوگوں نے تاریخی پتھر نصب کرنے کا رواج فرنگیوں کے جانے سے چند صدیاں پہلے ترک کر دیا تھا اس لیے مایا سن کو میلادی سن سے صحیح طور پر تطبیق کرنا بہت مشکل ہے۔ مایا والوں کی ۹ بکتوں کی تاریخ جس کے لگ بھگ کی تاریخیں عام طور پر وسطی امریکہ کے شہروں میں منقش ہیں ان کے کیلنڈر کا ۳۶۰۰ واں سال ہے اسے مختلف حساب دانوں نے ۹۴ ق-م ۱۷۶ء، ۲۳۶ء یا ۳۰۰ء کا ہم عصر قرار دیا ہے۔ موخرالذکر سن عیسوی زیادہ قرین صحت سمجھا گیا ہے۔

مایا قوم کی عمارتیں جن پر اندازے کے حساب کے مطابق ۳۰۰ء سے لے کر ۱۲۰۰ء تک کے دور کی مختلف تاریخیں کندہ ہیں، یہ ظاہر کر رہی ہیں کہ وسطی امریکہ میں مایا قوم کی متعدد شہری ریاستیں صدیوں سے قائم چلی آ رہی تھیں۔ جو بعض اوقات متحدہ سلطنت کے نظام میں مدغم ہو جاتی تھیں یا کانفڈریسی بنا لیتی تھیں۔ ان کی سوسائٹی میں درجہ بدرجہ حکمران، امراء اور رؤسا مذہبی رسمیں (جن میں انسانوں کی قربانیاں بھی شامل تھیں) ادا کرنے والے لوگ، ستارہ شناس اور منجم، ریکارڈ رکھنے والے کاتب اور محرر، معمار، نقشہ نویس، سنگ تراش، مصور، نقاش، مزدور، غلام اور کھیتی باڑی کرنے والے زراعت پیشہ کسان شامل تھے۔ مایا لوگ ہر قسم کے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ ان کے لیے مندر بناتے، قربان گاہیں تعمیر کرتے اور جانوروں کے علاوہ جن میں پلے ہوئے کتے بھی ہوتے تھے انسانوں کو بھی قربان کرتے۔ قربانی کے لیے عام طور پر جنگی قیدی یا زر خرید غلام چنے جاتے تھے۔ لیکن خاص خاص موقعوں پر رعایا کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی اس مقصد کے لیے حاصل کر لیتے تھے۔ بعض لوگ منتیں مان کر اپنے بچوں یا جوانوں کو قربانی کے لیے پیش کر دیتے تھے۔ قربانی کا طریق یہ تھا کہ جلاد پجاری قربانی کے جانور یا انسان کو قربان گاہ پر لٹاتا اور چقماق کی بنی ہوئی تیز دھار والی چھری سے اس کا سینہ چاک کر کے دھڑکتے ہوئے دل کو نکال لیتا تھا اور اس کے خون کو دیوتا (سورتی) کے منہ پر ملتا تھا۔ اس کے بعد قربانی کا گوشت

تقسیم کر دیا جاتا تھا جس میں سے اچھے اچھے اعضا رئیسوں اور پجاریوں کے حصے میں آتے تھے -

مایا قوم کے حکمران جو وسطی امریکہ میں بڑی بڑی سنگین عمارتیں بنانے اور مستقل طور پر حکومت کرنے کے ذمہ دار ہیں غالباً ہند چینی اور کمبودیا سے آنے والے طالع آزماؤں کی اولاد تھے جو چھٹی یا ساتویں صدی مسیحی میں سونے ، موتیوں اور قیمتی پتھروں کی تلاش میں وہاں پہنچے - ان طالع آزماؤں نے یہاں بستیاں بسائیں - قدیم باشندوں کو رام کیا پھر ان کی اولاد ان میں گھل مل گئی - بڑی بڑی عمارتیں بنانے کے جس تمدن کو وہ اپنے اصلی ملک میں پھلتا پھولتا دیکھ آئے تھے اسے یہاں نصب کرنے کی کوشش کی - اصلی ملک کے ساتھ مدتوں تجارتی تعلقات اور آمد و رفت کا سلسلہ قائم رہا اس لیے مختلف فنون کے کاریگر وہاں پہنچتے رہے -

وسطی امریکہ کی عمارتوں میں ہندوستان اور ہند چینی کے فن تعمیر کی جھلک صاف نظر آ رہی ہے - مندروں کی دیواروں پر جن دیوتاؤں کی تصویریں بنائی گئی ہیں ان میں ہندوؤں کے گنیش ، اندر ، ہنومان اور کالی کی بدلی ہوئی صورتیں صاف پہچانی جا سکتی ہیں - بعض مندروں میں ایسے پتھر بھی نصب ہیں جن پر شولنگ کا دھوکا ہوتا ہے - آرایشی منبت کاری میں ہاتھیوں کے سروں اور مہاوتوں کی تصویریں صاف بتا رہی ہیں کہ ان کو بنانے والے ایشیائی تھے - امریکہ کے قدیم اور اصلی باشندوں کو ہاتھی کی صورت و شکل کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ نئی دنیا سے ہاتھی بھولے بسرے زمانوں میں نا پید ہو گیا تھا[1] -

---

1 ہندوستان کے ہندوؤں کے دیوتاوں ' گنیش ' ہنومان ' اندر ' کالی اور شولنگ کا وسطی امریکہ میں پہنچنا تعجب انگیز امر نہیں ' کیونکہ چوتھی صدی سے لیکر گیارھویں اور بارھویں صدی مسیحی تک کے دور میں برھمنی ہندو مذہب نئے نئے دیوتاؤں کے تصور لے کر نہ صرف ہندوستان میں بلکہ باہر کے ملکوں میں بھی بڑا فروغ حاصل کر رہا تھا - ہندوستان میں بدھ مت کے زوال کے بعد برھمنی مت کے از سر نو زور

(بقایا حاشیہ صفحہ ۴۹۴ پر)

۱۲۰۰ء تک وسطی امریکہ کی مایا ریاستیں بیرونی مداخلت کے بغیر زندگی بسر کرتی رہیں - بارھویں صدی میں میکسیکو کے حکمرانوں نے جو طولطیک کہلاتے تھے اور مایا کے حکمرانوں کی طرح متمدن اور منظم تھے شمال مشرق مایا سلطنت کی ریاستیں فتح کر لیں - اور مایا پان کے نام سے ایک نیا شہر آباد کر کے ایک کانفیڈریسی قائم کر لی - دو سو سال امن سے گزر گئے - پندرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں ان ریاستوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور بعض مقامی ریاستوں نے متحد ہو کر طولطیک حکمرانوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا - ۱۴۵۱ء میں (یہ تاریخ صحیح سمجھی جاتی ہے) متحدہ لشکر نے مایا پان کو تاراج کیا اور طولطیک حکمرانوں کا خاتمہ کر دیا - شاہی خاندان کا صرف ایک فرد بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہؤا - اس کامیابی کے بعد اتحادیوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ آپس میں لڑ پڑے - یہ خانہ جنگی طوایف‌الملوکی

پکڑنے کے ساتھ ہی وہاں ہر قسم کے آرٹ کی سرگرمیاں بھی بہت ترقی پذیر تھیں - وسط ہند میں گپتا خاندان کی حکومت مندروں کی تعمیر کے آرٹ کو ترقی دینے کا موجب بنی جس کے اثرات سیلون، برما، سیام، کمبودیا بلکہ چین اور جاپان تک پھیل گئے - شرق الہند کے جزیروں سماٹرا اور جاوا کی راہ سے جہاں اس دور میں جنوبی ہند سے گئے ہوئے ہندو راجاؤں کے خاندان حکمرانی کرتے تھے ہندوؤں کے آرٹ کا اثر فلپائن اور بحرالکاہل کے دور افتادہ جزیروں تک پہنچتا چلا گیا جہاں اس کے آثار اور ثبوت آج تک ملتے ہیں - ہر جگہ ہندوؤں کی روایات نے مقامی روایات سے مل کر نئی نئی شکلیں اختیار کر لیں اور مقامی دیوتاؤں کی مورتیاں ہندو دیوتاؤں کے قالب میں ڈھلنے لگیں - کمبودیا میں انگ کورتھوم اور انگ کورواٹ کے مشہور مندر موجود ہیں جو وشنو کے نام پر بنائے گئے تھے - ان کی تعمیر کی تاریخ کا حساب ۸۲۵ء لگایا گیا ہے - وسطی امریکہ اور میکسیکو کے مندر اسی ہندو تمدن اور ہندو آرٹ کی شاخ ہیں - بحرالکاہل کے دور افتادہ جزیروں اور وسطی امریکہ میں ہندو آرٹ کے نمونوں کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ اس زمانے میں پرانی اور نئی دنیا کے درمیان بحری آمد و رفت جاری تھی اور ملاح تاجر اپنی بادبانی اور دوسری کشتیوں پر مہینوں بلکہ سالوں کا سفر طے کر کے بحرالکاہل کے پانیوں کو کھنگالتے رہتے تھے -

پر منتج ہوئی - ۱۳۶۵ء میں مایا مملکت کے شہروں میں باد و باران کا ایک شدید طوفان آیا جس نے بہت سی بستیاں تباہ و برباد کر دیں اس کے بعد وبائیں پھوٹ پڑیں اور ریاستوں کے حکمران ایک دفعہ پھر خانہ جنگی میں مبتلا ہو کر رہ گئے - مایا مملکت اسی بد امنی کا شکار ہو رہی تھی کہ پندرھویں صدی مسیحی کے اواخر میں انہوں نے سن لیا کہ بحر ظلمات کے تیرہ و تار پانیوں سے ایک اجنبی قوم کے لوگ نمودار ہوئے ہیں جنہوں نے ,,غرب الہند،، کے جزیروں پر قبضہ کر لیا ہے - یہ اجنبی فرنگستان کے ہسپانوی تھے جو کولمبس کی رہنمائی میں وہاں پہنچے تھے - انہی ہسپانویوں نے سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں وسطی امریکہ کی مایا ریاستوں کو تاراج کیا۔

میکسیکو کا تمدن اور اس کے تاریخی انقلابات

وسطی امریکہ کی طرح میکسیکو میں بھی ترقی یافتہ تمدن کے آثار ملتے ہیں ، جو مایا قوم کے تمدن کے کسی طرح کم نہ تھا اور اکثر خد و خال میں اس کے مشابہ اور متوازی چل رہا تھا ۔ میکسیکو کے تاریخی آثار سے پتہ چلتا ہے کہ ۔ ۔اتویں صدی مسیحی میں اس سر زمین میں طولطیک نامی قوم کے لوگ حکمران بن بیٹھے ۔ یہ لوگ دراز قد ، سڈول بدن ، زرد رنگ ، سیاہ چشم ، سیاہ بال ، موٹے لب ، لمبی ناک رکھنے والی قوم تھے جن کے جسم پر بال کم اگتے تھے اور جن کی داڑھیاں چگی ہوتی تھیں ۔ یہ لوگ بہادر ، سنگ دل اور منتقم ہوتے تھے جن کی مذہبی رسمیں مایا قوم کے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ خونیں ہوا کرتی تھیں ۔ انسانی قربانیاں دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھانے کا رواج ان میں بہت عام تھا - یہ لوگ سوت کاتنے ، کپڑا بننے اور رنگنے ، قیمتی پتھروں کو تراشنے ، پتھروں کی عالی شان عمارتیں بنانے ، چونے گچ کو استعمال کرنے ، قصبے اور شہر بنا کر رہنے ، پتھروں پر کھدائی کرنے ، تصویری تحریری لکھنے کے فنون میں بہت ماہر تھے - سونے ، چاندی ، تانبے ، قلعی اور سکے کو کوٹ کر استعمال کرتے تھے ۔ قیمتی پتھروں کے زیور بناتے تھے ۔ مٹی کے برتن اور بت پکاتے تھے ۔ اپنے سرداروں کو جلاتے تھے لیکن عام مردن کو

کھانے پینے اور استعمال کی چیزوں کے ساتھ دفن کر دیتے تھے ۔ ان میں ستی کا رواج بھی تھا ۔ بیویاں اپنے شوہروں کی موت پر خود کشی کر لیتی تھیں ۔ یا اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کر دیتی تھیں ۔ ان کی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے آبا ؤ اجداد شمال کی کسی "سایوں والی سر زمین،، سے آئے تھے ، جو پہلے نیم وحشیوں کی زندگی بسر کرتے تھے ۔ پھر ان میں سفید رنگت کے سیاہ پوش لوگ جو لمبی لمبی داڑھیاں رکھتے تھے کہیں سے آ کر وارد ہوئے ، جنھوں نے انہیں نیا مذہب سکھایا ۔ ان مبلغوں کے سردار کا نام قویطزا کوتل تھا ۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد انہوں نے کویطزا کوتل کو دیوتا بنا لیا اور اس کی مورتیاں بنا کر پوجنے لگے ۔ قویطزا کوتل کی بعض مورتیوں پر بدھ کی مورتیوں کا دھوکا ہوتا ہے جن سیاہ پوش لوگوں کا روایت میں ذکر کیا گیا ہے وہ غالباً بدھ مت کے مبلغ ہونگے جو چین یا مشرق بعید کی کسی سر زمین سے آئے تھے ۔ طولطیک بعد میں قویطزا کوتل کو سب سے بڑے دیوتا "طونا کا طیطل،، یعنی اژدھا آفتاب خالق موجودات کا اوتار سمجتے تھے جس کے سامنے وہ انسانوں اور کنواری لڑکیوں کو بے دریغ قربان کیا کرتے تھے ۔ مایا قوم کے پجاریوں کی طرح میکسیکو کے پجاری بھی سینہ چیر کر دل نکالتے تھے ۔ اور اس دھڑکتے ہوئے دل کے خون کو دیوتاؤں کی مورتیوں پر چھڑکتے ۔ پجاری قربان شدہ مرد یا عورت کی کھال کو کئی دن پہنے رکھنا اپنے لیے موجب خیر و برکت خیال کرتے تھے ۔ یہ رسم مایا قوم کے پجاریوں میں بھی رائج تھی ۔ ساکی منی سدھاتا گوتم بدھ کی تعلیم اور اس کی شخصیت کے ساتھ دنیا کی مختلف قوموں نے مختلف ادوار میں جو جو سلوک کیے ان سب سے زیادہ ستم ظریفانہ سلوک میکسیکو میں بدھ کے امریکی اوتار قویطزا کوتل کے ساتھ ہوا جس کی مورتی کے سامنے بچوں ، عورتوں لڑکیوں اور مردوں کو پوری بے دردی ساتھ بے دریغ قربان کر دیا جاتا تھا ۔

گیارھویں صدی مسیحی کے اواخر یا بارھویں صدی کے آغاز میں شمال کی ایک وحشی قوم نے جو چیچی میک کہلاتی تھی ۔ میکسیو پر حملہ کر

کے طولطیکیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا - جو جنوب کی طرف پسپا ہو کر مایا مملکت کی سر زمین جزیرہ نمائے یوکاتن پر قابض ہو گئے - چیچی میک نئی دنیا کے ھن تھے اور شاید ایشیا کے ھنوں کے ساتھ کوئی قدیمی خونی رشتہ بھی رکھتے ہوں - یہ ہر قسم کا گوشت کھانے والے وحشی لوگ تھے جو عام طور پر ننگے رہتے تھے - ان کے ہتھیار تیر کمان ، گوبھیے ، لاٹھیاں چھریاں اور ٹکوے تھے جن پر پتھر کے تیز دھار والے پھل لگے ہوتے تھے - ہر شخص کی کمر میں ھڈی کی ایک تختی آویزاں رہتی تھی جس پر وہ اپنے قتل کیے ہوئے لوگوں کا ریکارڈ ثبت کرتا جاتا تھا - یہ لوگ سورج ، بجلی ، اور رعد کے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے -

میکسیکو پر ان کے حملہ کی تاریخ کا اندازہ ۹۶۲ء سے ۱۱۷۰ء تک کے درمیانی عرصہ میں کیا جاتا ھے - ان کے لیڈر کا نام ایکسو لوٹل تھا جس نے میکسیکو کا بادشاہ بن کر شاہ جہان کا لقب اختیار کیا - میکسیکو پر چیچی میکوں کی حکومت ۱۴۳۱ء تک قائم رہی - ان کے عہد کی تاریخ شورشوں ، بغاوتوں ، خانہ جنگیوں اور انقلابوں کی ایک مسلسل کہانی ھے - آخر ۱۴۳۱ء میں میکسیکو کے تین بڑے قبیلوں کے سرداروں نے متحد ہوکر ان کے اقتدار کا خاتمہ کیا - ان تین قبیلوں میں ایک قبیلہ ازطیک کہلاتا تھا جو میکسیکو کا حکمران بن گیا - ازطیکوں نے میکسیکو پر بڑے جبر و استبداد سے حکومت کی - قبائل سے خراج اجناس کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا - ازطیکوں کے ریکارڈ ظاہر کرتے ھیں کہ فلاں قبیلہ نے خوشنما پروں کے چار ہزار گچھے ، کوکو کی دو سو بوریاں ، جنگلی بلیوں کی چالیس کھالیں ، ۱۶۰ پرندے ، سونے کی چالیس چادریں ، سونے کی ریت سے بھرے ہوئے اتنے برتن ، یاقوت کے ہار ، عقیق کے منکے ، سونے کے چھلے اور گوندوں کی ٹکیاں خراج کے طور پر بھیجیں - غریبوں سے جو قیمتی اشیا نہیں دے سکتے سانپ اور بچھو خراج کے طور پر لیے جاتے تھے - ازطیکوں کا ایک بادشاہ نیزا ھوا ہلی تھا جس نے ۱۴۷۲ء سے ۱۵۱۵ء تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کی - اسی بادشاہ کے عہد میں ھسپانوی امریکہ کے ساحل پر آترے - ان کے ساحل پر آترنے کی تاریخ ایک پرانی پیشگوئی کی تاریخ کے مطابق

نکلی جس پر بادشاہ بہت یقین رکھتا تھا ۔ پیشگوئی یہ تھی کہ قویطزا کوتل اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر ہونے والا ہے ۔ بادشاہ ہسپانویوں کے نزول سے اتنا متاثر ہؤا کہ اس نے سب کام کاج چھوڑ دیا اور اسی حال میں مر گیا ۔

ازطیکی کئی قسم کے دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے اور ان کو خوش کرنے کے لیے بچوں ، عورتوں ، کنواری لڑکیوں اور جوان لڑکوں کی قربانیاں دیتے تھے ۔ ان کے عقاید میں یہ باتیں بھی شامل تھیں کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوتا اور نئی زندگی بسر کرتا ہے ۔ پہلی زندگی کو بھول جاتا ہے ۔ بعض دفعہ عوام کیڑے مکوڑے بن جاتے ہیں ۔ سردار پرندوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ۔ جنگی آدمی چار سال کے لیے سورج میں چلے جاتے ہیں ۔ عام لوگ دوسرے ستاروں میں رہتے ہیں ۔ پھر نیا جنم لے لیتے ہیں ۔ سرداروں کو نفیس کپڑے کا کفن دیا جاتا تھا ۔ کتا مار کر ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا ۔ غلام اور کنیزیں قتل کر کے ساتھ دفن کر دی جاتی تھیں ۔ ازطیکوں کی یہ رسمیں منگولوں سے ملتی جلتی ہیں ۔ ان کے عقاید بھی منگولیا اور سائبیریا میں بسنے والی قوموں کے قدیم عقاید سے مختلف نہیں ۔ یہ تشابہ اس امر کا ثبوت ہے کہ ازطیکوں ، چیچی میکوں ، اور طولطیکوں کے آبا و اجداد ایشیا کے انہی ملکوں سے حرکت کر کے امریکہ گئے تھے ۔ میکسیکو کی یہ قومیں نہو نسل سے تعلق رکھتی ہیں ۔ ان میں بھی قدیم ترکوں اور مغلوں اور ہنوں کی طرح جادو گر ، ٹونے ٹوٹکے کرنے والے شمن ، ستارہ شناس ، شاعر ، فلاسفر اور خطیب لوگ ہوتے تھے ۔

میکسیکو اور وسطی امریکہ کے لوگوں کی معاشرت قریب قریب یکساں قسم کی بن چکی تھی ۔ حکمران ملیشیا یعنی قومی جنگجوؤں کی جماعتوں کے بل پر حکومت کرتے تھے ۔ ان کے ہتھیاروں میں چقماق پتھر کے پھل والا ایک ہلکا بھالا ہوتا تھا جسے وہ ایک قسم کی کمان کی مدد سے دشمن پر پھینکتے تھے ۔ اس کے علاوہ سونٹا ، لاٹھی ، برچھی ، چھری اور ایک قسم کا تیر جس کے ساتھ رسی بندھی ہوتی تھی ان کے

اسلحہ میں شامل تھے ۔ یہ لوگ آسٹریلیا کے حبشیوں کی طرح بومرینگ بھی استعمال کرتے تھے ۔ یہ لکڑی کا ایک تیز دھار والا اوزار تھا جو دشمن کو زخمی کرکے پھینکنے والے کے پاس آ جاتا تھا ۔ ان کے جنگجو روئی کی توشکوں سے بنائی ہوئی زرہ بکتر پہنتے تھے اور کھال کی ڈھال استعمال کرتے تھے ۔ دونوں ملکوں میں تصویری تحریریں رائج تھیں ۔ کاغذ بنانے کا فن جانتے تھے ۔ یہ بات بھی ظاہر کرتی ہے کہ چین اور میکسیکو کے درمیان آمد و رفت مسدود نہ تھی ۔ ہسپانوی پادریوں نے مذہبی جوش میں آ کر ان کے سارے لٹریچر کو جلوا دیا ۔ صرف تین ریکارڈ بچ سکے جو یورپ کے عجائب گھروں میں پڑے ہیں لیکن انہیں پڑھنے اور سمجھنے والا کوئی نہیں ۔

میکسیکو کے ازطیکوں اور وسطی امریکہ کے مایاؤں میں جرائم کی سزائیں بہت سخت دی جاتی تھیں ۔ قتل کی سزا قتل یا عمر بھر کی غلامی تھی ۔ زنا ، اغلام اور دوسری جنس کے کپڑے پہننے اور مندر سے اشیا چرانے کی سزا موت تھی ۔ زانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لیے جاتے تھے ۔ دیگر ہلکے جرائم کی سزائیں کم شدید ہؤا کرتی تھیں ۔

پیرو کے انکاریوں کا تمدن

جنوبی امریکہ کے بر اعظم میں کوہستان انڈیز کی دو شاخوں کے درمیان سطح بحر سے تین ہزار فٹ کی بلندی پر ایک سطح مرتفع واقع ہے جس کا رقبہ فرانس کے برابر ہے ۔ اس سطح مرتفع پر ۱۳۳۲۰ فٹ کی بلندی پر ایک قدیم شہر پطسوئی اور شمال کی طرف فاصلے پر بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر کزکو شہر کے کھنڈر ملتے ہیں جن کے درمیان شیریں پانی کی ایک جھیل ٹیٹی کاکا واقع ہے ۔ دریائے امیزان کے معاونوں کی وادیاں اس سطح مرتفع کو کاٹتی ہوئی جاتی ہیں ۔ زمین بنجر ہے ۔ درخت اور جھاڑیاں بہت کم نظر آتی ہیں ۔ اناج پیدا نہیں ہوتا ۔ جانور کم ہیں ۔ مغرب میں ساحلی صحرا واقع ہے ۔ لیکن اس سر زمین میں اعلی تمدن کے آثار موجود

ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تین ہزار میل طول اور چار سو میل عرض رکھنے والی یہ سطح مرتفع کسی زمانے میں ایک ترقی یافتہ تمدن رکھنے والی قوم کا گہوارہ تھی جس کا نام انکا تھا ۔ انکاویوں کی سلطنت میں پیرو ، بولیویا ، ایکویڈور کی موجودہ ریاستیں تمام و کمال نیز شمالی چلی کا کچھ حصہ اور ارجن ٹائین کا کچھ حصہ شامل تھا ۔ اس میں عالی شان عمارتوں ، سڑکوں ، نہروں ، قصبوں اور شہروں کا جال بچھا ہوا تھا ۔ جن کے آثار اب بھی ملتے ہیں ۔ انکاویوں کی عمارتیں بھاری بھرکم اور شاندار ہوتی تھیں ۔ بہت عمدہ ڈیزائنوں پر تعمیر کی جاتی تھیں ۔ ان کے علاوہ انکاوی اپنے قبرستانوں پر بھی ٹیلے بناتے تھے اور قلعے اور مندر تعمیر کرتے تھے ۔ جھیل ٹیٹی کاکا کے درمیان دو جزیروں پر ان کے مقدس ترین مندر ہوتے تھے جن میں سے ایک سورج دیوتا کا مندر کہلاتا تھا اور دوسرا چاند دیوتا کا مندر تھا ۔ فن تعمیر کی ٹیکنیک یہ تھی کہ انکاوی پتھر کی بڑی بڑی سلوں کو تراش کر چونے گچ کے بغیر اس طرح جوڑتے تھے کہ جوڑ کا نشان بمشکل تلاش کیا جا سکتا تھا ۔ سطح بحر سے بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی عظیم الشان عمارتوں کی تعمیر ایک حیرت انگیز معمہ ہے اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ انکاوی ان پتھروں کو کس طرح اٹھا کر لائے ہوں گے اور اس سر زمین میں جہاں دور و نزدیک اناج پیدا ہونے کے کوئی آثار نہیں ملتے کس طرح زندگی بسر کرتے ہوں گے ۔ قدیم امریکیوں میں ان عظیم الشان عمارتوں کے متعلق جن تک چڑھ کر جانا بھی بڑی ہمت کا کام ہے یہ روایت عام ہے کہ انہیں دیوؤں اور جنوں نے تعمیر کیا تھا جو انکاویوں نے جادو کے زور پر قید کر رکھے تھے ۔

انکاوی قوم کے لوگ جیسا کہ ان کے آثار سے ظاہر ہوتا ہے سورج ، چاند ، بجلی ، ستاروں ، دھرتی ، سمندر ، برفانی پہاڑوں اور پتھروں کے

دیوتاؤں کو مانتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے ۔ پھول ، عود ، لوبان ، جانور ، سانپ وغیرہ چڑھاوے کے طور پر دیوتاؤں کی نظر کرتے تھے ۔ اہم تقریبات پر لاما کی قربانی دی جاتی تھی ، جو جنوبی امریکہ میں ایک ہی مفید پالتو جانور ہے ۔ کبھی کبھی بچہ یا کنواری لڑکی بھی قربان کی جاتی تھی ۔ یہ لوگ تحریر کے فن سے نا آشنا تھے اور پیغام رسانی کے لیے تاگوں کو استعمال کرتے تھے جن پر گرھیں دی جاتی تھیں ۔ ان کا کیلنڈر بھی مایا قوم کے کیلنڈر کی طرح اب سے چار ہزار سال پہلے کے کسی واقعہ سے شروع ہوتا ہے اور ان کی روایات بھی تین چار ہزار سال پہلے کے واقعات کا پتہ دیتی ہیں ۔ انکاویوں کی ممتاز ترین خصوصیت یہ تھی کہ ان کے پاس سونا بہت تھا ۔ ان کے مندروں اور محلوں میں ہر طرف سونا ہی سونا نظر آتا تھا ۔ سونے کا سامان ، سونے کے برتن ، سونے کی مورتیاں اور سونے کی دوسری چیزیں ان میں بہت عام تھیں ۔ انکاویوں کے آخری بادشاہ نے جسے ہسپانویوں نے ۱۵۳۲ء میں گرفتار کیا اپنی جان بچانے کے لیے اہل ہسپانیہ کے سامنے یہ پیشکش کی کہ وہ اپنے محل کے ایک کمرے کو جو بائیس فٹ لمبا اور سترہ فٹ چوڑا تھا سونے کے زیوروں اور برتنوں سے اتنا اونچا بھر دے گا کہ لمبے سے لمبے ہسپانوی کا ہاتھ اس اونچائی تک بمشکل پہنچ سکے ۔ یہ پیشکش قبول کر لی گئی اور سونا وصول کرنے کے بعد اس بچارے کے ساتھ صرف اتنی رعایت کی گئی کہ اسے جلانے کے بجائے گلا گھونٹ کر مارنے کی سزا دی گئی [1] ۔

۱ ۔ فرنگی سیاح مارکو پولو نے جو چین کے مغل شہنشاہ کبلائی خان (۱۲۶۰ء سے ۱۲۹۴ء تک) کے دربار میں سولہ سال رہنے کے بعد اپنے وطن کو لوٹا تھا اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ چین میں ایسے جزیروں کے موجود ہونے کا چرچا عام تھا جن کے محلوں اور مندروں پر سونے کی خولیں چڑھی ہوئی ہیں ۔ بعض مورخ یہ سمجھتے ہیں کہ مارکو پولو نے جن جزیروں کا ذکر کیا وہ جاپان کے جزیرے تھے لیکن ہمارا خیال ہے کہ تیرھویں صدی مسیحی یعنی کبلائی خان کے عہد میں بھی چینی سیاح انکاویوں کی سلطنت اور ان کے تمدن کے متعلق کافی معلومات رکھتے تھے اور آمد و رفت قطعی طور پر مسدود نہ تھی ۔

انکاویوں کی پرانی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ایک شخص مانکوکا پاک اور اس کی بیوی نے جو اس کی بہن بھی تھی وحشی لوگوں کو تہذیب کا درس دیا - انہوں نے بت توڑ ڈالے اور زمین و آسمان پیدا کرنے والے خدا کی عبادت کرنے لگے جس کے مظہر سورج ، چاند ، ستارے ہیں - انکاویوں کی یہ روایت مایا قوم کی روایت سے ملتی جلتی ہے جو اپنے ہاں تہذیب پھیلانے کا سہرا اطزامنا نامی ایک پیغمبر اور اس کی بیوی اور بہن ایکسچل کے سر باندھتے ہیں - انکاویوں کی روایت کے مطابق ان کے کل بادشاہ ایک سو ایک ہوئے ہیں - لیکن مورخین کا خیال ہے کہ مانکو کا پاک کا عہد ۱۰۲۱ء سے ۱۰۶۳ء تک تھا - ۱۵۳۲ء میں ایک ہسپانوی سالار پیزارو نامی نے انکاویوں کی سلطنت پر چڑھائی کی اور ان کے بادشاہ کو مار کر شاہی خاندان اور سلطنت کا خاتمہ کر دیا -

جنوبی امریکہ کی دیگر قدیم اقوام

پیرو کے انکاویوں کی طرح مغربی ساحل پر جیچو نام کی ایک طاقتور اور متمدن قوم آباد تھی اور شمال میں کولمبیا کے خطے میں جیچا نام کی ایک اور متمدن قوم بستی تھی - ان اقوام کی روایات بھی ظاہر کرتی ہیں کہ باہر سے آنے والے کسی شخص نے ان کے آباؤ اجداد کو تہذیب کا درس دیا تھا - یہ قومیں بھی انکاویوں کی طرح بہت مالدار تھیں لیکن جب ہسپانویوں نے حملہ کیا تو جیچاویوں نے اپنی بہت سی دولت اور طلائی ساز و سامان جھیل میں پھینک دیا[1] - یہ لوگ شہد ، مکئی اور آلو کھاتے تھے - برانز دھات ، تانبا ، قلعی ، سکے اور سونے چاندی کا استعمال جانتے تھے -

---

۱ - امریکہ کے مخفی خزانے تلاش کرنے والی ایک ہسپانوی ٹولی نے ۱۵۶۴ء میں جھیل سے سونے کا ایک گھڑیال ، دو بندر اور تیرہ مینڈک نکالے تھے - دوسرا سامان ہاتھ نہ لگ سکا -

جنوبی امریکہ کے بنجر اور بے آب و گیاہ ملکوں میں ایسا اعلی تمدن رکھنے والی قومیں آباد تھیں۔ لیکن برازیل کے جنگلوں اور دریاؤں کی وادیوں میں جہاں کھانے پینے کی اشیاء کی کمی نہ تھی، گوارونی نسل کے وحشی اور مردم خور لوگ رہتے تھے۔ ارجن ٹائین کے جنگلوں میں بھی وحشی قومیں آباد تھیں جو شکار پر زندگی بسر کرتی تھیں۔ یہ وحشی چٹانوں پر تصویریں بناتے تھے اور زمین دوز سرنگیں بنانے میں بڑے ماہر تھے۔

— —

پتھر کے ہتھیاروں اور بارودی تفنگوں کا مقابلہ

قدیم امریکیوں کے جو حالات اوپر کی فصول میں بیان کئے گئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۵۰۰ء میں جب یورپ کے فرنگی ان کی سر زمین میں داخل ہونے لگے تو قدیم امریکی جن کو غلطی سے سرخ ہندی بھی کہا جاتا ہے ابھی تمدن اور معاشرت کے انہی مرحلوں میں سے گزر رہے تھے جنہیں پرانی دنیا کے لوگ دجلہ ، فرات اور نیل کی وادیوں میں ولادت مسیح سے دس ہزار سال پہلے عبور کر چکے تھے۔ قدیم امریکی سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں جب کہ فرنگی ان کے لیے فنا کا پیغام لے کر پہنچے پتھر کے ہتیار اور اوزار استعمال کرتے تھے - جن کے بنانے کی ٹیکنیک "پتھر کے زمانہ جدید" کی ٹیکنیک سے کسی لحاظ میں بھی ترقی یافتہ نہ تھی۔ دھاتوں میں انہیں صرف سونے ، چاندی ، تانبے ، قلعی اور سیسے کا حال معلوم تھا۔ جنہیں ڈھالنے کے فن سے وہ آشنا نہیں ہوئے تھے بلکہ دجلہ و فرات کی وادیوں میں دس ہزار سال ق۔م سے پانچ ہزار سال ق۔م تک کے دور میں زندگی گزارنے والے لوگوں کی طرح انہیں کوٹ کر آرائش و زیبائش کا سامان بناتے تھے۔ لوہے کے وجود سے نا آشنائے محض تھے اور برانز دھات بھی وہی استعمال کرتے تھے جو کانوں سے انہیں مل جاتی تھی۔ قدیم امریکیوں کی اکثر قومیں تیر اور کمان کے استعمال سے بھی نا واقف تھیں اور ان کے ہتیار وہی تھے جنہیں دس ، بیس ہزار سال پہلے کے انسانوں نے ایجاد کیا تھا۔ قدیم امریکیوں کا یہ تمدن اپنی طرز بود و ماند اور اپنے فن تعمیر کے موٹے موٹے خد و خال کے لحاظ سے دس ہزار سال پہلے کے مصری اور

عراقی تمدن کی شاخ نظر آ رہا ہے جو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتا ہؤا صدیوں بلکہ ہزاروں سالوں کے بعد امریکہ کے ان لوگوں تک پہنچا جو بیس پچیس ہزار سال ق۔م کے دور میں شکار کھیلتے ہوئے اس سرزمین میں داخل ہوئے تھے۔

تمدن کی دوڑ میں قدیم امریکیوں کی پس ماندگی کی ایک زبردست وجہ یہ تھی کہ امریکہ کی سر زمین نہ صرف تمدن کے مرکزوں اور سرچشموں سے بہت دور واقع تھی بلکہ پرانی دنیا اور اس نئی دنیا کے درمیان بہت بڑا سمندر حائل تھا جس نے تمدن کی لہروں کا وہاں پہنچنا غیر ممکن نہیں تو محال ضرور بنا رکھا تھا۔ صدیوں کے بعد پرانی دنیا کے طالع آزماؤں کی مختصر سی جمعیتیں سونے چاندی اور قیمتی پتھروں وغیرہ کی تلاش میں اس سرزمین میں پہنچتی تھیں اور پرانی دنیا کے طریقوں کو وہاں رائج کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ ایسی ہی لہروں کی بدولت قدیم امریکی مکئی اور دوسری سبزیوں وغیرہ کی کاشت کے فن سے آشنا ہوئے جو اس سرزمین میں خود رو آگتی ہوں گی اور انہی کی بدولت وہ عمارتیں تعمیر ہوئیں جن کے کھنڈر میکسیکو، وسطی امریکہ کی ریاستوں، کولمبیا اور پیرو میں اب بھی نظر آ رہے ہیں۔ یہ طالع آزما سونے وغیرہ کی تلاش میں آتے تھے۔ پیرو میں دس بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر بنجر زمین میں شہروں، محلوں اور مندروں کا آباد ہونا اس امر کا قوی ثبوت ہے کہ ان آبادیوں کا محرک سونے کی کانوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی جن کی وہاں افراط ہوگی۔

قدیم امریکیوں کے پاس نہ تو دودھ دینے والے پالتو جانور تھے نہ انہیں اس سر زمین کے حیوانات سے باربر داری کے جانور ملے۔ ان کے پاس نہ گھوڑا، نہ آونٹ، نہ ہاتھی، نہ بیل، نہ گدھا، نہ یاک، نہ گائے، نہ بھینس، نہ بھیڑ نہ بکری پیرو کے لوگوں کے پاس لے دے کے ایک لاما تھا جس کی پشم سے وہ کپڑے بناتے تھے اور جس کے گوشت کو وہ کھا سکتے تھے۔ وسطی امریکہ اور میکسیکو کے لوگ کھانے کے لیے کتوں کو دنبوں کی طرح پالتے تھے اور ان کا گوشت کھاتے تھے۔ اناجوں

میں صرف مکئی کا پودا انہیں قابل کاشت ملا جس کی ایک سو اسی قسمیں انہوں نے دریافت کیں اور پا لیں ۔ اس کے علاوہ نئی دنیا کی مخصوص چیزیں جو پرانی دنیا میں کہیں نہیں تھیں آلو، ٹماٹر، تمباکو اور کوکو تھیں ۔ یہ سبزیاں اور بوٹیاں خالص امریکی ہیں جو وہاں سے لا کر پرانی دنیا میں آباد کی گئیں ۔ انسان کو کونین اور کوکین دینے کا فخر بھی اسی نئی دنیا ہی کو حاصل ہے ۔

غرض ۱۵۰۰ء میں اس درجہ کی زندگی گزارنے والے لوگ امریکہ کے براعظموں میں آباد تھے ۔ ان کو ایسے لوگوں سے مقابلہ آن پڑا جو گھوڑے لے کر آئے تھے ۔ بندوقیں استعمال کرتے تھے جن کی سیسے کی گولیاں بارود کے زور سے چلتی تھیں ۔ جن کی تلواریں، خنجر، چاقو، نیزے اور بھالے لوہے اور فولاد کے تھے ۔ جن کے دماغ اور افکار قدیم امریکیوں کے دماغوں اور فکروں سے بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے ۔ لہذا وہ انہیں کئی قسم کے فریب دے سکتے تھے ۔ باہر سے آنے والے فرنگی ایسی تہذیب اور تمدنی ترقی کے حامل تھے جو پرانی دنیا میں دس بارہ ہزار سال کے تدریجی سفر کے مراحل طے کر چکی تھی اور مختلف قوموں کے باھمی تصادم اور سعئی مسابقت کے باعث کہیں سے کہیں پہنچ چکی تھی ۔ ان نو واردوں کا مقصد بھی پہلے کے بعض واردوں کی طرح سونا حاصل کرنے، پرانے باشندوں کو لوٹنے، انہیں قابو کر کے غلام بنانے اور پرانی دنیا کی منڈیوں میں لے جا کر بیچنے کے سوا اور کچھ نہ تھا ۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے انہوں نے اس نئی دنیا کو سر کرنے کی مہمیں اختیار کیں ۔ جابجا اپنی بستیاں اور نو آبادیاں قائم کیں ۔ سلطنتیں اور حکومتیں بنائیں ۔ انہوں نے بارود کے بل پر سیسے کی گولیاں چھڑک کر ھندیان احمر کو اس طرح فنا کر دیا جس طرح فینائل چھڑک کر جراثیم تباہ کئے جاتے ہیں یا فلٹ چھڑک کر پسوؤں اور مکھیوں کو فنا کیا جاتا ہے ۔ فرنگیوں کے مذہبی جوش رکھنے والے پادری اس سلوک کے ساتھ ساتھ بچے کھچے ھندیان احمر کو دین مسیحی کی نعمت سے مالا مال کرنے کے بھی متمنی تھے تاکہ ان کی دنیا چھین

کر ان کی " عاقبت " سنواریں ۔ دو ڈھائی سو سال تک قدیم امریکی اہل فرنگ کی اسی لوٹ کھسوٹ اور تذلیل و تعدیم کا تختۂ مشق بنے رہے تا آں کہ نئی دنیا پر فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا ۔ امریکہ کی سر زمین ان کی آبادیوں سے معمور ہو گئی اور قدیم امریکی جو سخت جانی کے باعث فنا کے اس عمل کا شکار ہونے سے بچ رہے جنگلوں میں وحشیوں کی سی زندگی بسر کرنے یا آبادیوں میں چنڈال اور غلام بن کر رہنے پر مجبور ہو گئے ۔ انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ اضلاع متحدہ امریکہ میں مٹی کے ٹیلے بنانے والے اور کوہستان راکی کی وادیوں میں چٹانوں پر گھر بسانے والے میکسیکو ، وسطی امریکہ اور پیرو میں عالی شان عمارتیں تعمیر کرنے والے لوگ کون تھے ۔ ان کا ماضی کیا تھا ۔ اور تو اور فرنگیوں کے پادریوں نے ان کی ساری کتابیں بھی حکماً جلوا دیں جو اگر موجود رہتیں تو قدیم امریکیوں کے گذشتہ حالات کا صحیح صحیح اندازہ کرنے میں ممد و معاون بن سکتیں ۔

اہل فرنگ کی استعماری سرگرمیاں

ہسپانیہ والوں کی فتوحات

کولمبس ۱۲ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو ایک جہاز اور دو بار بردار کشتیاں لے کر مجمع الجزائر بہاماس کے جزیرہ سان سالویڈور کے ساحل پر پہلی مرتبہ آترا ۔ ان جزیروں کے باشندے فطرت آزاد کے فرزند تھے ۔ شکاری ، پیراک ، فیاض ، خوش باش اور مہمان نواز ، کریبی قوم کے لوگوں نے جو جنوبی امریکہ کے نیم متمدن باشندے تھے ان جزیروں میں ریاستیں قائم کر رکھی تھیں ۔ کولمبس واپس چلا گیا اور دوسرے سال نو جہاز اور تین سو سے زیادہ ہسپانوی افراد لے کر پھر آیا ۔ ہسپانویوں نے ان جزیروں پر قبضہ جما کر حکومت قائم کر لی ۔ اور شاہ ہسپانیہ کا ایک نائب یہاں رہنے لگا ۔ ۱۵۱۱ء میں ایک ہسپانوی جہاز بحری رو اور ہوا کی لپیٹ میں آ کر وسطی امریکہ کے ساحل کے قریب ایک چٹان سے جا ٹکرایا ۔ کپتان اور بیس آدمی ایک کشتی کے سہارے بچے ۔ جو یوکاتن کے ساحل پر جا لگی ۔ مایا قوم کے لوگوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور اندرون ملک میں لے گئے ۔ ان میں سے صرف دو اشخاص جانبر ہو سکے جن میں سے ایک کئی سال کے بعد واپس آ گیا اور دوسرا اصلی باشندوں میں گھل مل کر بود و باش کرنے لگا ۔ ۱۵۱۷ء میں کوبا سے ایک اور تفتیشی مہم روانہ ہوئی جس نے یوکاتن کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف کشتیاں چلائیں ۔ انہیں ایک شہر نظر آیا ۔ جسے انہوں نے قاہرۂ اعظم کا نام دیا ۔ ہسپانوی ساحل پر آترے ۔ مایا قوم کے قدیم امریکیوں سے جنگ ہوئی ۔ ہسپانویوں کے پاس بندوقیں توپیں لیکن قدیم امریکی فتحیاب ہوئے اور ہسپانوی کچھ نقصان

اُٹھا کر اپنے جہازوں کی طرف لوٹ آئے اور لنگر اُٹھا کر واپس چلے گئے - ۱۵۱۸ء میں ایک ہسپانوی سردار گریجالوا نامی کو حکم ہؤا کہ اس ،، جزیرے ،، میں جو نیا دریافت ہؤا ہے مہم لے کر جاؤ - ،، سونا جمع کرو اور اگر ممکن ہو تو نو آبادی قائم کرو ،، اس مہم نے یوکاتن کے ایک شہر کو تاراج کیا اور واپس آ گئی -

۱۵۱۹ء میں ایک اور ہسپانوی سردار ہرنینڈو ڈی کورٹیز کو حکم ملا کہ میکسیکو کے سرخ ہندیوں کو فتح کر کے سچے دین مسیحی میں لاؤ اور شاہ ہسپانیہ کا مطیع بناؤ - ڈی کورٹیز نے جسے میکسیکو کی متمول اور زر دار مملکت کا حال یوکاتن کے لوگوں سے معلوم ہو چکا تھا ، پانچ سو پیادوں ، پندرہ گھوڑوں اور چھ توپوں کے ساتھ میکسیکو پر چڑھائی کی - ویرا کروز میں کیمپ لگایا - میکسیکو کے بادشاہ مانٹی زوما کو تحایف بھیجے - مانٹی زوما نے خوش آمدید کہا - ہسپانوی راجدھانی کی طرف بڑھے - ایک قدیم امریکی قوم چھ ہزار کا لشکر لے کر ان کے ساتھ شامل ہو گئی - بادشاہ نے شان و شوکت کی نمائش کے ساتھ استقبال کیا - اس نمائش نے ہسپانویوں کی زرپرستی کی ہوس کو اور بھی تیز کر دیا - کورٹیز نے بادشاہ کو نظر بند کر لیا - ہسپانوی شہر میکسیکو میں متمکن ہو گئے - چند ماہ کے بعد ملکی باشندے ہسپانویوں کی لوٹ کھسوٹ اور ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر لڑے اور ہسپانوی شکست کھا کر بھاگ گئے لیکن کورٹیز پھر تازہ دم ہو کر لوٹا - فتح حاصل کی - بادشاہ کو جو مانٹی زوما کا جانشین تھا شدید اذیتیں دے کر مارا - لوگوں کو لوٹنے اور عیسائی بنانے کی مہم زور شور سے شروع کی گئی - بت توڑے گئے - جلائے گئے - مندر مسمار کر دیئے گئے - پجاری مار دیئے گئے - عیسائی پادری بلائے گئے - کورٹیز نے پانچ سال میں میکسیکو کا سارا ملک سر کر لیا - اور ہسپانوی فاتحین نے ملک کا سونا چاندی لوٹنے کے بعد وہاں جاگیریں قائم کیں - لوگوں کو مشقت کرنے والے غلام بنا لیا - شاہ ہسپانیہ کا ویسرائے میکسیکو میں رہنے لگا - جسے ہسپانوی جاگیرداروں کی ایک کونسل ملکی اور فوجی انتظامات میں مدد دینے لگی -

یہ صورت تین سو سال تک قائم رہی - کورٹیز کی رپورٹیں جو اس نے شاہ ھسپانیہ کی خدمت میں بھیجیں میکسیکو کے اعلی تمدن کی تعریف میں رطب اللسان ھیں - کورٹیز میکسیکو کے شہروں کا مقابلہ ھسپانیہ کے شہروں سے کر کے لکھتا ہے کہ میکسیکو کے شہروں کی رونق زیادہ ہے -

۱۵۳۱ء میں ایک اور ھسپانوی سردار پیزارو نامی نے پاناما کی تفتیش اور پیرو کے حالات کا تجسس لگانے کے بعد پیرو پر چڑھائی کی - پیرو کا بادشاہ اتا ھوا لپا بھی شان و تجمل کی نمائش کے ساتھ استقبال کو آیا - ھسپانوی پادری نے اس کے سامنے وعظ کہا اور اسے بائیبل دی - بادشاہ نے کتاب کان سے لگائی اور کہا کہ مجھے تو یہ کچھ نہیں بتاتی اور کتاب پرے پھینک دی - پادری نے شور مچایا کہ کافر نے کتاب مقدس کی بے حرمتی کر دی - ھسپانوی انکاویوں پر ٹوٹ پڑے - بادشاہ کو قید کر لیا گیا - اور اس کے خزانے کا سارا سونا لے کر اس کے ساتھ صرف اتنی رعایت کی گئی کہ اسے زندہ نہ جلایا جائے بلکہ گلا گھونٹ کر مارا جائے - اھل ھسپانیہ نے پیرو کی انکاوی سلطنت پر جو پیرو ، بولیویا ، ایکویڈور ، پیراگوئے ، یوروا گوئے کی موجودہ ریاستوں کے علاوہ چلی اور ارجن ٹائین کے شمالی اضلاع پر مشتمل تھی قبضہ جما لیا - اصلی باشندوں کو بہ ترین قسم کے غلام بنا کر انہیں طرح طرح کی مشقتوں پر لگا دیا - اور خود حکمرانی کرنے لگے - یہ کیفیت تین سو سال تک قائم رہی -

۱۵۲۷ء میں ایک ھسپانوی سردار مانٹیجو نے وسطی امریکہ کی مایا سلطنت پر چڑھائی کی - سونا بہ افراط نہ ملنے کے باعث ھسپانویوں نے اصلی باشندوں پر بہت ظلم ڈھائے - مارا پیٹا اور ذلیل کیا - ۱۵۳۲ء میں یہ مہم واپس لوٹی اور ۱۵۳۷ء میں چھوٹے مانٹیجو نے پھر چڑھائی کی - ۱۵۴۰ء میں پھر حملہ کیا گیا اور مایا قوم کے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا - ۱۵۴۱ء میں یوکاتن کی ایک ریاست اکسمل کا شاھی خاندان عیسائی بن کر اھل ھسپانیہ میں مل گیا جس کی مدد

سے ۱۵۴۲ء تک سارا وسطی امریکہ ان کے قبضے میں آ گیا ۔ یہاں بھی تین سو سال ہسپانوی حکومت کرتے رہے ۔

ہسپانوی سونے چاندی کے لٹیرے تھے ۔ اور مفتوحین کو غلام بنا کر یورپ کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے ۔ اس کے ساتھ ہی وہ دین مسیحیت رائج کرنے کا بہت جوش دکھاتے تھے اور شیاطین و کفار کو فنا کرنے کے جذبے سے متاثر تھے ۔ اہل ہسپانیہ کے آتشیں اسلحہ اور ان کے گھوڑوں سے قدیم امریکی اتنے خائف ہوئے کہ وہ اہل فرنگ کو دیوتا سمجھنے لگے ۔ میکسیکو کے ایک شہر میں ڈی کورٹیز نے اپنا گھوڑا چھوڑ دیا تھا وہ وہاں مر گیا ۔ لوگوں نے اس کا بت بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی ۔ اصلی باشندوں کی تذلیل کا یہ عالم تھا کہ ایک گھوڑے کے معاوضے میں سو امریکی غلام مل جاتے تھے اور قدیم امریکی رئیس کی لڑکی پنیر کے ایک ٹکڑے کے عوض خریدی جا سکتی تھی ۔

پرتگیزوں کی مہمیں

اہل ہسپانیہ کی دیکھا دیکھی پرتگال کے باشندے بھی ہندوستان کی طرف نئے راستے کی تلاش اور نئے نئے ملکوں اور جزیروں کی دریافت کے جذبے سے متاثر ہو کر باہر نکلے ۔ ۱۴۹۷ء میں واسکو ڈے گاما براعظم افریقہ کے ساحل کا چکر کاٹ کر زنجبار کے عرب ملاحوں کی مدد سے کالی کٹ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا ۔ ۱۵۱۵ء تک پرتگیز ملاح جاوا اور ملکا تک جا پہنچے اور ۱۵۱۹ء میں ایک پرتگیز جہاز ران میجیلان جنوبی امریکہ کے جنوبی سرے کی آبنائے سے گزر کر بحر الکاہل میں پہنچا اور وہاں سے مغرب کی طرف سفر کرتا ہوا فلپائن تک پہنچ گیا ۔ فلپائن میں میجیلان نے ایک اونچے ساحلی پہاڑ پر بہت بڑی صلیب نصب کی ۔ تین مقامی سرداروں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ طوطوں کی طرح شاہ پرتگال کی اطاعت کا کلمہ رٹیں ۔ ان کے قبائل کے آٹھ سو اشخاص کو بپتسمہ دیا ۔ کافروں سے جنگ کی ۔ جس میں میجیلان اور اس کے بہت سے ساتھی

مارے گئے - صرف ایک جہاز مغرب کی طرف سفر کرتا ہوا راس امید کی راہ سے واپس پرتگال پہنچا - یہ پہلا جہاز تھا جو کرہ ارض کا چکر لگانے میں کامیاب ہوا - پرتگیزی ملاحوں نے بڑازیل کا ساحل ۱۵۰۱ء ہی میں دریافت کر لیا تھا لیکن نصف صدی کے تامل کے بعد انہوں نے ۱۵۴۹ء میں رائیوڈی جنیرو کے قریب سان سالویڈور کی نو آبادی بسائی - اس نو آبادی کے متعلق انہوں نے تین سو سال تک راز داری سے کام لیا - اور برازیل کی سر زمین سے تجارتی اور استعماری فائدے حاصل کرتے رہے -

پرتگیزوں نے مشرق میں اپنے تجارتی اور استعماری اثر و رسوخ کو بڑھانے پر زیادہ توجہ مبذول کی - البوکرک نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر گوآ ، دمن ، اور دیو میں اور جاوا ، سماٹرا اور آبنائے ملکا میں متعدد تجارتی بستیاں بسائیں - بحیرہ عرب اور بحر ہند میں عربوں کی تجارت کو تباہ کر کے ان کی جگہ خود لے لی - ترکوں نے ملیبار کے ساحل پر اترنے کی کوشش کی جسے پرتگیزوں نے ناکام بنا دیا - پرتگیزوں کی ایک تجارتی منڈی خلیج فارس کے دھانے پر جزیرہ ہرمز میں تھی جہاں ہر سال چند ماہ کے لیے زبردست میلا لگتا تھا اور پرتگیزوں کے علاوہ عرب ، ایرانی ہندوستانی اور جاوی تاجر اپنا اپنا مال لے کر آتے تھے - ۱۵۶۰ء تک پرتگیزوں کی تجارتی شاہراہ ایشیا کے جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ ہوتی ہوئی آبنائے ملایا سے گزر کر مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ چین کی بندرگاہ مکاؤ تک جاپہنچی تھی - جہاں سے وہ جاپان کے ساتھ بھی تجارت کرتے تھے اس شاہراہ پر ان کی متعدد تجارتی بستیاں قائم ہوگئی تھیں - ہسپانوی اور پرتگیز جہاں موقع پاتے تھے قدیم باشندوں کے مندر مسمار کر کے ان کی جگہ صلیبیں نصب کرتے تھے - اور لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کرتے تھے - ۱۵۸۰ء میں ہسپانیہ اور پرتگال ایک ہو گئے - یعنی دونوں ملکوں نے ایک ہی بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی - اس لیے ولندیزوں اور ہسپانویوں کی کشمکش میں جو اس زمانے میں شدت سے شروع ہو چکی تھی پرتگیزوں کو بھی نقصان پہنچا جس کا حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا -

سولھویں صدی مسیحی کے بیشتر حصے میں ملکوں کی دریافت اور ان کے استعمار کی اجارہ داری ھسپانویوں اور پرتگیزوں کے ھاتھ میں رھی کیونکہ روما کے پاپائے اعظم نے انھی دو قوموں کو دنیا کے ملک فتح کرنے اور ان میں دین مسیحی پھیلانے کی اجازت دی تھی اور طول بلد کے ایک خط کے ذریعے زمین ھسپانویوں اور پرتگیزوں میں تقسیم کر دی تھی - فرنگستان کی دوسری قومیں ان دونوں قوموں کے بڑھتے ھوئے تمول کو دیکھ کر حسد اور رشک کی آگ سے جلنے لگیں - ان کے طالع آزما لوگ یہ حال دیکھ کر نچلے نہیں بیٹھ سکتے تھے - چنانچہ ۱۵۰۴ء میں فرانسیسی ماھی گیر کاڈ مچھلی کے شکار کے لیے شمالی امریکہ کے جزیرہ نیوفاؤنڈ لینڈ تک پہنچے - انگریز اس سے پہلے آیس لینڈ کے نواحی سمندروں میں کاڈ مچھلی کا شکار کیا کرتے تھے - اب وہ بھی ادھر آنے لگے - ۱۵۲۱ء میں ھسپانویوں نے شمالی امریکہ کے جزیرہ نما فلوریڈا کے ساحل پر بستی بسانے کی کوشش کی لیکن ملک کے قبائلی باشندوں نے انھیں مار بھگایا - ایک ھسپانوی گورا اور ایک افریقی حبشی غلام ان کے ھاتھ لگے جنھیں وہ تماشے کے طور پر اندرون ملک میں لیے پھرے - اس کے بعد ھسپانویوں نے فلوریڈا میں نو آبادی قائم کرنے کی متعدد کوششیں کیں لیکن ناکام رھے - ۱۵۶۲ء میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے کچھ فرانسیسیوں نے اپنے ملک کی مذھبی خانہ جنگیوں سے تنگ آ کر فلوریڈا میں نو آبادی قائم کی جسے ۱۵۶۵ء میں ھسپانویوں نے اس دعوے کی بنا پر تباہ کر دیا کہ فرانسیسیوں کو نو آبادی بسانے کا کوئی حق پوپ کی طرف سے نہیں ملا - ۱۵۶۸ء میں ایک فرانسیسی کپتان نے فلوریڈا کی ھسپانوی بستی پر حملہ کر کے قتل عام کیا -

۱۵۶۷ء میں ھالینڈ کے ولندیزوں نے ھسپانوی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا اور آزادی حاصل کر لی - ھالینڈ اور ھسپانیہ کے درمیان چالیس سال تک جنگی حالت قائم رھی - اس دوران میں ولندیزوں نے اپنی بحری طاقت مضبوط کر کے دنیا کے سفر کی مہمیں شروع کر دیں - انگلستان اس جنگ میں ھالینڈ کا حلیف تھا - ۱۵۸۸ء میں زبردست ھسپانوی

بیڑے آرمیڈا نے انگلستان پر چڑھائی کی۔ جسے انگریزوں نے شکست دے کر تباہ کر دیا۔ ان واقعات نے انگریزوں کے دل بڑھا دئیے اور وہ بھی استعمار عالم کی توقعات میں ہسپانویوں کے حریف بن کر نکلنے لگے۔ انگریز ملاحوں نے ماہی گیری کے ساتھ بحری ڈاکوؤں کا بھیس اختیار کر لیا۔ ان کی ٹولیاں پرائیویٹ طور پر باہر سفر پر نکلتیں اور ادھر آدھر لوٹ مار کر کے واپس آ جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ بعض انگریز کپتان حبشی غلاموں کی تجارت بھی کرتے تھے جنھیں وہ افریقہ سے پکڑ کر ہسپانویوں کی امریکی نوآبادیوں میں لے جاتے اور فروخت کر دیتے تھے۔ اس زمانے میں اس پیشے کو بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایسے ہی ایک تاجر سر جان ہاکنس کو انگلستان کے شاہی دربار نے نائٹ بنایا۔ ۱۵۸۷ء میں انگریزوں نے شمالی امریکہ کی ریاست ورجینیا کے ساحل پر بستی بسائی جو جلدی اجڑ گئی۔ ۱۵۷۷ء سے ۱۵۸۰ء تک ایک انگریز بحری کپتان ڈریک نے جو بحری ڈاکو تھا کرہ زمین کا چکر لگایا۔ ڈریک کی طرح اور بھی بحری جہاز ران طالع آزمائی کی مہموں پر سفر کے لیے نکلے۔ جنھوں نے اپنے طور پر بہت سی نئی زمینیں دریافت کیں اور نو آبادیاں بنانے کے لیے راہیں صاف کیں۔

ولندیز ۔ انگریز اور فرانسیسی

سترھویں صدی مسیحی کے آغاز میں انگریز، ولندیز اور فرانسیسی بحری تجارت اور استعمار کو ترقی دینے کے عزائم لے کر نکلنے لگے۔ ۱۵۹۵ء میں ولندیزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی اور مشرق میں تجارتی راہیں کھولنے اور نو آبادیاں قائم کرنے کی مہم شروع کر دی۔ ولندیزی کپتان تسمان کو کمپنی کی طرف سے جو ہدایات ملیں ان کا لب لباب یہ تھا کہ جا بجا اپنے مال کے نمونے دکھاؤ۔ وہاں کے تاجروں سے ان کی ضروریات کا حال دریافت کرو۔ ہر جگہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آؤ اور دوستانہ گفتگو کرو۔ ان کے ساتھ تجارتی تعلقات ولندیزی اجارہ داری کی بنا پر قائم کرو اور

معاهدے طے کر لو - بندرگاهوں ، دریاؤں اور ملکی پیداوار کے حالات نوٹ کرو - دوسری یورپی اقوام کو روکنے کے لیے تم ایسے ملکوں اور جزیروں پر قبضہ جاؤ جو وحشیوں سے آباد نہیں اور وهاں کتبے ، الواح اور مینار بنا کر ڈچ نو آبادی بسانے کا اعلان کر دو -

پرتگیزوں اور هسپانویوں کو ولندیزوں کے ساتھ لڑنے کی تو جرأت نہ هوئی لیکن انہوں نے هر جگہ ان کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈا شروع کر دیا - ولندیزی کپتان نے ایک پرتگیزی جہاز کو غرقابی سے بچا کر شاہ هسپانیہ سے خوشنودی اور شکریے کا پروانہ حاصل کر لیا تھا - جسے وہ هر جگہ دکھاتا اور پروپیگنڈے کا اثر زائل کرتا رها - ولندیزوں نے چند هی سال کے عرصہ میں پہلے ملکا پر پھر جاوا ، ساٹرا اور سیلون پر قبضہ کیا - بعد ازاں فارموسا میں نوآبادی قائم کی - انہوں نے جنوبی افریقہ کی راس امید کے ملک میں بھی نوآبادیاں قائم کیں - ولندیزی کپتان تسمان نے تسمانیہ کا جزیرہ نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کا ساحل بھی دریافت کیا - لیکن وهاں نوآبادی نہ بنائی - ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک سولیس ملازم نے کمپنی کو تاکیداً لکھا بھی لیکن کمپنی نے توجہ نہ کی -

۱۶۰۰ء میں انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی - اس کمپنی کے جہاز رانوں کو جو هدایات دی گئیں وہ ڈچ کمپنی کی هدایات کی نقل تھیں - ان میں لکھا تھا کہ جہاں ممکن هو تجارت کی بنیادیں قائم کرو - بندرگاهوں ، دریاؤں اور پیداوار کا حال نوٹ کرو تاکہ کسی وقت نوآبادی بنانے کی ضرورت پیش آنے تو کام آ سکے - اصلی باشندوں کے ساتھ محبت سے بات چیت کرو اور ان پر اپنے بادشاہ اور اپنی قوم کی طاقت اور جاہ وحشمت کا سکہ بٹھاؤ - بحری راستوں ، تجارتی سہولتوں اور آبادکاری کے امکانات کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرو -

برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۶۱۳ء میں پہلے پہل سورت اور بنتام (کاٹھیاواڑ) میں تجارتی کوٹھیاں کھولیں اور فیکٹریاں قائم کیں لیکن یہ بستیاں ان سے پرتگیزوں اور ولندیزوں نے چھین لیں - انگریز سورت اور

بنتام سے نکل کر مدراس چلے گئے جہاں انہوں نے ۱۶۴۱ء میں اپنا تجارتی مرکز قائم کیا ۔ پھر انہوں نے ۱۶۵۱ء میں کلکتہ میں تجارتی کوٹھی اور نو آبادی بنانے کی اجازت شہنشاہ اورنگ زیب کے صوبے دار سے حاصل کی۔ بمبئی کی بندرگاہ انگریزوں کو پرتگیزوں سے ایک شہزادی کے جہیز کے طور پر مل گئی جس کی شادی شاہ انگلستان سے ہوئی ۔ تھی (۱۶۶۸ء) کوئی ڈیڑھ سو سال تک برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرگرمیاں ہندوستان میں محض تجارت کو فروغ دینے تک منحصر رہیں ۔ جس کے دوران میں یہ لوگ ہندوستان کے اندرونی حالات کا مطالعہ کرتے رہے ۔ اس کے بعد انہوں نے استعمار یعنی ملک پر قبضہ جمانے کی مہم شروع کر دی ۔

انگریزوں کی دیکھا دیکھی فرانسیسیوں نے بھی ہندوستان میں پانڈی چری میں ۱۶۷۳ء میں اور کلکتہ کے قریب چندر نگر میں تجارتی کوٹھیاں قائم کیں ۔ بحر ہند کے جزیرے بوربون اور ماریشس اس وقت تک فرانسیسیوں کے قبضے میں آ چکے تھے ۔ شرق الہند میں ولندیزوں نے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے پاؤں جمنے نہ دیے ۔ ڈنمارک کے ڈینوں نے بھی ۱۶۱۲ء میں ٹرنکوبار دکن میں تنجور کے راجہ سے اجازت لے کر تجارتی بستی بسانے کی کوشش کی لیکن ولندیزوں نے ان کا بازار گرم نہ ہونے دیا ۔ ڈینوں نے تھوڑے عرصہ میں تبلیغی سرگرمیوں پر بہت توجہ مبذول کی اور بہت سے دارو‌ڑی باشندوں کو عیسائی بنا لیا ۔

انگریز اور فرانسیسی سترھویں صدی مسیحی کے آغاز میں مشرق ملکوں میں تجارت کو فروغ دینے کی پالیسی پر کاربند تھے لیکن نئی دنیا میں انہوں نے نو آبادیاں قائم کرنے کی مہمیں اختیار کر لیں ۔ ۱۶۰۶ء میں جیمز اول شاہ انگلستان نے دو کمپنیوں کو شمالی امریکہ میں نو آبادیاں بنانے کی اجازت دی ۔ ایک نے نیویارک کے قریب جہاں ولندیزوں کی نو آبادی قائم ہو چکی تھی انگریزوں کو بسانا شروع کیا ۔ دوسری کمپنی نے ساحل کے جنوبی حصے میں جیمز ٹاؤن کی بستی آباد کر کے نیو ورجینیا کی ریاست کی بنیاد ڈال دی ۔ ان دنوں انگلستان میں بے روزگاری عام تھی اور پادری گرجاؤں میں وعظ کہتے تھے کہ ورجینیا معاش کا دروازہ ہے ۔

جو خدا نے انگریزوں پر کھول دیا ہے۔ کینیڈا میں فرانسیسی اپنی نو آبادیاں قائم کرنے لگے۔ ۱۶۰۸ء میں انہوں نے کوئبک کا شہر آباد کیا اور ۱۶۸۶ء تک وہ کینیڈا پر قابض اور اضلاع متحدہ امریکہ کی ریاست لوئیزنایا میں آباد ہو کر دریائے مس سس پی کی وادی میں پاؤں پھیلانے لگے تھے۔ یہ نوآبادیاں قائم کرنے کے لیے انگریزوں اور فرانسیسیوں کو امریکہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ کبھی صلح اور کبھی جنگ کرنی پڑتی تھی۔ ہر جنگ میں یہ لوگ اپنے آتشیں اسلحہ کی بدولت سرخ ہندیوں میں بڑی تباہی پھیلاتے تھے۔ اور ان کا قتل عام روا رکھتے تھے۔ ۱۶۶۴ء میں انگریزوں نے نیو نیدر لینڈ کی ڈچ نو آبادی ولندیزوں سے چھین کر اس کا نام نیو یارک رکھ دیا۔ ۱۶۸۹ء تک کینیڈا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ملک میں فرانسیسی مقبوضات اپنی معراج کمال کو پہنچ چکے تھے اور انہوں نے دریائے مس سس پی کی وادی میں قلعوں کی ایک زنجیر تعمیر کر لی تھی جو انگریزوں کی نوآبادیوں کے پھیلاؤ کو روک رہی تھی۔ اس وجہ سے فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس میں انگریز ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی سر زمین سے فرانسیسیوں کو بے دخل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کشمکش کے بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا ملک انگریزی استعمار کے پھیلاؤ کے لیے کھل گیا۔ برطانیہ اور یورپ کے بعض دوسرے حصوں کے لوگ اس ملک میں آ کر آباد ہوتے گئے اور اصلی باشندوں کو مغلوب کر کے انہیں مغرب کی طرف ہٹنے یا غلامی قبول کرنے پر مجبور کرنے لگے۔

سولھویں صدی ہسپانویوں اور پرتگیزوں کے تجارتی اور استعماری عروج کا دور تھی۔ سترھویں صدی میں دوسری فرنگی قومیں بھی ان کی حریف بن گئیں۔ جن میں انگریز، ولندیز اور فرانسیسی بہت پیش پیش تھے۔ رقابت کے باعث ان قوموں کے درمیان زبردست کشمکش شروع ہو گئی۔ ولندیزوں، پرتگیزوں، انگریزوں اور فرانسیسیوں نے جہاں جہاں ان کا داؤ چلا ایک دوسرے کو بے دخل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

اس کشمکش کی داستان بہت طویل ھے جس کے اہم واقعات اپنے اپنے موقع پر بیان کیے جائیں گے - شمالی امریکہ میں نو آبادیاں قائم کرنے کے لیے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان قریباً سو سال تک پے در پے متعدد جنگیں ھوئیں - ۱۶۲۲ء میں پرتگیزوں نے عباس اعظم شاہ ایران کو ناراض کر لیا - عباس نے انگریزوں کی مدد سے جزیرہ ہرمز کی تجارتی منڈی تباہ کر دی اور پرتگیزوں کو بے دخل کر کے وھاں قبضہ جما لیا - ولندیزوں نے اسی صدی میں انگریزوں کو جاوا اور سماٹرا سے بے دخل کیا - اور پرتگیزوں سے متعدد بستیاں چھینیں - ۱۷۵۲ء تک شمالی امریکہ کی اس سر زمین میں جو اب ریاست ھائے متحدہ امریکہ کہلاتی ھے - مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ انگریزوں کی تیرہ نو آبادیاں قائم ھو چکی تھیں جنھوں نے وسیع ریاستوں کی شکل اختیار کر لی تھی - کینیڈا میں فرانسیسی آبادکار براجمان تھے -امریکہ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان زمینوں پر قبضہ جمانے کے لیے کشمکش پچھلی صدی ھی سے جاری تھی -

۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۳ء تک یورپ کے بادشاھوں کے درمیان ھفت سالہ جنگ جاری رھی جس سے ان ملکوں کی بیرونی (امریکی اور ایشیائی) نو آبادیاں بھی متاثر ھوئیں اور جنگ کے دوران میں ایک ھاتھ سے دوسرے ھاتھ میں منتقل ھوتی رھیں - ۱۷۶۳ء میں پیرس کا معاھدہ طے ھوا جس کی رو سے فرانسیسیوں نے کینیڈا اور شمالی امریکہ کے دوسرے مقبوضات انگریزوں کو دلے دیے - انھیں پانڈی چری کاریکل اور چندر نگر کے سوا اپنے ھندوستانی مقبوضات سے بھی ھاتھ دھونا پڑا - جن پر انگریز قابض ھو گئے - انگریزوں نے اس جنگ میں ھسپانیہ سے فلپائن کے جزیرے چھین لیے تھے جو اس معاھدہ کے وقت امریکہ میں فلوریڈا کا ملک لے کر ھسپانیہ والوں کو واپس کر دیے - اس طرح انگریز میکسیکو کو چھوڑ کر شمالی امریکہ کے سارے بر اعظم کے مالک بن گئے اور ھندوستان میں انھیں کے رعب کا طوطی بولنے لگا - شمالی امریکہ کی برطانی نو آبادیاں ۱۷۷۵ء تک انگلستان کی حکومت کی تابع فرمان رھیں - لیکن اس سال امریکہ کے گوروں اور انگلستان کی حکومت کے درمیان

چائے کی تجارت کے مسئلہ پر جو حکومت انگلستان محاصل اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے اہل امریکہ پر زبردستی ٹھونسنا چاہتی تھی لڑائی شروع ہو گئی - ۱۷۷۶ء میں امریکی گوروں کی کانگرس نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا - دو سال بعد فرانس کی حکومت نے امریکہ کی آزادی تسلیم کر لی لیکن انگریزوں سے بدستور جنگ جاری رہی - ۱۷۸۳ء میں برطانیہ نے بھی امریکہ والوں کی آزادی کا اعتراف کر لیا اور برطانی فوجیں نیو نارک اور شمالی امریکہ کے ان اقطاع سے جو بعد میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ بنے نکل گئیں - اس طرح امریکہ کی وسیع مملکت برطانی حکومت اور انگلستان کے انگریزوں کے ھاتھ سے نکل گئی لیکن زمانے کی رفتار انگریزوں کے لیے سازگار تھی - اس وقت تک وہ ہندوستان کے اندر اپنے استعماری قدم مظبوط کر چکے تھے - اور اپنے اثر ونفوذ کو آگے بڑھا رہے تھے - نیز امریکہ والوں کی جنگ آزادی شروع ھونے سے پہلے ۱۷۷۲ء میں آسٹریلیا کے بر اعظم کو آباد کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے- جسے ولندیزوں نے ڈیڑھ سو سال پہلے دریافت کر کے چھوڑ دیا تھا - امریکہ کی جنگ آزادی کا مزید حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا -

ھندوستان میں انگریزی استعمار

۱۷۴۵ء میں جب انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان امریکہ میں لڑائیاں ہو رہی تھیں پانڈی چری کی فرانسیسی نو آبادی کے گورنر لیبورڈو نے مدراس پر قبضہ جما لیا جہاں انگریزوں کی تجارتی کوٹھی تھی - ۱۷۴۵ء میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان صلح ہو گئی اور صلحنامے کی رو سے فرانسیسیوں نے شمالی امریکہ کا ایک شہر لوئیس برگ انگریزوں سے لے کر مدارس انہیں واپس کر دیا - اس صلح نامے کے باوجود ھندوستان میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان کشمکش جاری رہی - ایک فرانسیسی گورنر ڈوپلے نے ہندوستان میں فرانس کے مقبوضات وسیع کرنے کی مہم شروع کی اور دکن کے فرمانروا نظام سے لڑائی چھیڑ کر ارکاٹ کا صوبہ چھین لیا اور ترچناپلی کا محاصرہ کرلیا - نظام کی سرکار انگریزوں کی

حلیف تھی اس لیے ایک انگریز کلرک کلایو نامی نے جو مدراس میں کام
کام کرتا تھا ، کچھ انگریزوں اور چند سو دیسی تلنگوں کی فوج لے کر
ارکاٹ پر چڑھائی کر دی اور فرانسیسیوں پر فتح حاصل کی ۔ دکن میں یہ
کشمکش جاری تھی کہ فورٹ ولیم کلکتہ کے انگریزوں نے بنگال کے
صوبے دار نواب شجاع الدولہ سے بگاڑ پیدا کر لیا ۔ نواب مذکور نے
فورٹ ولیم کو سر کیا ۔ کلایو ارکاٹ سے فوج لے کر کلکتے کی طرف آیا
اور فورٹ ولیم کے قلعے کو نواب کے لشکر سے چھڑانے کے بعد
مرشد آباد کی طرف بڑھا جو نواب شجاع الدولہ کا صدر مقام تھا ۔ ۱۷۵۷ء
میں پلاسی کے میدان میں نواب شجاع الدولہ کی ہندوستانی فوج اور کلایو
کے گوروں اور کالوں کی فوج کے درمیان گھمسان کا رن پڑا ۔ بنگال کے ایک
اور نواب میر جعفر نے جو نواب شجاع الدولہ کی مدد کو لشکر لے کر آیا
تھا ، غداری کی اور انگریزوں سے ساز باز کر کے ان سے مل گیا ۔ نواب
شجاع الدولہ کو شکست ہوئی اور انگریزوں کے استعماری قدم پہلی دفعہ
ہندوستان کی سرزمین میں جم گئے ۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہندوستان
میں برطانی سلطنت قائم کرنے کے منصوبے باندھنے لگے ۔ ہندوستان کی سر
زمین اس زمانے میں دھلی کے تیموری بادشاہوں کی طاقت کے زوال کے باعث
طوایف الملوکی کی آماج گاہ بنی ہوئی تھی ۔ نواب ، صوبیدار ، راجے اور
مہاراجے محض اپنے اپنے ذاتی اقتدار کو سنبھالنے اور بڑھانے کی فکر میں مگن
تھے ۔ عام لوگ محکومیت کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے تھے ۔ ان
میں کسی قسم کا مذہبی ، قومی یا وطنی جذبہ کار فرما نہ تھا ۔ جس کی
تحریک سے وہ فرنگیوں کو اجنبی غاصب سمجھتے اور ان کے مقابلے کے
لیے کھڑے ہو جاتے ۔ اس کے علاوہ تیموری خاندان کے بادشاہوں کے
درباری شوکت و تجمل کے سائے میں ہندوستان میں جس قسم کے سوشل
نظام نے نشو و نما پائی اس نے بالائی طبقہ کے لوگوں کو سہل انگار ، عیش
و عشرت کا دلدادہ اور بہت بڑی حد تک بزدل بنا دیا تھا ۔ تیموری
ترکوں اور پٹھانوں کے سپاہیانہ اوصاف کا معیار بہت پست ہو گیا تھا ۔
ہندوستان کی جنگی قومیں مثلاً راجپوت اور مرہٹے وغیرہ بھی اپنی
جنگجویانہ صفات کو بہت بڑی حد تک کھو بیٹھے تھے ۔ عامۃ الناس

تیموری بادشاہوں کے جاگیر دارانہ نظام کے تلے دب کر غلامانہ طور پر اطاعت گزار ہو چکے تھے ۔ بلا شبہ آتشیں اسلحہ یعنی توپ اور بندوق کو ہندوستان میں لانے والے یہی تیموری ترک تھے لیکن ان کے بادشاہوں نے ان اسلحہ کو رائج کرنے اور انہیں ترقی دینے میں بہت کم توجہ مبذول کی ۔ سب سے بڑی بات جو ہندوستان کے اندر استعمار فرنگ کو سازگار آئی یہ تھی کہ اورنگ زیب اعظم (۱۶۷۸ء سے ۱۷۰۷ء تک) کے جانشین ہندوستان کی وسیع سلطنت کو سنبھالنے کے معاملہ میں بہت نا اہل ثابت ہوئے اور ملک آہستہ آہستہ طوائف الملوکی اور جمعیت گردی کی آماجگاہ بن گیا ۔ ہندوستان کا یہ مادی اور معنوی زوال ان فرنگی تاجروں کی آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر ہوا جو نئے حوصلے ، نئی امنگیں اور جوان قوت عمل لے کر اس ملک میں سوداگری کر رہے تھے ۔ انہوں نے اہل ہند کی ہر کمزوری سے فائدہ اٹھایا ۔ ان کے نوابوں ، راجوں ، خانوں اور سرداروں کی خانہ جنگیوں میں دخیل ہو کر اپنی اہمیت بڑھانے لگے ۔ وہی اجنبی جو ایک سو سال سے یہاں کے نوابوں اور صوبے داروں کی پناہ میں زندگی بسر کر رہے تھے ۔ شدہ شدہ ایسی طاقت بن گئے جن کی پناہ خرد ہندوستان کے لوگ چاہنے لگے ۔ انگریزوں کے جنگی وقایع نگار لکھتے کہ انہیں ہندوستان کے وسیع براعظم میں کسی جگہ بھی مضبوط جنگی طاقت سے مقابلہ نہیں پڑا تا آنکہ اٹک پار کے افغانوں نے ان کے دانت کھٹے کیے اور ان کی استعماری فتوحات کے سیلاب کو وسط ایشیا کے ملکوں کی طرف آگے بڑھنے سے روک دیا ۔

پلاسی کی لڑائی کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں نے اپنے اثر رسوخ کو بنگال سے آگے بہار اورصوبجات متحدہ آگرہ و و اودھ تک بڑھانے کی کوششیں شروع کر دیں اور ۱۷۶۴ء میں بکسر کی لڑائی کے بعد جو اودھ کے نواب سے لڑی گئی ، شاہ عالم ثانی شہنشاہ دہلی سے ان اقطاع کے دیوانی معاملات کا بندوبست کرنے کی سند حاصل کر لی ۔ اس طرح انگریز شمالی ہند میں شہنشاہ دہلی کے نام پر حکومت کرنے لگے ۔ اسی زمانے میں دکن کی سر زمین نے حیدر علی کی شکل میں ایک بہادر محب وطن پیدا کیا ۔ جو

اپنی شجاعت اور دیگر اوصاف کے بل پر سپاھی سے ترق کر کے میسور کی ریاست کا بادشاہ بن گیا ۔ حیدر علی نے اجنبی انگریزوں کے روز افزوں اقتدار کا خطرہ محسوس کیا ۔ اور ۱۷۸۰ء میں ان سے جنگ چھیڑ کر مدراس پر قبضہ جما لیا ۔ لیکن انگریزں نے خود ھندوستان کے لوگوں اور نوابون کی مدد سے حیدر علی کو شکست دی اور مدراس کا شہر چھڑا لیا ۔ حیدر علی کے جانشین ٹیپو سلطان نے بھی زندگی بھر ھندوستان کو انگریزں کے استعماری قدموں سے پاک کرنے کے لیے جدوجہد جاری رکھی ۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر سلطان مذکور نے دکن اور ھندوستان کے نوابوں اور راجاؤں سے لے کر سلطان ترکی اور حکومت فرانس تک کو اپنا حلیف بنانے کی کوششیں کیں ۔ لیکن ھندوستان کے فرمانروا صرف اپنی جان کی خیر منانے کی پالیسی پر عمل پیرا تھے ۔ ترکی سے کسی قسم کی امداد پہنچ نہیں سکتی تھی اور فرانسیسیوں سے کسی قسم کی مؤثر امداد پہنچ نہیں سکتی تھی ۔ کیونکہ وہ انگلستان کے ساتھ ھفت سالہ لڑائی لڑنے کے بعد ۱۷۶۳ء کے معاهدۂ پیرس کی رو سے نہ صرف اپنے ھندوستانی مقبوضات سے دستکش ھو چکے تھے بلکہ شمالی امریکہ میں کینیڈا اور اپنے دیگر مقبوضات بھی انگریزوں کے حوالے کر چکے تھے ۔ اسی معاهدہ کی رو سے انگریزوں نے کوبا اور فلپائن ، ھسپانیہ کو واپس دے کر ان سے فلوریڈا (امریکہ) کا علاقہ لے لیا ۔ ان اسباب کے علاوہ خود سلطان کے وزیر صادق نامی نے غداری کی اور انگریزوں سے مل کر وزیگاپٹم کے قلعے کے دروازے ان پر کھول دیئے ۔ سلطان شمشیر بکف لڑتا ھوا دروازے میں شہید ھو گیا ۔

اس طرح دکن کی سر زمین انگریزوں کے قبضہ و اقتدار میں آ گئی ۔ حیدر آباد نظام پہلے ھی سے انگریزوں کا حلیف چلا آرھا تھا جس نے مرھٹوں کے ڈر سے جو مہاراشٹر اور شمالی ھند میں طاقت حاصل کر چکے تھے ساتھ سمندر سے پار آنے والی اس اجنبی قوم سے یارانہ گانٹھنا ضروری سمجھا ۔

بنگال اور دکن میں اپنی مخالف قوتوں کو تباہ کرنے اور اپنے حلقۂ اثر کو دھلی کے دروازوں تک وسعت دینے اور اکثر مقامی راجاؤں اور نوابوں کو اپنے زیر حمایت لانے کے بعد انگریزوں نے وسطی ھند کی

مرہٹہ ریاستوں کا زور توڑنے کی طرف توجہ مبذول کی اور انہیں بہ لطائف الحیل اپنے حلقۂ اثر میں شامل کر لیا - مرہٹوں کی جنگی طاقت ۱۷۶۰ء میں پانی پت کی چوتھی لڑائی میں احمد شاہ ابدالی کے پٹھان لشکر سے ٹکرا کر بری طرح زخمی ہو چکی تھی - اس آتحاد کے بعد مرہٹے متحد نہ رہ سکے اور وسط ہند میں ان کی متعدد ریاستیں قائم ہو گئیں جنہیں سر کرنا اور زیر اثر لانا انگریزوں کے لیے چنداں مشکل ثابت نہ ہؤا - غرض ۱۸۰۰ء تک یہ حالت ہو گئی کہ وسطی ، مشرق اور جنوبی ہند کے اقطاع انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضات بن گئے - دھلی میں تیموری شہنشاھوں کی اولاد برائے نام ھندوستان کی حکمران بنی بیٹھی تھی - دھلی کے گرد و نواح میں جاٹ گردی کا دور دورہ تھا - پنجاب پر سکھ قابض تھے - جن کی بارہ مسلوں نے پنجاب کی سر زمین آپس میں بانٹ رکھی تھی - سندھ کی سر زمین پر امیران سندھ فرمان فرمائی کرتے تھے - پنجاب اور سندھ میں اس طرح متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو رھی تھیں - لیکن یہ دونوں ملک احمد ابدالی کی فتوحات کے صدقے میں کابل کے درانی بادشاھوں کی مملکت کا حصہ شمار ھوتی تھیں - پنجاب کے سکھ سردار اور سندھ کے امیر اس وقت کابل کے بادشاہ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے -

انگریزوں نے ھندوستان کی سر زمین پر جس طرح قبضہ جمایا اس کی کیفیت ذیل کے نقشے میں واضح کی گئی ھے :—

تاریخ	علاقہ جس پر انگریزوں نے قبضہ جمایا	جس طریق سے حاصل کیا
۱۷۵۷ء	چوبیس پرگنہ (بنگال) اور نواحی دیہات	نواب بنگال سراج الدولہ سے لڑ کر حاصل کیا -
۱۷۵۸ء	مسولی پٹم (دکن)	نظام دکن سے انعام کے طور پر لیا -
۱۷۶۰ء	بردوان اور چاٹگام	نواب بنگال سے رشوت دے کر حاصل کئے -

تاریخ	علاقہ جس پر انگریزوں نے قبضہ جمایا	جس طرح سے حاصل کیا ۔
۱۷۶۵ء	بنگال ، بہار اور اڑیسہ	شہنشاہ دہلی شاہ عالم ثانی کی رائیگاں بخشی ۔
۱۷۶۵ء	مدارس کی جاگیر	نواب ارکاٹ سے انعام کے طور پر ۔
۱۷۶۶ء	شمالی سرکار کے اضلاع	نظام دکن سے انعام کے طور پر ۔
۱۷۷۵ء	بنارس کی زمینداری	وزیر اودھ کو ڈرا کر حاصل کی ۔
۱۷۷۶ء	سالسٹہ کا جزیرہ	مرہٹوں سے خریدا ۔
۱۷۷۸ء	نا گور کا شہر اور قلعہ	تنجور کے راجا سے ھتھیا لیا ۔
۱۷۷۸ء	گنتور سرکار کے اضلاع	نظام دکن سے خدمات کا معاوضہ ۔
۱۷۹۲ء	ملیبار اور نواحی علاقے	ٹیپو سلطان سے لڑکر حاصل کئے ۔
۱۷۹۹ء	کنارا کوئمبٹور وغیرہ	ٹیپو سلطان سے لڑ کر حاصل کئے ۔
۱۷۹۹ء	تنجور	راجا تنجور پر دباؤ ڈال کر ۔
۱۸۰۰ء	میسور کی ولایات	نظام دکن سے انعام کے طور پر ۔
۱۸۰۱ء	کرناٹک	نواب کرناٹک سے دباؤ ڈال کر ۔
۱۸۰۱ء	گورکھ پور بریلی	وزیر اودھ سے دباؤ ڈال کر ۔
۱۸۰۲ء	بندھیل کھنڈ	مرہٹہ پیشوا سے لڑ کر ۔

تاریخ	علاقہ جس پر انگریزوں نے قبضہ جمایا	جس طرح سے حاصل کیا ۔
۱۸۰۳ء	کٹک اور بلاسور	راجا برار پر دباؤ ڈال کر ۔
۱۸۰۳ء	دھلی کی ولایت	گوالیار کے مرہٹہ راجا سندھیا سے لڑ کر ۔
۱۸۰۵ء	گجرات کاٹھیاواڑ کے بعض حصے	مرہٹہ راجا گائیکواڑ سے لڑ کر ۔
۱۸۱۸ء	کاندیش وغیرہ	مرہٹہ راجا ھلکر سے لڑ کر ۔
۱۸۱۸ء	اجمیر	مرہٹہ راجا سندھیا پر دباؤ ڈال کر ۔
۱۸۱۸ء	پونا اور مہاراشٹر	مرہٹہ پیشوا سے لڑ کر ۔
۱۸۱۸ء	نربدا پر کے بعض اضلاع	راجہ برار پر دباؤ ڈال کر ۔
۱۸۲۶ء	آسام ارکان اور تناسرم	آوا کے راجا سے لڑ کر ۔
۱۸۳۴ء	کورگ	راجا کورگ پر دباؤ ڈال کر ۔
۱۸۴۳ء	سندھ	امیران سندھ سے لڑ کر ۔
۱۸۴۸ء	پنجاب	سکھوں سے لڑائی کر کے ۔
وقتاً فوقتاً دیسی ریاستیں		خود بخود انگریزوں کے زیر حمایت آتی گئیں ۔

سائبیریا میں روسیوں کا نفوذ

اھل فرنگ کے خروج و استعمار کی داستان کے سلسلے میں جنوبی روس کے قازاق و قبچاق قبائل کی وہ نقل و حرکت بھی قابل ذکر ہے جو ان تین صدیوں کے دوران میں وقوع پذیر ھوئی ۔ یہ خانہ بدوش قبیلے جن کے آبا و اجداد شمالی میدان اعظم سے کوچ کر کے روس کے جنوبی حصوں میں آباد ھوئے تھے ۔ اس زمانے میں مشرق کی طرف حرکت کرنے

لگے اور ان تین صدیوں میں آہستہ آہستہ پھیلتے ہوئے اور ایک دوسرے کو آگے سے آگے دھکیلتے ہوئے سائے بیریا کے مشرق حصوں تک پہنچ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تاتار اعظم کی وسیع سر زمینیں جو ادوار گزشتہ میں لاکھوں کی جمعتیں امریکہ ، ایشیا اور یورپ کےملکوں کی طرف بھیجتی رہیں اس زمانے میں بہت کم آباد ہو چکی تھیں۔ ترکوں اور مغلوں کی نقل مکانی کے بعد جو گزشتہ دور میں وقوع پذیر ہوئی اس سرزمین کی ویرانی کی وجہ شاید موسمی تبدیلی ہو یا وباؤں نے اس سرزمین کو بے آباد کر دیا ہو بہر حال اس ویرانی کا نتیجہ یہ ہؤا کہ آلٹی گنگا بہنے اگی اور جنوبی روس کے قبچاق اور قازاق قبیلے کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر سائے بیریا کے برفانی جنگلوں میں پھیل گئے ۔ ان قبیلوں کو اپنے خط حرکت کے جنوب کی طرف یعنی ترکستانات میں کڑی مزاحمت دکھائی دی ۔ ترکستانات کے لوگوں کی دست برد سے بچنے کے لیے انہوں نے مغرب سے مشرق تک قلعوں کی ایک زنجیر بنا لی ۔ اس طرح زاران روس کا حکومتی اقتدار ان قبائل کی نقل و حرکت کے ساتھ ساتھ کسی قسم کی مزاحمت و کوشش کے بغیر آبنائے بیرنگ اور بحیرہ جاپان تک پھیل گیا ۔ بلکہ روسیوں نے آبنائے بیرنگ کو عبور کرکے شمالی امریکہ کے شمال مغربی ملک ایلاسکا پر بھی قبضہ جمالیا ۔ زاران روس کی استعماری کوششوں کو اپنی وسیع مملکت کے جنوب میں ترکوں اور چینیوں سے سابقہ پڑا ۔ چین کی سلطنت اس دور میں مانچوریا ، منگولیا ، تبت ، ترکستان کے بعض حصوں ، سیام ، انام اور برما پر حاوی ہو چکی تھی ۔ ترکستانات میں ترک سلطانوں اور امیروں کی ریاستیں قائم تھیں اور بحیرہ خزر اور بحیرہ اسود کے نواحی ملکوں میں ایران اور ترکی کی سلطنتیں روسی استعمار کے پھیلاؤ کی راہ روکے کھڑی تھیں ۔

سائے بیریا میں روسی استعمار کے پھیلاؤ کی کہانی بہت سادہ اور سہل سی ہے ۔ سولھوی صدی مسیحی کے آغاز میں نووو گراڈ کے ایک تجارتی گھرانے نے زار روس سے مشرق ملکوں کے ساتھ تجارتی اجارہ داری قائم کرنے کی اجازت حاصل کی جن کی وسعت کا اس وقت روس میں یا یورپ

میں کسی کو صحیح طور پر علم نہ تھا۔ ان تاجروں کو زیادہ تر سیبل جانور کے سمور کی تلاش تھی جس کے لیے ان کے ایجنٹ پر امن طریق سے آگے سے آگے نکلتے گئے۔ ۱۵۸۰ء کے قریب ان تاجروں کو اپنی تجارتی لوٹ کھسوٹ کو ترقی دینے کے لیے فوجی امداد کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ انہوں نے زار کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ قازاق یا کاسک قوم کے لوگوں کو مشرقی ملکوں میں آباد ہونے کی ترغیب دے۔ ان قازقوں نے سائے بیریا کے شمال مشرق کی طرف پھیل کر اپنی بستیاں بسانی شروع کر دیں اور جنوبی سرحدوں پر قلعوں کی ایک زنجیر تعمیر کرتے گئے تاکہ ترکوں اور ترکمانوں کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔ ان قازقوں نے روسی تاجروں کی مدد سے ۱۶۰۹ء دریائے دریائے نیسی کے کنارے پہلے ایک شہر آباد کیا۔ پھر ۱۶۱۹ء میں دوسرے شہر کی بنیاد رکھ دی۔ ۱۶۳۲ء میں یاکٹسک شہر آباد کیا گیا جو بعد میں سائے بیریا کی روسی مملکت کا صدر مقام بنا۔ یہاں سے روسی استعمار نے شمال مشرق میں کیمچٹکا اور آبنائے بیرنگ کی طرف ہاتھ پھیلائے۔ مشرق میں بحرالکاہل کی طرف اور جنوب میں مانچوریا اور کوریا کی طرف بڑھنا شروع کیا اس وقت تک سمور کے ساتھ سونے کی تلاش بھی شروع ہو چکی تھی اور مزید برآں دریائے ہاؤ کیکھا کی تلاش بھی تھی جو شمال مشرق کے دور دراز خطوں میں بتایا جاتا تھا اور جس کے متعلق عام روایت یہ تھی کہ اس کا پانی زندگی بخش اور شباب آور ہے۔ ۱۶۵۵ء میں ایک روسی مفتش ڈینجیوبا آبنائے بیرنگ تک پہنچ گیا۔ ۱۷۲۴ء میں ایک اور روسی بحری کپتان بیرنگ اور اس کے نائب نے مزید تفتیش کر کے اس امر کی تصدیق کی کہ امریکہ کے شمال مغربی اور سائے بیریا کے شمال مشرق گوشوں کو ایک آبنائے جدا کرتی ہے جس کا نام اس بحری کپتان کے نام

پر بیرنگ رکھ دیا گیا ۔ ۱۶۸۵ء میں ایک روسی سفارت نے شہنشاہ چین کے نمائندوں سے مل کر جنوب میں دریائے امور کو روسی اور چینی مملکت کے درمیان حد مقرر کیا ۔ ۱۷۳۲ء تک روسی مفتشین ایلاسکا کو کھنگال چکے تھے اور ان کے جہاز شمالی امریکہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ کیلیفورنیا کے جزیرہ نما تک آنے جانے لگے تھے ۔ زاران روس نے سائبیریا میں تجارتی بستیوں کے ساتھ مجرموں ، بالخصوص سیاسی مجرموں کی بستیاں بسانے کی پالیسی بھی اختیار کی ۔ ان مجرموں کو اپنی عورتیں اپنے ساتھ لانے کی اجازت ہوتی تھی ۔ نیز ان کے ساتھ محافظ ، نگران اور کسان بھی آتے تھے ۔ سائبیریا کی سرزمین کچھ غیر آباد سی تھی تاہم جن لوگوں سے روسیوں کو سابقہ پڑا انہوں نے ان کے پھیلاؤ کی مزاحمت نہیں کی ۔ البتہ وہ مہلک امراض کا شکار ہو کر ختم ہونے لگے ۔

———

چین ' جاپان اور شرق الہند

چین میں سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں منگ خاندان کے بادشاہ حکومت کر رہے تھے - اس خاندان کے بادشاہ بہت شستہ ذوق رکھنے والے حکمران تھے - جنھوں نے اپنے ہاں کے فنون لطیفہ کی سر پرستی کی اور اسے ترقی دی - یہ خاندان خالص چینی نژاد تھا - جس کے عہد میں چینی اپنے قدیم تمدن اور اپنی پرانی تہذیب کی روایات کے مطابق اطمینان اور قناعت کی زندگی بسر کر رہے تھے - اس خاندان کے آخری بادشاہ کا نام ہووئی تسونگ تھا جس نے اپنے جبر سے رعایا کو ناراض کر لیا - مملکت کے اندر جا بجا شورشیں نمودار ہونے لگیں اور بد امنی ترقی کرنے لگی - ان حالات میں ایک شخص لے نامی نے بہت سی جمعیت فراہم کر لی اور عوام کو یہ وعدہ دے کر کہ ان کے ٹیکسوں کا بوجھ ھلکا کر دیا جائے گا ان کی حمایت حاصل کر لی - اس باغی سردار نے شہنشاہ چین کی فوجوں کو شکست دی بلکہ اکثر مقامات پر شاھی فوجیں اس کے ساتھ جا ملیں یا مقابلہ کیے بغیر زیر ہو گئیں۔ لے نے دارالحکومت پیکن پر چڑھائی کی - وھاں کی شاھی فوج باغیوں سے جا ملی اور بادشاہ کے گھر کے خدام بھی فرو ہو گئے - یہ حال دیکھ کر ہووئی تسونگ نے پہلے اپنی بیگمات اور بچوں کو قتل کیا ، بعد ازاں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈال کر خود کشی کر لی - ہووئی تسونگ اس مضمون کی وصیت لکھ گیا کہ امید ہے کہ غاصب شاھی خاندان کی تباھی سے مطمئن ہو جائے گا - لیکن میری وصیت یہ ہے کہ وہ رعایا پر ظلم و تشدد روا نہ رکھے -

ایک شاھی جرنیل نے جو چین کی شمالی سرحد پر متعین تھا جب یہ حالات سنے تو اس نے لے سے اپنے آقا کا بدلہ لینے کے لیے اپنی فوجوں

کو اکٹھا کیا اور مانچیو کے بادشاہ سے امداد کا طالب ہوا ۔ مانچیو کا بادشاہ بڑی رضا و رغبت سے اس امداد پر آمادہ ہو گیا کیونکہ وہ کہا کرتا تھا کہ خدا نے مجھے چین کا شنہشاہ بننے کے لیے مامور کیا ہے ۔ شاہ مانچیو اور چینی جرنیل کی فوجوں نے لے کو شکست دی جو شہنشاہ چین بن بیٹھا تھا ۔ لیکن لے کی تباہی کے بعد مانچیو کا بادشاہ چین کا شہنشاہ بن بیٹھا ۔ چینیوں نے اسے قبول نہ کیا ۔ اس لیے تاتاریوں اور چینیوں کے درمیان لڑائیاں ہونے لگیں ، جن کے باعث ملک بہت تباہ حال ہو کر ویرانہ بن گیا اور آخر ۱۶۴۴ء میں تاتاریوں نے چین پر بزور شمشیر اپنے اقتدار کا سکہ جما لیا ۔ مانچیو خاندان کے پہلے بادشاہ کی قوتیں اندرونی امن کے قیام اور اقتدار کے استحکام پر صرف ہوتی رہیں ۔ اس زمانے میں کاک سنگا نامی ایک طالع آزما نے چین کے مشرقی ساحل کے کافی حصے میں ریاست قائم کر لی اور جزیرہ فارموسا سے ولندیزوں کو بے دخل کرکے وہاں کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا ۔ کاک سنگا کا جانشین شہنشاہ چین کا مطیع اور باجگزار بن گیا ۔

مانچیو خاندان کا دوسرا بادشاہ بہت علم دوست اور روشن خیال تھا جس نے رعایا کو خوش حال بنانے کے لیے بہت جد و جہد کی ۔ تباہ شدہ زمینوں کو آباد کرایا ، انتظامات درست کیے ، سرحدی لٹیروں کا قلع قمع کیا اور علم و ادب کو نئے سانچوں میں ڈھالنے کی تحریک اٹھائی جو قدامت پسند چینیوں میں پنپ نہ سکی ۔ کانگ ہو نے اپنے عہد میں کبلائی خان اعظم کے عہد کی یاد تازہ کر دی ۔ اس بادشاہ کے عہد میں جو ہندوستان کے اورنگ زیب اعظم کا ہم عصر تھا عیسائی مشنری چین میں پہنچے جنہیں اپنا دین پھیلانے کی اجازت دی گئی ۔ لیکن یہ لوگ پاپائے اعظم کو کل دنیا کا فرمانروا ظاہر کرتے تھے اس لیے کانگ ہو کے جانشین نے انہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیا ۔ اسی خاندان کے ایک بادشاہ کیئن لنگ کے دربار میں جو ۱۷۳۵ء میں متمکن ہوا ہالینڈ ، انگلستان اور روس کی سفارتیں پہنچیں ۔ جنہوں نے چین کے اندر نفوذ کی راہ حاصل کرنے کی اجازت چاہی ۔ لیکن چین کے لوگ ان اجنبیوں کو

اچھا نہیں سمجھتے تھے - اس لیے یہ سفارتیں اپنا کوئی مقصد بھی حاصل نہ کر سکیں - کیئن لنگ کی توجہ زیادہ تر مغربی سرحد یعنی چینی ترکستان کے کالمک ترکوں کی سرکوبی کرنے پر صرف ہوتی رہی - جنہیں اس نے ۱۷۵۷ء میں بڑی بے دردی سے قتل و غارت کیا اور چینی ترکستان میں اس مضمون کا ایک کتبہ نصب کر دیا کہ "آسمان جس درخت کو لگانا چاہے اسے انسان اکھاڑ بھی دے تو وہ جڑ سے پھر ہرا ہو جاتا ہے - لیکن آسمان جس درخت کو اکھاڑے اسے انسان دوبارہ آگا نہیں سکتا" - کیئن لنگ ۱۷۹۵ء میں اٹھاسی سال کی عمر میں ساٹھ سال حکومت کرنے کے بعد اپنے پانچویں بیٹے کے حق میں دست بردار ہو گیا - انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں جب انگریزوں نے چین سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اس کا جانشین حکمران تھا -

جاپان کے جزیروں کے باشندے صدیوں بلکہ ہزاروں سالوں سے ایشیا کے انقلابوں سے الگ تھلگ زندگی بسر کر رہے تھے - ان جزیروں کے قدیم باشندے اینو قوم کے لوگ ہیں جو خد و خال سے آریہ نسل (نارڈک) نظر آتے ہیں لیکن ان کے بدن پر گھنے اور لمبے لمبے بال ہیں جو ان کو آریاؤں سے ممیز کرتے ہیں - دوسرے جاپانی جو صدیوں سے ان جزیروں کے حاکم چلے آ رہے ہیں منگول نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور اکثر خصائص میں امریکہ کے قدیم باشندوں سے ملتے جلتے ہیں - جاپان کے آثار اور جاپانیوں کی روایات سے پتہ ملتا ہے کہ ۲۰۰ء سے پہلے جاپانی وحشی قبائل کی سی نیم شکاری اور نیم تمدنی زندگی بسر کر رہے تھے - ۲۰۰ء سے ۴۰۰ء تک کے زمانے میں یہ منظم ہوئے اور چینیوں کی آمد و رفت کے باعث تہذیب سیکھنے لگے - اسی دور میں جاپانیوں کی ایک ملکہ جنگو نے کوریا پر حملہ کیا اور اس وقت سے جاپانی کوریا میں دخیل ہونے لگے - مانچو اور خطا کے تاتاریوں ، منگولیا کے مغلوں اور چین کے شہنشاہوں کو اپنے اپنے اقتدار کے وقت ان جاپانیون سے واسطہ پڑتا رہا جو کوریا میں آباد ہو چکے تھے - جاپانی شروع ہی سے شنٹومت کے پیرو چلے آ رہے ہیں - اور اپنے ہاں کے شاہی

خاندان کو سورج کی اولاد متصور کر کے اس کی پرستش کرتے ہیں۔ اس قسم کے عقائد تمدن انسانی کے منبع یعنی دجلہ و فرات کی سر زمین میں دو ہزار سال ق - م کے زمانے میں اور اس سے پہلے رائج تھے جو مختلف ادوار میں نیل اور گنگا کی وادیوں میں بھی ظہور پذیر ہوتے رہے۔ جاپان اور جاپانی ۱۵۰۰ء کے بعد تاریخ عالم کی روشنی میں داخل ہوتے ہیں۔ جب ۱۵۴۲ء میں پرتگیز طالع آزما وہاں پہنچے اور انہوں نے دوسرے ملکوں اور جزیروں کی طرح جاپان سے تجارتی اور استعماری تعلقات قائم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ۱۵۴۹ء میں استعمار فرنگ کے ہراول دستے یعنی پادری لوگ بھی وہاں پہنچ گئے جنہوں نے وہاں دین مسیحی کی تبلیغ شروع کر دی اور بہت سے جاپانیوں کو عیسائی بنا لیا۔ جاپانیوں نے ایک سو سال تک فرنگیوں کی تجارتی اور تبلیغی سرگرمیوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا لیکن جب ہسپانیہ والوں نے فلپائن کے جزائر پر قبضہ جما لیا تو جاپانیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ اپنے ملک میں فرنگیوں کی سر گرمیوں کو شبہے اور خطرے کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ چنانچہ ۱۲۳۸ء میں جاپانیوں نے اجنبیوں پر دروازے بند کی پالیسی اختیار کر لی جسے چین کے شہنشاہ بھی اپنے ہاں کے لیے اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس کے بعد دو سو سال تک جاپانی فرنگیوں کی بیجا مداخلت کا تختہ مشق بننے سے بچے رہے اور حسب معمول انقلابات عالم سے الگ تھلگ رہنے کی پرانی پالیسی پر عمل پیرا رہے۔

فلپائن، میلینیشیا اور ہندیشیا کے جزیروں میں عرب مسلمانوں کی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں۔ عربوں نے ان جزیروں کی پرانی آبادیوں کی اکثریت کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے بل پر دین اسلام کے دائرے میں داخل کر لیا تھا اور وہ مزے سے پر امن زندگی بسر کر رہے تھے کہ اقوام فرنگ نے ان اقطاع میں استعماری یلغاریں شروع کر دیں اور ۱۵۰۰ء سے ۱۶۰۰ء تک کا زمانہ ان جزیروں میں عربوں کے عروج کا دور شمار ہوتا ہے۔ اور ۱۶۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک کے زمانے میں ولندیزوں،

ھسپانویوں ، انگریزوں اور فرانسیسیوں نے ان جزیروں میں اور ان سے آگے بڑھ کر پولینیشیا (بحر الکاہل) کے جزیروں میں نو آبادیاں قائم کرنے کی مہمیں زور شور سے جاری رکھیں -

شرق الہند اور بحرالکاہل کے قدیم باشندوں کا تمدن

جزائر جاپان کے باشندے چین کی قدیم تہذیب سے راہ و رسم رکھنے کے باعث اور فلپائن کے باشندے کمبودیا ، انام اور شرق الہند کی راہ سے ہندوستان کے ہندو تمدن کی لہریں پہنچتے رہنے کے باعث نیز بعد میں عربوں اور چینیوں کے زیر اثر آنے کے باعث ، بالی ، جاوا اور سماٹرا کے باشندے صدیوں ہندوستان کے زیر اثر رہنے اور بعد میں عربوں کے زیر اثر آنے کے باعث تمدن کی اس سطح پر پہنچ گئے تھے جس تک اس دور میں باقی دنیا پہنچ چکی تھی - ان کی پس ماندگی اگرکوئی تھی تو وہ آتشیں اسلحہ کے حصول اور ان کی ساخت سے نا واقفیت تھی - باقی امور میں وہ کسی لحاظ سے ایشیا یا یورپ کی اقوام سے پیچھے نہ تھے - لیکن ان سے پرے جزیرہ نیو گنی اور بحرالکاہل کے دوسرے جزیروں فیجی ، سلیمان ، پالونیشیا کے بہت سے مجامع الجزائر کے باشندے بہت پس ماندہ تھے - نیوگنی کے پاپو آئی تیر کمان کا استعمال جانتے تھے - اور کشتیاں بنا نے اور انہیں استعمال کرنے کے فنوں میں خوب ماہر تھے - ان میں بدن پر گہرے داغ اور نقوش بنانے ، انہیں رنگوں سے بھرنے اور ناک میں چھلا پہننے کا فیشن بہت عام تھا - ھر گھر میں کسی پرانے بزرگ کا بد صورت اور بد نما سا بت موجود رھتا تھا جسے وہ پوجتے تھے - اجتماعی تقریبوں میں ان کے پجاری نقاب اوڑھ کر ناچتے تھے - لکڑی اور پتھر پر کھدائی کا کام بھی خاصا ترقی یافتہ تھا اور مٹی کے برتن بنانے اور پکانے کا فن عام اور عمدہ تھا پالونیشیا یعنی بحرالکاہل کے جزیروں کے باشندے ، شکار ، ماھی گیری ، کشتی سازی اور کشتی رانی کے فنوں میں بہت ماہر تھے - گاؤں اور قبائلی علاقے بنا کر رھتے تھے - زراعتکاری کے لیے کھیت اور باغ رکھتے تھے جن کے ارد گرد دیواریں تعمیر کی جاتی تھیں- یہ لوگ دوسروں کو غلام بنانے یا ان کا گوشت پکا کر کھانے یا انہیں دیوتاوں کی بھینٹ

چڑھانے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے بھڑتے تھے ۔ ان میں بعض جزیروں کے لوگ دوسروں کی به نسبت زیادہ ترقی یافتہ حالت میں تھے ۔ جزائر ہوائی اور نیوزی لینڈ میں پانچ ہزار میل کا بعد ہے اور ان جزیروں کے باشندے ایک دوسرے سے چار سو سال سے لے کر گیارہ سو سال کی مدت سے الگ ہو چکے ہیں ۔ لیکن اس زمانی اور مکانی بعد و فراق کے باوجود اب بھی ایک دوسرے کی زبان سمجھ سکتے ہیں ۔ بعض خصوصیتیں ان جزیروں کے باشندوں میں عام اور مشترک ہیں مثلاً یہ کہ سب درزی کی طرح بیٹھتے ہیں ۔ اشارہ کرتے وقت ھتھیلی نیچے کی طرف رکھتے ہیں ۔ سر کے اشارے سے ہاں کہنا ہو تو سر کو اوپر کی طرف حرکت دیتے ہیں ۔ اظہار محبت کے لیے گالوں پر ناک رگڑتے ہیں بلکہ پیار سے سونگھتے ہیں ۔

آسٹریلیا کے قدیم باشندے ان سے مختلف ہیں ۔ اٹھارھوں صدی مسیحی کے آخری ربع میں جب انگریز مجرم اور آباد کار وہاں پہنچنے لگے تو اصلی باشندے پتھر کے زمانہ کے لوگوں کی سی ابتدائی زندگی بسر کر رہے تھے ۔ دکن کے قدیم باشندوں اور لنکا کے وداھوں کی طرح ان کے سر کے بال گنگھریالے ، ڈاڑھیاں گھنی ، رنگ سیاہ بھورا ، کھال پتلی ، ناک کی جڑ اندر کو دھنسی ہوئی ، نتھنے چوڑے ، ماتھے پیچھے کو ہٹے ہوئے اور کھوپری پست اور تنگ تھی ۔ یہ لوگ محض شکار پر بسر اوقات کرتے تھے ۔ اور آنے والے کل کی فکر نہیں کرتے تھے ۔ مرد شکار کھیلتے اور عورتیں جنگل کی جڑی بوٹیاں اکٹھی کرتیں ۔ کچی یا اُبلی ہوئی غذا کھاتے تھے ۔ اور درختوں کی چھال یا گھاس پھوس سے بنائے ہوئے جھونپڑوں میں رہتے تھے ۔ ایک قسم کا جنگلی کتا ان کا پالتو جانور تھا ۔ ان کے اوزار لکڑی اور پتھر کے تھے ۔ نیزہ پھینکنے کی کمان اور بومرینگ کا استعمال بھی جانتے تھے ۔ درخت کے تنے کو چھید کر کشتیاں بناتے تھے ۔ تیر کمان ، برتن اور کپڑے سے نا واقف محض تھے ۔ کھال کے کپڑے پہنتے یا ننگے رہتے تھے ۔ رسیوں کا تھیلا بنانا ان کی بڑی سے بڑی صنعت تھی ۔ یہ لوگ بھوتوں ، پریتوں ، روحوں کو مانتے

اور پتھروں اور بعض دوسری چیزوں کو پوجتے تھے جنہیں وہ بہت چھپا کر رکھتے تھے - ان پر خون چھڑکنا ان کی خاص رسم تھی - سال میں مہینہ بھر مذہبی رسمیں ادا کرتے تھے - اور خوب ناچتے تھے - مردوں کو ان پر خون چھڑک کر دفن کرتے تھے اور بسا اوقات اس کے ہتھیار بھی اس کے ساتھ ہی دفن کر دیتے تھے - ان کے ہاں ایک خاص رسم بچے کے بالغ ہونے پر ادا کی جاتی تھی - قبیلے کے بزرگ بالغ ہونے والے جوان مرد یا عورت کو کئی کئی دن خاموش رکھتے اس سے فاقے کراتے - اسے رنگتے ، باندھتے ، کاٹتے اور اس کے بدن سے خون نکالتے اور جسم پر داغ دیتے تھے پھر اس کے کان میں راز کی بات کہہ دیتے اور وہ اس وقت سے بڑوں میں شمار ہونے لگتا - ان کے ہاں ذاتی اور قبیلوی جائداد کا تصور موجود تھا - زمین کنبوں میں تقسیم ہوتی تھی - بعض دفعہ عورتیں قبیلے کی مشترکہ ملکیت سمجھی جاتی تھیں - اور بعض دفعہ جائداد منقولہ کی طرح قرض دی جاتیں ، بدلی جاتیں یا ورثے میں ملتی تھیں - قبیلے کا قانون توڑنے والے کو جرم کے مطابق موت کی یا دوسری سزائیں دی جاتی تھیں - یہ لوگ پیغام بھیجنے کے لیے چھڑیاں استعمال کرتے تھے - مرض اور موت کو جادو کا اثر سمجھتے تھے اور جادوگروں سے جنہیں وہ روحیں یا بھوت سمجھتے تھے لڑنے کے لیے ان کی ٹولیاں جنگلوں میں جایا کرتی تھیں - یہ لوگ جنگ و جدال سے متنفر تھے - اور آپس میں امن و آشتی کی زندگی بسر کرتے تھے[1] -

افریقہ میں استعمار فرنگ

فرنگی استعمار کے اس دور میں براعظم افریقہ کی پر اسرار سر زمین بھی اہل فرنگ کی استعماری سرگرمیوں کی آماجگاہ بنی - اہل فرنگ کی تمام تجارتی اور استعماری مہمیں افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ بحری سفر کرتی

---

1 آسڑیلیا کے قدیم باشندے آہستہ آہستہ محو ہوتے چلے جا رہے ہیں اور پالونیشیا اور میلینیشیا کے باشندوں کی اکثریت آج تک اسی پرانی ڈگر پر زندگی بسر کر رہی ہے - استعمار فرنگ نے انہیں کسی قسم کا نفع نہیں پہنچایا -

ہوئی مشرق کی طرف آتی تھیں۔ اس لیے انھوں نے افریقہ کے جن مقامات کو موزوں خیال کیا وہاں جہازوں کے ٹھہرنے کے مستقر بنا لیے۔ سولھویں صدی مسیحی میں نیوگنی کے ساحل کی متعدد بندر گاہوں پر پرتگیزوں، ولندیزوں، انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اپنی بستیاں قائم کر لی تھیں۔ جہاں سے ان قوموں کے بحری ڈاکو حبشیوں کو جبراً پکڑ کر لے جاتے تھے اور امریکہ کے فرنگی آبادکاروں کے ہاتھ غلام بنا کر بیچ ڈالتے تھے۔ اس صدی کے اواخر میں ولندیزوں نے راس امید کے علاقے میں ایک نو آبادی قائم کی اور پرتگیزوں نے موزنبیق کے ساحل پر ایک بحری مستقر بنایا۔ پرتگیزوں نے اندرون ملک پر قبضہ جمانے کے لیے ایک عسکری مہم بھیجی جسے حبشیوں نے شکست فاش دے کر تباہ و برباد کر دیا۔ لیکن راس امید کی ولندیزی بستیاں آہستہ آہستہ پھیلتی گئیں کیونکہ انھیں ایسے حبشیوں سے پالا پڑا تھا جو آسٹریلیا اور تسمانیا کے اصلی باشندوں کی طرح بہت پسماندہ تھے اور شکار پر یا جنگل کی جڑی بوٹیوں کو کھا کر بسر اوقات کرتے تھے۔ راس امید سے اوپر کے ملک میں ایک اور حبشی قوم ہاٹن ٹاٹ نامی آباد تھی جو قبائلی دور کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ یہ قوم راس امید کے جنگلی انسانوں سے زیادہ ترقی یافتہ تھی۔ جانور پالتے تھے اور ان کے دودھ اور گوشت پر بسر اوقات کرتے تھے۔ ہاٹن ٹاٹ جنگلی انسانوں کی بہ نسبت زیادہ قد آور، تنومند اور ترقی یافتہ تھے۔ پتھر کے ہتھیاروں کے بجائے دھات اور لوہے کے ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ ان میں اور جنگلی انسانوں میں لڑائیوں کا بازار گرم رہتا تھا۔ جنوبی افریقہ کے فرنگی آباد کار جن میں اب پرتگیزوں اور ولندیزوں کے علاوہ انگریز اور فرانسیسی بھی شامل ہو گئے تھے ناسازگار آب و ہوا، طوفانوں، بیماریوں، بخار اور چیچک اور حبشی باشندوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے استعماری پاؤں پھیلاتے گئے۔ ۱۶۵۵ء میں انھوں نے اصلی باشندوں کو شراب نوشی کا سبق سکھایا اور ۱۶۵۸ء میں ولندیزی آباد کاروں نے حبشی غلام اور ملایا اور جاوا کے مزدور لا کر بسانے شروع کر دیئے تاکہ ان سے اپنی زمینوں، کھیتوں اور کانوں وغیرہ میں کام لے سکیں۔ فرنگی آبادکاروں نے شمال کی طرف پھیلنا اور زمینوں پر قبضہ

جمانا شروع کیا تو ھاٹن ٹاٹ قوم کے قبیلوں کو محسوس ھونے لگا کہ یہ گورے ان سے ان کی چراگاھیں زبردستی چھین رہے ھیں - چنانچہ "مرتا کیا نہ کرتا" کے مصداق انہوں نے فرنگیوں سے لڑنا شروع کر دیا - ۱۷۷۹ء سے ۱۸۰۰ء تک راس امید کے فرنگی آبادکاروں اور کافر قبیلہ کے حبشیوں کے درمیان تین بڑی لڑائیاں وقوع پذیر ھوئیں - جن میں اھل فرنگ نے اپنے بہتر اسلحہ اور اچھی تنظیم کے بل پر فتوحات حاصل کیں - اور ان بیچاروں کو غلامی کی زندگی قبول کرنے پر مجبور کر دیا - اٹھارویں صدی مسیحی کے اختتام تک کیپ کالونی (راس امید کی نو آبادی) تمام و کمال گوروں کے قبضے میں آ چکی تھی - اور وہ اندرون ملک میں کافریریا کے علاقے کو سر کر کے اپنی مقبوضہ سر زمین بنا چکے تھے -

مخفی نہ رہے کہ ۱۷۹۵ء میں راس امید کی نو آبادی ولندیزوں سے انگریزوں نے حاصل کر لی - ۱۸۰۳ء میں یہ علاقہ پھر یورپی جنگوں کے آثار چڑھاؤ میں ولندیزوں کو مل گیا لیکن ۱۸۰۶ء میں انگریزوں نے اس پر دوبارہ قبضہ جما لیا -

---

ہندوستان میں تیموری ترک

۱۵۲۶ء میں کابل کے بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر نے پانی پت کے میدان میں دہلی کے پٹھان بادشاہ ابراہیم لودھی کو شکست دے کر شمالی ہند کی مملکت اپنے زیر نگیں کر لی اور ہندوستان میں تیموری ترکوں کے حاکمانہ اقتدار کی بنا رکھ دی جنہیں ہندوستان کی تاریخ میں غلطی سے خاندان مغلیہ کا نام دیا گیا ہے ۔ بابر، امیر تیمور کی پانچویں پشت میں فرغانہ ترکستان کی ولایت کا وارث تھا ۔ اس کی عمر کے تیرھویں سال میں اس کا باپ عمر شیخ مرزا فوت ہو گیا اور اسے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے اپنے چچاؤں اور ماموؤں سے لڑائیاں لڑنی پڑیں ۔ ان لڑائیوں میں بابر کو بہت صعوبتیں جھیلنی پڑیں اور اپنے وطن میں قدم جمانا اس کے لیے امر محال ہو گیا ۔ تاہم یہ واقعات و مصائب اس کی جسمانی جنگی اور روحانی تربیت کا موجب ثابت ہوئے ۔ اپنے ملک میں دال گلتی نہ دیکھ کر بابر اپنے ساتھیوں کو لے کر کابل آ گیا جہاں اس کے باپ کے وقت سے شاہان فرغانہ کا ایک نائب حکومت کر رہا تھا ۔ اس نائب نے بابر کا استقبال کیا اور بابر ۱۵۰۴ء کے قریب کابل کو مرکز بنا کر افغانستان کا بادشاہ بن بیٹھا ۔ بابر کی شخصیت طالع آزمایانہ اور سپاہیانہ اوصاف کی حامل تھی ۔ وہ موقع ملنے پر اچھی طرح داد عیش بھی دیتا تھا لیکن ضرورت کے وقت کڑی سے کڑی مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا تھا ۔ بابر نے ۱۵۲۷ء میں راجپوتانے کے ایک بہادر اور طاقتور راجا رانا سانگا کو بڑی مشکل سے شکست دی اور آگرہ کو پایہ تخت بنا کر ہندوستان پر حکمرانی کرنے لگا ۔ ۱۵۳۰ء میں بابر فوت ہو گیا اور اس نئی سلطنت کو سنبھالنے کا بوجھ اس کے بیٹے ہمایوں کے نازک کندھوں پر آن پڑا ۔

ہمایوں ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ بنگال میں ایک فوجی سردار شیر خان نے مخالفت کا علم بلند کر دیا ۔ ہمایوں نے اس کے خلاف لشکر کشی کی لیکن شکست کھا کر سندھ کی راہ سے ایران کی طرف بھاگ گیا ۔ شیر خان نے دہلی کے تخت پر متمکن ہوکر سوری پٹھانوں کے شاہی خاندان کی بنیاد رکھ دی ۔ شیر شاہ سوری بہت بیدار مغز اور منتظم حکمران تھا ۔ اس نے کلکتے سے لے کر پشاور تک سڑک تعمیر کرائی ۔ مال گزاری کے پرانے سسٹم کی اصلاح کی اور اس کی جگہ بہتر نظام رائج و نافذ کیا ۔ اس کی عمر نے وفا نہ کی ۔ صرف پانچ سال بادشاہی کرنے کے بعد وہ چل بسا ۔ اس کے جانشین چنداں قابل بادشاہ ثابت نہ ہوئے ۔ چنانچہ سولہ سال ایران میں بسر کرنے کے بعد ہمایوں واپس لوٹا اور پنجاب پر قبضہ جمانے کے بعد ۱۵۵۶ء میں فوت ہوگیا ۔

ہمایوں کا جانشین اکبر اعظم تھا ۔ جس نے اٹھارہ سال کی عمر میں بادشاہت کی ذمہ داری کا بار اپنے کندھوں پر اٹھایا اور براعظم ہند میں ایک وسیع سلطنت پایدار بنیادوں پر قائم کر دی ۔ اکبر کا دل ہندوستان کے پٹھان سرداروں اور شمال مغربی سرحد کے افغان قبیلوں کی طرف سے صاف نہ تھا اس لیے اس نے راجپوتوں کو اپنانے اور ہندوؤں کی امداد اور تعاون پر سہارا کرنے کی حکمت عملی اختیار کی ۔ اس پالیسی کی بدولت خاندان مغلیہ کی حکومت خالص ہندوستانی بن گئی ۔ اس کی بنیادیں بہت مستحکم ہوگئیں ۔ اکبر نے طرز حکومت میں بہت سی اصلاحات رائج کیں اور شیر شاہ سوری کے نظام مالگزاری کو اختیار کر کے اسے بہتر طریق پر رائج کیا ۔ حکومت کے انتظامات میں اسے ترکوں اور ہندوؤں کے بہترین دماغوں کی خدمات حاصل تھیں اور اس کی فوج میں ترک اور راجپوت یکساں جوش و عقیدت کے ساتھ بھرتی ہوتے تھے ۔ اکبر اعظم کے دربار میں الزبتھ ملکۂ انگلستان کے ایلچی اور یورپ کے مسیحی مشنری بھی آئے اور مغل اعظم کے دربار کی شان و شوکت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے ۔ اکبر کے جانشیوں جہانگیر (۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۸ء تک) ، شاہجہان (۱۶۲۸ء سے ۱۶۵۸ء تک) اور اورنگ زیب (۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک)

نے هندوستان پر بڑے دھڑلے سے حکومت کی اور امن و آئین کی بحالی کے ساتھ رعایا کی خوش حالی پر خصوصی توجہات مبذول کرتے رہے۔ شاہ جہاں نے دکن کی اطراف میں اپنی سلطنت کو توسیع دی جہاں مسلمان امرانے متعدد ریاستیں قائم کر رکھی تھیں۔ اورنگ زیب نے دکن کی ان تمام ریاستوں کو فتح کر کے متحدہ هندوستان بنانے کے لیے زندگی صرف کر دی ۔ اورنگ زیب سارے هندوستان کے علاوہ افغانستان اور ترکستان کے کچھ حصے کا شہنشاہ بن گیا تھا ۔ لیکن سلطنتی امور میں اس کی سخت گیریاں رعایا کے بعض طبقوں میں بے چینی پیدا کرنے کا موجب بن گئیں۔ اورنگ زیب امور مملکت اور انتظام سلطنت میں هندوؤں کے اثر و رسوخ کو جو اس کے باپ دادا اور پڑ دادا کے عہدوں کے وقت سے بہت بڑھ رها تھا خطرے کی نگاہ سے دیکھتا تھا ۔ اس نے اس اثر کو کم کرنے کی کوششیں کیں جس کا نتیجہ یہ هوا کہ هندو جابجا اس کے خلاف سازشیں کرنے لگے اور اندر هی اندر ایسی جمعیتیں بنانے لگے جن کا مقصد بد امنی پھیلا کر شہنشاهی اقتدار کو ضعف پہنچانا تھا ۔ اس کے علاوہ اورنگ زیب نے مسلمانوں کی سوسائٹی کو دین اسلام کی طرف سے بے پروائی برتنے سے روکنے کی کوشش کی جو اکبر ، جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہد میں نہ صرف دینی شعائر کا احترام کرنے اور احکام اسلام پر عمل کرنے سے غافل هو رہے تھے بلکہ آزاد خیالی کے باعث بد عقیدہ بھی ہونے لگے تھے ۔ اس مذهبی احتساب کے باعث مسلمان امرا بھی اورنگ زیب سے بہت تنگ آ رہے تھے لیکن اس کی زندگی میں کسی کو علم بغاوت بلند کرنے یا فتنہ آرائی کرنے کی جرأت نہ هو سکی ۔ البتہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں کی کمزوری کے باعث دبے هوئے اضطرابات ابھرنے لگے اور تیموری ترکوں کے شہنشاهی اقتدار کے رفیع الشان قصر کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کا موجب بن گئے ۔

شاهان مغلیہ نے اپنے عروج کے زمانے میں هندوستان کو نہ صرف امن و امان اور خوش حالی کی زندگی مہیا کی بلکہ نخل بندی ، باغبانی ،

تیمر وری کے فنون کو اپنے زیر سرپرستی بہت ترقی دی - ان کی نگرانی میں فنون لطیفہ کو بھی بہت فروغ حاصل ہؤا - انھوں نے لباس ، طرز معاشرت ، بود و باش ، آداب محفل وغیرہ میں خاص وضع کی تہذیب رائج کی جو بلا شبہ ہندوؤں کے اقتدار کے زمانے کی بہ نسبت بہت ترقی یافتہ تھی- ان بادشاھوں کے عہد میں فارسی اور برج بھاشا کی ادبی سرگرمیاں بھی بہت ترقی پذیر ہوئیں ان دونوں زبانوں کے با کمال ادیب ، شاعر اور مورخ ظاہر ہوئے جن کو بادشاھوں اور امرا کی طرف سے وظایف ملتے تھے- فن تعمیر کو ان بادشاھوں کے عہد میں وہ فروغ حاصل ہؤا جس کی نظیر دنیا کے اور کسی ملک میں نہیں ملتی - شاھان مغلیہ کی بنائی ہوئی شاندار عمارتیں آج بھی خوبصورتی ، یکسانی اور آرٹ کی لطافت کے لحاظ سے اپنی بے نظیری کا ڈنکا بجا رہی ہیں - ان میں سے ایک عمارت تاج محل آگرہ جو شاہ جہان نے اپنی پیاری ملکہ ممتاز محل کے روضے کے طور پر بنوائی تھی دنیا کے سات عجائبات میں ایک سمجھی جاتی ھے اور خوبصورتی اور آرٹ کی خوبیوں کے لحاظ سے اول نمبر پر ھے - ان بادشاھوں کے عہد میں ہندوستان کی صنعت و حرفت نے بھی بہت ترقی کی اور پارچہ بافی کا کام نفاست کے اعتبار سے اپنی معراج کمال کو پہنچا - ان سب خوبیوں کے باوجود یہ ماننا پڑے گا کہ شاھان مغلیہ کا عہد علمی تفتیش اور فنی ترقی کی ان سرگرمیوں سے خالی تھا جو "دور نہضت" میں قرطبہ اور بغداد کے اموی اور عباسی خلفا کے زمانے میں مسلمانوں کا طغرائے امتیاز تھیں - اور جو سولھویں صدی مسیحی سے اہل فرنگ کی توجہات کا مرکز بن گئیں -

اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد جلد ھی ہندوستان میں بد امنی اور سلطنت کے انتشار کی علامات ظاہر ہونے لگیں - شہنشاھان دھلی کا دربار نوابوں اور امیروں کی مجلسیں اور متوسط طبقہ کے لوگوں کی سوسائٹی راگ و رنگ اور عیش و عشرت کی دلدادہ نظر آنے لگی - صوبے دار مرکزی حکومت کی اندرونی خرابیوں اور کمزوریوں کے باعث آزاد و خود مختار ہو کر رعایا پر جبر کرنے لگے - وسط ہند میں مرھٹوں اور پنجاب میں سکھوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے - بغاوتیں اور

شورشیں رونما ہونے لگیں ۔ سلطنت کے انتظام کا شیرازہ درہم برہم ہوتا نظر آنے لگا ۔ امرا کی رقابتیں سازشوں ، جوابی سازشوں اور جنگوں پر منتج ہونے لگیں ۔ دھلی کے شہنشاہ اتنے کمزور ہوگئے کہ وہ اپنی پوزیشن برقرار رکھنے کے لیے کبھی ایک امیر کی اور کبھی دوسرے گروہ کی طاقت پر انحصار کرنے لگے ۔ اس قسم کے حالات میں شمال مغرب کی طرف سے نادر شاہ افشار ایرانی کی فتوحات کا سیلاب اٹھا ۔ جسے دھلی دربار کے حاکم افغانستان کی سر زمین میں نہ روک سکے ۔ نادر شاہ نے پشاور سے شہنشاہ دھلی کو ایک خط بھیجا ۔ جسے محمد شاہ رنگیلے نے "دفتر بے معنی" قرار دے کر "مئے ناب" کے پیالے میں غرق کر دیا ۔ اس توھین آمیز سلوک کے باعث نادر شاہ نے ھندوستان پر چڑھائی کی ۔ شہنشاہ نے دھلی سے چالیس میل کے فاصلے پر کرنال تک آنے کی زحمت گوارا فرما کر مقابلہ کیا اور شکست کھائی ۔ نادر شہنشاہ دھلی سے معمولی نذرانہ لے کر یہیں سے واپس جانے پر آمادہ تھا کہ مغلیہ دربار کے ایک امیر نے اسے دھلی جا کر دودمان تیموریہ کی ثروت و دولت کا جائزہ لینے کی ترغیب دی ۔ نادر شہنشاہ کا مہمان بن کر دھلی گیا ۔ دھلی کے بانکوں نے بھنگڑ خانے کی ایک گپ کو صحیح سمجھ کر کہ محمد شاہ نے قلعے میں نادر کو ایک قلما قنی کے ھاتھ سے مروا دیا ھے ایرانی فوج کے سپاھیوں کر قتل کرنا شروع کر دیا ۔ نادر کو اطلاع ملی تو وہ افواہ کی عملی تردید کے لیے ھاتھی پر سوار ہو کر چاندنی چوک میں نکلا ۔ اس پر پتھر پھینکے گئے ۔ اس پر نادر نے اپنی فوج کو دلی والوں کے قتل عام کا حکم دے دیا ۔ ظہر کے بعد تک تلوار چلتی رہی ۔ آخر شہنشاہ کے سفید ریش وزیر نظام الملک نے نادر کی حضور میں حاضر ہو کر جو ایک مسجد کی سیڑھیوں پر تلوار کھینچے بیٹھا تھا امان طاب کی اور قتل عام کا کھیل موقوف ہؤا[1] یہ واقعہ ۱۷۳۹ء میں پیش آیا ۔

---

[1] دربار دھلی کے ادبی ذوق کی شستگی کا عالم یہ تھا کہ ایسے خوفناک حالات میں بھی نظام الملک نے امان طلب کرتے ہوئے حسب ذیل شعر پڑھا جو ادبی لطافت کے لحاظ سے بہت بلند ھے

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی   مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

نادر دہلی سے شاہ جہان کا بنایا ہؤا طلائی تخت طاؤس جو قیمتی پتھروں سے مرصع تھا اور جس کے بنانے پر دو کروڑ روپیہ صرف ہؤا تھا نیز بیس کروڑ روپے کا دوسرا ساز و سامان اور زر و مال لے کر ایران کو لوٹ گیا ۔ اس مال غنیمت میں تین سو ہاتھی اور دس ہزار گھوڑے بھی شامل تھے ۔ خاندان تیموری کی پشتوں کی جمع کی ہوئی دولت اس طرح دہلی سے طہران پہنچ گئی اور دہلی کے شہنشاہ غریب ہو گئے ۔ خالی خزانے کو با برکت بنانے کے لیے محمد شاہ کے جانشین صوبائی اقتدار جاگریں اور اپنے فرمان فروخت کرنے لگے ۔ اس کفیت سے دکن کے نظام الملک نے ، مرہٹوں نے اور بعض دوسرے امرا نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ۔ یہ امرا اور صوبے دار شاہی خزانے کے لیے جو قیمت ادا کرتے تھے اس سے چند در چند رعایا کی جیبوں سے نکالنے کی کوشش کرتے جس کے باعث عام لوگ تباہ حال ہونے لگے ، اور بد امنی کو ترقی ہوئی ۔ شاہ عالم ثانی کا انگریزوں کے ہاتھ مشرقی صوبوں کے دیوانی اختیارات بیچنا بھی اسی قبیل سے تھا ۔ اور شاہان دہلی کی یہی ہوس زر اندوزی وسط ہند میں مرہٹوں کو رعایا سے چوتھ وصول کرنے کا حق تفویض کرنے کا موجب بنی ۔ جس کے باعث مرہٹے بہت زور پکڑ گئے ، اور اٹھارھویں صدی مسیحی کے وسط تک سارے وسطی ہند پر قابض ہو کر پنجاب کی سر زمین پر دعاوے بولنے لگے ۔ اور لاہور سر کر لیا ۔ شہنشاہ دہلی کی حیثیت مرہٹوں کی طاقت کے سامنے محض کٹ پتلی کی رہ گئی ۔ ان حالات میں روہیل کھنڈ کے روہیلے پٹھانوں نے افغانستان کے بادشاہ احمد ابدالی سے جو اس سے قبل پنجاب پر متعدد یلغاریں کر کے سکھوں کی شورش کا قلع قمع کر چکا تھا التجا کی کہ وہ آئے اور ہندوستان کے مسلمانوں کر مرہٹوں کے ظلم و ستم سے نجات دلائے ۔

۱۷۵۹ء میں احمد ابدالی بھاری توپ خانہ اور چھتیس ہزار سوار اور پیادہ سپاہ لے کر دہلی کی طرف بڑھا ۔ مرہٹوں کے لشکر نے جس کی تعداد تین لاکھ سے اوپر تھی اور جس میں بھاری توپ خانے کے علاوہ نو ہزار پیادہ اور دو ہزار گھڑ سوار قواعد دان فوج بھی تھی جس کی

تربیت فرانسیسی افسروں نے کی تھی ۔ پانی پت کے میدان میں ڈیرے جما کر پٹھانوں سے مقابلے کی ٹھانی ۔ ۷ جنوری ۱۷۶۰ء کی شدید معرکہ آرائی میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کی ساری جنگی طاقت اس لڑائی میں تباہ ہو گئی ۔ احمد ابدالی نے ہندوستان کے مسلمانوں اور شہنشاہ دھلی کو مرہٹوں کے اقتدار سے نجات دلا کر ان کے لیے سنبھلنے کا موقع مہیا کر دیا ۔ ہندوستان کے بعض امراء نے احمد ابدالی سے کہا بھی کہ وہ بابر کی طرح ہندوستان کی سلطنت کو سنبھالے لیکن اس نے جواب دیا کہ مدد کو آنا اور تخت پر قبضہ جمانا شرافت سے بعید ہے ۔ احمد شاہ بابا کو کیا خبر تھی کہ اس نے ہندوستان کے جن مسلمانوں کو مرہٹوں کے پنجۂ کے اقتدار سے نجات دلائی ہے وہ بہت جلد اپنی کمزوریوں کے باعث فرنگیوں کے استعمار کا شکار ہو جائیں گے ۔

سوال یہ ہے کہ اگر احمد ابدالی مرہٹوں کی نوخیز و نوجوان طاقت کی اس طرح سرکوبی نہ کرتا اور مرہٹے ہندوستان کے حکمران بن جاتے تو کیا وہ فرنگی استعمار کے سیلاب کو روک سکتے ؟ یا اگر احمد ابدالی شاھان مغلیہ کے زوال پذیر اقتدار کا خاتمہ کر کے ہندوستان میں تازہ دم افغانوں کی حکومت قائم کر لیتا تو کیا افغان مملکت ہند کے بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کر کے فرنگیوں کے اقدام کو بنگال اور مدراس کے ساحلوں پر ھی روکنے میں کامیاب ہو جاتے جس طرح وہ قریباً ایک سو سال کے بعد اپنے ملک کی سر زمین سے ان کا منہ موڑنے میں کامیاب ہوئے ۔

ایران اور افغانستان میں نئی بادشاہیوں کا ظہور

سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں تباہی و بربادی کے ان کھنڈروں سے جو ایک سو سال پہلے کی تیموری یلغار نے وسط ایشیا کے ملکوں میں بنائے تھے ایران میں ایرانیوں کی قومی بادشاہی نے جنم لیا۔ ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظمؑ کی پشت سے اردبیل میں ایک مقدس بزرگ رہتے تھے جن کا نام سیف الدین تھا۔ ان کا بیٹا صدرالدین بھی زہد و اتقا کے باعث بہت مشہور ہوا۔ ان بزرگ نے امیر تیمور کا عہد پایا تھا۔ پانچ پشتوں تک یہ خاندان محض دینی پیشوائی کے منصب پر فائز رہا لیکن صدر الدین کی پانچویں پشت میں سلطان حیدر نے اپنے مریدوں کی مدد سے دنیوی اقتدار بھی حاصل کر لیا۔ اسماعیل پسر حیدر نے آذر بائیجان اور عراق فتح کرکے جہاں تیموریوں کی برائے نام سیادت کے نیچے مقامی امرا حکومت کر رہے تھے۔ آزاد ایران میں صفوی خاندان کے اقتدار کی بنیاد رکھ دی۔ یہ واقعہ ۱۵۰۱ء میں پیش آیا۔ اسماعیل نے شیبانی خان ازبک شاہ خراسان و ترکستان کو بھی شکست دی اور مملکت ایران کی حدود وسیع کر لیں۔ ۱۵۱۴ء میں اسماعیل کو آذر بائیجان میں ترکی کے سلطان سلیم کے لشکروں سے لڑنا پڑا۔ ترکوں نے اس جنگ میں ایرانیوں سے دیار بکر اور دجلہ پار کے علاقے چھین لیے۔ اسماعیل کے بعد طہماسپ تخت ایران پر بیٹھا جس نے ۱۵۲۵ء سے ۱۵۷۶ء تک فرمانروائی کی۔ ایران کا یہی بادشاہ تھا جس کے پاس بابر کے بیٹے ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر پناہ لی تھی اور پندرہ سال مہمان بن کر گزارے تھے۔ طہماسپ کے دربار میں انگلستان کی ملکہ الزبتھ کا ایلچی آیا تھا۔ شاہ طہماسپ کے عہد میں ترکوں اور ازبکوں سے ایرانیوں کی جنگیں ہوتی

رہیں - ترکوں نے ایرانیوں سے آذربائیجان اور عراق کی ولایتیں چھین لیں - ۱۵۸۶ء میں ایران کے تخت پر عباس اعظم رونق افروز ہوا ، جس نے ترکوں سے لڑ کر گرجستان ، آذر بائیجان ، کردستان اور بغداد کے علاقے چھین لیے - اور ازبکوں سے لڑ کر خراسان کی ولایت پر قبضہ جمایا - اس بادشاہ کے دربار میں جو ہندوستان کے مغل بادشاہ جہانگیر کا ہم عصر تھا ، ہسپانیہ ، انگلستان ، ہالینڈ ، پرتگال اور ہندوستان کے سفیر موجود رہتے تھے - اسی کے عہد میں ایرانیوں نے انگریزوں سے مل کر خلیج فارس کے دہانے کے جزیرہ ہرمز کی تجارتی منڈی پرتگیزوں کے ہاتھ سے چھینی - عباس اعظم نے ۱۶۲۸ء تک حکومت کی - اٹھارویں صدی مسیحی کے آغاز میں اسی خاندان کا ایک بادشاہ شاہ حسین نامی ایران پر حکومت کر رہا تھا - حسین بہت کمزور حکمران تھا - اس کے عہد میں قندھار کے افغان بادشاہ محمود غل زئی نے ایران کو اصفہان تک تاراج کیا - ترکوں نے طفلس ، تبریز اور ہمدان پر قبضہ جما لیا - روسیوں نے شیروان اور گیلان کے صوبے چھین لیے - ۱۷۲۲ء میں افغان بادشاہ محمود غل زئی شاہ حسین کو معزول کر کے خود ایران کا بادشاہ بن بیٹھا - ۱۷۲۷ء میں محمود کا بھائی شاہ اشرف اس کا جانشین بنا جس نے ترکوں کو شکست دی ، تاہم صلح کر کے سلطان کو امیرالمومنین اور خلیفہ المسلمین تسلیم کیا - قندھار میں ایک اور افغان حکمران حکومت کرنے لگا تھا - ان دونوں افغان بادشاہوں کی رقابت اور خانہ جنگی نے ایران اور جنوبی افغانستان میں بد امنی کی کیفیت پیدا کر دی - اس بد امنی کی حالت میں مازندران سے شاہ حسین کا بیٹا طہماسپ ثانی ایک طاقتور قبیلوی سردار نادر قلی خان کی مدد سے اٹھا - جس نے ایران میں افغانوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا - نادر قلی نے خراسان پر حملہ کر کے نیشا پور فتح کر لیا - طہماسپ نے نصف ملک نادر کو دے دیا - اور خود مغرب میں ترکوں سے جنگ چھیڑ دی - یہ مہم ناکام رہی اس لیے ایرانی اس سے بیزار ہو گئے - انہوں نے نادر سے بادشاہ بننے کو کہا لیکن نادر نے طہماسپ کے بیٹے عباس دوم کو برائے نام بادشاہ بنا دیا اور ۱۷۳۶ء میں اس کی وفات پر ایرانی امراء کی رضا مندی سے خود شہنشاہ

بن گیا۔ نادر نے ایران میں سنی مذہب کو تقویت دی ۔ ترکوں سے آرمینیا اور گرجستان کی ولائتیں چھینیں ۔ عربوں سے بحرین لیا ۔ اور ۱۷۳۷ء میں مشرقی مہم اختیار کی ۔ قندھار فتح کرنے کے بعد پٹھانوں کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے ہندوستان پر چڑھائی کر دی کیونکہ کابل کے مغل حاکم اس کے ساتھ بے پرواہی اور گستاخی سے پیش آئے تھے ۔ اور پھر خود شہنشاہ دھلی نے اس کے خط کو شراب کے پیالے میں ڈبو کر اس کی توہین کی تھی ۔ نادر درہ خیبر کی راہ سے لاہور اور لاہور سے کرنال ہوتا ہوا دھلی پہنچا جہاں اس نے ۱۷۳۹ء میں ۹ بجے صبح سے دو بجے ظہر تک اہل دھلی کو قتل عام کا مزا چکھایا اور دو ماہ دھلی میں قیام کرنے کے بعد کڑوڑوں روپے کا زر و مال اور ساز و سامان لے کر واپس لوٹ گیا ۔ ۱۷۴۷ء میں نادر کو جو اس وقت خراسان میں تھا کسی نے قتل کر دیا ۔ نادر کی وفات کے بعد اس کے بیٹے ایران کو سنبھال نہ سکے اور زند خاندان کے بادشاہ بر سر اقتدار آئے ۔ ۱۷۹۵ء میں آغا محمد خان نے قاچاری خاندان کی بنیاد رکھ دی ۔

نادر کی وفات کے بعد افغانستان کے افغانوں نے اپنی سیاسی تقدیر کو ایرانیوں کے ساتھ منسلک رکھنے کے خلاف فیصلہ کیا اور ان کے ایک بڑے قومی جرگے نے قندھار کے قریب شیر سرخ کی مقدس زیارت میں جمع ہو کر احمد شاہ ابدالی کو بادشاہ بنا لیا (۱۷۴۷ء) ۔ احمد شاہ نے قندھار کی بجائے کابل کو اپنا دارالحکومت بنایا ۔ افغانوں کی ایک طاقتور قوم بارک زئی کے سردار اس جرگے کے فیصلے کے مطابق وزیر مقرر ہوئے ۔ اس طرح افغانوں کی قومی حکومت پہلی دفعہ اپنے ملک میں پختہ بنیادوں پر قائم ہوئی ۔ اس سے پہلے افغان وسط ایشیا کے ترک بادشاہوں ، ایرانیوں اور ہندوستان کے حکمرانوں کے زیر اثر رہتے تھے اور ان کی فوجی طاقت اور عسکری قوت کے لیے ریڑھ کی ھڈی کا کام دیتے تھے ۔ افغانوں نے اپنی عسکری طاقت کے بل پر اس سے قبل ہندوستان میں متعدد بار بادشاہی اقتدار حاصل کیا ۔ خلجی خاندان کو جو دھلی کے تخت پر ۱۲۸۸ء سے ۱۳۲۱ء تک متمکن رہا ، بعض مورخ ترکی النسل قرار دیتے ھیں اور بعض اس نام کو غل زئی کا معرب خیال کرتے ھیں جس کے ایک

بادشاہ علاؤالدین نے راس کماری اور جزیرہ رامیشور تک سارا ہندوستان فتح کیا تھا ۔ اس کے بعد ۱۴۵۰ء میں لودھی قبیلہ کے پٹھانوں نے ہندوستان میں شاہی اقتدار حاصل کیا جن کو ۱۵۲۶ء میں تیموری ترک بابر نے معزول کر دیا ۔ ۱۵۴۰ء میں ہندوستان کے ایک افغان سردار شیر شاہ سوری نے بابر کے بیٹے ہمایوں کو ہندوستان سے باہر نکال دیا ۔ سوری خاندان سولہ سال تخت دہلی پر متمکن رہا ۔ اس کے علاوہ افغانوں نے گجرات ، کاٹھیاواڑ ، وسط ہند ، بنگال ، روہیل کھنڈ اور پنجاب میں متعدد ریاستیں اور جاگیریں قائم کیں جن میں سے بعض آج تک موجود ہیں ۔ ازاں بعد میر ویس غل زئی نے قندھار کو ایرانی حاکم سے چھین کر افغانوں کی آزاد مملکت کی بنیاد رکھ دی ۔ میر ویس کے جانشین محمود غل زئی نے ایران کو تاراج کیا ۔ نادر ایرانی کے عہد حکومت کے بعد افغانوں نے متحد ہو کر احمد شاہ ابدالی کو اپنا فرمانروا بنا لیا ۔ احمد ابدالی نے پنجاب کے مسلمانوں کی استدعا پر جن پر دربار دہلی کی کمزوریوں کے باعث سکھوں نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا ، دو تین دفعہ پنجاب پر لشکر کشی کی اور سکھوں کی سرکوبی کر کے انہیں اپنا مطیع بنایا ۔ ۱۷۵۹ء میں احمد ابدالی روہیل کھنڈ اور ہندوستان کے مسلمانوں کی استدعا پر مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے آیا اور پانی پت کی چوتھی لڑائی میں مرہٹوں کی طاقت توڑی ۔ لیکن دہلی کا تخت قبول نہ کیا ۔ احمد ابدالی نے افغان سلطنت کو ہرات اور افغانی ترکستان سے لے کر سرہند تک اور کشمیر سے لے کر سندھ اور بلوچستان تک وسعت دی جسے اس کے جانشین خانگی جھگڑوں اور رقابتوں کے باعث سنبھالنے سے قاصر رہ گئے ۔ احمد ابدالی ۱۷۷۳ء تک جیا اس کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ اور پوتا زمان شاہ تخت کابل پر متمکن ہوئے ۔ صوبوں کا انتظام شاہی خاندان کے دوسرے افراد نے سنبھالا جو بعض اوقات آزاد حکمرانوں کی طرح عمل کرنے لگتے تھے اور ایک دوسرے کو زک پہنچانے کی کوشش کرتے تھے ۔ زمان شاہ کے بعد شاہ شجاع انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں بادشاہ بنا جس کے متعلق ہم اگلے باب میں بہت کچھ بیان کریں گے ۔

مشرق ادنٰی میں عثمانی ترکوں کی خلافت

۱۵۱۲ء میں ترکی کے تخت پر سلطان سلیم اول متمکن ہؤا ۔ جس نے مصر کے مملوک بادشاہوں سے شام ، فلسطین اور مصر کے ملک چھین کر ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور آخری عباسی خلیفہ سے جو مصر کے مملوک سلاطین کے زیر سایہ خلافت اسلامی کی مسند کو برائے نام لیے بیٹھا تھا باقاعدہ سند لکھوا کر خلافت اسلامیہ کا منصب سنبھال لیا اور امیرالمومنین خلیفۃالمسلمین کا لقب اختیار کر لیا ۔ اس وقت سے ترک سلاطین اپنے کو حرمین الشریفین یعنی مکہ کے حرم کعبہ اور مدینہ کی مسجد نبوی اور روضہ اقدس کے خادم متصور کرنے لگے ۔ اور اس منصب کو اپنے لیے موجب فخر سمجھتے تھے ۔ سلطان سلیم اول نے ایران سے جنگ کر کے دیار بکر اور مغربی عراق کے علاقے سر کئے ۔ سلطان سلیم کے بعد سلیمان عظیم‌الشان خلیفہ بنا جس نے ۱۵۲۰ء سے ۱۵۶۶ء تک حکومت کی ۔ اس سلطان اور خلیفہ کے عہد میں ترکوں کے بحری بیڑے نے خیرالدین بربروسہ امیرالبحر کی سرکردگی میں جزیرہ روڈس پانچ ماہ کے شدید محاصرے اور بےنظیر جنگ کے بعد سر کیا اور بحیرہ ایجئین اور بحیرہ روم کے بہت سے دوسرے جزیروں پر قبضہ جمایا ۔ ترکی بیڑے نے بحیرہ روم میں تفوق حاصل کیا ۔ سلطان سلیمان عظیم‌الشان نے ہنگری کے بادشاہ سے جنگ کر کے ۱۵۲۸ء میں بوڈاپسٹ فتح کیا اور آسٹرویوں کو سزا دینے کے لیے آگے بڑھ کر وائنا کا محاصرہ کر لیا ۔ سلطان وائنا کو فتح نہ کر سکا اس لیے ترکی فوج واپس لوٹ آئی ۔ امیرالبحر خیرالدین بربروسا نے ٹیونس اور الجزائر فتح کئے ۔ اس وقت سلطان کی فوجیں بغداد کو سر کرنے کے لیے ایرانیوں سے لڑ رہی تھیں ۔

اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وسطی یورپ کی مقدس رومی سلطنت کے بادشاہ چارلس پنجم نے ٹیونس پر قبضہ جما لیا ۔ سلطان عیسائی بادشاہ کی اس گستاخی پر اتنا برہم ہؤا کہ اس نے اٹلی پر حملہ کرنے کی ٹھان لی ۔ وینس کی جمہوریت کے جہازوں نے بحیرہ ایڈریاٹک میں سلطان کے ان جہازوں پر حملہ کر دیا جو اٹلی کی "مقدس سلطنت" پر چڑھائی کے لیے آ رہے تھے ۔ اس لئے ترکوں کی جنگ وینس والوں سے چھڑ گئی ۔ سلطان کے خلاف وینس کی جمہوریت ، روما کے پاپائی دربار اور مقدس رومی سلطنت (جرمنی اور اٹلی) کی طاقتیں متحد ہو گئیں ۔ اور بحیرہ روم میں زبردست معرکے رونما ہونے لگے ۔ ترکی بیڑے کے سامنے اتحادیوں کو متوقع کامیابی حاصل نہ ہو سکی ۔ سلطان کی فوجیں اندریں اثنا مشرق میں ایرانیوں سے بھی بر سر پیکار تھیں ۔ جن سے ترکوں نے بغداد ، ارض روم ، گرجستان اور ارمنستان کی ولایتیں چھینیں ۔ ترکی بیڑے نے ۱۵۶۵ء میں جزیرہ مالٹا پر حملہ کیا جہاں روڈس کے سورمے آ کر آباد ہو گئے تھے ۔ مالٹا کو سر کرنے میں ترکی بیڑے کو کامیابی نہ ہوئی ۔ ترکی فوجوں نے اسی سلطان کے عہد میں عرب کی ساری سر زمین پر قبضہ جمایا اور ترکی بیڑے نے بحیرہ قلزم اور بحیرہ عرب کی راہ سے گزر کر ہندوستان کے مغربی ساحل پر پرتگیزوں کی نو آبادیوں پر حملے کئے جو کامیاب نہ ہو سکے ۔ سلطان کی فوجیں ۱۵۶۶ء میں مشرق میں ایرانیوں سے اور مغرب میں ہنگری کی سر زمین میں فرنگیوں سے لڑ رہی تھیں کہ موت کا پیغام آ گیا اور اس کی جگہ سلطان سلیم دوم بادشاہ بنا ۔

سلطان سلیم نے جرمنوں اور ایرانیوں سے صلح کر لی لیکن وینس ، پاپائی روم اور اٹلی کے اتحاد ثلاثہ سے لڑائی جاری رکھی ۔ ۱۵۷۱ء میں ترکوں کے بحری بیڑے نے وینس والوں سے قبرص کا جزیرہ چھینا ۔ لیکن اسی سال لیپانٹو کی بحری جنگ میں اتحادیوں کے بیڑے نے ترکی بیڑے پر زبردست فتح حاصل کر کے اسے تباہ کر دیا ۔ سلطان سلیم نے اس کے باوجود اتحادیوں کو نیچا دکھایا لیکن وقت گزرنے پر سلطان غفلت کا شکار ہو گیا اور اس کے جانشین بھی چنداں بہتر ثابت نہ ہوئے ۔ آدھر

یورپ کی طاقتیں ترکوں کو نیچا دکھانے کے لیے زبردست تیاریاں کرتی رہیں - ۱۶۸۳ء میں وینس ، پولینڈ ، آسٹریا ، روس ، ٹسکنی ، مالٹا اور پاپائی روم نے متحد ہو کر ترکوں سے جنگ شروع کر دی جس میں ترک قدم قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونے لگے - ان کی فوجوں میں بغاوتیں رونما ہوئیں - متعدد سلاطین مارے گئے یا معزول کر دیئے گئے - ۱۶۹۵ء میں روس اور وینس کے ساتھ پھر جنگ چھڑ گئی - پھر ۱۷۰۰ء میں روس کے ساتھ لڑائی ہوئی - ۱۷۱۶ء میں آسٹریا سے جنگ پیش آئی جس میں ترکوں کو بلگریڈ کے شہر اور دو صوبوں سے ہاتھ دھونا پڑا - ۱۷۲۲ء میں زار روس نے ترکوں سے چھیڑ خانی کی اور بحیرہ خزر اور بحیرہ اسود کے شمال کا علاقہ ترکوں سے چھین لیا - ۱۷۷۳ء سے ۱۷۸۹ء تک سلطان عبدالحمید اول کے عہد میں مصر و شام میں بغاوتیں پھوٹیں جنہیں سلطان نے عسکری طاقت سے فرو کیا - اور لیدیہ کے مقام پر آسٹریا کے لشکر کو شکست دی -

روس نے ترکوں سے بحیرہ اسود میں جہاز رانی کا حق منوا لیا - ۱۷۹۲ء میں زار روس نے جزیرہ نمائے کریمیا پر قبضہ جما لیا اور روس اور ترکی کے درمیان دریائے ڈینپر حد مقرر ہوئی - ۱۷۹۸ء میں فرانس کے جرنیل نپولین بونا پارٹ نے مصر پر چڑھائی کی جسے انگریز امیرالبحرنیلسن نے نیل کے دہانے کی جنگ میں شکست دی - لیکن اس واقعہ کے طفیل انگریز مصر کے معاملات میں دخیل ہو گیے - ترکان عثمانی کے عروج کے وقت ۱۷۷۱ء میں جب سلطان سلیم ثانی خلیفہ تھے ترکی سلطنت کا دامن ترکی ، آرمینیا ، گرجستان ، کردستان ، عراق ، عرب ، شام ، فلسطین ، مصر ، طرابلس ، قبرس ، روڈس بلقانی ممالک یعنی یونان ، سرویہ بلغاریہ ، رومانیہ ، روس کے جنوبی اضلاع ھنگری پر پھیل چکا تھا - جس میں سے ۱۸۰۰ء تک روس دریائے ڈینپر تک کے جنوبی اضلاع اور آسٹریا بلگریڈ کا شہر اور بوسنیا اور ھرزیگونیا کے دو صوبے ترکوں سے واپس لینے میں کامیاب ہو چکے تھے - تاہم ۱۸۰۰ میں ترکی سلطنت بہت شاندار اور مضبوط تھی جس کی ہیبت سے یورپ کے بادشاہ اور عوام لرزہ بر اندام رہتے تھے -

یورپ میں شاندار بادشاہیاں اور پیہم لڑائیاں

سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں یورپ کے ملکوں میں شاہی حکومتیں قائم تھیں جن میں سب سے زیادہ طاقتور ''مقدس رومی سلطنت'' تھی جس میں جرمنی ، اٹلی ، ھسپانیہ ، سسلی ، سارڈینیا ، ھالینڈ اور بلجیئم کے ملک شامل تھے - اس سلطنت کا ایک قابل ذکر حکمران چارلی خامس (۱۵۳۶ء سے ۱۵۵۸ء) تھا جو دیندرانہ رجحانات رکھنے والا شخص تھا - اس کے عہد میں جرمنی میں ایک مذھبی مصلح مارٹن لوتھر ظاہر ہوا جس نے پاپائی اقتدار اور پاپاھیت کے مخصوص مذھبی عقائد اور پاپائی نظام کے طرز عمل پر زبردست اعتراضات وارد کئے اور متعدد رسالے لکھ کر شایع کئے - یورپ کے لوگوں کے افکار روشن اور دماغ آزاد ہو چکے تھے - اس کے علاوہ ملکوں اور ریاستوں کے حکمران پاپائے اعظم کے اقتدار سے تنگ آ چکے تھے اس لیے مارٹن لوتھر کی تحریک بہت مقبول ھوئی جرمنی کے متعدد نواب اس کی حمایت میں آٹھ کھڑے ھوئے اور اس کے سلسلے میں داخل ھو گئے - مارٹن لوتھر نے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنا ڈالی جس کے پیرو یورپ کی سر زمین میں بہت جلد ترقی کر گئے - اس فرقہ کے ظہور کے باعث یورپ کے ملکوں میں جا بجا پوپ کے پیروؤں اور مارٹن لوتھر کے پیروؤں کے درمیان لڑائیاں ھونے لگیں - پروٹسٹنٹ فرقہ کو نوابوں کی باھمی رقابت نے بھی بہت ترقی دی اور بعض بادشاھوں نے محض پاپائی اقتدار سے آزاد ھونے کی خاطر ان عقاید کو قبول کر لیا - چارلی خامس کو فرانس کے خلاف بھی متعدد جنگیں لڑنی پڑیں - یہ بادشاہ ترکوں کو باقاعدہ خراج بھیجا کرتا تھا - آخری عمر میں اس نے سلطنت کے

امور میں دلچسپی لینا چھوڑ دیا اور جنازہ اور دعائے فاتحہ میں بہت شوق سے شامل ہوتا تھا - اس ہولی رومن امپائر کے علاوہ ڈنمارک ، سویڈن ، روس ، پولینڈ ، فرانس ، پرتگال ، انگلستان ، اور سکاٹ لینڈ میں بھی بادشاہیاں قائم تھیں - اور روم کا پاپائی دربار ان سب پر حاکمانہ اقتدار رکھنے کا مدعی تھا - لیکن مقدس رومی سلطنت کے حکمران ۱۵۰۸ء ہی سے پوپ کے ہاتھ سے تاجپوشی کرانے کی رسم سے بے نیاز ہو چکے تھے - فرانس کے بادشاہ نے ایک دفعہ شکست کھانے کے بعد شہنشاہ چارلی کے خلاف پوپ کے زیر سرکردگی مقدس لیگ تیار کی جس میں وینس کی جمہوریت میلان کا ڈیوک اور انگلستان کا بادشاہ شامل ہوئے - اس بات سے چڑ کر شہنشاہ کے ملازموں نے روما پر چڑھائی کر دی - شہر کو تاراج کیا اور پوپ کو قید کر لیا - شاہ فرانس نے اٹلی میں نیپلز تک یلغار کی اور شہنشاہ چارلی کے خلاف کافی کامیابی حاصل کر لی لیکن پوپ رہائی پانے کے بعد شہنشاہ سے مل گیا - وینس والے الگ ہو گئے - ایک طالع آزما نے جنوآ میں جمہوریت قائم کر لی اور شاہ فرانس کو مجبور ہو کر شہنشاہ سے صلح کرنی پڑی - شاہ فرانس نے ۱۵۳۵ء میں پھر لڑائی چھیڑ دی - لیکن پوپ نے ترکوں کو بڑھتا دیکھ کر دونوں کے درمیان صلح کرا دی - چند سال بعد ان کے درمیان پھر لڑائی چھڑ گئی جس میں ترک شاہ فرانس کے حلیف تھے اور انگلستان کا بادشاہ شہنشاہ چارلی کی حمایت کر رہا تھا - ۱۵۴۷ء تک مختلف مقامات پر لڑائیاں ہوتی رہیں - لیکن بے نتیجہ -

۱۵۳۴ء میں انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم نے پوپ سے ناراض ہو کر انگلستان کے چرچ (کلیسائی نظام) کو پاپائی اقتدار سے آزاد کر لیا - ۱۵۳۶ء میں ڈنمارک کے بادشاہ نے بھی سرکاری طور پر پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کرنے کا اعلان کر دیا - ۱۵۴۰ء میں ہسپانیہ کے ایک شخص ایگے نیشیئس لا یولا نے پوپ کی منظوری اور امداد سے یسوع مسیح کے پادریوں اور سورماؤں کا ایک لشکر تیار کیا جس نے رومن کیتھولک عقیدہ کی تبلیغ کے سلسلے میں زبردست سرگرمیاں دکھائیں - اس سلسلے

کے معبر دور دور ملکوں میں عیسائیت اور پوپ کے آسمانی اقتدار کا پیغام لے کر پہنچے اور اپنی تبلیغ کے ساتھ فرنگیوں کے استعمار کی راہ صاف کرنے کا کام بھی کرتے رہے۔ سولھویں صدی مسیحی کا سارا زمانہ فرنگستان کے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹوں کی کشمکش کا دور ہے جو بسا اوقات خونریزیوں اور مسلسل جنگوں اور خانہ جنگیوں پر منتج ہوتا رہا۔ جرمنی میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگوں نے ۱۵۲۱ء سے لے کر ۱۵۳۵ء تک متواتر اور پیہم شورشیں برپا کیں۔ ازاں بعد فرانس میں پروٹسٹنٹوں کی جمعیت جو ھیو گو ناٹ کہلاتے تھے طاقتور ہو گئی جس نے فرانس کو مدتوں بلکہ ساری صدی پے در پے خانہ جنگیوں کی مصیبت میں مبتلا رکھا۔ مذھبی عقاید کے اس اختلاف کو سیاسی عوامل بھی بھڑکاتے رہتے تھے۔ سیاسی حیثیت سے لوگ جرمنی، اٹلی اور ھسپانیہ کی ھولی رومن امپائر کے پنجے سے نجات حاصل کرنے کے متمنی تھے۔ ۱۵۷۲ء میں ھالینڈ اور بلجیئم کی سر زمین سے آزادی کی ایسی ھی تحریک اٹھی۔ ولندیزوں نے ھسپانوی شہنشاہ کے اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا اور لڑائیاں ھونے لگیں۔ ان آزادی خواھوں کو انگلستان کی بادشاھت اور جرمنی کے پروٹسٹنٹ نوابوں کی اخلاقی اور مادی امداد حاصل تھی۔ یہ کشمکش ۱۶۰۹ء تک جاری رھی اور آخر ھسپانیہ کو ھالینڈ کی آزادی تسلیم کرتے ھی بن آئی۔ اسی کشمکش کے سلسلے میں ھسپانیہ کے بادشاہ نے ۱۵۸۸ء میں انگلستان کو فتح کرنے کے لیے زبردست بحری بیڑا آرمیڈا روانہ کیا، جس کا بہت سا حصہ سمندری طوفان کی نذر ھو گیا اور باقی ماندہ کو انگریزوں نے تباہ کر دیا۔ اس نقصان نے ھسپانیہ کی طاقت بہت کمزور کر دی۔ فرنگستان کے امور میں اس کا عمل و دخل بہت کمزور ھو گیا۔ اسی زمانے میں فرانس کے اندر مذھبی کشمکش نے زور پکڑا اور رومن کیتھولک مذھب کے پیروؤں اور پروٹسٹنٹوں کے درمیان خانہ جنگی جاری رھی جن میں رومن کیتھولک فرقہ کا پلہ بھاری رھا۔ ۱۵۸۰ء میں ھسپانیہ اور پرتگال کے ملک متحد ھو گئے اور ۱۶۴۰ء تک متحد رھے۔ ۱۶۱۸ء میں جرمنی کے اندر مختلف ریاستوں اور نوابیوں کے درمیان جنگ شروع ھو گئی جس نے وسطی یورپ کے لوگوں کو متواتر تیس سال

کے لیے جنگ و جدال کی کیفیت میں مبتلا رکھا ۔ ۱۶۴۸ء میں یہ جنگ بڑی مشکل سے ختم ہوئی اور گفت و شنید کے بعد ویسٹفالیا کا مشہور معاہدہ طے ہوا ۔ اس معاہدہ کی رو سے پرشیا کی ریاست نے مضبوط تر ہو کر مستقل بادشاہی کی حیثیت اختیار کر لی اور جرمنی میں اور بھی نیم آزاد ریاستیں قائم ہو گئیں ۔ مقدس رومی سلطنت کا جو کچھ بچا وہ آسٹریا کی شاہنشاہی شمار ہونے لگا ۔ اس زمانے میں انگلستان کے بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان اپنے اپنے حقوق کے متعلق جھگڑا شروع ہو رہا تھا ۔ پارلیمنٹ نے "حقوق کا مرافعہ" کے عنوان سے ایک دستاویز تیار کی جس میں لکھا تھا کہ بادشاہ کو اپنی شاہانہ مرضی سے عوام پر ٹیکس لگانے ، مالی مطالبات کرنے ، لوگوں کو قید میں ڈالنے اور ان کے گھروں پر سپاہی متمکن کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ۔ وہ صرف پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون اور آئین کے مطابق ایسا کر سکتا ہے ۔ بادشاہ نے پارلیمنٹ موقوف کر دی اور گیارہ سال کے بعد پارلیمنٹ کا ایک غیر آئینی اجلاس منعقد ہوا ۔ بادشاہ اور عوام کے درمیان جنگ چھڑ گئی ۔ لندن کا شہر ایک طرف اور اوکسفورڈ دوسری طرف تھا ۔ عوام کی فوج کا جرنیل اولیور کرامویل تھا ۔ جس نے شاہی فوجوں پر فتح پائی ۔ بادشاہ کا مقدمہ دارالعوام کی قائم کی ہوئی عدالت کے سامنے پیش ہوا اور اسے موت کی سزا دی گئی ۔ کرامویل کی زیر نگرانی پہلے جمہوری پھر ڈکٹیٹری حکومت قائم کی گئی ۔ اس عہد میں انگلستان نے ولندیزوں کے مقابلے میں بحری فتوحات حاصل کیں اور آئر لینڈ اور سکاٹ لینڈ کو جو شاہ پسند تھے سر کیا ۔ ۱۶۵۸ء میں کرامویل مر گیا اور برطانیہ میں آئینی بادشاہت قائم ہو گئی ۔ جملہ اختیارات پارلیمنٹ کے ہاتھ آ گئے جس پر ملک کے لارڈوں یعنی امرا کا اثر غالب تھا کیونکہ وہ دولت صرف کر کے ووٹ خرید سکتے تھے ۔

ویسٹفالیا کے عہد نامے کے بعد جرمنی اور آسٹریا کا شہنشاہ تو آرام سے بیٹھ گیا لیکن فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان لڑائی جاری رہی ۔ فرانس کے اندر پروٹسٹنٹ فرقہ اور رومی کلیسا کے پیرووں کے درمیان

خونیں کشمکش بھی موجود تھی تاہم فرانس بیرونی جنگوں اور مہموں پر کمر بستہ رہا ۔ اور اس کے وزیر نے انگلستان کے ڈکٹیٹر کراموبل کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا ۔ فرانس اور انگلستان کی فوجوں نے ۱٦۵٦ء میں فلینڈز (بلجیئم) کے شہروں پر چڑھائی کی ۔ ڈانکرک کی بندرگاہ انگریزوں کے قبضے میں آئی اور دیگر اہم شہر فرانس نے ھتھیا لیے ۔ فلینڈر کے صوبے اس وقت تک ھسپانیہ کی ملکیت شمار ھوتے تھے ۔ ۱٦٦۰ء میں شاہ فرانس لوئی چہاردھم اور شاہ ھسپانیہ فلپ دوم کے درمیان صلح ھو گئی اور یہ بات طے ھوئی کہ ھسپانیہ کا بادشاہ اپنی صغر سن بیٹی کی شادی شاہ فرانس سے کر دے گا اور اس کا جانشین فرانس کے شاہی خاندان کا کوئی فرد قرار پائے گا ۔

۱٦۵۵ء میں، چارلیس دھم شاہ سویڈن نے پولینڈ پر حملہ کیا اور ملک کے بہت بڑے حصے کو تاراج کر ڈالا ۔ اس پر زار روس، شاہ ڈنمارک اور شہنشاہ جرمنی و آسٹریا نے چارلیس دھم کے خلاف جنگ شروع کر دی ۔ ان کے حملے کے علی الرغم شاہ سویڈن نے ڈنمارک کے ملک کو پامال کیا ۔ لیکن ۱٦٦۰ء میں جب کہ وہ اسی مہم پر تھا فوت ھو گیا ۔ اس کی جگہ مدارالمہام مقرر ھوئے جنھوں نے سب کے ساتھ صلح کر لی اور معاھدہ اولیویا طے پایا ۔ ۱٦٦۵ء میں چارلیس دوم شاہ انگلستان نے خوامخواہ ھالینڈ سے جنگ چھیڑ دی اور برطانی بحری بیڑے نے ولندیزوں کے بیڑے پر فتح حاصل کی ۔ لیکن اسی سال لندن میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی جس سے ھزاروں اشخاص مر گئے۔ بعد ازاں لندن شہر کو آگ لگ گئی اور نصف سے زیادہ عمارتیں جل کر راکھ کا ڈھیر ھو گئیں ۔ ۱٦٦۷ء میں ولندیزی بیڑے نے بدلا لیا اور دریائے ٹیمز کے دھانے پر نیز رودبار میں انگریزوں کے بہت سے جہاز غرق کر دیے۔ انگریز صلح پر مجبور ھو گئے اور عہد نامہ بریڈا طے ھوا ۔ اس کے بعد ھسپانیہ کے بادشاہ فلپ کی وفات پر فرانس کے بادشاہ لوئی چہاردھم نے فلینڈز پر چڑھائی کر دی اور بہانہ یہ بنایا کہ یہ سر زمین میری ملکہ کو جو فلپ کی بیٹی ھے ورثہ میں ملنی چاھیے ۔ شاہ فرانس کے اس اقدام پر ھالینڈ ، انگلستان اور سویڈن

لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے لیکن شاہ فرانس نے ھسپانیہ کے نئے بادشاہ چارلی سے صلح کر لی ۔

لوئیس یا لوئی چہاردم بہت دھڑلے اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا ۔ یہ ۱۶۴۳ء میں جب کہ ابھی دودھ پیتا بچہ تھا تخت نشین ہو گیا تھا اوراس کے جوان ہونے تک اس کے وزیر سلطنت کے امور کو سنبھالتے رہے ۔ لوئی چہاردم سے یورپ کے سارے بادشاہ خایف رہتے تھے اور اس سے حسد کرتے تھے ۔ وہ ہر وقت اپنی سلطنت اور دائرہ اثر کو وسیع کرنے کی ادھیڑ بن میں لگا رہتا تھا ۔ اس نے دیکھا کہ ھالینڈ کی سر زمین پر قبضہ جمانے کے لیے ضروری ھے کہ انگلستان کو غیر جانب دار رھنے پر مائل کیا جائے چنانچہ اس نے انگلستان کے بادشاہ چارلی دوم کو وظیفہ دے کر خرید لیا اور اس سے یہ وعدہ بھی لے لیا کہ وہ انگلستان میں رومن کیتھولک مذھب کو پھیلانے کی کوشش کرے گا ۔ شاہ کو خریدنے کے بعد اس نے ھالینڈ پر چڑھائی کر دی ۔ ولندیز بہادری سے لڑے اور انھوں نے تخت یا تختہ کے جذبے سے جنگ لڑی ۔ آخر آسٹرو جرمن مملکت کا شہنشاہ لیو پولڈ ان کی مدد کے لیے اٹھا ۔ شہنشاہ اور ھالینڈ کے لشکروں نے جہازوں کی مدد سے کولون کی بندرگاہ پر قبضہ کر لیا ۔ انگلستان کے بادشاہ نے جو فرانس کا حلیف تھا ھالینڈ کے ساتھ الگ صلح کر لی ۔ برطانی پارلیمنٹ نے اپنے بادشاہ سے اپیل کی کہ ھالینڈ کی مدد کی جائے لیکن بادشاہ رشوت لے چکا تھا ۔ اس لیے اس نے محض اپنی بیٹی ولندیزوں کے امیر شہزادہ اورینج کے ساتھ بیاہ دی ۔ ۱۶۷۸ء میں ھالینڈ اور فرانس کے درمیان معاھدہ نمیگن طے ھوا جس میں ھالینڈ کو ھار ماننی پڑی ۔ اور فرانس کی طاقت بہت مضبوط ھو گئی جو دوسروں کی نگاھوں میں پہلے سے زیادہ خار بن کر کھٹکنے لگی ۔ آسٹرو جرمن شہنشاہ دانت پیس کر رہ گیا کیونکہ اس کی اپنی جاگیر آسٹریا خطرے میں تھی ۔ ھنگری کے سرداروں نے بغاوت کرکے ترکوں کو بلا لیا تھا اور سلطان محمد رابع کے وزیر اعلی قرامصطفیٰ کی فوجیں وائنا کی طرف بڑھ رھی تھیں ۔ ترکوں نے وائنا کا محاصرہ کر لیا ۔ اس کے استحکامات ترکوں کے توپ خانے کی گولہ باری کے

سامنے منہدم ہو چکے تھے - محصورین تھک ہار کر اطاعت قبول کرنے والے تھے کہ انہیں دور پہاڑی پر پولینڈ کی فوجوں کے جھنڈے نظر آنے لگے جس کا بادشاہ سوبیسکی بھاری لشکر لے کر ان کی مدد کو آیا تھا - قرامصطفیٰ نے اپنے لشکر کا ایک حصہ پولوں کے مقابلے پر بھیج دیا اور ایک حصہ کو لے کر شہر پر حملہ کیا - گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں ترک ہار گئے - اور اپنا سارا ساز و سامان اور مقتولین کی بھاری تعداد میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے - عیسائی مورخ لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں پیغمبر اسلام ص کا اصلی علم بھی عیسائیوں کے ھاتھ آ گیا تھا جو انہوں نے پاپائے اعظم کو تحفے کے طور پر بھیج دیا - یہ واقع ۱۶۸۳ء میں پیش آیا - اس جنگ کے آغاز کے وقت لوئی شاہ فرانس نے لکسمبرگ کا محاصرہ کر رکھا تھا - لیکن ترکوں کے اقدام کی خبر سن کر اس نے یہ کہہ کر محاصرہ اٹھا لیا کہ جب مسیحیت کی سر زمین خطرے میں ہے تو مجھے جنگ موقوف کر دینی چاہیے - لیکن جونہی اس نے شہنشاہ کی فتح کا حال سنا پھر لڑائی چھیڑ دی - اور لکسمبرگ سر کر لیا - اس کے علاوہ جینوآ کی جمہوریت کو پامال کیا اور الجیریا (الجزائر) والوں کو شکست دی -

پروٹسٹنٹوں نے فرانس میں مذہبی آزادی کا حق حاصل کر لیا تھا لیکن لوئی نے کسی خاص جذبے یا خیال کے ماتحت ان کے خلاف زبردست مہم شروع کر دی - ان کے بچوں کو جبراً رومن کیتھولک بنانے کے احکام جاری کر دیئے اور فوجیوں کو پروٹسٹنٹوں میں تبلیغ کرنے کے لیے ان کے گھروں پر متمکن کر دیا - غرض ہر طریق سے انہیں دبایا اور ستایا گیا ان کی بہت بڑی تعداد دوسرے ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی - جہاں جا کر لوئی کے جبر و جور کی داستانیں بہت مشہور کیں - یورپ کے ملکوں میں شاہ فرانس کے خلاف نفرت کا جذبہ بہت ترقی کر گیا نتیجہ یہ ھؤا کہ ھسپانیہ ، ھالینڈ ، سویڈن ، جرمنی ، ڈنمارک اور سیوائے کے ملکوں نے فرانس کے خلاف اتحاد کرلیا - جس میں انگلستان بھی اپنے ھاں کے ایک حکومتی انقلاب کے بعد شامل ھو گیا - انگلستان کے بادشاہ

جیمز نے رومن کیتھولک دین کی حمایت شروع کر دی تھی جس پر اس کے خلاف عوام نے مظاہرے کئے۔ وہ ڈر کر فرانس کو بھاگ گیا اور لوئی نے اسے تخت انگلستان پر متمکن کرنے کے لیے مدد دی ۔ جیمز نے آئرلینڈ میں جا کر انگلستان پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں - لیکن نئے بادشاہ ولیم نے اسے شکست دی ۔ وہ پھر بھاگ کر فرانس چلا گیا - لوئی نے انگلستان پر چڑھائی کی تیاریاں مکمل کر لیں ۔ لیکن ہالینڈ اور انگلستان کے بیڑوں نے رودبار میں فرانسیسی بیڑے کو شکست دی ۱۶۸۸ء میں لوئی نے متذکرہ صدر اتحادیوں کے خلاف عام جنگ شروع کر دی ۔ بیلجیئم اور ہسپانیہ میں فوجیں بھیجیں ۔ جرمنی پر حملہ کر دیا - متعدد فتوحات حاصل کیں لیکن ہاتھ کچھ نہ آیا ۔ آخر ۱۶۹۷ء میں شاہ سویڈن نے صلح کرائی اور ریسویک کا معاهدہ طے ہوکر جنگ بند ہو گئی ۔ آسٹرو جرمن شہنشاہ صلح کرنے میں متامل تھا لیکن اسے ترکون سے لڑنا تھا اس لیے فرانس سے صلح کر لی ۔ ہنگری کے ملک میں ترکوں سے لڑائی ہوئی زار روس بھی اس لڑائی میں ترکوں کے خلاف تھا ۔ ترکی لشکر نے شکست کھائی اور ترکی کو نئے معاهدے میں اپنے چند صوبے آسٹریا کی نذر کرنے پڑے اور ازوف کی بندر گاہ زار روس نے ھتیا لی ۔

۱۷۰۱ء میں ہسپانیہ کا بادشاہ چارلی لا ولد فوت ہو گیا - اس کی جانشینی کا مسئلہ اس کی زندگی ھی میں یورپ کے شاہی خاندانوں کے درمیان وجہ مخاصمت بن رہا تھا اور وراثت کے دعوے دار تین تھے۔ فرانس کا شاہی خاندان ، آسٹریا کا شاہی خاندان اور بویریا کے نوابوں کا خاندان - بڑے جھگڑوں کے بعد ہسپانیہ کے بادشاہ نے بویریا کے نواب کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی وصیت کی لیکن وصی اس سے پہلے مر گیا ۔ دوسری وصیت شاہ فرانس نے شاہ ہسپانیہ سے لڑ کر اپنے لیے حاصل کی اس لیے اس کی وفات پر آسٹریا اور جرمنی کے شہنشاہ لیو پولڈ اور شاہ فرانس کے درمیان جنگ چھڑ گئی ۔ ہسپانیہ کے امرا شاہ فرانس کی حمایت پر تھے ۔ شہنشاہ نے اٹلی میں لڑائی شروع کر دی اور شاہ فرانس چارلی چھاردھم کے خلاف شاہ انگلستان ، شہنشاہ آسٹریا جرمنی اور ہالینڈ نے اتحاد قائم کر لیا جسے

"اتحاد عظیم" کا نام دیا گیا - مقصد یہ تھا کہ فرانس کے بادشاہ کو ہسپانیہ کا مالک بننے سے روکا جائے اور شہنشاہ کے حق کو قائم کیا جائے نیز انگلستان اور ھالینڈ کے مقبوضات اور تجارتی حقوق کی حفاظت کی جائے - انگلستان کے مدبروں کا ایک گروہ اس جھگڑے میں پڑنے سے کتراتا تھا لیکن ۱۷۰۲ء میں انگلستان کا بادشاہ ولیم فوت ہو گیا - اس کی بیٹی اینی ملکہ بنی - انگلستان کا فراری بادشاہ جیمز بھی جو فرانس میں پناہ گزین تھا مر چکا تھا - لوئی چہار دھم نے اعلان کر دیا کہ انگلستان کے تخت پر اس کا بیٹا بیٹھے گا - اس اعلان کے باعث انگریز اس جنگ میں اپنی پوری طاقت لے کر کود پڑے - اٹلی ، بیلجیم اور جرمنی کی سر زمین میں فرانس کے جرنیلوں کے ساتھ لڑائیاں ہونے لگیں - اگلے سال پرتگال بھی اتحاد عظیم میں شامل ہو گیا - شہنشاہ نے اپنے بیٹے چارلی کو ہسپانیہ کا بادشاہ مقرر کر دیا - یہ چارلی پرتگال کی راہ سے فوج لے کر ہسپانیہ پر حملہ آور ہوا جس کی امداد کے لیے انگریزی فوجیں بھی پہنچ گئیں - اُدھر فرانس کے بادشاہ نے اپنے پوتے کو فوج دے کر ہسپانیہ والوں کی مدد کے لیے بھیج دیا - اس طرح بیلجیم ، جرمنی ، اٹلی اور ہسپانیہ کے ملکوں میں جنگ کے متعدد محاذ قائم ہو گئے - اتحادیوں کی فوجیں ہر جگہ شاہ فرانس کے خلاف لڑنے لگیں - کسی محاذ پر ایک فریق کا پلہ بھاری ہو جاتا تو دوسرے محاذ پر دوسرا فریق غالب آ جاتا - ۱۷۰۵ء میں لیو پولڈ مر گیا - اس کا بیٹا جوزف اس کی جگہ شہنشاہ بنا - لڑائی جاری رہی - اٹلی اور جرمنی میں اتحادیوں کو کسی قدر کامیابی حاصل ہوئی لیکن ہسپانیہ میں انہیں زبردست شکست کا سامنا ہوا - ۱۷۱۰ء میں جوزف لاولد مر گیا اور اس بات کا امکان پیدا ہو گیا کہ اس کا بھائی جو ہسپانیہ کا بادشاہ بننے کے لیے جد و جہد کر رہا تھا آسٹریا ، جرمنی اور ہسپانیہ کا شہنشاہ بن جائے - انگریز لڑائی سے تھک چکے تھے اس لیے انہوں نے لوئی شاہ فرانس سے خفیہ بات چیت کر کے ۱۷۱۲ء میں لڑائی بند کر دی - ڈچ اور آسٹروی لڑتے رہے - ۱۷۱۳ء میں آٹ ریخٹ کے مقام پر فرانس ، انگلستان ، پرشیا ، سیوائے اور ھالینڈ کے نمائندوں نے صلح ناموں پر دستخط ثبت کئے - آسٹریا کے شہنشاہ نے سال بھر کے توقف کے

بعد فرانس سے صلح کر لی ۔ ھسپانیہ کی بادشاہی لوئی چہار دھم شاہ فرانس کے پوتے فلپ کے ھاتھ میں آئی ۔ جس نے وعدہ کرلیا کہ وہ لوئی کی وفات پر فرانس کا بادشاہ بننے کی کوشش نہیں کرے گا ۔

جب وسطی اور مغربی یورپ میں جنگ و جدال کے یہ معرکے گرم ہو رہے تھے ۔ مشرقی یورپ کے بادشاھوں سے بھی نچلا نہ بیٹھا گیا ۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے آغاز میں روس کا فرمانروا پیٹر اعظم تھا جسے اپنی قوم کی اصلاح کرنے اور اپنے ملک کو ترقی دینے کا بہت شوق تھا ۔ اس بادشاہ نے جدید ترقیات اور مصنوعات کا حال معلوم کرنے کے لیے ھالینڈ اور انگلستان کے ملکوں کا سفر ایک عام آدمی کے بھیس میں کیا ۔ اور ترکوں سے لڑ کر اپنی سلطنت کو بحیرہ خزر اور بحیرہ اسود کے شمالی اقطاع میں وسعت دی ۔ ۱۶۹۸ء میں ترکوں سے ازوف کی بندرگاہ اسی پیٹر نے حاصل کی تھی ۔ سویڈن کا بادشاہ چارلیس دوازدھم اس پیڑ کا زبردست حریف تھا ۔ جس کا عہد حکومت ۱۶۹۷ء سے ۱۷۱۸ء تک رھا ۔ پیٹر بحیرہ بالٹک کے ساحلی علاقوں کو سر کر کے اپنی مملکت میں شامل کر رھا تھا اور دریائے والگا ، ڈان اور ڈینا کو نہروں سے ملا کر بحیرہ اسود ، بحیرہ خزر اور بحیرہ بالٹک کے درمیان جہازوں کی آمد و رفت کو ترقی دے رھا تھا ۔ اس کا ارادہ تھا کہ روس کی مملکت کو ایشیا اور یورپ کی تجارت کی گزرگاہ بنا دے اور بحیرہ بالٹک کے کنارے ایک شہر بسا کر اسے اپنا صدر مقام بنائے ۔ سویڈن کے بادشاہ نے اسے بحیرہ بالٹک کی طرف بڑھنے سے روکنے کے لیے روس پر چڑھائی کر دی ۔ ناروا کے مقام پر پیٹر کی روسی فوج کو شکست دی ۔ اس کے بعد یہ فاتح بادشاہ چارلیس دوازدھم سویڈوں کا لشکر لے کر پولینڈ اور سیکسنی پر حملہ آور ھؤا ، جن کی فوجیں ریگا کے نواح میں جمع ھو رھی تھیں ۔ پولوں او سیکسنوں کو شکست دینے کے بعد سویڈ چارلی ماسکو پر چڑھائی کرنے کی تیاری کرنے لگا ۔ روسیوں نے راستوں اور سڑکوں کو خراب کر کے اور باغوں اور کھیتوں کو اجاڑ کر سویڈوں کے لشکر کی راہ میں مشکلات پیدا کر دیں ۔ اندریں اثنا چارلی کو یوکرین کے ایک

قازق سردار کی دعوت ملی جو زار کے اقتدار سے نالاں تھا - چارلی نے یوکرین پر چڑھائی کی لیکن چارلی کے پہنچنے سے پہلے پہلے پیٹر اس قازق سردار کی جمعیت کا قلع قمع کر چکا تھا - سویڈوں نے آگے بڑھ کر پلٹووا کے شہر کا محاصرہ کر لیا - زار پیٹر ایک لشکر جرار لے کر محصورین کی امداد کو آیا - سخت لڑائی ہوئی جس میں سویڈوں کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا - اس کے سارے ساز و سامان پر روسیوں نے قبضہ کر لیا - چارلی جان بچا کر بسربیا کی طرف بھاگ گیا جو ان دنوں ترکی مملکت کا ایک صوبہ تھا - اور ترکوں کے ہاں پناہ لی - چارلی نے ترکی میں بیٹھ کر اس امر کی کوشش کی کہ ترکوں کو روس کے خلاف ابھارے اور ترکوں کی مدد سے اپنے دشمن پیٹر کا خاتمہ کر دے - لیکن ترکی خلیفہ اور سلطان کا دربار اس وقت تک طرح طرح کی سازشوں ، رشوتوں اور جوڑ توڑ کا مرکز بن چکا تھا - اس لیے چارلی کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں - چارلی نے سلطان کے کانوں تک یہ بات پہنچائی کہ اس کا وزیراعظم زار روس سے رشوت لے چکا ہے - سلطان نے وزیر اعظم کو معزول کر دیا - ایک اور وزیر بھی معزول ہوا - تیسرے وزیر نے روس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر لیا اور روسی سفیر کو قید خانے میں ڈال دیا - رومانیا کے صوبہ مالدیویا کے عیسائی نواب نے جو ترکوں کا باجگزار تھا پیٹر کو ان تیاریوں کی اطلاع دی اور اسے بلا بھیجا - پیٹر ایک جرار لشکر لے کر مالدیویا میں داخل ہوا لیکن روسیوں کو معلوم ہو گیا کہ رومانیہ کے عیسائی باشندے ترکوں کی حکومت کو پسند کرتے ہیں - کیونکہ انہوں نے نہ صرف روسی لشکر کا مقاطعہ کیا بلکہ انہیں بہت دق کرنے لگے - اتنے میں سلطانی لشکر بھی پہنچ گیا - اور لڑائی ہونے لگی - دو تین جھڑپوں میں پیٹر کو اپنی کمزوری کا احساس ہو گیا - روسی تھک ہار کر بھاگنے والے تھے کہ پیٹر کی بیوی زارینہ کیتھرائن نے ترکی لشکر کے سالار اعظم سے جوبابِ عالی کا وزیر اعظم بھی تھا ملاقات کر کے صلح پر آمادہ کر لیا - ترکوں کی شرایط صلح کڑی تھیں لیکن پیٹر نے جان بچانے کے لیے انہیں قبول کرنا غنیمت خیال کیا - اور لشکر اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے - ۱۷۱۵ء میں چارلی دوازدھم

آسٹریا اور پولینڈ کی راہ سے بھیس بدل کر اپنے ملک سویڈن چلا گیا ۔ اور جاتے ھی روس کے خلاف لڑائی چھیڑ دی ۔ لیکن اس دفعہ شکست کھائی ۔ اس شکست کے باوجود چارلی نے ناروے پر چڑھائی کر دی جہاں وہ ایک مقام پر لڑ رھا تھا کہ اس کی فوج کے ایک افسر نے اسے گولی کا نشانہ بنا کر اس کا کام تمام کر دیا ۔ سویڈ اس کی پیہم جنگجوئی سے تنگ آ گئے تھے ۔ اس کے بعد اس کی مملکت کا جو مدارالمہام مقرر ھؤا اس نے ۱۷۲۰ء میں پولینڈ ، سیکسنی اور ڈنمارک سے صلح کر لی ۔ پیٹر کہا کرتا تھا کہ چارلی اسکندر رومی بننا چاھتا ھے لیکن میں دارا ثابت نہ ھوں گا ۔ پیٹر ابھی سویڈوں سے لڑ رھا تھا کہ انگلستان کا ایک بحری بیڑا ان کی امداد کے لئے بحیرہ بالٹک میں داخل ھؤا جس سے ڈر کر پیٹر نے ۱۷۲۱ء میں سویڈوں سے صلح کر لی ۔

۱۷۳۹ء میں انگلستان اور ھسپانیہ کے درمیان مستعمراتی جنگ چھڑ گئی ۔ کیونکہ برطانی تاجر ھسپانوی مستعمرات میں بلا اجازت مال لے جا کر فروخت کرتے تھے اور ھسپانیہ کے حاکم جہازوں کی تلاشی لینے پر مصر تھے ۔ برطانیہ کے جنگی جہازوں نے امریکہ کی ھسپانوی نو آبادیوں میں متعدد مقامات پر حملے کئے لیکن ھر جگہ انہیں شدید نقصان کا سامنا ھؤا اس لیے انگریزوں نے جلد ھی ھسپانیہ کے خلاف مستعمراتی جنگ بند کر دی ۔

۱۷۴۰ء میں آسٹریا کا شہنشاہ چارلی لاولد مر گیا ۔ اس کی جانشینی کے سوال نے بین الاقوامی تنازع کی حیثیت اختیار کر لی ۔ فرانس ، ھسپانیہ اور پولینڈ کے بادشاہ رشتہ داری کی بنا پر اس کے وارث بننا چاھتے تھے ۔ لیکن پرشیا کے بادشاہ فریڈرک نے محض طاقت کے بل پر شمال مشرقی جرمنی کے صوبہ سلیشیا کو دبا لیا ۔ بویریا کا نواب بوھیمیا کی ریاست کا مدعی اور سارڈینیا کا بادشاہ میلان کی جاگیر کا طالب تھا ۔ اس کے علاوہ بویریا کا نواب شہنشاھی کے منصب کا امیدوار بھی تھا ۔ چارلی کی بیٹی ماریا تھریسا ھنگری کی ملکہ قرار پائی ۔ اور اس نے دیکھا کہ چاروں طرف دشمن ھی دشمن ھیں لیکن اس نے ھمت نہ ھاری ۔ فرانس نے

بویریا کے نواب کی حمایت پر جرمنی پر فوج کشی کی - اور فرانس کی فوجیں وائنا کی طرف بڑھنے لگیں - ماریا تھریسا نے اپنی جاگیر ہنگری میں جا کر وہاں کے امرا سے اپیل کی - جو بہت موثر ثابت ہوئی - ہنگری کے امرا لڑائی پر آمادہ ہو گئے - اور انہوں نے لشکر تیار کر کے فرانسیسیوں کے مقابلہ کی ٹھان لی -

انگلستان کے بعض مدبر یورپ کے معاملات میں دخل دینے کی پالیسی کے خلاف تھے لیکن یورپ میں جنگ کا طبل بجتا دیکھ کر انگریز بھی نچلے نہ بیٹھ سکے - انہوں نے فرانس کے مقابلے میں ماریا تھریسا کی امداد کے لیے نیدرلینڈ میں فوجیں بھیج دیں - ماریا تھریسا اور جرمنی کے کئی نوابوں اور ڈیوکوں کو وظیفے دینے لگے - ہالینڈ پہلے متذبذب تھا وہ بھی جلد انگلستان اور آسٹریا کی مدد کو آمادہ ہوگیا - پرشیا کا بادشاہ فریڈرک اعظم پہلے فرانس کا ساتھی تھا - پھر اس نے سلیشیا کے صوبے پر اپنا حق منوا کر ماریا تھریسا سے صلح کر لی - تین سال کے بعد اس نے پھر آسٹریا کے خلاف لڑائی چھیڑ دی اور بوہیمیا پر حملہ کردیا لیکن شکست کھائی - اس جنگ میں فرانس کا دوسرا حلیف ہسپانیہ تھا - جس نے آخر وقت تک ساتھ دیا کیونکہ دونوں کے بادشاہ ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے -

جنگ کے محاذ جرمنی ، نیدرلینڈ اور اٹلی کے ملکوں میں قائم ہوئے - لڑائیوں میں کبھی ایک فریق کو فتح حاصل ہوتی تھی کبھی دوسرا فریق غالب آ جاتا تھا - بحیرہ روم اور رودبار انگلستان میں بحری بیڑوں کی جنگیں وقوع پذیر ہوئیں - جرمنی میں آسٹرویوں نے فرانسیسی فوجوں کو دریائے رائین تک پیچھے ہٹا دیا - اٹلی میں پہلے فرانسیسیوں کو پھر آسٹرویوں کو کامیابی حاصل ہوئی - نیدرلینڈ میں فرانسیسی جرنیل نے انگریزوں ، ولندیزوں اور آسٹرویوں کا متحدہ لشکر تباہ کر دیا - اس واقعہ سے متاثر ہوکر انگلستان کے سابق فراری بادشاہ جیمز ثانی کا پوتا انگلستان کے تخت کا مدعی بن کر سکاٹ لینڈ جا اترا - وہاں اس نے قبائلی لشکر جمع کرکے انگلستان پر چڑھائی کر دی - متعدد جنگیں ہوئیں - مدعی

لندن فتح کر سکتا تھا لیکن ڈربی میں رک گیا ۔ انگریزوں نے اس کے دونوں طرف فوجیں پھیلا دیں ۔ وہ سکاچوں کا لشکر لے کر واپس سکاٹ لینڈ چلا گیا ۔ انگریزوں نے تعاقب کیا اور ایک جنگ میں اسے شکست دے کر بھگا دیا ۔ انگریزی لشکر نے سکاٹ لینڈ کے باشندوں کا قتل عام کیا ان کے گھر برباد کر دیئے ۔ دیہات کو آگ لگا دی ۔ مدعی ناچار فرانس چلا گیا ۔

بویریا کے نواب کی وفات کے بعد اس کے بیٹے نے ماریا تھریسا سے صلح کر لی اور ماریا کے شوہر ڈیوک آف ٹسکنی کو آسٹریا کا شہنشاہ تسلیم کر کے اپنا حق چھوڑ دیا ۔ اس انتخاب نے جرمنی کی ریاستوں پر اچھا اثر کیا ۔ پرشیا کے بادشاہ سے آسٹریا کی پھر صلح ہوگئی ۔ اس وقت تک سارے ملک لڑائی سے تھک چکے تھے اس لیے ۱۷۴۸ء میں ایکس لاچیپل کا معاہدہ طے ہؤا اور لڑائی بند ہو گئی اس معاہدے کی رو سے طرفین نے ایک دوسرے کے فتح کئے ہوئے علاقے چھوڑ دیئے ۔ اسیران جنگ زر فدیہ لیے بغیر واپس دے دیئے گئے ۔ انگلستان کے بادشاہ نے دوسرے بادشاہوں سے اپنی وراثت کا حق منوا لیا اور پرانے شاہی خاندان کے مدعی اپنے حال پر چھوڑ دیئے گئے ۔ ھسپانیہ اور برطانیہ میں امریکی نو آبادیوں کی تجارت اور جہازوں کی تلاشی کے سوال اس معاہدہ میں طے نہ کئے جا سکے حالانکہ اس لڑائی کی ابتدا انہی مسائل پر ہوئی تھی ۔ ایکس لاچیپل کے معاہدہ میں بہت سے مستعمراتی امور ایسے باقی رہ گئے تھے جن کے متعلق برطانیہ اور فرانس کے درمیان بھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تھا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ چند ہی سال گزر جانے پر امریکہ اور ھندوستان کے انگریز اور فرانسیسی آباد کاروں اور تاجر حاکموں کے درمیان کشمکش شروع ھو گئی جو ۱۷۵۸ء میں دونوں ملکوں کے درمیان ھفت سالہ جنگ شروع کرنے کا موجب بن گئی ۔ اس صدی کی سابقہ جنگوں کی طرح یہ جنگ بھی یورپ گیر بن گئی کیونکہ پرشیا کا بادشاہ فریڈرک برطانیہ کا حامی بن گیا اور روس کی ملکہ الزبتھ ، آسٹریا کی ملکہ ماریا تھریسا اور شاہ سویڈن نے فرانس کا ساتھ دینے کی ٹھان لی ۔ ۱۷۵۹ء

میں ھسپانیہ کا بادشاہ فوت ہو گیا جس کے جانشین چارلی سویم نے فرانس کی حمایت کی ۔ سات سال یورپ کی سر زمین میں شدید جنگیں جاری رہیں جن کی گونج دور و نزدیک کی فرنگی مستعمرات تک بھی سنائی دی ۔ ۱۷۶۲ء میں ملکہ الزبتھ کے فوت ہو جانے پر اس کے بیٹے اور جانشین پیٹر سویم نے فرانس کا ساتھ چھوڑ کر پرشیا کے بادشاہ فریڈرک کی حمایت کا اعلان کر دیا جس نے اسے بہت تقویت پہنچائی ۔ سویڈن کے بادشاہ نے بھی زار روس کی ۔ پیروی کی ۔ ۱۷۶۳ء میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان صلح ہو گئی ۔ لہذا آسٹریا اور جرمنی کو بھی مجبوراً صلح کرنی پڑی ۔ پیرس میں نیا معاہدہ طے ہؤا جس کی رو سے برطانیہ کا بحری اقتدار مشرق و مغرب کے پانیوں میں مسلم ہوگیا ۔ امریکہ اور ھندوستان کے فرانسیسی مقبوضات کا حصہ غالب انگریزوں کو مل گیا ۔ یورپ میں پرشیا کی بادشاھی اور آسٹریا کی شاھنشاھی دو اہم طاقتیں بن گئیں ۔ فرانس کی اھمیت کم ھوگئی ۔ انگلستان نے مشرق یورپ کے معاملات میں دخل دینے سے ھاتھ کھینچ لیا ۔ صرف ھالینڈ اور پرتگال سے دوستی قائم رکھنے کا فیصلہ کر لیا ۔

اس ھفت سالہ جنگ کے خاتمے کے بعد یورپ کے بین الاقوامی معاملات میں فرانس کی اھمیت کم ھو گئی ۔ فرانس کا بادشاہ لوئی پانزدھم عیش و عشرت کا دلدادہ تھا اس کے مزاج پر اس کی آشنا عورتیں بہت اثر رکھتی تھیں جو مملکت کے امور میں دخیل ھوتی رھیں ۔ اس بادشاہ کی عشرت پسندی کے باعث بین الاقوامی سیاست میں بھی زنا کاری کو دخل حاصل ھونے لگا اور یورپ کی اخلاقی حالت گرنے لگی ۔ لوئی پانز دھم ۱۷۱۴ء سے ۱۷۷۴ء تک فرانس کے تخت پر متمکن رھا ۔ بہت سی جنگیں جس نے یورپ میں اور یورپ کے باھر مستعمراتی ملکوں میں فرانس کی طاقت کو نقصان پہنچایا اس کے عہد میں لڑی گئیں ۔ ان جنگوں کے باعث نیز بادشاہ کی عیش پسندی اور فضول خرچی کے باعث عوام کی مالی حالت بہت تباہ ھو گئی اور لوگ افلاس کے مارے فاقہ کشی کی نوبت کو پہنچ گئے ۔ روس میں اس وقت ملکہ کیتھرائین (۱۷۶۴ء سے ۱۷۹۶ء تک)

حکمران تھی جس نے روس کی طاقت کو بڑھانے، مملکت کو وسیع تر کرنے اور داخلی اصلاحات کو ترقی دینے کے لیے بہت کامیاب کوششیں کیں۔ زارینہ کیتھرائن نے ۱۷۶۵ء میں پولینڈ پر فوج کشی کر کے وہاں کے سرداروں کی مجلس کو مجبور کیا کہ وہ سٹافیلاس آگسٹس کو بادشاہ بنائیں جو زارینہ کے زیر اثر تھا۔ پولینڈ کے امرا اور پادری اس بادشاہ کے مخالف ہوگئے کیونکہ وہ ان کے قائم شدہ حقوق کو جن کے بل پر وہ عوام پر ظلم کرتے تھے زائل کرنے کا خواہاں تھا۔ اسی کشمکش کی بنا پر زارینہ کے لشکر نے پھر پولینڈ پر حملہ کیا اور پول سرداروں کو شکست دے کر کراکاؤ کا شہر فتح کر لیا۔ روسی پولوں کا تعاقب کرتے ہوئے ترکی مملکت میں داخل ہو گئے جہاں پول فراری پناہ لینے کے لیے گئے تھے۔ روسی لشکر نے ترکی کے علاقوں کو جو رومانیہ اور ہنگری کے صوبے تھے پامال کیا۔ اس حادثے کے باعث ترکی سلطان مصطفی ثالث نے ۱۷۶۹ء میں روس سے جنگ چھیڑ دی۔ ترکی لشکر نے ابتدائی حملے میں روس کے جنوبی اقطاع تاراج کئے لیکن جنگ کے طول پکڑ جانے پر ترکوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور روسیوں نے بسربیا کی ولایت (رومانیا کے مشرق میں) ترکوں سے چھین لی۔ پولینڈ کا بادشاہ اس جنگ میں روس کی امداد کرتا رہا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ ترکوں نے پولوں کی آزادی کے لیے روس کے ساتھ جنگ چھیڑی ہے۔ پول سردار زارنیہ روس کے حاکمانہ اقتدار سے نالاں تھے۔ اس لیے زارینہ نے ۱۷۷۳ء میں آسٹریا اور پرشیا سے ساز باز کر کے پولینڈ پر چڑھائی کر دی۔ تینوں سلطنتوں نے پولینڈ کے اکثر حصے آپس میں بانٹ لیے اور پولینڈ کی حیثیت محض ایک معمولی ریاست کی رہ گئی جو روس کے زیر اثر تھی۔ ۱۷۷۴ء میں شاہ پرشیا کی کوششوں سے روس اور ترکی کے درمیان صلح ہوگئی۔ روس نے ترکی سے یورپی مملکت کے کچھ اضلاع ہتیا لیے۔ اور بحیرہ اسود میں جہاز رانی کا حق تسلیم کرا لیا۔ اس جنگ کے دوران میں روس کے ایجنٹوں نے جنوبی یونان کے لوگوں کو ترکوں کے خلاف بھڑکا کر بغاوت کرا دی اور روس نے ان کی امداد کے لیے آبنائے جبرالٹر کی راہ سے جنگی بیڑا بھی بھیجا لیکن یہ بغاوت بے نتیجہ رہی جسے ترکوں نے دبا دیا۔

امریکہ کی جنگ آزادی

۱۷۷۵ء میں شمالی امریکہ کے فرنگی آباد کاروں اور برطانیہ کے درمیان لڑائی چھڑ گئی - اس لڑائی کی وجہ یہ تھی کہ امریکہ کے آبادکار اپنے آبائی وطن کے حاکمانہ اقتدار سے تنگ آ گئے تھے - فرنگستان کی شاہی حکومتوں اور استعمار پیشہ ملکوں کے باشندوں کا نظریہ یہ تھا کہ نو آبادیاں اصلی ملک کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہیں جن پر ٹیکس لگانے اور جن سے اپنی شرائط پر تجارت کرکے نفع حاصل کرنے کا حق فرنگستان کے لوگوں کو حاصل ہے - شمالی امریکہ کی برطانی نوآبادیوں میں اس نظریہ کے خلاف خیالات نشو و نما پانے لگے - ان کے سیاسی لیڈر کہتے تھے کہ برطانیہ کے باشندوں کو ان پر ٹیکس لگانے اور تجارتی اجارہ داری کے بل پر انہیں لوٹنے کا کوئی حق حاصل نہیں - انگلستان کی پارلیمنٹ نے امریکی نوآبادیوں کے لیے سٹیمپ ایکٹ پاس کیا اور برطانی حکومت کے گورنر جنرل نے اس ایکٹ کو امریکہ میں نافذ کرنے کی کوشش کی - امریکی فرنگیوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی - پارلیمنٹ کو یہ قانون منسوخ کرنا پڑا - اب برطانی حکومت نے تجارتی اجارہ داری کے ذریعے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی - چائے سے لدے ہوئے جہاز امریکہ بھیجے اور امریکی تاجروں کو مجبور کیا کہ وہ مال خریدیں - لیکن وہ چائے کے مقاطعہ کا فیصلہ کر چکے تھے - برطانی حاکموں نے تاجروں کو مجبور کرنے کی ٹھان لی کہ وہ مال وصول کریں اور چنگی خانوں میں جا کر ٹیکس ادا کر دیں - جس صبح کو یہ حکم نافذ ہونے والا تھا اس سے پہلی رات بوسٹن کی بندرگاہ میں امریکی لوگ جہازوں پر گئے اور انہوں نے چائے کے بنڈل سمندر میں پھینک دیے - اس واقعہ کی بنا پر انگریزی فوجیں آگے بڑھیں تاکہ امریکی آبادکاروں کے ایک مرکز پر جہاں انہوں نے اسلحہ جمع کر رکھے تھے قبضہ جمائیں - امریکہ کے رضاکار برطانی فوج کے سامنے صف بندی کر کے کھڑے ہو گئے - برطانی سپاہ نے گولیاں چلا دیں اور لڑائی شروع ہو گئی - امریکہ کے فرنگی عوام نے برطانی فوج پر حملے شروع کر دیے اور جنگ کا باقاعدہ اعلان ہو گیا - ۱۷۷۶ء

میں امریکی آباد کاروں کی کانگرس نے اپنی آزادی کا اعلان مشتہر کر دیا اور انگریزوں سے لڑائی جاری رہی - ۱۷۷۸ء میں فرانس نے امریکہ کی آزادی تسلیم کر لی - ۱۷۸۳ء میں برطانیہ اور امریکہ کے درمیان صلح کا ابتدائی عہد نامہ طے ہوا اور ۱۷۸۳ء کے معاہدہ پیرس میں برطانیہ نے امریکہ کی آزادی تسلیم کر لی - اس طرح ایک نئی مملکت ظہور میں آ گئی جسے آئندہ دنیا کی سیاست میں بہت اہم حصہ لینا تھا -

امریکہ کی نوآبادیاں اس وقت تیرہ مستقل ریاستوں اور چند نوخیز ریاستوں پر مشتمل تھیں - ان کے سامنے اپنے آئندہ نظام کا سوال پیدا ہوا - امریکہ کے مدبروں اور لیڈروں نے ۱۷۸۹ء میں فیڈرل حکومت کا دستور سیاسی مرتب کیا اور تمام ریاستوں کے اتفاق سے وفاقی طرز کی حکومت قائم کر لی - ۱۷۹۶ء میں امریکی کانگرس نے "حقوق نامہ" تیار کیا جس کے بنیادی اصول یہ تھے کہ مملکت کے تمام شہریوں کو بدرجہ مساوی سیاسی اور معاشرتی حقوق حاصل ہیں - حکام محض ٹرسٹی (امین) ہیں جن کا کام امن و آئین کو قائم رکھنا ہے - فرد اور سٹیٹ (نظام اجتماعی) کا تعلق محض ایک قسم کا معاہدہ ہے جس پر فریقین کو دیانت داری سے عمل کرنا چاہیے - اس طرح امریکہ میں ایک طاقتور آزاد جمہوری حکومت قائم ہو گئی - جس کا خواب صدیوں پہلے یونان کے فلاسفروں نے دیکھا اور جسے رومنوں اور یونانیوں نے ابتدائی صورتوں میں قائم کرنے کی کوششیں کیں - جن اصولوں پر یہ جمہوریت قائم کی گئی انہیں اسلام کے پہلے دو خلیفوں نے عملاً نافذ و رائج کر کے دکھایا - لیکن بعد کے مسلمان انہیں جاری رکھنے اور ان کی حفاظت کے لیے آئین و قانون بنانے سے قاصر رہ گئے -

فرانس کا انقلاب

فرانس کی مملکت ایک سو سال سے پیہم جنگوں میں مبتلا چلی آ رہی تھی - اس کے بادشاہ اور امراء بہت عیش پرست تھے اور عوام کی حالت سے بے پرواہ ہو کر شان و شوکت کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے

تھے ۔ امراء اور پادری طبقہ کے لوگ ٹیکس سے مستثنیٰ چلے آ رہے تھے ۔ اس لیے جنگوں کے خرچ ، بادشاہوں اور امراء کی عیش پرستیوں کے مصارف کا سارا بار عوام کے کندھوں پر پڑتا تھا ۔ ان کے لیے زندگی دوبھر ہو رہی تھی ۔ انسانی ضمیر کی آزادی کا سوال اس مذہبی کشمکش کے باعث پیدا ہوا جو رومن کیتھولک فرقہ کے بر سر اقتدار طبقوں اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے پیروؤں کے درمیان اٹھارویں صدی مسیحی کے آغاز ہی سے شروع ہو چکی تھی ۔ داخلی اور خارجی ہنگاموں نے جو فرانس کے لوگوں کو پیہم پیش آتے رہے ان کے پڑھے لکھے طبقہ کے افراد کی ذہنی اور فکری قوتوں کو بہت جلا دی ۔ اس صدی کے دوران میں فرانس میں بڑے سیاسی مفکر ، معاشرتی مفکر ، اقتصادی منقش ، علم‌النفسیات کا مطالعہ کرنے والے فلاسفر ، ادیب اور شاعر پیدا ہوئے ۔ جن کی تعلیمات مباحث اور نشر و اشاعت نے عوام کے افکار کو روشن کیا ۔ مشہور فرانسیسی مصنف روسیو اسی صدی میں زندگی بسر کر رہا تھا جو فطرت انسانی کی پکار سننے اور اس پر عمل کرنے کا حامی تھا ۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مذہب کی پابندیاں ترقی کی راہ میں حائل ہیں ۔ فکر آزاد سے انسان صحیح نتائج پر پہنچ سکتا ہے ۔ لہذا انسان کو اپنے آزاد فکر کی روشنی میں قانون بنانے چاہئیں اور معاشرتی معاہدے مرتب کرنے چاہئیں ۔ ۱۷۶۰ء میں پیرس کی علمی سوسائٹی نے جو انسائیکلوپیڈیا (جامع العلوم) مرتب کرایا ۔ اس کے مصنفین امراء کے ظلم ، بے انصافی ، غلاموں کی تجارت ، ٹیکسوں میں امتیاز ، عدالت کی خرابیوں ، جنگوں کی فضول خرچیوں اور مذہب عیسائیت کے سخت خلاف تھے ۔ اس صدی میں فرانس میں صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے حامی بھی پیدا ہوئے جو صنعتی ترقی کی بنا پر اپنے سوشل خوابوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے ۔ اقتصادیات کے مفتشوں نے نہ صرف سوشلزم (اجتماعیت) کے خیالات کو اشاعت دی ، بلکہ ان میں بعض کمیونزم (اشتراکیت) کی حد تک بھی سوچنے لگے تھے ۔ اس قسم کی مادی اور ذہنی کیفیتوں کے درمیان فرانس کی سر زمین میں جمہوری انقلاب کا ہنگامہ برپا ہوا جس کے حالات مختصر الفاظ میں حسب ذیل ہیں :-

شاہی خزانہ دیوالیہ ہو چکا تھا ۔ عوام اور بادشاہ دونوں مالی مشکلات میں گرفتار تھے ۔ اس کیفیت پر غور کرنے اور مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کی تجاویز سوچنے کے لیے ۱۷۸۹ء میں ایک بڑا قومی اجتماع ورسائے میں منعقد ہؤا ، جس میں امرا ، کلیسا اور عوام کے نمائندے شامل ہوئے ۔ عوام کے نمائندوں کا مطالبہ یہ تھا کہ مالی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے جو ٹیکس بھی لگایا جائے وہ ان کی رائے سے طے ہو ۔ بادشاہ نے اس اجتماع کو عسکری طاقت کے بل پر منتشر کرنا چاہا لیکن سپاہیوں نے اجتماع پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا ۔ بادشاہ بہ ظاہر نرم ہو گیا اور اس نے بات چیت کو جاری رکھنے کی اجازت دے دی لیکن باہر سے غیر ملکی فوج منگوا کر اس قومی اجتماع کو منتشر کر دیا ۔ بادشاہ کی اس حرکت کا رد عمل عام بغاوت کی شکل میں رو نما ہؤا ۔ لوگوں کے ہجوم نے ہر جگہ امرا کے محلوں کو آگ لگانے کی مہم شروع کر دی ۔ شہروں میں مقامی جماعتیں قائم ہوئیں جنھوں نے عارضی حکومتیں قائم کر لیں ۔ ہر جگہ نشینل گارڈ یعنی قومی رضاکاروں کے دستے تیار کئے گئے ۔ نیشنل اسمبلی نے نیا آئین بنانے کا کام شروع کر دیا اور ایک حقوق نامہ مشتہر کیا گیا جس میں امرا کی مراعات منسوخ کر دی گئیں ۔ جو طبقے ٹیکس سے مستثنیٰ تھے ان پر ٹیکس لگانے کے عزم کا اعلان کیا گیا ۔ پرانے جاگیر دارانہ نظام کی قائم کی ہوئی عدالتوں کو اڑا دیا گیا اور عوام کے حقوق صراحت کے ساتھ بیان کر دئیے گئے ۔ اب ہر طرف سازشیں ہونے لگیں ۔ بادشاہ کے بھائی نے عوام کو مشتعل کرنے کی کوششیں کیں ۔ پیرس میں خورد و نوش کے سامان کا قحط رونما ہوا ۔ لوگوں نے قحط لانے کا الزام حکومت پر لگایا ۔ اندریں اثنا شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ورسائے میں جہاں شاہان فرانس کے عالیشان محلات تھے غلے کا کافی ذخیرہ جمع ہے ۔ عام لوگ ورسائے کی طرف ٹوٹ پڑے ۔ شاہی محل کے سامنے زبردست مظاہرہ کیا ۔ بادشاہ نے انہیں خوراک دے دی ۔ غلے سے لدی ہوئی گاڑیاں پیرس کو چل پڑیں ۔ بادشاہ بھی پیرس آ گیا ۔ یہ واقعہ ۱۷۸۹ء میں پیش آیا ۔ عوام کی اسمبلی کے دباؤ کے ماتحت بادشاہ نے عدالتوں میں عوام کے چنے ہوئے جج مقرر کئے ۔

کلسیائی نظام (چرچ) کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں - پادریوں کی تنخواہوں میں تخفیف کی گئی - کلیسا کا قومی نظام قائم کیا گیا - یہ صورت حال بادشاہ کو پسند نہ تھی - وہ اور اس کی ملکہ آدھی رات کو پیرس سے بھاگے تاکہ مشرق اضلاع کی فوج کو لے کر جس کی وفاداری پر انہیں بھروسا تھا پیرس پر حملہ کریں - راستے میں دیہاتیوں نے انہیں پہچان لیا اور پیرس کی طرف واپس بھیج دیا - اندریں اثنا پرشیا کے بادشاہ اور آسڑیا کے شہنشاہ نے اس مضمون کا اعلان جاری کیا کہ شاہان یورپ فرانس میں شاہی اقتدار کی بحالی کو ضروری خیال کرتے ہیں - ان ملکوں میں بھاگے ہوئے فرانسیسی افسر لشکر بھرتی کرنے لگے تاکہ فرانس پر حملہ کیا جائے - فرانسیسیوں نے بادشاہ کو مجبور کر کے آسڑیا کے خلاف جنگ کا اعلان کرا دیا - شاہ پسند سمجھتے تھے اس طرح جنگ چھڑ جائے گی تو شاہی اقتدار کو از سر نو مستحکم کرنے کا موقع مل جائے گا - جمہوریت پسندوں کا خیال تھا کہ بادشاہ کا اعلان جنگ اس ہمدردی کو زائل کر دے گا ، جو شاہان یورپ کے دلوں میں فرانس کے شاہی خاندان کے ساتھ پیدا ہو گئی ہے - پرشیا کے بادشاہ نے آسڑیا کی امداد کی اور اتحادی فوجوں نے ڈیوک آف برنزوک کے زیر سرکردگی فرانس پر چڑھائی کر دی - ڈیوک نے اعلان کیا کہ بادشاہ کے اقتدار کو بحال کیا جائیگا اور باغیوں کو شدید سزائیں دی جائیں گی -

یہ حال دیکھ کر جیکو بین پارٹی نے جو عوام کی ایک منظم جماعت تھی بغاوت کا علم بلند کر دیا - عوام نے شاہی محل پر حملہ کیا سویسن گارڈ نے مزاحمت کی - بادشاہ نے اسمبلی میں پناہ لی - اسمبلی بادشاہ کے متعلق کچھ فیصلہ نہ کر سکی - فرانس کی حکومت پیرس کی مجلس عوام نے سنبھال لی - آخر اسمبلی نے بادشاہ کو معزول کر کے زندان میں ڈال دیا - اور نیا آئین بنانے کے لیے نیشنل کنونیشن (قومی اجتماع) کے انعقاد کی تیاریاں ہونے لگیں - سرحد پر اتحادی فوجیں چڑھی چلی آرہی تھیں اس لیے مجلس عوام کی حکومت نے شاہ پسندوں کو گرفتار کر لیا - سرسری مقدمے چلا کر انہیں قتل کر دیا گیا - مقتولوں کے سر نیزوں پر لٹکا کر

مظاہرے کئے گئے - ۲۰ ستمبر ۱۷۹۱ء کو والمی میں فرانسیسی اور اتحادی توپ خانوں کی لڑائی ہوئی جس میں فرانس کا پلہ بھاری رہا - اور فرانس نے فتح پائی - ۲۱ ستمبر ۱۷۹۲ءکو نیشنل کنونشن کا اجلاس منعقد ہؤا - فرانس میں جمہوری حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا - عوام کی عدالت کے سامنے بادشاہ کا مقدمہ پیش ہؤا جسے ۱۷۹۳ء کے آغاز میں موت کی سزا دی گئی - بادشاہ کا سر گلوٹین[1] کے ذریعے قلم کر دیا گیا -

اس انقلاب نے فرانس کی سر زمین اور اس کے باشندوں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی - جمہوری فرانس کی فوجیں اپنی سرحدیں عبور کرکے دوسرے ملکوں میں داخل ہو گئیں - وہ سارے یورپ میں انقلاب برپا کر کے جمہوریت قائم کرنے کے خواہاں تھے - اس خیال نے ان کی قوت عمل کو بہت تیز کر دیا تھا - ملک کے اندر انقلاب کے علم برداروں نے ملک کو دشمنان انقلاب سے پاک کرنے کا عمل شروع کر دیا - مخالفین کو موت کی سزائیں دی گئیں - گلوٹین کا استعمال زوروں پر رہا - بغاوتیں فرو کی گئیں - بارہ اشخاص کی ایک ہنگامی کمیٹی بنائی گئی جس نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی - اس کمیٹی کا صدر اور لیڈر رابس پیئرے نامی ایک شخص تھا - انقلابیوں نے بہت سی اصلاحات نافذ کیں - امرا کی دولت اور جایداد ضبط کر لی - ہر شخص کو گھر اور معاش دینے کا انتظام کیا گیا - مزدوروں کو ان کا حق دلانے کے لیے قانون بنائے گئے - منافع بازی کے انسداد کے لیے ذرایع سوچے گئے - بہت سی اقتصادی اور معاشرتی اصلاحیں معرض عمل میں لائی گئیں - طلاق کی آسانیاں مہیا کی گئیں - حلالی اور حرامی بچوں کے درمیان قانونی امتیاز مٹا دیا گیا - کیلنڈر کی اصلاح کر کے دس دن کا ہفتہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی - نئے مہینے بنائے گئے - وزنوں اور پیمانوں میں اعشاری

---

[1] گلوٹین ایک سیدھی سادی مشین تھی - جس میں سزا یافتہ شخص کا سر شکنجے میں پھنسا دیا جاتا تھا اوپر سے کلہاڑے کا پھل گرتا تھا اور سر قلم کر دیتا تھا -

طریق رائج کیا گیا ۔ انقلابی خدا کی ہستی کو فرانس کی سر زمین سے رخصت کرکے اس کی جگہ عقل و استدلال کی دیوی کی پرستش رائج کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ رابس پیئرے ان کا مخالف بن گیا ۔ اس نے ایسے منکروں کو ایک ضیافت میں اکٹھے کرکے قتل کرا دیا ۔ ۱۷۹۴ء میں رابس پیئرے نے ہستی اعلیٰ پر ایمان کا اعلان کرنے کے لیے ضیافت رچائی جس میں وہ پھولوں اور گندم کے خوشوں کا گلدستہ لے کر شامل ہؤا ۔ اس ضیافت میں دہریت اور برائی کے مجسمے جلائے گئے ۔ ان کی جگہ عقل کی مورتی کو قائم کیا گیا ۔ اس ضیافت کے بعد رابس پیئرے ایک مہینے کے لیے گوشہ نشین ہو بیٹھا ۔ واپسی پر ایک نیشنل کنونشن کے اجلاس میں ایک تقریر کی ، جس میں بروں کے قتل مزید کی تلقین کی گئی تھی ۔ کنونشن نے تقریر سنی لیکن جب قرار داد پیش ہونے لگی تو مخالفت کی ۔ رابس پیئرے نے واپس جا کر اپنے حامیوں کے جلسہ میں تقریر پڑھی ۔ اگلے دن کنونشن کے اجلاس میں اسے بولنے کی اجازت نہ دی گئی اس پر اس کا گلا خشک ہو گیا ۔ اسے گرفتار کر لیا گیا ۔ ہوٹل ڈی ولا کے جیکوبین نے اسے چھڑا لیا ۔ اگلے دن صبح کے وقت کنونشن کے سپاہی آئے اور ہوٹل کے سامنے جیکوبین پہرہ داروں سے بات چیت کرنے لگے ۔ جیکوبین دور چلے گئے ۔ رابس پیئرے نے دیکھا کہ کنونشن کے سپاہی اسے گرفتار کر لیں گے اس لیے اس نے اور اس کے تین ساتھیوں نے ہوٹل کی دوسری منزل سے چھلانگیں ماریں ۔ زخمی ہوئے اور پکڑے گئے ۔ سب کو گلوٹین کے حوالے کر دیا گیا ۔ رابس پیئرے کے حکم اور ایما سے کل چار ہزار اشخاص گلوٹین کی نذر ہوئے تھے ۔ جن میں دانتن اور مرات ایسے عوام کے نڈر اور بیباک لیڈر بھی تھے ۔

فرانس کے انقلابیوں کو ملک کے اندر جیکوبین پارٹی اور شاہ پسندوں سے نبٹنے کا معاملہ بھی در پیش تھا اس کے باوجود فرانس کی فوجیں اپنے جمہوری نظام کی حفاظت کے لیے سارے یورپ سے لڑ رہی تھیں ۔ شاہ فرانس، کے قتل پر انگلستان نے فرانس کے سفیر کو نکال دیا

اور لڑائی کی تیاری کرلی - فرانس نے انتظار کئے بغیر آسٹریا اور ھالینڈ پر حملہ کر دیا - نیز ھسپانیہ اور اٹلی میں لڑائی چھیڑ دی - جمہوریت فرانس کے خلاف انگلستان ، پرشیا اور آسٹریا کی شاھی طاقتوں نے اتحاد کر لیا جن میں ھالینڈ اور ھسپانیہ بھی شامل ھو گئے - روس کی ملکہ کیتھرائین نے بھی فرانس کے انقلابیوں کے خلاف نفرین آمیز اعلانات جاری کئے لیکن عملاً کوئی اقدام نہ کیا - ھالینڈ ، جرمنی ، ھسپانیہ اور اٹلی میں جنگ کے پانسے پلٹتے رہے لیکن ھر جگہ فرانسیسیوں کا پلا بھاری نظر آتا تھا - زارینہ کیتھرائین نے یورپ کی اس جنگ کو غنیمت جان کر پرشیا کے بادشاہ اور آسٹریا کے شہنشاہ کو اپنے ساتھ ملایا اور پولینڈ پر چڑھائی کر کے اس کی ھستی کا خاتمہ کر دیا - ۱۷۹۵ء میں پرشیا ، آسٹریا اور روس نے پولینڈ کی سر زمین آپس میں تقسیم کرلی - پولینڈ کی غنیمت میں حصہ لینے کے بعد پرشیا نے فرانس سے صلح کرلی - اندریں اثنا فرانس میں خانہ جنگی ھو گئی - جیکوبین نے پیرس کے عوام کو بھڑکا کر بد امنی پھیلا دی جسے ایک فرانسیسی فوجی افسر نپولین بونا پارٹ نے فرو کیا جو طولون کی بندرگاہ سے انگریزوں کو نکال کر نام پیدا کر چکا تھا - اس ھنگامے کے بعد آئینی اصلاحات رائج کی گئیں اور پانچ اشخاص کی ایک ڈائرکٹریٹ انتظام مملکت کے لیے قائم کی گئی - فرانسیسیوں نے ھسپانیہ کو شکست دی - ھالینڈ پر قبضہ جمایا - اٹلی سے آسٹرویوں کو اور کارسیکا سے انگریزوں کو نکالا - ۱۷۹۷ء میں ھسپانیہ فرانس سے مل گیا اور ھالینڈ میں جمہوری حکومت قائم ھوگئی - اس کے بعد انگلستان اور آسٹریا سے جنگ جاری رھی لیکن تھوڑا عرصہ بعد آسٹریا نے بھی صلح کر لی اور انگریز اکیلے رہ گئے - ۱۷۹۸ء میں نپولین بونا پارٹ نے ایک لشکر لے کر مصر پر چڑھائی کی - مصر کا مملوک سلطان البابا کے مقام پر لڑا لیکن شکست کھائی - مصر پر فرانسیسی قبضہ کر ھی چکے تھے کہ انگریز امیرالبحر نیلسن نے انہیں دریائے نیل کی جنگ میں شکست دی - نپولین نے شام کے شہر عکہ پر حملہ کیا اور سلطان ترکی سے جنگ چھیڑ دی جہاں ترکوں نے اس کے دانت کھٹے کئے - نپولین ۱۷۹۹ء میں ناکام ھو کر واپس فرانس چلا گیا -

جہاں آئینی ترمیم کے ضمن میں وہ فرانس کے تین قونصلوں میں سے قونصل نمبر اول مقرر ہؤا ۔ جن کے ہاتھ میں ملکی اور فوجی نظام کی باگ ڈور دی گئی ۔

انگلستان کے مدبروں نے ۱۸۰۰ء میں اپنی کوششوں سے آسٹریا کے شہنشاہ کو پھر فرانس کے خلاف لڑنے کے لیے آمادہ کر لیا اور روس کی فوجیں بھی جنگی بیڑے کے ذریعے ہالینڈ اور اٹلی میں پہنچ گئیں ۔ روسی جرنیل سوفورف نے سوئٹزرلینڈ میں جا کر فرانسیسیوں سے لڑائی کی لیکن جرمنی میں آسٹریا کی فوجوں کو کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ ہوئی ۔ نپولین بونا پارٹ نے کوہستان ایلپس کو عبور کر کے آسٹریا پر چڑھائی کر دی اور آسٹروی لشکر کو متعدد شکستیں دیں ۔ انگریزوں نے اس دوران میں مالٹا پر قبضہ جما لیا تھا جسے وہ سرداران مالٹا کو واپس دینے پر آمادہ نہ تھے ۔ اس بات سے ناراض ہو کر زار روس نے فرانس اور برطانیہ کی جنگ میں غیر جانب دار ہونے کا فیصلہ کر لیا اور سویڈن اور ڈنمارک کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ۔ انگریز بھی اس وقت تک تھک گئے تھے چنانچہ ان کے ہاں مسٹر پٹ کی وزارت تبدیل ہو گئی اور نئی وزارت نے فرانس کے خلاف لڑائی بند کر دی ۔ ۱۸۰۱ء میں اینس کا معاہدہ طے ہؤا جس میں انگریزوں نے جرمنی اور نیدر لینڈ میں فرانس کے حاصل کردہ علاقوں پر فرانسیسیوں کا تسلط تسلیم کر لیا ۔ ہالینڈ ، سوئٹزر لینڈ اور اٹلی پر بھی فرانسیسیوں کا اقتدار تسلیم کر لیا گیا ۔ مالٹا کا جزیرہ انگریزوں نے اس کے سرداروں کو واپس دے دیا اور آئیونیئن جزائر کی آزاد جمہوریت تسلیم کر لی ۔ سیلون اور ٹرینیڈاڈ کے سوا جو انگریزوں نے ہالینڈ اور ہسپانیہ سے چھینے تھے دوسرے تمام چھینے ہوئے مستعمراتی علاقے واپس دے دیئے ۔

استعمار فرنگ کی تین صدیاں

بارود کا استعمال

۱۵۰۰ء کے بعد نوع انسانی کی ترقی یافتہ قومیں آپس کی لڑائیوں میں بارود کے زور سے چلنے والے ھتھیار یعنی توڑے دار توپیں اور بندوقیں استعمال کرتی نظر آ رہی ھیں۔ اس لیے ھم نے زیر تبصرہ دور (۱۵۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک) کو بارود کے زمانے کا ابتدائی دور قرار دیا ھے۔ سولھویں صدی مسیحی کے ابتدائی ربع کے قریب ھسپانوی لوگ امریکہ میں قدیم باشندوں کے خلاف جو پتھر کے زمانے کے ھتھیار استعمال کرتے تھے اور تیر و کمان کا استعمال بھی نہیں جانتے تھے بندوقیں استعمال کرتے نظر آتے ھیں اور کابل کا بادشاہ ظہیرالدین محمد بابر پہلی دفعہ توپ خانہ لے کر ھندوستان کی سر زمین میں وارد ھوتا ھے۔ اس دور میں توپیں اور بندوقیں بنانے کی صنعت نے مختلف ملکوں میں تدریجی ترقی کی اور ایسی بارودی سرنگیں بھی استعمال ھونے لگیں جن کو آگ لگا کر قلعوں کے دروازے گرائے جاتے تھے یا فصیلوں میں شگاف پیدا کیے جاتے تھے۔ بارودی اسلحہ کا رواج چین، ترکستان، ھندوستان، ترکی اور یورپ میں کم و بیش ترقی پذیر ھوا۔ سولھویں اور سترھویں صدی مسیحی میں وسط ایشیا کے ملک توپیں ڈھالنے کے فن میں پیش پیش رھے۔ لیکن اٹھارویں صدی سے اھل فرنگ نے اس صنعت کو فروغ دینا شروع کر دیا۔ تاھم اٹھارویں صدی میں بھی لاھور اور کابل کے کارخانے جس قسم کی بھاری بھرکم توپیں ڈھالتے تھے اس کی نظیر اس دور میں کسی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آئی۔ ایسی ھی ایک توپ جسے احمد ابدالی نے ۱۷۶۰ء میں پانی پت کے میدان میں مرھٹوں کے خلاف استعمال کیا

تھا ۔ لاھور کے عجائب گھر کے سامنے چوک میں پڑی ہے ۔ اٹھارھویں صدی میں ترکی ، روس ، فرانس ، آسٹریا ، انگلستان ، پرشیا اور یورپ کے دوسرے ملک لڑائیوں میں بھاری توپ خانے استعمال کرنے لگے تھے ۔ ہندوستان کے مغل بادشاھوں اور چین کے حکمرانوں نے اسلحہ سازی کی اس صنعت کو ترقی دینے کے لیے کوئی خاص کوشش نہ کی ۔ لیکن یورپ کے ملک پیہم لڑائیوں کے باعث اسلحہ سازی اور جنگ کے دوسرے فنون و علوم کو ترقی دیتے رہے ۔ اھل فرنگ اٹھارھویں صدی مسیحی میں اپنے بھاری بھرکم جہازوں پر بھی توپیں نصب کرنے لگے تھے جو ان کی استعماری مہموں اور آپس میں کی لڑائیوں میں بہت کارآمد ثابت ھوئیں ۔ لڑائی کے دوسرے ھتھیار عام طور پر وھی تھے جو گذشتہ دور میں استعمال ھوتے تھے ۔ مثلاً شمشیر ، تلوار ، نیزہ ، بھالا ، خنجر ، تبر ، چھویاں ، ٹکوے وغیرہ ۔ سترھویں صدی میں اھل فرنگ سنگینیں بھی بنانے لگے تھے ۔ جو بندوق کی نالی پر چڑھا کر استعمال کی جاتی تھیں ۔ سنگین کا استعمال پہلے پہل ترکوں نے شروع کیا جن کی دیکھا دیکھی یورپ میں عام ھو گیا ۔ امریکہ ، افریقہ ، شرق الہند ، آسٹریلیا اور پولینشیا وغیرہ کے باشندے بہت پرانے زمانے کے ھتھیاروں سے مسلح تھے ۔ جنگ مبارزت یعنی بہادروں کی انفرادی لڑائیوں کا طریق پچھلے دور ھی میں ختم ھو چکا تھا ۔ اس لیے گرز اور کمند وغیرہ نا پید ھو گئے تھے ۔ زرہ اور خود کا استعمال بھی کم ھو چلا تھا ۔ منتظم لشکروں اور با قاعدہ فوجوں کی لڑائیاں عام ھر گئیں ۔ اور جنگی چالوں کی اھمیت بڑھ گئی ۔ لہذا تجربہ کار اور قابل فوجی افسروں اور جرنیلوں پر لڑائی کی کامیابی کا انحصار بہت کچھ ھونے لگا ۔ اس دور میں فرانس ، روس ، انگلستان ، ترکی اور افغانستان نے ایسے ایسے اچھے جنگی دماغ اور ماھر جرنیل پیدا کئے جن کا نام فن حرب کی تاریخ میں جلی حروف میں ثبت ھؤا ۔

علمی اور فنی ترقیات

سہ صد سالہ دور جمود (۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک) کے بعد اس دور میں انسان کا فکر پھر عالمی انکشافات اور فنی ترقیات کی طرف مائل

هؤا ۔ عمارت سازی کے فن نے مشرق و مغرب میں بہت ترقی کی ، اور دنیائے متمدن ایشیا اور یورپ میں جا بجا عالیشان عمارتیں ، محلات ، قصور ، قلعے ، مقبرے ، معابد ، بارہ دریاں ، مینار اور برج تعمیر ہونے لگے ۔ فن تعمیر میں گزشتہ ادوار کا آرٹ شان و شوکت کے اظہار کی طرف زیادہ مائل تھا ۔ اس دور میں شان و شوکت کے ساتھ خوبصورتی اور خوشنمائی بھی شامل ہو گئی ۔ ہندوستان کی عمارتیں جو شہنشاہ شاہجہان کے عہد میں تعمیر ہوئیں آرٹ میں بہت سی ایسی خوبیوں کے اجتماع کی ایسی نظیریں ہیں جن کی مثال دنیا کے اور کسی حصے میں نظر نہیں آتی ۔ اس دور میں آرایش و تزئین کے سامان نے بھی کافی ترقی کی ۔ بادشاہوں اور امرا کے محلات میں جو عمدہ عمدہ ڈیزائنوں اور نقشوں پر بنائے جاتے تھے ۔ نفیس پردے ، قیمتی قالین ، ریشمی کپڑے ، مجسمے ، مینا کاری ، دھات کے برتنوں پر نقش آرائی وغیرہ ایسی باتیں تھیں جو مشرق و مغرب میں بہت عام ہو چکی تھیں ۔ اس دور میں دور نہضت (۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک) کی طرح صنعتی ترقی کو بھی بہت فروغ حاصل ہؤا ۔ یورپ میں کتابوں اور اخباروں کی چھپائی اور جلد سازی کے فن نے بہت ترقی کی ۔ کتابوں کی طباعت اور اخبارات کے اجرا کے معاملہ میں مغرب (فرنگستان) مشرق (ایشیا) سے تین سو سال آگے نکل گیا ۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اہل فرنگ میں عوام کی بیداری کی جو لہریں آٹھیں اور جن کے باعث وہ علمی اور فنی ترقیات میں ، نیز سیاسی تفوق میں اہل مشرق پر بازی لے گئے ۔ ان کی ایک زبردست وجہ یہ بھی ہے کہ اہل فرنگ چھاپے خانے چلا کر علم کو عام کرنے لگے تھے اور اخبارات کی وساطت سے ان کے افکار روشن اور اذہان تیز ہونے لگے تھے ۔ اس دور میں مشرق و مغرب میں عمدہ عمدہ غذائیں ، شرابیں اور ماکولات و مشروبات تیار کرنے کے فنون نے بھی بہت ترقی کی امرا اور بادشاہوں کے دسترخوان بہت پر تکلف ، قیمتی اور رنگا رنگ کی نعمتوں سے بھر پور ہوتے تھے ۔ لیکن عوام کے بعض طبقوں کو پیٹ بھر کر سوکھی روٹی بھی مشکل سے میسر آتی تھی ۔ پارچہ بافی کے فن نے ہندوستان ، ایران اور مشرق ادنیٰ کے ملکوں میں بہت ترقی کی ۔ مشرق نے اس دور میں بڑے بڑے با کمال اہل حرفہ پیدا کیے ۔

فنون لطیفہ میں موسیقی اور مصوری کو بہت فروغ حاصل ہؤا - مجسمہ سازی اور بت گری کا آرٹ رو بہ زوال ہونے لگا - ادب و شعر میں مشرقی ملکوں بالخصوص چین ، ہندوستان اور ایران نے بہت شغف کا اظہار کیا - لیکن علمی تفتیش اور نشر علوم کا کام یورپ کے ملکوں میں ترقی پانے لگا - جہاں علمی انجمنیں قائم ہوئیں - علمی مباحث پیدا ہوئے - دارالعلوم بنے اور مختلف علمی موضوعات ، مثلاً تاریخ ، جغرافیہ ، سفرنامہ ، داستان ، تجارت ، طب ، فلسفہ ، نفسیات ، اقتصاد ، اجتماعیات وغیرہ پر کتابیں لکھی گئیں - اٹھارھویں صدی مسیحی میں یورپ کے ملکوں بالخصوص فرانس کی علمی سرگرمیوں کا معیار دنیا کے دوسرے ملکوں کی بہ نسبت بہت بلند ہو چکا تھا - علوم جدیدہ کی تحقیقات و تفتیش کا ذوق اہل فرنگ میں بہت ترقی کر گیا اور اس امر کے باوجود پاپائی مسیحیت کا محکمۂ احتساب ہر علمی انکشاف کو الحاد و دھریت کا نام دے کر ارباب علم پر زندگی کے قافیے تنگ کرتا رہا - فرنگستان کے علمائے تحقیق کا علمی ذوق ترقی پذیر ہوتا چلا گیا - گیلیو اٹلی کا باشندہ تھا جو ۱۵۶۴ء میں پیدا ہؤا اور ۱۶۴۲ء میں مرا - اس نے اس نظریہ کی تلقین شروع کر دی کہ زمین بعض دوسرے اجرام فلکی سے چھوٹی ہے اور اپنے محور کے گرد نیز سورج کے گرد گھومتی ہے - محکمۂ احتساب نے اسے سزا دی - وہ اپنے علمی نظریہ کو شائع کرنے سے تائب ہونے پر مجبور ہو گیا - اس نے توبہ کرتے وقت کہا کہ " میں توبہ کرتا ہوں لیکن زمین تو سورج کے گرد گھومتی ہے،، - کشش ثقل کے قانون کی تحقیقات کرنے والا انگریز عالم نیوٹن بھی اسی دور میں گزرا جس نے ۱۶۴۲ء سے لے کر ۱۷۲۷ء تک زندگی بسر کی - ۱۷۶۵ء میں ایک انگریز لوہار نے بھاپ سے چلنے والا انجن بنایا - جسے پہلے پہل کوئلے کی کانوں سے پانی نکالنے کے لیے استعمال کیا گیا - ۱۷۸۵ء تک یہ انجن کلیں چلانے کے لیے استعمال ہونے لگا اور انگلستان کے کارخانوں میں پارچہ بافی کی کھڈیاں اور کرگھے بھاپ کے انجن کی طاقت سے چلنے لگے - ۱۸۰۰ء تک کشتیوں اور جہازوں پر بھاپ کے انجن لگانے کے تجربے کامیاب ہو چکے تھے - لیکن دخانی جہازوں کا رواج انیسویں صدی مسیحی کی ابتدا

میں جا کر عام ہؤا۔ اٹھارھویں صدی مسیحی میں یورپ میں لوھا پگھلانے والی بھٹیوں کے استعداد کار میں ترقی پیدا کی گئی اور ۱۷۲۸ء میں لوھے کی چادریں بننے لگیں۔ ۱۷۸۳ء میں لوھے کی سلاخیں بنانے کی صنعت بھی رائج ھو گئی۔ یہ دریافتیں جہاز سازی کی صنعت میں بہت کارآمد ثابت ھوئیں۔

سولھویں صدی مسیحی میں اھل فرنگ نے اپنے کیلنڈر یعنی سالوں، مہینوں اور دنوں کے شمار اور حساب کے طریق کی اصلاح کی۔ اخبارات بھی اسی صدی میں جاری ھونے لگے۔ اور دور بینیں یورپ میں استعمال ھونے لگیں جن کے اصول کو عرب مسلمان صدیوں پہلے دریافت کر چکے تھے۔ سترھویں صدی مسیحی میں تھرمامیٹر (مقیاس الحرارت) اور بیرو میٹر (مقیاس الھوا) ایجاد ھوئے۔ ائیر پمپ بنایا گیا۔ اٹھارھویں صدی مسیحی میں اھل فرنگ نے شیشہ پلیٹ اور بروسلین بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ غبارے اڑنے لگے۔ ستارہ شناسوں نے ایک نیا سیارہ ھرشل دریافت کیا۔

اھل یورپ کی ذھنی اور فکری قوتیں اس دور میں بہت اچھی طرح بیدار ھو چکی تھیں مذھبی حیثیت سے پاپائی عیسائیت کے خلاف اصلاح کی جو تحریکیں آٹھیں اور مذھبی مسائل کی جو بحثیں چل نکلیں انھوں نے فرنگستان کے عوام میں ھر مسئلہ کے متعلق اپنے طور پر سوچنے اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کی صلاحیتیں پیدا کر دیں۔ یورپ کے ملکوں میں چونکہ چھاپے خانے قائم ھو چکے تھے اس لیے مفکرین و مصلحین کے خیالات کی اشاعت زود تر ھونے لگی۔ اخبارات کی اشاعت اور ڈاک کے بہتر انتظامات کے باعث یورپ کے لوگ ایک دوسرے کے حالات، خیالات اور ایک دوسرے کی سرگرمیوں سے زیادہ باخبر رھنے لگے۔ فرانس کی سر زمین میں آزادی فکر کی تحریکیں بہت زور سے آٹھیں اور اس سر زمین نے والیٹئر ایسے سیاسی مفکر اور روسیو ایسے فطرت شناس ادیب پیدا کئے۔ والیٹئر اپنے زمانے ھی میں اتنی شہرت حاصل کر چکا تھا کہ روس کی ملکہ کیتھرئین اور پرشیا کا بادشاہ فریڈرک اعظم اس سے خط و کتابت کرتے رھے۔ روسیو کے فکر کی آزادی اور

انتہا پسندی کا عالم یہ تھا کہ اس کی تصنیفات ہر قسم کے مذہبی، اخلاقی اور رواجی قانونوں اورپابندیوں کے خلاف مسلسل جہاد کی دعوت دیتی تھیں ۔ ۱۷٦۰ء میں فرانس کے اہل علم نے پہلا انسائیکلو پیڈیا (جامع العلوم) تیار کیا ۔ اہل فرنگ کی فکری صلاحیتوں کو پاپائی اقتدار کے استبداد نے جس شدت سے دبا رکھا تھا اسی شدت سے اس کے خلاف بغاوت رونما ہوئی اور انقلاب فرانس کے وقت فرانس میں ایسے لوگ پیدا ہو چکے تھے جو اپنے ملک سے خدا کے نام کو رخصت کر دینے کی تلقین کرنے لگے تھے ۔ یورپ کے بادشاہوں نے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی علمی تحقیقات کی سوسائٹیاں قائم کیں ۔ دارالعلوم بنائے ۔ علوم جدید (سائنس) کی تحقیقات و ترقی کے لیے ادارے اور تجربہ گاہیں قائم کیں - صنعتی ترقی کے لیے نئی نئی ایجادوں کی حوصلہ افزائی کی ۔ اہل فرنگ نے اس دور میں اس نکتہ کو پا لیا کہ دنیوی اور مادی ترقی کے لیے علم کا حصول اور اس کی ترقی ضروری ہے ۔ اس مقابلے میں ایشیا کی قومیں اس دور میں علمی تفتیش اور فنی ترقی کے لحاظ سے غفلت و جمود کا شکار رہیں ۔ کیونکہ ان کا معاشری نظام گزشتہ دور ہی میں مغلوں کی یلغاروں کے باعث تباہ و برباد ہو چکا تھا ۔ اور اس کے بعد مشرق میں واقعات و حادثات کی افتاد نے کوئی ایسا اتفاق مہیا نہ کیا جو ان کی فکری صلاحیتوں کے لیے مہمیز کا کام دیتا ۔ ایسا حسن اتفاق اہل فرنگ کو سولھویں صدی مسیحی کے آغاز ھی سے نئی دنیا کی دریافت کی صورت میں پیش آ چکا تھا جس نے ان کی ہر گونہ عملی سرگرمیوں میں ایک نئی جان پھونک دی ۔

سیاسی اور اجتماعی کوائف

۱۵۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک کا وقت دنیا بھر میں شاندار بادشاہوں کے قیام و استحکام کا دور ہے ۔ مشرق و مغرب میں شان و تجمل اور شوکت و سطوت رکھنے والے بادشاہ اور شہنشاہ ظہور پذیر ہوئے ۔ ہندوستان میں اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) تک شہنشاہی نظام حکومت اچھی

طرح قائم رہا - اس کے بعد ملک جلد ہی طوایف الملوکی کی آماجگاہ بن گیا - ایران میں بھی طہماسپ اور عباس اعظم ایسے شاندار بادشاہوں کا دور آیا - لیکن شاہی نظام یہاں بھی زوال پذیر ہو گیا - ترکی کے سلاطین اٹھارھویں صدی مسیحی کے آخر تک یورپ کے لیے ہیبت و طاقت کا پیکر بنے رہے - لیکن اس صدی کے دوران میں ان کے ہاں بھی شاہی نظام کی ہلاکت آفریں بیماریوں کی علامات ظاہر ہونے لگیں - یورپ کے بادشاہی نظام حکمرانی بھی ان عیوب سے پاک نہ تھے جو مشرق میں زوال لانے کا موجب بنے - لیکن یورپ میں ارباب علم و فکر کی مساعی کے طفیل جمہوری تحریکیں پیدا ہوئیں جنہوں نے یورپ کو انحطاط و زوال کا شکار ہونے سے بچا دیا - انگلستان میں بادشاہوں اور پارلیمنٹ کے درمیان حقوق کے تعین کے لیے جو کشمکش جاری رہی اس نے انگریزوں کو تباہی کا شکار ہونے سے بچا لیا - فرانس میں جمہوری انقلاب رونما ہؤا جس نے اہل فرانس کو بیدار و عامل بنا دیا - آسڑیا ، ہسپانیہ ، روس ، اور بعض دیگر ملکوں کے شاہی نظام زمانے کی رفتار کا مقابلہ کرتے رہے لیکن یہ ملک اس نظام حکومت کے ماتحت پوری طرح ابھرنے سے قاصر رہتے چلے گئے -

سیاسی حیثیت سے اس دور کی سب سے بڑی اور سب سے نمایاں خصوصیت اہل فرنگ کے استعمار کا پھیلاؤ ہے جس کی داستان ہم اس باب کے آغاز ہی میں بیان کر آئے ہیں - استعماری دور نے یورپ کی قوموں میں رقابت کا جو جذبہ پیدا کیا اس نے ان کی عملی سرگرمیوں کو بہت ترقی دی - امریکہ ، جزائر عالم اور ہندوستان میں اہل فرنگ کی استعماری کامیابیاں نہ صرف انہیں متمول اور طاقتور بنانے کا موجب بنیں بلکہ ان کے درمیان نسلی تفوق کا احساس پیدا کرنے اور اسے ترقی دینے کی علت بن گئیں - انہوں نے دیکھا کہ یورپ سے باہر کی دنیا کا بیشتر حصہ پس ماندہ در ماندہ، اور ضعیف ہے - ایشیا والے غفلت کی نیند سو رہے ہیں - اس لیے ان کے دلوں اور دماغوں میں یہ خیال جاگزیں ہونے لگا کہ گوری قومیں دنیا پر حکومت کرنے اور کالی اور بھوری رنگت کے انسانوں

کو غلام بنانے کے لیے پیدا ہوئی ہیں ۔ اس کے علاوہ اہل فرنگ میں قومی وحدت کا احساس بھی ترقی پذیر تھا ۔ انگریز ، ولندیز ، پرتگیز ، ہسپانوی ، روسی ، فرانسیسی ، پول ، جرمن ، سویڈ وغیرہ اپنے کو الگ الگ قومیں سمجھتے تھے اور اس حیثیت سے ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی سعئی مسابقت میں لگے ہوئے تھے ۔ تاہم گوری نسل کے باشندے اور فرنگی ہونے کے احساس میں وہ سب مشترک تھے - مشرق کی بادشاہیوں میں بالخصوص ان ملکوں میں جو مسلمانوں کے زیر اقتدار تھے اس قسم کا کوئی جذبہ یا خیال موجود نہ تھا ۔ مسلمان ہونے کے لحاظ سے ایک جامعہ یا ایک قوم ہونے کا احساس بھی مفقود ہو چکا تھا ۔ ترکی کے عثمانی ترکوں اور ہندوستان کے تیموری ترکوں کے درمیان نہ مذہب کی بنا پر اور نہ نسلی اور قومی یک جہتی کی بنا پر ہمدردی اور رفاقت کے احساس پیدا ہو سکے ۔ ترکوں اور ایرانیوں کے درمیان ملک گیری کے لیے جو لڑائیاں رونما ہوتی رہیں انہوں نے شیعہ اور سنی کا سوال پیدا کر کے مسلمانوں کے باہمی تشتت و انتشار کو ترقی دی ۔ ترکی سلاطین خلافت اسلامیہ کے علمبر دار تھے لیکن انہوں نے مسلمانان عالم کے ساتھ اس منصب کی بنا پر بھی کسی قسم کے خوشگوار تعلقات استوار کرنے کی کوشش نہ کی ۔ دنیائے اسلام کے شہنشاہوں ، بادشاہوں ، سلطانوں ، نوابوں اور جاگیرداروں کو اس دور میں اگر کسی بات کی فکر تھی تو وہ محض اپنے شخصی اقتدار کے تحفظ کی فکر تھی ۔ اسلام کا رشتہ ان میں یک جہتی پیدا کرنے سے قاصر رہا کیونکہ شخصی اقتدار خواہی نے ہر جگہ کے مسلمانوں کو اس مذہبی جذبے سے بیگانہ اور بے نیاز کر دیا تھا - اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ جب ترکوں کو فرنگیوں سے لڑنا پڑا تو ایران و ہندوستان کے مسلمان ٹس سے مس نہ ہوئے اور جب ہندوستانیوں اور ایرانیوں پر اہل فرنگ کی طرف سے کوئی آفتاد پڑی تو ترک متاثر نہ ہوئے ۔ اس کے برعکس فرنگستان کے عیسائی بادشاہ آپس میں لڑتے رہتے تھے لیکن جب ترکوں یا دوسری مشرقی قوموں سے کسی کا مقابلہ ہو جاتا تو اسے سارے فرنگستان کی اخلاقی اور مادی امداد حاصل ہوتی تھی ۔ اٹھارھویں صدی مسیحی میں صاف نظر آنے لگا تھا کہ

اهل فرنگ دنیا کے بہت بڑے حصے کو اپنی استعماری سرگرمیوں کی جولانگاہ بنا چکے ہیں اور باقی دنیا کو فتح کرنے کے ارادے رکھتے ہیں لیکن مشرقی اقوام کے درمیان متحد ہو کر اہل فرنگ کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی تحریک پیدا نہ ہوئی ۔ اس صدی کے آخری حصے تک ہندوستان گر چکا تھا ۔ ترکی ، ایران ، افغانستان ، چین اور جاپان اپنی اپنی جگہ اپنی اپنی حفاظت کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے ۔ لیکن ان کی عزلت پسندی اور انفرادیت کا عالم یہ تھا کہ کسی قوم کے مدبروں یا مفکروں کو اس "سفید خطرۂ عظیم" کا متحدہ مقابلہ کرنے کا خیال سجھائی نہ دیا ۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ اس خطرے کے پیش نظر ان ملکوں میں قومی وحدت کے خیالات پیدا ہونے لگے ۔ اس لیے یہ ملک فرنگی استعمار کے مقابلے میں مزاحمت جاری رکھنے کے قابل بن گئے اور انہیں اس بدبختی کا منہ نہ دیکھنا پڑا جس کا شکار بے حسی ، غفلت ، شخصی مفاد کی پرستش ، قومی تشتت و انتشار اور باہمی حسد و نفاق کی بنا پر ہندوستان کے لوگ آسانی سے ہو چکے تھے ۔

یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ فرنگی قومیں اس سہ صد سالہ دور میں آپس میں مسلسل اور پیہم لڑتی رہیں ۔ لیکن ان کی قوت عمل کی فراوانی کا عالم یہ تھا کہ ان لڑائیوں کے باوجود انہوں نے دنیا کے دور و دراز گوشوں تک اپنے استعمار کا جال بچھا دیا ۔ اس غیر معمولی کامیابی نے اہل فرنگ کے حوصلے بہت بلند کر دیئے ۔ باہمی رقابتوں اور آپس میں کی لڑائیوں کے باوجود ان میں گوری رنگت اور عیسائی مذہب رکھنے کے باعث ایک قسم کی یک جہتی کا احساس قائم رہا ۔ اور وہ سمجھنے لگے کہ گورا رنگ رکھنے والی مسیحی قومیں دنیا کی کالی اور بھوری رنگت رکھنے والے انسانوں سے برتر ہیں اور ان پر حکمرانی کرنے اور انہیں غلام بنانے کا حق رکھتی ہیں ۔ کالی اور بھوری رنگت والی اقوام میں جن کو انہوں نے غارت گرانہ بے دردی سے اپنا غلام اور محکوم بنایا کہتری کا احساس ترقی کرنے لگا اور وہ اپنے گورے آقاؤں کو غیر معمولی قوتوں کے مالک سمجھنے لگے ۔ امریکہ ، افریقہ اور جزائر

کے بدرجۂ غایت پسماندہ انسانوں کا تو کہنا ھی کیا ھندوستان ایسے پراچین تہذیب رکھنے والے اور جدید اسلامی تمدن سے متاثر ہونے والے لوگ بھی فرنگیوں کو دیکھ کر کہتری کے احساس کا شکار ھو گئے۔ ۱۷۵۵ء میں جب کلایو کچھ انگریزوں اور کچھ ھندوستانی تلنگوں کی ایک فوج لے کر ارکاٹ کی مہم کے لیے روانہ ھؤا تو دیسی سپاھیوں نے راستے میں اپنی خوشی سے یہ کہا کہ ہم راشن کے چاولوں کی پیچ پر گزارہ کر لیں گے خشکہ انگریزوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں فرنگیوں کو اپنے سیاسی تفوق اور اپنی طاقت کا اتنا یقین حاصل ہو چکا تھا کہ اس دور کا ایک انگریز مورخ گبن اپنی ایک تصنیف "تاریخ عالم" میں جو پہلی دفعہ ۱۷۸۰ء میں چھپی لکھتا ھے کہ :—

> اب یورپ کے تمدن کو کسی وحشی قوم کے حملے کا خطرہ نہیں۔ فوجی طاقت اور جنگی سامان اس تمدن کی حفاظت کا کفیل ھے۔ لیکن بفرض محال اگر کسی وقت وسطی ایشیا کے تاتاری پہلے کی طرح یورپ کی سر زمین کو تاخت و تاراج بھی کر دیں تو اہل یورپ کے ھزاروں جہاز ان کے تمدن کو امریکہ کی سر زمین میں منتقل کر دیں گے۔

اٹھارھویں صدی مسیحی کے آخری قرن میں عامۃ الناس کی ایسی دو تحریکیں اٹھیں جو انیسویں صدی میں بہت سے تاریخی حادثات اور انقلابات کا پیش خیمہ ثابت ھوئیں۔ پہلی تحریک اھل امریکہ کی جنگ آزادی تھی، جس نے فرنگیوں کی مستعمرات میں مقامی حیثیت سے آزاد ھونے کے خیالات کو ترقی دی۔ دوسری تحریک انقلاب فرانس کی تھی جس نے دنیا میں جمہور کے حقوق کا سوال کھڑا کر دیا اور آنے والے جمہوری نظام حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان دونوں تحریکوں نے یورپ کی شاھی حکومتوں پر بہت زور کے اثر ڈالے جو دور رس نتائج کا موجب بنے۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے اختتام پر نوع انسانی کی جمعیتیں جن

اہم مسائل سے دو چار تھیں ان میں سب سے بڑا مسئلہ اہل فرنگ کی استعمار کوشی کا تھا ۔ فرنگستان کی قومیں دنیا بھر کو غلام بنانے پر کمربستہ تھیں اور محکوم قومیں غلاموں کی سی زندگی بسر کرکے فرنگی اقوام کے لیے مال و دولت اور ہر گونہ آسایش و عشرت کے سامان بہم پہنچا رہی تھیں ۔ دنیا اور دنیوی فواید کو آپس میں تقسیم کرنے اور اس بانٹ میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کے باعث فرنگستان کی قومیں آپس میں بر سر پیکار رہتی تھیں ۔ امن کے وقفے مختصر اور جنگ کی مدتیں طویل ہوا کرتی تھیں ۔ اٹھارھویں صدی کے اختتام پر بھی اقوام فرنگ ایک دوسرے سے لڑ رہی تھیں ۔ تیسرا سوال قوموں کی مقامی آزادی کا مسئلہ تھا جس پر دنیا کی متعدد قومیں امریکہ کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے سوچ بچار کر رہی تھیں اور چوتھا اہم سوال جمہوری حقوق کا تھا جسے فرانس کے انقلاب نے اقوام عالم کے مختلف طبقوں کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا تھا ۔ یہ تمام مسائل زیادہ تر فرنگی قوموں یا ان کی مستعمراتی شاخوں سے متعلق تھے کیونکہ اہل مشرق ابھی غفلت کی نیند سو رہے تھے ۔ انہیں فرنگی استعمار کے بڑھتے ہوئے لمبے لمبے قدموں کو دیکھ کر بھی ابھی یہ سوچنے کی فرصت نہیں تھی کہ اس سفید خطرے کے مقابلے کے لیے انہیں کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں ۔

———

تیرھواں باب

بارود کا زمانہ (۲) دور ایجادات

(۱۸۰۰ء سے ۱۹۴۵ء تک)

نپولین اعظم کا عروج و زوال، مستعمرات فرنگ میں آزادی کی تحریکیں، افریقہ میں گوری نو آبادیاں، فرنگی اقتدار و استعمار کی توسیع، ابتدائی سنگی دور کے انسان کا خاتمہ، سمالی لینڈ کا ملا، سوڈان کا مہدی، ایک حبشی قوم، وسط ایشیا میں روس کا نفوذ، افغانستان پر انگریزوں کی یلغاریں، اہل ہند کی جنگ آزادی، چین اور جاپان پر فرنگیوں کے حملے، ایران، ترکی اور مصر سے چھیڑ چھاڑ، دول عظمیٰ کا ظہور اور ارتقا، عوام کی حق طلبی آزادی اور جمہوریت کی تحریکیں، کارل مارکس اور نظریۂ اشتراکیت، ڈارون اور نیٹشے، علمی ترقیات اور ایجادات، انیسویں صدی کے آخر کا مشرق و مغرب، بیسویں صدی مسیحی کی دو عالمگیر جنگیں، اشتراکیت اور فسطائیت کی تحریکیں۔

انیسویں صدی مسیحی

نپولین اعظم کا عروج و زوال

انقلاب فرانس کے بعد فرانس اور یورپ کی شاہی حکومتوں کے درمیان پیہم جنگوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ ۱۸۰۲ء میں ایمینز کے صلح نامہ پر جا کر اختتام پذیر ہوا جس کا حال ہم گزشتہ باب میں لکھ آئے ہیں۔ فرانس کے قونصل نمبر ایک نپولین بونا پارٹ نے جسے ملک کے دستور حکومت میں آئینی ڈکٹیٹر کی حیثیت حاصل تھی جنگوں سے فراغت پا کر داخلی انتظامات کی طرف توجہ مبذول کی۔ کلیسا کے نظام کو از سر نو برقرار کیا۔ فراریوں کو ملک میں واپس آنے کی اجازت دی۔ اٹلی، لیگوان اور سویزرلینڈ کی جمہوریتوں کے نظم و نسق کی اصلاح کی طرف توجہ مبذول کی جو فرانس کے زیر اقتدار آ چکی تھیں۔ جزائر غرب الہند کے ایک جزیرہ ہیٹی کے اصلی باشندوں کی بغاوت فرو کرنے کے لیے فوجیں بھیجیں لیکن کامیابی نہ ہوئی اور ہیٹی میں آذاد جمہوریت قائم ہو گئی۔ برطانی حکومت نے معاہدہ تو کر لیا تھا لیکن انگریزوں کا دل فرانسیسیوں کی طرف سے صاف نہ ہوا تھا۔ انگریزوں نے معاہدہ کی شرط کے خلاف مالٹا پر اپنا قبضہ جمائے رکھا اور ۱۸۰۳ء میں فرانس کے جہازوں کی گرفتاری کا حکم صادر کر کے فرانس کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ نپولین نے وہ تمام انگریز جو فرانس کی سر زمین میں سیر و سیاحت یا تجارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے گرفتار کر لیے۔ هالینڈ فرانس کا ساتھی بن گیا۔ نپولین نے انگریزوں کے ساتھ صلح کی کوشش کی لیکن انگریز یورپ کی سر زمین میں فرانس کے سیادتی اقتدار کے باعث حسد سے جل رہے تھے اس لیے انہوں نے بات چیت کرنے سے انکار کر دیا۔ انگریزوں نے سب سے پہلے هسپانیہ کے جہازوں کا

ایک بیڑا جو امریکی مستعمرات سے مال اور خزانہ لے کر آ رہا تھا جنگ کا اعلان کئے بغیر راستے میں آچک لیا کیونکہ ہسپانیہ کی بادشاہی بھی فرانس کے زیر اثر تھی - زار روس بھی فرانس کے اقتدار کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جل رہا تھا - اس لیے وہ بھی اس نئی جنگ میں برطانیہ کا حلیف بن گیا - نپولین نے اٹلی کی جمہوریت کے حکمرانوں کی درخواست پر اٹلی کا بادشاہ بننا منظور کر لیا تھا اور اٹلی کے پرانے بادشاہوں کا تاج زیب سر کر لیا اس کے علاوہ اس نے لیگوان (مشرق اٹلی) کی جمہوریت کو بھی اٹلی کے ساتھ ملحق کر لیا - یہ بات آسٹریا کے شہنشاہ کو ناگوار گزری اس لیے وہ بھی برطانیہ اور روس کے ساتھ شامل ہو گیا - اور اس نے بویریا کی ریاست پر چڑھائی کر دی جس کے نواب نے اس جنگ میں غیر جانب دار رہنے کا اعلان کیا تھا - نپولین نے آسٹریا کے اس فعل کو زیادتی قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ میں یورپ کے ملکوں کو زیادتی کرنے والوں سے بچاؤں گا - ۱۸۰۴ء میں نپولین نے شہنشاہی کا لقب اختیار کر کے اتحادیوں کے ساتھ جنگ چھیڑ دی - ۱۸۰۵ء میں ہسپانیہ کی ایک راس ٹریفالگر کے قریب برطانی بیڑے نے فرانس اور ہسپانیہ کی متحدہ بحری طاقت پر فتح حاصل کی - نپولین نے لشکر جرار لے کر شمالی جرمنی اور پرشیا کی راہ سے کوچ کرتے ہوئے آسٹریا کے عقب پر حملہ کیا اور آلم کے مقام پر آسٹروی جرنیل سے ہتھیار رکھوا لیے - اتنے میں روس کی فوجیں بھی آسٹریا کی امداد کو آ گئیں اور دسمبر ۱۸۰۵ء میں آسٹر لٹز کے مقام پر فرانسیسی لشکر اور روس و آسٹریا کی متحدہ فوجوں کے درمیان لڑائی ہوئی جس میں نپولین نے زبردست فتح حاصل کی اور آسٹریا کے شہنشاہ نے فاتح کی شرایط قبول کر کے صلح کر لی - نیپلز کے بادشاہ نے فرانسیسیوں کو یورپ کی جنگوں میں مصروف دیکھ کر فرانسیسی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا - اور اپنی امداد کے لیے روسی اور انگریزی فوجیں منگوا لی تھیں - جونہی نپولین کو اس حرکت کا علم ہوا اس نے شاہ نیپلز کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا - روسی اور انگریز غائب ہوگئے اور فرانسیسیوں نیپلز پر قبضہ جما کر بادشاہ کو معزول کر دیا جو بھاگ گیا تھا - نپولین نے اپنے بھائی جوزف کو نیپلز کا بادشاہ بنا دیا - اسی دوران میں

نپولین نے اپنے دوسرے بھائی لوئی کو ہالینڈ کا بادشاہ مقرر کر دیا تھا جس کے زیر نگیں شمالی جرمنی کے چند صوبے بھی تھے - پرشیا کے بادشاہ نے جو آسٹریا کی مملکت کا ایک صوبہ لے کر اب تک خاموش بیٹھا تھا ، اتحادیوں کے بھرے میں آ کر نپولین سے جنگ چھیڑ دی - پرشیا والوں کو لڑائی میں شکست ہوئی - نپولین نے برلن پر قبضہ کر لیا اور پولینڈ پر چڑھائی کر دی - پول سمجھتے تھے کہ نپولین انہیں آزاد کرانے کے لیے آیا ہے - لیکن اس نے ان کے جذبہ کی قدر نہ کی - اور اس سر زمین پر قبضہ جما لیا - اس کے بعد نپولین اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا اور بلٹیک کے مقام پر روسیوں کو شکست دی - نپولین اور اس کے جرنیلوں نے روسیوں کے مقابلے میں متعدد لڑائیوں میں کامیابیاں حاصل کیں - زار روس الیگزینڈر اس وقت ترکوں سے بھی لڑ رہا تھا اور خاصی کامیابیاں حاصل کر رہا تھا - اس لیے روس نے فرانس کے ساتھ عارضی صلح کر لی - زار روس اور شہنشاہ نپولین نے آپس میں مل کر تبادلۂ خیالات کیا اور نپولین نے زار کو اس کی مشرق مہموں میں امداد کا وعدہ دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی - اور ٹلسٹ کا عہد نامہ مرتب ہؤا - یہ حال دیکھ کر ترکوں نے بھی روس کے ساتھ دب کر صلح کر لی - ایک نامکمل سا عہد نامہ طے ہوا جس میں آئندہ جنگ کی گنجائشیں رکھ لی گئی تھیں -

۱۸۰۷ء میں نپولین نے برلن سے اس مضمون کا فرمان جاری کیا کہ یورپ کے ملک انگریزوں سے تجارتی مقاطعہ کر دیں - پرتگال نے اس حکم پر عمل نہ کیا - فرانسیسیوں نے پرتگال پر چڑھائی کر دی اور پرتگال کا بادشاہ ۱۸۰۸ء میں انگریزوں کے ایما سے اپنا ملک چھوڑ کر برازیل کی پرتگیزی نو آبادی میں چلا گیا - روس اور آسٹریا نپولین سے صلح کر چکے تھے - شاہ پرشیا کی حالت ناگفتہ بہ ہو چکی تھی - صرف انگریز لڑ رہے تھے - انہوں نے ڈنمارک کے بحری بیڑے پر قبضہ جمانے کے لیے ڈنمارک پر حملہ کر دیا - انہیں ڈر تھا کہ اگر یہ بیڑا نپولین کے ہاتھ لگ گیا تو وہ اس کی مدد سے انگلستان پر حملہ کر دے گا - انگریزوں نے ڈینوں سے بہت سے جہاز چھین لیے - کوپن ہیگن پر چار دن گولہ باری

کی ۔ بادشاہ نے عاجز آ کر صلح کر لی لیکن باشندے انگریزوں سے لڑتے رہے ۔

اندریں اثنا ہسپانیہ میں تخت کے دو دعویدار پیدا ہو گئے ۔ نپولین نے ان کا جھگڑا مٹانے کے لیے اپنے بھائی جوزف کو نیپلز سے بلا کر ہسپانیہ کا بادشاہ بنا دیا اور نیپلز کی بادشاہی اپنے ایک رفیق جرنیل مرات کو تفویض کر دی ۔ اس پر تخت ہسپانیہ کے ایک مدعی فرڈیننڈ ثالث نے فرانسیسیوں سے جنگ چھیڑ دی ۔ ملک میں اس کے حامی کثرت سے تھے اس لیے فرانسیسی فوجوں کو متعدد مقامات پر شکستیں ہوئیں ۔ یہ دیکھ کو پرتگیزوں نے بھی نپولین کے خلاف جنگ چھیڑ دی جن کی مدد کو انگریزی فوجیں بھی آ گئیں ۔ نپولین ایک لشکر جرار لے کر خود ہسپانیہ پہنچا اور صورت حال کو سنبھالنے لگا ۔ نپولیں ادھر مصروف تھا کہ آسٹریا کے شہنشاہ نے جو ۱۸۰۶ء میں مقدس رومی سلطنت کا شہنشاہ ہونے کا لقب ترک کر بیٹھا تھا ، جرمنی کے شہر میونچ پر قبضہ کر لیا اور فرانسیسیوں کے ساتھ لڑائی چھیڑ دی ۔ نپولین فوراً ادھر آیا ۔ اس نے آسٹروی فوج کو جرمنی میں شکست دے کر وائنا تک پیش قدمی کی اور وائنا پر قبضہ جما لیا ۔ چند اور لڑائیاں ہوئیں آخر ویگرام کی لڑائی میں آسٹریا کے شہنشاہ نے شکست فاش کھائی اور نپولیئن سے صلح کرکے اپنی بیٹی اس کے ساتھ بیاہ دی ۔ نپولین نے آسٹریا کے شاہی خاندان سے رشتہ جوڑنے کے لیے اپنی محبوب بیوی جوزیفاین کو طلاق دے دی جو اس کی ابتدائی زندگی کی ساجھی تھی ۔

۱۸۰۹ء میں انگریزوں نے ھالینڈ کے ساحلی مقام والچرن پر حملہ کیا اور منہ کی کھائی ۔ اب انہوں نے نپولین کے فرمان کے مقابلے میں یہ اعلان کر دیا کہ جو غیر جانب دار ملک فرانس کے ساتھ تجارت کریں گے ان کے جہاز پکڑ لیے جائیں گے ۔ ایک انگریز کپتان نے ریاست ھائے متحدہ امریکہ کے ایک جہاز کو روکا ۔ اس پر امریکہ والے برافروختہ ہو گئے اور ۱۸۱۰ء میں انہوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی ۔ اس وقت ہسپانیہ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان میدان کار زار

گرم تھا جس میں کبھی ایک فریق کا پلہ بھاری ہو جاتا تھا کبھی دوسرے کا ۔

آسٹریا اور فرانس کے درمیان صلح ہو جانے اور دونوں کے شہنشاہوں کے مابین قرابت داری قائم ہو جانے کو روس کا زار الگزینڈر برداشت نہ کر سکا ۔ اس لیے اس نے پھر فرانس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ۔ سویڈن بھی روس کے ساتھ شامل ہو گیا ۔ حالانکہ دونوں کے درمیان دو سال پہلے شدید جنگ ہو چکی تھی اس پر نپولین کو روس پر چڑھائی کرنی پڑی ۔ روسی شکست کھا کر پیچھے ہٹتے گئے اور راستوں کو تباہ کرتے گئے ۔ ۱۸۱۲ء میں نپولین فاتح کی حیثیت میں ماسکو میں داخل ہوا ۔ حکومت کے صدر مقام کریملین میں قیام کیا ۔ لیکن روسیوں نے خود ہی ماسکو شہر کو آگ لگا دی ۔ رسد اور سامان کے تمام ذخیرے جل گئے ۔ نپولین کو فکر لگی کہ لشکر کو خوراک کہاں سے ملے گی ۔ اس لیے فرانسیسی وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے ۔ راستے میں روس کے کڑکڑاتے ہوئے جاڑے نے ان کی خبر لی اور روسیوں نے تعاقب کیا ۔ بہت سی فوج تباہ ہوئی ۔ نپولین سرعت سے پیرس پہنچا کیونکہ وہاں اس کے خلاف سازشوں کا بازار گرم ہو رہا تھا ۔ اس شکست کے باعث روس ، سویڈن ، انگلستان ، پرشیا ، آسٹریا اور بویریا کے حکمران سب نپولین کے خلاف متحد ہو گئے ۔ لیپزگ میں لڑائی ہوئی جس میں فرانسیسی فوج نے شکست کھائی ۔ پرشیا کی بادشاہی از سرنو زور پکڑ گئی ۔ جرمنی کی ریاستیں بھی اطمینان کا سانس لینے لگیں ۔ ھالینڈ والوں نے اپنے پرانے حکمران خاندان کے وارث کو انگلستان سے بلا کر بادشاہ بنا لیا ۔ ۱۸۱۴ء میں اتحادیوں کے لشکر نے فرانس پر چڑھائی کر دی ۔ ھسپانیہ میں انگریز جرنیل لارڈ ولنگٹن فرانسیسیوں کو متعدد شکستیں دے کر جنوب مغربی فرانس میں داخل ہو چکا تھا ۔ ان شکستوں کا اثر اھل فرانس پر یہ ہوا کہ سب سے پہلے بورڈیو کے باشندوں نے سفید جھنڈا بلند کر کے پرانے شاہی خاندان کے وارث لوئی ہژدھم کی بادشاہی کا اعلان کر دیا ۔ پیرس میں جس پر اتحادی قابض ہو چکے تھے ۔ سینیٹ نے نپولین کو

معزول کر کے لوئی کو تخت پر بحال کر دیا اور نپولین کو جزیرہ البا میں بھیج دیا ، تا کہ وھاں عزت کی زندگی بسر کرے ۔

اس جنگ کے دوران میں انگریزوں نے جنوبی امریکہ کی ریاست بوئینس ایرز پر جو ھسپانیہ کے زیر اثر تھی دو تین حملے کیے جو کامیاب نہ ہو سکے ۔ لیکن انھیں راس امید (جنوبی افریقہ) کی ولندیزی نوآبادی ، سیلون اور جاوا پر مکمل قبضہ جمانے میں کامیابی حاصل ھوئی ۔ اس جنگ میں انگریز قوم نے جس استقلال اور استقامت کا ثبوت دیا صرف وھی نوٹ کرنے کے قابل نہیں بلکہ ان کی ڈپلومیسی بھی مطالعہ کو دعوت فکر دے رھی ھے جس کے بل پر وہ یورپ کے بادشاھوں کو بار بار فرانس کے خلاف اکسانے اور لڑانے میں کامیاب ھوتے رھے ۔

اتحادیوں نے ابتدائی معاهدہ پیرس میں مرتب کیا اور پختہ معاهدہ کے لیے وائنا میں کانفرنس منعقد ھوئی ۔ یہ کانفرنس ابھی جاری تھی کہ مارچ ۱۸۱۵ء میں نپولین ایلبا سے جہاز پر سوار ھو کر فرانس کی سرزمین میں داخل ھوا ۔ فوج اور فوجی افسر اس کے ساتھ مل گئے ۔ اتحادیوں نے نپولین کا مقابلہ کرنے کے لیے ڈیڑھ لاکھ نفوس کی متحدہ فوج تیار کی اور طے کر لیا کہ کوئی طاقت نپولین سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھے گی اور اس کی بادشاھت کو تسلیم نہیں کرے گی ۔ نپولین لشکر لے کر بلجیئم کی سر زمین میں داخل ھوا جہاں انگریزوں اور پرشیا والوں کی فوجیں ڈیرے ڈالے پڑی تھیں ۔ انگریز جرنیل لارڈ ولنگٹن ایک مقام کو چھوڑ کر پیچھے ھٹ آیا اور واٹرلو میں چھاؤنی ڈال لی ۔ نپولین نے انگریزی فوج پر حملہ کر دیا ۔ پہلے دائیں بازو پر چڑھائی کی لیکن کامیابی نہ ھوئی پھر بائیں بازو پر حملہ کیا تا کہ اسے شکست دے کر پرشیا والوں کی کمک کی راہ روک دے لیکن یہاں بھی کامیابی نہ ھوئی ۔ پھر اس نے قلب پر حملہ کیا ۔ انگریزی فوج کے پاؤں اکھڑنے لگے اتنے میں انگریزوں کو پرشیا والوں کی کمک پہنچ گئی اور فرانسیسی جرنیل جسے نپولین نے خاص وقت پر کمک لے کر پہنچنے کا حکم دے رکھا تھا بارش ھو جانے کے باعث وقت پر نہ پہنچ سکا ۔ نپولین نے شکست کھائی ۔ فرانسیسیوں

کے پاؤں اکھڑ گئے - وہ بھاگے ، نپولین بھی پیرس پہنچا لیکن وہاں ہوا بگڑ چکی تھی - اپنے لوگوں کی آنکھیں بدلی ہوئی دیکھ کر ایک انگریزی جنگی جہاز پر پناہ گزین ہوا - انگریزوں نے اسے بحر اوقیانوس کے ایک دور افتادہ جزیرے سینٹ هلینا میں نظر بند کر دیا جو افریقہ کے مغربی ساحل سے کافی مسافت پر واقع ہے - انگلستان اور پرشیا کی فوجیں کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر پیرس جا پہنچیں اور فرانسیسیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ لوئی کو اپنا بادشاہ بنائیں -

اس طرح شاهان یورپ نے جمہوری اور انقلابی تحریک کے سرچشمه فرانس کے خلاف ۱۷۹۱ء سے لے کر ۱۸۱۵ء تک مسلسل جنگیں لڑ کر فرانس کی طاقت کو زیر کیا اور اسی سال روس ، پرشیا ، آسٹریا ، انگلستان اور فرانس کے درمیان اس مضمون کا ایک مقدس اتحاد قائم ہو گیا کہ وہ یورپ میں خدائی احکام کے مطابق امن قائم رکھنے کے لیے متحدہ کوششیں جاری رکھیں گے - مطلب یہ تھا کہ بادشاهوں اور نوابوں کی مراعات کو جنہیں وہ خدائی مشیت کے مطابق سمجھتے تھے قائم رکھا جائے گا اور جمہوریت اور لبرل ازم (حقوق عامہ) کی تحریکات کو دبایا جائے گا - شاهان یورپ کی اس کامیابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ نیپلز کی بادشاهی نپولین کے مقرر کردہ بادشاہ مراٹ سے چھین کر پھر پرانے بادشاہ کے حوالے کر دی گئی - وینس کی جمہوریت کا خاتمہ کرکے ریاست آسٹریا کو دے دی گئی - جنیوا کی جمہوری ریاست سارڈینیا کے بادشاہ کے حوالے کر دی گئی - پولینڈ روس کو مل گیا - سیکسنی کا ملک شاہ پرشیا کے ہاتھ آیا - یورپ کی سر زمین ایک دفعہ پھر شاهی اقتدار کی مضبوط گرفت میں آ گئی -

---

یورپ میں واقعات کی رفتار

شاہان یورپ کے مقدس اتحاد کے بعد کچھ عرصہ یورپ میں بین‌الاقوامی اہمیت کا کوئی جھگڑا رونما نہ ہوا البتہ بعض ملکوں میں وراثتی جھگڑوں کی بنا پر یا حقوق عامہ کی تحریکات کے باعث مقامی حیثیت کے واقعات رونما ہونے لگے - جو اہل فرنگ کی بین‌الاقوامی دلچسپی کا موضوع بنتے رہے - ۱۸۲۱ء میں ہسپانیہ میں استحقاق حقوق عامہ کی تحریک اٹھی جس کے حامیوں نے اپنے بادشاہ سے ایک جمہوری آئین منوا لیا - اس کے اجرا پر جھگڑے پیدا ہونے لگے - شاہان یورپ نے وارنا کے مقام پر جمع ہو کر اس مضمون کی قرارداد منظور کی کہ ہسپانیہ میں بادشاہ کا اقتدار مطلق قائم کیا جائے - ۱۸۲۳ء میں شاہ فرانس کی فوجیں ہسپانیہ میں داخل ہوئیں - آئین پسندوں نے مقابلہ نہ کیا - یہ فوجیں ہسپانیہ کی آئینی حکومت کا خاتمہ اور شاہی اقتدار کو بحال کرکے واپس چلی گئیں - انگلستان نے ۱۸۲۵ء میں ہسپانیہ میں فرانس کے اثر و رسوخ کو یوں قائم ہوتے دیکھ کر جنوبی امریکہ کی ان ریاستوں کی آزادی تسلیم کر لی جو ہسپانیہ کی پرانی مستعمرات تھیں لیکن انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں ہسپانیہ کے امپیرئیل اقتدار کے خلاف بغاوت کر چکی تھیں -

۱۸۲۷ء میں انگلستان ، روس اور فرانس کی حکومتیں یونان کو آزاد کرانے کا مقصد سامنے رکھ کر ترکی پر دباؤ ڈالنے کے لیے متحد ہو گئیں - اتحادیوں کے بیڑے نے ناوارینو کے مقام پر ترکی بیڑے کو شکست دی - فرانس نے اپنی فوجیں یونان کی سر زمین پر اتار دیں - ۱۸۲۸ء میں روس نے ترکی پر حملہ کر دیا اور آرمینیا کی ولایت کا حصہ غالب چھین لیا - ۱۸۲۹ء میں روس نے ترکی کی یورپی سلطنت کے شمالی اضلاع تاراج کر کے ادرنہ (ایڈریا نوپل) پر قبضہ جما لیا - قسطنطنیہ کا شہر خطرے

میں پڑ گیا لہذا سلطان نے روس کی شرطوں پر اس کے ساتھ صلح کر لی - یونان آزاد کر دیا گیا - ترکی مملکت کے بعض اضلاع روس نے ھتھیا لیے - ترکی کو جنگ کا تاوان ادا کرنا پڑا - شاہان یورپ نے آپس میں مشورہ کرکے بویریا کے ایک شہزادے آتھو کو یونان کے تخت پر بٹھا دیا -

اسی اثنا میں فرانس میں شاہی اقتدار کے خلاف عوام کی تحریکیں پھر سر اٹھانے لگیں - عوام کی توجہ کو دوسری جانب مبذول کرنے کے لیے فرانس کی حکومت نے ۱۸۲۹ء میں الجیریئس کے شہر پر قبضہ جما لیا اور افریقہ کی سر زمین میں اپنے مقبوضات قائم کرنے کی بنیاد رکھ دی لیکن عوام کی تحریک جاری رہی اور ایوان نمائندگان کے انتخاب میں جمہوری حقوق کے حامیوں کی اکثریت منتخب ھو کر آ گئی - اس پر ۱۸۳۰ء میں بادشاہ کی طرف سے تین فرمان صادر کیے گئے - ایک فرمان ایوان نمائندگان کو معطل کرنے کے متعلق تھا جس میں جمہوریت پسند ارکان کی اکثریت منتخب ھو کر آئی تھی - دوسرا فرمان قانون انتخاب کی تبدیلی کے متعلق تھا اور تیسرے فرمان کی رو سے اخبارات کی آزادی سلب کر لی گئی تھی - اخبارات نے اس فرمان کی پرواہ نہ کی بلکہ ان جابرانہ احکام کے خلاف بہت سخت لکھا - شاہی پولیس نے اخبارات کے دفتروں اور چھاپہ خانوں پر چھاپے مارے - اس پر عوام نے بلوے کیے - شہریوں اور شاہی فوجوں کے درمیان لڑائی ھونے لگی - شاہی گارڈ شاہی اقتدار قائم کرنے کے لیے پوری کوشش کرتی رہی لیکن عام رجمنٹوں کے سپاھیوں نے عوام پر گولی چلانے سے انکار کر دیا - ایک رجمنٹ شہریوں سے مل گئی - شاھی فوج شہر چھوڑنے پر مجبور ھو گئی - عوام کے نمائندوں نے پیرس میں عارضی حکومت قائم کر لی اور بادشاہ کو معزول کرکے شاہی خاندان کے ایک فرد لوئی فلپ اول کو بادشاہ بنا لیا -

عوام کی حق طلبی کی تحریکیں انگلستان میں بھی وقتاً فوقتاً رونما ھوتی رہیں جنہیں انگلستان کے حکمرانوں نے عوام کے تھوڑے تھوڑے

مطالبات منظور کرتے ہوئے تدریجی اصلاحات دے کر شدید صورتیں اختیار کرنے سے روکا۔

۱۸۳۰ء میں بلجیئم میں ہالینڈ کے اقتدار کے خلاف شورش اٹھی۔ برسلز میں بلوے ہوئے اور بلجیکوں نے عارضی حکومت قائم کر لی۔ آسٹریا، روس، فرانس، پرشیا اور انگلستان کی حکومتوں نے بلجیکوں کا مطالبہ منظور کرکے اسے ہالینڈ سے علیحدہ کرنے پر اتفاق کر لیا لیکن ہالینڈ نہ مانا۔ اس پر فرانس کی فوجیں بلجیئم کی سر زمین میں داخل ہوئیں اور ڈچ حاکموں کو وہاں سے نکال کر واپس چلی گئیں۔ اس طرح بلجیئم کی سر زمین آزاد ہو گئی جسے ایک بادشاہ دے دیا گیا۔

آزادی کی ان تحریکوں سے پولینڈ کے پامال باشندے بھی متاثر ہوئے اور انہوں نے روس کی شاہنشہی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ پول دو سال لڑتے رہے لیکن زار روس کے خوف سے یورپ کی کسی طاقت کو پولوں کی حمایت کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور کسی نے ان کی مدد نہ کی تھی حالانکہ یونان کو ترکی سے اور بلجیئم کو ہالینڈ سے آزاد کرانے کے لیے سب شیر ہو گئے تھے۔

۱۸۳۳ء میں ہسپانیہ کے بادشاہ فرڈیننڈ کی وفات پر تخت سلطنت کے دو مدعیوں کے درمیان لڑائی ٹھن گئی۔ ہسپانیہ کی یہ خانہ جنگی بیس سال تک جاری رہی۔ اسی سال پاپائے روم کی ریاست میں عوام کی حق طلبی کی تحریک اٹھی اور شورشیں برپا ہوئیں۔ پوپ نے آزادی خواہوں کو مرتد ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا اور حکم دیا کہ دیندار عیسائی ان کا مقاطعہ کر دیں۔ لیکن پوپ کا یہ فتویٰ سارے یورپ کے عوام کے لیے سرمایۂ تضحیک بن گیا۔ پاپائی ریاست میں آزادی خواہوں کی تحریک برابر جاری رہی۔

فرانس کی سر زمین پچھلی صدی کے انقلاب ہی کے وقت سے آزادئ عوام کے خیالات کا مرکز چلی آ رہی تھی۔ ۱۸۴۸ء میں اس تحریک نے پھر زور پکڑا۔ پیرس کے مدیران جراید نے اس سلسلے میں پیدا ہوتے

والے مسائل پر تبادلۂ خیالات کرنے کے لیے ایک جلسۂ ضیافت کا اہتمام کیا جسے شاہی حکام نے جبراً روک دیا ۔ اخبارات کے ایڈیٹروں نے اپنے دفتروں میں آ کر اشتعال انگیز مضامین لکھے ۔ اگلی صبح کے اخبارات شاہیت کے خلاف مقالات سے بھر پور تھے جنھوں نے پیرس کے گلی کوچوں میں ہنگامے برپا کر دیے ۔ شاہی فوجوں نے ان ہنگاموں کو دبانے کی کوشش کی لیکن عوام کے نمائندوں نے بادشاہ کو معزول کر کے جمہوری حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا اور نپولین اعظم کے پوتے لوئی کو جمہوریت کا صدر بنا لیا ۔ اس انقلاب کے بعد روما کی پاپائی ریاست میں شورش برپا ہوئی اور پوپ کو بھاگنا پڑا ۔ فرانس کی جمہوری حکومت نے فوج بھیج کر پوپ کو پھر اپنی گدی پر بحال کر دیا حالانکہ جمہوری فرانس سے اس قسم کے اقدام کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس سال نیپلز، سسلی ، ٹسکنی کی شاہی ریاستوں اور آسٹروی سلطنت کے صوبوں ہنگری ، کروشیا ، بوہیمیا اور جرمنی کی ریاستوں میں آزادئ عوام کی تحریکیں اٹھیں اور شورشیں برپا ہوئیں لیکن شاہی اقتدار کی طاقت کے سامنے دب کر رہ گئیں۔ فرانسیسی جمہوریت کی گاڑی اس دفعہ بھی زیادہ دیر تک نہ چل سکی - ۱۸۵۲ء میں لوئی نپولین شہنشاہ بن گیا تاکہ فرانس کو شاہان یورپ کے مقدس اتحاد کی نظر بد سے محفوظ رکھا جا سکے ۔

۱۸۵۳ء میں نکولس اول زار روس نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا - فرانس اور برطانیہ نے خیال کیا کہ روس کا یہ اقدام ان کے شہنشاہی مقاصد کی راہ میں حارج ہو گا ۔ اس لیے انہوں نے ترکی کو مدد دینے کی ٹھان لی اور درہ دانیال اور آبنائے باسفورس کی راہ سے جزیرہ نمائے کریمیا میں فوجیں آتار دیں جو دو سال وہاں لڑتی رہیں۔ روس کو اس میدان میں متعدد شکستوں کا سامنا ہؤا ۔ لیکن ترکی سے وہ قفقاز میں بعض علاقے چھین چکا تھا ۔ جو معاہدۂ صلح میں اس کے پاس رہے ۔

اس لڑائی کے خاتمہ پر اٹلی میں بد امنی پھیل گئی ۔ ایک اطالوی لیڈر گریبالڈی نے سسلی ، نیپلز اور جنوبی اٹلی کے اضلاع میں آسٹریا کے شہنشاہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر کے ان اقطاع کو آزاد کرا لیا

یہ حال دیکھ کر سارڈینیا کے بادشاہ وکٹر ایما نوئیل نے بھی آسٹریا سے جنگ چھیڑ دی اور شہنشاہ فرانس نپولین کی مدد سے آسٹریا پر فتح حاصل کرکے شمالی اٹلی کے اضلاع کو آزاد کرا لیا۔ ۱۸۶۱ء میں لورین کے مقام پر پہلی اطالوی پارلیمنٹ کا اجتماع ہوا جس میں وکٹر ایما نوئیل کو اٹلی کے سارے ملک کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس طرح اٹلی کی مملکت معرض وجود میں آئی۔ ۱۸۶۲ء میں یونان کے لوگوں نے پرنس آتھو کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ آتھو بھاگ گیا۔ شاہان یورپ نے ڈنمارک کے ایک شہزادہ جارج نامی کو یونان کا بادشاہ بنا لیا۔

۱۸۶۴ء میں پرشیا کے بادشاہ نے جس کا وزیر بسمارک ایسا بیدار مغز مدبر تھا دو اضلاع کے لیے ڈنمارک سے جنگ چھیڑ دی۔ اس جنگ میں اٹلی پرشیا کا اتحادی بن گیا۔ لیکن فرانس نے اسٹریا کی مدد نہ کی کیونکہ فرانس کا شہنشاہ نپولین سوئم میکسیکو میں اپنا شاھنشہی اقتدار قائم کرنے کی فکر میں تھا۔ ۱۸۶۶ء تک لڑائی جاری رہی جس میں آسٹریا نے شکست کھائی۔ پرشیا اور اٹلی نے آسٹروی سلطنت کے کچھ مزید علاقے چھین کر اپنی طاقت کو اور بھی مستحکم کر لیا۔ جرمنی کی متعدد ریاستیں جو آسٹریا کے شہنشاہ کے زیر اقتدار تھیں پرشیا سے مل گئیں۔ بعض ریاستوں نے پرشیا کی بنائی ہوئی فیڈریشن میں شامل ہونا منظور نہ کیا اور آزاد ہو گئیں۔

۱۸۶۷ء میں فرانس کے شہنشاہ نے لکسمبرگ کی ریاست کو فرانس کے ساتھ ملحق کرنے کا مطالبہ پیش کیا اور ۱۸۷۰ء میں لکسمبرگ پر چڑھائی کر دی۔ اس پر پرشیا نے فرانس کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ جرمنی کی آزاد ریاستوں نے جو اس وقت تک فیڈریشن سے باھر تھیں اس جنگ میں پرشیا کا ساتھ دیا روس اور اٹلی نے فرانس کا ساتھ نہ دیا۔ اھل برطانیہ کی ھمدردیاں پرشیا کے شامل حال تھیں۔ فرانس نے شکست کھائی ۱۸۷۱ء میں پرشیا کے لشکروں نے پیرس پر قبضہ کر لیا۔ ورسائے کے مقام پر صلحنامہ مرتب ھؤا جس کی رو سے پرشیا کا بادشاہ ساری جرمنی کا شہنشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ جرمنی نے فرانس سے آلساس اور لورین کے اضلاع بھی چھین لیے۔ اسی طرح یورپ میں جرمن سلطنت کی نئی

طاقت ظہور میں آ گئی - ۱۸۷۷ء میں روس نے ترکی سے پھر جنگ چھیڑ دی اور ۱۸۷۸ء میں دول یورپ کی مداخلت سے معاہدۂ برلن طے ہؤا جس کی رو سے سرویا ، بلغاریہ اور رومانیہ کی ریاستیں آزاد کر دی گئیں - ان سب کو عیسائی بادشاہ دے دیئے گئے - بوسینیا ، ھرزےگونیا کے صوبے آسٹریا کو مل گئے - اسی معاھدے کی رو سے دول یورپ کے درمیان توازن کی حکمت عملی طے ھوئی -

اس سلسلے میں انیسویں صدی مسیحی کا آخری واقعہ ترکی اور یونان کی جنگ ھے جو ۱۸۹۷ء میں ظہور پذیر ھوئی - ترکوں نے تھسلی کے علاقے کو سر کر لیا لیکن دول یورپ کی مداخلت پر ترکی کو یہ علاقہ چھوڑنا پڑا -

---

مستعمرات فرنگ میں آزادی کی تحریکیں

امریکہ کی فرنگی مستعمرات

میکسیکو کی سرزمین سولھویں صدی مسیحی سے شاہان ہسپانیہ کے زیر نگیں چلی آ رہی تھی - ۱۷۷۵ء سے ۱۷۸۲ء تک شمالی امریکہ کی برطانی آبادیوں نے برطانیہ کی حکومت کے ساتھ جنگ کر کے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جو آزاد اور خود مختار مملکت قائم کی اس نے شمالی اور جنوبی امریکہ کی ہسپانوی نو آبادیوں کو بھی متاثر کیا - ۱۷۹۳ء کے انقلاب فرانس نے نہ صرف یورپ کے ملکوں میں بلکہ امریکہ اور دوسرے براعظموں کی فرنگی مستعمرات میں بھی لوگوں کے اذہان و افکار کو جمہوری اور حقوق عامہ کی تحریکات کی طرف راغب کر دیا اور ہر جگہ آزادی اور جمہوریت کے خیالات نشو و نما پانے لگے - ۱۸۰۸ء میں یورپ کے سیاسی انقلابات کی صدائے باز گشت میکسیکو کی وادیوں میں گونجی اس سال فرانس کے شہنشاہ نپولین بونا پارٹ نے جو انقلابی تحریکات کی پیداوار تھا ہسپانیہ کو فتح کر کے وہاں اپنے بھائی جوزف بونا پارٹ کو بادشاہ مقرر کر دیا - میکسیکو کے ہسپانوی ویسرائے نے پرانے بادشاہ کی حمایت کی ٹھانی اور ایک اعلان جاری کیا جس میں پہلی مرتبہ میکسیکو کے ہسپانوی فاتحین کے ساتھ وہاں کے قدیمی باشندوں کا بھی نام لیا گیا تھا اور یہ کہا گیا کہ میکسیکو کے لوگ پرانے بادشاہ ہی کو خراج اطاعت ادا کریں گے - میکسیکو کے آزادی خواہوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر ملکی انتظام کے لیے ایک جنتا یعنی عوام کی منتخب کی ہوئی مجلس بنانے کی کوشش کی - ویسرائے اور اس کی انتظامی کونسل نے اس تحریک کو

دبانے کے لیے ھاتھ پاؤں مارے - عوام نے ویسرائے کو گرفتار کر لیا - شاھی فوج اور عوام کے درمیان لڑائی ھونے لگی - ایک دیسی پادری ہیڈا گلو اس تحریک آزادی کا لیڈر تھا جس نے ملک بھر میں شورش برپا کر دی اور میکسیکو شہر پر چڑھائی کی - ویسرائے کے حامیوں نے عوام کے لشکر کے سامنے مریم کی مورتی کی نمایش کی - عوام مذھبی جذبے کے ماتحت پسپا ھو گئے - شاھی فوجیں از سر نو کامیابی حاصل کرنے لگیں - یہ واقعات ۱۸۱۰ء اور ۱۸۱۱ء میں رونما ھوئے - لیکن شاہ پسندوں اور آزادی خواھوں کے درمیان برابر جنگیں ھوتی رھیں - ۱۸۲۱ء میں شاہ پسندوں کو شکست ھوئی اور میکسیکو آزاد ھو گیا - ۱۸۲۴ء تک شاھی فوج نے آخری قلعہ بھی میکسیکو کی نئی جمہوری حکومت کے حوالے کر دیا - میکسیکو کے ملک کی ایک شمالی ریاست ٹیکساس ریاست ھائے متحدہ امریکہ سے جا ملی - اس طرح میکسیکو کی نئی جمہوری مملکت معرض وجود میں آئی -

۱۸۶۱ء میں برطانیہ ، فرانس اور ھسپانیہ نے ایک متحدہ لشکر تیار کرکے میکسیکو والوں کی سرزنش کے لیے بھیجا - ان ملکوں کی حکومتوں کو شکایت تھی کہ میکسیکو میں ان کے مالکیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ھوتا - برطانیہ اور ھسپانیہ تو جلد پیچھے ھٹ گئے لیکن فرانسیسی فوج نے فتح حاصل کر کے ایک آسٹروی شہزادے میکسی میلیئن نامی کو میکسیکو کا بادشاہ بنا دیا - لیکن یہ انتظام زیادہ دیر تک نہ چل سکا - ۱۸۶۵ء میں ریاست ھائے متحدہ امریکہ کی نوخیز حکومت نے فرانس کو دھمکی دی - فرانس نے کسی بہانے سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں لیکن آسٹروی بادشاہ وھیں رھا جسے میکسیکو کے باشندوں نے پکڑ کر قتل کر دیا اور از سر نو جمہوری حکومت قائم کر لی -

۱۸۱۰ء میں جنوبی امریکہ کی ریاست چلی کے باشندوں نے اپنے ھاں نمائندہ مجلس قائم کر لی - ۱۸۲۳ء سے ۱۸۲۶ء تک کی مدت میں چلی ، ارجن ٹائین ، بولیویا اور پیرو کی ریاستیں بھی آزاد ھو گئیں - شاہ پسندوں نے ھسپانیہ کا شاھی اقتدار قائم رکھنے کے لیے جنوبی امریکہ میں بھی

ھاتھ پاؤں مارے لیکن جنرل بولیور نے انہیں شکست دی - جنوبی امریکہ کے آباد کاروں نے جنرل بولیور کو اس کی خدمات کے صلہ کے طور پر دس لاکھ ڈالر کی تھیلی پیش کی لیکن اس نے یہ کہہ کر لوٹا دی کہ یہ رقم حبشی غلاموں کو آزاد کرانے پر لگا دی جائے - اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت تک رائے عامہ کس حد تک غلامی کی رسم بد کے خلاف ہو چکی تھی - جس پر امریکہ کے فرنگی آباد کار تین صدیوں سے بہت ھی ظالمانہ طریق سے عمل کر رہے تھے -

برازیل کا ملک سولھویں صدی مسیحی کے آغاز سے پرتگیروں کے قبضے میں چلا آ رہا تھا جہاں انہوں نے نوبا آبادی قائم کر لی تھیں - لیکن حکمرانی کا اقتدار شاہ پرتگال ھی کے ھاتھ میں تھا جو اپنے ویسرائے یا نائب بھیج کر انتظام کرتا تھا - ۱۷۶۹ء میں برازیل میں آزادی کے جراثیم نشو و نما پانے لگے اور پرتگیز آباد کاروں نے اس مقصد کے لیے ایک انجمن بنائی - شاہ پرتگال کے ایجنٹوں کو اطلاع ملی تو انہوں نے اس انجمن کے ارکان کو گرفتار کر کے کڑی سزائیں دیں - سرغنوں کو موت کی سزا دی گئی - ان کے اعضا کاٹے گئے - ان کے کٹے ہوئے سروں کی نمائش کی گئی - ان کے گھر مسمار کر دیئے گئے اور ان کی اولاد کو حرامی قرار دے کر شہریت کے حقوق سے محروم کر دیا گیا - یہ اٹھارھویں صدی مسیحی کی فرنگی تہذیب کا پرتگیزی معیار تھا - ۱۸۰۸ء میں نپولین اعظم کی یلغاوروں کے باعث پرتگال کا بادشاہ بھاگ کر برازیل چلا گیا اور وھاں بیٹھ کر حکومت کرنے لگا - رائے عامہ کے دباؤ کے ماتحت اس بادشاہ نے ۱۸۲۱ء میں دستوری حکومت منظور کر لی اور ایک آئینی مجلس قائم ہو گئی - لیکن پرتگال کے لوگ اس سر زمین میں اپنی حاکمانہ اجارہ داری قائم رکھنے کے خواھاں تھے - برازیلی پرتگیزوں نے بادشاہ کی واپسی پر شہزادے کو اپنا الگ بادشاہ منتخب کر لیا اور آزاد آئینی حکومت قائم کر لی - لیکن ۱۸۸۹ء میں برازیل والوں نے اپنے آخری بادشاہ کو یورپ کی طرح بھیج دیا اور جمہوری حکومت کی طرح ڈال لی -

پیرا گوئے میں جہاں فرانس اور ھسپانیہ کے یسوعی سلسلے کے ارکان حکومت کر رہے تھے آزادی کی تحریک نے اپنا ایک ڈکٹیٹر پیدا کر لیا جس نے ھسپانوی اقتدار کو دھتا بتا دی ۔

شمالی امریکہ کا جزیرہ نما فلوریڈا ھسپانیہ کے قبضے میں تھا ۔ ۱۸۱۸ء میں ریاست ھائے متحدہ امریکہ نے اس پر قبضہ جما لیا ۔ ۱۸۲۱ء کے معاھدے میں ھسپانیہ نے یہ علاقہ متحدہ امریکہ کے ھاتھ فروخت کر دیا ۔

ریاست ھائے متحدہ امریکہ کا استحکام

ریاست ھائے متحدہ امریکہ کی آزاد جمہوری مملکت جس نے ۱۷۸۳ء میں برطانیہ کے سیادتی اقتدار سے آزادی حاصل کی تھی اور برطانیہ کے درمیان ۱۸۱۰ء میں پھر لڑائی چھڑ گئی ۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا ، کہ برطانیہ کے ایک بحری جنگی جہاز نے ایک امریکی جہاز کو روکنے اور اس کے مال کی تلاشی لینے کی کوشش کی جو فرانس کے لیے تجارتی مال لے جا رھا تھا ۔ ان دنوں برطانیہ اور فرانس کے شہنشاہ نپولین اعظم کے درمیان جنگ ھو رھی تھی اور برطانیہ کی شاھی کونسل نے اس مضمون کی اقرار داد طے کی تھی کہ برطانیہ غیر جانب دار ملکوں کے جہازوں کو فرانس کے ساتھ تجارت کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا ۔ ۱۸۱۰ء سے ۱۸۱۵ء یعنی نپولین اعظم کی آخری شکست تک برطانیہ اور ریاست ھائے متحدہ امریکہ کے درمیان لڑائیاں ھوتی رھیں ۔ خشکی پر ان دونوں طاقتوں کا مقابلہ کینیڈا کے جنوب مشرق اضلاع میں تھا اور بحری لڑائیاں سمندروں میں متعدد مقامات پر رونما ھوئیں ۔ برطانیہ کی بحری طاقت کی دھاک بہت پہلے سے دنیا بھر میں بیٹھی ھوئی تھی لیکن امریکی جہازوں نے برطانیہ کے بہت سے جنگی جہاز غرق کر دیئے ۔ ان کامیابیوں باعث ریاست ھائے متحدہ امریکہ ایک طاقتور مملکت شمار ھونے لگا ۔ چنانچہ ۱۸۲۳ء میں جمہوریت امریکہ کے صدر منرو نے اس مضمون کا اعلان جاری کر کے دول یورپ کو تنبیہ کر دی کہ اب سے اھل فرنگ

امریکہ میں نو آبادیاں قائم کرنے کا کھیل ختم کر دیں اور امریکہ کے دو نوں براعظموں کے معاملات میں دخل دینے سے ھاتھ کھینچ لیں۔

۱۸۶۱ء میں ریاست ھائے متحدہ امریکہ کی شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ھو گئی اس خانہ جنگی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ جنوبی ریاستوں کے آبادکار اپنی جاگیروں میں دو سو سال سے زر خرید گورے اور حبشی غلاموں سے کام لے رہے تھے۔ شمالی ریاستوں کے باشندے اپنی زمینوں میں خود کام کرتے تھے، کیونکہ ان کی جاگیریں اتنی وسیع نہ تھیں۔ اس کیفیت کے باعث شمالی ریاستوں اور جنوبی ریاستوں کے باشندوں کے درمیان غلام رکھنے اور غلاموں سے کام لینے کے مسئلہ پر رائے کا شدید اختلاف رونما ہونے لگا۔ یورپ میں بھی غلاموں کی تجارت کے خلاف اصلاحی تحریکیں رونما ھو رہی تھیں اور بعض ملک اس تجارت کو حکماً ممنوع قرار دے چکے تھے۔ یہ خیالات امریکہ میں بھی پھیلے۔ لیکن جنوبی باشندے اپنے قدیمی حق سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس لیے اس مسئلہ پر شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان زبردست رسہ کشی ہونے لگی۔ ۱۸۵۰ء میں ریاست ھائے متحدہ امریکہ کی کانگرس نے فراری غلاموں کا قانون پاس کیا۔ قانون یہ تھا کہ جو غلام بھاگ کر شمالی ریاستوں میں چلا جائے اسے حکومت پکڑ کر مالک کے پاس پہنچائے گی۔ لیکن اس کے ساتھ ھی شخصی آزادی کا ایک قانون بھی منظور کیا گیا جس کی رو سے آزاد ریاستوں میں غلامی ناجائز قرار دے دی گئی۔ شمالی ریاستوں میں چونکہ غلاموں کو آزاد کرنے کا جذبہ بہت تیز تھا اس لیے وہاں کئی ایسی خفیہ انجمنیں بن گئیں جو بھاگے ہوئے غلاموں کو پناہ دیتی تھیں اور چھپا کر کینیڈا پہنچا دیتی تھیں۔ اسی اثنا میں ڈریڈ سکاٹ غلام کا ایک مقدمہ دائر ھوا۔ یہ غلام اپنے آقا کے ساتھ آزاد ریاستوں میں کچھ عرصہ رہا جہاں غلام کا کوئی قانونی وجود ھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہاں سے وہ اپنے آقا کے ساتھ مسوری کی ریاست میں واپس چلا گیا۔ آقا نے جو ڈاکٹر تھا کسی قصور کی بنا پر اپنے غلام کو مارا پیٹا۔ اس پر ڈریڈ سکاٹ نے اپنے آقا

کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ آزاد ریاستوں میں رہنے کے باعث اس کی غلامانہ حیثیت زائل ہو چکی تھی اس لیے آقا کو اسے زدوکوب کرنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا ۔ ججوں نے فیصلہ دیا کہ ڈریڈ سکاٹ بلا شبہ آزاد ریاستوں میں رہا لیکن اسے امریکہ کا شہری نہیں سمجھا جا سکتا ۔ اس کی حیثیت محض ایک مملوکہ شے کی تھی مثلاً گھوڑا ، کتا ، گھڑی بنک کے نوٹ وغیرہ جسے اس کا آقا جہاں چاہے لے جا سکتا تھا ۔ اس فیصلہ نے شمالی ریاستوں میں غلاموں کی آزادی کی تحریک کو اور بھی تیز کر کر دیا ۔ ۱۸۶۰ء میں جمہوریہ امریکہ کا صدر ابراہام لنکن منتخب ہوا جس نے غلاموں کی تجارت روکنے اور انہیں آزاد کرانے پر عملی توجہات مبذول کیں ۔ اس پر سب سے پہلے جنوبی کارولینیا کی ریاست نے فیڈریشن سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کرکے اعلان کر دیا اور بعد میں اور جنوبی ریاستیں بھی فیڈریشن سے الگ ہو گئیں ۔ ان اعلانات کے باعث شمالی ریاستوں اور جنوبی ریاستوں کے درمیان لڑائی چھڑ گئی لیکن ایک دو ایسی ریاستیں بھی وفاق کے ساتھ منسلک رہیں جن میں غلام رکھنے کی قانونی اجازت تھی ۔ خانہ جنگی کے دوران میں ان ریاستوں کے کئی غلام بھاگ کر آزاد ریاستوں میں چلے گئے ۔ ان کے مالکوں نے قانون ملکی کی رو سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا ۔ ایک امریکی جرنیل بٹلر نے یہ بہانہ بنا کر غلام واپس دینے سے انکار کر دیا کہ غلام جنگی ضروریات کی اشیا مثلاً بندوق ، بارود ، اسلحہ ، گولے ، کارتوس وغیرہ کی تحت میں آتے ہیں جن پر دوران جنگ میں عسکری نظام کو قبضہ جمانے کا قانونی حق حاصل ہے ۔ ایسی اشیا کو قانونی اصطلاح میں Contrabond کا نام دیا گیا تھا اس لیے غلام اسی نام سے موسوم ہونے لگے اور انہوں نے ایسے گیت بنائے جن میں اپنے کنٹرا بانڈ (مخصوصیات عسکری) ہونے کا فخر یہ اظہار کیا گیا تھا ۔ ۱۸۴۴ء پریذیڈنٹ ایڈم نے یہ اعلان کیا تھا کہ جنگ کے دوران میں پریذیڈنٹ کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ غلامی کے رواج کو حکماً منسوخ کر دے ۔ اس پرانے اعلان کو سامنے رکھ کر ابراہام لنکن نے ۱۸۶۲ء میں یہ اعلان کر دیا ۔ کہ جو ریاستیں اگلے سال کے نو روز تک فیڈرل حکومت کے تابع فرمان نہ ہونگی ان کے غلام آزاد سمجھے جائیں گے

اور وفا دار پارستوں میں یہ آزادی نئے قانون بنا کر دی جائے گی - شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان ۱۸٦۵ء تک جنگ جاری رہی - جنوبی ریاستوں نے شکست فاش کھائی - لیکن اس سال ایک ایکٹر نے ابراہام لنکن کو ظالم و جابر قرار دے کر قتل کر دیا -

۱۸۷٦ء میں مغرب کی طرف پاؤں پھیلانے کے باعث ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی گوری جمہوری مملکت اور قدیم امریکیوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی جس میں قدیم امریکیوں نے حسب معمول شکست کھائی - ۱۸۹۰ء میں اتحاد امریکائی کی کانفرنس (پان امریکن کانفرنس) منعقد ہوئی جس میں شمالی اور جنوبی امریکہ کی آزاد جمہوری ریاستوں نے باہم پر امن رہنے اور ایک دوسرے کی اخلاق امداد کرنے کی پالیسی پر اتفاق کا اظہار کیا - ۱۸۹۸ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور ھسپانیہ کے درمیان لڑائی چھڑ گئی - امریکی جنگی جہازوں نے فلپائن کے جزائر پر حملہ کر دیا جہاں ھسپانوی ۱۵٦۴ء سے حکومت کر رہے تھے - ھسپانیہ نے اس جنگ میں شکست کھائی اور ۱۸۹۹ء کے صلح نامے کی رو سے غرب الہند کے جزیرہ کوبا کو آزاد کر دیا - پورٹوریکو اور دیگر امریکی مقبوضات نیز بحرالکاہل کے لیڈروں نے جزایر سے دست برداری کا پٹہ لکھ دیا - اور فلپائن کے جزیرے قیمت لے کر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ھاتھ بیچ دیئے - ریاست ھائے متحدہ کی فوجوں نے ھوائی ، گوآم اور بحرالکاہل کے بعض دوسرے جزیروں پر بھی قبضہ جما لیا - اسی سال فلپائن کے باشندوں نے اپنی آزادی کے حصول کے لیے تحریک اٹھائی جسے امریکی فوجوں نے بزور دبا دیا - ریاست ھائے متحدہ امریکہ کی یہ نئی گوری مملکت اس طرح ایک صدی کی مدت میں دول عالم کی صف میں اول درجے کی طاقت شمار ہونے لگی - دوسری امریکی قومیں اور ریاستیں اسے اپنا رہنما اور محافظ سمجھنے لگیں -

جنوبی افریقہ کی گوری نو آبادی

جنوبی افریقہ یعنی راس امید کے علاقے کی گوری نوآبادی کی حکومت جس میں ولندیز اور انگریز آباد ہو چکے تھے - ۱۸۰۳ء کے معاهدۂ ایمنز کے

رو سے جو فرانس اور برطانیہ کے درمیان یورپ میں طے ہؤا پھر ولندیزوں کو مل گئی جو فرانس کے اتحادی تھے ۔ لیکن ۱۸۰۶ء میں جب نپولین شہنشاہ فرانس سے جنگ چھڑی تو انگریزی فوجوں نے اس پر از سر نو قبضہ کر لیا ۔ شمال کی طرف قدم بڑھانے کی پالیسی کے باعث ۱۸۱۲ء میں کافر قبیلہ کے حبشیوں سے انگریزی فوجوں کی چوتھی لڑائی ہوئی اور ۱۸۱۸ء میں پانچویں جنگ ہوئی اس طرح گورے آباد کار حبشیوں کو زیر کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے گئے ۔ ۱۸۲۲ء میں نٹال کے علاقہ میں زولو قوم کے حبشیوں کو زیر کرنے کی مہم شروع ہوئی ۔ ۱۸۳۵ء میں کافر حبشیوں سے چھٹی جنگ لڑی گئی ۔ ۱۸۴۲ء میں برطانی فوجوں نے نٹال کی سر زمین سر کی جہاں سونے اور ہیرے کی کانیں تھیں ۔ دیگر مفتوحہ رقبوں میں حبشیوں کی اپنی ریاستوں کا اعتراف کر کے ان سے معاھدے طے کئے ۔ ۱۸۴۶ء میں کافر حبشیوں سے ساتویں اور ۱۸۵۱ء میں آٹھویں لڑائی لڑی گئی اور برطانی حکومت کے زیر انتظام کافریریا کا صوبہ قائم کر لیا گیا ۔ ۱۸۵۱ء میں اندرون ملک میں شمال کی طرف آگے بڑھ کر بسوٹو قوم کے حبشیوں سے جنگ شروع کر دی ۔ ۱۸۵۴ء میں برطانیہ نے آرینج فری سٹیٹ کی آزادی تسلیم کی جہاں ولندیز اور فرانسیسی آباد تھے ۔ ۱۸۵۸ء میں بسوٹو قوم سے دوسری لڑائی لڑی گئی اور اسی کے ساتھ ھی آرینج فری سٹیٹ سے بھی انگریزوں کی جنگ ھو گئی ۔ ۱۸۶۵ء میں انگریزوں نے بسوٹو قوم کے حبشیوں سے تیسری لڑائی لڑ کر بسوٹو لینڈ کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا ۔ ۱۸۸۰ء میں بسوٹو قوم نے پھر جنگ کی ٹھانی اور اس سال کافر قوم نے بھی آٹھویں مرتبہ اپنی آزادی کو بچانے کی کوشش کی ۔ ۱۸۸۷ء میں اورینج کے شمال کا علاقہ سر کر کے بچوانا لینڈ کا صوبہ بنا دیا گیا ۔ اور زولو لینڈ اور بعض دوسرے علاقوں کو سر کر لیا گیا ۔

اس وقت تک جنوبی افریقہ کی بعض گوری نو آبادیاں برطانی قلمرو میں شامل تھیں ۔ بعض حبشی علاقے بھی قلمرو کے مفتوحہ صوبے شمار ہوتے تھے ۔ کیپ کالونی یعنی راس امید کی بستی نٹال ، کافریریا ،

بچوانا لینڈ وغیرہ براہ راست برطانی قلمرو میں شامل تھے - جنوبی افریقہ کی ریاست اور اورنیج فری سٹیٹ میں جمہوری حکومتیں قائم تھیں - ۱۸۷۷ء میں برطانی حکومت نے ان جمہوری ریاستوں کو بھی قلمرو میں شامل کر لیا لیکن ۱۸۸۱ء میں ان کی آزادی تسلیم کر لی - ۱۸۹۹ء میں برطانیہ اور جنوبی افریقہ کی جمہوریتوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی جو ۱۹۰۲ء تک جاری رہی - اس لڑائی کو بوئروں کی جنگ کا نام دیا گیا ہے - بوئر ولندیزی آباد کاروں کی نسل سے تھے - لڑائی کے اختتام پر آزاد جمہوریتیں ختم ہوگئیں اور سب علاقوں کو مستعمرات کا درجہ دیا گیا - ان مستعمرات نے ۱۹۱۰ء میں آپس میں اتحاد کرکے جنوبی افریقہ کی یونین حکومت (متحدہ حکومت) قائم کرلی جسے برطانی مستعمراتی حکومت کا درجہ حاصل ہے -

آسٹریلیا - تسمانیا اور نیوزی لینڈ

آسٹریلیا اور تسمانیا کو ایک ولندیزی (ڈچ) کپتان تسمان نامی نے سترھویں صدی مسیحی میں دریافت کر لیا تھا - اس وقت ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک سوبس ملازم نے کمپنی کو توجہ بھی دلائی کہ اس براعظم میں نو آبادیاں قائم کرنی چاہئیں - لیکن ولندیز ان دنوں تجارتی استعمار کی طرف زیادہ مائل تھے اس لیے ان زمینوں کو فراموش کر دیا گیا - اٹھارھویں صدی مسیحی کے اواخر میں انگریزوں کے بحری کپتانوں نے آسٹریلیا کے ساحلوں کو کھنگالا اور اس براعظم کی وسعت کا اندازہ لگایا - انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں آسٹریلیا اور تسمانیا میں انگریزوں کی نو آبادیاں قائم ہو چکی تھیں - ان میں ایسے مجرموں کی بستیاں بھی تھیں جن کو انگلستان میں دیس بدر ہونے کی سزائیں دی جاتی تھیں - اور ایسے آباد کار بھی تھے جو زمینوں کو بسانے اور زراعت کو فروغ دینے کی خاطر وہاں جاتے تھے - آسٹریلیا اور تسمانیا کے قدیمی باشندوں کا حال ہم گزشتہ باب ہی میں درج کر چکے ہیں - گورے آباد کاروں نے ان قدیمی باشندوں کو جو مرنجان مرنج لوگ تھے اس

طرح روندڈ ڈالا جس طرح شدت سرما کے باعث کیچڑ میں جما هؤا پانی پاؤں تلے کچلا جاتا ھے ۔ ۱۸۵۲ء تک آسٹریلیا میں انگریز آبادکاروں کی کئی نوآبادیاں قائم هو چکی تھیں ، جنہوں نے ملک تقسیم کر لیا تھا ۔ یہ لوگ کھیتی باڑی کے علاوہ بھیڑ ، بکری ، گائے ، بیل بھی پالتے تھے ۔ اور سونے کی کانیں ملنے پر وهاں کان کنی کا کام بھی شروع هو چکا تھا ۔ ۱۸۵۲ء میں ان سب ریاستوں کو ملا کر فیڈریشن بنا دی گئی اور سب میں نمائندہ حکومت کا طریق رائج کر دیا گیا ۔ فیڈرل حکومت کو برطانی مستعمرہ کا درجہ دیا گیا ۔ جہاں شاہ انگلستان کا گورنر جنرل رہنے لگا ۔ لیکن مقامی انتظام خود وهاں کی نمائندہ مجلس کے هاتھ میں آ گیا ۔

۱۸۴۰ء میں انگریز نیوزی لینڈ تک بھی جا پہنچے ۔ لیکن وهاں کے اصلی باشندے آسٹریلیا اور تسمانیا کے باشندوں کی به نسبت ترقی یافته اور لڑاکے تھے انہوں نے انگریز آباد کاروں کی مزاحمت کی ۔ ۱۸۵۷ء میں قدیمی باشندوں نے اپنا ایک بادشادہ بنا لیا ۔ جس کے ساتھ انگریز لڑتے بھڑتے رہے ۔ ۱۸۸۳ء تک نیوزی لینڈ کا شمالی جزیرہ استعماری اقتدار کی زنجیروں میں جکڑ لیا گیا اور جنوبی جزیرے پر انگریز آباد کاروں نے قبضه جما لیا ۔ بعد میں دونوں جزیرے ملا کر ایک نمائندہ حکومت قائم کر دی گئی اور نیوزی لینڈ کی سرزمین ایک برطانی مستعمرہ شمار ہونے لگی ۔

آسٹریلیا کے جنوب میں دو تین سو میل کے فاصلے پر ایک جزیرہ تسمانیا ھے اس جزیرے کے اصلی باشندے انسانی زندگی کے قدیم ترین ابتدائی سنگی دور کی یادگار تھے ۔ سیاہ رنگت اور اون جیسے بال رکھتے تھے ۔ پتھر کے ان گھڑت سے اوزار شکار کے لیے استعمال کرتے تھے ۔ جنہیں وہ هاتھ سے پھینکتے تھے یعنی کمان یا گوپھیئے تک کا استعمال نہیں جانتے تھے ۔ کھال آتارے بغیر کچا گوشت چٹ کر جاتے تھے ۔ لکڑی یا پتھر کو کھود کر نقش و نگار بنانے ، پیسنے اور پتھر کو گھسانے کے فن بھی نہیں جانتے تھے ۔ ان لوگوں کو جو حقیقی انسان کی نسل کے آدم زاد تھے انگریز آباد کاروں نے جنگل کے

جانور سمجھا ، کتوں کے ساتھ ان کا شکار کھیلا ۔ زہریلا گوشت ان کے آگے ڈال کر انہیں فنا کے گھاٹ آتارا ۔ ۱۸۲۶ء میں ان لوگوں کو ملیامیٹ کرنے کے لیے شکاری ٹولیاں منظم کی گئیں ۔ گورنر نے انہیں حکم دیا کہ آباد علاقوں سے نکل جاؤ لیکن آباد کاروں نے جنگلوں میں بھی ان کا پیچھا کیا ۔ یہ جنگ نہیں تھی کیونکہ تسمانوی کسی حال میں بھی تین افراد کی جماعت پر حملہ نہیں کرتے تھے ۔ آخری مہم میں انگریز آباد کاروں نے سارے جزیرے کو چھان کر دو سو اصلی باشندوں کو جن میں عورتیں بھی شامل تھیں پکڑا ۔ انہیں پاس کے ایک چھوٹے اور بے آباد جزیرے فلینڈر میں جا پھینکا ۔ جہاں انگریز حکمرانوں کے لطف و کرم کی بارش نے ان کا قصہ تمام کر دیا ۔ ۱۸۷۶ء میں آخری تسمانوی انیسویں صدی کے ترقی یافتہ انسان کی تہذیب کا ماتم کرتا ہؤا اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سدھار گیا ۔

فرنگیوں کے اقتدار و استعمار کی توسیع

افریقہ کے براعظم پر یورش

جنوبی افریقہ میں فرنگستان کی گوری اقوام کی آباد کاری کا حال ہم پچھلی فصل میں بیان کر آئے ھیں - ۱۸۱٦ء میں سب سے پہلے انگریزوں نے شمالی افریقہ کے ایک ملک الجیریا سے چھیڑ خانی کی اور برطانی بحری بیڑے نے الجیریا پر حملہ کرکے وھاں کے سلطان سے اس مضمون کا وعدہ لیا کہ وہ اپنے ملک میں عیسائی غلاموں کی خرید و فروخت ممنوع قرار دے گا - اس مہم سے انگریزوں کا ابتدائی مقصد محض اپنے وقار کا استحکام تھا - ۱۸۳۰ء میں فرانس کی شاھی فوجوں نے اپنے ھاں کی رائے عامہ کی توجہ آزادی طلبی کی تحریک سے معطوف کرانے کے لیے الجیریا پر حملہ کیا اور صدر مقام پر قبضہ جما لیا - فرانس کی حکومت کو اندیشہ تھا کہ اس کی حریف طاقتیں اس کے اس اقدام کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گی - اس لیے اس نے اعلان کر دیا کہ فرانس کا یہ قبضہ محض عارضی ہے - فرانس اپنی فوجوں کو جلد ھی واپس بلا لے گا - لیکن یہ محض دکھاوے کے دانت تھے - چند سال کے بعد فرانسیسیوں نے اندرون ملک میں اپنے قدم بڑھانے شروع کر دیے - الجیریا کے عرب اور بربری باشندوں نے اپنے لیڈر امیر عبدالقادر کے جھنڈے تلے جمع ھو کر فرانسیسیوں سے لڑائی شروع کر دی - ۱۸۴۷ء میں عبدالقادر ھتھیار ڈالنے پر مجبور ھو گیا - اسے قید کرکے فرانس لایا گیا - چند سال بعد جب فرانس کے قدم الجیریا میں اچھی طرح جم گئے فرانس کے شہنشاہ

لوئی نپولین نے اسے رہا کر دیا - ۱۸۵۰ء تک افریقہ کا تاریک اور پر اسرار بر اعظم دول یورپ کی استعماری امنگوں کی جو لانگاہ بن گیا - یورپ کی حکومتوں نے اس سر زمین کے مختلف حصوں میں مفتش سیاح اور جاسوس بھیجنے شروع کر دیے - ان کے پیچھے فوجیں ، تاجر ، حاکم ، آباد کار ، عالم اور سیاح جانے لگے - اس کیفیت کے باعث دول یورپ نے بر اعظم افریقہ کی زمین آپس میں تقسیم کر لی تاکہ اقتدار و استعمار کو توسیع دینے کی یہ مہمیں انہیں آپس میں لڑانے کا سبب نہ بن سکیں - اس تقسیم کے بعد سب نے اپنے اپنے طے شدہ حلقۂ اثر میں اقتدار کے گھوڑے دوڑانے شروع کر دیے - صحرائے اعظم اور نائیجیریا کا ملک فرانس کے حصے میں آئے - جرمنوں نے ۱۸۸۴ء میں جرمن مغربی افریقہ اور چند سال بعد جرمن مشرقی افریقہ (ٹانگا نیکا) میں اپنا اقتدار قائم کر لیا - موزنبیق پہلے سے پرتگیزوں کے حصے میں آ چکا تھا - برطانیہ نے جنوبی افریقہ سے شمال کی طرف آگے بڑھ کر روڈیشیا کی سر زمین پر قبضہ جما لیا - جرمن مشرقی افریقہ کے شمال میں یوگنڈا کے ملک میں برطانی مشرق افریقہ کی بنیاد رکھ دی - جرمن مغربی افریقہ کے شمال میں دریائے کانگو کی وادی بلجیئم کے حصے میں آئی جس کے باشندوں کے پاس اس وقت تک کوئی نو آبادی نہ تھی - اسی طرح بعض دیگر مقامات پر دول یورپ نے اپنی چھوٹی بڑی نو آبادیاں قائم کر لیں - اہل فرنگ کو ہر جگہ تمدن کے اعتبار سے بہت پس ماندہ حبشی قوموں سے واسطہ پڑا - ان بیچاروں کی کیا بساط تھی کہ توپ و تفنگ رکھنے والے فرنگیوں کا مقابلہ کرتے - انہیں زرخیز زمینوں اور کانوں سے محروم کر دیا گیا اور اس حال تک پہنچا دیا گیا کہ وہ ادنٰی غلاموں کی طرح اپنے گورے آقاؤں کے لیے محنت و مشقت کی زندگی بسر کریں - ۱۸۸۰ء تک صرف مراکش ، مصر ، سوڈان ، سمالی لینڈ اور ابے سینیا (حبشہ) کے آزاد ملک باقی رہ گئے جو دول فرنگ نے خفیہ طور پر آپس میں تقسیم کر رکھے تھے - مصر کے خدیو ۱۸۴۰ء سے سلطان ترکی کی سیادت سے عملاً آزاد ہو چکے تھے - لیکن مصر اور طرابلس کے ملک ابھی تک ترکی مملکت ہی شمار ہوتے تھے - ۱۸۸۳ء میں برطانیہ نے انگریزوں کے مصر کی سر

زمین سلطان ترکی سے ٹھیکہ پر لے لی اور مصر کے خدیو سے یارانہ گانٹھ کر اس ملک میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے لگے - جس میں انہیں بہت نمایاں کامیابی حاصل ہوئی - صدی کے آخر تک وہ مصر پر عملی حیثیت سے مکمل قبضہ جما چکے تھے - سلطان ترکی کی سیادت اور خدیو مصر کی حکومت دونوں برائے نام رہ گئیں -

سوڈان کا مہدی

مصر کے خدیو اسماعیل نے ۱۸۸۰ء تک اپنی مملکت کے اندر انگریزوں کو بہت بڑی حد تک دخیل کر لیا تھا - مملکت مصر کے عام مسلمان فرنگیوں کے اس دخل و نفوذ سے بہت متاثر ہونے لگے - ۱۸۸۱ء میں سوڈان کے ایک شیخ محمد احمد نامی نے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کیا - اور خدیو مصر اور انگریزوں کے ملے جلے اقتدار کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کر دیا - سوڈان کا یہ مہدی دنجلہ کا باشندہ تھا - اس کی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے سوڈان کے گورنر جنرل نے خرطوم سے فوج کی دو کمپنیاں شیخ کی گرفتاری کے لیے بھیجیں - شیخ کے مریدوں نے جو درویش کہلاتے تھے ان کمپنیوں سے جنگ کی اور ان کی تکا بوٹی اڑا دی - درویشوں کی سرکوبی کے لیے مزید فوج بھیجی گئی - اس کا حشر بھی وہی ہوا جو پہلی دو کمپنیوں کا ہو چکا تھا - خدیو کے کارندوں نے تیسرا لشکر بھیجا - اسے بھی درویشوں کے ہاتھوں شکست اور تباہی کا سامنا ہوا - ۱۸۸۲ء میں مہدی سوڈانی کے درویشوں نے شمال کی طرف پیش قدمی کر کے العبد کا محاصرہ کر لیا اور پانچ ماہ کے بعد اس شہر پر قبضہ جما لیا - ۱۸۸۳ء میں خدیو مصر نے ایک انگریزی فوجی افسر ھکس پاشا کی سرکردگی میں ایک بھاری فوج بھیجی جو درویشوں کے مقابلے میں چند منٹ بھی نہ ٹھہر سکی - اس کے بعد مصری اور انگریزی فوجوں نے سوڈان کے درویشوں کے ساتھ مسلسل جنگ شروع کر دی - ۱۸۸۵ء تک متعدد بار مختلف حصوں میں فوج کشی کی گئی - لیکن یہ سب مہمیں نا کام رہیں - دریائے نیل کی تیسری آبشار تک سوڈان کے ملک پر درویش قابض ہو گئے - مصری اور انگریزی فوجیں حافہ کی سرحد پر دفاعی

مورچے قائم کرنے پر مجبور ہو گئیں ۔ ۱۸۸۲ء ، ۱۸۸۹ء اور ۱۸۹۱ء میں مصری اور انگریزی فوجوں نے سوڈان کے درویشوں کے ساتھ طاقت آزمائی کی ۔ لیکن یہ تمام مہمیں بھی ناکام رہ گئیں ۔ ۱۸۹۰ء میں خدیو مصر نے ایک انگریز فوج افسر کچنر کو مصری افواج کا سردار اور سپہ سالار بنایا ۔ جس نے سوڈان کی مہم کو سرکرنے کے لیے تیاریاں شروع کیں ۔ کچنر ۱۸۹۷ء تک جنگ کی پوری تیاری کر چکا تھا ۔ اس نے برطانیہ کلاں سے تازہ دم انگریزی فوجیں منگوائیں ۔ مصری فوج کو از سر نو منظم کیا ۔ سوڈان کی سرحد تک ریلوے لاین بچھائی اور دریائے نیل میں جنگی جہازوں کا ایک بیڑا لے آیا ۔ فوجوں کی آمد و رفت اور سامان کے حمل و نقل کے یہ انتظامات مکمل کر لینے کے بعد کچنر نے ۱۸۹۸ء میں سوڈان پر چڑھائی کی ۔ کچنر کی انگریزی فوجیں تازہ جنگی ایجاد میکسم مشین گن سے بھی مسلح تھیں ۔ درویشوں کے ایک لشکر نے اپنی سرحد پر کچنر کی فوجوں کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی ۔ جنگی جہازوں نے دریائے نیل کی راہ سے آگے بڑھ کر درویشوں کے قلعوں پر توپوں سے گولا باری کی اور کچنر کی فوج دریا کے ساتھ ساتھ ڈیڑے ڈالتی ہوئی درویشوں کے صدر مقام اومد رمان کے قریب پہنچ گئی ۔ سوڈان کا مہدی فوت ہو چکا تھا ۔ اس کی جگہ اس کا خلیفہ درویشوں کا امیر اور شیخ تھا ۔ درویشوں نے اپنے خلیفہ کی سرکردگی میں اومد رمان کے قریب مصری اور انگریزی فوجوں کے ساتھ گھمسان کی لڑائی لڑی ۔ میدان مصریوں اور انگریزوں کے ہاتھ رہا ۔ درویشوں نے شکست کھائی ۔ خلیفہ رو پوش ہو گیا ۔ کچنر نے اومد رمان اور خرطوم پر قبضہ کر لیا ۔ اور مہدی سوڈانی کے مقبرہ کو نہ صرف مسمار کرا دیا بلکہ اس درویش کی ہڈیاں قبر کھود کر نکلوائیں اور دریا میں پھنکوا دیں ۔ جس کے پیرو اٹھارہ بیس سال سے سوڈان میں انگریزی استعمار کے نفوذ کی راہ روکے کھڑے تھے ۔

ایری ٹیبریا اور سمالی لینڈ

سر زمین افریقہ کی تقسیم کی خفیہ مفاہمت میں جو ۱۸۵۰ء کے بعد

دول یورپ کے درمیان ہوئی ، بحیرہ قلزم کے مغربی ساحل پر ایری ٹیریا کا علاقہ اور سمالی لینڈ کا ایک ٹکڑا اٹلی کے حصے میں آئے تھے - چنانچہ اٹلی والوں نے اپنے استعماری مشن ۱۸۵۹ء سے ان ملکوں میں بھیجنے شروع کر دیے - جنہوں نے تدریجی نفوذ حاصل کرکے ان اقطاع میں اپنا اثر و اقتدار قائم کر لیا - اٹلی والوں کی ہوس استعمار نے اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ۱۸۹۵ء میں حبشہ کے ملک پر چڑھائی کر دی - ایری ٹیریا سے حبشہ کے شمالی حصے پر ساڑھے چودہ ہزار کا لشکر جرار لے کر فوج کشی کی - اوڈووا کے مقام پر گھمسان کی لڑائی ہوئی اور اہل حبشہ نے اٹلی والوں کو شکست دی - چار ہزار اطالوی مقتول ہوئے اور دو ہزار قیدی بنا لیے گئے - باقی ایری ٹیریا کی طرف پسپا ہو گئے - اٹلی والوں کو چالیس سال تک پھر حبشہ کی طرف رخ کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا - حبشہ میں ڈھائی ہزار سال کا ایک پرانا شاہی خاندان حکومت کر رہا تھا - اس شاہی خاندان نے تیسری صدی مسیحی میں دین عیسائیت قبول کر لیا تھا - پیغمبر اسلام کے ابتدائی پیرووں نے مکہ کے بت پرستوں کے مظالم سے تنگ آ کر اسی ملک کے بادشاہ کے ہاں پناہ لی تھی جو نجاشی کہلاتا تھا - حبشہ کا حکمران خاندان اپنے کو حضرت سلیمان رض اور حبشہ کی ملکہ بلقیس کی اولاد ظاہر کرتا ہے -

سمالی لینڈ کے حصوں بخروں میں برطانیہ ، فرانس اور حبشہ بھی شریک تھے - ان ملکوں کے استعمار پیشہ لوگوں نے بھی اپنے اپنے حلقۂ اثر میں تدبیر کے گھوڑے دوڑانے شروع کر دیے لیکن ۱۸۷۴ء میں مصر کے خدیو اسماعیل پاشا نے ترکی کے سلطان سے مساواہ کی بندرگاہ خرید لی اور سمالی لینڈ کے شمالی ساحل پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا - انگریزوں نے خدیو کے اس حق سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا کیونکہ وہ مصر کی ساری مملکت کو اپنے زیر اثر لانے کی تدبیریں سوچ رہے تھے - ۱۸۸۴ء میں سوڈان میں درویشوں کا اقتدار قائم ہوجانے کے باعث مصری حکومت نے سمالی لینڈ کا یہ حصہ چھوڑ دیا اور ایک انگریز افسر عدن سے پولیس کی جمعیت لے کر بربرہ پہنچ گیا - بربرہ میں بیٹھ کر انگریزوں نے سمالی لینڈ کے قبائل میں

اپنے اثر و نفوذ کا جال پھیلانا شروع کر دیا ۔ ۱۸۹۵ء میں ایک سمالی شیخ حاجی محمد بن عبداللہ حسن جو مکہ کے ایک شیخ طریقت سے خرقہ خلافت لے کر آیا تھا سمالیوں کو اپنے سلسلے میں بیعت کرنے لگا ۔ ۱۸۹۹ء میں بربرہ کے برطانی قونصل نے شیخ حاجی محمد کو خط لکھا کہ تمہارا ایک درویش بربرہ کے ایک انگریز کی بندوق چرا کر لے گیا ہے وہ واپس کر دیجیے ۔ شیخ نے جواب لکھا کہ ہم نے تمہاری کوئی شے نہیں چرائی ۔ ہمارا تمہارا کوئی واسطہ نہیں اپنا کام کرو اور ہمارے ساتھ تعرض نہ کرو ۔ بربرہ کے برطانی حکام نے اس پر شیخ کو باغی قرار دے دیا اور محمد سمالی نے برطانی اقتدار کے خلاف جہاد کا علم بلند کر دیا ۔ سمالی لینڈ کا یہ شیخ متواتر بیس اکیس سال اپنے درویشوں کی جمعیت لے کر انگریزوں سے لڑتا رہا ۔ جس کا حال اگلے باب میں بیان کیا جائے گا ۔

وسط ایشا میں روس کا نفوذ

سائے بیریا میں روسیوں کے دخل و نفوذ کا حال ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ۔ اٹھارھویں صدی مسیحی میں روسیوں کی حکمت عملی یہ تھی کہ سائے بیریا کے وسیع میدانوں میں مشرق کی طرف پھیلتے جائیں ۔ لیکن وسط ایشیا کے جنگ جو قبیلوں سے جو ترکوں اور مغلوں کی نسل سے تھے کسی قسم کا تعرض نہ کریں ۔ لیکن اٹھارویں صدی مسیحی کے آغاز میں خیوا کے خان نے جس کی مملکت بحیرہ خزر کے مشرقی ساحل تک پھیلی ہوئی تھی بخارا کے خان سے تنگ آ کر پیٹر اعظم زار روس کو چٹھیاں لکھیں اور امداد کی درخواست کی ۔ پیٹر اعظم نے ۱۷۱۵ء میں ایک سپاہ بھیجی لیکن خیوا کا پرانا خان مر چکا تھا اس کے بیٹے نے اس فوج کی آمد کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیا ۔ ۱۷۳۴ء میں کرغیز کے مغربی اردو نے مشرق اردو کے حملوں سے تنگ آ کر زار روس سے پناہ طلب کی اور روسی سپاہ کو اومسک اور اورن برگ میں چھاونیاں ڈالنے کا بہانہ مل گیا ۔ ۱۸۰۳ء میں بحیرہ خزر کے ایک شمال مشرق جزیرہ نما مانجی‌شلیک کے قبائل نے جو خان خیوا کی رعایا تھے زار روس کی اطاعت قبول کر لی ۔ ۱۸۲۲ء تک کرغیز کے

قبائل کا سارا علاقہ روسی مملکت میں شامل کر لیا گیا - ۱۸۳۱ء میں زار روس نے خیوا کے خان کے خلاف ایک فوجی مہم بھیجی جس کا بہت سا حصہ سردی سے تباہ ہو گیا لیکن خیوا کے خان نے ۱۸۴۲ء میں روسیوں سے صلح کر لی - اس وقت زار روس کی حکومت وسط ایشیا میں روسی استعمار کو توسیع دینے کی مہم پورے زور سے شروع کر چکی تھی - بلکہ روسیوں اور انگریزوں کے درمیان وسط ایشیا کے ملکوں پر ایک دوسرے سے پہلے قبضہ جمانے کے لیے باقاعدہ دوڑ شروع ہو گئی تھی - انگریز پنجاب کو بیچ میں چھوڑ کر افغانستان پر چڑھ دوڑے تھے - انہوں نے کابل پر قبضہ کرکے ہرات تک اپنی فوجی چوکیاں قائم کر لی تھیں - ۱۸۵۳ء میں روسیوں نے سیر دریا (سیحون) کے دھانے پر جو جھیل ارال میں گرتا ہے ایک قلعہ سر کیا اور قوقند کی ولایت میں نفوذ حاصل کرنے کی راہ کھول لی - ۱۸۶۵ء تک انہوں نے قوقند کو فتح کرکے اس کے صدر مقام تاشقند پر قبضہ جما لیا - اس کے بعد بخارا کے امیر مظفرالدین سے جنگیں شروع ہوئیں جس کی امداد پر قوقند اور خیوا کے خان بھی آمادہ ہو گئے تھے - ۱۸۶۶ء میں خجند کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا جس میں روسی فوج فتحیاب ہوئی - روسیوں نے وادئ زر افشاں پر قبضہ کر لیا جس میں سمرقند کا مشہور شہر واقع ہے - اس طرح روسی ترکستان کی نئی مملکت ظہور میں آگئی - ۱۸۶۸ء میں روسیوں نے بخارا کے امیر مظفرالدین کو ایک اور شکست دی - ۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۳ء تک خیوا کے خان سے جنگ کی - خان خیوا نے روسیوں کی اطاعت قبول کر لی - ۱۸۷۵ء میں روسیوں نے قوقند کے خان خدا یار سے لڑ کر اس کے ملک کو روسی ترکستان میں شامل کر لیا - ایک روحانی بزرگ حضرت ایشاں محمد علی خلیفہ نے مہدی منتظر ہونے کا دعوے کیا اور روسیوں کے اقتدار کا جوا اتارنے کے لیے جہاد کا اعلان کر دیا - بہت خونریزی ہوئی لیکن حضرت ایشاں کی تحریک جلد ہی دبا دی گئی -

۱۸۷۷ء میں روسیوں نے ترکمانوں کے ملک پر چڑھائی کی جو ایران کی شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ بحیرہ خزر سے خیوا کے خان کی مملکت تک پھیلا

ہؤا ہے ۔ ترکمان آزاد قبائل کی سی زندگی بسر کرتے تھے ۔ ان کا کام ترکستان کی بنجر سر زمین میں رہنے اور ایران اور خیوا کے آباد علاقوں پر ڈاکے ڈالنے کے سوا اور کچھ نہ تھا ۔ لیکن یہ لوگ بڑے بہادر ، بڑے شریف اور بڑے مہمان نواز تھے ۔ ترکمانوں کے خلاف روسیوں کی یہ پہلی مہم ناکام رہی کیونکہ اسی سال روس اور ترکی کے درمیان جنگ چھڑ گئی تھی - ۱۸۸۰ء میں روسیوں نے ریلوے لائن بچھا کر ترکمانوں کے خلاف تازہ مہم شروع کی ۔ روسی جرنیل اب کے مٹی کے تیل والے توپ کے گولے لے کر آئے تھے ۔ تا کہ ان کی مدد سے ترکمانوں کے خیموں اور جھونپڑوں کو آسانی سے آگ لگائی جاسکے ۔ ترکمانوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن دو سال کے عرصے میں وہ زار روس کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہو گئے ۔ ۱۸۸۴ء تک روسی سیاست کے نفوذ کی بدولت مرو تک کے علاقے کے ترکمان سرداروں نے اطاعت قبول کر لی ۔ روسی اثر کو بڑھانے میں ایک ترکمان سردار نور ویروی خان کی بیوی گل جمال نے بہت حصہ لیا ۔ جس کا شوہر مرتے دم تک روسیوں کا مقابلہ کرتا رہا تھا - ۱۸۸۵ء میں پنجدہ پر روسیوں اور افغانوں کے درمیان جنگ ہوئی ۔ جس میں انگریزی فوج نے جو افغانوں کی مدد کے لیے آئی تھی حصہ نہ لیا ۔ اس جنگ کے بعد روسی برطانی کمیشن نے افغانستان اور روس کے درمیان حد بندی کرا دی اور پنجدہ کا علاقہ روسیوں کے حوالے کر دیا گیا - ۱۸۹۵ء میں روس اور برطانیہ کے کمیشنوں میں پامیر کی سطح مرتفع پر اکٹھے ہو کر ہندوستان کی برطانی قلمرو اور وسط ایشیا کی روسی مملکت کے درمیان حد بندی کر لی ۔

افغانستان پر انگریزوں کی یلغاریں

انیسویں صدی مسیحی کے آغاز تک کابل کی ابدالی سلطنت کے استحکام میں افغان سرداروں کی باہمی رقابتوں اور جنگوں کے باعث ضعف کے آثار نمودار ہونے لگے ۔ یہ سلطنت پچھلی صدی کے وسط سے افغانستان ، افغانی ترکستان ، کشمیر ، پنجاب ، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل تھی جن کا انتظام شاہ افغانستان کے مامور کئے ہوئے حاکم کرتے تھے ۔

یہ حاکم عام طور پر شاہی خاندان کے افراد ہوتے تھے جو بسا اوقات خود مختار اور مطلق العنان بادشاہوں کی طرح حکومتی اقتدار قائم کرنے کی طرف مائل ہو جاتے تھے - ان کے نیچے ہر جگہ مقامی سردار اور امرا اپنی اپنی جاگیروں کا انتظام کرتے تھے - وسط ایشیا کی یہ بہادر ، غیور اور جنگجو قوم افغان اپنے زمانے کی علمی اور فنی ترقیوں سے بے خبر تھی - ان جھگڑوں کے باعث جو تخت کابل کے دعوے داروں میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے ، پنجاب کی سر زمین پر ان کی انتظامی گرفت نرم پڑ گئی اور پنجاب کی ایک نوخیز بہادر اور جنگجو قوم سکھ کے قبائلی سرداروں نے طاقت پکڑنی شروع کر دی جنہیں احمد شاہ ابدالی کی یلغاروں نے کچھ عرصہ کے لیے امن پسند رہنے کا سبق سکھایا تھا - یہ سکھ سردار برائے نام کابل کے بادشاہ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے - ان سے جاگیریں حاصل کر کے پنجاب کے اقطاع پر اپنا اقتدار قائم کر رہے تھے - ۱۸۰۲ء میں سکھ گردی کے ایک دور اندیش اور باتدبیر لیڈر رنجیت سنگھ کو مہاراجہ بنا کر پنجاب کی سر زمین میں ایک آزاد مملکت قائم کر لی - جنوبی پنجاب میں دریائے ستلج تک کی سکھ جاگیر داریاں انگریزوں کے زیر اثر آ چکی تھیں - سندھ ، بلوچستان ، پنجاب اور کشمیر کو چھوڑ کر باقی سارے ہندوستان پر انگریزی اقتدار عملاً مسلط ہو چکا تھا - اگرچہ انگریزوں نے دھلی کے مغل شہنشاہ سے تعرض نہ کیا تھا جس کی سلطنت دھلی اور اس کے نواحی دیہات تک محدود ہو کر رہ گئی تھی - مغل شہنشاہ کی حیثیت ان راجوں اور نوابوں سے بھی کمتر تھی جو انگریزی اقتدار کا جوآ قبول کر کے وسیع ریاستوں پر حکمرانی کر رہے تھے -

افغانوں کے قبائلی سرداروں کے جس جرگے نے ۱۷۴۷ء میں بمقام قندھار جمع ہو کر احمد شاہ ابدالی کو افغانستان کا بادشاہ منتخب کیا تھا اسی جرگے نے یہ فیصلہ بھی کر دیا تھا کہ درانی قوم کے دوسرے طاقتور قبیلہ بارک زئی کے سردار افغانی حکومت میں وزیر بنا کریں گے - انیسویں صدی مسیحی کے آغاز تک ابدالی کے وارثوں کے درمیان تخت کے لیے جو جھگڑے وقتاً فوقتاً کھڑے ہوتے رہے اور جیسی جیسی

سازشوں کا بازار گرم رہا - اس کے باعث بارک زئی خاندان احمد شاہ ابدالی کے پوتے زمان شاہ کا معتوب بن گیا - جس نے اس قبیلہ کے بہت سے سرداروں کو قتل کرا دیا - کچھ سردار ترکستان اور ہندوستان کی طرف بھاگ گئے لیکن اس واقعہ کے باعث افغانستان کا ملک خانہ جنگی اور بد امنی کی آماجگاہ بن گیا - ۱۸۲۶ء میں بارک زئی قبیلہ کے سرداروں نے زور پکڑ کر زمان شاہ کے پوتے شاہ شجاع کو افغانستان سے نکال دیا اور اس کی جگہ اپنی قوم کے ایک سردار دوست محمد خان کو امیر بنا لیا - شاہ شجاع کابل سے بھاگ کر لاہور میں رنجیت سنگھ کے پاس آیا - وہاں سے اسے ہندوستان کے نئے حکمرانوں یعنی انگریزوں نے اپنے پاس بلا لیا - مقصد یہ تھا کہ ضرورت پڑے تو انگریزی اقتدار کو وسط ایشیا کے ملکوں میں بڑھانے کے لیے اس مہرے کو استعمال کیا جا سکے -

اسی زمانے میں زاران روس کی حکومت اپنے اقتدار کو وسط ایشیا کے ملکوں میں توسیع دینے کی پالیسی پر بڑی سرگرمی سے عمل پیرا تھی ترکستانات میں روس کی فارورڈ (آگے بڑھنے کی) پالیسی بہت کامیاب ہو رہی تھی - انگریز توسیع اقتدار کی اس دوڑ میں روس پر بازی لے جانے کے خواهشمند تھے - ہندوستان کی وسیع مملکت میں ان کی فارورڈ پالیسی بہت اچھے اثمار پیدا کر چکی تھی - اس پالیسی کے پیش نظر ہندوستان کے انگریز حکمرانوں نے امیر دوست محمد خان کے دربار میں ایک سفارت بھیجی - اس سفارت کو اپنے استعماری مقاصد کی داغ بیل ڈالنے میں ناکامی ہوئی - شطرنج کا مہرہ انگریزوں کے ہاتھ میں تھا - اس لیے ۱۸۳۹ء میں انہوں نے سندھ اور بلوچستان کی راہ سے افغانستان پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر لیا مقصد یہ ظاہر کیا گیا کہ انگریز تخت کابل کے جائز وارث شاہ شجاع کو اس کا حق دلانے کے آرزو مند ہیں -

افغان اس مہم کے لیے تیار نہ تھے - یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ انگریز اس قسم کا کوئی اقدام کریں گے - سندھ کے مقامی امیروں نے جو تخت کابل کے زیر اثر تھے انگریزی فوجوں کو

آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی ۔ کوئٹہ ، قندھار ، قلات اور غزنی کی افغانی سپاہ بھی جو محض داخلی امن کے قیام کے لیے ان مقامات میں رہتی تھی خوب لڑی ۔ عام افغان یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے ؟ انگریزی فوجیں کابل پہنچ گئیں ۔ امیر دوست محمد خان ترکستان کی طرف پیچھے ہٹ گیا ۔ انگریزوں نے شاہ شجاع کو افغانستان کا بادشاہ بنا دیا اور ان کی فوجوں نے امن قائم رکھنے اور شاہ شطرنج کی حفاظت کرنے کے بہانے سے نہ صرف کابل کے نزدیک بالا حصار میں چھاونی ڈال لی بلکہ اپنی فوجوں کو قندھار ، غزنی جلال آباد ، چاریکار ، کوہ دامن ، بلخ اور ہرات تک پھیلا دیا ۔ اور شاہ شجاع کے پردے میں افغانوں پر حکومت کرنے کا تجربہ کرنے لگے ۔ عام افغان یہ سمجھتے تھے کہ انگریز شاہ شجاع کو بادشاہ بنا کر واپس چلے جائیں گے لیکن انہوں نے ملک کے اندر چاروں طرف اپنے پاؤں جمانے شروع کر دیئے ۔ افغانوں کی انکھیں کھلنے لگیں ان کی قومی حس بیدار ہوئی اور ۱۸۴۱ء میں انہوں نے بالا حصار کی انگریزی چھاؤنی کے علی الرغم کابل میں قیام کر کے شاہ شجاع کو قتل کر دیا ۔ امیر دوست محمد خان اس اثنا میں اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر چکا تھا جسے وہ کلکتے لے گئے تھے ۔ امیر کے بڑے بیٹے محمد اکبر خان نے کابل پر قبضہ کر کے انگریزی سفیر اور انگریزی فوج کے کمانڈر کو بالا حصار سے بلایا اور ان سے کہ دیا کہ جلد سے جلد ملک خالی کر دو اور میرے باپ دوست محمد خان کو واپس دے دو ۔ انگریز سفیر اور انگریز کمانڈر نے محمد اکبر خان سے ملک کے تخلیہ کے متعلق شرطیں طے کیں جو یہ تھیں کہ چند انگریز افسر بہ طور برغمال کابل میں رکھے جائیں گے ۔ انگریزی فوجیں افغانستان سے نکل جائیں گی افغان ان سے ہتھیار لے لیں گے اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کریں گے ۔ کابل کی انگریزی فوج جگدلک تک پہنچنے سے پہلے جلال آباد کا انگریز کمانڈر جنرل سیل اپنی فوجوں کو لے کر وہاں سے رخصت ہو جائے گا ۔ کابل چھاؤنی کے انگریز کمانڈر نے ان شرایط کی اطلاع جنرل سیل کو بھیج دی لیکن جنرل سیل نے بطور خود یا ہندوستان کے اعلیٰ حکام کی ہدایت پر جلال آباد میں ٹھہرنے اور کابل سے آنے والی فوجوں کا انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا ۔ جب اکبر خان کو یہ اطلاع پہنچی کہ جلال آباد کا انگریز

کمانڈر طے شدہ شرایط سے منحرف ہو گیا ہے اور اس امر کا اندیشہ ہے کہ دونوں فوجیں مل کر کابل پر چڑھائی کریں گی تو اس نے جگدلک کے درے میں کابل سے آنے والی انگریزی فوجوں کو گھیر لیا ۔ افغانوں نے اس جم غفیر کا قتل عام کر دیا جس کی تعداد سولہ سترہ ہزار سے زائد نہ تھی ۔ صرف برائیڈن نامی ایک انگریز ڈاکٹر کو زندہ چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ جلال آباد پہنچ کر جنرل سیل کو آگاہ کر دے کہ افغان وعدہ شکنوں کو اس طرح سزا دیا کرتے ہیں ۔ اس واقعہ نے ہندوستان کے انگریز حکام کو بہت افروختہ کر دیا ۔ چنانچہ ۱۸۴۲ء میں انگریزی فوجوں نے درہ خیبر اور درہ بولان کی راہ سے افغانستان پر چڑھائی کی ۔ یہ انتقامی مہم تھی اس لیے انگریزوں نے بلا دھڑک بستیوں کو جلایا اور کابل پہنچ کر کابل کو نذر آتش کر دیا ۔ افغانوں نے اس یلغار کو روکنے کی کوئی خاص کوشش نہ کی ۔ وہ اپنی قومی عادت کے مطابق ضرب کاری لگانے کے لیے مناسب موقع کے انتظار میں رہے ۔ انگریزی فوجیں کابل کو نذر آتش کرنے کے بعد جس راہ سے گئی تھیں اسی راہ سے واپس آ گئیں کیونکہ اس وقت تک انگریز اچھی طرح جان چکے تھے کہ افغانوں کے ملک میں فوجی طاقت کے بل بوتے پر حاکم بن کر ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں ۔ کابل میں انگریزی فوجوں کے قیام کے دوران میں افغانوں اور انگریزوں میں جو معاہدہ طے ہوا اس کی موٹی موٹی شرطیں یہ تھیں کہ انگریز امیر دوست محمد خان کو چھوڑ دیں گے اور افغان ان انگریزوں کو رہا کر دیں گے جو یرغمال کے طور پر انہوں نے روک رکھے تھے ۔ ان میں ایک انگریز خاتون لیڈی سیل بھی تھی جس کی خدمات کی تعریف میں ایک انگریز مورخ آج تک رطب اللسان ہیں یہ لیڈی سیل ہی کے اثر و رسوخ کا نتیجہ تھا کہ متذکرہ صدر صلحنامہ طے ہوا اور انگریزی فوجیں کابل کو نذر آتش کر کے سلامتی کے ساتھ واپس ہندوستان پہنچ گئیں ۔

ہندوستان کے انگریز حکمرانوں نے افغانستان پر دوسری فوجی مہم ۱۸۷۶ء میں بیجھی جب کہ وہاں امیر دوست محمد خان کا بیٹا امیر شیر علی خان فرمانروا تھا ۔ اس مہم کی وجہ یہ تھی کہ امیر شیر علی خان

ترکستانات کے روسی حکمرانوں کے ساتھ سیاسی روابط قائم کرنے کی طرف مائل تھا اور یہ بات انگریزوں کو گوارا نہ تھی جو اس وقت تک برما سے لے کر درۂ خیبر تک اور کشمیر سے لے کر راس کماری تک سارے ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے ۔ حملے کا فوری بہانہ یہ تھا کہ افغانوں نے کابل میں انگریزی سفیر کو قتل کر دیا تھا ۔ امیر شیر علی خان اسی سال فوت ہو گیا ۔ اور اس کے بیٹوں امیر محمد یعقوب خان اور سردار محمد ایوب خان سپہ سالار افواج کو انگریزوں سے نبٹنا پڑا ۔ سردار محمد ایوب خان نے قندھار کے قریب میوند کے مقام پر انگریزی فوج کو شکست دی جو کوئٹہ اور چمن کی راہ سے آگے بڑھی تھی ۔ لیکن درہ٘ خیبر کی راہ سے حملہ کرنے والی انگریزی فوجیں گنڈمک کے مقام تک بڑھ گئیں جہاں امیر محمد یعقوب خان نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا ۔ سردار محمد ایوب خان ایران چلا گیا ، اور چند سال کے بعد اس نے بھی انگریزوں کی مہمان نوازی قبول کر لی ۔ اور دونوں بھائی ہندوستان میں رہنے لگے ۔ ادھر افغانستان میں امیر شیر علی خان کے بڑے بھائی افضل خان کا بیٹا عبدالرحمٰن خان جو سولہ سال سے بخارا میں مقیم تھا شمال کی طرف سے افغانستان کے افق پر نمودار ہؤا ۔ اور تخت کابل کو خالی پا کر ١٨٨٠ء میں وہاں کا امیر بن گیا ۔ امیر عبدالرحمٰن نے ہندوستان کی انگریزی حکومت سے دوستانہ روبط قائم کیے ۔ اس امیر کے ساتھ انگریزوں نے افغانستان کی حد بندی کا معاملہ طے کیا ۔ خط ڈیورینڈ ہندوستان اور افغانستان کی نئی حد مقرر ہوا ۔ جس کے مطابق شمال مغربی ۔ سرحدی صوبہ کے آزاد قبائل کی سر زمین اور بلوچستان کا ملک انگریزی مملکت کا جزو شمار ہونے لگا ۔ انیسویں صدی مسیحی کے آخر تک امیر عبدالرحمٰن خان افغانوں پر سخت ہاتھ سے حکومت کر رہا تھا ۔ اور برطانیہ کے سرکاری کاغذات میں آپ ہز ہائی نس یعنی نواب زیر حمایت لکھا جاتا تھا ۔ امیر عبدالرحمن انگریزوں سے وظیفہ لیتا تھا ۔ اور اس شرط کا پابند تھا کہ وہ برطانی حکومت کی اجازت کے بغیر کسی دوسری سلطنت سے سیاسی روابط قائم نہیں کرے گا ۔ گویا ١٨٨٠ء سے انگریزوں کی ہندوستانی قلمرو کا نفوذ شمال مغرب میں دریائے جیحوں کے جنوبی کنارے تک پہنچ چکا تھا ۔

۱۹۰۱ء میں امیر عبدالرحمان خان کے جانشین امیر جیب اللہ خان نے اگرچہ ہز میجسٹی کا شاہی لقب اختیار کر لیا لیکن افغانستان کی خارجہ پالیسی بدستور بکی رہی۔

ہندوستان پر انگریزی اقتدار

انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں ہندوستان کا بیشتر حصہ براہ راست برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے میں آچکا تھا اور بعض اقطاع کے نواب اور راجے برضا و رغبت انگریزی اقتدار کی سیادت قبول کر چکے تھے۔ بنگال، بہار، اڑیسہ، شمالی سرکار، گنتور، تنجور، اور ملیبار کے صوبے انگریزی عملداری میں شامل ہو چکے تھے۔ ۱۸۰۰ء میں انگریزوں نے میسور کے اضلاع نظام دکن سے انعام کے طور پر حاصل کر لیے۔ ۱۸۰۱ء میں نواب کرناٹک پر دباؤ ڈال کو اس کی جاگیر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ نیز اودھ کے وزیر پر دباؤ ڈال کر گورکھپور اور بریلی کے اضلاع ھتھیا لیے۔ ۱۸۰۲ء میں مرہٹوں کے پیشوا سے جنگ کر کے بندھیل کھنڈ کی سرزمین پر قبضہ جمایا۔ کٹک اور بلا سور برار کے راجہ سے حاصل کئے۔ ۱۸۰۳ء میں گوالیار کے مرہٹہ راجا سندھیا سے لڑ کر دھلی کی ولایت کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ اور اس طرح دھلی کا مغل شہنشاہ جو پہلے مہاراجہ سندھیا کے زیر حمایت زندگی بسر کر رہا تھا انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی پناہ میں آ گیا۔ ۱۸۰۵ء میں گائیکواڑ کے مرہٹہ راجا سے جنگ کی اور اس سے گجرات کاٹھیاواڑ کے بعض حصے ھتھیا لیے۔ ۱۸۱۸ء میں مرہٹہ راجا ھلکر سے لڑ کر کاندیش وغیرہ کا علاقہ حاصل کیا۔ اجمیر مہاراجہ سندھیا سے اور پونا اور مہاراشٹر کے علاقے مرہٹہ پیشوا سے لے لیے۔ اسی سال دریائے نربدا پر کے بعض اضلاع برار کے راجے سے حاصل کئے۔ ۱۸۲٦ء میں انگریزوں کی توسیع اقتدار کی مہم نے بھرت پور کا قلعہ وھاں کے جاٹ راجہ سے جیتا جسے اھل ھند ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے اور مشرق میں آوا کے مہاراجہ سے لڑائی چھیڑ کر آسام، اراکان اور تناسرم کے ملک حاصل کئے۔ ۱۸۳۴ء کورگ کی ریاست انگریزی قلمرو میں شامل کر لی گئی۔ ۱۸۳۹ء میں

افغانستان کی تسخیر کے لیے مہم بھیجی جس کا حال ہم پچھلی فصل میں بیان کر آئے ہیں۔ ۱۸۴۳ء میں انگریزوں نے امیران سندھ سے اس بات کا انتقام لیا کہ انہوں نے کابل کی مہم کی راہ میں روڑے اٹکائے تھے۔ ان کے خلاف تعزیری مہم بھیجی گئی جس نے امیران سندھ کے اقتدار کا خاتمہ کر کے سندھ کو ہندوستان کی برطانی مملکت میں شامل کر دیا۔ افغان اپنے حلیفوں یعنی سندھ کے امیروں کو کسی قسم کی امداد دینے سے قاصر رہ گئے۔

۱۸۴۶ء میں انگریزوں کی فارورڈ پالیسی نے پنجاب کی سر زمین کو تاکا جہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ ایسے دانشمند حکمران کی وفات کے بعد بد نظمی پھیل رہی تھی۔ اور سکھ سردار اور فوجی افسر طرح طرح کی سازشوں کا شکار ہو رہے تھے۔ ۱۸۴۶ء میں ضلع لدھیانہ اور ضلع فیروز پور کے مقامات علی وال، مدکی، پھیرو اور سبراؤں میں انگریزی اور خالصہ لشکر کے درمیان لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں سکھوں نے شکستیں کھائیں۔ انگریزی فوجیں آگے بڑھ کر لاہور پر قابض ہو گئیں۔ ۱۸۴۹ء میں سکھوں نے چیلیانوالا ضلع گجرات میں پنجاب کی سر زمین انگریزوں کے ہاتھ سے چھڑانے کے لیے آخری جنگ کی اور اس میں بھی شکست کھائی۔ سکھوں کے اقتدار کا ستارہ غروب ہو گیا۔ ان کے جنگجو سردار مارے گئے۔ باقیوں نے انگریزوں کی اطاعت قبول کر لی۔ سکھ جلد ہی اپنے راج کے نقصان کو بھول کر انگریزی فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ اور انگریزوں کی ہندوستانی افواج کا اہم عنصر شمار ہونے لگے۔ سرکار انگریزی کے لیے ان کی جنگی خدمات کا ریکارڈ بہت شاندار ہے۔ یہی حال پنجاب کے مسلمانوں کا ہوا جنھوں نے سکھ گردی سے تنگ آ چکنے کے باعث انگریزوں کے اقتدار کو خوش آمدید کہا۔ پنجابی مسلمان بھی سکھوں کی طرح انگریزوں کی ہندوستانی افواج کا بہت اہم عنصر تھے اور بڑے شوق سے بھرتی ہوتے رہے۔ اہل پنجاب کی یہ خاصیت یعنی فاتحین کی جنگی خدمات وفاداری سے بجا لانے کی خصوصیت تاریخی ریکارڈ میں پہلے بھی کئی مرتبہ ثبت ہو چکی ہے۔ پرانے ریکارڈ ظاہر کرتے ہیں کہ چوتھی صدی قبل مسیح

میں جب ایران کے شہنشاہ زرکسیز نے یونان پر چڑھائی کی تھی تو اس کے لشکر میں پنجابیوں کی پلٹنیں بھی شامل تھیں ازاں بعد سکندر اعظم نے بھی انہیں اپنے لشکر میں بھرتی کیا - اور سلطان محمود غزنوی کے عہد کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۰۱ء کے پہلے حملے کے چند سال بعد جب محمود کو ترکستان کی طرف لشکر بھیجنا پڑا تو اس میں پنجابی سپاہ بھی شامل تھی -

اہل ہند کی جنگ آزادی

۱۸۵۶ء میں انگریز حکمرانوں نے اودھ کی مملکت کو برطانی مقبوضات میں شامل کر لیا جو ایک سو سال سے حیدر آباد دکن کی طرح ایک خود مختار ریاست چلی آ رہی تھی - ۱۸۵۷ء کے آغاز میں انگریزوں نے ہندوستان سے ایک فوجی مہم بحری راستے سے ایران کی سر زمین کو سر کرنے کے لیے بھیجی جس نے بو شہر پر قبضہ کر لیا - ادھر برطانیہ کی ہندوستانی فوجوں میں بد دلی پھیل رہی تھی - اور سر کشی کا مواد پک رہا تھا ، جو گرمی کے موسم میں پھوٹ پڑا - سب سے پہلے میرٹھ کی چھاؤنی کے ہندوستانی سپاہیوں نے سر اٹھایا اور انگریز فوجوں سے لڑ کر انہیں قلعے میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا - اس کے بعد یہ سپاہی دھلی کی طرف چل کھڑے ہوئے جہاں انہوں نے ابوظفر محمد بہادر شاہ کو سلامی دی - بریلی ، فتح گڑھ ، الہ آباد ، لکھنو اور وسط ہند کی دوسری چھاؤنیوں میں بھی ہندوستانی فوجیں بگڑ گئیں - انگریزوں کی گوری فوجیں جا بجا محصور ہو گئیں - انگریز حکام کو ایران کی مہم واپس بلانی پڑی - اس کے علاوہ انہوں نے چین سے اپنا جنگی بیڑا بھی منگوا لیا - دھلی ، صوبجات آگرہ و اودھ ، اور وسط ہند کی چھاؤنیاں اس تحریک سے زیادہ متاثر ہوئیں لیکن ہندوستان کے نواب ، راجے ، امرا اور بڑے بڑے زمیندار سرکار برطانیہ کی خیر خواہی کا دم بھرتے رہے - دیگر مقامات کی چھاؤنیوں میں دیسی سپاہیوں سے ہتھیار لے لیے گئے - انگریز فوجی افسروں نے اس موقع پر ہمت سے کام لیا - عام آبادیوں میں بعض لوگ کافی تعداد میں حکومت برطانیہ کے ہمدرد بنے رہے - کیونکہ انہیں

هندوستانی فوجوں کی کامیابی کا یقین نہ تھا ، اور ان میں بہتوں کے مفاد انگریز حکمرانوں کی غلامانہ خدمت گزاری سے وابستہ ہو چکے تھے - پنجاب کی سر زمین جسے انگریزوں نے دس سال پہلے سر کیا تھا ، سرکار کی وفادار رہی - سکھوں اور پنجابی مسلمانوں نے انگریزی اقتدار کو بحال کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کر دیں - انگریز جرنیلوں نے ملک کو از سر نو فتح کرنے کی مہمیں شروع کیں - اور چند مہینوں میں سپاہیوں کی شورش کو دبا لیا - انگریزوں نے دھلی پر چڑھائی کی اور دھلی کو سر کر کے مغل شہنشاہ کو گرفتار کر لیا - بادشاہ کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا گیا اور خود بادشاہ کے لیے برما کے شہر رنگون کی نظر بندی تجویز ہوئی جس پر انگریز ۱۸۲۶ء میں قبضہ جما چکے تھے - آزادی کی اس ناکام سی کوشش میں جس میں نصف سے زیادہ آبادی نے کوئی دلچسپی نہ لی بلکہ سرکار انگریزی کو خفیہ اور اعلانیہ ہر قسم کی امداد دی - هندوستان نے رانی جھانسی ، تانتیا پی اور شہزادہ مغل بہادر ایسے سرفروش لیڈر پیدا کئے - اس شورش کو بزور شمشیر فرو کرنے کے بعد انگریز حکام نے ملک کو ایسے لوگوں کے وجود سے پاک کرنے کی زبردست مہم شروع کر دی جو اجنبیوں کی غلامی کو کراهت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - هزاروں اشخاص قتل کر دیئے گئے - هزاروں قید ہوئے - بے شمار لوگوں کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں - اور شریف خاندانوں کو مفلوک الحال بنا دیا گیا - اجنبی اقتدار کے خلاف اهل هند کا یہ ایک اضطراری سا احتجاجی مظاهرہ تھا - جسے اس وقت کے حساس عنصر نے جان و مال کی قربانی دے کر تاریخ کے صفحات پر ثبت کرا دیا - اس کے بعد هندوستان غلام ہو گیا اور صرف ایسے لوگ باقی رہ گئے جو غلامی کی زندگی گزارنے پر بہ طیب خاطر رضا مند تھے - ۱۸۵۸ء میں تاج برطانیہ نے جو ان دنوں ملکہ وکٹوریا کے سر پر تھا مملکت هند کا انتظام ایسٹ انڈیا کمپنی کے هاتھ سے براہ راست اپنے هاتھ میں منتقل کر لیا اور اس مضمون کا اعلان کر دیا گیا کہ ملکہ معظمہ کی هندوستانی رعایا کو مذهبی آزادی حاصل ہوگی اور سرکار انگریزی ان کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہے گی -

شرق الہند اور مشرق اقصیٰ میں نفوذ

انیسویں صدی مسیحی میں انگریز قوم اپنے اقتدار و استعمار کو توسیع دینے کے لیے دوسری اقوام کی به نسبت بہت زیادہ سرگرم عمل رہی - جنوبی افریقہ ، مشرق افریقہ ، مصر ، سوڈان ، سمالی لینڈ ، ھندوستان ، برما ، افغانستان اور ایران کی سر زمینوں میں اس قوم کی اقتدار خواھانہ سرگرمیوں کا حال ہم پچھلی فصلوں میں بیان کر آئے ھیں - اس کے علاوہ یہ بھی لکھ چکے ھیں کہ آسٹریلیا ، تسمانیا اور نیوزی لینڈ کی مستعمرات کے استحکام کے لیے اس قوم کے افراد نے اس صدی میں کیا کچھ کر دکھایا - اتنے ملکوں میں مصروف عمل ہونے کے باوجود انگریزوں کی اقتدار خواھانہ دست برد سے شرق الہند اور مشرق اقصیٰ کے ملک بھی محفوظ نہ رہ سکے - چنانچہ ۱۸۱۹ء میں انہوں نے جزیرہ نمائے ملایا کی جنوبی ریاست جیهور کے سلطان سے سنگاپور کا جزیرہ ٹھیکہ پر لیا اور وھاں نوآبادی قائم کر لی - ۱۸۲۳ء میں قادح کے سلطان سے جزیرہ پینانگ حاصل کر لیا - اس طرح جزیرہ نمائے ملایا پر اپنے اقتدار کا جال بچھانے کی طرح ڈال دی - آهسته آهسته ملایا کی ریاستوں کے سلاطین اور امرا سے زمینیں حاصل کر کے اس ملک پر قبضہ جما لیا اور ان سلاطین کو اپنے زیر حمایت زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا - استعمار کوشی میں انگریز قوم کے حوصلے اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ایک انگریز طالع آزما نے ۱۸۳۸ء میں اپنی حکومت کی مدد کے بغیر بورنیو کے عرب سلطان سے سراواک میں نو آبادی قائم کرنے کی اجازت لے لی اور زمینوں کو اس عمدگی سے آباد کیا اور سیر حاصل بنایا کہ سلطان نے اسے سراواک کا راجا بنا دیا - اس انگریز کی اولاد آج تک سراواک کی جاگیردار چلی آ رہی ہے -

اس کے علاوہ انگریزوں نے چین کی مملکت کے ساتھ بھی چھیڑ خانی کا فرض سر انجام دینے کو فراموش نہ کیا - ۱۸۰۸ء میں انگریزی بیڑے نے مکاؤ کی بندرگاہ پر حملہ کر کے جزیرے پر قبضہ جمالیا - ۱۸۲۰ء تک چین کی شاھنشاھی حکومت سے افیون فروشی پر اصرار کر کے لڑائی چھیڑ لی - اور انگریزوں کی بحری اور بری فوجیں چین کی دفاعی طاقت کا

امتحان لینے لگیں ۔ متعدد لڑائیوں کے بعد جن میں عارضی طور پر صلحیں بھی ہوتی رہیں انگریزوں نے ایک جنگ میں شہنشاہ چین پر نمایاں غلبہ حاصل کر لیا اور اس کے نتیجے میں ہانگ کانگ کا جزیرہ ہتھیا لیا ۔ چین کے شہنشاہ کو جنگ کے تاوان کے علاوہ افیون کا تاوان بھی ادا کرنا پڑا اور انگریزوں کو چین کے اندر افیون اور دیگر اشیا کی تجارت کرنے کی اجازت مل گئی - ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے چین کے ساتھ پھر جنگ چھیڑ دی لیکن ان کے جنگی بیڑے کو ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی طرف لنگر اٹھانے پڑے کیونکہ وہاں دیسی فوجوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا - ۱۸۶۰ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی ایک متحدہ مہم نے پیکن پر حملہ کر کے شنہشاہ چین کے محلات کو مسمار کر دیا اور معاہدہ میں مزید مراعات حاصل کرلیں ۔ اس قسم کی چھیڑ چھاڑ چین کی قدیم ترین مملکت کے ساتھ برابر جاری رہی اور انگریز اور دوسری فرنگی قومیں چین کے اندر قدم جمانے کے لیے برابر مراعات حاصل کرتی گئیں - انہوں نے چین کی بندرگاہوں میں اور اندرون ملک کے شہروں میں اپنی تجارتی نو آبادیاں قائم کیں اور گورے باشندوں کے لیے امتیازی قانونی مراعات منوائیں ۔ تجارت کے ٹھیکے حاصل کئے - غرض چین کو کمزور کرنے کے لیے تمام وہ حیلے برتے جن کا تجربہ انہیں تین سو سال کی کامیاب استعماری کوششوں کے دوران میں حاصل ہو چکا تھا ۔

جاپان کے لوگ ۱۶۳۸ء سے "اجنبیوں پر دروازے بند" پالیسی اختیار کئے ہوئے تھے ۔ لیکن یہ بات فرنگی اقوام کے مفاد کے خلاف تھی - ۱۸۳۸ء میں ٹوکیو کی کھاڑی پیڈو میں امریکہ کا ایک جنگی جہاز اجازت حاصل کئے بغیر داخل ہوا ۔ جاپانیوں نے اسے توپ کے فائر کر کے بھگا دیا - ۱۸۴۹ء میں امریکی جہاز نے پھر جاپان کی بندرگاہ میں داخل ہونے کی کوشش کی اسے بھی واپس کر دیا گیا - ۱۸۵۳ء میں امریکہ کے ایک بحری کپتان کمانڈر پیری کے چار جنگی جہاز جاپان کی ایک بندرگاہ میں داخل ہوئے وہ بھی اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے ۔ اگلے سال کمانڈر پیری دس جنگی جہاز لے کر آیا ۔ امریکہ کی بحری فوج کیوٹو میں جبراً

داخل ہوئی ۔ جاپانی اس ماجرا کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے ۔ امریکیوں نے جاپانیوں سے بعض تجارتی مراعات حاصل کر لیں ۔ اس کے بعد روس ، ھالینڈ اور برطانیہ کے لوگوں نے بھی طالع آزمائی کی اور ۱۸۶۱ء میں انگریزوں نے جاپان کے ساتھ جنگ چھیڑ دی ۔ برطانی جنگی جہاز نے جاپان کے ایک شہر پر گولے برسائے ۔ ۱۸۶۴ء میں برطانیہ ، فرانس ، ڈچ اور امریکہ کے متحدہ بیڑے نے جاپانی شہروں پر بمباری کی ۔ جاپانی ایسی مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے ۱۸۶۵ء میں اقوام فرنگ سے یہ معاہدہ کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ان کے تاجروں کو جاپان کی بندرگاھوں میں تجارت کرنے کی اجازت ہوگی ۔ لیکن اس واقعہ نے تیز فہم جاپانی قوم کی آنکھیں کھول دیں ۔ وہ اسی دن سے اپنی قومی تعمیر و ترقی کے کام میں سرگرمی سے مصروف عمل ہو گئے ۔ علم و ھنر میں اقوام فرنگ کے برابر ہونے کے لیے جد و جہد شروع کر دی اور اپنے داخلی نظم و نسق کو درست کرکے اپنی طاقت کو مضبوط کرنے لگے ۔ ۱۸۹۵ء تک جاپانی ھر لحاظ سے ایک متمدن اور ترقی یافتہ قوم تھے ۔ اقوام مشرق میں صرف یہی ایک قوم تھی جو فرنگیوں کی اقتدار خواھانہ ضرب کے ایک ھی جھٹکے سے بیدار ہوکر اپنی حفاظت اور مدافعت کے ضروری سامان مہیا کرنے لگی ۔ باقی قوموں نے اس معاملہ میں حیرت انگیز غفلت اور کاھلی کا ثبوت دیا حالانکہ ان پر فرنگی استعمار کا عمل جراحی مدتوں پہلے جاری ہو چکا تھا ۔ ۱۸۹۴ء میں جاپانیوں نے چین پر حملہ کرکے یہ ظاھر کر دیا کہ استعمار کوشی اور اقتدار خواھی کے میدان میں ایک ایشیائی قوم بھی اقوام فرنگ کی حریف پیدا ہو گئی ھے ۔ ۱۸۹۸ء میں جرمنی نے چین کی بندرگاہ شان ٹونگ پر قبضہ کیا اور روس نے لیاؤٹونگ کے علاقہ پر قبضہ کرکے اپنی ریلوے لائن پورٹ آرتھر تک بڑھا لی ۔ ۱۹۰۰ء میں روس نے مانچوریا پر اور برطانیہ نے دی ھائی وی کے ضلع پر قبضہ جما لیا ۔ چینی شہنشاھیت اس حد تک کمزور ہو چکی تھی کہ وہ اپنے جسم کی اس قطع و برید کو روکنے کے لیے کسی قسم کی حرکت نہ کر سکی ۔

ایران، ترکی اور مصر

ایران - مملکت ایران کا شاھنشہی اقتدار ۱۷۹۵ء سے قاچاری خاندان کے ھاتھ میں منتقل ھو چکا تھا - اس خاندان کے اکثر بادشاہ اس دور کے دوسرے ایشیائی حکمرانوں کی طرح محض شخصی اقتدار کو قائم و بحال رکھنے پر قانع رھے - انھوں نے اپنے ھاں کے نظم و نسق کو بہتر بنانے اور عام رعایا کی تعلیم و تربیت پر بہت کم توجہ مبذول کی - ۱۸۲٦ء میں روس نے ایران کے ساتھ جنگ چھیڑ دی جو ۱۸۲۸ء تک جاری رھی - روسیوں نے ایرانیوں سے قفقاز کے متعدد اضلاع مثلاً گرجستان ، داغستان ، غازان اور شیروان چھین لیے - روسی ایران کی سر زمین میں اور بھی آگے بڑھ آتے لیکن برطانی حکومت نے روس کے اس اقدام کو اپنے استعماری مفاد کے لیے باعث خطر جانا اور بیچ میں پڑ کر صلح کرا دی - اس وقت سے ایران کی سرزمین روس اور برطانیہ کی استعماری پالیسیوں کے درمیان آستخوان مخاصمت بنی ھوئی ھے -

ناصرالدین قاچار جس نے ۱۸۴۸ء سے لے کر ۱۸۹٦ء تک حکومت کی اس خاندان کا مشہور بادشاہ گزرا ھے - اس بادشاہ نے یورپ کے ملکوں کی سیاحت کی - اس کے عہد میں محمد علی باب نے پیغمبری کا دعویٰ کر کے ایک نئی مذھبی تحریک شروع کی جو ملاؤں اور شیعہ مجتہدوں کے سخت خلاف تھی - محمد علی باب اپنے نئے مذھب کی تبلیغ صرف پانچ سال کرنے پایا تھا کہ ۱۸۵۰ء میں ایران کی حکومت نے مجتہدیں کے فتوے سے متاثر ھو کر اسے قتل کرا دیا - محمد علی باب کے پیروؤں میں اضافے کا سبب ایک شعلہ مقال عورت قرۃالعین طاھرہ کی سرگرمیاں بھی تھیں جو زبردست خطیبہ اور شاعرہ تھی - ۱۸۵۲ء میں کسی نے بادشاہ پر قاتلانہ حملہ کیا - اس حملے کو باب کے پیروؤں کی حرکت سمجھا گیا - اس

لیے حکومت ایران نے بابیوں کو سخت سزائیں دیں - ۱۸٦۴ء میں تمام بابی ایران کی سر زمین سے نکال دیئے گئے اور باب کے جانشین عبدالبہا نے عکہ میں بیٹھ کر ایک نئے مذہبی سلسلے کی طرح ڈالی - بعض انگریز اور امریکی بھی اس نئے مذہب کے پیرو بن گئے - بعض لوگوں کا خیال ھے کہ محمد علی باب کی مذہبی رنگ کی تحریک کو روس کی خفیہ امداد حاصل تھی جو اس تحریک کے فروغ کی آڑ میں ایران کے اندر اپنا نفوذ بڑھانے کا خواھاں تھا -

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ھندوستان سے ایران کو سر کرنے کے لیے ایک مہم بھیجی لیکن اس سال ھندوستان میں دیسی فوجوں نے اپنے ملک کی چھنی ھوئی آزادی حاصل کرنے کے لئے انگریزی اقتدار کے خلاف بغاوت کر دی اس لیے انگریز اپنی فوجیں واپس لے جانے پر مجبور ھو گئے اور ۱۸۵۸ء میں ناصرالدین کے ساتھ معاھدہ طے کر لیا اور انگریزوں کو اپنے ملک میں بہت سی تجارتی اور دوسری مراعات دے دیں - ایران کی سر زمین میں اس وقت تک پڑھے لکھے اشخاص کی ایک جمعیت پیدا ھو چکی تھی جو فرنگی اقوام کی استعماری چالوں کو بخوبی سمجھتی تھی - انہوں نے ان مراعات کے خلاف احتجاجی مظاھرے کئے - ان مظاھروں کو برپا کرنے میں دنیائے اسلام کے ایک عالم دین مفکر سید جمال الدین افغانی کا بہت ھاتھ تھا - ۱۸۹۰ء کے قریب ایران کے جدید خیال اشخاص نے اپنے ملک میں دستوری حکومت قائم کرنے کے لیے خفیہ انجمنیں قائم کرنی شروع کر دیں - اور ناصر الدین شاہ ۱۸۹٦ء میں کسی نوجوان ایرانی کے ھاتھ سے قتل ھؤا -

ترکی - ۱۸۲۱ء میں یونان کے باشندوں نے شاھان یورپ کی شہ پا کر سلطان ترکی کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا - سلطان نے مصر کے خدیو محمد علی پاشا سے جو ترکی کے زیر حمایت ۱۸۱۱ء ھی سے نیم آزاد سی ریاست قائم کر بیٹھا تھا امداد طلب کی - محمد علی نے اپنے بیٹے ابراھیم پاشا کو بحری بیڑا اور لشکر دے کر روانہ کیا جس نے باغی یونانیوں کی سرکوبی کرکے شورش دبا دی - یورپ کے حکمرانوں نے جب

یہ دیکھا کہ یونانی اپنا مقصد حاصل کرنے سے قاصر رہ گئے اور ترکی سلطنت کے حصے بخرے کرنے کی جو سکیم وہ سوچ رہے تھے اس کی پہلی شق ہی ناکام رہ گئی ہے تو ۱۸۲۷ء میں روس ، فرانس اور انگلستان نے سلطان پر دباؤ ڈالنے کے لیے آپس میں اتحاد کر لیا ۔ سلطان سے یونان کے متعلق بات چیت کرنے کے لیے سفرا بھیجے گئے اور ''دلیل'' کو قوی بنانے کے لیے فرانس اور انگلستان کا بحری بیڑا بھی بحیرہ ایجیئین کے پانیوں میں پہنچ گیا ۔ اس بیڑے نے ناوارنیو کے مقام پر ترکی اور مصر کے بیڑے کو شکست دی ۔ فرانسیسیوں نے یونان کے ساحل پر اپنی خشکی کی فوجیں بھی اتار دیں ۔ ۱۸۲۸ء میں زار روس نے شمال کی طرف سے ترکی پر حملہ کر دیا ۔ وارنا کے والی نے روسیوں سے رشوت لے کر قلعہ ان کے حوالے کر دیا لیکن شوملہ کے محاصرے میں ترک سپاہ ڈٹ گئی اور روسیوں کو مجبور ہو کر محاصرہ اٹھانا پڑا ۔ قفقاز میں روسیوں نے ترکوں پر نمایاں کامیابی حاصل کر لی اور آرمینیا کی ولایت کا بہت سا علاقہ سر کرکے ایک ایسے قلعے پر قبضہ جما لیا جو جنگی اہمیت کے لحاظ سے بہت اچھے موقع پر تھا ۔ ۱۸۲۹ء میں روسی فوج نے رومانیہ اور بلغاریہ کی ترکی ولایات میں سے گزر کر ادرنہ (ایڈریا نوپل) پر قبضہ جما لیا اور قسطنطنیہ کا شہر خطرے میں پڑ گیا ۔ سلطان نے دب کر روس سے صلح کر لی ۔ یونان کی سر زمین آزاد کر دی گئی ، تاوان جنگ اور بہت سی دوسری مراعات روس کو دینی پڑیں ۔ شاہان یورپ نے یونان کا تاج شاہ بویریا کے ایک بیٹے آتھو کے سر پر رکھا ۔

۱۸۳۱ء میں مصر کے خدیو محمد علی پاشا نے سلطان ترکی کی سیادت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا اور شام پر چڑھائی کی ۔ سلطان کی فوجوں نے شکست کھائی ۔ محمد علی پاشا نے ایشیائے کوچک کی راہ سے استنبول کی طرف پیش قدمی کی لیکن زار روس نے مداخلت کر کے اسے روک دیا اور اس امداد کے معاوضہ میں سلطان سے بعض مراعات حاصل کر لیں ۔ یورپ کی دول عظمیٰ کو شبہ تھا کہ فرانس کی حکومت خفیہ طور پر محمد علی پاشا کو شہ دے رہی ہے اور امداد کر رہی ہے ۔ ۱۸۳۹ء

میں سلطان کے بحری بیڑے نے اسکندریہ کی بندرگاہ پر حملہ کیا اور ایک لشکر نے شام پر چڑھائی کی۔ دونوں جگہ سلطان کی فوجوں کو شکست ہوئی اور خدیو مطالبہ کرنے لگا کہ وہ شام کی سر زمین پر قابض رہے گا۔ یہ حال دیکھ کر انگلستان، پرشیا، آسٹریا اور روس نے سلطان سے معاہدہ طے کر کے محمد علی پاشا کو شام پر قبضہ جمانے سے روکنے کی کوشش کی اور انگریزی فوج نے شام کی سر زمین میں اتر کر خدیو کی فوجوں کو شکست دی۔ خدیو نے شام چھوڑ دیا لیکن ۱۸۴۰ء میں سلطان کی سیادت سے آزاد ہو کر مصر کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ تاہم مصر کی خارجہ سیاست کا اختیار سلطان ترکی ہی کے ہاتھ میں رہا۔

یونان اور مصر کے اس طرح آزاد ہو جانے سے دول یورپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ ترکی کے سلطان کی طاقت جو کسی وقت سارے یورپ کو لرزہ بر اندام رکھتی تھی اب ختم ہو چکی ہے۔ چنانچہ ۱۸۵۳ء میں زار روس نکولس اول نے ترکی کو یورپ کا مرد بیمار قرار دے کر وادیٔ ڈینیوب میں ترکی کے ممالک محروسہ پر حملہ کر دیا۔ ترکی کے متعلق دول یورپ کی سیاست بدل چکی تھی۔ فرانس اور انگلستان یہ سمجھنے لگے تھے کہ ترکی کی سر زمین پر روس کا قبضہ ان کے استعماری اور شاہنشاہی منصوبوں کے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔ اس لیے فرانس اور انگلستان نے آپس میں مفاہمت کرکے روس سے جنگ چھیڑ دی۔ ایک جنگی بیڑا بحیرہ بالٹک میں بھیجا گیا۔ دوسرے بیڑے نے آبناؤں میں گزر کر جزیرہ نمائے کریمیا میں فوجیں اتاریں۔ دو سال لڑائی ہوتی رہی۔ انگریزوں، فرانسیسیوں اور ترکوں کی افواج نے متعدد مقامات پر قبضہ کر لیا۔ اور بالآخر سباسٹوپول کا بحری مرکز بھی سر ہو گیا۔ روس کو اتحادیوں کی شرطیں ماننی پڑیں۔ اس نے بعض چھینے ہوئے اضلاع ترکی کو واپس کر دیے۔ بحیرہ اسود کو آزاد سمندر مان لیا اور وعدہ کیا کہ وہ اس کے ساحل پر جنگ کے لیے اسلحہ سازی کے مرکز قائم نہیں کرے گا۔ ترکی کے سلطان نے جو خلیفةالمسلمین بھی تھا انگریزوں کی اس امداد پر شکر گزاری کا اظہار یوں کیا کہ ۱۸۵۷ء میں جب

ھندوستان کے حریت پسند مسلمانوں اور ھندوؤں نے مل کر انگریزی اقتدار کے خلاف آزادی کی جنگ شروع کی تو خلیفہ نے اس مضمون کا فتویٰ لکھ کر انگریزوں کو دے دیا کہ ھندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں سے نہیں لڑنا چاھیے کیونکہ وہ خلافت اسلامیہ کے حلیف و ھمدرد ثابت ھو چکے ھیں ۔

۱۸۷۵ء میں زار روس نے خفیہ ریشہ دوانیوں سے کام لے کر بلغاریہ کے لوگوں کو ترکی سیادت کے خلاف بغاوت پر بھڑکا دیا اور یہاں بھی وھی چال چلی گئی جو پچاس سال پہلے یونان کے بارے میں اختیار کی گئی تھی ۔ ترکی فوج کو بلغاریوں کی بغاوت فرو کرنے میں کامیاب ھوتا دیکھ کر زار روس نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور لڑائی چھیڑ دی ۔ ایک سال جنگ ھوتی رھی جس میں روسیوں کا پلہ بھاری رھا ۔ سان سٹیفینو کے مقام پر روس اور ترکی کے درمیان عارضی صلح ھوئی جس میں برطانی حکومت نے ترکی کا ھمدرد بن کر مداخلت کی ۔ برطانیہ کی وساطت سے ۱۸۷۷ء میں ترکی اور روس کے درمیان برلن کا معاھدہ طے ھوا جس میں یورپ کی تمام بڑی طاقتوں نے شرکت کی ۔ اس معاھدے کی رو سے رومانیہ ، بلغاریہ اور سرویا کی ریاستیں آزاد کر دی گئیں ۔ ان سب کے لیے عیسائی بادشاہ مہیا کیے گئے ۔ بوسینا اور ھرزے گوئیا کے صوبے آسٹریا نے ھتھیا لیے اور انگریزوں نے ان خدمات کے معاوضہ میں جو انہوں نے متذکرہ صدر صلح کرانے کے لیے سر انجام دی تھیں ترکی سے جزیرہ قبرص حاصل کر لیا ۔ اس طرح ترکی سلطنت یورپ کی سر زمین میں قسطنطنیہ اور اس کی نواحی ولایت تھریس ھی تک محدود ھو کر رہ گئی جس پر زوال پذیر اور کمزور ترکوں کو صبر کرنا پڑا ۔

۱۸۹۷ء میں یونان نے یورپ کی بعض دول کی شہ پا کر ترکی سے جنگ چھیڑ دی ۔ ترکوں نے یونان کے صوبہ تھسلی پر قبضہ کر لیا ۔ یہ دیکھ کر کہ ترکوں میں ابھی مقابلہ و مزاحمت کی جان باقی ھے ، دول یورپ کود پڑیں جنھوں نے ترکی اور یونان کے درمیان صلح کرا

دی ۔ ترکوں کو تھسلی کی فتح کی ہوئی زمین کسی قسم کے معاوضہ کے بغیر چھوڑنی پڑی ۔

مصر ۔ مصر کے خدیو عملی حیثیت سے ۱۸۴۰ء ہی میں خود مختار ہو چکے تھے ۔ لیکن مصر پر سلطان ترکی کی برائے نام سیادت قائم تھی ۔ ۱۸۷۰ء میں خدیو اسماعیل نے سلطان ترکی سے اس مطلب کی اجازت بھی حاصل کر لی کہ مصر کے حکمران سلطان کی اجازت اور منظوری کے بغیر بیرونی طاقتوں سے معاهدات طے کر سکیں گے ۔ اس آزادی کا نتیجہ یہ ہؤا کہ مصر کے خدیو انگریزوں کی سیاست کے ھاتھ میں کھیلنے لگے اور انگریزوں نے مصر کے اندرونی انتظامی معاملات میں مراعات حاصل کرکے اپنے اثر و دخل کو بڑھانا شروع کر دیا ۔ ۱۸۸۳ء میں برطانی حکومت نے ترکی کے سلطان سے جو مصر کا شہنشاہ متصور ہوتا تھا مصر کے انتظامی معاملات میں دخیل ہونے کی سند حاصل کر لی اوو اس طرح انگریز مصر کے متولی بن گئے ۔ معاهدوں کے کاغذات میں ابھی تک مصر پر سلطان ترکی کی سیادت تسلیم کی جا رھی تھی ۔ مصر کے برائے نام حکمران خدیو سمجھے جاتے تھے اور ملکی انتظام کی باگ ڈور انگریزوں کے ھاتھ میں منتقل ہوگئی جنہوں نے آھستہ آھستہ مصر کے اندر کئی طرح کی مراعات حاصل کر لیں ۔ یہ مراعات تجارتی اجارہ داری ، الگ بستیاں بسانے ، غیر ملکی اشخاص کے لیے کئی طرح کی امتیازی سہولتیں مہیا کرنے ، فوج رکھنے وغیرہ کے متعلق تھیں ۔ دول یورپ نے اس قسم کی مراعات مصر کے علاوہ ترکی ، ایران ، چین اور دیگر ایشیائی ملکوں کے خود مختار اور مطلق العنان فرمانرواؤں سے بھی حاصل کیں جو ان کی استعماری پیش رفت کے لیے ھراول دستوں کا کام دیتی تھیں ۔

ترکی کی سلطنت کے حصے بخرے کرنے کے لیے دول فرنگ کی استعماری سیاست آئے دن نئے نئے سوال کھڑے کرنے کے درپے رہتی تھی - یونان ، رومانیہ ، بلغاریہ ، سرویا اور مصر کو ترکی سیادت سے الگ کرلینے کے بعد ۱۸۹۵ء میں ایک نیا مسئلہ تراشا گیا ـ اس سال یورپ کے یہودیوں کی ایک عالمگیر انجمن معرض وجود میں لائی گئی جس نے فلسطین کی سرزمین پر اپنا تین ہزار سال پہلے کا حق جتا کر یہ مطالبہ وضع کیا کہ انہیں فلسطین میں از سر نو آباد ہونے کا موقع ملنا چاہئے - اس مسئلہ نے اگلی صدی میں اول درجے کی بین الاقوامی اہمیت حاصل کرلی جس کا حال اپنے موقع پر بیان کیا جائے گا ـ یہاں اس امر کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا کہ انیسویں صدی مسیحی کے آخری ربع میں ترکی ، مصر ، ایران اور چین کی مطلق العنان شاہی مملکتوں میں ایسے افراد پیدا ہونے لگے جنہوں نے یورپ میں جاکر تعلیم حاصل کی وہاں کے حالات کو دیکھا ـ دول فرنگ کی سیاسی اور استعماری سرگرمیوں کا مطالعہ کیا ـ اهل فرنگ کے سیاسی خیالات اور وہاں کی سیاسی تحریکات سے متاثر ہوئے - ان لوگوں نے اپنے اپنے ملکوں کے فرسودہ اور زوال پذیر شاہی نظام کی اصلاح کرنے کے لیے جد و جہد شروع کر دی - ترکی میں انجمن اتحاد و ترقی کی داغ بیل اسی دور میں ڈالی گئی - ایران اور مصر کی قومی تحریکیں بھی انیسویں صدی مسیحی کے اس آخری قرن میں شروع ہوئیں ـ ان تحریکوں کا مقصد جو خفیہ سوسائٹیوں کی صورت میں شروع ہوئیں یورپی ملکوں کی طرح اپنے ہاں مطلق العنان شاہی اقتدار کا خاتمہ کرکے جمہوری اور آئینی نظام حکومت کا قیام تھا اس سلسلے میں عالم اسلامی کے ایک مفکر سید جمال الدین افغانی کی سرگرمیاں مصر ، ترکی اور ایران میں بہت بار آور ثابت ہوئیں جو اسلامی ملکوں میں شاہی اقتدار

مطلقه کے بجائے دستوری اور آئینی قومی حکومتیں قائم کرنے کے علمبردار تھے اور اس کے ساتھ ہی یورپی استعمار کے سیلاب سے بچنے کے لیے مسلمان قوموں اور ملکوں کے سیاسی اتحاد کی تلقین کرتے تھے - افغانی کی آزاد خیالی ان ملکوں کے اس وقت کے ماحول کے لیے اتنی ناسازگار تھی کہ مصر، ایران اور ترکی کے فرمانروا اپنے ہاں ان کی موجودگی کو خطرناک خیال کرتے تھے - اس کے علاوہ یورپ کی حکومتیں بھی اس کوشش میں رہتی تھیں کہ وہ کسی جگہ اپنا اڈا نہ جما سکیں - تاہم افغانی کے بکھیرے ہوئے بیج اگلی صدی کے آغاز میں جا کر ثمر ور پودے بن گئے اور مسلمان ملکوں میں نئی نئی سیاسی تحریکیں پیدا کرنے کا باعث بنے -

نئے مسائل، نئے افکار، نئی تحریکیں

دول عظمیٰ کا ظہور اور ارتقا

انیسویں صدی مسیحی کے دور میں یورپ کی شاہی حکومتیں اپنے حالات کے ارتقا کے باعث نیا روپ دھارن کر کے دول عظمیٰ یعنی طاقتور سلطنتوں Powerful States کی صورت اختیار کر لیتی ھیں - سٹیٹ (دولت) کا ظہور ان واقعات کا نتیجہ ہے جو فرنگستان کی قوموں کو اپنی استعماری کامیابیوں کے باعث گزشتہ تین سو سال سے پیش آ رہے تھے - بادشاھیوں کا مستقل دولتوں اور بڑی طاقتوں کی صورت اختیار کرنا اس تجارتی اور استعماری رقابت کا نتیجہ ہے جو اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں یورپ کی قوموں کے درمیان بڑی شدت اختیار کر چکی تھی - یورپ کی مختلف قوموں میں دنیا کو کھنگالنے ، نو آبادیاں قائم کرنے ، تجارت کو فروغ دینے - سلطنتیں اور قلمرویں قائم کرنے کی جو ھوس پھلی پھولی اور اس دوڑ میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی جو رقابت ظہور پذیر ھوئی اس نے ھر قوم کو ایک خاص نوعیت کی خارجی سیاست اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور تمام قومی پالیسیاں اور دوسری سرگرمیاں اسی خارجی سیاست کے تابع ھو کر رہ گئیں - ھر ملک میں خارجی سیاست کے دفتر اھمیت اختیار کر کے قومی زندگی کے محور بن گئے - باھمی رقابتوں نے قومی جذبات کو ترقی دی - قومیت (نیشنلزم) کا احساس مستحکم ھونے لگا - قومیت کا تصور جغرافیائی حد بندی اور نسلی یک جہتی سے شروع ھو کر ان اقتصادی فواید کی شرکت پر مبنی ھونے لگا جو متذکرہ صدر خارجی استعماری سیاست کا پیچھا کرنے سے حاصل ھوتے تھے - اٹھارھویں صدی مسیحی کے آخر تک یورپ کے بادشاھوں اور فرنگی قوموں نے مسلمانوں کے خلاف مذھبی یک جہتی کا جذبہ بہت کار فرما تھا لیکن انیسویں صدی

مسیحی کے وسط تک جدا جدا قومی سیاست اور الگ الگ سٹیٹ کے مفاد کا احساس اس حد تک ترقی کر گیا کہ انگلستان اور فرانس کی حکومتیں روسی استعمار کے خلاف ترکی کی امداد کرنے پر آمادہ ہو گئیں ۔ اور دول فرنگ کی خارجی سیاست کے دفتر اس بات کا خاص خیال رکھنے لگے کہ ایک دوسرے کی استعماری طاقت کی توسیع پر کڑی نگاہ رکھیں کہ اگر کوئی سٹیٹ اسی صورت میں نیا استعماری شکار یا تجارتی فائدہ حاصل کر سکے جب دوسری بڑی دول کو بھی اس کے مقابلے کا کوئی شکار یا فائدہ مل سکے ۔ بادشاہیوں کی جگہ قومی دولتوں (National States) کے قائم و مستحکم ہونے کو جمہوری آزادی کی ان تحریکوں نے بھی بہت مدد دی جو اس صدی کے دوران میں یورپ کے ملکوں میں پھیلی پھولیں ۔ اور بادشاہوں کے اقتدار مطلقہ کے بجائے قومی اقتدار کی حکومتیں قائم کرنے پر منتج ہوئیں ۔ انیسویں صدی مسیحی میں یورپ کے تمام ملک کم و بیش جمہوری تحریکوں اور عوام کے حق کی تحریکوں سے متاثر ہوئے ۔ امریکہ کی ریاستیں ساری کی ساری جمہوری حکومتیں بن گئیں ۔ یورپ میں فرانس کے لوگوں نے کئی قسم کے نشیب و فراز دیکھنے کے بعد بالاخر جمہوریت قائم کر لی ۔ انگلستان میں عوام کے نمائندوں نے تدریجی طور پر زیادہ سے زیادہ اختیار اور حکومتی اقتدار حاصل کر لیا ۔ جرمنی کی نوخیز شاہنشہی ، آسٹریا اور روس میں بادشاہوں کا اقتدار قائم رہا لیکن ان ملکوں کی سیاست بھی ان کی خارجی سیاست کے دفتروں کے تابع بن کر رہ گئی ۔ اور ان کے بادشاہوں نے اپنے ہاں ایسی ضروری اصلاحات رائج کرنے پر جو ان کی سٹیٹ کی طاقت کو بڑھانے میں معاون بن سکتی تھیں کافی توجہ مبذول کی ۔ حالات کے اس ارتقا کا نتیجہ یہ ہؤا کہ پچھلی صدی کے یورپ کی شاندار بادشاہیوں کے یہ بچے ۱۸۷۶ء تک روئے زمین پر جغرافیائی چہرہ مہرہ رکھنے والی بڑی طاقتیں یعنی دول عظمیٰ بن گئے ۔ جن کی داخلی اور خارجی سرگرمیوں اور صلح و جنگ کے فیصلوں کا زیادہ تر انحصار ان کے خارجی سیاست کے دفتروں کی صوابدید پر قائم ہونے لگا اور یہ دفتر ہر طرح کے حالات کا جائزہ لے کر اپنی اپنی سٹیٹ کے لیے مستقل پالیسیاں وضع کرنے لگے ۔ جو صدہا سال کے

آئندہ کے پروگرام اور مقاصد کے پیش نظر وضع کی جاتی تھیں۔ باہمی لڑائی کے امکانات کو کم کرنے کے لیے ان طاقتوں نے آپس میں ایسے معاہدے طے کئے کہ اگر کسی ملک پر یا اس کے کسی مفاد پر کسی دوسری طاقت کی طرف سے حملہ ہوگا تو بعض دوسری طاقتیں حملہ آور کے مقابلے میں اس کی امداد کریں گی۔ اس انتظام کو توازن دول کا نام دیا گیا اور یوں سمجھا جانے لگا کہ روس، برطانیہ اور فرانس ایک دوسرے کے معاہد اور حلیف ہیں اور جرمنی، آسٹریا اور اٹلی اس کے مقابلے میں دوسرا گروپ بناتے ہیں۔ توازن دول کی ابتدا جرمنی کے وزیر اعظم بسمارک نے ۱۸۷۹ء میں آسٹریا کے ساتھ اتحاد کا خفیہ معاہدہ طے کر کے رکھی۔ ۱۸۸۲ء میں اس اتحاد میں اٹلی بھی شامل ہو گیا۔ اس اتحاد ثلاثہ کا اعلان ۱۸۸۸ء میں کیا گیا۔ ۱۸۹۵ء میں فرانس نے اس اتحاد ثلاثہ سے خوف زدہ ہو کر روس کے ساتھ دفاعی اتحاد کا معاہدہ طے کر لیا۔ انگریز اس اتحاد میں بیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں شامل ہوئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ روس، فرانس اور جرمنی میں سے کس کے استعماری عزائم برطانیہ کے عزائم سے متصادم ہیں۔ ان چھ بڑی طاقتوں کے علاوہ ھالینڈ، بلجیئم، ھسپانیہ، پرتگال، سویڈن، ناروے، رومانیہ، بلغاریہ، سرویا اور یونان چھوٹی سٹیٹیں یعنی دول ادنٰی شمار ہونے لگیں۔ قومیت اور سٹیٹ کے اس نئے تصور نے پرانے احساسات بہت بڑی حد تک بدل ڈالے۔ یورپ کے لوگ جو سولھویں صدی مسیحی تک پاپائے اعظم کے فرمان پر دین مسیحی اور دنیائے مسیحیت کے لیے جان دینے کو حاضر و آمادہ رھتے تھے، انیسویں صدی مسیحی میں مذھبی احساسات سے بہت بڑی حد تک بیگانہ ھوگئے اور اب وہ نیشن اور سٹیٹ بلکہ نیشنل سٹیٹ (قومی دولت یا قومی نظام سلطنت) کی خاطر اپنا اور دوسروں کا خون بہانے پر کمر بستہ نظر آتے تھے۔ دور نہضت اور دور جمود (۶۰۰ء سے ۱۵۰۰ء) تک کے عیسائی، مسلمان اور ھندو جس شدت کے ساتھ اپنے اپنے مذھبی جذبات سے متاثر تھے اس سے زیادہ شدت کے ساتھ انیسویں صدی مسیحی کے فرنگی یورپ اور امریکہ میں اپنی اپنی نیشنل سٹیٹ کی دیویوں کے پجاری بن گئے۔ اھل فرنگ کے

اس نئے مذھب (نشینل سٹیٹ کی پرستش) کا مقصد و مدعا صرف یہ تھا کہ دنیا کے ملکوں کو فتح کر کے پس ماندہ انسانوں کو یا تو فنا کے گھاٹ آتار دیا جائے یا انہیں محکوم بنا کر ان سے ہر قسم کے اقتصادی فوائد حاصل کئے جائیں - براعظم امریکہ کے ملک اس صدی کے دوران میں دول یورپ یا مادر اقوام کے تسلط سے آزاد ہو کر یورپی ملکوں کی طرح الگ الگ سٹیٹیں یعنی دول بن گئے - یورپ اور امریکہ کی چھوٹی بڑی دول ۱۸۷۵ء کے معاہدۂ برلن کے بعد آپس میں طاقت کا توازن قائم رکھنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہوئیں اور انہوں نے باقی دنیا کے ملکوں کو اپنے استعماری ، تجارتی اور اقتصادی فواید کے حصول کے لیے آپس میں تقسیم کر لیا - ہر دولت اپنے حلقۂ اثر میں اپنا دخل بڑھانے اور اسے آخری حد تک پہنچانے کی کوشش کرنے لگی - باھمی رقابتوں کے باوجود اھل فرنگ کے دماغوں میں یہ خیالات مستحکم ہوتے چلے گئے کہ فرنگی ہونے کے اعتبار سے ، گوری رنگت کے لحاظ سے ، سیاسی تفوق کے اعتبار سے اور علمی ترقیوں کے لحاظ سے وہ کرۂ ارضی کے دوسرے باشندوں سے برتر ھیں - اور دوسروں کے مقابلے میں وہ ابھی تک مسیحی یعنی دین عیسائیت کے پیرو ھیں - جب کبھی اس آخری جذبے سے کام لینے کی ضرورت پیش آئی - دول یورپ کے مدبروں نے اسے استعمال کرنے میں تامل سے کام نہ لیا - یہ کیفیات آج تک یعنی بیسویں صدی کے وسط تک قائم ھیں اگرچہ دنیا میں اس کے متوازی بعض اور تحریکیں بھی شروع ہو چکی ھیں جن کا حال ہم آگے چل کر بیان کریں گے -

اھل فرنگ کی اقتدار جوئی کے مقابلے میں عالم مشرق میں جو تحریکیں پیدا ہوئیں وہ اپنے برے حالات کے بچاؤ کے لیے اضطراری اور مذبوحی حرکات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور یہ جنبشیں بھی محض مقامی حیثیت کی تھیں - یعنی جہاں حملہ ہوا وہاں اضطراراً کوئی حرکت پیدا ہوئی - جسے اھل فرنگ نے فوجی طاقت یا حیلہ سازی سے دبا دیا - افریقہ کے حبشیوں کی پیہم جنگیں سمالی لینڈ کے ملا اور سوڈان کے مہدی کی تحریکیں ، افغانوں کی مدافعت ، ہندوستان کی جنگ آزادی ، ترکی اور ایران کی

زوال پذیر مقاومت ، چین اور جاپان کی دفاعی حرکت سب اسی صف میں آتی ہیں۔ آنیسویں صدی مسیحی کے آخری ربع کے آغاز تک مشرق اقوام کامل طور پر غفلت کی نیند کا شکار نظر آتی ہیں - ان میں سے کسی کو بھی اس سفید خطرۂ عظیم کا صحیح طور پر احساس نہ ہوا جو ان کے سروں پر گدھوں اور عقابوں کی طرح منڈلا رہا تھا ۔ صدی کے آخری ربع میں ادھر جاپانی چونک کر صدیوں کی طولانی گہری نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور اہل فرنگ کی ترقی اور طاقت کے راز معلوم کرنے کی ٹوہ میں لگ کر اپنے کو ان کے ہم پلہ بنانے کے لیے سر گرمی سے مصروف عمل ہو جاتے ہیں۔ ادھر مصر ، ترکی اور ایران میں بھی ایسے لوگ پیدا ہونے لگتے ہیں جو اپنی طاقتوں کے زوال کے اسباب کی جستجو کر کے ان کے ازالہ کی فکر کرنے لگتے ہیں۔ یورپ سے قریب ہونے کے باعث وہ اہل یورپ کے خیالات اور تحریکات سے متاثر ہوتے ہیں - اور اپنے ہاں انہی خیالات کو پھیلانے اور اپنی اپنی قوموں کو بیدار کرنے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں ۔ جاپان کے تیز فہم لوگ جلد ہی اپنی راہ عمل وضع کر لیتے ہیں - لیکن مصر ، ترکی اور ایران میں مطلق العنان بادشاہوں کی اقتدار پرستی اور نفع اندوزی نئے خیالات کی نشر و اشاعت کی راہ میں دیوار بن کر حائل ہوجاتی ہے ۔ ایشیا والوں کی آنکھ صدیوں کے خواب غفلت سے اس وقت کھلنے لگتی ہے جب پانی سر سے گزر چکا ہے ۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ ترقی کی دوڑ میں یورپ کے لوگ ان سے کئی سو سال آگے نکل چکے ہیں۔

عوام کی حق طلبی جمہوریت اور آزادی

انقلاب فرانس سے پہلے کی معاشرتی کیفیت نہ صرف یورپ میں بلکہ قریب قریب ساری دنیا میں یوں تھی بادشاہ ، آمرا ، جاگیردار اور سرمایہ دار ، تاجر اور ساہوکار سوسائٹی میں حکمران طبقہ کی حیثیت حاصل کر چکے تھے ۔ عوام الناس ان کے لگے بندھے غلام اور مزدور تھے جو محض نان و نفقہ حاصل کرنے کی خاطر متذکرہ صدر طبقہ کے افراد کی ہر گونہ خدمات بجا لاتے تھے یورپ کے ملکوں میں دین مسیحی کے کلیسائی نظام جنہیں پہلے حکمرانوں کا درجہ حاصل تھا سترھویں اور اٹھارھویں صدی

میں بادشاھوں کا اقتدار برقرار رکھنے کے لیے معاون یا انیجنٹ بن کر رہ گئے تھے - ایشیا کے اسلامی ملکوں میں عیسائیت کے کلیسائی نظام کی طرح اگرچہ کوئی مذہبی نظام قائم نہ ھوئے لیکن دین کے عالموں ، مفتیوں اور ملاؤں کی حیثیت بادشاھوں اور امیروں کے زر خرید معاونوں کی سی بن کر رہ گئی تھی - مذھب کے ان مسیحی اور اسلامی علم برادروں کا کام یہ رہ گیا تھا کہ بادشاھوں اور امیروں کے اقتدار کو مذھب کے آسمانی احکام کے مطابق ظاھر کر کے عوام‌الناس کو ان کی خاموش تابعداری پر آمادہ رکھیں - اس نئے فرض منصبی کے پیش نظر عیسائیت کے پادریوں نے یہ مسئلہ گھڑ لیا تھا کہ بادشاہ خدا کی طرف سے مامور ھوتے ھیں اور اسلام کے ملاؤں نے بھی اپنے بادشاھوں کو ظل اللہ ، خلیفۃ اللہ اور نائب خدا قرار دے کر عام لوگوں کو اس بات کا قائل بنا رکھا تھا کہ مذھب اسلام کی رو سے ان کے کوئی حقوق نہیں - اٹھارھویں صدی مسیحی کے وسط تک مغرب اور مشرق کے ملکوں میں جہاں تک بادشاھوں اور امیروں کے مقابلے میں عوام کے حقوق کا سوال ھے معاشرتی کیفیات قریب قریب یکساں تھیں - سولھویں اور سترھویں صدی میں اھل فرنگ کی استعماری اور تجارتی سرگرمیوں کے باعث یورپ کا تمول بڑھنے لگا - لیکن متذکرہ صدر معاشرتی کیفیت کے باعث سرمایہ اونچے طبقہ کے ھاتھ میں جمع ھونے لگا - زمینیں پہلے ھی سے جاگیرداروں کے قبضے میں تھیں - علمی ترقیات کے باعث وہ زراعت کو فروغ دے کر زیادہ دولت کمانے لگے - کسان محض روزینہ کمانے والے مزدور بن کر رہ گئے جو بسا اوقات قوت‌لایموت کو ترستے تھے - تجارتی فروغ کے باعث تجارتی کمپنیاں بنیں اور ان کے حصے دار جو بالائی طبقہ کے افراد تھے کروڑ پتی بننے لگے - صنعت و حرفت کے مرکز یعنی بڑے بڑے کارخانوں کے قیام کے باعث کاریگر محض مزدور بن کر رہ گئے - ان کے لیے نہایت گندی جھونپڑیاں بنائی جاتی تھیں - صنعتی حلقوں میں کارخانہ داروں کا ایک طبقہ پیدا ھو گیا جو تمول کے باعث بالائی طبقہ کا جزو شمار ھونے لگا - سرمایہ داری کے باعث ساھوکاری اور سودی لین دین کو فروغ حاصل ھوا - ان وجوہ کی بنا پر یورپ میں طبقہ بندی شروع ھو گئی - ایک بالائی طبقہ جو انتہائی عیش و آرام اور شان و شوکت

میں مفت خوری کی زندگی بسر کرتا تھا دوسرا مزدور طبقہ جو دن بھر محنت و مشقت کر کے بمشکل اپنا پیٹ پال سکتا تھا ۔ اس کیفیت کی شدت نے فرانس کے انقلاب کو پیدا کیا کیونکہ ایک طرف عوام تنگ آئے ہوئے تھے ۔ دوسری جانب فرانس میں ایسے اهل علم مفکر پیدا ہو رہے تھے ۔ جو اس معاشرتی نظام کی بے انصافیوں کے متعلق سوچ سکتے تھے ۔ فرانس کے انقلاب نے یورپ کی تمام قوموں کے عوام و خاص کی توجہ کو ان نئے مسئلوں کی جانب مبذول کر دیا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالائی طبقہ کے لوگ مزدوروں کی بغاوت کے ڈر کے مارے ان کے حالات کی اصلاح کی طرف مائل ہونے لگے ۔ ان کے رهنے کے لیے بہتر جھونپڑے بنانے ، ان کے بیماروں کے لیے ھسپتال کھولنے اور ان کی اجرتوں کو بڑھانے کی تحریکیں چلیں اور یہ آواز بلند ہوئی کہ مزدور اور کارکن طبقہ کے ساتھ بالائی طبقہ کے لوگوں کو فیاضانہ برتاؤ کرنا چاہیے ۔ اس کے ساتھ ھی عوام کے سیاسی حقوق کی بحثیں چل نکلیں ۔ جو فرانس اور امریکہ میں جمہوری حکومتوں کے قیام پر منتج ہوئیں ۔ اور جن سے متاثر ہو کر انگلستان اور دوسرے ملکوں کے حکمرانوں نے سیاسی امور میں عوام کے نمائندوں سے مشورہ لینے بلکہ انہیں بعض اختیارات سونپنے کے حق تسلیم کئے ۔ انیسویں صدی مسیحی کے دوران میں فرنگی اقوام کے تمام ملکوں میں کم و بیش طور پر یہ اصول مسلم رائج اور نافذ ہو گیا کہ حکومتی اور سیاسی امور میں عوام کی رائے کا شریک ہونا ضروری اور لازمی ھے ۔ بلکہ ان امور کا فیصلہ کرنے کا حق جو عوام سے متعلق ھے عوام کے نمائندوں ھی کو ملنا چاھیے ۔ غرض اس صدی کے دوران میں فرنگی ملکوں میں عوام کے حقوق تسلیم کر لیے گئے ۔ آئینی اور دستوری حکومتیں قائم ہوئیں ۔ جمہوریتیں ظہور میں آئیں ۔ قانون کی حفاظت ہر شخص کے لیے یکساں طور پر مسلم ہوگئی ۔ بالائی طبقہ کے لوگوں کی آسمانی مراعات کا خیال حرف باطل کی طرح محو کر دیا گیا اور جہاں تک حق حصول ، حق ملکیت ، حق آزادی ، حق حفاظت قانونی ، اور اسی قبیل کے دوسرے حقوق کا تعلق تھا ایک قسم کی مجہول سی مساوات کا اصول عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ۔ اس کے ساتھ ھی سٹیٹ کے تصور کے

استحکام کے باعث اقوام کی آزادی کے تخیل کو پہلے سے بھی زیادہ تقویت حاصل ہو گئی ۔ لیکن انیسویں صدی مسیحی میں یورپ کے مدبروں اور مفکروں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ آزادی و جمہوریت کے یہ حقوق جنھیں وہ گوری اقوام میں رائج و نافذ کر رہے ہیں مفتوح اور مغلوب ایشیائی ، افریقی یا امریکی قوموں کو بھی ملنے چاہئیں۔ مفتوح قوموں کے لیے یورپ کے مدبروں اور مفکروں کی سنجش کا معیار یکسر اور تھا ۔

کارل مارکس اور نظریہ اشتراکیت

انیسویں صدی مسیحی یورپ کے ملکوں میں مشینوں اور کلوں کے ذریعے کام لینے کے ارتقا کا زمانہ ہے ۔ جس کی ترقیات کا حال ہم آگے بیان کریں گے ۔ بھاپ کی طاقت سے کلیں اور مشینیں چلنے لگیں اور صنعتی سرگرمیاں بہت ترقی پذیر ہو گئیں اور بڑے بڑے کارخانے قائم ہونے لگے۔ اس صنعتی تمرکز کے باعث اہل یورپ کی سوشل حالت میں سرمایہ دار اور نادار طبقوں کو پہلے سے بھی زیادہ فروغ حاصل ہونے لگا ۔ یہ طبقہ بندی انقلابی خیالات ، عوام کی حق رسی اور حق طلبی کے افکار اور جمہوری خیالات کے نشو و نما کا موجب بہت پہلے سے بن چکی تھی اور خود سرمایہ دار طبقہ میں ایرل ازم یعنی نادار طبقہ سے فیاضی اور کشادہ دلی کا سلوک کرنے کے خیالات ترقی پذیر تھے ۔ لیکن صنعتی تمرکز کے ارتقا کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ایک طبقہ کے ہاتھ میں دولت جمع ہوتی چلی جائے اور دوسرا طبقہ دماغی ، ہنری اور جسمانی محنت و مشقت کر کے زندگی کی ضرورتیں اور آسائشیں حاصل کر سکے ۔ سرمایہ دار طبقہ میں اپنے مفاد کے تحفظ کی خاطر دوسرے طبقے سے اچھا سلوک کرنے کی تحریکیں ضرور چلیں لیکن اس اچھے سلوک کو سرمایہ داروں کی خیرات اور فیاضی ظاہر کیا جاتا تھا ۔ اس کے مقابلے میں نادار اور محنت کش طبقے میں یہ خیالات ترقی کرنے لگے کہ انہیں اچھی زندگی گزارنے کا حق خیرات کے طور پر نہیں بلکہ حق کے طور پر ملنا چاہیے ۔ اس طبقہ کے مفکروں نے پرولتاری طبقہ (محنت کش طبقہ) کے حقوق پر سوچ بچار شروع کیا اور

اس سارے معاشرتی نظام کی صحت کو چیلنج کرنا شروع کر دیا جو صدیوں سے بنا چلا آ رہا تھا ۔ صنعتی مرکز کے باعث مزدوروں کی آبادیاں زیادہ تعداد میں یک جا رہنے سہنے لگیں اس لیے ان میں اپنے حقوق کے حصول اور ان کی حفاظت کے لیے تنظیمیں ہونے لگیں ۔ جا بجا مزدوروں کی انجمنیں قائم ہوئیں ۔ سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں نے پہلے پہل اس تنظیم کی مخالفت کی لیکن آخر انہیں مزدوروں کے منظم ہونے کا حق تسلیم کرنا پڑا اور تجربے نے انہیں بتا دیا کہ مزدوروں کی انجمنوں کی موجودگی بعض جھگڑے طے کرنے کے لیے جو اجرتوں ، الاؤنسوں اور مزدوروں کے دوسرے مطالبوں کے متعلق وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے ہیں ان کے لیے بھی مفید ہے ۔ مزدوروں نے ۱۸۶۴ء میں اپنی ایک بین الاقوامی انجمن بنائی جس کے سالانہ اجتماع ہونے لگے ۔ یہ انجمن مزدوروں کے حق کے متعلق خاص معیار کا نظریہ رکھتی تھی ۔ اس کے بعد ۱۸۸۹ء میں مزدوروں کی دوسری بین الاقوامی انجمن بنی جس نے سوشلزم یعنی اجتماعی ، اقتصادی نظام قائم کرنے کو اپنا نصب العین قرار دیا اور یہ نظریہ قائم کیا کہ ریلیں ، کانیں ، بڑی بڑی صنعتیں قومی ملکیت قرار دی جائیں جن کا انتظام عوام کی ہوئی نمائندہ حکومت کے ھاتھ میں ہو ۔ غرض صنعتی دنیا میں کئی قسم کے اقتصادی نظریے پیدا ہونے لگے ، اور بحثیں چل نکلیں ۔ جرمنی کے ایک اقتصادیات کے ماہر اور مفکر کارل مارکس نامی نے ان بحثوں میں بہت شہرت حاصل کی ۔ اس کی تصنیفات کو مزدور طبقہ کے لوگ بہت غور سے پڑھنے لگے ۔ اس نے ایک ضخیم کتاب کیپیٹل (سرمایہ) کے نام سے لکھی جس میں اس نے اشتراکیت کا نظریہ پیش کیا اور یہ لکھا کہ جب تک سرمایہ کسی خاص طبقے کے ھاتھ میں رہے گا اس وقت تک محنت کش اور مزدور طبقہ کے لوگوں کو ان کا صحیح اور جائز حق نہیں مل سکتا ۔ لہذا صحیح ترین اقتصادی نظام اشتراکیت کے اصول پر مبنی ہونا چاہیے تاکہ سوسائٹی کے تمام افراد محنت کش ہوں اور اپنی محنتوں سے جو اثمار پیدا کریں وہ سب کی مشترکہ ملکیت سمجھے جائیں اور سب میں بدرجہ مساوی تقسیم ہو سکیں ۔ یہ اشتراکی نظام قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومتی

اقتدار محنت کشوں کے ھاتھ میں ھو تا کہ وہ سوسائٹی کا اشتراکی نظام قائم کر سکیں ۔ اس نظریہ کو عملی بنانے کا نصب العین لے کر مزدوروں کی تیسری بین الاقوامی انجمن ۱۹۱۹ء میں ظہور میں آئی ۔ کارل مارکس کے اقتصادی نظریے آگے چل کر روس میں زبردست انقلاب لانے کا موجب بنے ۔ اس لیے فکری تحریکات کے سلسلے میں اس کا ذکر ضروری تھا ۔ کارل مارکس اس دنیا میں ۱۸۱۸ء سے لے کر ۱۸۸۳ء تک جیا ۔ اس کی تصنیفات نے ۱۸۵۰ء کے بعد شہرت حاصل کی ۔

ڈارون اور نیٹشے

اس دور کے دو اور مفکر جن کے خیالات سے اھل فرنگ کے دماغ آئندہ کے لیے بہت زیادہ متاثر ھوئے انگریز سائنسدان ڈارون اور جرمن فلاسفر نیٹشے ھیں ۔ ڈارون ارتقائے حیات کے نظریہ کا مبلغ تھا جو ۱۸۰۹ء سے لے کر ۱۸۸۲ء تک جیا ۔ اس نے ۱۸۵۹ء میں " طبعی ماحول کے زیر اثر انواع حیات کی ابتدا (Distribution of Species by Natural Selection) کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس پر یورپ کے علمی حلقوں میں بہت سر گرم بحثوں کے دروازے کھل گئے ۔ ڈارون کا نظریہ یہ تھا کہ تمام جاندار چیزوں کا آغاز نہایت ادنی قسم کے کیڑوں سے ھوا جہاں سے وہ ترقی کرتی ھوئی اپنے اپنے طبعی ماحول کے مطابق چولے بدلتی ھوئی اپنی موجودہ حالت تک پہنچیں ۔ اپنے نظریے کی صحت کے ثبوت میں ڈارون نے جاندار اشیا کی مختلف نوعوں کے پنجروں اور دماغوں کی ساخت کو پیش کیا جن میں بہت سی باتیں ایک دوسرے کے مشابہ نظر آ رھی تھیں ۔ اس تشابہ کی بنا پر اس نے مختلف نوعوں کے درمیان آبائی اور خونی رشتہ ظاھر کرنے کی کوشش کی ۔ مثلاً یہ لکھا کہ گھوڑا ، گدھا ، گورخر ، اور زیبرا ایک ھی دادا کی اولاد نظر آتے ھیں ان کے جسموں دماغوں اور اعضا کی ساخت میں جو اختلاف رونما ھوا ھے وہ مدتوں الگ الگ ماحول میں زندگی بسر کرنے کا نتیجہ تھا ۔ اسی طرح جانداروں کی برادریاں قائم کرنے کی کوشش میں ڈارون نے یہ کہا کہ بندروں کی بعض قسمیں انسان سے قریب تر نظر آتی ھیں ۔ لہذا بندر اور

انسان ایک ھی جد امجد کی اولاد سے تھے جو کسی خاص نوعیت کا جانور ہوگا اور اپنی اس حالت تک ارتقا کی ھزاروں منزلیں طے کرنے کے بعد پہنچا ۔ ڈارون نے یہ نظریہ قائم کیا کہ جانوروں اور جانداروں کا نوعی اختلاف مختلف قسم کے طبعی ماحولوں میں قرنہا قرن تک زندگی بسر کرنے کا نتیجہ ھے ۔ بعض جانداروں میں ارتقا کا عمل ختم ھو چکا ھے اور انسان میں جاری ھے ۔ اس لیے انسان سب سے زیادہ ترقی یافتہ جانور بن گیا ۔ اس نظریہ نے بہت سے لوگوں کو قائل کر لیا اور بہت سے لوگ اسے سن کر ھکا بکا رہ گئے ۔ اکثر کو یہ سن کر صدمہ ہوا کہ ان کے آباؤ اجداد بندر کی قسم کے جانور تھے ۔ اس نظریہ کی اشاعت و مقبولیت کا ایک نمایاں نتیجہ دین عیسائیت سے لوگوں کی بیزاری کی صورت میں برآمد ہوا کیونکہ دین مسیحی کا بنیادی عقیدہ یہ ھے کہ خدا نے پہلے آدم کا پتلا اپنی صورت پر بنایا پھر اس میں اپنی روح پھونکی پھر اس کی پسلی سے حوا پیدا کی ۔ حوا نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر آدم سے گناہ کرایا ، جس پر وہ دونوں بہشت سے نکالے گئے ۔ آدم کے اس گناہ کی پاداش میں اولاد آدم دنیا کی مصیبت بھری زندگی گزارنے پر مجبور ھو گئی اور مزید گناھوں کا ارتکاب کرنے لگی ۔ آخر خدا یسوع مسیح کی شکل میں نازل ھوا یا خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا یسوع مسیح کی شکل میں بھیجا ۔ جس نے صلیب پر جان دے کر آدم کے اور اولاد آدم کے گناھوں کا کفارہ ادا کر دیا ۔ اس طرح وہ انسان جو یسوع مسیح کی الوھیت اور ابن الہیت کے قائل ھیں ان کی آخری نجات کی صورت پیدا ھو گئی ۔ ارتقائے حیات کے نظریہ نے اس ساری داستان بالخصوص اس کے گناہ اور کفارے والے حصے کی جڑوں پر کلہاڑا چلا دیا ۔ مذھبیت کا طلسم پہلے ھی ٹوٹ چکا تھا ۔ اس نظریہ کی اشاعت کے باعث اس طلسم کو ایک اور کاری ضرب لگ گئی ۔ کلیسائی نظام پہلے ھی علمی تحقیقاتوں سے بغض و عداوت رکھنے کے باعث عام لوگوں کی نگاہ میں ذلیل ھو چکا تھا ۔ اس نظریہ کی بحث کے باعث یورپ کے علمی جستجو کا ذوق رکھنے والے لوگ پہلے کی بہ نسبت زیادہ آزاد خیال یعنی مذھبی اصلاح میں ملحد ھو گئے ۔ فرانس میں اس قسم کے ملحد جو کھلم کھلا دین مسیحی کے عقاید و

مسلمات کا استہزا کرتے تھے ، بہت دیر پہلے سے پیدا ہو رہے تھے جن میں والٹیئر اور روسیو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جرمنی کے فلاسفر نیٹشے نے جو ۱۸۴۴ء سے ۱۹۰۰ء تک جیا ، ارتقائے حیات کے نظریہ پر اس نظریہ کا اضافہ کر دیا کہ کائنات کی موجودات میں بالعموم اور حیوانات میں بالخصوص بقائے اصلح کا قانون کارفرما ہے - سب جانداروں میں اپنی اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے کشمکش بلکہ جنگ جاری ہے - ہر حیات اپنے نفس کی بقا کے لیے دیگر حیوانات کو اپنی راہ سے ہٹانے ، مارنے اور محو کرنے کے لیے اضطراری طور پر عمل پیرا ہے - جو حیاتیں زیادہ قوی ہیں وہ دوسری زندگیوں کا خاتمہ کرکے اپنی بقا کے امکانات کو قوی تر بنا رہی ہیں - نیٹشے نے کہا کہ اصلح وہی ہے جو زیادہ قوی ہے - اور جو زیادہ قوی ہے اسے ہی زندہ رہنے کا حق حاصل ہے - کمزور ، ضعیف اور ناتوان حیات کو زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں اور قوی تر زندگیاں انہیں بے رحمی سے کچل دیتی ہیں - نیٹشے کے اس نظریہ کی اشاعت نے بھی اہل فرنگ کے علمی حلقوں میں بہت مقبولیت حاصل کی اور ان کے دماغ اس سے بہت متاثر ہوئے - اس قسم کے مفکروں اور فلاسفروں کے باعث اہل فرنگ کا زاویہ نگاہ زندگی اور اس کی ضروریات ، اخلاق ، سلوک اور زندگی کے مقاصد کے متعلق کچھ کا کچھ بن گیا - وہ سمجھنے لگے کہ انسان بھی جنگل کے جانوروں میں ایک ترقی یافتہ جانور ہے - ارتقا کا عمل انسان کی مختلف جمعیتوں میں سے بعض کو پست حالت میں پیچھے چھوڑتا جا رہا ہے اور بعض ترقی کی معراج کی طرف بڑھ رہی ہیں - باقی رہنے کے لیے ایسی طاقت کا حصول ضروری ہے جو دوسروں کو محو کرنے کے قابل ہو - جسے یہ طاقت حاصل ہو جائے اسے کمزوروں کو فنا کرنے ، کچلنے اور پامال کرنے کا فطری حق حاصل ہے - اخلاقی پابندیاں بے معنی ہیں - انسان فطرت آزاد کا فرزند ہے لہذا اسے اپنی ضروریات کی تکمیل اور خواہشات کی تسکین کے لیے کھلی آزادی ہونی چاہیے - غرض اس قسم کی فکری تحریکات انیسویں صدی مسیحی میں پیدا ہوئیں اور آنے والی نسلیں

جن پر بیسویں صدی کی دنیا کی تعمیر کا کام عائد ہونا تھا ان مفکروں اور فلاسفروں کی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئیں۔

علمی ترقیاں اور ایجادیں

یورپ کے ملکوں میں پچھلی صدی ہی سے ہر قسم کی علمی تفتیش و ترقی کے دروازے کھل چکے تھے جا بجا دارالعلوم ، تجربہ گاہیں ، رسد گاہیں ، علمی سوسائٹیاں اور بحث و مناظرہ کی مجلسیں قائم ہو چکی تھیں - اہل فرنگ نے اس علمی عمارت کی دیواریں دور نہضت کے عربوں کی علمی تحقیقات کی بنیادوں پر استوار کیں - لہذا اس کا مرکزی نقطہ مثبت قسم کی تحقیقات اور تجربہ قرار پایا - جن علوم کی بنیادیں عرب رکھ گئے تھے اہل فرنگ نے انہیں ترقی دی - نئے نئے علوم پیدا کئے - جستجو کے ذوق نے علم کے نئے نئے دروازے کھول دیئے - علم النباتات حیاتیات ، علم جمادات ، ریاضیات ، طبیعیات ، کیمیا ، تاریخ ، جغرافیہ ، طب اور اس کی شاخوں ، فلکیات ، حکمت و فلسفہ ، عملی سائنس ، فنی سائنس ، نفسیات اور بیسیوں قسم کے دیگر علوم مثبت تحقیقات کی بنا پر فروغ پانے لگے - ادب ، شعر ، فسانہ نویسی ، ڈراما ، تمثیل وغیرہ میں نئے رجحانات کی جھلک نمایاں طور پر نظر آنے لگی ، جو ان کے ذوق جستجو کو تیز اور قوت عمل کو بیدار کرنے والی تھی - علمی بحث کی آزادی علمی ترقی کے لیے زبردست مہمیز ثابت ہوئی - علمی تحقیقاتیں فنی اور صنعتی تجربوں کے ساتھ مل کر نئی نئی ایجادات کے اختراع و ابداع پر منتج ہونے لگیں - اس دور کی علمی تحقیقاتوں ، فنی ترقیوں اور ایجادوں کا احال بیان کرنے کے لیے بہت سی ضخیم کتابوں کی ضرورت ہے - نوع انسانی کے حالات کی اس مجمل سی کہانی کی صرف چند موٹی موٹی تبدیلیوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے - یوں سمجھئے کہ صنعتی ترقی کے سلسلے میں یورپ کے کارخانے ۱۷۲۸ء ہی میں لوہے کی چادریں تیار کرنے لگے تھے - ۱۷۸۱ء میں ان کارخانوں کی بھٹیاں لوہے کی سلاخیں بھی ڈھالنے لگیں - جن کے باعث جہاز سازی کے کام میں بہت سہولتیں پیدا ہوگئیں - ۱۸۶۴ء تک ایسی عظیم بھٹیاں بن گئیں جن میں لوہے کو

مایع بنا کر ضروریات کے مطابق سانچوں میں ڈالا جا سکتا تھا - یہ لوہے کے کام میں ایک انقلاب عظیم تھا اس کی بدولت بڑے بڑے انجن ، بڑی بڑی مشینیں ، کلیں ، پرزے ، جہازوں کے تختے ، ریلیں وغیرہ بنانے کا کام آسان ہوگیا - اس کے ساتھ ہی دوسری دھاتوں کے استعمال اور طریق استعمال میں بھی انقلاب انگیز ترقیاں رونما ہوئیں اور بعض نئی دھاتیں اور ادھاتیں دریافت کی گئیں - جن کی بدولت علم کیمیا کے تجربوں کو بہت ترقی اور وسعت حاصل ہونے لگی -

پچھلی صدی کی ترقیات کے حالات میں بتایا جا چکا ہے کہ ۱۷۶۵ء میں ایک انگریز لوہار واٹ نے بھاپ کی طاقت سے چلنے والا انجن ایجاد کر لیا تھا - پہلے پہل اس انجن کو کوئلے کی کانوں سے پانی نکالنے کے کام پر لگایا گیا - ۱۷۸۵ء میں اس انجن کی طاقت سے مشینیں اور کلیں چالو کی گئیں - ۱۸۲۵ء میں لوکوموٹف (حرکت دینے والا) انجن بنایا گیا - سٹاکٹن اور وارلنگٹن کے درمیان پہلی ریلوے لائن بچھا کر اس پر ابتدائی قسم کی ٹرین چلائی گئی - بھاپ کی طاقت سے چلنے والے انجن ، کشتیوں اور جہازوں پر ۱۸۰۲ء ہی سے لگنے لگے تھے - ۱۸۶۹ء میں پہلے سٹیمر نے بحر اوقیانوس کو عبور کیا - اسی دوران میں بجلی کی نئی طاقت دریافت ہو چکی تھی اور اس پر قابو پانے اور اسے استعمال میں لانے کے طریقے معلوم کئے جا رہے تھے - چنانچہ ۱۸۳۵ء میں بجلی کے تار کے ذریعے پیام رسانی کا کام لیا گیا اور ٹیلیگراف معرض ظہور میں آیا - ۱۸۵۱ء تک انگلستان اور امریکہ کے درمیان بحری برقی تار بچھا دیا گیا - ۱۸۸۰ء سے ۱۸۹۰ء تک بجلی کی طاقت سے نئے نئے کام لینے کی راہیں دریافت ہوئیں - اس سے روشنی حاصل کی گئی - اس کی طاقت کو کام پر لگایا گیا - اسی دور میں بھاپ کی جگہ آتش گیر مواد کی طاقت سے چلنے والے انجن ایجاد ہوئے جس کا فائدہ یہ ہوا کہ چھوٹے اور ہلکے انجن زیادہ طاقتور بننے لگے - اس ایجاد کی بدولت آٹو موبائیل اور کھلونے طیارے چلائے گئے - ۱۸۹۷ء تک واشنگٹن میں کھلونا طیارہ بن کر تیار ہو چکا تھا اور آٹو موبائلیں یعنی موٹر کاریں عام طور پر چلنے لگی تھیں - انیسویں صدی

کے اختتام تک ریلیں ، بھاپ کی طاقت سے چلنے والے انجن ، کانیں ، مشینیں ، آتش گیر مواد سے چلنے والے انجن ، ٹیلیگرف ، گیس اور بجلی کی روشنی اور دوسری ایجادیں ، یورپ کے ملکوں اور دول یورپ کی بیرونی مستعمرات و مقبوضات میں رائج ہو چکی تھیں ۔ ۱۸۳۵ء تک دیاسلائی بھی ایجاد ہو چکی تھی ۔ نوع انسانی کی زندگی کے سفر میں یہ مشینی انقلاب ترقی کا ایک نیا سنگ میل ہے ۔ یہ انقلاب ایسا ہی اہم ہے جیسا ابتدائی دور میں شکاری زندگی سے زراعت کاری کی زندگی اختیار کرتے وقت آیا تھا اور جب انسان جانورں اور چوپاؤں کو مسخر کر کے ان سے اپنا کام لینے لگے تھے ۔ یا اس قسم کا اہم حادثہ یا واقعہ وہ تھا جب انسان نے پہلے پہل دھات کو دریافت کرکے اس سے آلات سازی کا کام لینا شروع کیا تھا ۔ جنگی ہتھیاروں کے معاملہ میں انسانی ترقی کے ایسے انقلابات وہ تھے جب اس نے پہلے پہل کمان ایجاد کی ۔ پھر جب وہ پتھر کے بجائے برانز ، پیتل اور لوہے کے ہتیار بنانے لگا پھر جب اس نے بارود دریافت کی اور توپیں اور بندوقیں بننے لگیں ۔

۱۸۷۳ء میں ٹائپ رائیٹر اور ۱۸۷۷ء میں ٹیلیفون ایجاد ہوا ۔ بجلی کی طاقت سے ریل گاڑیاں اور ٹرام گاڑیاں چلنے لگیں ۔ ۱۸۹۳ء سے بجلی کی انگیٹھیاں استعمال ہونے لگیں ۔ ۱۸۷۵ء میں دول عالم نے پوسٹل یونین قائم کیا تاکہ ڈاک کا عالمگیر انتظام قائم ہو جائے ۔ اس صدی میں ترقی یافتہ فرنگی اقوام کے ملکوں میں جا بجا سکول ، کالج ، دارالعلوم ، لائبریریاں ، تجربہ گاہیں ، رسد گاہیں ، عجائب گھر ، موسم کے حالات معلوم کرنے کے مراکز وغیرہ قائم ہوئے ۔ فوٹو گرافی ، نیچرل ھسٹری ، ریاضی ، مساحت ، طبیعات ، فلسفلہ ، کیمیا ، ادب ، تصویر کشی ، نقاشی ، رنگ سازی اور رنگینی ، موسیقی ، تعمیر ، تھیئٹر ، پارک ، زراعت وغیرہ کے علوم و فنون نے بہت ترقی کی ۔ اسلحہ سازی میں اس صدی کی ترقیاں بھاری بھرکم توپیں ، بڑے بڑے جنگی جہاز اور بہتر قسم کی بندوقیں اور سنگینیں بنانے ہی تک محدود رہیں ۔

۱۸۹۹ء کا مشرق و مغرب

آنیسویں صدی مسیحی کے اختتام پر یعنی ۱۸۹۹ء میں دنیا کی کیفیت کچھ اس طرح نظر آ رہی تھی کہ فرنگستان کی دول عظمیٰ برطانیہ ، فرانس ، روس ، جرمنی ، آسٹریا اور اٹلی طاقت کے توازن کی حکمت عملی کی کاربند ہو کر اپنی اپنی جنگی طاقت میں اضافہ کرنے پر لگی ہوئی تھیں ۔ برطانیہ میں محدود اختیارات کی آئینی بادشاہت قائم تھی اور حکومت کا انتظام و اقتدار بہت کامل طور پر پارلیمنٹ کے دو ایوانوں یعنی دارالامرا اور دارالعوام کے ھاتھ میں منتقل ہو چکا تھا ۔ مستعمرات اور مقبوضات کی وسعت و اھمیت کے لحاظ سے برطانیہ کی طاقت نمبر اول کی شمار ہونے لگی ۔ اھل برطانیہ برطانی طاقت کی دیوی کو اپنی بحری قوت کی برتری کے باعث سمندر کی ملکہ سمجھنے لگے تھے ۔ فرانس میں جمہوری حکومت کا نظام قائم ہو چکا تھا ۔ لیکن استعمار و اقتدار کے میدان میں وہ بھی اپنے کو برطانیہ کے برابر کا حریف سمجھتا تھا ۔ روس میں زار کا اقتدار ، مطلقہ شاھنشہی کا اقتدار تھا ۔ عوام کی نمائندہ مجالس محض برائے نام تھی ۔ جرمنی میں قیصریت ، آسٹریا میں شہنشاھیت اور اٹلی میں بادشاھت قائم تھی ۔ فرنگستان میں دوسرے درجے کی طاقتیں ھسپانیہ ، پرتگال ، سویڈن ، ناروے ، ھالینڈ ، بیلجیئم تھیں ۔ جن میں شاھی نظام حکومت قائم تھے لیکن عوام کی نمائندہ مجالس بھی برپا ہو چکی تھیں ۔ تیسرے درجے کی ریاستیں سوئزر لینڈ ، لکسمبرگ ، رومانیہ ، سرویا ، بلغاریہ اور یونان تھیں جن پر سوئزرلینڈ کو چھوڑ کر جہاں جمہوریت قائم ہو چکی تھی باقی ریاستوں میں بادشاہ عوام کی نمائندہ مجالس کے مشورے سے حکومت کرتے تھے ۔ امریکہ کے دونوں براعظموں میں گوری قوموں کی جمہوری ریاستیں قائم ہو چکی تھیں ۔ جن میں اضلاع متحدہ امریکہ دنیا کی اول درجے کی طاقتوں میں شمار ہوتی تھی ۔ کینیڈا برطانی نوآبادی شمار ہوتا تھا اور جنوبی امریکہ کا ایک ملک گائنا برطانیہ فرانس اور ھالینڈ کے قبضے میں تھا ۔ افریقہ کے براعظم کا بیش تر حصہ دول فرنگ میں تقسیم ہو کر ان کے زیر اثر یا زیر اقتدار آ چکا تھا ۔ صرف

مراقش اور حبشہ (ابے سینیا) میں آزاد بادشاهیاں باقی رہ گئیں تھیں۔ طرابلس اور لیبیا ابھی تک ترکی سلطنت کا جزو سمجھے جاتے تھے۔ ایشیا میں هندوستان مکمل طور پر تاج برطانیہ کا بیش قیمت هیرا بن چکا تھا۔ افغانستان ، برطانیہ کے زیر اثر تھا - ترکی ، ایران اور چین ابھی آزاد سلطنتیں تھیں۔ جن کی زوال پذیریاں اهل فرنگ کو دعوت استعمار دے رهی تھیں۔ جاپان کے لوگوں میں بیداری پیدا هو چکی تھی اور انہوں نے شبانہ روز محنت کرکے اپنے ملک کو طاقت اور اعتبار کے لحاظ سے دول فرنگ کے هم پایہ بنا لیا تھا۔ وسط ایشیا میں روس کا نفوذ افغانستان اور ایران کی شمالی سرحدوں تک پہنچ چکا تھا۔

اهل فرنگ کی علمی سرگرمیوں ، فکری تحریکوں ، ایجادوں اور صنعتی ترقیوں کا حال هم گزشتہ فصول میں بیان کر آئے هیں۔ ان ترقیات کے باعث ان کی زندگی کا فلسفہ علم و فن کی برتری کی بنا پر طاقت حاصل کرنا اور اس طاقت کی بنا پر دنیا کی دوسری قوموں کو اپنا سیاسی غلام بنانے تک محدود هو کر رہ گیا تھا۔ گوری قوموں کی برتری کا خیال ان کے دلوں میں پوری طرح سرایت کر چکا تھا - وہ سمجھنے لگے تھے کہ گوری قومیں کالی ، گندمی اور زرد رنگ کے انسانوں پر حکومت کرنے یا انہیں فنا کرنے کا نیچرل حق رکھتی هیں۔ اهل فرنگ بہت بڑی حد تک مذهب سے بیگانہ اور اخلاقی قیود سے متنفر هوتے چلے جا رهے تھے - پرانے معتقدات کے بجائے جو آخروی نجات کے متعلق قدیم ادوار کے لوگوں میں دین مسیحی کے مروجہ معتقدات نے پیدا کر رکھے تھے - اس دور کے فرنگی اپنے فکر و عمل کی قوتیں دنیوی زندگی کی آسایشوں کے حصول کے لیے علم و فن میں ترقی کر کے دوسری قوموں پر غلبہ حاصل کرنے پر مرکوز اور صرف کرنے لگے تھے - اب ان سب کا اوڑھنا بچھونا یہی ایک خیال بن چکا تھا - مذهبی رسمیں اور بعض پرانے سوشل رواج محض نام و نمود کے لیے ان میں باقی رہ گئے تھے - وسطی یورپ کی دول یعنی جرمنی ، آسٹریا اور اٹلی استعماری اور تجارتی فواید حاصل کرنے کی دوڑ میں برطانیہ ، فرانس اور روس سے

بہت پیچھے رہ چکے تھے - ان امور میں ان کی بہ نسبت بعض چھوٹے ملکوں مثلاً ہالینڈ اور بلجیئم کی حالت بہتر تھی - اس لیے یہ ملک استعمار پیشہ دول کے عروج و اقتدار پر حسد کرتے تھے -

ایشیا کی تین بڑی سلطنتیں ترکی ، ایران اور چین صدیوں کے فرسودہ نظام کی یادگاریں تھیں - جن کے باشندے علمی اور فنی ترقیات میں اہل فرنگ سے کئی سو سال پیچھے تھے - نظام حکومت شہنشاہی تھا جس کے فرمانروا مطلق العنان ہوتے تھے - انہیں سب سے پہلے اپنے تخت و تاج اور اپنے تمول کو قائم و برقرار رکھنے کی فکر لاحق رہتی تھی - مشرق کے عوام مذہب ، قومیت ، آزادی ، خود مختاری ، جمہوریت میں سے کسی خیال یا جذبے سے متاثر نہ تھے - جو ان میں اہل فرنگ کی استعمار جوئی کے خلاف ایک عام لہر پیدا کر سکتا - صرف صدی کے آخر میں ان ملکوں میں یورپ کے خیالات سے متاثر ہونے والے اشخاص نے حفاظت و مدافعت کی تحریکیں شروع کیں جنہیں استعماری عزائم رکھنے والی دول فرنگ کی آنکھیں عقابی نگاہوں سے تاک رہی تھیں - ان سلطنتوں کی پس ماندگی اور بے حسی کا یہ عالم تھا کہ انیسویں صدی مسیحی کے آخر تک گورے فرنگیوں کے زیر نگیں آنے والے مشرقی ملکوں میں تو ریلیں ، تاریں ، گیس اور بجلی ، مشینیں ، کلیں ، انجن ، موٹریں اور دوسری عصری ایجادیں رائج ہونے لگی تھیں لیکن ان ملکوں کی حکومتیں ان سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوئی تدبیر اختیار نہ کر سکیں - علم و فن میں بہت نیچے رہ جانے کے باعث ان ملکوں کے لوگ عصری ترقیات سے بہرہ مند ہونے کے لیے فرنگیوں کے دست نگر تھے لیکن فرنگیوں کو اپنے ملک میں دخل دینے کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ وہ ملک پر قابض ہو جاتے تھے - اس لیے آزاد مشرقی اقوام محض ان کا منہ تکتی رہ گئیں -

اس صدی کی کیفیات کا ایک عجیب و غریب کرشمہ یہ ہے کہ اس دور کے اہل مشرق بالعموم اور مسلمان آبادیوں کے عوام بالخصوص اس قسم کے خیالات و معتقدات کا شکار بن گئے جن میں دور ظلمت اور دور نہضت اور دور جمود میں (ولادت مسیح سے ۱۵۰۰ء تک) اہل فرنگ

مبتلا تھے ۔ اس دور کے مسلمان ان علمی تفتیشوں اور فنی ترقیوں کے حال سے جو دور نہضت میں (۹۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک) ان کے آبا و اجداد نے کیں قطعاً بے خبر اور بیگانۂ محض بن چکے تھے ۔ ان کے مدرسوں میں قدیم یونانی فلسفے ، یونانی منطق ، یونانی طب اور یونانی ہیئت کے ادھورے سے سبق دیئے جاتے تھے ۔ انھوں نے ان یونانی خیالات کو اپنے دینی عقاید کا جزو بنا لیا تھا ۔ نئی تحقیق اور علمی ترقی سے یہ لوگ اس طرح نفرت و عداوت کرنے لگے جس طرح متذکرہ صدر ادوار کے فرنگی کیا کرتے تھے ۔ علوم و فنون کی وہ کتابیں جو دور نہضت کے مسلمانوں نے بغداد اور قرطبہ کے علمی مرکزوں میں لکھیں اس دور کے مسلمانوں نے گلدستۂ طاق نسیاں بنا رکھی تھیں ۔ بلکہ بری بھلی قیمتیں ملنے پر اہل فرنگ کے ہاتھ فروخت کر ڈالیں جو علم کے پروانے بن چکے تھے ۔ ان کی اپنی روایات ہندوؤں اور چینیوں کی طرح ان کے نزدیک محض سننے اور خوش ہونے کے کام آنے لگیں ۔ بزرگوں کے کارنامے انہیں آمادۂ عمل کرنے کی بجائے محض استعجاب انگریز احترام کا سرمایہ بن کر رہ گئے ۔ دینی احکام کی پہلی صورتیں تاویلوں کے پردوں میں رو پوش ہو کر محض رسمیں بن گئیں ۔ ان کا تصوف عیسائی راہبوں اور ہندو یوگیوں کے افکار و خیالات سے بہت متاثر ہوا ۔ پوپ کے جسم میں یسوع مسیح کی روح سے حلول کرنے کا عقیدہ ان میں فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کے فلسفہ کی صورت میں جلوہ گر ہوا اور ہندو ویدانت کے اثرات نے ان میں فنا فی اللہ اور ہمہ اوست یا ہمہ ازوست کے عقاید کو تقویت دی ۔ یورپ کے عیسائی اپنے دور ظلمت اور مسلمانوں کے دور نہضت میں اس قسم کی بحثوں میں مبتلا ہوا کرتے تھے ، کہ یسوع مسیح نے غدیر کے دن جو روٹی استعمال کی تھی آیا وہ خمیری تھی یا فطیری ، دور جمود و زوال کے مسلمانوں کی بحثیں اس قبیل کی رہ گئیں کہ نماز پڑھنے میں ہاتھ اٹھانا ، قبروں پر فاتحہ پڑھنا ، بزرگوں کو ایصال ثواب کے لیے محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں ۔ آلو حلال ہے یا حرام ۔ اور پاجامہ ٹخنوں سے ایک انگل نیچے تک ہونا چاہیے یا دو انگل اوپر تک رکھا جائے ۔ دور جہالت کے عیسائی ہر نئی علمی تحقیق کو بدعت و الحاد قرار دیتے تھے ۔

دور جمود و زوال کے مسلمانوں نے محض اس ضد سے کہ علم کی دولت فرنگی نصاریٰ کے ہاتھ میں چلی گئی ہر دریافت کو بدعت و الحاد سمجھنے کا وتیرہ اختیار کر لیا۔ قدیم ہندوؤں اور عیسائیوں نے اپنے دینی پیشواؤں کو خدا کا مظہر، پرماتما یا پرمیشور کا اوتار، خدا کا بیٹا، قرار دیا تھا اور دور جمود و زوال کے مسلمانوں میں بھی اپنے پیغمبر کو اس قسم کا "بلند" مرتبہ دینے کے رجحانات پیدا ہوئے۔ غرض دور نہضت کے مسلمانوں اور عیسائیوں کی کیفیت اس دور ایجادات یعنی انیسویں صدی مسیحی میں آ کر یکسر برعکس ہو گئی۔ اس دور میں عیسائی جہالت پرست تھے اور مسلمان علم پرور۔ اس دور میں مسلمان جاہلانہ خیالات و معتقدات کے علمبردار بن گئے اور عیسائی شمع علم کے پروانے۔

بیسویں صدی مسیحی

دول عظمیٰ کی رقابتیں

عصر حاضر یعنی بیسویں صدی مسیحی کا آغاز ایسی کیفیت میں ہوا جب فرنگی اقوام کی دول عظمی کے درمیان تجارت و اقتصاد اور استعمار کے میدانوں میں رقابت، حسد اور رشک کے جذبات بہت ترقی پذیر ہو چکے تھے - ہر بڑی سلطنت شبانہ روز اس تگ و دو میں لگی ہوئی تھی کہ اپنی جنگی طاقت کو بڑھائے - اپنی تجارت کو دنیا بھر میں فروغ دینے کے لیے اپنے اثر و نفوذ کے حلقے کو وسیع تر کرے - ایجادات کے بل پر اپنی صنعتوں کو ترقی دے - اپنا مال بیچنے اور اپنے کارخانوں کے لیے خام اجناس اور ضروری اشیا حاصل کرنے کے لیے افریقہ اور ایشیا کے بچے کھچے ملکوں پر قبضہ جمائے یا ان کو اپنے حلقہ اثر میں لائے - اس کیفیت کے باعث اقوام فرنگ کی سیاست کا تمام تر انحصار ان کی خارجی حکمت عملی پر موقوف ہو کر رہ گیا - اسی خارجی سیاست کے مقاصد کو پیش نظر رکھ کر یورپ کی دول عظمیٰ اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو منظم کر رہی تھیں - عسکری نظام اسی خارجی سیاست کے مطابق استوار کیا جاتا تھا - جنگی ساز و سامان بھی اسی مقاصد کے پیش نظر تیار کیا جاتا تھا - صنعتی کارخانوں ، تجارتی کمپنیوں ، اقتصادی اداروں حتیٰ کہ معاشرتی سرگرمیوں اور علمی کاوشوں میں بھی یہی سعی مسابقت اور حس رقابت کارفرما تھی - دنیا میں صرف ترکی ، ایران ، چین اور جاپان کی مملکتیں ایسی باقی رہ گئی تھیں جو ابھی تک کسی فرنگی قوم کے دام استعمار کا شکار نہیں بنی تھیں - یورپ کی تمام بڑی دول انہی ملکوں ک

للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں اور ایک جاپان کو چھوڑ کر باقی تمام ملکوں میں فرنگی اقوام کی تدبیروں کے گھوڑے دوڑائے جا رہے تھے ۔ جاپان کے لوگ ہشیار اور بیدار ہو چکے تھے وہ اپنے کو ہر لحاظ سے فرنگی اقوام کے ہم پلہ بنانے کے لیے والہانہ سرگرمی سے کوشاں تھے ۔ برطانیہ ، روس اور فرانس تجارت اور استعمار کے میدانوں میں بہت کامیاب پاؤں پھیلا چکے تھے ۔ جرمنی ، آسٹریا اور اٹلی اس دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے تھے اس لیے وہ ان کی ترقی کو حسد اور رشک کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ۔ خاص کر جرمن قوم تو انگریزوں ، روسیوں اور فرانسیسیوں کا استعماری عروج دیکھ دیکھ کر انگاروں پر لوٹ رہی تھی ۔ اس کے حکمران ۱۸۸۰ء سے جرمنی کی جنگی طاقت کو بڑھانے پر اپنی کامل توجہات صرف کر رہے تھے تاکہ فرانس یا روس میں سے کسی ایک کو اپنے زور بازو کے بل پر نیچا دکھا کر اس کی استعماری پوزیشن چھین لیں ۔ جرمنی کے چانسلر بسمارک نے ۱۸۷۹ء میں آسٹریا کی شاہنشہی حکومت سے اس مضمون کا خفیہ معاہدہ طے کیا کہ اگر کوئی اور طاقت جرمنی یا آسٹریا سے جنگ آزما ہوگی تو دونوں ملک مل کر اس کا مقابلہ کریں گے ۔ ۱۸۸۲ء میں جرمن مدبروں نے اٹلی کو بھی اس اتحاد میں شامل کر لیا ۔ ۱۸۸۸ء میں اس اتحاد کا راز طشت از بام ہو گیا اور روس اور فرانس کو فکر لاحق ہوئی کہ آسٹریا ، جرمنی اور اٹلی کا یہ اتحاد ان کی ہستی کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے ۔ چنانچہ فرانس کے مدبر جرمنی کے مدبروں کی چالوں کے علی الرغم ۱۸۹۵ء میں زار روس کی حکومت کے ساتھ جنگی اتحاد قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۲ء تک جنوبی افریقہ میں بوئر قوم کے فرنگیوں اور برطانی حکومت کے درمیان جو لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں ان میں جرمنی کی حکومت نے بوئروں کے ساتھ پوری ہمدردی کا اظہار کر دیا ۔ اس واقعہ اور بعض دوسرے اثرات کے ماتحت برطانی مدبروں نے ۱۹۰۴ء میں فرانس کے ساتھ مفاہمت کر لی جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر جرمنی فرانس یا انگلستان سے جنگ کرے تو دونوں ملک اکٹھے ہو کر اس کا مقابلہ کریں گے ۔ ۱۹۰۷ء میں روس اور انگلستان کے درمیان بھی اسی قسم کی مفاہمت ہو گئی ۔ اس طرح

جرمنی ، آسٹریا اور اٹلی کے اتحاد ثلاثہ کے مقابلے میں فرانس ، روس اور انگلستان کا ائتلاف ثلاثہ بن گیا اور توازن دول ترازو کے تول قائم ہو گیا - یورپ کی دول عظمی کے جنگی ماہران معاہدوں کی بنا پر آئندہ جنگ کے نقشے تیار کرنے لگے - دونوں دھڑوں کے فوجی جنرل سٹاف وقتاً فوقتاً آپس میں مشورے بھی کر لیتے تھے -

چند اہم واقعات

بیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں دنیا میں جو چند اہم واقعات رونما ہوئے آن میں چین میں بکسر قوم کے لوگوں کا خروج سب سے پہلے سامنے آتا ھے - پچھلی صدی کے آخر میں فرنگی قومیں ہوس استعمار کی قینچیاں لے کر چین کی مملکت پر کچھ اس طرح ٹوٹ پڑی تھی جس طرح کسی بیل یا گدھے کی لاش پر گدھ اور کوے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ھیں - ۱۸۹۸ء میں جرمنی نے شان ٹونگ پر ، روس نے لیاؤ ٹونگ پر اور برطانیہ نے وی ھائی وی پر قبضہ جما لیا تھا - روس نے اپنی ریلوے لائن پورٹ آرتھر تک بڑھا لی اور ۱۹۰۰ء میں مانچوریا پر قبضہ جمانے کا عمل شروع کر دیا - اس کھلی لوٹ کھسوٹ کو روکنے اور اپنے ملک کو بچانے سے چین کی شہنشاھی حکومت بکسر بے بس ثابت ہوئی - لیکن چین کی بکسر قوم کے لوگ جو مسلمان تھے اس صورت حال کو برداشت نہ کر سکے انہوں نے ۱۹۰۰ء میں فرنگیوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کر دیا - شان ٹونگ کے جزیرہ نما میں فرنگیوں کی حالت نازک ہوگئی - جرمنی کے قیصر نے اپنے کمانداروں کو حکم بھیجا کہ وہ چینیوں کے ساتھ ویسا ھی وحشیانہ سلوک کریں جیسا ھن دوسری قوموں کے ساتھ کرتے تھے - بکسروں کے جہاد نے چین بھر میں اجنبیوں کے خلاف جوش پھیلا دیا اور پیکن کے غیر ملکی سفارت خانے غیر محفوظ نظر آنے لگے - اس کیفیت سے فائدہ آٹھانے کے لیے جاپان نے یورپی طاقتوں کی رضامندی سے پیکن پر ایک بحری اور بری مہم بھیجی - چین کی ملکہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئی - جاپان نے یورپی ملکوں کی نظروں میں اھمیت حاصل کر لی - بکسر قوم کے قیام کے ساتھ چین میں اجنبیوں کے نفوذ کے خلاف جو تحریک اٹھی اس

نے مانچوریا میں روسی نفوذ کے خلاف بھی عام شورش کی صورت اختیار کر لی لیکن روسی ان شورشوں کو دبانے میں کامیاب ھو گئے ۔

ان واقعات نے چین کے باشندوں پر اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا کہ چین کا شہنشاہ جسے وہ صدیوں سے دیوتا کا اوتار سمجھتے چلے آ رھے تھے ۔ فرنگیوں کے مقابلے میں چین کے سیادتی حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتا اور مطلق العنان بادشاھی نظام حکومت فرسودہ ھو چکا ھے ۔ اس وقت تک چین کے اندر جدید تعلیم یافتہ لوگ کافی تعداد میں پیدا ھو چکے تھے جو اھل فرنگ کے افکار اور ان کی سیاسی تحریکات کا مطالعہ کر رھے تھے ۔ ۱۹۰۴ء کی روسی جاپانی جنگ نے جس میں روس ایسی بڑی طاقت نے جاپان کی نوخیز طاقت سے شکست فاش کھائی چینیوں کی آنکھیں کھول دیں اور انھوں نے بھی اپنے ملک کا فرسودہ نظام توڑ کر نیا نظام قائم کرنے کی ٹھان لی ۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء میں چین کے اندر آئینی حکومت کا قیام معرض عمل میں آیا اور شہنشاہ کے اختیارات محدود کر دیئے گئے ۔ چین کے اندر پارلیمنٹ بنا کر عوام کی نمائندہ دستوری حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی ۔ لیکن جمہوری پارٹی کو جو ڈاکٹر سن یٹ سین کے زیر سر کردگی کام کر رھی تھی یہ صورت بھی اچھی نہ لگی ۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء میں چین میں ایک عام انقلاب رونما ھوا ۔ جس نے چین کے شہنشاہ کو معزول کر کے ملک سے نکال دیا ۔ ۱۹۱۲ء میں چین میں جمہوری حکومت قائم ھو گئی ۔

ھم بیان کر چکے ھیں کہ آنیسویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں روس اور برطانیہ کے درمیان ایشیا کے پس ماندہ اور کمزور ملکوں پر ایک دوسرے سے پہلے قبضہ جمانے یا اپنے اثر کا حق قائم کرنے کی سعیٔ مسابقت جاری تھی ۔ ۱۹۰۱ء میں روس کی فوجوں نے مانچوریا کے ملک پر قبضہ جما لیا تو انگریز کس طرح نچلے بیٹھ سکتے تھے چنانچہ انھوں نے تین سال کی تیاری کے بعد ۱۹۰۴ء میں تبت کی سر زمین پر چڑھائی کر دی اس کے صدر مقام لاسا پر قبضہ جما لیا اور اس طرح تبت کو اپنے حلقۂ اثر میں لانے کا حق قائم کر لیا ۔

روس اور جاپان کی جنگ

۱۸۹۴ء کی چین اور جاپان کی جنگ کے بعد روس، جرمنی اور فرانس کی مداخلت نے جاپان کو کوریا پر قبضہ جمانے سے محروم کر دیا تھا۔ ۱۹۰۰ء کے واقعات چین پر یورپی قوموں کے جارحانہ اقدامات پر منتج ہوئے جن کا تذکرہ ہم اوپر کر آئے ہیں۔ روس نے مانچوریا اور جزیرہ نمائے لیاؤ ٹونگ پر قبضہ جما لیا جس کے جنوبی سرے پر پورٹ آرتھر کی بندرگاہ واقع تھی۔ روس کوریا میں بھی نفوذ حاصل کرنے کا متمنی تھا۔ جس پر جاپان کے دانت بھی تیز ہو رہے تھے۔ جاپان کوریا کے بدلے مانچوریا پر روس کا حق ماننے کو تیار تھا لیکن روس نے یہ بات نہ مانی اس لیے جاپان کے شہنشاہ میکاڈو نے ۶ فروری ۱۹۰۴ء کو روس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جاپان کی فوجوں نے کوریا پر آسانی سے قبضہ جما لیا۔ کوریا کی شمالی سرحد پر دریائے یالو کے کنارے روسی لشکر کو شکست فاش دی۔ جاپانی جرنیلوں نے مانچوریا پر چڑھائی کر دی اور جزیرہ نمائے لیاؤ ٹونگ پر بھی فوج کشی کی۔ جاپانی بحری بیڑے نے روسی بحری بیڑے کو متعدد شکستیں دیں۔ پورٹ آرتھر کا قلعہ چھ ماہ کے شدید محاصرہ کے بعد سر کر لیا اور مانچوریا کے محاذ پر روسی جرنیلوں کو شکست پر شکست دے کر جاپانی فوجیں موکڈن تک پہنچ گئیں۔ اس جنگ میں جاپان نے ثابت کر دیا کہ عسکری تنظیم، جنگی صلاحیت، فوجوں کی قیادت اور جنگی چالوں میں جاپان کی تیاری یورپ کے ملکوں کی تیاریوں سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں۔ روس کو بالاخر ہار ماننی پڑی اور امریکہ کی مداخلت سے روس اور جاپان کے درمیان پورٹس ماؤتھ کا معاہدہ طے ہؤا جس کی رو سے روس نے لیاؤ ٹونگ کا علاقہ جاپان کو دے دیا۔ کوریا پر جاپان کی سیادت کا مکمل حق تسلیم کر لیا۔ سنگھالین کے جزیرے کا نصف حصہ جاپان کی نذر کر دیا۔ اس جنگ میں روس کا دوسرا بحری بیڑا جو بالٹک سے چل کر ساحل افریقہ کے گرد گھومتا ہؤا جاپانی سمندروں میں پہنچا تھا جاپانیوں کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہوگیا۔ پورٹس ماؤتھ کا معاہدہ ۵ ستمبر ۱۹۰۵ء

کوطے ہؤا -

ترکی پر مزید حملے (جنگ طرابلس اور جنگ بلقان)

ترکی کی سلطنت کے اقطاع نصف صدی سے یورپ کی دول عظمی کی للچائی ہوئی نگاہوں کا ہدف بن رہے تھے - ۱۸۷۷ء میں روس نے ترکی کےساتھ جنگ کر کے رومانیا ، بلغاریہ اور سرویا کی تین آزاد بلقانی ریاستیں قائم کرا لی تھیں - بوسینیا اور ہرزے گونیا کے صوبوں پر اسی وقت آسٹریا کی شاھنشی حکومت نے اپنا حق جتا دیا تھا - ۱۹۰۸ء میں آسٹریا نے ان دونوں صوبوں کو اپنی مملکت کے ساتھ ملحق کر لیا - سلطان عبدالحمید ترکی کے مطلق العنان بادشاہ تھے جن کے عہد میں ترکی کی یورپی مملکت کے بہت سے قطعات ترکوں کے ھاتھ سے نکل گئے اور یورپ کی فرنگی قوموں نے سلطان کو ڈرا دھمکا کر یا بہ لطایف الحیل ترکی کے اندر بہت سی امتیازی مراعات حاصل کر لی تھیں - ترک قوم کا فہمیدہ طبقہ اپنی قومی عظمت کے زوال کا یہ عمل دیکھ رہا تھا - اس طبقہ نے انجمن اتحاد و ترقی کے نام سے ایک خفیہ سوسائٹی قائم کی - جس کا مقصد اپنے ھاں کی مطلق العنان شاھی حکومت کو ختم کرکے اس کی جگہ عوام کی نمائندہ اور آئینی حکومت قائم کرنے کے لیے فضا کو ساز گار بنانا تھا - اس انجمن کی سرگرمیوں نے سلطان عبدالحمید کو دستوری حکومت کا حق تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا - لیکن سلطان اپنے شخصی اقتدار کو قائم اور بحال رکھنے کے لیے جوڑ توڑ کرتا رہتا تھا - ۱۹۰۸ء میں جب آسٹریا نے بوسینیا اور ہرزے گونیا کے صوبے ھڑپ کر لیے اور سطان کی حکومت اس کا کوئی سد باب کرنے سے قاصر رہ گئی تو نوجوان ترکوں کی پارلیمنٹ نے سلطان کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ محمد خامس کو سلطان اور خلیفۃ المسلمین بنا کر تخت پر بٹھا دیا - یورپ کی دول عظمی نے ترکی کے اس انقلاب کو خطرے کی نگاہ سے دیکھا - انہیں فکر پیدا ہوئی کہ جوان خیال ترکوں کی پارٹی اپنی مملکت کا انتظام سنبھال کر ان کے ساتھ برابری کا دعوی کرنے لگے گی - اس لیے اٹلی نے یورپ کی دول عظمی کے ایما سے ۱۹۱۱ء میں طرابلس

پر چڑھائی کر دی ۔ ترکوں کے پاس بحری بیڑا نہ تھا جو وہ اپنی سلطنت کے دور افتادہ خطے کی مدافعت کے لیے فوج بھیج سکتے ۔ ترکوں نے مصر کی راہ سے فوجیں بھیجنے کی کوشش کی لیکن مصر عملی طور پر انگریزوں کے اقتدار میں جا چکا تھا ۔ مصر پر ترکی کی سیادت محض کاغذ کے پرزوں ھی پر تسلیم کی جا رہی تھی اور مصر کے خدیو بھی اپنے ان حلیفوں یعنی انگریزوں کو مہمان بنا کر ان کے سامنے بے بس ھو چکے تھے ۔ ترکی فوج میں صرف انور پاشا ، مصطفیٰ کمال اور چند دیگر فوجی افسر بھیس بدل کر مصر کی راہ سے طرابلس پہنچنے میں کامیاب ھو سکے ۔ طرابلس میں شیخ سنوسیؒ کے مریدوں نے ان ترک افسروں کے زیر قیادت اٹلی کی فوجوں کا مقابلہ کیا ۔ لیکن ترکی سے کمک نہیں پہنچ سکتی تھی ۔ اس لیے اٹلی کی فوجیں طرابلس اور بعض دیگر ساحلی مقاموں پر قبضہ جمانے میں کامیاب ھوگئیں اور ترکی حکومت یورپی دول کے دباؤ کے ماتحت طرابلس کی سیادت کے حق سے دست بردار ھونے پر مجبور ھو گئی ۔

ابھی انور پاشا اور مصطفیٰ کمال شیخ سنوسی کی مدد سے طرابلس میں اٹلی کی فوجوں کے ساتھ لڑ ھی رہے تھے کہ سرویا ، بلغاریہ اور یونان کی بلقانی ریاستوں نے ۱۹۱۳ء میں دول یورپ کی شہ پا کر ترکی کے ساتھ جنگ چھیڑ دی ۔ ترک فوجی افسروں کو طرابلس کا میدان جنگ چھوڑ کر واپس آنا پڑا ۔ بلقانی ریاستوں کی فوجوں نے تھریس (یورپی ترکی) کے حصۂ غالب پر قبضہ جما لیا اور یہ فوجیں قسطنطنیہ کے دروازے شتلجہ کے مقام تک بڑھ آئیں ۔ شتلجہ کے محاذ پر ترکوں نے حملہ آوروں کو شکست دی ۔ اس شکست کے بعد یہ تینوں ریاستیں فتح کئے ھوئے علاقے کی تقسیم کے سوال پر آپس میں لڑ پڑیں ۔ اس جنگ میں رومانیہ نے بھی حصہ لیا ۔ غازی انور نے موقع کو غنیمت جان کر ادرنہ کو از سر نو فتح کر لیا اور چھنے ھوئے رقبے کو پھر سے حاصل کیا ۔ یہ حال دیکھ کر دول عظمیٰ نے مداخلت کی اور ترکی اور اس کے حملہ آوروں کے درمیان صلح کرا دی ۔ اس صلح نامے کی رو سے البانیہ کی آزاد ریاست قائم کر دی گئی جس کے متعلق بلقانی ریاستوں میں جھگڑا اٹھا تھا ۔

مشرقی ملکوں میں بیداری کی لہر

چین اور ترکی میں ۱۹۰۹ء میں آئینی اور دستوری حکومتیں قائم ہوئیں لیکن ایران میں ترقی خواہ ایرانیوں نے ۱۹۰۶ء میں اپنے بادشاہ مظفرالدین قاچار سے دستوری حکومت حاصل کر لی تھی۔ اور ایران میں ملکی انتظام کے لیے مجلس (پارلیمنٹ) کا قیام معرض عمل میں آ چکا تھا۔ ایران، چین اور ترکی میں پارلیمنٹوں کا قیام اس امر کی دلیل تھا کہ ان ملکوں کے فہمیدہ طبقوں میں جو عصر حاضر کی تعلیم سے بہرہ ور ہو رہے تھے اور اھل فرنگ کے سیاسی افکار سے متاثر تھے۔ ان خطروں کو محسوس کرنے کی صلاحیت پیدا ہو رہی تھی جو ان ملکوں کو اھل فرنگ کی استعماری دست برد کے ھاتھوں در پیش تھے۔ ان کے دماغ سوچنے لگے تھے کہ اس دور میں زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ مشرق اقوام اھل مغرب کے سے طریقے اختیار کریں۔ انہی کے نقش قدم پر چلیں۔ اپنے کو ھر اعتبار سے ان کے ھم پلہ بنائیں تا کہ یورپ کے لٹیروں کی دست برد سے محفوظ رہ سکیں۔ بادشاھوں اور شہنشاھوں کے اقتدار مطلقہ کے خلاف جو تحریکیں انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں اٹھی تھیں ان سے ان ملکوں کے تعلیم یافتہ طبقے ایک سو سال بعد بیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں جا کر متاثر ہوئے۔ صدھا سال کے پیہم تازیانوں کے بعد مشرق کے لوگ بیدار ہونے لگے۔ ان کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے دیکھا کہ علم و فن، سیاست، اقتصاد، صنعت و حرفت، تجارت اور ایجادات سے فائدہ حاصل کرنے کے معاملے میں وہ یورپ کی گوری قوموں سے صدھا سال پیچھے ھیں۔ اس لیے سفید رنگ کی اقوام انہیں ذلیل سمجھتی ھیں اور ان کی ھستی کو لا وارث مال سمجھ کر ھڑپ کرنے اور ھضم کر جانے کے در پے رھتی ھیں۔ زمانے کے حالات اگرچہ بدرجۂ غایت نا سازگار تھے تاھم ایران، ترکی اور چین کے فہمیدہ اور بیدار مغز اشخاص کی مختصر سی جمعیتوں نے اپنے ملکوں کو اھل فرنگ کی استعماری دست برد سے بچانے کے لیے کمر ھمت باندھی۔ ایک طرف انہوں نے اھل فرنگ کی

ریشہ دوانیوں کا مقابلہ شروع کر دیا اور دوسری جانب انہیں اپنی قوموں کے رجعت پسندانہ رجحانات سے جو مشرق اقوام کی گھٹی میں داخل ہوکر ان کے اجتماعی نظام زندگی کو فرسودہ بنا چکے تھے نبٹنا پڑا ۔ یہ لوگ اہل فرنگ کے افکار اور خیالات سے متاثر تھے اس لیے انہوں نے انہیں کے نقش قدم پر چلنے کو مشرق اقوام کے لیے نجات کا ذریعہ جانا ۔ اور اپنے کو ہر لحاظ سے ان کے ہم پایہ بنانے کی کوششیں شروع کر دیں ۔ فرنگیوں کی سیاسی حس نے مشرق اقوام کی اس بیداری کو اپنے استعماری مقاصد کے لیے باعث خطرہ جانا اس لیے انہوں نے ان ملکوں کی ترقی چاہنے والے عناصر کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے ۔ تاکہ انہیں فرصت و فراغت کے ساتھ اپنی قومی زندگی کے نظام کو پختہ بنیادوں پر استوار کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے ۔

پہلی عالمگیر جنگ

یورپ کی دول عظمی کے درمیان جنگ کے کھیل کی اسٹیج ۱۹۰۷ء ھی میں پوری طرح تیار ھو گئی تھی جب برطانیہ عظمی کے مدبروں نے جرمنی کے ارادوں کو بھانپ کر روس کے ساتھ مفاھمت کرکے جرمنی ، آسٹریا اور اٹلی کے اتحاد کے مقابلے میں فرانس ، برطانیہ اور روس کے اتحاد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ۔ ائتلاف ثلاثہ کے مدبر دیر سے محسوس کر رھے تھے کہ جرمن قوم کے سینوں میں رشک و حسد کی جو آگ بھڑک رھی ھے وہ ایک نہ ایک دن فرانس یا روس کے خرمنوں کا جائزہ لے کر رھے گی ۔ جنگ کے امکانات کو روکنے کے لیے ۱۸۹۹ء میں ھالینڈ کے شہر ھیگ میں نکولس زار روس کی دعوت اور تحریک پر پہلی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ھوئی جس میں یورپ کی ۲۶ قوموں کے نمائندے شریک ھوئے ۔ اس کانفرنس میں یورپی اقوام کا باھمی امن قائم رکھنے کے متعلق تجویزیں سوچی گئیں اور اس مسئلہ پر بحث کی گئی کہ باھمی جھگڑوں کا تصفیہ کرنے کے لیے ثالثی کے طریق کو رائج کیا جائے اور دول عظمی کے درمیان اسلحہ سازی کی جو دوڑ شروع ھو چکی ھے اسے اعتدال میں لا کر اس پر قابو پایا جائے ۔ اس کے علاوہ ایسے قوانین بنائے جائیں جو جنگ کے دوران میں فریقین کو ایک دوسرے کے ساتھ انسانیت کا سلوک کرنے پر مجبور کرنے والے ھوں ۔ اس کانفرنس میں کوئی تجویز بھی پروان نہ چڑھ سکی اور چھبیس قوموں کے نمائندے تبادلۂ خیالات کرنے کے بعد منتشر ھو گئے ۔ ۱۹۰۷ء میں جمہوریہ امریکہ کے صدر کی تحریک سے زار روس کی دعوت پر ھالینڈ کی حکومت کے زیر اھتمام ھیگ میں دوسری بین الاقوامی کانفرنس منعقد ھوئی جس میں یورپ اور امریکہ کی چوالیس اقوام کے نمائندے شریک ھوئے ۔ اس کانفرنس میں ھیگ کنوینشن کے نام سے بین الاقوامی قوانین کا ایک مجوعہ تیار کیا گیا جس پر امن اور جنگ کے

زمانے پر عمل کرنے کے لیے سب نے حامی بھر لی - اور ایک بین‌الاقوامی عدالت قائم کی گئی جسے اس مجموعۂ قانون کے مطابق قوموں اور ملکوں کے باہمی جھگڑوں کا تصفیہ کرنے کی خدمت تفویض کی گئی - غرض ۱۹۰۷ء میں جب فرانس ، برطانیہ اور روس کا جنگی اتحاد پایۂ تکمیل کو پہنچا اور جنگ کی تیاریاں مکمل ہو چکیں تو ھیگ کانفرنس میں امن قائم رکھنے اور امن اور جنگ کے زمانے کے لیے بین‌الاقوامی قوانین بنانے کی کوشش بھی کی گئی - ان کوششوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ اس صورت حال اور دول عظمٰی کی اس پوزیشن کو جو صدھا سال کی کشمکشوں کے بعد ۱۸۷۸ء کی برلن کانگرس کے وقت سے بن چکی تھی علٰی حالہ برقرار رکھا جائے - لیکن جرمنی ، آسٹریا اور اٹلی اپنی حالت پر مطمئن نہ تھے - اس لیے جنگ کے خطرات ٹلنے کے بجائے اور بھی ترقی کرتے نظر آنے لگے -

جرمنی فرانس سے اس لیے خائف تھا کہ اس نے ۱۸۷۸ء کی جنگ میں فرانس کے دو اضلاع آلساس اور لورین ھتھیا لیے تھے - اسے ڈر تھا کہ فرانس ان اضلاع کو واپس لینے کے لیے ایک نہ ایک دن جرمنی سے جنگ کرکے رہے گا - جرمنی نے پہلے ۱۹۰۶ء میں مراکش کو ھضم کرنے کے متعلق فرانس کی حکمت عملی پر اعتراض کیا - جس پر الجیئرس کی بین‌الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی اور معاملہ رفع دفع کرا دیا گیا - جرمنی نے پھر ۱۹۱۱ء میں مراکش کے سوال پر فرانس کی حکمت عملی پر اعتراض کیا اور اگدیر کے مقام پر اپنا جنگی بحری بیڑا بھی بھیج دیا لیکن فرانس اس دفعہ بھی طرح دے گیا اور جنگ کی نوبت نہ آئی - جرمنی اور آسٹریا روس کی بڑھتی ہوئی طاقت سے بھی خائف تھے - کیونکہ روس نہ صرف ایشیا میں اپنے استعماری پاؤں پھیلا رہا تھا بلکہ بلقان کی ریاستوں میں بھی نفوذ حاصل کر چکا تھا - سرویا کی ریاست روس کو اپنا مربی اور سرپرست خیال کرتی تھی جسے آسٹریا اپنی ہستی کے لیے بہت خطرناک سمجھتا تھا - ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر اور ۱۹۱۲ء میں سرویا ، بلغاریہ اور یونان نے ترکی پر حملہ کیا تو یورپ کے دول عظمٰی حسب

معمول سابق ٹس سے مس نہ ہوئیں - لیکن جب ترکی سے چھینے ہوئے علاقے کی تقسیم پر ان ریاستوں میں جھگڑا اٹھا تو دول عظمیٰ کے مدبروں نے محسوس کیا کہ یہ جھگڑا دول یورپ کے دو دھڑوں میں باہمی جنگ کی شکل اختیار کر لے گا - اس لیے انہوں نے مداخلت کر کے نہ صرف ان کے درمیان فیصلہ کرا دیا بلکہ ان کی باہمی کشمکش نے ترکی کے مرد بیمار کو بھی سانس لینے کی مہلت دے دی - جس کی شہ رگ کے قریب بلقانی ریاستوں کے حملے کی شکل میں اہل فرنگ کی دیرینہ سیاست کا جلادی خنجر پہنچ ہی چکا تھا -

دول عظمیٰ کے باہمی بغض و عناد کی اس فضا میں ایک ایسا حادثہ رونما ہوا جس نے آخرکار اس جنگ کے شعلے بلند کر دیئے جس کے لیے دیر سے تیاریاں ہو رہی تھیں - ۲۸ جون ۱۹۱۴ء کو آسٹریا کا شہزادہ ولیعہد فرانسس اپنی مملکت کے جنوب مشرقی صوبے بوسنیا کے صدر مقام سراجیوو گیا جہاں کے سلاف اور کروٹی باشندوں میں آزادی اور خودمختاری کی تحریک چل رہی تھی - شہزادہ ولیعہد کے وہاں جانے کا مقصد اسی تحریک کی گتھی کو سلجھانا تھا - شہزادہ ابھی اپنا کام شروع نہ کر پایا تھا کہ کسی نے اسے پستول کی گولی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا - آسٹریا کی حکومت پہلے ہی یہ سمجھتی تھی کہ اس صوبے کی باغیانہ تحریک کو نہ صرف سرویا کے لوگوں کی بلکہ سرویا کی حکومت کی خفیہ امداد حاصل ہے - آسٹروی پولیس کی تحقیقات نے اس امر کا انکشاف کیا کہ شہزادے کے قتل کی سازش میں سرویا کے بعض سرحدی افسر بھی شامل ہیں - اپنی اس تحقیقات کی بنا پر آسٹریا کی حکومت نے ۲۳ جولائی ۱۹۱۴ء کو سرویا کو الٹی میٹم بھیج دیا جس کی شرطیں بہت کڑی اور ذلت آمیز تھیں سرویا کی حکومت نے ان شرطوں کو کامل طور پر منظور نہ کیا - سرویا کو یقین تھا کہ اگر آسٹریا نے اس پر حملہ کیا تو روس اس کو بچانے کے لیے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کر دے گا - آسٹریا کی فوجوں نے ۲۸ جولائی کو سرویا پر چڑھائی کر دی - ادھر روس نے اپنی فوجوں کے اجتماع کا حکم جاری کر دیا - یہ دیکھ کر جرمنی نے روس کو الٹی میٹم

بھیجا کہ فوجوں کا اجتماع روک دیا جائے ۔ ورنہ جرمنی کو روس کے خلاف برسرپیکار ہونا پڑے گا ۔ یکم اگست کو روس نے آسٹریا کے خلاف اور جرمنی نے روس کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ کر دیا ۔ اور جرمنی کی فوجیں اس کی مغربی سرحد پر بھی فرانس کے خلاف حرکت میں آ گئیں ۔ جرمنوں کا بیان یہ تھا کہ فرانس کے ہوائی جہازوں نے بلجیئم کی غیر جانب دار سر زمین پر سے پرواز کر کے جرمنی کے ایک شہر پر بم برسائے اور فرانسیسیوں کا بیان یہ تھا کہ جرمنوں نے جنگ کا باقاعدہ اعلان کئے بغیر لکسمبرگ ، بلجیئم اور فرانس پر چڑھائی کر دی ۔ ۲ اگست کو جرمنی اور فرانس کے درمیان جنگ شروع ہو چکی تھی لیکن ایک دوسرے سے برسر جنگ ہونے کے اعلانات ۳ اگست کو جاری کئے گئے ۔ ۴ اگست کو برطانیہ نے اس امر کی بنا پر کہ جرمنوں نے بلجیئم کی غیر جانب دار سر زمین پر چڑھائی کر دی ہے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ۔ جرمن مدبروں کا خیال تھا کہ انگریز اس جنگ سے الگ تھلگ رہیں گے ۔ جرمنی کے وزیر اعظم نے برطانیہ کا الٹی میٹم ملنے کے بعد برطانی سفیر سے جو بات چیت کی اس میں یہ بھی کہا کہ برطانی حکومت کا یہ اقدام بدرجۂ غایت خطرناک ہے صرف ایک پرزۂ کاغذ کے لیے برطانیہ کہاں ایک نسلی رشتہ رکھنے والی قوم کے خلاف جو اس کی دوست بننے کی خواہاں ہے ، اعلان جنگ کر رہا ہے ۔ لیکن انگریز جانتے تھے کہ جرمنی کا طاقتور ہونا ان کے شاہنشہی مقاصد کے لیے خطرناک ہے اس لیے انہوں نے واٹرلو کی جنگ کے حلیفوں کا ساتھ دینے کے بجائے فرانس کو بچانا ضروری سمجھا جو پچھلی صدی میں اس کا زبردست حریف تھا اور جرمنی کے مقابلے کے لیے بلجیئم کی سر زمین میں فوجی مہم بھیج دی ۔

اس جنگ نے جو یورپ کی دول عظمیٰ کے دو دھڑوں کے درمیان شروع ہوئی جلد ہی عالمگیر حیثیت اختیار کر لی ۔ اٹلی نے اپنے معاہد حلیفوں یعنی آسٹریا اور جرمنی کا ساتھ دینے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ جنگ شروع کرنے کے متعلق اسے بے خبر رکھا گیا تھا ۔ یہ جرمنی کے ارباب تدبیر کے اندازوں کی دوسری بڑی غلطی تھی ۔ اس خلا کو پورا

کرنے کے لیے جرمنی کی سیاسی تدبیر گزاری نے ترکی کو اپنا حلیف بنایا۔ بات یوں ہوئی کہ ترکوں کے دو جنگی جہاز برطانیہ کے کارخانوں میں تعمیر ہوئے تھے۔ جن کے لیے ترکوں کے عوام نے چندہ دیا تھا۔ ان جہازوں کو لینے کے لیے ترکی کے بحری افسر انگلستان پہنچے ہوئے تھے کہ جنگ چھڑ گئی اور برطانی حکومت نے بلا وجہ یہ جہاز ضبط کر لیے۔ برطانی حکومت کے اس اقدام سے ترکوں میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ آدھر جنگ شروع ہونے کے ساتھ ھی جرمنی کے دو جنگی جہاز گوئیبن اور برسلا بحیرہ روم کے پانیوں سے بھاگ کر در دانیال کی راہ سے قسطنطنیہ پہنچ گئے اور جرمن حکومت نے یہ دونوں جہاز ترکوں کے ھاتھ فروخت کر دیئے۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو ترکی نے روس، برطانیہ اور فرانس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔

برطانیہ کی مستعمرات کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ نے برطانیہ کلاں کے اعلان جنگ کے ساتھ ھی جرمنی اور آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس معاملے میں بھی جنوبی افریقہ کے متعلق جرمنوں کا اندازہ سراسر غلط ثابت ہؤا جو بوئروں کی جنگ کے باعث یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اگر انگریز جنگ میں کود پڑے تو جنوبی افریقہ کے لوگ جن میں ڈچ نسل کے باشندے بھی کافی تعداد میں موجود ھیں برطانیہ کلاں کی امداد نہیں کریں گے۔ برطانیہ کے دیگر مقبوضات ہندوستان، روڈیشیا، بسوٹو لینڈ، اشانتی، نائیجیریا، یوگنڈا اور دیگر مقامات و جزائر کے غلام باشندوں نے تاج برطانیہ کو وفاداری کے پیغام بھیجے اور جنگ کے لیے اپنی غیر مشروط خدمات پیش کر دیں۔

ترکی کو آسٹریا اور جرمنی کا حلیف بنتا دیکھ کر اٹلی نے ائتلاف ثلاثہ یعنی برطانیہ، فرانس اور روس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا اور ۲۳ مئی ۱۹۱۵ء کو آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کرکے اپنی فوجوں کو حرکت دے دی۔ جنگ شروع ہونے کے بعد برطانی سیاست نے جاپان کو بھی جرمنی سے برسر پیکار ہونے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ جاپان نے اکتوبر ۱۹۱۴ء میں جرمنی کے چینی مقبوضات واقع سنگ ٹاؤ پر حملہ

کر کے قبضہ جما لیا - ۶ اپریل ۱۹۱۷ء کو امریکہ بھی اتحادیوں کا طرف دار ہو کر جنگ میں شامل ہوگیا - کیونکہ جرمن آبدوزوں نے سمندروں میں بلا امتیاز اور بلا استفسار تمام جہازوں کو غرق کرنے کی مہم شروع کر دی تھی اور اس مہم میں امریکہ کے ایک جہاز کو تارپیڈو کا نشانہ بنا لیا تھا - جرمن اس قسم کی اندھا دھند مہم شروع کرنے پر اس لیے مجبور ہوئے تھے کہ برطانی جہاز دوسرے ملکوں کے جھنڈے استعمال کرنے لگے تھے - نیز برطانیہ کی امارت بحری نے ایسے جہاز بھی چلا دیئے تھے جو بہ ظاہر بے ضرر تجارتی کشتیاں نظر آتے تھے لیکن ان پر توپیں چڑھائی ہوئی تھیں اور وہ جنگی جہازوں کا کام دیتے تھے - یہ جرمنوں کے اندازے کی چوتھی بڑی غلطی تھی ان کا خیال تھا کہ امریکہ اس جنگ سے الگ تھلگ رہے گا اور اگر وہ شامل بھی ہؤا تو وہ جرمن آبدوزوں کی موجودگی میں قابل ذکر فوج یورپ کے جنگی میدانوں میں نہیں بھیج سکے گا - لیکن امریکہ نے جرمنوں کے یہ دونوں اندازے سراسر غلط ثابت کر دیئے - وہ جنگ میں شامل بھی ہؤا اور اس نے چند ماہ کی مدت میں سولہ لاکھ فوج فرانس کی سرزمین میں آتار دی - صرف بلغاریہ ۱۹۱۷ء میں جرمنی اور آسٹریا کا ساتھی بنا - جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ رومانیہ نے اتحادیوں کے زمرے میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا - اس طرح یہ جنگ عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی اور جرمنی کو جس نے صرف روس اور فرانس کے خلاف لڑائی چھیڑی تھی ، دنیا کی بہت سی چھوٹی اور بڑی طاقتوں کا مقابلہ کرنا پڑا -

جنگی کوائف کا مد و جزر

جنگ کا اعلان ہونے کے ساتھ ہی جرمن فوجیں بلجیئم کی سرزمین میں گھس گئیں اور لکسمبرگ پر قبضہ کر کے فرانس کی سرحد میں داخل ہو گئیں - جرمن فوجوں نے ماہ اگست ہی میں بلجیئم کے اکثر شہروں پر قبضہ کر کے انٹیورپ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور فرانسیسی اور برطانی لشکروں کو شکست دیتی ہوئی فرانس کی سرزمین میں دور تک گھس گئیں - جرمنوں کی جنگی تیاریاں اس زور کی تھیں کہ اس محاذ پر

ابتدا ابتدا میں انہیں اپنی توقعات سے زیادہ سرعت رفتار کے ساتھ کامیابیاں حاصل ہونے لگیں اور جرمن فوجوں کو اپنے طے کردہ پروگرام سے پہلے فرانسیسی اور انگریزی فوجوں کا تعاقب کرتے ہوئے پیرس کی طرف آگے بڑھنا پڑا برطانیہ کی فوجیں نارمنڈی یعنی فرانس کے شمال مغربی علاقے کی طرف بھاگیں اور فرانس کے لشکروں نے جنوبی فرانس کی طرف پسپائی اختیار کی - جرمن جرنیل فرانسیسی فوجوں کا تعاقب کرتے ہوئے شمال سے جنوب کی طرف بڑھ رہے تھے - پیرس کو انہوں نے تیس چالیس میل دور اپنے دائیں بازو پر چھوڑ دیا - جرمن فوجیں دریائے مارن کی وادی میں تھیں کہ پیرس کی فرانسیسی سپاہ نے اپنے قلعوں سے نکل کر جرمنوں کے دائیں پہلو پر حملہ کر دیا - اس کے علاوہ جرمن جرنیل اس افواہ کا شکار بھی ہوگئے کہ برطانیہ ، فرانس اور روس نے ان کے عقب میں بلجیئم کی سر زمین پر لاکھوں کی تعداد میں فوج آتار دی ہے - جرمن فوجیں دریائے مارن کی وادی میں شکست کھا کر پیچھے ہٹ آئیں اور انہوں نے رود بار انگلستان کے ساحلی مقام کیلے تک شمالاً جنوباً ایک محاذ قائم کر کے خندقیں کھود لیں - برطانی اور فرانسیسی فوجیں بھی ان کے سامنے خندقیں کھود کر ڈیرے ڈالنے پر مجبور ہوگئیں - اس طرح فرانس کی سر زمین میں خندقوں کی مورچہ بندی سے ایک مستقل محاذ جنگ قائم ہوگیا اور لڑائی یہ رنگ اختیار کر گئی کہ طرفین کی فوجیں دشمن کی لائن کو توڑ کر اس میں شگاف ڈالنے کے لیے کبھی ایک مقام پر حملے کرتیں کبھی دوسرے مقام کو ہدف بناتیں - ١٩١٦ء کے اختتام تک فرانس کے محاذ پر اسی انداز کی شدید لڑائیاں ہوتیں رہیں جن میں بھاری بھرکم توپ خانوں نے حریف کے مورچوں پر سرعت اور شدت کے ساتھ گولہ باری کرنے کے ایسے ریکارڈ قائم کئے جو نوع انسانی کی تاریخ میں بالکل نرالی قسم کے تھے -

روس کے محاذ پر آسٹریا کی فوجوں نے اپنی شمالی سرحد کو عبور کر کے روسی پولینڈ پر درانہ وار چڑھائی کر دی - ان فوجوں نے لیمبرگ کے مقام پر روسیوں کے ہاتھوں شکست فاش کھائی اور لاکھوں کی فوج کا

معتد بہ حصہ میدان جنگ میں کھیت رہا - باقی فوج آسٹریا کی سر زمین کی طرف پس پا ہو گئی - روسی فوج نے جرمنی کے صوبہ پرشیا پر چڑھائی کی لیکن ٹینن برگ کے مقام پر جرمنوں نے روسیوں کو شکست دی اور روسی فوجوں کا تعاقب کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے - اگست ۱۹۱۵ء تک جرمن فوجیں پولینڈ پر قابض ہو گئیں اور انہوں نے روس کی چار لاکھ سپاہ کو جنگی قیدی بنا لیا -

آسٹروی فوجوں نے ۱۹۱۶ء کے آغاز تک سرویا کا ملک فتح کر لیا - لیکن اس وقت تک اٹلی جنگ میں شامل ہو چکا تھا اس لیے اسے اپنی فوجوں کا کافی حصہ اٹلی کے مقابلے کے لیے جنوبی محاذ پر رکھنا پڑا -

ترکوں نے اتحادیوں کے خلاف اعلان جنگ کرنے کے ساتھ ہی ایک طرف وادیٔ سینا کو عبور کر کے نہر سویز پر حملہ کیا لیکن اسماعیلیہ کے مقام پر ترکی فوج نے شکست کھائی اور صحرا میں حمل و نقل کا معقول انتظام نہ کر سکنے کے باعث پسپا ہو گئی - دوسری جانب ترکوں نے دسمبر ۱۹۱۴ء میں کاکیشیا کی سر زمین پر چڑھائی کی یہاں بھی سریکامیش کی جنگ میں روسیوں کے ہاتھوں شکست کھائی - اس طرح ترکوں کی دونوں جارحانہ مہمیں ناکام ہو گئیں -

۱۸ مارچ ۱۹۱۵ء کو انگریزوں نے اپنے جنگی جہازوں کے بل پر در دانیال کو عبور کرنے کی کوشش کی - ان کے بہت سے جہاز ترکوں کی پھیلائی ہوئی بحری سرنگوں سے ٹکرا کر اور ساحلی قلعوں کی بمباری کے نتیجے میں غرقاب ہو گئے اور برطانی بحری بیڑے کو ناکام و نامراد واپس لوٹنا پڑا - ۲۵ اپریل کو انگریزوں نے گیلی پولی کے جزیرہ نما کے متعدد نقطوں پر اپنی فوجیں آتار دیں - گیلی پولی کے بالمقابل ایشیائے کوچک کے ساحل پر فرانسیسی فوج آتری - گیلی پولی کے جنوبی سرے پر ترکوں کی دو کمپنیوں نے ان برطانی فوجوں کا صفایا کر دیا جو ساحل پر آتر کر مورچے بنانے کی فکر میں تھیں - لیکن گابا ٹیپ کے نقطے پر برطانیہ کی فوجیں کافی تعداد میں آترنے میں کامیاب ہو گئیں کیونکہ وہاں ترکوں

کی محض دیکھ بھال کی چوکیاں تھیں ۔ ان کی دفاعی فوج جزیرہ نما کے وسط میں کرنیل مصطفیٰ کمال کی کمان میں ڈیرے ڈالے پڑی تھی ۔ مصطفیٰ کمال ایک کمپنی کی پریڈ کا معاینہ کر رہے تھے کہ جندرامہ (پولیس) کے افسر ننگے سر بھاگے ہوئے آئے اور چلانے لگے کہ "وہ آ گئے وہ آ گئے" مصطفیٰ کمال نے پوچھا کون آ گئے ؟ پولس کے افسروں نے جواب دیا "انگریز" ۔ مصطفیٰ کمال نے دریافت کیا کہ ہمارے پاس توپ کے گولے ہیں ؟ جواب ملا کہ ہاں ہیں ۔ یہ سن کر مصطفیٰ کمال نے کچھ فوج لے کر گاباٹیپ کا رخ کیا جو چند میل ہی کے فاصلے پر تھا اور باقی فوج کو اپنے پیچھے آنے کا حکم صادر کر گئے ۔ ادھر ساحل پر انگریزوں کی فوجیں جوق در جوق جمع ہو رہی تھیں ادھر ترک سپاہ کو کمک پر کمک پہنچنے لگی ۔ برطانی امیرالبحر نے اپنی فوج کو خندقیں کھود کر لڑنے کی ہدایت کی ۔ گاباٹیپ کے نقطے پر کئی دن گھمسان کی لڑائی جاری رہی آخر ۱۸ دسمبر کو برطانی فوجیں شمالی نقاط سے اور ۸ جنوری ۱۹۱۶ء کو جنوبی نقاط سے با صد حسرت و یاس واپس لوٹنے پر مجبور ہو گئیں ۔ گیلی پولی کے معرکہ میں برطانی افواج کو جس تباہی کا سامنا ہؤا اس کی نظیر برطانیہ کی ساری تاریخ میں کہیں نہیں ملتی ۔

برطانی افواج نے ۲۱ نومبر ۱۹۱۴ء کو ابادان (ایران) کے تیل کے چشموں کی حفاظت کے خیال سے بصرہ کی ولایت پر حملہ کیا اور شکست کھا کر پسپا ہوئی ۔ ۱۹۱۵ء کے موسم بہار میں انگریزوں نے عراق کو سر کرنے کی مہم اختیار کی ۔ جنرل ٹاؤنشنڈ کی کمان میں برطانی فوجیں کوت العمارہ تک آگے بڑھ گئیں ۔ جہاں ترکوں نے ان کی ساری فوج کو جو ڈیڑھ دو لاکھ کے قریب تھی گھیرے میں لے لیا ۔ ۸ دسمبر ۱۹۱۵ء سے یہ محاصرہ شروع ہؤا اور ۲۹ اپریل ۱۹۱۶ء کو جنرل ٹاؤنشنڈ نوے ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا ۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء کو برطانی فوجوں نے جنرل ماڈ کی کمان میں عراق میں دوبارہ پیش قدمی شروع کی ۔ اس وقت تک برطانی ڈپلومیسی

کی ریشہ دوانیاں عراق کے عربوں کو اپنا حلیف اور ترکوں کا دشمن بنانے میں کامیاب ہو چکی تھیں ۔ عربوں کی مدد سے جنرل ماڈ کا اقدام کامیاب رہا اور برطانی سپاہ نے ۱۱ مارچ ۱۹۱۷ء کو بغداد پر قبضہ جما لیا ۔

طرابلس میں شیخ احمد سنوسی اور وادی سنا میں ترکی فوج کی سرگرمیوں نے برطانیہ کی بہت سی افواج کو مصر میں روکے رکھا ۔ ان فوجوں کو وادی سینا کی راہ سے فلسطین پر چڑھائی کرنے کی ہمت نہ ہوتی اگر برطانیہ کے محکمۂ جاسوسی کے ادارے حجاز ، فلسطین ، شام اور عراق کے عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے پر آمادہ کرنے میں ناکام رہ جاتے ۔ برطانیہ کی یہ ریشہ دوانیاں اس کی توقع سے بڑھ کر کامیاب ہوئیں ۔ برطانی مدبروں نے مکہ کے شریف حسین سے ساز باز کر کے اسے بہت بڑی سلطنت قائم کرنے کے سبز باغ دکھائے ، جس میں حجاز ، عرب ، عراق ، فلسطین ، شرق اردن اور شام کے ملک شامل کرنے کا تحریری وعدہ کیا گیا ۔ انگریزوں کے اس چکمے میں آکر عربوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی جو ترکی سلطنت کا سلطان ہونے کے علاوہ خلیفۃ المسلمین بھی تھا ۔ جون ۱۹۱۶ء میں عربوں نے بغاوت کا علم بلند کیا اور مصر کی برطانی فوجوں کو وادی سیناکی راہ سے فلسطین پر چڑھائی کرنے کا حوصلہ ہوگیا ۔ انگریزوں نے عربوں کو محض ٹیکنیکی مشیر ، روپیہ اور برا بھلا سامان دے کر ان سے وہ کام لیا جو وہ اپنی فوجی طاقت سے خود سر انجام نہیں دے سکتے تھے ۔ برطانی فوجوں نے دسمبر ۱۹۱۶ء میں العریش پر اور مارچ ۱۹۱۷ء میں فلسطین کے شہر غزہ پر قبضہ جما لیا ۔ عربوں کی غداری کے باوجود ترکوں نے اپریل ۱۹۱۷ء میں انگریزوں کو فلسطین میں شکست دی ۔ انہیں کمان تبدیل کرنی پڑی ۔ اور جنرل ایلن بی کا تقرر عمل میں آیا ۔ فلسطین کے عربوں کی بغاوت نے ترکی افواج کے لیے بہت سی مشکلات پیدا کر دیں اور ایلن بی نے ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو یروشلم کے مقدس شہر پر قبضہ جما لیا جس کے لیے بارھویں صدی مسیحی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان زبردست اور پیہم

لڑائیاں ہوتی رہیں جو تاریخ کے اوراق پر اہل فرنگ کی صلیبی یلغاروں کے عنوان سے ثبت ہو چکی ہیں ۔ یروشلیم کی تسخیر کو دنیائے عیسائیت میں ہلال پر صلیب کی فتح سے تعبیر کیا گیا ۔ برطانیہ کے وزیر اعظم لائڈ جارج نے اس پر اسی مذہبی جذبہ کے ماتحت فخر کا اظہار کیا لیکن مسلمانوں کی دینی حمیت کا عالم کچھ اس حد تک بدل چکا تھا کہ یروشلیم کو عیسائیوں کے لیے فتح کرنے میں عرب مسلمانوں نے جوش و خروش سے حصہ لیا اور ہندوستانی مسلمانوں کی فوجیں بھی زر خرید غلاموں کی حیثیت میں اس معرکہ میں شامل تھیں ۔ جو مسلمان اپنے پیٹ اور دنیاوی عیش و آرام کی خاطر برطانیہ کی جنگی امداد دل و جان سے کر رہے تھے وہ ترکوں کو کافر اور انگریزوں کو دین اسلام کا سر پرست اور مربی سمجھتے تھے ۔ جرمنوں کا خیال یہ تھا کہ ترکی کو اپنا حلیف بنا کر وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی عملی ہمدردیاں حاصل کرنے کے قابل بن جائیں گے لیکن واقعات نے ان کا یہ اندازہ بھی سراسر غلط ثابت کر دیا ۔ عربوں اور ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ بیسویں صدی مسیحی کا مسلمان دینی حمیت سے یکسر بیگانہ ہو چکا ہے ۔ وہ غلامانہ حیثیت کے معمولی دنیوی فائدے حاصل کرنے کے لیے مکہ ، مدینہ ، بیت المقدس (یروشلیم) اور بغداد ایسے مقدس مقاموں کے محافظوں اور خادموں پر بھی گولیاں چلانے میں دریغ سے کام نہیں لے سکتا ۔ گردش روزگار کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ہندوستان کے جن مسلمانوں کو ترک خلیفۃالمسلمین نے ۱۸۵۷ء میں اپنی آزادی کے لیے انگریزوں سے جنگ نہ کرنے اور ان کی غلامی پر قانع ہو جانے کا مشورہ دیا تھا ، وہی ہندی مسلمان ساٹھ سال بعد انگریزوں نے ترکوں کی سلطنت اور اسلامی خلافت کو تباہ و برباد کرنے کے لیے استعمال کئے ۔

اس اثنا میں فرانس کے اندر کیلے سے وردون تک کے لمبے محاذ پر جرمن اور اتحادی فوجیں مورچہ بند ہو کر لڑتی رہیں ۔ وردون کے مورچے پر ۲۱ فروری ۱۹۱٦ء سے ۱۵ دسمبر ۱۹۱٦ء تک گھمسان کی

لڑائیاں ہوتی رہیں - جن میں فرانس کا آخری جوابی حملہ کامیاب رہا - اتحادیوں نے افریقہ اور بحرالکاہل کے جرمن مقبوضات کو سر کرنے کی مہمیں بھی اختیار کیں - اگست ۱۹۱۴ء میں نیوزی لینڈ کی مہم نے سوآ کا جزیرہ جرمنوں سے چھین لیا - ستمبر ۱۹۱۴ء میں آسٹریلیا کی فوجوں نے جرمن نیوگنی کو سر کر لیا اور بعض دوسرے جزیروں پر قبضہ جما لیا - اگست ۱۹۱۴ء میں فرانس اور برطانیہ کی فوجوں نے جرمن ٹوگو لینڈ (افریقہ) کا علاقہ سر کیا - ۱۹۱۶ء میں فرانسیسی اور برطانی فوجوں نے کیمرون کی جرمن استوائی نو آبادی کو فتح کیا - جنوبی افریقہ کے جنرل بوتھا نے جرمن مغربی افریقہ کو سر کیا اور جنوبی افریقہ کے بوئروں کی شورش کی سرکوبی کی - ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۷ء تک کی مہم میں برطانیہ کی هندوستانی افواج نے جرمن مشرق افریقہ کو فتح کر لیا -

اس دوران میں جرمنی اور برطانیہ کے بحری بیڑوں کے درمیان بھی طاقت آزمائی کی جھڑپیں جاری رہیں - جرمنوں نے اپنے دشمنوں کے تجارتی اور جنگی جہاز ڈبونے کے لیے آبدوزیں چھوڑ رکھی تھیں - برطانیہ کی امارت بحری نے ان سے بچنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے دو طریقے اختیار کیے ایک یہ کہ برطانیہ کے جہاز غیر جانب دار ملکوں کے جھنڈے استعمال کرنے لگے دوسرے یہ کہ ایسے جہاز بنائے گئے جو بظاہر بے ضرر تجارتی جہاز نظر آتے تھے لیکن توپوں اور تارپیڈوؤں سے خفیہ طور پر مسلح ہوتے تھے - جرمن جنگی جہازوں اور آبدوزوں کو اس پردہ پوشی کے چند تلخ تجربے ہوئے تو انہوں نے بلا امتیاز جہازوں کو دیکھنے کے ساتھ ہی حملہ کرنے کی مہم اختیار کر لی - یہ مہم بہت مہنگی پڑی کیونکہ یہی مہم امریکہ کو ۱۹۱۷ء میں جنگ میں لانے کا بلا واسطہ سبب بن گئی - ۱۹۱۵ء کے آخیر اور ۱۹۱۶ء کے شروع میں بحیرہ شمالی میں برطانیہ کے بحری بیڑے اور جرمنی کے بحری بیڑے کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں - آخر جٹ لینڈ کی بڑی بحری جنگ ہوئی جس میں برطانی بیڑے نے جرمن بیڑے کو شدید نقصان پہنچایا اور جرمن بیڑا اپنی آماجگاہ نہر کیل میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا -

اس لڑائی میں طیارے اور ہوائی جہاز بھی استعمال کیے گئے لیکن ان کی تعداد کم تھی اس لیے وہ زیادہ تر دیکھ بھال کے کام کے لیے استعمال کیے جاتے تھے - جرمنوں کے زیپلن لندن پر بم برسانے کے لیے بھی آتے رہے لیکن ان سے زیادہ نقصان نہیں ہوا - ایک اور ہلاکت باز حربہ جو اس جنگ کے دوران میں فرانس کے محاذ پر استعمال ہوا زہریلی گیس تھا - ١٩١٦ء میں پہلے پہل جرمنوں نے ییرس کے مقام پر بھبکوں سے زہریلی گیس کا دھواں چھوڑا جو قدرتی ہوا کے کندھوں پر فرانسیسی سپاہ کے مورچوں کی طرف بڑھنے لگا - فرانسیسی مورچے چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن جرمن اس شگاف کی راہ سے جو گیسوں کے بادل نے پیدا کیا تھا آگے بڑھنے سے قاصر رہ گئے - اس کے بعد برطانیہ اور فرانس نے بھی زہریلی گیسیں بنائیں اور جلد ہی گیس چھوڑنے والے توپ کے گولے ایجاد ہو گئے - یہ ہتھیار چنداں مفید ثابت نہ ہوا کیونکہ گیس سے بچنے والے نقاب ایجاد کر لیے گئے -

٦ دسمبر ١٩١٦ء کو جرمنی کی فوجوں نے بخارسٹ پر قبضہ جما کر رومانیہ کی طاقت کو توڑ دیا - اور روس کا جنگی محاذ اس کی مغربی سرحد کے ساتھ ساتھ دو ہزار میل لمبا ہو گیا - ١٩١٧ء میں آسٹریا اور جرمنی کی پیش قدمی نے روس کے فوجی نظام کی کمر توڑ دی - روسی فوجی نظام کا شیرازہ بکھر گیا - روسیوں کو محسوس ہونے لگا کہ اب وہ جرمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس احساس کی وجہ سے اکتوبر ١٩١٧ء میں بولشویک پارٹی نے زار روس کے اقتدار کے خلاف انقلاب کا علم بلند کرکے سوویٹ حکومت قائم کر لی - اس نئی حکومت نے جرمنی سے جنگ موقوف کر دی - اتحادیوں کا ایک بڑا رکن گر گیا لیکن اس واقعہ سے پہلے امریکہ جنگ میں شامل ہو چکا تھا اور برطانیہ اور فرانس کو جرمنوں کے ہاتھ سے بچانے کے لیے یورپ میں زبردست فوجی مہم بھیج چکا تھا - خندقوں کی مورچہ بندی سے عہدہ برآ ہونے کے لیے برطانیہ کے جنگی محکمے دیر سے ایک نئی ایجاد "ٹینک" کے تجربے کر رہے تھے - ١٩١٦ء تک یہ ایجاد مکمل ہو گئی اور ١٩ نومبر ١٩١٧ء کو انگریزوں نے

فرانس کے محاذ پر کیمرائے کے مقام پر ڈھائی تین سو ٹینک پہلی دفعہ استعمال کیے ۔ ٹینکوں کے حملے کامیاب ثابت ہوئے جو اس وقت کے بعد جنگ کا پانسا پلٹنے کا موجب بن گئے ۔

۱۹۱۸ء میں سولہ لاکھ امریکی فوج میدان جنگ میں پہنچ کر جرمنوں سے نبرد آزما ہو چکی تھی ۔ اگست ۱۹۱۸ء میں جرمنوں نے فرانس کے محاذ پر شدید حملہ کیا اور شکست کھائی ۔ اس شکست کے باعث جرمنوں کا زور ٹوٹ گیا اور وہ پسپا ہو کر ہنڈن برگ لائن میں مورچہ بند ہو گئے جو جرمنی کی مغربی سرحد کے قریب بنائی گئی تھی ۔ ۱۵ ستمبر کو اتحادیوں نے سالونیکا کی بندرگاہ کے راستے بلغاریہ پر چڑھائی کی اور ۲۹ ستمبر تک بلغاریہ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا ۔ اسی مہینے میں برطانیہ اور فرانس کی فوجوں نے فلسطین سے شام پر چڑھائی کی اور میجدو کی جنگ کے بعد جس میں ترکوں کو شکست فاش ہوئی دمشق اور حلب پر قبضہ جما لیا ۔ بلغاریہ کے ہتھیار ڈال دینے کے بعد ترکوں کو اس امر کا زبردست خطرہ درپیش تھا کہ اتحادی فوجیں مقدونیا سے تھریس کی راہ سے قسطنطنیہ پر حملہ کر دیں گی اس لیے ۳۰ اکتوبر کو ترکی نے بھی ہتھیار ڈال دیے ۔ ادھر فرانس کے محاذ پر اتحادی فوجیں ماہ ستمبر ہی میں ہنڈن برگ لائن میں شگاف ڈالنے میں کامیاب ہو گئی تھیں ۔ ۳۰ اکتوبر کو آسٹریا کی فوجوں نے اٹلی کے محاذ پر شکست فاش کھائی اور آسٹریا نے بھی ہار مان کر ہتھیار ڈال دیے ۔ ۴ نومبر کو آسٹریا کے نمائندوں نے عارضی صلح کی شرائط پر دستخط ثبت کر دیے ۔ جرمن فوجیں ابھی مقابلہ کر رہی تھیں ۔ ان کے بعض جنگی افسر لڑائی جاری رکھنے کے خواہاں تھے لیکن ساتھیوں کے گر جانے کے باعث جرمنی کے اندر اضطراب کی ایک عام لہر دوڑ گئی ۔ ۲۶ اکتوبر کو جنرل لوڈنڈورف کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا گیا اور فوجوں کی کمان اس کے ہاتھ سے چھین لی گئی ۔ ۴ نومبر کو جرمنی میں حکومتی انقلاب برپا ہوا ۔ قیصر ولہلم بھاگ کر ہالینڈ چلا گیا ۔ جرمنی کی نئی حکومت نے ہتھیار ڈال دیے اور جرمنی کے نمائندوں نے ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو دن کے گیارہ

بجے مارشل فاش کی ریل گاڑی کے ڈبے میں عارضی صلح کی شرطوں پر دستخط کر دیے۔ اس طرح یہ چار سالہ عالمگیر جنگ جس کے دوران میں ایک کروڑ کے قریب آدمی ہلاک اور اتنے ہی مجروح ہوئے اختتام کو پہنچی۔ جنگ کے آخری مرحلوں میں جمہوریہ امریکہ کے صدر ولسن نے جرمنوں کے سامنے اس مضمون کی پیش کش کی تھی کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں گے تو دنیا کے آئندہ امن کی بنیادیں ان کے مرتب کردہ چودہ نقاط پر قائم کی جائیں گی ۔ لیکن فرانس اور برطانیہ کے فوجی افسروں نے عارضی صلح کی جن شرطوں پر جرمن نمائندوں سے دستخط لیے وہ صدر ولسن کے چودہ نقاط سے بہت مختلف تھیں - صدر ولسن کے چودہ نقاط کا لب لباب یہ تھا :

آئندہ قومیں اور سلطنتیں خفیہ بات چیت کا طریقہ ترک کر دیں - سمندر آزاد ہوں ۔ ہر قوم کو تجارت کرنے کا آزادانہ حق حاصل ہو - اسلحہ میں تخفیف کی جائے ۔ مستعمرات نو آبادیوں اور مقبوضات کے مسائل وہاں کی آبادیوں کے فائدے اور حکمران قوم کے حق کو ملحوظ رکھ کر طے کیے جائیں ۔ بلجیئم اور فرانس کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بنایا جائے ۔ الساس اور لورین کے اضلاع فرانس کو واپس دے دیئے جائیں ۔ اٹلی کی سرحدیں از سر نو منظم کی جائیں ۔ آسٹریا کی محکوم قوموں کو اور ترکی کی محکوم قوموں کو آزادی و خود مختاری کا حق دیا جائے - درِ دانیال کی شاہراہ بین الاقوامی بنا دی جائے ۔ پولینڈ کو آزادی دی جائے ۔ بلقانی ملکوں سے فوجیں ہٹا لی جائیں اور بین الاقومی جھگڑوں کے متعلق تبادلۂ خیالات کر کے تصفیہ کرانے کے لیے جمعیۃ الاقوام بنائی جائے -

صلح کے معاہدے

فاتح اتحادی ملکوں نے عارضی صلح کی شرطوں ہی میں شکست خوردہ اقوام کی حکومتوں سے یہ بات منوالی تھی کہ اتحادی فوجیں ، جرمنی ، آسٹریا ، ترکی اور بلغاریہ کے کلیدی مقامات پر قبضہ جمالیں گی اور ان کی

داخلی آمدنی کے ذرایع اور انتظامات پر اپنا کنٹرول قائم کریں گی ۔ تا آنکہ صلح کی پکی شرطیں طے ہو جائیں اور دنیا کا امن نئی بنیادوں پر استوار کیا جا سکے ۔ ۱۹۱۹ء میں سیورے کے مقام پر ترکی سے ، سینٹ جرمین میں آسٹریا سے ، نیوبلی میں بلغاریہ سے اور ورسائے میں جرمنی سے ، نئے صلح ناموں اور معاہدوں پر دستخط کرائے گئے۔ جو شرطیں ان ملکوں کے ساتھ طے کی گئیں وہ انتہا درجہ کی ذلت آمیز تھیں ۔ جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ ان ملکوں کی قومی ہستی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے ۔ معاہدے طے کرتے وقت صدر ولسن کے چودہ نقاط گلدستۂ طاق نسیان بنا دیئے گئے ۔ صدر ولسن اور امریکی نمائندے صلح کی کانفرنس میں شامل ہونے کے لیے یورپ آئے تو انہیں برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج ، فرانس کے صدر موسیو کلیمنشو اور اٹلی کے وزیر اعظم سائینور آرلینڈو ایسے یورپی مدبروں سے پالا پڑا جو فتح کے نشے میں سرشار تھے اور فتح کے ثمرات حاصل کرنے کے لیے کسی اصول یا کسی مصلحت کو حارج ہوتے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے ۔ صدر ولسن نے اپنے چودہ نقاط کی بات چھیڑی تو ان کے فاتح رفیقوں نے ان کا مذاق اڑایا ۔ موسیو کلیمنشو نے ورسائے کی صلح کانفرنس کے ابتدائی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "ولسن تو یسوع مسیح کی سی باتیں کر رہا ہے بلکہ وہ قادر مطلق خدا سے بھی بازی لے گیا ہے جس نے موسیٰ رض کو صرف دس احکام دیئے تھے اور ولسن چودہ نقاط لے کر آیا ہے ۔" لائڈ جارج اور کلیمنشو نے ولسن کو کچھ اس طرح مسحور کیا کہ اس کے بعد ولسن صاحب اپنے چودہ اصولوں کو یک قلم بھول گئے اور فاتح اقوام کے نمائندوں نے باہمی مشورت سے جو عام طور پر خفیہ ہوتی تھی ۔ معاہدوں کے مسودے تیار کئے اور ہزیمت خوردہ قوموں کے نمائندوں کو بلا کر بزور شمشیر ان سے معاہدوں پر دستخط ثبت کرا لیے ۔ صلح کی ان کانفرنسوں میں جو وقت لگا وہ مال غنیمت کی تقسیم پر بحث و تمحیص کرنے میں گزرا ۔ ان عہد ناموں کے رو سے جرمنی ، آسٹریا ، ترکی اور بلغاریہ پر بھاری تاوان ڈالے گئے ۔ ان تاوانوں کی وصولی کے لیے ان ملکوں کی آمدنی کے ذرایع اپنے قبضے میں لے لیے گئے۔

آلساس اور لورین کے اضلاع فرانس کو مل گئے ۔ تاوان وصول کرنے کے لیے فرانس نے جرمنی کے روھر کے علاقے اور سار کے معدنی ضلع پر قبضہ جما لیا ۔ جرمنی کی مستعمرات اور مقبوضات فرانس ، برطانیہ اور جاپان نے آپس میں بانٹ لیں ۔ پولینڈ کی آزادانہ مملکت قائم کی گئی اور اسے سمندر تک راہ دینے کے لیے جرمنی کی سر زمین میں سے ایک کوریڈور (برآمدہ) اور ڈینزگ کی بندرگاہ دے دی گئی ۔ جس کے باعث پرشیا کا صوبہ جرمنی کی مملکت سے الگ ہوگیا ۔ سلطنت آسٹریا کے حصے بخرے کرکے زیکو سلاویکیہ ، ھنگری اور یوگوسلافیہ (سرویا کلاں) کی نئی مملکتیں پیدا کر دی گئیں ۔ ھنگری کے دو اضلاع چھین کر رومانیہ کے حوالے کر دیئے گئے ۔ اٹلی اور آسٹریا کے درمیان نئی حد بندی کی گئی جس کی رو سے نئے علاقے اٹلی کو مل گئے ۔ عربوں کے ساتھ جو معاھدے کئے گئے تھے ان کو بالائے طاق رکھ کر ترکی کی سلطنت کو یوں تقسیم کیا گیا کہ عراق ، فلسطین اور شرق اردن پر برطانیہ کی حکمداری قائم کر دی گئی اور شام و لبنان ، فرانس کی حکمداری میں دے دیئے گئے۔ شریف مکہ حسین کو جس نے ترکوں سے بغاوت کی تھی پہلا انعام یہ دیا گیا کہ اسے حجاز کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا حالانکہ وہ وسیع عرب سلطنت کا شہنشاہ بننے کے خواب دیکھ رھا تھا ۔ اس کے بیٹے امیر فیصل کو عراق کا کٹ پتلی حکمران بنا دیا گیا ۔ برطانیہ کی حکومت نے مصر کو ترکی کے ساتھ جنگ شروع ھونے کے ساتھ ھی اپنے زیر حمایت لے لیا تھا ۔ جرمن مشرق افریقہ اور جرمن مغربی افریقہ کے ملک بھی برطانیہ کے حصے میں آئے اور کیمرون کی جرمن نوآبادی کو فرانس اور برطانیہ نے آپس میں تقسیم کر کے وھاں اپنی حکمداریاں قائم کر لیں ۔ ترکی سے تاوان جنگ وصول کرنے کے لیے قسطنطنیہ پر برطانیہ ، فرانس اور اٹلی کی فوجوں نے اپنا قبضہ جاری رکھنے کی ٹھان لی ۔ روس کو جرمنی کے ھاتھوں شکست کھانے اور بولشویک طرز کی حکومت قائم کرنے کی سزا یہ دی گئی کہ بحیرۂ بالٹک کے مشرق اور جنوب مشرق ساحل پر فن لینڈ ، لیٹویا اور لیتھونیا کی آزاد ریاستیں قائم کر دی گئیں جو جنگ سے پہلے زار روس کی مملکت میں شامل تھیں ۔ روس کی بولیشویک حکومت کو جو

سرمایہ دارانہ نظام کی مخالف تھی اچھوت قرار دیا گیا اور زار کے عہد کے جرنیلوں کو روس کے اندر جوابی انقلاب یا ارتجاعی انقلاب برپا کرنے کے لیے امدا دی گئی تاکہ دنیا میں اس نئی طرز کے نظام حکمرانی کو جو انسان کی اجتماعی زندگی میں مزدک اور کارل مارکس کے اصولوں اور نظریوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پیدا ہؤا تھا اس کے آغاز ہی میں ختم کر دیا جائے۔ یورپ اور امریکہ کے باقی ملکوں کے نظام حکومت اور روس کے نئے نظام حکومت میں بنیادی فرق یہ تھا کہ مقدم الذکر نظاموں میں خواہ وہ شاہنشہی، شاہی یا جمہوری تھے حکومت کا اقتدار سرمایہ دار طبقوں کے ہاتھ میں تھا اور روس کے نئے نظام حکومت میں اقتدار کی زمام مزدوروں، کسانوں اور محنت کش لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو سرمایہ داروں کا خاتمہ کرکے ملک کی پیداوار کو عام لوگوں پر مساوی طریق سے صرف کرنے اور سب کی حالت کو یکساں طور پر بہتر بنانے کا بالکل نیا اور انوکھا تجربہ شروع کر رہا تھا۔

سلطنت روس کی جگہ سوویٹ جمہوریتوں کا متحدہ نظام

۱۸-۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ نے نوع انسانی کی اجتماعی کیفیات میں جو اہم تبدیلیاں پیدا کیں ان میں زار روس کی مملکت اور سلطنت کی جگہ سوویٹ طرز کی جمہوریتوں کا قیام اور ان کے ایک متحدہ نظام کا ظہور ایک سراسر نئی اور غالباً اہم ترین تبدیلی تھی۔ ۱۹۱۷ء میں جرمنی کے ہاتھوں روسی لشکروں کی شکست و ریخت کے باعث روس کے اندر مزدوروں اور کسانوں کی جماعتوں نے جو انقلاب برپا کیا وہ بہت سی داخلی کشمکشوں کے بعد زار روس کے اقتدار کے خاتمہ، پرانی طرز کے نظام اجتماعی کی شکست اور بولشویک پارٹی کے اقتدار کے قیام پر منتج ہوا۔ جس کا لیڈر کامریڈ لینن تھا۔ جنگ سے پہلے روس کے داخلی نظام کی کیفیت یہ تھی کہ زار ساری مملکت کا خود مختار فرمانروا تھا۔ اگرچہ دوما کے نام سے ایک قسم کی عوام کی نمائندہ مشاورتی مجلس قائم تھی

لیکن اسے نہ تو ملکی انتظام میں کسی قسم کا دخل حاصل تھا نہ قانون بنانے کا اختیار تھا - روس کے اندر علنی اور مخفی سیاسی جماعتیں پنپ رہی تھیں جن میں بعض کا مقصد محدود شاہی کے ساتھ نمائندہ آئینی حکومت قائم کرنا ، بعض کا فرانس اور امریکہ کے نمونے پر جمہوریت بنانا تھا لیکن ایک جماعت ایسی بھی تھی جو ملک میں مزدوروں اور کسانوں کی حکومت برپا کرنا چاہتی تھی اور کارل مارکس، کے نظریوں کے مطابق اشتراکی نظام اجتماعی قائم کرنے کی خواہاں تھی - اس جماعت کا عقیدہ یہ تھا کہ انفرادی سرمایہ داری کا خاتمہ کر دیا جائے - ملک کی تمام پیداوار ریاست کی ملکیت شمار ہو اور ریاست کا حکومتی اقتدار کاریگروں ، مزدوروں ،کسانوں اور محنت کشوں کے ہاتھ میں آجائے۔ ۱۹۱۶ء میں پیہم شکستوں اور زار کی حکومت کی بد نظمیوں کے باعث ملک میں عام بے چینی پیدا ہوئی - جابجا ہڑتالیں ہونے لگیں - فوجیوں نے عوام سے ہمدردی کی روش اختیار کی - ایسے حالات میں دوما (مجلس مشاورت) کے ارکان نے فروری ۱۹۱۷ء میں موسیو کرنسکی کو وزیراعظم بناکر ایک عارضی حکومت قائم کر لی - جس نے چند روز کے بعد زار اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد کو گرفتار کر لیا - اندریں اثنا ملک بھر کے مزدوروں اور کسانوں نے جا بجا سوویٹیں یعنی اپنی اپنی پنچائتیں قائم کر لیں - ان کی سیاسی جماعت کا لیڈر لینن تھا جو گرفتاری سے بچنے کے لیے ملک کے باہر زندگی بسر کر رہا تھا - زار کی گرفتاری کی خبر سن کر وہ اپنے ملک میں لوٹ آیا - کسانوں کی جمعتیں زمینداروں کو ان کی جاگیروں کے نکال رہی تھیں - ملک کے اندر بد نظمی کا دور دورہ تھا - جرمن فوجیں بحیرہ بالٹک کے ساحلی صوبوں کو سرکوبی ہوئی پیٹرو گراڈ (موجودہ لینن گراڈ) تک کے قریب پہنچ رہی تھیں - لینن نے موقع کو غنیمت جان کر پیٹرو گراڈ کی مدافعت کے لیے ایک فوجی کمیٹی بنائی جس نے شہر کی سرکاری عمارتوں پر قبضہ کر لیا - کرنسکی نے محسوس کیا کہ یہ سب کچھ نئے انقلاب حکومت کا پیش خیمہ ہے - وہ پیٹرو گراڈ سے بھاگ گیا - لینن نے نئی حکومت قائم کر لی جس نے جرمنی کے خلاف جنگ بند کر دی اور مارچ ۱۹۱۸ء میں بریسٹ لیٹوسک کے مقام پر

جرمنی کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا جس کی رو سے بالٹک کے ساحلی علاقے میں فن لینڈ ، ایسٹونیا ، لیٹویا اور لیتھونیا کی آزاد ریاستیں قائم ہو گئیں اور نئے روس نے پولینڈ کی آزادی تسلیم کر لی ۔ ادھر ملک کے اندر سرخ روسیوں (بولشویکوں) اور سفید روسیوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی ۔ اس خانہ جنگی کی آگ کو جرمنی سے جنگ کا خاتمہ ہو جانے کے بعد اتحادیوں نے ہوا دی ۔ اور برطانیہ ، فرانس ، امریکہ ، جاپان ، پولینڈ اور زیکو سلاویکیہ کے فوجی سپاہی سفید روسیوں کی امداد کے لیے روس کی سر زمین میں پہنچ گئے ۔ پولینڈ نے اپنے ملک کی توسیع کے لیے روس کے ساتھ جنگ چھیڑ دی ۔ ۱۹۲۰ء میں روس اور پولینڈ کے درمیان ایک معاہدہ طے ہوا ۔ اس وقت تک سفید روسیوں کا زور بھی ٹوٹ چکا تھا ۔ اس طرح ایک نئی قسم کا نظام حکومت دنیا میں قائم ہو گیا جس میں حکومت کا اقتدار کسانوں ، مزدوروں اور محنت کش لوگوں کے ہاتھ میں تھا ۔ جس میں دوسروں کی محنتوں سے فائدہ اٹھا کر عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے والا طبقہ مفقود کر دیا گیا ۔ ملک کا تمام سرمایہ اور ملک کی ساری پیداوار سٹیٹ کی یعنی سب لوگوں کی مشترکہ ملکیت قرار پائی اور سٹیٹ سب لوگوں کو روٹی ، کپڑا اور دیگر ضروریات زندگی قریب قریب یکساں طور پر مہیا کرنے کی کفیل بن گئی ۔ یہاں اس امر کا ذکر کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ کچھ اسی قسم کے اجتماعی نظام کی طرح پیغمبر اسلام کے پہلے خلیفہ ابوبکرؓ اور دوسرے خلیفہ عمرؓ نے بھی ڈالی تھی ۔ لیکن عمر کے اجتماعی نظام اور لینن کے اجتماعی نظام کا بنیادی فرق یہ تھا کہ مقدم الذکر کی بنیادیں دین اسلام کے معتقدات پر قائم کی گئی تھی اور ایسا کرنے کے لیے عمرؓ کا مقصد خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا ۔ عمرؓ انسانوں میں عدل و مساوات اس لیے نافذ کرنا چاہتے تھے ۔ کہ وہ سمجھتے تھے کہ قادر مطلق خدا یہی چاہتا ہے کہ اس کے بندوں میں عدل اور مساوات قائم ہو ۔ لینن کا اجتماعی نظام خدا کے تصور کا منکر بلکہ اس کا دشمن تھا کیونکہ لینن کے نزدیک خدا کا تصور سرمایہ داری کا ایجنٹ تھا جسے بورژوا (مفت خور سرمایہ دار) طبقہ کے لوگ پرولتاری (محنت کش) طبقہ کے لوگوں پر ظلم کرنے کے لیے بہانے

کے طور پر استعمال کر رہے تھے ۔

جمیعۃ الاقوام (لیگ آف نیشنز) کا قیام

فاتح اقوام کے مدبروں نے شکست خوردہ قوموں سے معاہدے طے کرتے وقت آئندہ کے لیے جنگ کے امکانات کو روکنے اور قوموں کے درمیان اشتراک عمل کے جذبے کو ترقی دینے کے لیے ایک جمعیت اقوام کی طرح بھی ڈالی ۔ جس کی بنیاد ایک میثاق پر رکھی گئی ۔ اس جمعیت اقوام کے جو قواعد بنائے گئے ان کی رو سے ایک اسمبلی قائم کی گئی جس میں ہر اس قوم کے نمائندوں کو شامل ہونے کا حق دیا گیا جو اس جمعیت کی رکنیت قبول کرے ۔ قرار پایا کہ اس اسمبلی کا اجلاس سال میں ایک دفعہ سوئزر لینڈ کے مقام جنوآ میں منعقد ہوا کرے ۔ جس میں ہر رکن کو بین‌الاقوامی امن اور فلاح کے لیے تجویزیں پیش کرنے کا حق حاصل ہو ۔ اس اسمبلی کے علاوہ ایک کونسل بنائی گئی جس کی مستقل رکنیت کا حق دول عظمٰی کے نمائندوں کے لیے مخصوص رکھا گیا ۔ ان کے علاوہ ہر سال اسمبلی کو نو دیگر ارکان کے انتخاب کا حق دیا گیا جو تبدیل ہوتے رہیں ۔ کونسل کا کام یہ تھا کہ وہ دو قوموں کے درمیان پیدا ہونے والے سیاسی جھگڑوں کا فیصلہ کرایا کرے ۔ اس کونسل کی حیثیت محض ثالثی جماعت کی تھی ۔ کیونکہ اس کے پاس اپنے فیصلے کو منوانے کے لیے کوئی طاقت نہ تھی ۔ جمیعۃالاقوام کا ایک مستقل دفتر بھی جنوآ میں قائم کیا گیا جس میں مختلف شعبوں کے تنخواہ دار کارکن رکھے گئے اور اس جمعیت کی نگرانی میں ایسے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک بین‌الاقوامی عدالت بھی قائم کی گئی جو دو قوموں کے درمیان پیدا ہوں اور قانونی حیثیت رکھتے ہوں ۔ اس جمعیت اقوام نے ایک نئی اصطلاح حکمداری (Mendate) ایجاد کی جس کی رو سے جرمنی کی بعض نو آبادیاں اور مقبوضہ سر زمینوں اور سلطنت ترکی کے بعض سابقہ ملکوں کو برطانیہ ، فرانس ، آسٹریلیا ، جاپان ، اور جنوبی افریقہ کی تحویل میں دے دیا گیا تاکہ یہ طاقتیں ترقی کی راہ پر ان ملکوں کی رہنمائی کرتی ہوئی انہیں خود مختاری کی پوزیشن تک لے جائیں ۔

حکم بردار خطوں کے متعلق نگرانی کا حق جمعیت اقوام نے اپنے لیے محفوظ رکھا ۔ ان سیاسی امور کے علاوہ بعض دوسرے کام بھی جمعیت اقوام نے اپنے ذمے لیے جو دنیا بھر میں وباؤں کی روک تھام ، مسکرات کی تحدید ، مزدوروں کی حالت کی اصلاح ، غلامی کی بندش اور ایسے ھی دوسرے اصلاحی مقاصد کے متعلق تھے ۔ دنیا کی اکثر قومیں شروع ھی میں اس جمعیت کی رکن بن گئیں ۔ لیکن امریکہ اور روس پہلے اس سے الگ تھلگ رہے ۔ ان کے علاوہ ابتدا میں شکست خوردہ بھی اس کے ممبر نہیں بنے تھے اور بعض چھوٹے ملکوں نے بھی شمولیت سے پہلے اس کی کار کردگی کا جائزہ لینا ضروری سمجھا ۔ ۱۹۳۴ء تک سوویٹ روس اور افغانستان بھی اس جمعیت میں شامل ھوگئے اور شکست خوردہ قومیں یعنی جرمنی ، آسٹریا ، بلغاریہ اور ترکی بھی آھستہ آھستہ اس جمعیت کی رکن بن گئیں ۔ صرف امریکہ اس سے الگ تھلگ رھا ۔

اقوام فرنگ کی کشمکشیں

عالمگیر جنگ کے خاتمے پر شکست کھانے والے ملکوں کو فاتح اقوام کی منتقمانہ سخت گیریوں کا تختہ مشق بننا پڑا جس کے باعث وہ داخلی بد امنی اور خانہ جنگی کا شکار ہو گئے ۔ جرمنی میں قیصریت کے خاتمے پر پہلے ایک قسم کی جمہوری حکومت قائم کرنے کی کوششیں بروئے کار آئیں جس کا نام جرمنوں نے روس کے باشندوں کی دیکھا دیکھی سوویٹ ری پبلک (جمہوریۂ شورائیہ) رکھا لیکن جلد ھی یہ بات ظاھرھوگئی کہ جرمنی کی جمہوریت محض نام کی سوویٹ ھے ۔ اقتدار حکومت کی زمام اس میں بھی سرمایہ دار طبقہ ھی کے ھاتھ میں ھے ۔ یہ حال دیکھ کر جرمنی کی اشتراکی پارٹی نے ملک بھر میں شورشیں برپا کر دیں ۔ جرمنی کے اندر کئی جگہ خانہ جنگی کی وارداتیں ہونے لگیں ۔ جن میں اشتراکی پارٹی کا زور ٹوٹ گیا ۔ جرمنی کے لیڈروں نے انتخابات کے ذریعے ملک بھر کے نمائندوں کی ایک اسمبلی قائم کی تاکہ جمہوریۂ جرمنی کا نیا آئین تیار کیا جائے ۔ اندریں اثنا فاتح اقوام کے مدبروں نے جرمنی کے ساتھ معاھدہ کی شرطوں کا مسودہ تیار کر لیا تھا ۔ جرمنوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ چون و چرا کئے بغیر اس شرایط نامے پر دستخط کر دیں ۔ جرمن اپنے فاتحین سے بہتر سلوک کی امید لگائے بیٹھے تھے ۔ لیکن جو شرطیں ان کے سامنے پیش کی گئیں وہ بہت کڑی تھیں ۔ اس کی تمام نو آبادیاں چھین لی گئیں اور انہیں تاوان جنگ کے طور پر اتنی بھاری رقم ادا کرنے کے لیے کہا گیا جسے جرمن قوم کسی صورت میں بھی ادا نہیں کر سکتی تھی ۔ اس کے ساتھ ھی یہ فیصلہ کیا گیا کہ جرمنی کے اسلحہ پر اتحادیوں کی نگرانی قائم کر دی جائے اور انہیں جنگ کا مزید سامان بنانے کی اجازت نہ دی جائے ۔ یہ آخری شرط منوانے کے

لیے جرمنوں کو بتایا گیا کہ فاتح قومیں بھی آہستہ آہستہ اپنے اسلحہ اور سامان جنگ کو کم کر لیں گی ۔ جرمن لیڈر ان کڑی شرطوں کو ماننے کے لیے آمادہ نہ تھے لیکن لڑنے کی سکت بھی ختم ہو چکی تھی ۔ اس کے علاوہ فاتح قوموں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک جرمنی اور اس کے جنگی حلیف فاتحین کی پیش کی ہوئی شرطوں کو نہیں مانتے اسوقت تک ان کے ملکوں میں سامان خوراک نہ بھیجا جائے ۔ جرمنی پر اس وجہ سے قحط کی مصیبت نازل ہوئی ۔ ہزاروں جرمن جن میں بوڑھوں اور بچوں کی تعداد زیادہ تھی کیونکہ جوان جنگ میں کام آ چکے تھے اس قحط کا شکار ہو کر رہ گئے ۔ جرمنوں کو قہر درویش بر جان درویش اتحادیوں کی شرطیں ماننی پڑیں ۔ جرمنی کے نمائندوں نے احتجاج کر کے ورسائے کے معاھدے پر دستخط ثبت کر دیئے ۔ جرمن قوم میں اس معاھدے کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ۔ ایک جرمن لیڈر هروان کاپ نے اپنے ھاں کی حکومت کے خلاف شورش کا علم بلند کیا لیکن مزدور طبقہ کے لوگ حکومت کے حامی تھے ۔ مزدوروں نے هڑتالیں کر دیں اس لیے هروان کاپ کی تحریک کامیاب نہ ہو سکی ۔

۱۹۲۲ء میں جرمنی نے تاوان جنگ کی قسطیں ادا کرنے سے اپنی معذوری کا اظہار کر دیا ۔ فرانس اور بلجیئم کی فوجوں نے جرمنوں سے تاوان وصول کرنے کے لیے جرمنی کے صنعتی علاقے روھر پر قبضہ جما لیا جہاں کوئلے کی کانیں ھیں ۔ جرمن مزدوروں نے کانوں پر کام کرنے سے انکار کر دیا ۔ تمام کانیں پانی سے بھر گئیں ۔ جرمنی کے کارخانے بند ہو گئے ۔ جرمنی کو شدید ترین مالی مشکلات پیش آنے لگیں ۔ اس کے سکے کی قیمت اس حد تک گر گئی کہ اس کی کوئی قدر و قیمت باقی نہ رہی ۔ اس صورت حال کو سنبھالنے کے لیے جرمنی کی حکومت نے نیا سکہ چلایا ۔ اور جمعیۃالاقوام نے یہ جاننے کے لیے کہ جرمنی کس قدر تاوان کی قسط ادا کر سکتا ھے ڈاز کمیٹی مقرر کی ۔ جس نے ۱۹۲۴ء میں بعض تجویزیں تیار کیں جن کے باعث جرمنی تاوان کی قسط ادا کرنے کے قابل بن گیا ۔ ۱۹۲۵ء میں برطانیہ ، فرانس ، بلجیئم اور جرمنی کے درمیان

ایک نیا میثاق طے ہؤا جو کیلوگ کا میثاق کہلاتا ہے ۔ اس معاہدے میں یہ بات قرار پائی کہ اگر جرمنی پر فرانس حملہ کرے گا تو برطانیہ جرمنی کی مدد کرے گا اور اگر فرانس یا بلجیئم پر جرمنوں نے حملہ کیا تو برطانیہ ، فرانس یا بلجیئم کا ساتھ دے گا ۔ ۱۹۲۶ء میں جرمنی نے جمعیۃالاقوام کی رکنیت قبول کر لی ۔

فاتح اقوام نے آسٹریا کے ساتھ جو معاہدہ طے کیا اس میں آسٹریا کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی ۔ اس کے کچھ اضلاع سرویا کو دے کر یوگوسلافیہ کی باشاہی قائم کر دی گئی کچھ اضلاع رومانیا کو دے دیئے گئے ۔ ہنگری کا ملک الگ کر دیا گیا اور شمال میں آسٹروی سلطنت کا کچھ حصہ کاٹ کر زیکو سلاویکیہ کی نئی ریاست بنادی گئی ۔ آسٹریا کے لوگوں نے جمہوریت قائم کی ۔ کیونکہ انہیں اپنے ہم قوم جرمنوں سے ملنے کی اجازت نہ دی گئی ۔ ہنگری کے باشندے پرانے شاہی خاندان کے کسی فرد کو بادشاہ بنانا چاھتے تھے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہ دی گئی اس لیے انہوں نے تخت شاہی کو خالی رکھ کر اقتدار کی زمام مدار المہام کو تفویض کر دی ۔ آسٹریا کو جلد ھی جرمنی کی طرح قحط کا سامنا ہؤا ۔ جمعیۃالاقوام نے زیکو سلاویکیہ کو آمادہ کیا کہ وہ آسٹریا کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرے ۔ ہنگری میں پہلے اشتراکی پارٹی کا اقتدار مطلق (ڈکٹیٹرشپ) قائم ہؤا ۔ جس کے لیڈر بیلا کون نامی نے زیکوسلاویکیہ اور رومانیہ سے جنگ چھیڑ کر وہ اضلاع واپس لینے کی کوشش کی جسے ہنگری کے باشندے اپنے ملک کا حصہ سمجھتے تھے ۔ زیکوں نے بیلا کون سے شکست کھائی لیکن رومانیہ نے بڈاپسٹ پر قبضہ کر لیا اور اشتراکی پارٹی کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا ۔ ہنگری کے ساتھ فاتحین نے جو معاہدہ طے کیا اس میں اس کے کئی ایک اضلاع کاٹ کر زیکو سلاویکیہ اور رومانیہ کو دے دیئے گئے جس کے باعث ہنگری کے لوگ ہمیشہ محسوس کرتے رہے کہ ان کے ساتھ سخت بے انصافی کی گئی ہے ۔ اس وجہ سے ہنگری اور اس کے ہمسایہ ملکوں کے تعلقات ہمیشہ مخدوش رہے اور اکثر جھگڑے پیدا ہوتے رہے ۔

بلقان کے ملکوں یونان ، بلغاریہ ، یوگوسلافیہ ، البانیہ اور رومانیہ کے درمیان سرحدیں معین نہ ہونے کے باعث جھگڑے پیدا ہوتے رہے ۔ جن کا فیصلہ کرنے کے لیے جمعیۃالاقوام نے کمیشن بھیجے ۔ ۱۹۲۱ء میں یونان اور یوگوسلافیہ کی فوجوں نے البانیہ کے بعض سرحدی مقامات پر قبضہ جما لیا ۔ چونکہ حدیں معین نہ تھیں اس لیے وہ کہتے تھے کہ یہ مقامات ہمارے ہیں ۔ جمعیۃالاقوام نے کمیشن مقرر کرکے یونان اور یوگوسلافیہ کو اپنی اپنی فوجیں پیچھے ہٹانے پر آمادہ کیا ۔ ۱۹۲۳ء میں جمعیت الاقوام کا ایک کمیشن یونانی علاقے میں کام کر رہا تھا ۔ یونانیوں نے اس کمیشن کے رئیس اور اس کے ساتھیوں کو گولیوں سے ہلاک کر دیا ۔ ان میں کے بعض رکن اطالوی اور بعض البانوی تھے ۔ اٹلی کی حکومت نے یونان کے ایک جزیرہ کارفو پر جنگی جہاز بھیج کر بم باری کی ۔ جزیرے پر قبضہ جما لیا ۔ یونان کی حکومت نے جمعیۃالاقوام سے شکایت کی ۔ دول عظمیٰ کے سفیروں نے جمعیت الاقوام کی مدد سے جھگڑا چکایا اور اٹلی نے کارفو خالی کر دیا ۔ یہ واقعہ اتنا اہم تھا کہ اگر اس کا فیصلہ نہ ہوگیا ہوتا تو یورپ کے ملکوں میں ایک نئی جنگ چھڑ جاتی ۔ ۱۹۳۵ء میں یونان اور بلغاریہ کے درمیان جنگ چھڑنے لگی تھی جسے جمعیۃالاقوام نے روکا ۔

جنگ کے بعد فاتح اقوام نے پولینڈ کو ایک آزاد ملک بنا دیا تھا ۔ سوویٹ روس کی حکومت نے جو ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں قائم ہوئی تھی ۱۹۱۸ء کے آغاز میں جرمنی سے معاہدہ طے کرتے وقت پولینڈ کی سر زمین سے روس کی دست برداری تسلیم کر لی تھی اور بحیرہ بالٹک کے ساحل پر لیتھونیا ، لیٹویا ، استھونیا اور فن لینڈ کی آزاد ریاستیں مان لی تھیں جو پہلے زار روس کی مملکت کا حصہ تھیں ۔ ۱۹۱۹ء میں پولینڈ نے اپنی حد کو مشرق کی طرف اور آگے بڑھانے کے لیے سوویٹ روس سے جنگ چھیڑ دی ۔ روسیوں نے پولوں کو شکست دی ۔ یہ دیکھ کر فرانس نے اپنے فوجی افسر اور جرنیل بھیج دیئے ۔ جن کے زیر قیادت پولوں نے روسیوں پر فتح حاصل کی اور روسی علاقے پر قبضہ جما لیا ۔ ۱۹۲۱ء میں روس اور پولینڈ

کے درمیان صلح ہوئی اور روسیوں نے وہ علاقہ چھوڑ کر پولینڈ سے صلح کر لی - پولینڈ نے لیتھونیا سے ولنا کا شہر بھی چھین لیا جسے لیتھونیا والے ہمیشہ محسوس کرتے رہے - لیتھونیا نے جرمنی (پرشیا) کے شہر میمل پر قبضہ جما لیا اور فاتح قوموں نے اس قبضے کو تسلیم کر لیا - ۱۹۲۰ء میں بحیرہ بالٹک کے ایک جزیرے آلینڈ کے قبضے کے متعلق سویڈن اور فن لینڈ میں بھی جھگڑا ہؤا جو آخر بعض شرطوں پر فن لینڈ کو مل گیا -

روس کی نوزائیدہ سوویٹ جمہوریت کو شروع شروع میں بڑی مشکلات پیش آئیں - زار کی مملکت کے متعدد ٹکڑے اس نئی حکومت کے ہاتھ سے نکل گئے - جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے - اس کے علاوہ رومانیا نے ۱۹۱۸ء میں اپنی مشرقی سرحد سے ملحقہ روسی ضلع بسرابیا پر قبضہ جما لیا - جس کے باعث ۱۹۳۴ء تک روس اور رومانیا کے درمیان سیاسی تعلقات منقطع رہے - سفید روسی یعنی زار کے عہد کے نظام حکمرانی کو ازسر نو قائم کرنے کے حامی بولشویکوں سے لڑ رہے تھے - ان سفید روسیوں کے دو جرنیلوں ڈینیکن اور کولچیک کو جنگ کی فاتح اقوام کی امداد حاصل تھی - ان قوموں کی باقاعدہ فوجوں کی جمعیتیں سفید روسیوں کا ساتھ دے رہی تھیں - یورپ کے علاوہ مشرق بعید میں جاپان امریکہ اور برطانیہ کی فوجیں سائبیریا میں گھس گئیں - انقلابیوں نے اپنے لیڈر لینن کی سرکردگی میں ان مشکلات کا مقابلہ کیا - ابھی شورائی جمہوریتوں کی اس متحدہ ممالکت (س - س - س - ر) نے بیرونی مداخلتوں سے نجات حاصل کی ہی تھی کہ ۱۹۲۱ء میں اس مملکت کو زبردست قحط کی مصیبت سے دو چار ہونا پڑا - ۱۹۲۴ء میں بولشویکوں کا انقلابی لیڈر لینن فوت ہو گیا - خدا کی ہستی سے انکار کرنے والوں کی اس نئی قوم نے اپنے لیڈر کی نعش کو شیشے کے ایک بڑے صندوق میں بند کرکے لٹکا رکھا ہے - جس کو یہ لوگ پرانی قوموں کی طرح پوجتے تو نہیں البتہ اس کی زیارت کے لیے دور دور سے چل کر آتے ہیں اور لینن کے مقبرے پر زائرین کا تانتا لگا رہتا ہے - شورائی جمہوریتوں کے اس

متحدہ نظام کا اقتدار اشتراکی پارٹی کے ہاتھ میں ہے ، جس نے لینن کے بعد سٹالین کو اپنا لیڈر چنا - اس پارٹی نے اپنے ملک میں اشتراکی اقتصادی نظام قائم کرکے بہت کچھ اصلاح و ترقی کی طرف قدم بڑھائے اور داخلی انتظام کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے اپنے ہمسایہ ملکوں سے اچھے تعلقات قائم کئے - سرمایہ دارانہ اجتماعی نظام رکھنے والے بڑے بڑے ملک یعنی امریکہ ، برطانیہ ، فرانس ، اٹلی اور جاپان کئی سال تک بولشویکوں کے اس نئے انقلابی نظام سے خایف رہے - اور انہوں نے سوویٹ روس کے ساتھ سیاسی اور تجارتی تعلقات قائم کرنا مناسب نہ سمجھا - سوویٹ روس نے ۱۹۳۳ء میں مانچوریا کی ریلوے لائن جو روس کی ملکیت تھی جاپان کے ہاتھ بیچ کر جاپان سے اچھے تعلقات قائم کر لیے اور روس کے نمائندے جمعیۃالاقوام کی بعض کانفرنسوں میں شامل ہونے لگے جو عالمگیر مسائل پر غور کرنے کے لیے بلائی جاتی تھیں - ۱۹۳۴ء میں روس نے جمعیۃالاقوام کی رکنیت قبول کر لی اور ۱۹۳۵ء میں اس نے اپنے اکثر سرحدی ہمسایوں یعنی فن لینڈ ، لیٹویا ، ایستھونیا ، لیتھونیا ، پولینڈ ، زیکو سلاویکیہ ، رومانیہ ، ترکی ، ایران اور افغانستان سے عدم تجاوز کے معاہدے طے کرکے اپنے لیے اطمینان کی صورت پیدا کی - اس کے بعد بڑی طاقتیں بھی سوویٹ روس سے تجارتی اور نیم سیاسی تعلقات قائم کرنے لگیں لیکن روس کے اشتراکی سرمایہ دار اجتماعی نظام رکھنے والے ملکوں سے اور یہ ملک روس کے اشتراکیوں کے نئے نئے اصولوں سے خایف رہتے تھے - اس لیے ایک دوسرے سے تعلقات قائم کرتے وقت بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے -

اٹلی کو مال غنیمت میں آسٹریا کی مملکت کے دو اضلاع ٹائرل اور ٹرینٹنو ملے جو اس کی شمالی سرحد سے ملحق تھے - لیکن اس نے اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ٹریسٹ کے علاقہ پر بھی قبضہ جما لیا اور ۱۹۲۱ء میں اٹلی کے ایک شاعر گیبرئیل ڈی انیزو نے عام لوگوں کا ہجوم اکٹھا کرکے فیوم کی بندرگاہ پر قبضہ جما لیا جو یوگوسلافیہ کی مغربی سرحد کے قریب واقع تھی اور جس پر یوگوسلافیہ کی حکومت بھی دانت رکھتی

تھی - ۱۹۲۳ میں فیوم کے ضلع کے متعلق اٹلی اور یوگوسلافیہ میں مفاہمت ہو گئی - ضلع کا کچھ رقبہ یوگوسلافیہ کو مل گیا اور بندرگاہ اٹلی کے قبضے میں رہی - اٹلی اور یونان کے جھگڑے کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے - ۱۹۲۹ء میں اٹلی کی حکومت نے پاپائے اعظم سے مصالحت کر کے ویٹیکین کی ریاست الگ کر دی -

ہسپانیہ میں مراکش کے ریفی قبائل سے جنگ کے باعث اضطراب پیدا ہوا - بادشاہ نے جنرل پریموڈی رائیویرا کو ڈکٹیٹر وزیر اعظم بنا دیا - سات سال کے بعد ۱۹۲۹ء میں ہسپانیہ کے لوگوں میں ڈکٹیٹر شپ کے خلاف بے چینی پھیلنے لگی - نئی وزارت مقرر کی گئی - ۱۹۳۱ء کے انتخابات میں جمہوریت پسند ممبروں کی اکثریت منتخب ہوئی - بادشاہ تخت سے دست بردار ہو کر باہر چلا گیا اور ملک میں جمہوری حکومت قائم ہوگئی - ۱۹۳۳ء کے انتخابات میں قدامت پسند پارٹی زوروں پر آ گئی اور ۱۹۳۴ء میں قدامت پسندوں اور اشتراکیوں کے درمیان شدید خانہ جنگی شروع ہو گئی اور تین سال تک جاری رہی - ۱۹۳۷ء میں فرانکو نامی ایک جرنیل نے مراکشی سپاہیوں اور اٹلی اور جرمنی کی امداد سے ڈکٹیٹری حکومت قائم کر لی -

جدید ترکی کا ظہور

عالمگیر جنگ کے خاتمے پر آسٹریا کی طرح ترکی کی سلطنت کو بھی پارہ پارہ کر دیا گیا - حجاز میں مکہ کے شریف حسین کو جس نے دوران جنگ میں عربوں کو ترکی سلطان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر کے اتحادیوں کی مدد کی تھی حجاز کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا - عراق ، فلسطین اور شرق اُردن پر برطانیہ کی اور شام اور لبنان پر فرانس کی حکمداری قائم کر دی گئی - ترکی کے دارالخلافت قسطنطنیہ پر برطانی ، فرانسیسی اور اطالوی فوجوں نے قبضہ جما لیا - یورپی ترکی کے صوبہ تھریس کا کچھ حصہ یونان کے قبضے میں دے دیا گیا - ۱۹۲۰ء میں فاتح قوموں نے ترکی کے لیے صلح کی پکی شرطوں کا ایک معاہدہ تیار کیا اور سیورے کے مقام پر ترکی کے نمائندوں کو بلا کر اس معاہدے پر دستخط کرا لیے - اس معاہدے کی شرطیں بہت کڑی تھیں جن کے باعث ترکوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی - گیلی پولی کے معرکہ کے بطل مصطفٰی کمال نے ایشیائی ترکی میں سیورے کے معاہدے کو نہ ماننے کے لیے عوام کی تحریک شروع کر دی - فاتح قوموں نے یونان کو شہ دی - یونان نے ایشیائی ترکی کی مغربی بندرگاہ سمرنا پر قبضہ کر کے اناطولیا کی ولایت میں آگے بڑھنا شروع کر دیا - مصطفٰی کمال نے انقرہ میں بیٹھ کر نئی فوج مرتب کی اور ۱۹۲۱ء میں انقرہ سے چند میل کے فاصلے پر یونانیوں کو پہلی شکست دی - چند ماہ کے وقفے کے بعد مصطفٰی کمال نے اپنی فوجوں کو از سر نو ترتیب دے کر یونانیوں پر حملہ کر دیا - اور یونانی فوجوں کو شکست فاش دے کر اپنے ملک سے باہر نکال دیا - در دانیال کے قلعہ چناق میں اور قسطنطنیہ میں سیورے کے معاہدے کے مطابق اتحادیوں کی فوجیں بیٹھی تھیں - قریب تھا کہ ترکی

اور اتحادیوں کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔ لیکن فرانس اور اٹلی ترکوں سے لڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ برطانیہ کی مخلوط حکومت جس کے لیڈر مسٹر لائڈ جارج تھے لڑنا چاہتی تھی لیکن پارلیمنٹ نے اس موقع پر جنگ کرنا مناسب نہ جانا اور لائڈ جارج کو راتوں رات مستعفی ہو کر مسٹر بونرلا کے لیے جگہ خالی کرنی پڑی۔ ترک جرنیل عصمت انونو اور برطانی جرنیل هیرنگٹن نے بحیرہ مار مورا کے ایک ساحلی گاؤں مدانیہ میں ملاقات کر کے عارضی صلح کی شرطیں طے کیں۔ اتحادی فوجیں اگرچہ قسطنطنیہ میں موجود رہیں لیکن انقرہ کے ترکوں نے قسطنطنیہ اور یورپی ترکی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطان وحید الدین محمد سادس برطانی جہاز مالٹا پر سوار ہو کر بھاگ گیا۔ ترکوں نے عبدالمجید کو سلطان بنا لیا۔ ۱۹۲۲ء میں سوئزر لینڈ کے مقام لوزان میں ترکی اور اتحادی ملکوں کے درمیان صلح کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ نئے معاهدے میں ترکوں نے اپنی قومی آزادی کا پورا پورا حق سب سے تسلیم کرا لیا۔ اور سیورے کا معاهدہ اپنی ذات آمیز شرطوں کے ساتھ پارہ پارہ کر دیا گیا۔ اتحادی فوجیں قسطنطنیہ سے نکل گئیں۔ ۱۹۲۳ء میں ترکی کی مجلس ملی کبیر نے سلطان کو معزول کر کے جمہوری حکومت قائم کر لی۔ اور ۱۹۲۴ء میں خلافت مسلمانوں کی (دینی پیشوائی کا) منصب قبول کرنے سے بھی دست برداری کا اعلان کر دیا۔ مصطفیٰ کمال اس جمہوریت کے صدر اور ڈکٹیٹر قرار پائے۔ جنھوں نے چند ہی سال میں ترکوں کی معاشرت ان کے حکومتی نظام، ان کی عادات و رسوم وغیرہ میں زبردست تبدیلیاں پیدا کر کے پرانے طور طریقوں کو منقلب کر دیا۔ مصطفیٰ کمال کی اصلاحات نے ترکوں کے لباس اور رسم الخط تک کو بدل ڈالا۔ اس طرح جدید ترکی کے ترک معاشرت، لباس، طرز بود و باش، عادات اور سیاسی افکار کے اعتبار سے اقوام فرنگ کے پورے پورے مقلد بن گئے۔ اور اپنے ملک میں انہوں نے اسلامی شریعت کے بجائے سوئزر لینڈ کے دیوانی اور فوجداری قوانین نافذ کر لیے۔

جمہوری ترکوں نے خلافت کا منصب بھی اپنی قوم کے ہاتھ میں

رکھنا ضروری نہ سمجھا کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ یہ منصب اپنی حیثیت اور اہمیت کھو چکا ہے ۔ دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کو جو غیر مسلموں کے زیر اثر جا چکے ہیں اس سے کسی قسم کا سروکار نہیں رہا ۔ ترکوں نے اپنے جدید جمہوری سیاسی نظام کی بنیادیں دنیوی اصولوں پر رکھیں اور مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا ۔ پہلے پہلے انہوں نے یورپ کے عیسائی ملکوں کی دیکھا دیکھی دینی امور کا ایک محکمہ قائم کیا تھا لیکن بعد میں اسے بھی توڑ دیا گیا ۔ ملاؤں اور پیروں کو امتیازی لباس تک پہننے کی ممانعت کر دی ۔ اور ان کی پیری مریدی کے سلسلے توڑ دیئے ۔ اس معاملے میں انہوں نے نہ تو یورپ کی عیسائی قوموں کی نقالی کی اور نہ روس کے اشتراکیوں کی طرح لا مذہبی اختیار کرنا مناسب سمجھا ۔ جدید ترکی نے عراق و ترکی کے سرحدی ضلع موصل اور شام و ترکی کے سرحدی شہر اسکندرونہ کے متعلق عراق اور فرانس کے ساتھ مفاہمت کر لی ۔ موصل عراق کو مل گیا اور اسکندرونہ ترکی کو ۔ جدید ترکی نے در دانیال کی شاہراہ کے متعلق بھی یورپ کے ملکوں کے ساتھ مفاہمت کر کے اپنے حقوق محفوظ کرا لیے اور دوسرے ملکوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے معاہدے طے کئے ۔ ۱۹۳۲ء میں ترکی جمعیۃ الاقوام کا رکن بن گیا ۔

مکمل آزادی کی تحریکیں

افغانستان :- عالمگیر جنگ کے خاتمے پر دنیا بھر کی محکوم اور زیر حمایت قوموں میں مکمل آزادی (استقلال تام) کا رتبہ حاصل کرنے کے لیے تحریکیں پیدا ہوئیں اس سلسلے میں ہم ترکی کی جد و جہد کا حال اوپر لکھ آئے ہیں - ۱۹۱۹ء میں افغانستان کے بادشاہ امیر حبیب اللہ خان کو کسی نے پستول کی گولی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا - امیر حبیب اللہ خان کو جنگ کے دوران میں جرمنوں اور ترکوں نے ہندوستان پر چڑھائی کرنے کے لیے آمادہ کرنے کی بہت کوششیں کی تھیں لیکن امیر حبیب اللہ خان برطانیہ کے زیر اثر تھے - انہوں نے ۱۹۰۱ء میں تخت نشین ہوتے وقت برطانی حکومت سے اپنے کو ہز میجسٹی کہلانے کا حق تو منوا لیا تھا لیکن انہیں برطانیہ کے سوا دنیا کے دوسرے ملکوں سے معاہدے طے کرنے کا حق حاصل نہ تھا - افغان اپنے ملک کی اس حیثیت پر قانع نہ تھے - امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد افغانستان کے تخت پر اس کا ایک بیٹا امان اللہ خان بیٹھا جس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ملک کو کامل طور پر آزاد کرانے کے لیے ہندوستان کی برطانی حکومت کے ساتھ جنگ چھیڑ دی - تین مہینے کی جنگ کے بعد راولپنڈی کے مقام پر صلح کی عارضی شرطیں طے ہوئیں - برطانی حکومت نے افغانستان کی مکمل آزادی تسلیم کر لی - اور افغانستان کو دنیا بھر کی قوموں کے ساتھ سیاسی تعلقات قائم کرنے کا حق مل گیا - امان اللہ خان نے ترکی ، روس ایران ، فرانس، جرمنی ، اٹلی اور بعض دوسرے ملکوں سے سیاسی اور تجارتی معاہدے طے کر کے افغانوں کو آزاد قوموں کی صف میں بیٹھنے کے قابل بنا دیا - ۱۹۲۷ء میں امان اللہ خان نے یورپ کے ملکوں کی سیاحت اختیار کی - مصر ، اٹلی ، فرانس ، جرمنی ، برطانیہ ، روس ، ترکی اور ایران کے

حالات کا معائنہ کیا ۔ ہر جگہ ان کی خوب خاطر و مدارات ہوئی ۔ امان اللہ خان اس سفر سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے واپس آکر ترکی کے مصطفیٰ کمال کی طرح اپنے ملک کی کیفیات کو راتوں رات تبدیل کرنے کی ٹھان لی اور جوش مفرط کے ساتھ اصلاحات نافذ کرنے لگے ۔ امان اللہ خان کی غیر حاضری میں افغانستان کے اندر ان کے شاہی اقتدار کے خلاف کئی طرح کی سازشیں گھر پکڑ گئی تھیں ۔ نوجوان طبقہ آئینی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگا تھا ۔ ایک پارٹی جمہوریت خواہوں کی تھی ۔ بعض سردار اس قومی اضطراب کو اس خیال سے ترقی دینے لگے تھے کہ شاید اس گڑ بڑ میں ان کو شخصی اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل جائے گا ۔ امان اللہ خان کے اصلاحی پروگرام سے ملاؤں کا قدامت پسند طبقہ بہت بر افروختہ ہوا جو بعض اصلاحات کو دین اسلام کے مسلمات کے خلاف سمجھتا تھا ۔ ۱۹۲۹ء میں یہ مختلف نوعیت کے مواد پھوٹ پڑے ۔ افغانوں نے امان اللہ خان کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا ۔ ہر پارٹی یہ سمجھتی تھی کہ اختلال اور بد امنی ان کی آمنگوں کو بروئے کار لانے پر منتج ہوگی ۔ لیکن ملاؤں اور پیروں نے اپنے اثر سے ایک جاھل لیکن بہادر باغی سپاہی حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ کو کابل میں بادشاہ بنا دیا ۔ بچہ سقہ کوہ دامن کا رہنے والا تھا اس لیے سمت شمالی کے لوگوں نے اس کی حمایت کی ۔ امان اللہ خان نے قندھار کو مرکز بنا کر کابل پر چڑھائی کرنے کی کوشش کی لیکن قبائلی سرداروں اور تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ۔ اور وہ اپنے ملک سے بھاگ کر ہندوستان کی راہ سے اٹلی چلے گئے ۔ اندریں اثنا سردار محمد نادر خان جو ۱۹۱۹ء میں افغانی افواج کے سپہ سالار اور وزیر جنگ تھے اور بعد میں افغانستان کے سفیر بن کر پیرس چلے گئے تھے ۔ اور سفارت کے عہدے سے سبکدوش ہو کر وہیں ٹھہر گئے تھے ۔ برطانی حکومت سے ساز باز کر کے ہندوستان کی راہ سے افغانستان کی سر زمین میں پہنچ چکے تھے ۔ سردار محمد نادر خان اور ان کے بھائیوں نے افغانستان کے صوبہ سمت جنوبی سے بچہ سقہ کے خلاف مہم جاری کی اور کابل فتح کر لیا ۔ کابل کے لوگوں نے انہیں اپنا بادشاہ بنا لیا لیکن سمت شمالی کے لوگوں نے انہیں بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار

کر دیا - محمد نادر شاہ نے کوہ دامنیوں کی بغاوت کو مضبوط ہاتھوں سے فرو کیا - اور افغانوں کے بعض ایسے سرداروں کو جو اپنے کو ان کا حریف سمجھتے تھے قتل کر دیا - نوجوان طبقے کا خیال تھا کہ محمد نادر شاہ بچہ سقہ کو شکست دینے کے بعد جمہوریت نہیں تو آئینی قومی حکومت ضرور قائم کریں گے - لیکن یہ بات ملک کے مختل حالات میں اس وقت ممکن نہ تھی - اس لیے اس طبقہ کے افراد بھی بد دل ہو گئے - محمد نادر شاہ اور ان کے بھائیوں نے ہر قسم کی شورشوں کو طاقت سے دبا دیا - اور ملک کا نظم درست کیا - ۱۹۳۲ء میں محمد نادر شاہ نے ایک قسم کی مجلس شورائے ملی بھی قائم کر دی اور تخت شاہی کے اعلان اور اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ ان کے متعلق برطانیہ کے زیر حمایت بادشاہ بننے اور افغانستان کی مکمل آزادی کو صدمہ پہنچانے کے متعلق جو شبہات کیے جاتے تھے وہ صحیح نہ تھے - لیکن ان کی ذات کے خلاف بعض لوگوں کے دلوں میں شدید بغض بھر چکا تھا - جس کا نتیجہ ۱۹۳۳ء میں ان کے قتل کی صورت میں برآمد ہوا - قاتل ایک نوجوان طالب علم تھا - محمد نادر شاہ قتل ہو گئے لیکن حکومتی انقلاب برپا کرنے کی سازش کامیاب نہ ہو سکی - افغانوں نے ان کی جگہ ان کے بیٹے محمد ظاہر شاہ المتوکل علی اللہ کو بادشاہ بنا لیا - ۱۹۳۴ء میں افغانستان جمعیت‌الاقوام کا رکن بن گیا اور محمد ظاہر شاہ کی حکومت نے اپنے ہمسایہ ملکوں اور دنیا کی دوسری بڑی طاقتوں کے ساتھ دوستی کے معاہدے طے کئے - افغان قوم اس بادشاہ کے عہد میں معتدل رفتار کے ساتھ اصلاح و ترقی کے پروگرام کو عمل کا جامہ پہنانے لگی -

ایران - عالمگیر جنگ کے دوران میں ایران کی سر زمین بد امنی کی آماجگاہ بن رہی تھی - ایران کی جمعیتیں خانہ جنگی کی سی کیفیت میں مبتلا تھیں - ملک کے اندر برطانی فوجیں راستوں اور تیل کے چشموں کی حفاظت کر رہی تھیں - ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس کے بعد سفید روسیوں اور بولشویکوں کے درمیان بعض لڑائیاں ایران کی سر زمین پر لڑی گئیں - ۱۹۱۹ء میں برطانیہ نے ایران کی برائے نام حکومت سے ایک معاہدہ طے

کیا جس کی رو سے ایران کا ملک برطانیہ کے زیر حمایت نہیں تو زیر اثر ضرور آ چکا تھا - ۱۹۲۱ء میں ایرانی قوم پرستوں کو رضا شاہ پہلوی ایسے سر گرم فوجی افسر کے وجود میں زبردست لیڈر مل گیا - جس نے طہران میں انقلاب حکومت کر کے نئی وزارت قائم کی - اور سویٹ روس کے ساتھ معاہدہ طے کر لیا - سویٹ روس نے زار کے عہد کی پالیسی ترک کر کے ایران کی مکمل آزادی تسلیم کر لی - رضا شاہ کی حکومت نے ۱۹۱۹ء کا وہ معاہدہ منسوخ کر دیا جو پہلی حکومت نے برطانیہ کے ساتھ کیا تھا - برطانیہ نے بھی ایران کی مکمل آزادی تسلیم کر لی - ۱۹۲۶ء میں ایران کی مجلس (پارلیمنٹ) نے اپنے بادشاہ احمد شاہ قاچار کو جو دیر سے پیرس میں مقیم تھا معزول کر کے پہلے جمہوریت قائم کی اور بعد میں رضا شاہ پہلوی کو شہنشاہ بنا کر دستوری حکومت بنا لی - رضا شاہ پہلوی کے عہد میں ایران میں بھی ترکی کی طرح جدید اصلاحات نافذ ہونے لگیں اور ایرانی کوشش کرنے لگے کہ اپنے کو ہر لحاظ سے یورپ کی فرنگی اقوام کے ہم پایہ بنا لیں - رضا شاہ پہلوی نے ترکی اور افغانستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کیے - ۱۹۳۲ء میں اینگلو پرشئین آئیل کمپنی کے تیل کے ٹھیکے پر ایران اور برطانیہ میں جھگڑا رونما ہؤا - جو ۱۹۳۳ء میں جمعیۃ الاقوام کی مدد سے طے ہؤا - تیل کے چشموں کا اجارہ نامہ نئی شرطوں پر لکھا گیا -

مصر - جنگ عظیم میں ترکی کی شمولیت پر برطانی حکومت نے مصر کو اپنے زیر حمایت لینے کا اعلان کر دیا - اور مصر کے خدیو عباس حلمی پاشا کو جو ترکی میں تھا معزول کر کے سلطان فواد کو مصر کا داخلی حکمران بنا دیا - جنگ کے خاتمے پر مصر کے اندر آزادی خواہوں کی تحریک شروع ہو گئی - مصریوں نے وفد پارٹی کے نام سے ایک انجمن قائم کی جس کے لیڈر سعد زاغلول پاشا تھے - انگریز حکمران سعد زاغلول پاشا کو گرفتار کر کے جبرالٹر لے گئے - لیکن تحریک بہت زور پکڑ گئی آخر ۲۸ فروری ۱۹۲۲ء کو برطانی حکومت نے مصر کی آزادی کا اعلان کر دیا - سوڈان کے مستقبل اور مصر کے اندر برطانی فوجوں کے قیام کے

مسئلے طے نہ ہوئے جن کے متعلق کئی سال بعد تک مصر و برطانیہ کی حکومتوں کے درمیان گفت و شنید جاری رہی - ۱۹۳۶ء میں مصر و برطانیہ کے درمیان ایک نیا معاہدہ طے ہو گیا - سوڈان پر برطانیہ اور مصر والوں کی مشترکہ حکومت قائم ہو گئی - کچھ برطانی فوج کو نہر سویز کی حفاظت کے لیے مصر کی سر زمین میں رہنے کی اجازت مل گئی -

ریف (مراکش) :— مراکش کا ملک جو براعظم افریقہ کے انتہائے شمال میں واقع ہے - ہسپانیہ اور فرانس دونوں میں بٹ چکا تھا - ۱۹۲۲ء میں اس ملک کے ساحلی علاقے ریف کے قبائل نے ہسپانوی اور فرانسیسی اقتدار کے خلاف آزادی کا جہاد شروع کر دیا - اس تحریک کا قاید عبدالکریم نامی ایک ریفی مجاہد تھا جس نے چار سال ہسپانیہ اور فرانس کے خلاف جنگ جاری رکھی آخر دونوں حکومتوں نے قبایل کی سرکوبی کر کے ان کی تحریک آزادی کو کچل کر رکھ دیا - فرانسیسی عبدالکریم کو نظر بند کر کے بحر ہند کے کسی جزیرے میں لے گئے -

عراق - جنگ عظیم کے بعد عراق کا ملک برطانیہ کی حکمداری میں دے دیا گیا تھا - لیکن عراق کے باشندوں کو یہ بات ناگوار گزری - وہ اپنی کامل آزادی کے حصول کے لیے جد و جہد کرتے رہے - عراق کے باشندوں نے کئی دفعہ برطانی حکم داری کے خلاف شورشیں برپا کیں - آخر ۱۹۳۲ء میں جمعیۃالاقوام نے فیصلہ کیا کہ عراق کو آزاد کر دیا جائے - چنانچہ عراق کی آزادی تسلیم کر لی گئی - برطانیہ اور عراق کے درمیان معاہدہ طے ہؤا جس میں برطانیہ نے بعض مراعات اپنے لیے مخصوص کرا لیں - عراق کے آزاد ہو جانے پر اشوری قبائل نے جو عیسائی تھے اور ترکی سے نقل وطن کر کے عراق میں آئے تھے بغاوت کر دی - جسے عراق کی حکومت نے بمشکل فرو کیا -

حجاز و نجد - جنگ عظیم کے خاتمے پر برطانی حکومت نے تمام عرب ملکوں کی ایک وسیع اور آباد مملکت بنانے کا جو وعدہ عربوں

سے کیا تھا وہ تو پورا نہ کیا ، البتہ عربوں کے لیڈر شریف حسین کو حجاز کا بادشاہ تسلیم کر لیا ۔ حسین انگریزوں کی اس وعدہ خلافی پر بہت تلملایا ۔ وہ اس وعدہ خلافی پر انگریزوں کے خلاف تحریک اٹھانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ نجد کے سلطان ابن سعود نے اس کے ساتھ جنگ چھیڑ دی ۔ اس لڑائی میں ابن سعود اور حسین دونوں کو برطانیہ کی خفیہ امداد حاصل تھی ۔ ھندوستان کی برطانی حکومت ابن سعود کا حوصلہ بڑھا رہی تھی اور مصر کے برطانی ادارے شریف حسین کو بری بھلی امداد دے رہے تھے ۔ سلطان ابن سعود نے ۱۹۲۵ء میں شریف حسین کو شکست دی اور نجد و حجاز کو ملحق کر کے مملکت سعودیہ عربیہ کے نام سے ریاست قائم کر لی ۔ ۱۹۳۴ء میں سلطان ابن سعود اور یمن کے امام یحیٰی کے درمیان جنگ ہوئی ۔ سلطان نے ایک ضلع امام سے چھین لیا اور بعض شرطیں منوا کر امام یمن سے صلح کر لی ۔

شام و لبنان

شام و لبنان کے عرب ملک فرانس کی حکم داری میں دے دیئے گئے تھے ۔ وھاں کے باشندوں نے فرانس کی حکم داری کے خلاف متعدد بار شورشیں برپا کیں جن میں دروز قبائل کی شورش بہت اہم تھی ۔ فرانس نے جنگی طاقت کے بل پر ان شورشوں کو دبایا اور ان ملکوں میں اپنے زیر حمایت و نگرانی نیم آزاد سی جمہوری ریاستیں قائم کر دیں ۔

فلسطین اور شرق اردون ۔ فلسطین اور شرق اردون کے ملکوں پر جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کی حکم داری قائم ہوئی ۔ شرق اردون پر برطانی حکومت نے شریف حسین شاہ حجاز کے ایک بیٹے امیر عبداللہ کو اپنے زیر حمایت حکمران مقرر کر دیا اور فلسطین کا انتظام براہ راست اپنے ھاتھ میں لے لیا ۔ فلسطین عربوں کا ملک ہے اور برطانی حکومت نے جن عرب ملکوں کو جنگ کے بعد ترکوں کے اقتدار سے آزاد کرانے کا تحریری معاہدہ عربوں سے کیا تھا ان میں فلسطین بھی شامل تھا ۔ لیکن اس کے ساتھ ھی برطانی حکومت نے دنیا بھر کے یہودیوں

کی انجمن سے یہ خفیہ وعدہ کرلیا تھا کہ جنگ کے بعد یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرکے ان کے لیے ایک قومی گھر بنا دیا جائے گا۔ برطانی حکومت نے عربوں سے جو وعدے کئے تھے وہ تو پس پشت ڈال دیئے گئے لیکن یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کی مہم زور و شور سے شروع کر دی گئی فلسطین اور دوسرے ملکوں کے عرب برطانیہ کی اس پالیسی پر بہت رنجیدہ ہوئے۔ فلسطین کے عربوں نے برطانی اقتدار کے خلاف متعدد بار شورشیں برپا کیں۔ جمعیۃالاقوام کے دروازے کھٹکھٹائے لیکن کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ برطانی حکومت عربوں کے احتجاج کے علی‌الرغم فلسطین میں یہودیوں کو آباد کرنے کی پالیسی پر کار بند رہی۔ ۱۹۳۹ء میں جا کر برطانی حکومت کو پھر ضرورت محسوس ہوئی کہ عربوں کے اضطراب کو بہ لطایف‌الحیل کم کرے چنانچہ ۱۹۳۹ء میں برطانی حکومت نے قرطاس ابیض شایع کرکے آئندہ پانچ سال میں یہودیوں کی معین تعداد کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دینے کا اعلان کیا اور وعدہ کیا کہ دس سال کے بعد فلسطین کو آزاد کر دیا جائے گا۔

ہندوستان ۔ جنگ کے دوران میں برطانی حکومت نے اہل ہند سے یہ وعدہ کیا تھا کہ انہیں جنگ کے بعد خود مختاری دی جائے گی۔ جنگ کے خاتمے پر آزادی خواہوں کی تحریکوں کو دبانے کے لیے شدید قوانین نافذ کر دیئے گئے جو ان قوانین کے مصنف رولٹ کے نام پر رولٹ ایکٹ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان قوانیں کے خلاف ہندوستان میں احتجاج کی ایک زبردست لہر آٹھی۔ جا بجا ہنگامے اور فساد برپا ہونے لگے۔ پنجاب کے متعدد شہروں میں زبردست ہنگامے ہوئے جنہیں حکومت نے فوج کی امداد سے فرو کیا۔ ۱۹۱۹ء میں ہندوستان کے لوگوں کو آئینی اصلاحات کی ایک قسط دی گئی جس کی رو سے صوبوں میں کونسلیں قائم کی گئیں اور ایسے ہندوستانی وزیر مقرر ہوئے جو گورنروں کے سامنے جواب دہ تھے۔ ملک کی اکثریت نے مہاتما گاندھی اور انڈین نیشنل کانگرس کے زیر قیادت ان اصلاحات کو ناکافی قرار دے کر ان کا مقاطعہ کر دیا۔ ۱۹۲۲ء تک ہندو اور مسلمان اتفاق و اتحاد سے ملک کی آزادی

کے لیے کوشش کرتے رہے - اس کے بعد سیاسی حقوق کی تقسیم کے سوال پر دونوں قوموں کے درمیان مغائرت کی خلیج وسیع ہونے لگی جس نے ۱۹۲۶ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خوفناک فسادات کی شکل اختیار کر لی - ہندوستان کے بہت سے شہروں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خون ریزی کی وارداتیں رونما ہوئیں - اس کیفیت پر حکومت بڑی مشکل سے قابو پا سکی - ۱۹۲۷ء میں برطانی حکومت نے سر جان سائیمن کے زیر سرکردگی ایک رایل کمیشن اہل ہند کی استعداد حکمرانی کی تحقیقات کے لیے بھیجا نیشنل کانگرس نے اس کمیشن کا مقاطعہ کیا اور مہاتما گاندھی نے ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں سول نافرمانی یعنی قانون شکنی کی تحریک چلائی - سائیمن کمیشن کی سفارشات کو اہل ہند نے قبول نہ کیا تو ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء میں لندن میں گول میز کانفرنسیں منعقد کی گئیں جن میں شامل ہونے کے لیے ہندوستان کے سرکردہ لیڈر بلائے گئے - اس گفتگو میں سب سے ٹیڑھا مسئلہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی تقسیم و تعیین کا تھا جس پر یہ لیڈر متفق نہ ہو سکے آخر برطانی وزیر اعظم مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کو ثالث کی حیثیت سے کمیونل ایوارڈ دینا پڑا جسے ۱۹۳۵ء کے آئین حکومت ہند کی بنا بنایا گیا - برطانی پارلیمنٹ نے ۱۹۳۵ء میں یہ قانون پاس کیا جو ۱۹۳۷ء میں نافذالعمل ہؤا اس آئین کی رو سے ہندوستان کے صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں - صوبوں کا داخلی انتظام ایسے وزیروں کے ہاتھ میں سونپ دیا گیا جو نمائندہ اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہیں - اس آئین کے نفاذ پر مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے اقتدار کے خلاف شکایات پیدا ہوئیں اور انہوں نے اس آئین کی مجوزہ فیڈریشن میں شامل نہ ہونے کا تہیہ کرکے ایسے خطوں میں جداگانہ آزاد ریاست قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا جن میں ان کی اکثریت ہے - اس جداگانہ ریاست کا نام پاکستان تجویز کیا گیا ہے - مسلمانوں کا مطالبہ یہ تھا کہ ہندوستان کو مکمل آزادی ملے تو ان کے لیے ملک کے شمال مغربی اور شمال مشرقی خطوں میں پاکستان کی الگ آزاد مملکت قائم کر دی جائے - مسلمانوں کی آبادی ہندوستان میں ایک چوتھائی سے کچھ زیادہ ہے اور ان کی اکثریت متذکرہ صدر

خطوں میں آباد ہے۔

چین۔ ۱۹۱۲ء میں چین کا شہنشاہ تخت سے دست بردار ہو گیا تھا اور وہاں جمہوریت بن گئی تھی۔ چین کے باشندے اپنے معاملات کو سنبھالنے کے لیے جد و جہد کر رہے تھے کہ ۱۹۱۵ء میں جاپان نے چین کو جنگ کا الٹی میٹم دے کر چین سے اکیس مطالبات منوا لیے جو ملک چین کے اندر جاپانیوں کے تجارتی اور اقتصادی نفوذ کو ترقی دینے کے متعلق تھے۔ ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ شانتونگ کا صوبہ جس کا ایک حصہ جنگ سے پہلے جرمنی کے قبضے میں تھا اور جس پر جنگ کے آغاز میں جاپان نے قبضہ کر لیا تھا جاپان کے پاس رہے گا۔ چین ۱۹۱۷ء میں اتحادیوں کی طرف سے جنگ میں شامل ہو گیا۔ ۱۹۱۹ء کے معاہدات صلح میں اتحادیوں نے شانتونگ کا صوبہ جاپان کو دلا دیا جس پر چین کے لوگ بہت خفا ہوئے۔ چینی طالب علموں نے جاپان کا تجارتی مقاطعہ کرنے کی تحریک شروع کر دی۔ اندریں اثنا خود چین کے صوبے داروں اور فوجی جرنیلوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ شمالی چین میں ایک فوجی گورنر چنگ سولین نامی نے پیکن کو صدر مقام بنا کر حکومت قائم کر لی اور جنوبی چین میں ڈاکٹر سن یٹ سین نے کینٹن کو راجدھانی بنا کر جمہوریت کا علم بلند رکھا۔ ۱۹۲۱ء میں ڈاکٹر سن یٹ سین چینی جمہوریت کے صدر قرار پائے اور جاپان معاوضہ لے کر شانتونگ کا صوبہ چین کو دینے پر رضا مند ہو گیا۔ ۱۹۲۳ء میں روسی مشیر چین میں آ گئے اور چین کی قومی انجمن اشتراکی بن گئی۔ ۱۹۲۴ء میں روس اور چین کے درمیان معاہدہ طے ہو گیا۔ اس سال ڈاکٹر سن یٹ سین فوت ہو گئے ان کی جگہ چیانگ کیشک جمہوریت کے صدر بنے۔ اس سال شنگھائی کی بین الاقوامی بستی میں شورش پھوٹ پڑی اور بین الاقوامی پولیس نے مظاہرے کرنے والے چینی طلبہ پر گولی چلا دی۔ چینیوں نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر برطانی مال کا مقاطعہ کر دیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس ہنگامے کی تہہ میں انگریزوں کا ہاتھ ہے۔ کینٹن کی حکومت نے چنگ سولین کے خلاف مہم بھیجنے کا فیصلہ کیا تو برطانی حکومت نے شنگھائی

میں اپنے قومی باشندوں کی حفاظت کے لیے فوج بھیج دی - چنگ سولین کو شکست ہوئی - برطانیہ نے مارشل چیانگ کیشک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کر لیے کیونکہ مارشل موصوف اشتراکی خیال کے آدمی نہ تھے -

۱۹۲۸ء میں مانچوریا میں روسی ریلوے لائن پر چین اور روس کے درمیان جھگڑا رونما ہؤا - جو لڑائی کے بغیر ہی طے ہو گیا - ستمبر ۱۹۳۱ء میں مانچوریا کی جاپانی ریلوے لائن کے ایک مقام پر شدید دھماکا ہؤا - جاپانیوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ چینیوں کی شرارت ہے چینی چھاؤنی پر حملہ کر دیا - جاپان کی کچھ فوج ریلوے لائن کی حفاظت کے لیے مانچوریا میں رہا کرتی تھی - جاپان کی فوجوں نے مانچوریا کے پایہ تخت موکڈن پر قبضہ جما لیا - چین نے جمعیۃالاقوام سے شکایت کی - جمعیۃ الاقوام نے ایک انگریز لارڈ لٹن نامی کے زیر سرکردگی مانچوریا میں تحقیقاتی کمیشن بھیجا - یہ کمیشن اپنا کام کر رہا تھا کہ شنگھائی میں چینیوں نے جاپان کے خلاف مظاہرے شروع کر دیئے - جاپان نے فوج بھیج دی - جمعیۃالاقوام کی مداخلت پر جاپان نے یہ فوج واپس بلا لی - لٹن کمیشن نے اپنی رپورٹ میں جاپان پر زیادتی کا الزام لگایا - اس پر جاپان کی حکومت ناراض ہو گئی اور اس نے ۱۹۳۳ء میں جمعیۃ الاقوام سے کنارہ کش ہونے کا نوٹس دے دیا - جاپان نے مانچوریا میں چین کے سابق شہنشاہ کے بیٹے کو بادشاہ بنا کر وہاں ایک الگ ریاست قائم کر دی - ۱۹۳۴ء میں اس بادشاہ کی تاجپوشی کی رسم ادا کی گئی -

چین کے چند وسطی صوبوں میں اشتراکی پارٹی نے زور پکڑ کر وہاں سوویٹ طرز کا نظام حکومت قائم کر لیا - ان صوبوں کے اشتراکیوں اور چین کی مرکزی حکومت کے درمیان بسا اوقات لڑائی جھگڑے رونما ہوئے اور کئی دفعہ ان کے درمیان صلح ہوئی -

جاپان نے اس کے بعد چین کی مملکت کے شمالی صوبوں پر قبضہ جمانے کی مہم شروع کر دی اور جنگ کا باقاعدہ اعلان کئے بغیر چین کی مرکزی حکومت سے لڑائی جاری رکھی - شمالی چین کے صوبوں میں

جاپانیوں نے اپنے زیر حمایت چینیوں کی ایک نیم آزاد سی حکومت بھی قائم کر دی ۔

آئرلینڈ ۔ آئرلینڈ کا مسئلہ برطانی حکومت کے لیے دیر سے مشکلات کا باعث چلا آ رہا تھا ۔ جنگ کے بعد وہاں پھر آزادی کی تحریکوں نے زور پکڑا ۔ ایک پارٹی درجۂ مستعمرات حاصل کرنے کی متمنی تھی لیکن دوسری پارٹی مسٹر ڈی ولیرا کی سرکردگی میں کامل آزادی لے کر جمہوریت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی ۔ برطانی حکومت نے ان تحریکوں کو دبانے کے لیے خاص پولیس بھرتی کی ۔ جس کے ارکان کو آئرلینڈ کے لوگوں نے قتل کرنا شروع کر دیا ۔ ۱۹۲۱ء میں برطانی حکومت آئرلینڈ کے تین چوتھائی حصے کے لیے آزاد ریاست کا درجہ ماننے کے لیے تیار ہو گئی لیکن شمالی صوبہ السٹر کے باشندوں نے برطانی حکومت کے ساتھ وابستہ رہنے کا فیصلہ کر لیا اس لیے اس کے نمائندے برطانی پارلمنٹ میں جانے لگے ۔

افریقہ میں مزید استعماری مہمیں

برٹش سمالی لینڈ ۔ افریقہ کے براعظم پر فرنگی اقوام کے استعمار کی قینچیاں تو بڑی مدت سے چل چکی تھیں لیکن افریقہ کے شمال مشرق گوشے میں حبشہ کا ملک اور سمالی لینڈ کا ایک چھوٹا سا صحرائی خطہ نیز مغربی افریقہ میں لائبیریا کے حبشی غلاموں کی ایک ریاست باقی رہ گئے تھے جن پر ابھی تک کوئی فرنگی قوم براہ راست اپنا اقتدار و استعمار قائم نہ کر سکی تھی ۔ سمالی لینڈ کا ملک تقسیم کے وقت فرانس ، اٹلی اور برطانیہ کے حصے میں آیا تھا ۔ فرانس اور اٹلی تو اپنے اپنے حصوں پر اثر و اقتدار قائم کرنے اور قبضہ جمانے میں کامیاب ہو چکے تھے لیکن برطانی حصہ کے سمالی لینڈ کے اندرونی قبیلے اپنے ایک ملا اور درویش حاجی محمد بن عبداللہ حسن کی سر کردگی میں بیسویں صدی مسیحی کے آغاز سے برابر مزاحمت کرتے چلے آرہے تھے ۔ محمد بن عبداللہ حسن کے درویشوں نے برطانی حکومت کے عمال کو اتنا دق کر رکھا تھا کہ برطانیہ کے اخباروں اور سیاست دانوں نے مذکور کو ”سمالی لینڈ کا جنونی ملا،، خطاب دے دیا تھا ۔ برطانیہ نے ۱۸۸۴ء سے سمالی لینڈ کی بندرگاہوں بربرا اور زیلہ پر قبضہ جما رکھا تھا ۔ ۱۸۹۹ء میں بربرا کے برطانی قونصل نے اندرون ملک میں نفوذ حاصل کرنے کے لیے ملا کے درویشوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور محمد بن عبداللہ حسن کو خط لکھا کہ تمہارا ایک درویش بربرا کے ایک انگریز کی بندوق چرا کر لے گیا ہے وہ بندوق واپس کر دیں ۔ ملا نے جواب لکھوایا کہ ”اے شخص ہم نے کسی کی کوئی چیز نہیں چرائی ہمیں تمہارے ساتھ کوئی سروکار نہیں تم جس کا کام کرتے ہو کئے چلے جاؤ،، ۔ اس پر برطانی حکام نے ملا کو باغی قرار دے دیا کیونکہ تقسیم کی بدولت یہ خطہ برطانیہ کی جاگیر بن چکا تھا ۔

ملا نے برطانی حکام کو بار بار لکھا کہ ہمارے معاملات میں دخل نہ دو اور ہمارے دین پر جبر نہ کرو لیکن برطانی حکام نے ایک طرف حبشہ کی حکومت کو ملا کے خلاف ابھارا اور دوسری جانب خود ملا کی گرفتاری کے لیے ایک فوجی مہم بھیجی - ملا نے بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کر دیا - انگریزی مہم ناکام رہی - پھر دوسری مہم بھیجی گئی - ملا کے درویشوں نے اس کا منہ بھی موڑ دیا - اس شکست کے بعد برطانی حکومت نے اٹلی کی حکومت سے اجازت لے کر ایک مہم اطالوی سمالی لینڈ کی راہ سے ملا کے خلاف بھیجی دوسری مہم شمال سے جنوب کی طرف بھیجی گئی اور تیسری مہم کے لیے حبشہ کی حکومت سے استدعا کی گئی کہ وہ جنوب کی طرف سے ملا پر چڑھائی کر دے - یہ سہ گانہ مہم ۱۹۰۲ء میں اختیار کی گئی لیکن یہ بھی ناکام رہی - ملا نے برطانی حکام کو پھر چھٹیاں بھجیں کہ ہمارے ملک میں نہ زراعت ہے، نہ مال، نہ چاندی، نہ سونا البتہ پتھر، لکڑی اور ریت بہت ہے تم کس لیے ہمیں دق کر رہے ہو ہمیں آزادی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرنے دو اور ہمارے دین کے ساتھ تعرض نہ کرو،، لیکن برطانی حکام سمالی لینڈ کے اس حصے پر مکمل قبضہ جمانے کے لیے تلے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے ۱۹۰۳ء میں چوتھی مہم بھیجی جسے بڑا نقصان اٹھا کر ناکام واپس آنا پڑا - ۱۹۰۵ء میں اٹلی، برطانیہ اور ملا کے نمائندوں کے درمیان ایک صلح نامہ طے ہوا برطانی حکومت محض ساحلی علاقے کے قبضے پر رضا مند ہو گئی اور اس کے درویشوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا -

سمالی بہادر اور آزاد منش لوگ تھے - بھیڑوں، بکریوں اور اونٹوں کے گلے پال کر گزارہ کرتے تھے - ان خانہ بدوش چرواہوں کو گھر بھی میسر نہ تھے وہ جھونپڑوں اور خیموں میں رہتے تھے - چونکہ ان کے ہاں زراعت کے قابل اراضی بہت کم تھیں اس لیے غلہ باہر سے منگواتے تھے - یہ بہت مفلوک الحال لوگ تھے جن کو مطیع بنانے اور جن کے بنجر ملک پر قبضہ کرنے کے لیے برطانیہ کی حکومت جس کی مملکت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی تھی تلی ہوئی تھی -

۱۹۰۹ء تک ملا اور برطانی حکام کے درمیان تعطل کی سی کیفیت جاری رھی - برطانی حکام صلح نامے کی شرطوں پر عمل کرنے سے قاصر رھے - ان کی کوشش یہ تھی کہ ڈپلومیسی سے ملا کو اپنا مطیع بنا لیا جائے - ملا کے سامنے کئی قسم کی رشوتیں پیش کی گئیں - سوڈان کے گورنر جنرل سر ریجینالڈ ونگیٹ نے بربرا آ کر ملا سے خط و خطابت کی - لیکن ملا فرنگیوں کی اطاعت قبول کرنے کو اپنے دینی مسلمات کے منافی سمجھتا تھا - اس لیے ڈپلومیسی ناکام رھی اور انگریزوں نے ملا کے خلاف پھر ایک مہم بھیجی جسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا -

۱۹۱۶ء میں انگریزوں نے ساحل کے قریب کے ایک سمالی قبیلہ ورسنگلی کو جو برطانی حکومت کے زیر اثر تھا ملا کے درویشوں پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا - درویشوں نے اس قبیلے کے لشکر کو شکست دی - اور ان کے علاقے پر قبضہ جما لیا - اس قبیلے کے چند افراد کشتی پر سوار ھو کر عدن پہنچے - عدن کے حکام نے جنگی جہاز بھیجے جس نے ملا کے لشکر پر بمباری کی اور ساحل پر فوج اتار دی - ورسنگلی قبیلہ کے سرداروں نے برطانی حکومت کی اس امداد پر خوش ھو کر برطانیہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ کو شکریہ کا خطلکھا جس میں اسے ''غلاموں کا وزیر،، قرار دیا گیا تھا - خط میں لکھا تھا کہ خدا برطانیہ کے جھنڈے کو ھم غلاموں کے سروں پر تا ابد قائم رکھے جس کے سائے تلے ھم خوش ھیں اور قناعت کی زندگی بسر کر رھے ھیں - زندگی جس پر انہوں نے خوشی اور قناعت کا اظہار کیا سمالی لینڈ کی برطانی حکومت کے سیکرٹری مسٹر ڈگلس جارڈن او بی ای کے بیان کے مطابق یہ تھی کہ '' جب فوج کے لیے ساحل بحر پر راشن کی بوریاں اتاری جاتی تھیں اور دو میل کے فاصلے پر قلعے کی طرف لے جائی جاتی تھیں تو سینکڑوں مسکین جمع ھو جاتے تھے تاکہ گرا پڑا اناج اٹھا لیں بلکہ بعض مسکین تو سرکاری خچروں اور ٹٹوؤں کی لید کو ٹٹولتے تھے تاکہ اس لید میں دانے ملیں تو اپنے لیے چن لیں،، -

عالم گیر جنگ کے خاتمے پر ۱۹۱۹ء میں برطانی حکومت نے طیاروں اور جنگ کے جدید ترین ہتیاروں کی مدد سے سمالی لینڈ کی مہم سر کرنے

کا فیصلہ کیا ۔ بربرا کے قریب ہوائی مستقر بنانے کے لیے یہ مشہور کیا گیا کہ اس سر زمین میں مٹی کا تیل ہے جسے نکالنے کے لیے کام شروع کیا جائے گا ۔ برطانیہ کے جیش پرواز کا عملہ سفید لباس میں وہاں پہنچا اور اپنے کو تیل نکالنے کے ماہر ظاہر کرکے انہوں نے وہاں ایروڈروم بنا لیا ۔ وزارت پرواز کی ہدایات یہ تھیں کہ ملا اور اس کے پیروؤں پر نیز درویشوں کے مال مویشی پر بم برسا کر انہیں منتشر کر دیں اس کے بعد خشکی کی فوجیں ان پر چڑھائی کریں ۔ ۱۹۲۰ء میں برطانی طیاروں نے ملا کے کیمپ پر تاخت کی ۔ درویشوں کو اس نئی ایجاد کا کچھ علم نہ تھا وہ حیران ہو گئے ۔ ملا کا لشکر منتشر ہوگیا ۔ اس پر برطانیہ کی فوجوں نے ملا کے ملک پر چڑھائی کر دی ۔ ملا کا لشکر جان و مال کا شدید نقصان اٹھاتا ہؤا حبشہ کے ملک کی طرف پسپا ہو گیا ۔ سمالی لینڈ کے برطانی گورنر نے ملا کو چٹھی لکھی کہ اب مزاحمت کرنے سے باز آ جاؤ ۔ چالیس دن کے اندر اندر اطاعت قبول کرکے امان پاؤ ۔ برطانی حکومت تمہیں سمالی ملک میں ایک زاویہ دے دے گی جہاں بیٹھ کر اللہ اللہ کرو اور اپنا طریقہ چلاؤ ۔ ملا نے جواب میں لکھا کہ " یہ چند سطریں ایک مظلوم انسان محمد بن عبداللہ حسن کی طرف سے ہیں جس پر بلا وجہ ظلم کیا گیا یہ جو تم لکھتے ہو کہ درویش کمزور ہو گئے ہیں میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا خدا قوی و قادر مطلق ہے وہ جس کو چاہتا ہے طاقت دیتا ہے جسے چاہتا ہے کمزور کر دیتا ہے ۔"

اس کے بعد سمالی لینڈ کے برطانی حکام نے ملا کو انگریزوں کی اطاعت پر آمادہ کرنے کے لیے سمالیوں کا ایک وفد بھیجا جس میں ایسے ملا ، شیوخ اور قبائلی رئیس شامل تھے ، جنھوں نے سرکار انگریزی کی اطاعت قبول کرلی تھی ۔ یہ وفد جب شکستہ حال ملا کے پاس پہنچا تو ملا صاحب کو زمین پر چٹائی بچھا کر بیٹھے ہوئے پایا ۔ ان کا رخ دوسری طرف تھا ۔ وفد کے لوگ ان کی پشت پر تھے ۔ ملا نے اپنے ایک درویش کی وساطت سے پوچھا کہ یہ لوگ عیسائی ہیں یا مسلمان ؟ یہ کس حیثیت میں مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں ؟ ان کا جواب یہ تھا کہ ہم

مسلمانوں کی حیثیت میں بات چیت کرنے آئے ھیں ۔ ملا نے اس جواب پر ان کی طرف دیکھا ایک ایک کے متعلق پوچھا کہ کون ھے اور کس کا بیٹا ھے ۔ پھر سب سے مخاطب ھو کر کہا کہ "کفر کی دوستی نے تم سب کے چہرے مسخ کر دیئے ھیں ۔ تمہارے چہروں پر لعنت برس رھی ھے ۔ تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ۔ جتنے مسلمان انگریزوں ، اطالویوں اور حبشہ والوں کے تابع فرمان ھیں سب کافر ھیں ۔" اگلے دن ملا صاحب نے ان سب کو بلا کر پوچھا کہ آیا تم مسلمان بننا چاھتے ھو ؟ ان سب نے اثبات میں جواب دیا ۔ ملا صاحب نے انہیں از سر نو کلمہ پڑھایا ۔ قرآن پڑھ کر سنایا اور کفار کی اطاعت نہ کرنے کی تلقین کی ۔ ملا نے کہا جتنے رسالدار ، جمعدار ، حوالدار ، نایک ، سپاھی اور کام کرنے والے کفار کی ملازمت کرتے ھیں سب کافر ھیں ۔ موٹر چلانے والے ، تمغے پانے والے ، کندھوں پر تاج کا نشان لگانے والے ، کوٹ پتلون پہننے والے اور کافروں کی اطاعت کرنے والے سب کافر ھیں ۔ تم سب کو لازم ھے کہ کفر کی ان صورتوں سے بچو ۔ وفد کے ایک رکن نے پوچھا کہ اگر میری بیویاں بچے اور مال سب کافروں کے پاس ھو تو میں کیا کروں ۔ ملا نے جواب دیا کہ ان سب کو چھوڑ دو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے میرے پاس چلے آؤ ۔ یہ وفد کئی دن وھاں رھا ۔ ملا نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ۔ سواری کو اور راستے میں کھانے کو آونٹ دیئے سب کو ایک ایک بیری عطا کی ۔ یہ وفد ۲۶ مئی ۱۹۲۰ء کو ملا کا جواب لے کر گورنر کے پاس واپس پہنچ گیا ۔ ملا کا جواب یہ تھا :—

"تم نے بلا وجہ اور بے سبب میرا مال ، میری اولاد ، میری بیویاں اور میرے لوگ مجھ سے چھین لیے ھیں وہ سب واپس دے دو میری زمین بھی جس پر تم نے زبردستی قبضہ جمایا ھے واپس کر دو ۔ وہ عمارتیں اور قلعے بھی واپس دے دو جو تم نے مسمار کئے ھیں ۔ میں تمہارے ساتھ صلح کرنے کے لیے خط بھیجنے والا تھا لیکن تم نے کسی سبب کے بغیر اور میرے کسی قصور کے بغیر مجھ پر حملہ کر دیا ۔

میں مظلوم ہوں - تم نے میرے خلاف طیارے استعمال کرکے زیادتی کی ہے - تم نے ایک ایسے شخص کے ساتھ جو میرے حال میں ہو بہت بدسلوکی کی ہے - تم نے میرے چالیس بچے جو معصوم تھے مار ڈالے ہیں - میرا مطالبہ یہ ہے کہ میرا مال واپس دے دو - نقصانات کی تلافی کرو - بچوں کے قتل کا خون بہا ادا کرو اور آئندہ کے لیے ہمارے دین سے اور ہمارے کام سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو - ساتھ ہی یقین دلاؤ کہ آئندہ تم دغا اور فریب سے کام نہ لو گے -"

ملا کا یہ جواب پا کر برطانی گورنر ملا کو مطیع بنانے کے خیال سے مایوس ہو گیا - برطانی حکام نے سمالی لینڈ کے قبائلی لوگوں کو جو اب انگریزوں کے تابع ہوچکے تھے ملا پر حملہ کرنے کے لیے آکسایا کیونکہ حبشہ کی سرزمین میں خود لشکر کشی نہیں کرسکتے تھے - قبائلی لشکر نے جولائی ۱۹۲۰ء میں ملا کے کیمپ پر حملہ کیا اور درویشوں کے ساٹھ ہزار آونٹ ، سات سو بندوقیں اور ان کا دیگر ساز و سامان لوٹ لیا - ملا حاجی محمد بن عبداللہ حسن اپنے چند پیروؤں سمیت پیچھے ہٹ گیا - یہ مرد مجاہد ۲۳ نومبر ۱۹۲۰ء کو بعارضۂ بخار مبتلا ہوکر اپنی انتہائی بے کسی کے عالم میں برطانیہ ایسی قہرمان طاقت کی ہنسی آڑاتا ہؤا فوت ہو گیا - برطانوی لشکر نے آخری مہم میں سمالی لینڈ کی سر زمین میں جہاں عمارت کا نام و نشان نہیں پتھر کے بنے ہوئے چند عالیشان سنگین قلعے پائے جن کو جوش انتقام میں مسمار کر دیا گیا - خیال یہ ہے کہ یہ عمارتیں کسی بہت پرانے عہد کی یادگاریں تھیں جو اگر قائم رہتیں تو تاریخی لحاظ سے بہت ہی اہم ثابت ہوتیں -

ہم نے تاریخ اقوام عالم کے مجمل سے بیان میں سمالی لینڈ کے مجاہد ملا کی کہانی کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس لیے لکھ دی ہے کہ اس داستان میں اقوام فرنگ کی استعماری ہوس رانیاں اور آن کی کارفرمائیاں بہت عریاں صورتوں میں نظر آ رہی ہیں -

حبشہ - حبشہ کی سلطنت ۱۹۲۳ء میں جمعیۃالاقوام کی رکن بنی

اور حبشہ کے شہنشاہ نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے ملک سے غلامی اور بردہ فروشی کے رواج کو ہٹا دے گا، جسے پورا کرنے کے لیے اس نے بعض موثر عملی قدم بھی اٹھائے۔ ۱۹۳۳ء میں حبشہ اور اطالوی سمالی لینڈ کی سرحد پر اٹلی اور حبشہ کی فوجوں کے درمیان چپقلشیں رونما ہوئیں۔ سرحد کی تعیین کے متعلق جھگڑے نے طول کھینچا۔ اٹلی نے اسی سال جمعیۃالاقوام کی رکنیت سے دستکش ہونے کا نوٹس بھی دے دیا تھا کیونکہ اٹلی جمعیت کے نظام کار میں بعض اصلاحات کا خواہاں تھا۔ ۱۹۳۵ء میں اٹلی اور حبشہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ حبشہ نے جمعیۃالاقوام سے شکایت کی۔ جمعیت کچھ سد باب نہ کر سکی۔ اٹلی کی فوجوں نے جدید ترین اسلحہ کی مدد سے حبشہ والوں کو شکست دی اور ملک پر قبضہ جما لیا۔ حبشہ کا شہنشاہ ہیل سلاسی انگلستان میں پناہ گزین ہوا۔

لائبیریا - مغربی افریقہ میں لائبیریا کی ایک چھوٹی سی آزاد ریاست قائم ہے جس کا انتظام خود حبشی لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ آزاد ریاست ایسے حبشی غلاموں نے قائم کی تھی جنہیں امریکہ کے لوگوں نے آزاد کر دیا تھا۔ یہ آزاد شدہ حبشی غلام انگریزی زبان اختیار کر چکے تھے اور ان کی معاشرت فرنگیانہ ہو چکی تھی۔ ۱۹۲۹ء میں امریکہ اور یورپ کے لوگوں نے محسوس کیا کہ انگریزی بولنے والے حبشی ملک کے قدیم حبشیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کر رہے ہیں۔ چنانچہ لائبیریا کی حکومت کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ جمعیۃالاقوام کے نگران اپنے ہاں رکھے۔ یہ انتظام چل نہ سکا اور ۱۹۳۲ء میں کرو قبیلہ کے حبشیوں نے لائبیریا میں بغاوت کر دی اور لائبیریا کی حکومت جمعیۃالاقوام سے امداد لینے پر مجبور ہو گئی۔ جمعیۃ نے ڈاکٹر میکنزی کو مقرر کیا جس نے امن قائم کرکے وہاں کے انتظامات درست کر دیئے۔

امریکی ریاستوں کے جھگڑے

عالم گیر جنگ کے خاتمہ پر اضلاع متحدہ امریکہ اور میکسیکو کے درمیان جھگڑے کی شدید صورتیں رونما ہونے لگیں - میکسیکو کے تیل کے چشموں پر اضلاع متحدہ امریکہ کی کمپنیاں اجارہ داری رکھتی تھیں - ان کے عملہ کی شکایت پر اضلاع متحدہ کی حکومت نے ان کی حفاظت کے لیے فوج بھیج دی - اس پر دونوں ملکوں کے درمیان جنگ تو نہ چھڑی البتہ جھگڑا تین سال تک جاری رہا - اس طرح جنوبی امریکہ کی ریاست کولمبیا اور اضلاع متحدہ امریکہ کے درمیان پاناما کی آزاد ریاست قائم کرنے پر کئی سال جھگڑا چلتا رہا - جو ۱۹۲۱ء میں جا کر ختم ہؤا - اضلاع متحدہ کی حکومت نے کولمبیا کو معاوضے کے طور پر بھاری رقم ادا کر دی - ۱۹۲۷ء میں اضلاع متحدہ امریکہ نے نکارا گوآ کی ریاست میں اپنے قومی باشندوں کی حفاظت کے لیے فوج بھیج دی کیونکہ وہاں کی دو سیاسی جماعتوں کے جھگڑے خطرناک صورت اختیار کر رہے تھے - یہ معاملہ بھی اضلاع متحدہ امریکہ کے صدر نے مصالحت سے طے کر لیا - پیرو اور چلی کے درمیان دو ضلعوں کی ملکیت کے بارے میں شدید جھگڑے دیر سے چلے آ رہے تھے - ۱۹۲۹ء میں اضلاع متحدہ امریکہ کی وساطت سے یہ معاملہ طے کیا گیا - چلی نے ایک ضلع پیرو کو دے دیا اور دوسرے ضلع کا معاوضہ نقدی کی صورت میں ادا کر دیا - ۱۹۲۸ء میں بولیویا اور پیرا گوئے کے درمیان گران چاکو کے جنگلی خطے کی ملکیت کے سوال پر لڑائی شروع ہوگئی - جسے جلد ہی روک دیا گیا ۱۹۳۳ء میں پیرا گوئے نے پھر بولیویا کو اعلان جنگ دے دیا - یہ جنگ ۱۹۳۵ء تک جاری رہی - پیرو اور کولمبیا کے درمیان حد بندی کا جھگڑا دیر سے چلا آ رہا تھا - ۱۹۳۳ء میں پیرو کے والنٹیروں نے ایک سرحدی شہر پر قبضہ کر لیا - جمعیۃالاقوام نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں ملکوں کو مصالحت پر آمادہ کیا اور ۱۹۳۴ء میں دونوں ملکوں کے درمیان حد بندی کا معاملہ طے ہو گیا -

اضلاع متحدہ امریکہ شروع ہی سے جمعیۃالاقوام سے الگ رہا۔ لیکن میکسیکو اور ایکوے ڈور کے سوا باقی ملک اس کے ممبر بن گئے تھے۔ ارجن ٹائین پہلے اجلاس ہی میں روٹھ گیا تھا جو تیرہ سال بعد ۱۹۳۳ء میں رکن بنا۔ ۱۹۲۶ء میں برازیل جمعیت سے مستعفی ہوگیا۔ میکسیکو ۱۹۳۱ء میں اور ایکوے ڈور ۱۹۳۴ء میں جمعیت الاقوام کے رکن بنے۔

فیسطائی تحریک کا ظہور اور ترقی

عالمگیر جنگ کے خاتمے پر یورپ کے ملکوں میں جو انقلابات اور بد امنیاں رونما ہوئیں وہ ایک نئی سیاسی تحریک کو جنم دینے کا باعث بن گئیں۔ روس کے اشتراکی انقلاب نے دنیا میں جو نئی مثال قائم کی تھی اس سے یورپ کے ملکوں کے مزدور طبقے بہت متاثر ہونے لگے۔ جرمنی، اٹلی، آسٹریا، ہنگری، ہسپانیہ اور بعض دوسرے ملکوں میں اشتراکی جماعتیں زور پکڑنے لگیں جنھوں نے جا بجا طاقت کے بل پر مزدور طبقہ کا اقتدار قائم کرنے کے لیے جد و جہد شروع کر دی۔ یورپ کے سرمایہ دار طبقوں نے اس کیفیت کو خطرے کی نگاہ سے دیکھا۔ لہذا انہوں نے بھی اس خطرے سے بچنے کے لیے تنظیم شروع کر دی۔ سرمایہ داروں نے اپنے سرمائے کے بل پر اشتراکیوں کے خلاف جو جماعت بندیاں شروع کیں وہ ۱۹۲۲ء میں اٹلی کے اندر فیسطائی تحریک کو بروئے کار لانے پر منتج ہوئیں۔ اس تحریک کا لیڈر ایک اخبار نویس مسولینی نامی ایک شخص تھا۔ اس وقت تک فیسطائی تحریک کے پیرو ملک بھر میں کافی تعداد حاصل کر چکے تھے۔ مسولینی نے سب کو روما کی طرف مارچ کرنے کا حکم دے دیا۔ فیسطائیوں کے اس مظاہرے سے متاثر ہو کر اٹلی کا بادشاہ مسولینی کو وزیر اعظم بنانے پر مجبور ہو گیا جس نے برسر اقتدار آتے ہی جمہوری اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اس کے پیرووں نے جا بجا مخالف خیال کے لیڈروں کو قتل کرنا اور تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جن میں سے اکثر بیرونی ملکوں کو بھاگ گئے۔ مسولینی نے ملکی آئین میں ایسی تبدیلیاں کرا لیں جو مخالف پارٹیوں کو یکسر محو کرنے پر منتج ہوئیں۔ یہاں تک

که اطالوی پارلیمنٹ فیسطائی جماعت کے نامزد کردہ اشخاص کی ایک مجلس بن کر رہ گئی اور قانون سازی اور حکومت کا اقتدار تمام تر مسولینی کے ہاتھ میں مرتکز ہو گیا ۔ صرف ایک منتظم پارٹی کو برسر اقتدار لا کر مسولینی نے قومی تنظیم کا ایک نیا طریق رائج کر دیا ۔ اس اجتماعی نظام میں اختلاف رائے رکھنے والے اشخاص کے زندہ رہنے کی کوئی گنجائش نہ تھی ۔ سکولوں اور درسگاہوں میں صرف انہی خیالات کی تعلیم دی جاتی تھی جو اس پارٹی کے موافق تھے ۔ اخبارات بھی برسر اقتدار پارٹی کے خیالات کا پرچار کرنے پر مجبور تھے ۔ اس کڑے ضبط و نظم کے ساتھ مسولینی نے اپنے ملک کی طاقت بڑھانے کی جد و جہد کا آغاز کیا ۔ یہ فیسطائی نظام حصول مقصد کے لیے دلیل اور اصول کی بجائے محض طاقت کو استعمال کرنے کا قائل تھا ۔ لہذا اس نظام کی توجہ زیادہ تر اپنی تنظیمی طاقت کو مستحکم کرنے اور اپنے ملک کی جنگی قوت کو بڑھانے پر صرف ہونے لگی ۔ فیسطائی نظام اپنے ہاں کے سرمایہ داروں کا تنخواہ دار ایجنٹ تھا ۔ لیکن مزدوروں سے کسی قدر اچھا سلوک کرنے کا قائل بھی تھا تاکہ انہیں پوری طرح قابو میں رکھا جا سکے ۔ فیسطائی جماعت کے اجتماعی تصورات نیشنل سوشلزم یعنی قومی اجتماعیت کہلائے ۔ جن کا مقصد یہ تھا کہ قومی برتری قائم کرنے کے لیے سرمایہ داروں اور مزدوروں کو ایک ہی ڈسپلن (ضبط) کا پابند بنا لیا جائے ۔

قریب قریب اسی قسم کی جماعتی تنظیم ہٹلر نے جرمنی میں شروع کر رکھی تھی ۔ ہٹلر کی پارٹی نازی کہلاتی تھی ۔ جرمنی کی جمہوری حکومت آئے دن داخلی الجھنوں اور خارجی جھگڑوں میں مبتلا رہتی تھی ۱۹۳۳ء میں جمہوریہ جرمنی کے صدر مارشل وان ہنڈن برگ نے جرمنی کے جمہوریت پسند مدبر سٹریسمان کی وفات پر نازی پارٹی کے لیڈر ہٹلر کو حکومت بنانے کی دعوت دی ۔ نئے انتخابات ہوئے اور نازی پارٹی کے ممبر باقی پارٹیوں کی بہ نسبت زیادہ تعداد میں منتخب ہوئے لیکن باقی پارٹیوں کی مجموعی تعداد سے نازی پارٹی کی گنتی کم تھی ۔ ہٹلر نے حکومت کی زمام اس شرط پر قبول کی کہ چار سال کے لیے اس سے کسی

قسم کی باز پرس نہ کی جائے۔ ہٹلر نے برسر اقتدار آکر اجتماعیوں ، اشتراکیوں ، یہودیوں اور امن کا پیغام دینے والوں یعنی جنگ کی اصولی مخالفت کرنے والوں کو آگے دھر لیا۔ ان کے ساتھ بہت سختیاں کی گئیں۔ ان کی کثیر تعداد ملک بدر ہونے پر مجبور ہو گئی۔ نازی پارٹی تنازع للبقا کے فلسفے کی قائل تھی جن کا مبلغ جرمنی کا پچھلی صدی کا فلاسفر نیٹشے تھا۔ وہ قوت کے بل پر عروج و ترقی بلکہ غلبہ حاصل کرنے کی قائل تھی۔ اس کے علاوہ اس پارٹی نے جرمنوں میں آریہ نسل کی برتری کا خیال بھی پیدا کر رکھا تھا۔ اس لیے انھوں نے یہودیوں کو ذلیل کرنے کی مہم شروع کر دی۔ ۱۹۳۴ء میں ہٹلر نے نازی پارٹی کو خون کا غسل دیا یعنی ایسے لیڈروں کو مقدمہ چلانے اور جرم ثابت کیے بغیر قتل کرا دیا جن کے متعلق یہ شبہ تھا کہ وہ ہٹلر کے اقتدار کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ اس طرح ہٹلر نے اختلاف رائے رکھنے والوں اور مخالفوں کی سرکوبی کرکے اپنا اقتدار مطلق قائم کر لیا۔ اور ساری جرمن قوم کو نازیت کے رنگ میں رنگ دیا۔

ہسپانیہ کی خانہ جنگی ۱۹۳۶ء میں جنرل فرانکو کے زیر قیادت ایسا ہی سیاسی نظام بروئے کار لانے پر منتج ہوئی جس کو برپا کرنے کے لیے اٹلی کے مسولینی اور جرمنی کے ہٹلر نے بہت مدد دی تھی۔ یہ فسطائی نظام روس کے اشتراکی نظام کا رد عمل اور جواب تھا۔ لہٰذا اس نظام کے لوگ اشتراکیت اور جمہوریت کے سخت دشمن بن گئے۔

ڈکٹیٹر شپ یعنی ایک ہی سیاسی جماعت کے اقتدار مطلق کا قیام بعض ایسے ملکوں نے بھی ضروری سمجھا جو جمہوری نظام کے حامی تھے۔ ایسے ملکوں میں پولینڈ ، ترکی ، چین کے ڈکٹیٹر۔ پلڈسکی ، مصطفے کمال اور سن یٹ سین قابل ذکر ہیں۔ روس کا حکومتی نظام بھی ڈکٹیٹری تھا لیکن وہاں اقتدار کی زمام مزدور اور محنت کش طبقہ کے جماعتی نظام کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے علاوہ بعض اور ملکوں نے بھی ڈکٹیٹری نظام برپا کرکے اپنے داخلی مسئلوں کو حل کرنے کی کوششیں کیں۔

بین الاقوامی حالات کی رفتار

۱۸-۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے خاتمے پر فاتح قوموں نے دنیا کا امن قائم رکھنے اور بین الاقوامی جھگڑوں کو مصالحت کے طریق سے نبٹانے کے لیے جمعیة الاقوام (لیگ آف نیشنز) قائم کی - لیکن دول عظمٰی کی خارجی سیاست کے اغراض و مقاصد وهی رهے جو جنگ عظیم سے پہلے هؤا کرتے تھے - جنگ کے آخری مرحلوں میں اضلاع متحدہ امریکہ کے صدر ونسن نے صلح و امن کو پائدار بنانے کے لیے چودہ اصول تیار کئے تھے وہ شکست خوردہ قوموں کے ساتھ معاهدے طے کرتے وقت گلدستۂ طاق نسیاں بنا دیے گئے - جمعیة الاقوام شروع هی میں اپنے ان فرایض کو ادا کرنے سے قاصر نظر آنے لگی جس کے لیے وہ بنائی گئی تھی - کیونکہ اس جمیعت کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اسے طاقتور فاتح قوموں کو صحیح راہ اختیار کرنے کے لیے کہنے کی جرات نہ هو سکتی تھی - جمعیت کا سارا کاروبار برطانیہ اور فرانس کے مدبروں کے زیر اثر رهتا تھا جو جنگ کے بعد پہلے کی بہ نسبت زیادہ طاقتور ملک بن گئے تھے - شکست خوردہ قوموں کے ساتھ جو ذلت آمیز سلوک کیا گیا اس نے ان بے بس اور مجبور اقوام کے دلوں میں فاتحین کے خلاف بغض و انتقام کی آگ بھر دی - اس کے علاوہ اٹلی اور بعض دوسرے ملکوں کو جو جنگ میں برطانیہ اور فرانس کے حلیف تھے مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں اپنے ساتھ بے انصافی کی شکایات پیدا هوئیں جنگ کے خاتمے کے بعد دول عظمٰی کے مدبر جلد هی محسوس کرنے لگے کہ دنیا کی فضائے امن مختل هوتی نظر آ رهی هے - لہذا انہوں نے اپنی اپنی جنگی طاقتوں کو بڑھانے اور بین الاقوامی مسائل میں ایک دوسرے کی گرہ کاٹنے کی روش اختیار کر لی - ترکی کی تحریک آزادی زیادہ تر اس لیے پروان چڑھ سکی کہ

فاتح اتحادی اقوام یعنی برطانیہ ، فرانس اور اٹلی ، ترکی کو صفحۂ ہستی سے محو کرنے کے سوال پر متفق نہ تھے ۔ برطانیہ کے فاتح وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج کو اس سوال پر محض اس لیے مستعفی ہونا پڑا کہ فرانس اور اٹلی کو اناطولیا کے آزادی خواہ ترکوں سے لڑنے کے لیے آمادہ نہ کیا جا سکا اور برطانیہ کی رائے عامہ نے اکیلے یہ درد سر مول لینا مناسب خیال نہ کیا ۔ جرمنی کو بے دست و پا کر دینے کے بعد جب فرانس نے جرمنی کے متعلق سخت گیری کی روش اختیار کی تو برطانیہ کی حکمت عملی میں جرمنی کو موت کی مصیبت سے بچانے کا رجحان پیدا ہؤا ۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں فرانس ، بلجیئم ، جرمنی اور برطانیہ کی حکومتوں نے لوکارنو پیکٹ طے کیا جس کی رو سے برطانیہ نے فرانس و بلجیئم کو ایک طرف اور جرمنی کو دوسری طرف یقین دلایا کہ اگر ان میں سے ایک فریق نے دوسرے فریق کے ساتھ زیادتی کی تو برطانیہ مظلوم فریق کی حمایت کرے گا ۔ ۱۹۲۲ء میں اٹلی اور یونان کے درمیان بد مزگی پیدا ہوئی جس کا تصفیہ نہ ہو جاتا تو یورپ کی دول عظمٰی کے درمیان از سر نو جنگ چھڑ جانے کا زبردست خطرہ پیدا ہو رہا تھا ۔ ہنگری میں فرانس کے جعلی سکوں کا ڈھالا جانا اور اٹلی سے ہنگری میں اسلحہ کی دزدانہ درآمد کے سوالوں پر بھی اٹلی اور فرانس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے ۔ اسی طرح بعض دوسرے مسائل بھی اضطراب انگیزیوں کا موجب بنتے رہے ۔ تا آنکہ جنگ کے خطرے کو ترقی پذیر دیکھ کر ۱۹۲۸ء میں دنیا کی اکثر قوموں نے جو جمیعۃ الاقوام کی رکن تھیں یا نہیں تھیں استرداد جنگ کے میثاق پر دستخط ثبت کئے ۔ اس کے باوجود حالات کی رفتار تشویش انگیز صورتیں اختیار کرتی چلی گئی ۔ پیرس کی صلح کانفرنس میں جاپان نے یہ تحریک پیش کی کہ آئندہ کے لیے نسل و رنگ کے تفوق کا امتیاز دور کر دیا جائے لیکن برطانیہ اور اضلاع متحدہ امریکہ اس تجویز پر رضا مند نہ ہو سکے ۔ ۱۹۲۱ء میں اضلاع متحدہ امریکہ نے ایک قانون نافذ کیا جس کی رو سے امریکہ کی سر زمین میں ایشیائی اقوام کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا اس قانون کے نفاذ کو جاپان کے لوگوں نے بہت بری طرح محسوس کیا اور اپنے لیے باعث

ہتک جانا ۔ ۱۹۲۲ء میں دنیا کی پانچ بڑی قوموں یعنی برطانیہ ، فرانس ، امریکہ ، جاپان اور اٹلی کی ایک بحری کانفرنس منعقد ہوئی جس میں جنگی جہازوں کی تعداد معین کرنے اور جہاز سازی کی حد مقرر کرنے کے سوال پیش ہوئے ۔ اس کانفرنس میں جو معاہدہ طے کیا گیا اسے بھی جاپان نے اپنے لیے باعث تحقیر سمجھا کیونکہ اس کی رو سے جاپان کو برطانیہ اور امریکہ سے کم بحری طاقت رکھنے کے لیے مجبور کیا گیا تھا ۔ ۱۹۲۷ء میں پھر ایک بحری کانفرنس بلائی گئی جس میں دنیا کی بڑی طاقتوں کے درمیان کوئی مفاہمت نہ ہو سکی ۔ ۱۹۲۱ء میں برطانیہ نے سنگاپور کو زبردست بحری مستقر بنانے کا فیصلہ کر لیا ۔ اس فیصلے کو جاپان نے اپنے لیے خطرے کی نگاہ سے دیکھا ۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ نے جاپان سے کہہ دیا کہ اب وہ جاپان کو اپنا اتحادی خیال نہیں کرتا ۔ جاپان کے متعلق برطانیہ اور امریکہ کی یہ روش اس خیال کی بنا پر تھی کہ جاپانی قوم جنگ کے دوران میں اپنا مال بیچ بیچ کر بہت مال دار اور طاقتور ہو گئی ہے جو ان کے استعماری عزائم کی راہ میں حائل ہوکر رہے گی ۔ ان واقعات نے جاپان کے لوگوں کو اپنے زور بازو کی طاقت بڑھانے پر مائل کر دیا ۱۹۳۴ء میں جاپان نے نوٹس دے دیا کہ آئندہ وہ ۱۹۲۲ء کے بحری معاہدے کا پابند نہیں رہے گا ۔ اس سے قبل وہ مانچوریا کے سوال پر جمعیۃ الاقوام کو علیحدگی کا نوٹس دے چکا تھا ۔

فاتح اقوام کے نمائندوں نے جرمنی کے ساتھ معاہدہ طے کرتے وقت اس امر کا یقین دلایا تھا کہ جمعیۃ الاقوام کے ادارے کی وساطت سے تمام ملکوں کو تخفیف اسلحہ کے لیے آمادہ کیا جائے گا ۔ جمعیۃالاقوام نے ۱۹۳۲ء میں تخفیف اسلحہ کی پہلی کانفرنس منعقد کی جو بے نتیجہ رہی ۔ ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء میں اسی مقصد کے لیے اور کانفرنسیں بلائی گئیں لیکن تخفیف اسلحہ کا کوئی اصول طے نہ ہو سکا ۔ جرمنی کے مدبر جن کے ملک کو اسلحہ کے لحاظ سے پابند بنا دیا گیا تھا یہ حالات دیکھ کر بہت مایوس ہونے لگے ۔ آخر ۱۹۳۳ء میں جب جرمنی میں نازی پارٹی اپنے ملک کی جنگی طاقتوں کو از سر نو بحال کرنے کا پروگرام لے کر

بر سر اقتدار آئی تو جرمنی نے اسی سوال کی بنا پر جمعیۃ الاقوام سے الگ ہونے کا نوٹس دے دیا - اسی سال اٹلی نے بھی علیحدگی کا نوٹس دے دیا - ۱۹۳۴ء کی کانفرنس میں روس کے نمائندے موسیو جیچرن نے تخفیف اسلحہ کی بجائے تعدیم اسلحہ کی تجویز پیش کی جس پر اقوام عالم کے نمائندے سب دنگ رہ گئے اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا - اس کے بعد تمام قومیں اپنی جنگی طاقت بڑھانے کے مشغلے میں مصروف ہو گئیں اور اپنی اپنی حفاظت کا انتظام کرنے لگیں - برلین ، روما اور ٹوکیو کے اتحاد کو محور قرار دیا گیا - روس نے جسے سرمایہ دارانہ فیسطانی نظام والی طاقتوں سے خطرہ تھا ، ۱۹۳۷ء میں اپنے تمام سرحدی ملکوں کے ساتھ عدم تجاوز کے معاهدے طے کئے - ترکی نے بلقانی ریاستوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کئے - اور عراق ، ایران اور افغانستان سے بھی مودت کا رشتہ قائم کر لیا - ۱۹۳۵ء میں اٹلی نے فرانس کے ساتھ اختلافی مسائل طے کر کے حبشہ پر چڑھائی کر دی اور جمعیۃالاقوام منہ دیکھتی رہ گئی - جنگ کے امکانات کو قوی تر ہوتے دیکھ کر ۱۹۳۵ء میں لندن میں اقوام عالم کی ایک اقتصادی کانفرنس منعقد کی گئی لیکن حریض اور لالچی قومیں کرۂ ارضی کی پیداوار کی مناسب تقسیم کے سوال پر کوئی فیصلہ نہ کر سکیں - اس کے بعد ہٹلر اور مسولینی ، فرانس اور برطانیہ کو آنکھیں دکھانے لگے اور جاپان نے چین میں اپنے نفوذ کو بزور سنگیں بڑھانے کی مہم شروع کر دی - نازی جرمنی اب ان بے انصافیوں کا بدلا لینے کے لیے تیار ہو رہا تھا جو ورسائے کے معاهدے میں اس کے ساتھ کی گئی تھیں - وہ اب کھلم کھلا جرمنی کے چھینے ہوئے یورپی علاقے اور جرمنی کی بیرونی مستعمرات واپس لینے کے عزائم کا اعلان کرنے لگا - ۱۹۳۷ء میں نازی جرمنی نے زیکو سلاویکیہ کے مغربی اضلاع کو جو سڈٹین لینڈ کہلاتے تھے اور جن میں جرمن قوم کے لوگ کثرت سے آباد تھے جرمنی کے ساتھ ملحق کر لیا - اور چھ ماہ بعد میونچ کانفرنس کی مفاهمت کو بالائے طاق رکھ کر بوہیمیا اور موریویا پر فوج کشی کر کے زیکو سلاویکیہ کا خاتمہ کر دیا - ۱۹۳۸ء میں ہٹلر نے آسٹریا کے جرمن نسل کے باشندوں سے ساز باز کر کے آسٹریا میں اپنی فوجین بھیجدیں اور اسے جرمن ریش

میں شامل کر لیا جس کو فاتح اقوام نے وہاں کے باشندوں کی خواہش کے علی الرغم الگ ریاست بنا کر جرمنی سے جدا کر دیا تھا ۔ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو جرمنی کے مختار مطلق ہٹلر نے ڈینزگ کی بندرگاہ پر چڑھائی کر دی جسے جرمن اپنا شہر سمجھتے تھے لیکن جو ورسائے کے معاھدے میں جرمن سر زمین میں سے ایک برآمدہ کاٹ کر پولینڈ کے حوالے کر دیا گیا تھا ۔ اس اقدام پر جرمنی اور پولینڈ کے درمیان جنگ چھڑ گئی برطانیہ اور فرانس پولینڈ کی حمایت کے لیے جنگ کے میدان میں کود پڑے - بلجیئم فرانس کا حلیف تھا ۔ اس طرح پہلی عالمگیر جنگ کے خاتمہ سے اکیس سال بعد دوسری جنگ شروع ھو گئی ۔ جس نے تھوڑے ھی عرصے میں عالمگیر حیثیت اختیار کر لی -

---

دوسری عالمگیر جنگ

یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو جرمنی نے پولینڈ پر چڑھائی کر دی ۔ ۳ ستمبر کو برطانیہ اور فرانس کی دول عظمے نے پولینڈ کی حمایت میں جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ۔ برطانی مستعمرات اور برطانی قلمرو کے مقبوضہ ملکوں کینیڈا ، جنوبی افریقہ ، آسٹریلیا ، نیوزی لینڈ ، ہندوستان اور دیگر نو آبادیوں کی حکومتوں نے جرمنی کے خلاف برسرپیکار ہونے کا اعلان کر دیا ۔ برطانیہ کی دولت متحدہ میں سے آئر لینڈ کی فری سیٹ نے غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا ۔ جنگ کے آغاز سے کوئی تین ماہ پہلے سے برطانیہ کا ایک وفد ماسکو میں بیٹھ کر سوویٹ روس کی حکومت سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی گفتگو کر رہا تھا ۔ یہ گفتگو ابھی کسی نتیجے پر نہ پہنچی تھی کہ جرمنی کا وزیر خارجہ جنگ کے اعلان سے دو تین دن پہلے طیارے پر سوار ہو کر ماسکو گیا جس نے راتوں رات بات چیت کرکے سوویٹ روس سے کوئی مفاہمت کرلی اور روس نے غیر جانب دار رہنے کا اعلان کر دیا ۔ جنگ کا اعلان ہونے کے ساتھ ہی جرمن فوجیں پولینڈ کے ملک میں تیزی سے آگے بڑھنے لگیں ۔ جرمنوں نے پچھلی جنگ کی طرح اب کے بھی جنگ کی خوب تیاری کر رکھی تھی اور فن حرب کو بہت ترقی دے لی تھی ۔ جرمن فوجیں پیدل مارچ کرنے کے بجائے مسلح کاروں پر سفر کرتی تھیں ۔ میدان جنگ میں ٹینکوں کی قطاریں آگ برستی ہوئی آگے بڑھتی تھیں ۔ اوپر سے جنگی طیارے پر پھیلائے دشمن کی صفوں ، مورچوں اور قلعوں پر بم برساتے تھے ۔ تباہی کی ان متحرک مشینوں کے پیچھے پیچھے جرمن فوج سیلاب کی طرح آگے بڑھ رہی تھی ۔ چند ہی دنوں کے معرکوں میں دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ نازی جرمنی کی جنگی مشین قیصری جرمنی کے جنگی نظام سے بدرجہا زیادہ ہلاکت بار اور تیز رفتار ہے ۔ اس کے ساتھ ہی

سمندروں میں جرمن آبدوزیں سر گرم کار ہو گئیں اور جرمنی کے جنگی جہاز اتحادیوں کے جہازوں پر حملے کرنے لگے- ۱۷ دسمبر ۱۹۳۹ء کو برطانیہ کےجنگی جہازوں نے جرمنی کے ایک جنگی جہاز "گراف سپی" کو پیرا گوئے کے ساحل کے قریب گھیر لیا - جرمن کپتان نے اپنا جہاز خود ہی غرق آب کر دیا -

۱۹۴۰ء

۹ اپریل ۱۹۴۰ء کو جرمنوں نے ڈنمارک پر چڑھائی کرکے کوپن ہیگن پر قبضہ جما لیا اور اس کے ساتھ ہی ناروے پر چڑھائی کر دی جہاں انہوں نے طیاروں پر سے چھاتوں کی مدد سے فوجیں آتاریں - مئی ۱۹۴۰ء میں جرمنوں نے اسی تیزی کے ساتھ بلجیئم ، لکسمبرگ اور ھالینڈ پر چڑھائی کی اور ان ملکوں پر صرف دو ھفتوں کے اندر اندر قبضہ جما لیا - بلجیئم اور ھالینڈ دونوں نے ھتیار ڈال دیئے - اندریں اثنا برطانیہ اور فرانس کی فوجیں بھی بلجیئم کی امداد کے لیے کثیر تعداد میں پہنچ چکی تھیں اور پسپا ہو کر بلجیئم کی بندرگاہ ڈنکرک میں جمع ہو رہی تھیں - جرمنوں نے اس تیزی اور شدت کے ساتھ ڈنکرک پر حملہ کیا کہ اتحادی فوجیں تتر بتر ہو کر ساحل کی طرف بھاگیں- ان شکست خوردہ فوجوں کو نکالنے کے لیے برطانیہ کے ۲۲۲ جنگی اور ۶۳۵ دوسرے جہازوں نے جرمن طیاروں کی بمباری کے نیچے کام شروع کیا اور ڈھائی لاکھ کے قریب برطانی اور سوا لاکھ کے قریب فرانسیسی اور بلجیمی سپاہ کو جرمن آتش بازی کے جہنم سے نکال کر ساحل انگلستان پر پہنچایا - برطانیہ کے تیرہ ہزار آدمی ھلاک ھو گئے اور چالیس ہزار جنگی قیدی بنا لیے گئے - سات سو ٹینک ، دو ھزار چار سو توپیں اور پچاس ہزار گاڑیاں جرمنوں کو مال غنیمت میں ملیں - برطانیہ نے ایک جنگی مہم ناروے میں بھی آتاری جو دس جون کو وھاں سے شکست کھا کر واپس لوٹی - دس مئی کو برطانیہ کی وزارت جس کے وزیر اعظم مسٹر چمبرلین تھے مستعفی ھوگئی اور اس کی جگہ مسٹر ونسٹن چرچل نے نئی جنگی وزارت

قائم کی ۔ دس جون ۱۹۴۰ء کو اٹلی بھی جرمنی کا حلیف بن کر جنگ میں شامل ہو گیا ۔ اٹلی نے برطانیہ اور فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جرمن فوجیں پولینڈ کی جنگی طاقت کو کچل کر وارسا پر قبضہ جما چکی تھیں۔ جرمنوں نے پولینڈ کا وہ علاقہ روس کے حوالے کر دیا جو پہلی عالم گیر جنگ سے قبل زار روس کی مملکت میں شامل تھا ۔ مغربی محاذ پر جرمن فوجوں نے سیدان کے مقام پر فرانس کی میجینو لائن توڑ دی ۔ قلعہ بندیوں کی یہ قطار فرانس نے اپنی حفاظت اور مدافعت کے لیے جرمنی کی سرحد کے ساتھ ساتھ تیار کر رکھی تھی ۔ جرمنی کی فوجیں مسلح کاروں اور لاریوں میں سوار بڑی تیزی کے ساتھ فرانس پر حملہ آور ہوئیں ۔ ۱۴ جون کو جرمن پیرس میں داخل ہو گئے اور ان کی فوجیں رودبار انگلستان کے فرانسیسی ساحل تک پہنچ گئیں ۔ فرانس کی حکومت مستعفی ہو گئی ۔ مارشل پیتاں نے نئی حکومت قائم کی ۔ جس نے جرمنی کے سامنے ہتیار ڈال دیئے ۔ جرمن فوجوں نے فرانس کے بیشتر حصے پر قبضہ جما لیا صرف جنوبی فرانس میں وشی کا ضلع فرانسیسی حکومت کے لیے چھوڑ دیا ۔ ۲۵ جون کو فرانس نے اٹلی کے ساتھ بھی عارضی صلح کر لی ۔ فرانس پر قبضہ جما کر جرمنوں نے برطانیہ پر طیاروں کے ذریعے شدید ہوائی تاختیں شروع کر دیں ۔ جرمنوں کا خیال تھا کہ انگریز ان ہوائی حملوں سے تنگ آ کر ہتھیار ڈال دیں گے لیکن انگریز قوم نے ہمت و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا ۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۰ء کو جرمنوں نے لندن شہر پر سینکڑوں طیاروں کے ساتھ شدید بم باری کی ۔ جرمنوں کے بم بہت بھاری بھر کم مشینیں تھیں جو دور تک زمین کے اندر گھس جاتی تھیں اور پھٹ کر گرد و نواح کی عمارتوں کو بہت نقصان پہنچاتی تھیں ۔ اس حملہ میں انگریزوں نے جرمنوں کے ۱۸۷ جنگی طیارے گرا لیے اور جرمنوں کی ہوائی طاقت کو شدید نقصان پہنچایا ۔

۳ ستمبر ۱۹۴۰ء کو برطانیہ نے امریکہ کے ساتھ مفاہمت کر کے نیو فاونڈ لینڈ اور برموڈا کے بحری مستقر معاوضہ لیے بغیر اور جمیکا ، سینٹ لوسیا ، ٹرینیڈاڈ ، انٹیا گووار ، برٹش گائنا کے بحری مستقر ، پچاس

پرانے تباہ کن جنگی جہاز معاوضہ لے کر امریکہ کو ٹھیکے پر دے دئے۔ مطلب یہ تھا کہ امریکہ کو جنگ میں شامل کر کے اس کی امداد حاصل کی جائے۔ امریکہ کی حکومت اس وقت تک "نقدی دو اور مال لے جاؤ" کی حکمت عملی پر کاربند تھی۔ اب اس نے ٹھیکے لے کر قرض دینے کی پالیسی اختیار کر لی۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۰ء کو جرمنی اور اٹلی نے جاپان کے ساتھ دہ سالہ اتحاد کا میثاق طے کر لیا۔

۱۹۴۱ء

اٹلی نے جنگ میں شامل ہونے کے ساتھ ہی البانیہ کی راہ سے یونان پر چڑھائی کر دی تھی۔ یونانیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اٹلی کی فوجیں البانیہ کی طرف پسپا ہونے لگیں۔ یہ حال دیکھ کر جرمنوں نے اپریل ۱۹۴۱ء میں یوگوسلافیہ اور یونان پر اپنی روایتی تیز رفتاری کے ساتھ چڑھائی کر دی۔ برطانی فوجیں یونان کی کمک کے لیے پہنچیں لیکن اس مہم کو جلد ہی واپس آنا پڑا۔ جرمنوں نے ۲۷ اپریل ۱۹۴۱ء کو ایتھنز پر قبضہ جما لیا۔

اندریں اثنا افریقہ کے براعظم میں جنگی واقعات کے رفتار کئی قسم کے پلٹے کھاتی رہی۔ انگریزوں نے برٹش سمالی لینڈ کا ملک اٹلی کے جنگ میں داخل ہونے کے بعد جلد ہی خالی کر دیا تھا کیونکہ یہ ملک تین اطراف سے اطالوی مملکت میں گھرا ہؤا تھا۔ ستمبر ۱۹۴۰ء کے وسط تک برطانیہ کی ہندوستانی افواج مصر میں جا پہنچیں اور برطانی جرنیل ویول نے ۹ دسمبر ۱۹۴۰ء کو لیبیا کی اطالوی مملکت کے مشرقی صوبہ سائیرینیکا پر چڑھائی کی مہم شروع کی۔ ہندوستانی افواج کی یہ یلغار ساحل بحر کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف بڑھتی اور سدی بارانی، کیسبالہ، سلوم، طبروق، آغدردہ اور الاغیلہ کو سر کرتی ہوئی ۵ فروری ۱۹۴۱ء تک بن غازی پر قابض ہو گئی۔ دس فروری کے مہینے میں برطانیہ کی ہندوستانی افواج نے ایری ٹیریا کی اطالوی سر زمین فتح کر لی۔ اور حبشہ پر چڑھائی کر دی۔ ان فوجوں نے ۶ اپریل ۱۹۴۱ء کو حبشہ کے صدر

مقام ادیس ابابا پر قبضہ جما لیا ۔ ۵ مئی ۱۹۴۱ء حبشہ کا شہنشاہ ہیل سلاسی جسے ۱۹۳۵ء میں اطالویوں نے اپنے ملک سے نکال دیا تھا اپنے پایۂ تخت میں واپس پہنچ گیا ۔

اپریل ۱۹۴۱ء کے آغاز میں افریقہ میں تازہ جرمن کمک کے وارد ہونے کے باعث برطانیہ کی فوجیں بن غازی سے پسپا ہونے لگیں ۔ ۱۳ اپریل تک جرمنی اور اٹلی کی فوجوں نے طبروق کو محاصرہ میں لے کر باردیہ پر قبضہ کر لیا ۔ اور ۲۸ اپریل تک رہ سلوم یعنی مصر کی سرحد تک پہنچ گئیں ۔ اس کے بعد پھر برطانی فوجوں نے مغرب کی طرف یلغار شروع کی اور جرمنی اور اٹلی کی فوجوں کو پیچھے دھکیلتی ہوئی ۲۷ نومبر کو طبروق پہنچ گئیں اور ۱۷ دسمبر تک پھر بن غازی پر قابض ہو گئیں ۔

۱۰ مئی ۱۹۴۱ء کو جرمنی کے طیاروں نے لندن پر شدید ترین بمباری کی ۔ پارلیمنٹ کا ایوان عام ، ویسٹ منسٹر کا گرجا اور لندن کا عجائب گھر منہدم ہو گئے اسی روز جرمنی کا نائب مختار مطلق ہر ہیس ایک طیارے پر سوار ہو کر سکاٹ لینڈ میں جا اترا ۔ ہر ہیس برطانیہ کے حکمرانوں سے پرائیویٹ طور پر صلح کی بات چیت کرنے کے لیے گیا تھا ۔ جسے برطانی حکومت نے چیکرس میں نظر بند کر دیا ۔ ۲۰ مئی ۱۹۴۱ء کو جرمنوں نے انگلستان میں چھاتا فوج اتارنے کی بجائے کریٹ پر حملہ کیا ۔ جرمن فوجیں یونان کی سر زمین سے طیاروں کے ذریعے اڑ کر کریٹ میں چھاتوں کی مدد سے اتریں ۔ یکم جون تک برطانیہ کی فوجیں جو چھ ماہ سے وہاں جمع ہو رہی تھیں جزیرے سے نکل کر مصر آن پہنچیں ان فوجوں کی تعداد سترہ ہزار تھی ۔

۳ اپریل ۱۹۴۱ء کو عراق کے ایک لیڈر رشید عالی الجیلانی نے انقلاب حکومت کرکے نئی وزارت قائم کر لی جو جرمنی کی حامی اور ہمدرد تھی ۔ ۱۹ اپریل کو برطانیہ کی فوجیں بصرہ میں داخل ہوئیں جنھوں نے ۳۱ مئی کو بغداد پر قبضہ کرکے عبدالالہ مدارالمہام کے اقتدار کو از سر نو قائم کیا ۔ رشید عالی بھاگ گیا ۔

۲۲ جون ۱۹۴۱ء کو جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا اور جرمن فوجیں روس کی سر زمین میں اپنی روایتی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھنے لگیں اور نومبر کے آخر تک لیواؤ ، ریگا ، کیف ، اوڈیسہ ، کرچ اور روسٹوف پر قبضہ کرکے روس کے معتد بہ حصے پر قابض ہو گئیں - ۵ اکتوبر ۱۹۴۱ء سے ۶ دسمبر ۱۹۴۱ء تک جرمنوں اور روسیوں میں ماسکو کے لیے جنگ ہوتی رہی - جرمن اس مورچے کو سر کرنے میں ناکام رہ گئے اور ۲۸ نومبر کو روسیوں نے روسٹوف کا شہر بھی جرمنوں سے واپس لے لیا - روسیوں اور جرمنوں کے درمیان لینن گراڈ سے لے کر روسٹوف تک کوئی دو ہزار میل لمبے محاذ پر لڑائیاں ہونے لگیں -

اگست ۱۹۴۱ء میں برطانی فوجوں نے جنوبی ایران کے ان اضلاع پر چڑھائی کر دی جن میں اینگلو پرشینٹ آئیل کمپنی کے تیل کے چشمے اور کارخانے ہیں - ایرانی فوجوں نے معمولی مقابلہ کیا - رضا شاہ پہلوی کو تخت سے دستبردار ہونا پڑا - برطانیہ کے اس اقدام سے متاثر ہو کر روسیوں نے کاکیشیا سے نیچے اتر کر آذر بائیجان کے ایرانی صوبے پر قبضہ جما لیا - ایران کی نئی حکومت سے معاہدہ کیا گیا کہ یہ فوجیں جنگ کے خاتمے کے چھ ماہ بعد ایران کی سر زمین سے نکال لی جائیں گی - یہ معاہدہ جنوری ۱۹۴۲ء میں روس ، برطانیہ اور ایران کے درمیان طے ہوا - ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء کو مسٹر چرچل وزیر اعظم انگلستان نے صدر امریکہ روز ویلٹ سے بحر ظلمات (اوقیانوس) میں ایک جنگی جہاز پر ملاقات کرکے اس مضمون کا اعلان نشر کیا کہ اتحادیوں کا سب سے بڑا جنگی مقصد یہ ہے کہ فتح حاصل کرنے کے بعد دنیا کی تمام قوموں کو آزادانہ زندگی بسر کرنے کا حق دلایا جائے -

۷ دسمبر ۱۹۴۱ء کو جاپان نے اضلاع متحدہ امریکہ کو جنگ کا الٹی میٹم دینے کے ساتھ ہی جزیرہ ہوائی کے امریکی بحری مستقر پرل ھاربر پر حملہ کر دیا اور امریکہ کے کئی جنگی جہاز ڈبو دیے - امریکہ کے ساتھ برطانیہ نے بھی جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا - تھائی لینڈ (سیام) نے جاپان کی اطاعت قبول کر لی اور جاپانی فوجیں تھائی لینڈ کی

راہ سے ملایا پر حملہ آور ہوئیں ۔ اس کے علاوہ جاپانیوں نے شنگھائی پر بھی قبضہ جما لیا ۔ برطانیہ کے دو جنگی جہاز پرنس آف ویلز اور ری پلس ہنکاگ پر حملہ کرنے کی نیت سے سنگا پور سے روانہ ہوئے ہی تھے کہ جاپانی طیاروں نے ان پر حملہ کرکے انہیں ڈبو دیا ۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۱ء کو جاپان نے فلپائن میں فوجیں اتار کر اضلاع متحدہ امریکہ سے جنگ چھیڑ دی ۔ ۲۵ دسمبر کو ھانگ کانگ کی برطانی فوجوں نے جن کی تعداد چودہ ہزار تھی جاپانیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے ۔

۱۱ دسمبر ۱۹۴۱ء کو اٹلی اور جرمنی نے اضلاع متحدہ امریکہ کو اعلان جنگ دے دیا ۔ ۱۳ دسمبر کو ھنگری اور بلغاریہ نے بھی امریکہ کے ساتھ بر سر جنگ ہونے کا اعلان کر دیا ۔ ۲۳ دسمبر کو واشنگٹن میں امریکہ اور برطانیہ کے جنگی ماھروں کی کانفرنس منعقد ہوئی ۔ ۲۶ دسمبر کو مسٹر چرچل صدر روز ویلٹ سے مشورے کرنے کے لیے واشنگٹن پہنچ گئے ۔

۱۹۴۲ء

۲ جنوری ۱۹۴۲ء کو دنیا کی چھبیس قوموں نے جن میں برطانیہ ، سوویٹ روس ، چین ، ھالینڈ اور ھندوستان بھی شامل تھے محوری طاقتوں (جرمن ، اٹلی اور جاپان) کے خلاف مشترکہ اعلان نشر کیا ۔ ۲ مئی تک جاپانی فوجوں نے فلپائن کے جزائر تمام و کمال سر کر لیے اور بحر الکاھل کے جزیروں نیو گنی اور سالومن میں فوجیں اتار دیں ۔ ۱۵ فروری کو سنگا پور پر قبضہ کرکے ملایا کے ملک کی فتح پایہ تکمیل کو پہنچا دی ۔ مارچ میں جاپانیوں نے برما پر چڑھائی کی ۔ رنگون ، پیگو ، لاشیو اور مانڈلے کو یکے بعد دیگرے سر کرتے ہوئے برطانی فوجوں کو ۲۹ اپریل تک برما کی سر زمین سے نکال دیا ۔ مارچ میں جاپانیوں نے انڈیمان اور نکوبار کے جزیروں پر قبضہ جمایا اور ٦ اپریل کو پہلی دفعہ جنوبی ھند کے ساحلی مقامات کوکوناڈا اور وزیگا پٹم پر ہوائی تاخت کی اور بم برسائے ۔ جاپان نے اسی دن جزائر سالومن کے جزیرہ بوگن ویل میں فوجیں اتار دیں ۔

۴ مئی سے ۸ مئی تک آسٹریلیا کے ساحل کے قریب سدمرجان والے سمندر میں برطانی اور جاپانی بیڑے کے درمیان شدید جنگ ہوئی جاپانی بیڑا شدید نقصان اٹھا کر پسپا ہو گیا ۔

مئی کے آخیر اور جون کے آغاز میں برطانیہ کے ہوائی لشکر نے ہزاروں بمبار طیاروں کی مدد سے جرمنی کے شہروں پر متعدد ہوائی تاختیں کیں اور ۱۹ اگست کو فرانس کے شمالی ساحلی مقام ڈیپے پر آزمائشی حملہ کیا جو ناکام رہا ۔

۱۰ جون کو جرمنوں نے روس کی سر زمین میں موسم بہار کی تازہ مہم شروع کی ۔ جرمن فوجیں روس کے متعدد شہر سر کرتی ہوئی ۱۲ ستمبر کو سٹالین گراڈ میں داخل ہو گئیں ۔ سٹالین گراڈ کے اندر اور باہر روسیوں اور جرمنوں کے درمیان شدید معرکہ آرائیاں شروع ہو گئیں جو ۲ فروری ۱۹۴۳ء کو جا کر روسی فتح پر منتج ہوئیں ۔ ڈیڑھ لاکھ جرمن فوج روسیوں کے نرغے میں آ گئی اور جرمن کاکیشیا کی سر زمین اور دریائے ڈان کی وادی سے پسپا ہونے لگے ۔

۲۱ جون ۱۹۴۲ء کو جرمن جرنیل رومیل کی فوج نے طبروق پر حملہ کرکے برطانی افواج کو شکست فاش دی ۔ یکم جولائی تک رومیل کی فوجیں العلمین تک پہنچ گئیں جو اسکندریہ سے تھوڑی دور مغرب کی جانب برطانی مدافعت کی آخری چوکی تھی ۔ ۲۳ اکتوبر کو برطانی فوجوں نے العلمین پر جوابی یلغار شروع کی ۔ ادھر شمالی افریقہ کے مغربی حصے یعنی مراکش اور الجزائر میں امریکہ نے اپنی فوجیں اتار دیں جو مغرب سے مشرق کو بڑھنے لگیں ۔ ۱۳ نومبر کو برطانی فوجوں نے طبروق پر اور ۲۰ نومبر تک بن غازی پر قبضہ جما لیا اور آگے بڑھنے کی مہم جاری رکھی ۔

۱۹۴۳ء

جرمن فوجیں سترہ مہینے سے لینن گراڈ کا محاصرہ کیے ہوئے تھیں ۔ ۱۸ جنوری ۱۹۴۳ء کو یہ محاصرہ ٹوٹا اور جرمن فوجیں پیچھے ہٹنے پر

مجبور ہو گئیں - ۲ فروری کو سٹالین گراڈ کے مورچے پر بھی جرمنوں کو شکست فاش ہوئی - روس کے دو ہزار میل لمبے محاذ پر شدید جنگ جاری رہی - ۱۵ جولائی کو روسیوں نے جرمنوں کے خلاف جارحانہ اقدام کی مہم شروع کی اور انہیں محاذ کے کئی حصوں سے پسپا کر دیا - ۲۵ ستمبر کو روسیوں نے سمولنسک کا شہر اور علاقہ جرمنوں کے ھاتھ سے واپس چھین لیا - ۱۵ جولائی کے بعد سے روس کے محاذ پر جنگ کا رنگ بدل گیا - جرمن فوجیں قدم قدم پر شدید مزاحمت کرتی تھیں لیکن روسی فوجوں کا دباؤ کامیاب نظر آنے لگا -

افریقہ کے شمالی ساحل پر برطانی فوجوں کی یلغار کامیابی کے ساتھ جاری رھی - ان فوجوں نے ۲۳ جنوری کو طرابلس پر قبضہ کر لیا - اتحادیوں (امریکہ ، فرانس اور برطانیہ) کی فوجیں الجزائر کے ملک سے مشرق کی طرف بڑھ رھی تھیں - انہوں نے ۶ مئی کو ٹیونس اور بیزرطہ پر قبضہ جما لیا اور مشرق سے مغرب کی طرف بڑھنے والی برطانی افواج بھی ان سے جا ملیں - ۱۲ مئی تک ٹیونس کے ملک میں جرمنوں کی مزاحمت ٹوٹ گئی - اتحادیوں نے جرمن جرنیل ارنہیم کو گرفتار کر لیا - ۱۱ جون کو اتحادی فوجیں پنٹالیریا کے جزیرے پر جا اتریں جو سسلی اور ٹیونس کے درمیان بحیرہ روم میں واقع ھے - ۹ جولائی کو امریکہ اور برطانیہ نے سسلی میں فوجیں آتار دیں - ادھر سے برطانیہ اور امریکہ نے یورپ کی سر زمین پر جرمنوں کے خلاف دوسرا محاذ جنگ قائم کیا آدھر روسیوں نے ۱۵ جولائی کو روس کے محاذ پر جارحانہ مہم شروع کر دی جس کا ذکر ہم اوپر بیان کر آئے ھیں - اتحادیوں کا یہ اقدام اٹلی کے مختار مطلق مسولینی کی معزولی پر منتج ھوا - جنرل بڈوگلیو نے نئی حکومت قائم کی - ۱۷ اگست کو چرچل اور روز ویلٹ کے درمیان کینیڈا کے شہر کیوبک میں ملاقات ھوئی جس میں اٹلی کے انقلاب حکومت سے پیدا ھونے والے مسائل پر غور کیا گیا کیونکہ نئی حکومت اتحادیوں سے لڑنا نہیں چاھتی تھی - ۳ ستمبر کو اتحادی فوجیں سسلی کو سر کر کے اٹلی کی سر زمین پر جا اتریں - اب سسلی اور اٹلی میں صرف جرمن فوجیں اتحادیوں

سے لڑ رہی تھیں ۔ ۱۱ ستمبر کو اٹلی کے بحری جنگی بیڑے نے اتحادیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ۔ اکتوبر کے وسط تک اتحادی فوجیں سیلرنو ، فوگیا اور نیپلز پر قابض ہو گئیں اور کارسیکا کا جزیرہ بھی جرمنوں کے ہاتھ سے آزاد کرا لیا ۔

اندریں اثنا برطانیہ کلاں میں امریکی فوجیں جمع ہو رہی تھیں اور امریکہ اور برطانیہ کے طیاروں نے ۲۵ فروری سے جرمنی کے شہروں پر مسلسل بمباری کرنے کی زبردست مہم شروع کر دی ۔

جاپانیوں نے سال گزشتہ کی فتوحات کے سلسلے میں الیوشن کے جزیروں پر بھی قبضہ جما لیا تھا ۔ جو ایلاسکا اور کیمچٹکا کے جزیرہ نماؤں کے درمیان زنجیر کی طرح پھیلے ہوئے ہیں ۔ ۱۱ مئی کو امریکہ کی فوجیں الیوشن کے ایک جزیرہ آٹو میں آتر پڑیں اور جاپانیوں سے لڑنے لگیں ۔ ۲۵ اگست کو جنوب مشرق ایشیا کی برطانی فوجوں کی کمان لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے سپرد کی گئی ۔ جاپانیوں نے ۱۲ اکتوبر کو پہلی دفعہ ہندوستان کی بندرگاہ مدراس پر بم گرائے ۔

۲۴ جنوری کو مراکش کے شہر کاسابلانکا میں مسٹر چرچل اور صدر روز ویلٹ کی ملاقات ہوئی جو دس دن تک جاری رہی اس کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ جب تک محوری طاقتیں غیر مشروط طور سے ہتھیار نہیں ڈالتیں ان کے خلاف جنگ جاری رکھی جائے گی ۔ ۱۱ مئی کو چرچل اور روز ویلٹ کے درمیان واشنگٹن میں ایک اور کانفرنس ہوئی جس میں جنگ کی صورت حال پر غور کیا گیا ۔ ۱۷ اگست کو یہ دونوں بڑے سیاست دان کیوبک میں اٹلی کے انقلاب حکومت کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے ۔ ۱۹ اکتوبر سے ۳۰ اکتوبر تک ماسکو میں امریکہ ، برطانیہ اور روس کے وزرائے خارجہ ہل ، ایڈن اور مولوٹوف کے درمیان بزم مشاورت جاری رہی اور یہ بات طے ہوئی کہ جنگ کے بعد دنیا میں بین الاقوامی اشتراک عمل کا طریق رائج کیا جائے گا اور اقوام متحدہ تحفظ امن کی ضامن بنیں گی ۔ ۲۲ نومبر کو قاہرہ میں روز ویلٹ ، چرچل اور چین کے جنگی لیڈر چیانگ کیشک کے درمیان کانفرنس شروع ہوئی

جو پانچ دن کے لیے جاری رہی اس میں مشرق اقصیٰ کے مسائل پر غور کیا گیا اور جنگ کے بعد کی صورتوں کے متعلق اعلان کیا گیا ۔ یکم دسمبر کو چرچل ، روز ویلٹ اور سٹالین کے درمیان طہران میں بزم مشاورت منعقد ہوئی ۔ جس میں جنگ اور جنگ کے بعد کی کیفیات پر غور کیا گیا اور تینوں بڑوں نے اعلان کیا کہ جنگ کے بعد ایران کی آزادی بحال کر دی جائے گی ۔ ۲۴ دسمبر کو امریکی جرنیل ایسن ہوور کو جو اتحادیوں کی افریقی اور اطالوی مہم کے کماندار اعظم تھے یورپ کی اتحادی فوجوں کا اعلیٰ کماندار مقرر کیا گیا جس نے اپنا ہیڈ کوارٹر انگلستان میں بنا لیا ۔

۱۹۴۴ء

۱۹۴۳ء میں جرمن فوجیں روسی ، افریقی ، اور اطالوی محاذوں پر پسپا ہونے لگی تھیں ۔ اب اتحادی اقوام کے لیڈر یہ اعلان کر رہے تھے کہ محوری طاقتیں غیر مشروط طور پر ان کے سامنے ہتیار ڈال دیں لیکن جرمنی اور جاپان اس بات کے لیے آمادہ نہ تھے اس لیے جنگ جاری رہی ۔

روسی فوجوں کے جوابی اقدام کو کامیاب ہوتا دیکھ کر جرمنی نے ۲۱ مارچ کو ھنگری کے ملک پر قبضہ جما لیا ۔ ۲۸ مئی کو بلغاریہ کے ملک پر چڑھائی کر دی ۔ ان اقدامات سے جرمنوں کا مقصد یہ تھا کہ وسطی یورپ کی طرف روسی فوجوں کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے سر تا سر زبردست دفاعی لائن بنا لیں ۔ روسی فوجیں جرمنوں کو پیچھے دھکیلتی ہوئی کبھی محاذ کے اس حصے پر کبھی اس حصے پر آگے بڑھ رہی تھیں ۔ ۲ اپریل کو روسی فوجیں دریائے پروتھ کو عبور کر کے رومانیا میں داخل ہو گئیں ۔ ۸ اپریل تک زیکو سلاویکیہ کی سرحد تک پہنچ گئیں ۔ اور محاذ کے جنوبی حصے میں جزیرہ نمائے کریمیا کو جرمنوں سے پاک کرنے کی مہم شروع کی ۔ ۱۰ اپریل کو روسی فوجوں نے اڈیسہ سر کیا ۔ ۲۳ جون تک روسی فوجوں نے جرمنوں کو اپنی سر زمین سے نکال کر وسطی یورپ کے ملکوں پر چڑھائی شروع کی ۔ ۲۴ اگست کو رومانیا کی

حکومت نے اتحادیوں کے سامنے ہتیار ڈال دیئے - ۳۱ اگست کو روسی فوجیں جرمنوں سے لڑتی ہوئی رومانیا کے پایۂ تخت بخارسٹ میں داخل ہوئیں ستمبر کے آغاز میں روسی فوجیں بلغاریہ میں پہنچ گئیں اور رومانیا سے پیش قدمی کر کے یوگوسلافیہ کی سر زمین میں داخل ہو گئیں - جرمن فوجیں ہر جگہ ان کا مقابلہ کر رہی ہیں - ۱۶ ستمبر کو روسیوں نے بلغاریہ کے صدر مقام صوفیہ پر قبضہ کر لیا - ۱۹ ستمبر کو فن لینڈ نے روس کے سامنے ہتیار ڈال دیئے - ۲۲ ستمبر کو روسی فوجیں نے ایسٹونیا کے صدر مقام تلین پر قبضہ کیا - ۵ اکتوبر کو انگریزوں نے یونان کی سر زمین میں برطانی فوجیں آتار دیں جو جرمنوں سے جنگ کرنے لگیں - ۱۰ اکتوبر تک برطانی اور یونانی فوجوں نے ایتھنز ، پائیریئس اور کارفو پر قبضہ کر لیا - ۴ نومبر تک یونان میں جرمن فوجیں شکست کھا کر تتر بتر ہو گئیں - ۲۳ دسمبر کو یونان کے اشترا کیوں اور شاہ پسندوں کے درمیان خانہ جنگی چھڑ گئی - ۲۵ دسمبر کو یہ جھگڑا چکانے کے لیے مسٹر چرچل ایتھنز گئے - ۶ اکتوبر کو روسی فوجوں نے ھنگری کو سر کرنے کی مہم شروع کی - ۱۳ اکتوبر کو ریگا پر قبضہ جما لیا - ۱۸ اکتوبر کو روسی فوجیں زیکو سلاویکیہ کے ملک میں داخل ہونے لگیں - ۴ نومبر کو برطانی افواج نے یونان کی سر زمین میں جرمن فوجوں کی مزاحمت توڑ دی - ۲۹ نومبر کو روس کی فوجیں وسطی یورپ میں آگے بڑھتی ہوئی دریائے ڈینیوب کو عبور کر کے آسٹریا کی سرحد میں داخل ہو گئیں -

ادھر یہ حال تھا آدھر اٹلی میں برطانی اور امریکی فوجیں جنوب سے شمال کی طرف بڑھ رہی تھیں - یہاں انہیں جرمنوں کی کڑی مزاحمت کا سامنا تھا اس لیے ان کے اقدام کی رفتار اتنی تیز نہ تھی جتنی روسی افواج کی تھی - ۱۸ مئی کو برطانی اور پولش فوجوں نے اٹلی کا شہر کیسینو سر کیا - ۴ جون کو امریکی افواج نے روما کو جرمنوں کے پنجے سے چھڑا لیا - ۱۲ اگست کو اتحادی فوجوں نے فلورنس اور ۱۹ اگست کو فیلیسے پر قبضہ کیا - ۱۷ دسمبر کو برطانی فوجوں نے اٹلی کے شہر فائنزا

کو سر کیا ۔

۴ جون کو اتحادیوں امریکہ ، کینیڈا اور برطانیہ نے فرانس کے شمال مغربی صوبہ نار منڈی میں فوجیں اتار دیں جن کے دباؤ کے سامنے جرمن تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے ۔ ۱۵ اگست کو اتحادیوں امریکہ ، برطانیہ اور فرانس نے فرانس کے جنوبی ساحل پر فوجیں اتاریں ۔ جرمنوں نے وشی کے علاقے پر جہاں فرانسیسی حکومت کا مرکز تھا قبضہ جما لیا ۔ ۲۷ اگست کو فرانسیسی فوجیں ٹاؤلون میں اور ۲۳ اگست کو مارسلیز میں داخل ہو گئیں اور امریکی فوجیں گرسینوبل تک پہنچ گئیں ۔ ۲۶ اگست تک جنوب مغربی فرانس میں جرمنوں کی مزاحمت ٹوٹ گئی ۔ ۲ ستمبر کو امریکی فوجوں نے بلجیئم پر چڑھائی کی اور برطانی فوجوں نے بلجیئم کے صدر مقام برسلز کو سر کر لیا ۔ اگلے دن برطانی فوجیں اینٹورپ میں داخل ہوئیں ۔ ۵ ستمبر کو اتحادی فوجیں جرمنی کی سر زمین میں پہنچ گئیں اور آچن (ایکس لاچیپل) اور سار برکن پر قبضہ جما لیا ۔ ۱۰ ستمبر کو لکسمبرگ کا شہر جرمنوں کے ہاتھ سے چھڑا لیا گیا ۔ ۱۱ ستمبر کو جرمنی کی مغربی سرحد پر چڑھائی کی گئی ۔ ۱۷ ستمبر کو اتحادیوں نے طیاروں کے ذریعے اپنی فوجیں ہالینڈ کی سر زمین میں اتار دیں ۔ ۳۰ ستمبر کو ڈوور پر جرمنوں کی بمباری ختم ہو گئی اور یکم اکتوبر کو کینیڈا کی فوجوں نے فرانس کے ساحلی شہر کیلے پر قبضہ کر لیا ۔ ۲۱ اکتوبر کو آچن کا جرمن قلعہ مسخر ہو گیا ۔ یکم نومبر کو مزید برطانی فوجیں ہالینڈ کی بندرگاہ والچرن پر آتر پڑیں ۔ اس وقت تک انگریزوں کو فتح کا اتنا یقین ہو چکا تھا کہ انہوں نے انگلستان کے رضاکارانہ حفاظتی نظام عسکری کو توڑ دیا ۔ ۱۸ نومبر کو امریکہ کی فوجیں فرانس کی زمین سے جرمنی کی سرحد میں داخل ہوئیں ۔ ۲۲ نومبر تک امریکیوں نے میٹز اور سٹرا بوگ کو اور فرانسیسی فوج نے مولہاؤس کو سر کر لیا اور یہ فوجیں دریائے روھر کے کنارے تک جا پہنچیں ۔ ۳ دسمبر تک یہ فوجیں دریائے سار کے پار اتر گئیں ۔ ۵ دسمبر کو سار لاٹرن اور زوینا کے جرمن قلعے مسخر ہو گئے ۔ ۱۸ دسمبر سے ۲۱ دسمبر تک جرمنوں سے بلجیئم کی سر زمین

میں آرڈینیز کے جنگل میں ۳۵ میل پیش قدمی کی - یہ حملہ اتنا تیز تھا کہ اتحادیوں کا ہیڈ کوارٹر تمام و کمال تباہ ہو گیا لیکن جرمن فوجیں آگے نہ بڑھ سکیں -

ادھر جنوب مشرق ایشیا اور بحرالکاہل میں اتحادیوں (برطانیہ ، امریکہ اور چین) اور جاپان کے درمیان جنگ کی کیفیت ۱۹۴۴ء میں یوں رہی کہ ۲۸ فروری کو جاپان کی فوجیں جنوبی برما کے ضلع اراکان سے پسپا ہونے لگیں - ۱۷ مارچ کو اتحادیوں نے وسطی برما میں جاپانیوں کے سلاسل رسل و رسائل کے عقبی جنگل میں طیارہ سوار فوجیں اتار دیں - ۲۲ مارچ کو جاپانی فوجوں کے ہراول دستے ہندوستان کی مشرق سرحد پر منی پور کی ریاست میں داخل ہونے لگے اور جاپانی فوجوں نے جلد ہی امپھال کے میدان کا محاصرہ کر لیا جہاں برطانی فوجیں پڑی تھیں - اس جاپانی فوج کے ہمراہ ملایا ، برما اور مشرق بعید کے دوسرے ملکوں کے ہندوستانی باشندوں کی ایک آزاد ہند فوج بھی شامل تھی جسے ہندوستان کے ایک مفرور قومی لیڈر سبھاش چندر بوس نے جاپانیوں کی امداد سے تیار کیا تھا - سبھاش بوس نے آزاد ہندوستان کی ایک عارضی حکومت بھی بنا لی تھی - جسے جاپان اور جرمنی دونوں نے ہندوستان کی جائز حکومت تسلیم کر لیا تھا - ۷ جون کو جاپانی فوجیں شدید لڑائی کرنے کے بعد کوہیما کے رقبے سے پسپا ہو گئیں جو ریاست منی پور کے شمال مغرب میں واقع ہے - ۲۰ جولائی تک جاپانی فوج اور آزاد ہند فوج امپھال کے جنگی رقبے پر قبضہ جمانے کے لیے لڑتی رہیں لیکن ناکام ہو کر پسپا ہونے لگیں - ۶ اگست کو برطانی افواج نے برما کے سرحدی شہر تامو پر قبضہ کر لیا - ہندوستان کی برطانی فوجوں نے برما میں ۱۹ اکتوبر کو ٹیڈھم پر ، ۷ نومبر کو کینیڈی پہاڑ پر اور ۹ نومبر کو فورٹ وائٹ پر قبضہ جمایا جنہیں وہ جاپانی افواج کے حملے کے وقت چھوڑ آئی تھیں -

وسطی برما کے جنگل میں اتحادیوں نے جو طیارہ سوار فوجیں ۱۷ مارچ کو آتاری تھیں ، انہوں نے عقب سے جاپانیوں کے خلاف جنگی کارروائی

شروع کر دی - ان فوجوں نے ۲۸ جون کو موگانگ اور ۳ اگست کو مٹکیانا کا اہم جاپانی مرکز سر کیا - ۲۰ نومبر کو چینی فوجیں بھامو پر ٹوٹ پڑیں - ۳ دسمبر کو برطانیہ کی افریقی حبشی فوج نے کلیوا کا مورچہ سر کیا - ۵ دسمبر کو برطانی سپاہ نے اراکان میں بوتھی ڈانگ کا مورچہ جاپانیوں کے ہاتھ سے چھین لیا - ۱۶ دسمبر کو وسطی برما اور جنوبی برما کی اتحادی فوجوں نے دریائے چندوین کے مشرق میں اپنے بازو ملا لیے - اس سال امریکیوں نے بحرالکاہل کے بعض جزیروں پر جو جاپانیوں کے قبضے میں جا چکے تھے فوجیں آتاریں - فلپائن میں لیٹی کا جزیرہ سر کر کے منڈورد پر حملہ کیا - اور امریکی بیڑے نے جاپان سے ڈھائی سو میل جانب جنوب ریوکو کے جزائر کے قریب جاپانی بیڑے سے جنگ کی اور جاپانی بیڑے کو اس قدر شدید نقصان پہنچایا کہ پھر اسے امریکی بحری بیڑے کے مقابلے میں آنے کی جرات نہ ہو سکی - امریکہ نے طیارہ بردار جہازوں کی مدد سے جاپان کی سر زمین پر کامیاب ہوائی تاختیں بھی کیں -

۱۶ جون کو جرمنوں نے جن پر جنگ کے ہر محاذ پر عرصہ حیات تنگ ہوتا چلا جا رہا تھا - انگلستان پر اڑن بم پھینکنے شروع کئے - یہ بم ہالینڈ کی سر زمین سے اڑائے جاتے تھے اور انگلستان میں آ کر گرتے تھے - اڑن بموں کے بعد جرمنوں نے راکٹ بم تیار کئے جو ہالینڈ سے چلائے جاتے تھے اور آسمان کی فضا میں ساٹھ ستر میل اوپر تک ہوائیوں کی طرح اڑ کر بڑی سرعت رفتار سے انگلستان کی سر زمین پر گرتے تھے - ۷ ستمبر کو برطانی حکومت نے اعلان کر دیا کہ آئندہ انگلستان پر جرمنی کے اڑن بم اور راکٹ بم نہیں گریں گے کیونکہ ہالینڈ کی سر زمین میں ان کے اڈے تباہ کر دیئے گئے ہیں - یکم جولائی کو برٹین ووڈز (امریکہ) میں متحدہ قوموں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مالی امور کے اہم فیصلے طے کئے گئے - ۹ اکتوبر کو مسٹر چرچل موسو سٹالین کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرنے کے لیے ماسکو گئے - ۲۵ دسمبر کو انہیں ایتھنز جانا پڑا کیونکہ جرمنوں کے قبضے سے نجات پانے کے بعد یونان میں اشتراکیوں اور شاہ پسندوں کے درمیان خانہ جنگی شروع

ہوگئی تھی - اور برطانیہ کی حکومت اس اتحادی ملک میں امن قائم کرنے کی خواہاں تھی - مخالف پارٹیوں کو بمشکل اس بات پر رضا مند کیا گیا کہ جنگ کے بعد یونان میں جمہوری اصولوں پر انتخابات کرائے جائیں گے اور حکومتی اقتدار اس پارٹی کو سونپ دیا جائے گا جسے اہل یونان کی اکثریت پسند کرے گی -

۱۹۴۵ء

۱۳ جنوری ۱۹۴۵ء کو روسی فوجوں نے محاذ جنگ کے تین حصوں پر پیش قدمی کی زبردست مہم شروع کر دی - ۱۷ جنوری کو پولینڈ کے صدر مقام وارسا ، ۱۹ جنوری کو کرا کاؤ ، ۲۶ جنوری کو ڈینزگ اور ۲۹ جنوری کو میمل سر کیا - اور لیتھونیا کے ملک سے جرمن فوجیں باہر نکال دیں - ۴ فروری تک مارشل ژوکوف کی فوجیں سلیشیا کی راہ سے پیش قدمی کرتی ہوئی جرمنی کے پایۂ تخت برلن سے ۳۶ میل کے فاصلے تک پہنچ گئیں - ۱۱ فروری کو روسی فوجوں نے بریسلا کے شمال مغرب میں دریائے اوڈر کو عبور کر لیا - ۳ فروری کو روس کی سرخ فوجوں نے ہنگری کے پایۂ تخت بڈاپسٹ پر قبضہ جما لیا اور ۱۳ اپریل کو آسٹریا کا صدر مقام وائنا سر کر لیا -

اس دوران میں مغربی اور جنوبی محاذوں پر بھی جرمنوں کی مزاحمت کا حال بہت پتلا ہو رہا تھا - ۴ مارچ تک اتحادیوں (امریکہ ، برطانیہ اور فرانس) کی فوجیں محاذ جنگ کے بیس میل لمبے ٹکڑے پر دریائے رائین کے مغربی کنارے سے جا ٹکرائیں - آدھر روسی فوجیں بحیرہ بالٹک کے ساحل تک پہنچ چکی تھیں اور برلن کے قریب دریائے اوڈور کو عبور کر چکی تھیں - ٦ مارچ کو امریکی فوج نے کولون پر قبضہ کیا اور ۷ مارچ کو یہ فوج دریائے رائین کو عبور کر کے اندرون جرمنی کی طرف بڑھنے لگی - ۲۳ مارچ کو جنرل منٹگمری کی برطانی افواج دریائے رائین کو عبور کرکے جرمنی کے شمالی اضلاع میں مشرق کی طرف بڑھنے لگیں - ۲٦ مارچ کو امریکی فوج نے فرینک فورٹ مین کا قلعہ سر کیا -

۱۰ اپریل کو یہ فوجیں ہینوور میں پہنچ گئیں اور ایسین کا قلعہ سر کیا ۔ غرض اپریل کے مہینے میں روسی ، برطانی ، امریکی اور فرانسیسی فوجیں جرمنی کی سر زمین کے مختلف اقطاع میں سیلاب کی طرح پھیلتی چلی جا رہی تھیں ۔ ۲۸ اپریل کو جرمنوں نے برطانی اور امریکی کمانداروں کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پر آمادگی کا اظہار کر دیا ۔ اندریں اثنا روس کی فوجیں برلین پر حملہ کر چکی تھیں ۔ یکم مئی کو اعلان کیا گیا کہ جرمنی کا مختار مطلق ہٹلر مر گیا ہے اور اس کی جگہ امیر البحر ڈونیز حکومت جرمنی کے رئیس قرار پائے ہیں ۔ ۲ مئی کو برلین میں جرمنوں کی مزاحمت ٹوٹ گئی اور روسی فوجیں جرمنی کے پایۂ تخت پر جسے برطانی اور امریکی طیاروں کی مسلسل بم باری نے تباہ کر دیا تھا ، قابض ہو گئیں ۔ اسی روز شمالی اٹلی کی جرمن فوجوں نے جن کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر تھی برطانی اور امریکی کمانداروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ۔ ۴ مئی کو شمال مغربی جرمنی میں برطانی افواج کے سامنے جرمنوں کی مزاحمت ختم ہو گئی اور جنرل منٹگمری کی فوجیں جرمنی کے شمالی ساحل کے ساتھ ساتھ مارچ کرتی ہوئی ڈنمارک کی جنوبی سرحد تک پہنچ گئیں اور جرمنی کے جنگی بحری مستقر نہر کیل پر قابض ہوگئیں ۔ ۷ مئی ۱۹۴۵ء کو ۲ بج کر اکتالیس منٹ بعد نیم شب پر جرمنی کے نمائندوں نے اتحادی افواج کے کماندار اعظم جنرل ایسن ہوور کے ھیڈ کواٹر میں پہنچ کر غیر مشروط طور پر ہتیار ڈالنے کے قرطاس پر دستخط ثبت کر دیئے ۔ اس کے تین دن بعد جرمنوں نے روسی جرنیل ٹموشنکو کے ھیڈ کواٹر میں جا کر روس کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے کاغذ پر دستخط کئے ۔

اس عرصہ کے دوسرے قابل ذکر واقعات یہ ہیں کہ ۸ فروری کو پیرا گوئے (جنوبی امریکہ) کے ملک نے اتحادیوں کا ساتھی بننے کا اعلان کر دیا ۔ ۲۳ فروری کو ترکی نے جاپان اور جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر کے اقوام متحدہ میں شمولیت اختیار کر لی ۔ ۲۵ فروری کو مصر نے بھی ترکی کی تقلید کی ۔ یکم مارچ کو ایران نے جاپان کے خلاف اور سعودی عرب نے جرمنی اور جاپان کے خلاف اعلان جنگ کیا ۔ ۱۱ مارچ

کو ھسپانیہ نے جاپان سے سیاسی تعلقات منقطع کر لیے - ۵ اپریل کو جاپان کی وزارت مستعفی ہو گئی اور سوویٹ روس نے جاپان کے ساتھ غیر جانب داری کے معاہدے کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا - فروری کے آغاز میں مسٹر چرچل اور صدر روز ویلٹ مالٹا میں ملاقات کرنے کے بعد کریمیا میں موسیو سٹالین سے مشورہ کرنے کے لیے گئے جہاں آٹھ دن یالٹا کے مقام پر تینوں بڑوں کی کانفرنس جاری رہی اور ۱۲ فروری کو ختم ہو گئی - اس کانفرنس میں جرمنی کے ہتھیار ڈالنے کے بعد تینوں بڑی طاقتوں کے باہمی امور کے متعلق اہم فیصلے کئے گئے - امریکہ کا صدر روز ویلٹ ۱۳ اپریل کو فوت ہو گیا - اس کی جگہ ھنری ٹرومن کو صدر بنایا گیا -

اس سال مشرق بعید میں جنگ کے واقعات کی رفتار کا حال یوں رہا کہ برما میں اتحادی فوجوں کی پیش قدمی کامیابی کے ساتھ جاری رہی - ۵ جنوری کو برطانی اور ھندوستانی فوجیں اکیاب میں جا اتریں - ۷ جنوری کو شویبو پر قبضہ کیا - ۸ مارچ کو برطانی افواج مانڈلے میں داخل ہوگئیں - جسے ۲۰ مارچ تک سر کر لیا گیا - ۳ مئی کو رنگون پر قبضہ جمایا گیا اور برما میں جاپانیوں کی مزاحمت شکستہ حال ہو گئی -

۹ جنوری کو بحرالکاہل کے رقبہ کے امریکی جرنیل میک آرتھر نے فلپائن کے بڑے جزیرے لوزان پر چڑھائی شروع کر دی - ۴ فروری کو فلپائن کے صدر مقام منیلا پر قبضہ جما لیا - ۲۶ فروری کو فلپائن کا ملکی انتظام اس ملک کے اس صدر کے حوالے کر دیا گیا جو جنگ سے پہلے رئیس جمہوریت تھا - ۱۹ فروری کو امریکی فوجیں جاپان کے نزدیک آئیوجیما کے جزیرے میں اتر پڑیں اور پندرہ مارچ تک اس جزیرے کو سر کر لیا - یکم اپریل کو مزید امریکی افواج نے اوکی ناوا کے جزائر پر چڑھائی کر دی ان دونوں مقامات پر امریکیوں اور جاپانیوں کے درمیان گھمسان کے رن پڑنے لگے - اس کے علاوہ امریکی کمانداروں نے بورنیو ، تراکان اور بعض دوسرے جزیروں پر بھی فوج کشی کی - امریکی طیارے اور اڑن قلعے ہزاروں کی تعداد میں اڑ کر ٹوکیو اور جاپان کے شہروں

پر بم برسانے لگے - ۷ مئی کو جرمنی ہتھیار ڈال چکا تھا - اس کے بعد اتحادی اقوام کی جنگی طاقتیں جاپان کے خلاف صف آرا ہو گئیں - ۱۳ جون تک آئیوجیما اور شمالی اوکی ناوا میں جاپانیوں کی مزاحمت ٹوٹ گئی - ۵ جولائی تک فلپائن کی جنگ ختم ہو گئی اور تمام جزیروں پر امریکی فوجوں نے قبضہ جما لیا - ۱۷ جولائی کو پاٹسڈیم میں دنیا کے تین بڑے آدمیوں نے بزم مشاورت منعقد کی جس میں جاپان کی فوجی طاقت کا خاتمہ کرنے کی تدابیر سوچی گئیں - ۲۶ جولائی کو پاٹسڈیم سے جاپانیوں کو اس مضمون کا انتباہ بھیجا گیا کہ ہتھیار ڈال دو ورنہ تباہ کر دیئے جاؤ گے - ۵ اگست کو امریکہ نے جاپان کے شہر ہیرو شیما پر ایٹم بم پھینک کر سارے شہر کو پوری آبادی سمیت جلا کر خاک سیاہ کر دیا - ۶ اگست کو صدر ٹرومن نے اس نئی ایجاد "ایٹم بم" کی ہلاکت سامانیوں کے متعلق ایک بیان نشر کیا - ۹ اگست کو روس نے جاپان کے خلاف اعلان جنگ کرکے مانچوریا میں فوجیں بڑھانی شروع کر دیں - اسی دن امریکہ والوں نے جاپان کے دوسرے شہر ناگاساکی پر دوسرا ایٹم بم پھینکا اور اس شہر کو بھی جوہری آتش بھڑکا کر ساری آبادی سمیت خاک سیاہ کر دیا گیا - ۱۰ اگست کو جاپان کے شہنشاہ ہیرو ہیٹو نے اعلان کیا کہ چونکہ امریکہ نے ایٹم بم کا استعمال شروع کر دیا ہے اس لیے جنگ جاری نہیں رکھی جا سکتی اسی روز جاپان نے اتحادیوں کے سامنے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے - اس روز روس کی فوجیں کوریا میں داخل ہو گئیں - اس طرح ایٹم بم کی خوفناک ایجاد نے دنیا کی اس دوسری عالمگیر جنگ کا خاتمہ کر دیا - امریکہ کی فوجیں جاپان کے جزیروں میں داخل ہو کر اہم نقاط پر قابض ہوگئیں - جاپان کی حکومت سے اپنے مقبوضات سے دست بردار ہونے کا کاغذ لکھوا لیا گیا -

متحدہ اقوام کا نظام

یالٹا کانفرنس میں دنیا کے تین بڑے آدمیوں روز ویلٹ، چرچل اور سٹالین نے یہ بات طے کی تھی کہ ۲۵ اپریل کو سان فرانسسکو میں ان متحدہ اقوام کے نمائندوں کی کانفرنس منعقد کی جائے گی جو اس جنگ

میں محوری طاقتوں یعنی جرمنی اور جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر چکی تھیں - ۲۵ اپریل ۱۹۴۵ء کو یہ کانفرنس شروع ہوئی ، جس میں جنگ کے بعد دنیا کا نیا نظام قائم کرنے کے مسائل اور امن قائم رکھنے کے ذرایع پر غور کیا گیا - اس کانفرنس نے امن عالم کا ایک منشور (چارٹر) تیار کیا جس پر ۲۶ جون کو دنیا کی پچاس قوموں کے نمائندوں نے دستخط ثبت کر دیئے - قرار پایا کہ متحدہ قوموں کی انجمنیں اس چارٹر کے اصولوں کو مشعل راہ بنا کر اقوام عالم کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرے گی اور یہ انجمن تمام متحدہ قوموں کی شرکت اور امداد سے اپنی مخصوص اور الگ جنگی طاقت بھی بنائے گی جسے اس انجمن کا حکم نہ ماننے والی قوموں کے خلاف استعمال کیا جائے گا - دنیا کی تین بڑی طاقتیں یعنی برطانیہ ، امریکہ اور روس امن عالم قائم رکھنے کی ذمہ دار ہوں گی - سان فرانسسکو میں اس انجمن کی تشکیل ، اس کے کام کے ڈھنگ اور اس کے اغراض و مقاصد کے متعلق قواعد و ضوابط بھی بنائے گئے تھے - حفظ امن کی ایک مستقل کونسل قائم کی گئی جس پر پانچ بڑی طاقتوں امریکہ ، برطانیہ ، روس ، چین اور فرانس کو مستقل رکنیت کا حق دیا گیا اور چھ دوسرے ارکان کے متعلق یہ بات طے ہوئی کہ انہیں انجمن مقررہ میعاد کے لیے منتخب کیا کرے گی - اس کے علاوہ معاشرتی ، اقتصادی ، تعلیمی اور دوسرے عالمگیر امور کے متعلق ماتحت مجلسیں بنائی گئیں - پہلی عالمگیر جنگ کے خاتمے پر جمعیۃالاقوام کی بنیاد ڈالی گئی تھی - دوسری عالم گیر جنگ کے ختم ہونے سے پہلے پہلے متحدہ اقوام کے نظام کی طرح ڈالی گئی -

اقوام عالم کے جنگی مقاصد

یہ دوسری عالمگیر جنگ پہلی عالمگیر جنگ کا شاخسانہ تھی جس کے لیے مختلف قوموں نے پہلی جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی تیاریاں شروع کر دی تھیں - امن قائم رکھنے اور بین‌الاقوامی جھگڑوں کو مٹانے کا ادارہ جمعیۃالاقوام کی صورت میں قائم کر لینے کے باوجود اقوام عالم کی سیاسی سرگرمیوں کا محور ان کی خارجی سیاست کے دفاتر ہی بنے رہے - طاقت

بڑھانے اور طاقت بڑھا کر پس ماندہ اور کمزور ملکوں سے سیاسی، اقتصادی، تجارتی اور استعماری فواید حاصل کرنے کی خواهش کم ہونے کے بجائے ترقی پذیر ہو گئی - پہلی جنگ عظیم کے فاتحین نے شکست کھانے والی قوموں سے معاهدے طے کرتے وقت انہی مقاصد کو پیش نظر رکھا، جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ شکست خوردہ قوموں کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی - نازی جرمنی نے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے بعد ان بے انصافیوں کے ارتفاع کی کوششیں شروع کر دیں جو جرمن قوم کے ساتھ کی گئی تھیں - جمعیۃالاقوام میں شمولیت کے بعد اس کی علیحدگی کے اسباب یہ تھے کہ جمعیت مذکور تخفیف اسلحہ اور بعض دوسرے امور میں فاتح اقوام سے اپنے وعدے پورے کرانے سے قاصر رہ گئی تھی - نازی جرمنی کے ان رجحانات کو فاتح قوموں نے اپنے حاصل کردہ مفاد کے لیے باعث خطر سمجھا - لہذا وہ ان کے انسداد کی تدبیریں کرنے لگے - برطانیہ اور فرانس، جرمنی سے زیکو سلاویکیہ اور آسٹریا کے الحاق کو تو برداشت کر گئے لیکن جب ڈینزگ کے شہر کی باری آئی تو انہوں نے پولینڈ کے مفاد کی حفاظت کے لیے جنگ کرنا ضروری خیال کیا - انہیں یقین تھا کہ اگر جرمنی کے نازیوں کو روکا نہ گیا تو وہ فرانس اور برطانیہ سے بدلہ لینے کے لیے زور بازو کو آزما کر رہیں گے - جنگ شروع ہونے سے قبل برطانیہ کے بعض سیاست دانوں نے ہٹلر کے سامنے پیشکش کی تھی کہ جرمنی افریقہ کی جرمن مستعمرات کے معاوضے میں جو پہلی جنگ عظیم کے بعد اس سے چھین لی گئی تھیں نقدی قبول کر لے - لیکن ہٹلر جرمن کو " لیبنسرام ،، یعنی زندہ رہنے کے لیے کافی جگہ دلانے کا خواہاں تھا اس لیے اس نے نقدی لینے سے انکار کر دیا - ہٹلر نے جنگ کے آغاز میں جرمنی کے جن جنگی مقاصد کا اعلان کیا وہ بھی انتقام، لیبنسرام اور دنیا میں نئے نظام کے قیام پر مشتمل تھے - اٹلی کا مختار مطلق مسولینی محسوس کرتا تھا کہ اتحادیوں نے مال غنیمت کی تقسیم میں اٹلی کے ساتھ بے انصافی کی ہے - اس لیے وہ اپنی قوم کو طاقتور بنا کر اس کے لیے آفتاب شہرت میں اچھا مقام حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا - اسی پروگرام پر عمل کرتے ہوئے اس نے حبشہ پر چڑھائی کی

اور حبشہ کو سر کرنے کے بعد اٹلی کے بادشاہ کو شہنشاہ بنا دیا ۔ جاپان پہلی جنگ عظیم میں اپنی تجارت کو توسیع دے کر بہت مالدار ہو چکا تھا ۔ جاپانی اپنے کو فرنگی اقوام کے مقابلے میں برابر کا حریف خیال کرتے تھے ۔ لیکن امریکہ اور برطانیہ کی حکومتوں نے جنگ کے خاتمے کے بعد جلد ھی جاپان کے متعلق ایسی روش اختیار کر لی جس نے جاپانیوں کو اپنی طاقت بڑھانے کا پروگرام اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ۔ جاپان اپنی قیادت میں مشرق ایشیائے اعظم کی وسیع مملکت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگا تھا ۔ استعمار ، مقبوضات ، اقتصاد اور تجارت کے لحاظ سے کامیاب و کامران قومیں یعنی (برطانیہ ، فرانس اور امریکہ) جرمنی اٹلی اور جاپان کے ان عزائم کو اپنے قائم شدہ مفاد کے لیے خطرناک سمجھتی تھیں ۔ اس لیے یہ دونوں کیمپ کئی سالوں سے جنگ کے لیے تیار ہو رہے تھے ۔

برطانیہ اور فرانس جنگ کے میدان میں کودے تو انہوں نے یورپ کی کمزور قومیں یعنی پولینڈ ، زیکو سلاویکیہ وغیرہ کو نازی جرمنی کی ہوس اقتدار سے بچانے کے نیک اور پاک مقصد کا سہارا لیا ۔ اور اپنے جنگی مقاصد ، فیسطائی نظام اجتماعی کو استبداد قرار دے کر دنیا کی قوموں کو اس سے نجات دلانا اور اقوام عالم میں جمہوری اصولوں کو رائج کرنا ظاہر کئے ۔ تاکہ دنیا کی رائے عامہ کی ہمدردیاں حاصل کر سکیں ۔ اضلاع متحدہ امریکہ نے جنگ کے آغاز میں غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا ۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ امریکہ کی حکومت اس دفعہ یورپ کی کسی قوم کو قرضہ بھی نہیں دے گی ، لیکن جرمنی کی نو ساختہ جنگی مشین کی ابتدائی کامیابیاں دیکھ کر امریکہ کی رائے عامہ بھی متاثر ہونے لگی ۔ امریکہ کے سیاست دانوں کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ اگر نازی جرمنی نے یورپ پر قبضہ جما لیا تو وہ امریکہ کے براعظم تک اپنے اقتدار کا ھاتھ بڑھانے کی کوشش کرے گا ۔ فرانس کی شکست اور برطانیہ کی بد حالی نے امریکہ کے سیاست دانوں کو بہت متاثر کیا ۔ انہوں نے پہلے تو ''نقدی دو اور مال لے جاؤ ،، کے مسلک کو چھوڑ کر آدھار پٹے پر مال دینے کا طریق

اختیار کر لیا ۔ بعد ازاں اس جنگ میں برطانیہ کا حلیف بلکہ سر پرست بننے کا فیصلہ اختیار کر لیا ۔ جنگ کے دوران میں برطانی سیاست کی یہ پہلی زبردست فتح تھی ۔ یہ بات جاپان کواپنے حلیفوں جرمنی اور اٹلی کی مدد کے لیے جنگ میں لانے کا موجب بن گئی ۔ کیونکہ جنگ کے بغیر جاپان بھی مشرق ایشیائے اعظم کی مملکت بنانے کا خواب پورا نہیں کر سکتا تھا ۔

جون ۱۹۴۱ء میں جب فرانس کی طاقت پاؤں سے گر چکی تھی ، برطانیہ کلاں کے شہر جرمنی کے عسکر پرواز کی تاختوں اور ترکتازوں کا تختۂ مشق بن رہے تھے ، اور جرمنی کی فوجیں بلقان کے ملکوں یوگو سلافیہ اور یونان سے اتحادیوں کو بے دخل کر چکی تھیں ہٹلر نے روس پر حملہ کر دیا ۔ جرمنی اور روس کے درمیان جنگ چھڑ جانا برطانی سیاست کی دوسری زبردست فتح تھی ، جو جرمنی کی تباہی پر منتج ہوئی ۔ فرانس کو سر کرنے کے بعد جرمن ہائی کمان نے انگلستان پر چڑھائی کرنے کے بجائے مشرق کی طرف یلغار کی ۔ جرمن نے یوگو سلافیہ اور یونان پر قبضہ کرنے کے بعد کریٹ اور قبرص کی راہ سے شام و فلسطین پر چڑھائی کرنے اور مشرق قریب میں برطانیہ کو زک پہنچانے کا پروگرام اختیار کیا ۔ یہ پروگرام چونکہ روس کے توسیع اقتدار کے مقاصد سے براہ راست متصادم ہوتا تھا اس لیے اس پر ہٹلر اور روس کے وزیر خارجہ مولوٹوف کے درمیان مفاہمت نہ ہو سکی ۔ برطانی مدبروں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا ۔ سر سٹیفورڈ کرپس نے ماسکو جا کر روس سے مفاہمت کر لی ۔ جرمن فرانس کوگرا کر اپنی طاقت کے نشے میں مست ہو رہے تھے ۔ انہوں نے اس دعوے کے ساتھ کہ وہ روس کی جنگی طاقت کو چھ ہفتے کے اندر اندر کچل کر رکھ دیں گے روس پر حملہ کر دیا ۔ یہ خیال جرمنوں کی اندازے کی زبردست غلطی ثابت ہؤا ۔

جرمن ہائی کمان نے ہٹلر کے بائیں ہاتھ کے پہلے آدمی ہر ہیس کو پرائیویٹ طور پر سکاٹ لینڈ بھیجا تاکہ وہ برطانیہ کے حکمرانوں کے ساتھ بات چیت کر کے انگریزوں کے ساتھ روس کے خلاف کسی قسم کی مفاہمت

کر لے ۔ اس سیاسی داؤ میں جرمنوں کو منہ کی کھانی پڑی اور جرمنوں کا یہ خیال بھی غلط ثابت ہؤا کہ انگریز کی قدامت پسندی روس کے مقابلے میں نازی جرمنی کے ساتھ ساز باز کرنے کو ترجیح دے گی۔ جرمن ھائی کمان نے ہر ھیس کے انگلستان میں نظر بند ھونے کے بعد اپنے مشرق پروگرام پر عمل کرتے ھوئے اپنی زبردست چھاتا فوج جزیرہ کریٹ میں آتاری ۔ اس کے بجائے اگر جرمن آن دنوں انگلستان میں چھاتا فوج آتارتے تو برطانیہ کلاں پر قبضہ جمانے میں کامیاب ھو سکتے تھے ۔ جرمنوں نے یورپ کے ساحل کے قریب جس پر وہ قبضہ جما چکے تھے ۔ برطانیہ کلاں کے جزائر کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جو بعد میں ان کے خلاف امریکی فوجوں کے اجتماع کا زبردست اڈا بن گئے اور خود جرمنوں کے قول کے مطابق جرمنی پر بمباری کرنے کے لیے امریکہ کا طیارہ بردار جہاز ثابت ھوئے۔ یہ جرمن ھائی کمان کی جنگی چال کی غلطی تھی ۔

جرمن روس کے ساتھ جنگ چھیڑ کر ایک ایسی دلدل میں پھنس گئے جس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے لیے ناممکن ھو گیا ۔ نپولین اعظم ماسکو کو فتح کرنے میں کامیاب ھو گیا تھا اور اس کے لشکروں پر عام تباھی بعد میں نازل ھوئی تھی ۔ لیکن ھٹلرماسکو کے نواح میں پہنچ کر بازی ھار گیا ۔ سٹالین گراڈ سے شکست کھانے کے بعد جرمنوں کے پاؤں ایسے آکھڑے کہ اپنے مرکز برلین میں بھی جم نہ سکے ۔ ان پسپائیوں کے دوران میں جرمن ریڈیو نے مسلسل اور متواتر پرو پیگنڈا کیا کہ امریکہ اور برطانیہ کے سرمایہ دار حکمران بولشویک روس کے مقابلے میں جرمنی کی گرتی ھوئی حالت پر رحم کھائیں لیکن برطانیہ اور امریکہ کے مدبروں کے کان پر جوں تک نہ رینگی ۔ وہ نازی جرمنی کو فنا کرنے یا کرانے کا تہیہ کر چکے تھے اس پر آخر دم تک قائم رہے ۔

جاپان جنگ چھیڑنے کے بعد پہلے ھی ھلے میں اپنے خواب کی تعبیر کو بروئے کار لانے میں کامیاب ھو گیا ۔ اس نے دو تین ماہ کے اندر اندر مانچو کو اور شمالی چین کے علاوہ فلپائن ، ھند چینی ، تھائی لینڈ ، ملایا ، سنگا پور ، سماٹرا ، جاوا ، بورنیو ، سیلبیز ، نیوگنی اور بحرالکاھل کے بہت

سے جزیروں اور جزیروں کے مجموعوں کو اپنے زیر اقتدار کر لیا ۔ جاپان نے ان مفتوحہ ممالک میں مانچو کو اور شمالی چین کی طرح ایسی آزاد حکومتیں قائم کرنے کی حکمت عملی اختیار کی جو جاپان کی قیادت میں مشرق ایشیائے اعظم کے زنجیری حلقے کی کڑیاں بننے پر آمادہ ہوں۔ جاپان کی اسکیم اس ،،مشرق ایشیائے اعظم کو ،، مشترکہ خوشحالی کا حلقہ،، قرار دیتی تھی ۔ جاپان نے اپنی اس اسکیم کو بروئے کار لانے کی کوششیں ہر جگہ شروع کر دی تھیں لیکن جنگ کا پانسا پلٹ جانے کے باعث اس کے خواب کی دنیا بھی پریشان ہو گئی ۔

روس ، برطانیہ اور امریکہ کے مدبر جنگ کے دوران میں دنیا پر یہ ظاہر کرتے رہے کہ وہ دنیا کے تمام ملکوں میں جمہوری اصولوں کی ترویج کی خاطر لڑ رہے ہیں ۔ چرچل اور روز ویلٹ نے ایٹلانٹک چارٹر (اوقیانوسی منشور) کا اعلان کر کے یہ بتایا کہ اتحادی فتح حاصل کر کے دنیا کا ایسا نظام قائم کریں گے جس میں سب قوموں کو اپنے اپنے ملکوں میں آزادانہ زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہوگا ۔ امریکہ کے ذمہ دار مدبر یہ کہتے تھے کہ جنگ کے بعد وہ ساری دنیا میں جمہوری اصولوں کو نافذ کر کے رہیں گے تا کہ عام لوگ خوف اور احتیاج سے نجات پا سکیں اور سب کو اظہار خیال اور اپنے عقیدہ پر قائم رہنے کی آزادی میسر ہو ۔ برطانیہ کے مدبر برطانی مملکت کو آزاد قوموں کی مشترکہ دولت بنانے کے پروگرام کا اعلان کرتے رہے ۔ روس کے مدبر جمہوریت کے علمبردار تھے اور چاہتے تھے کہ آزادئ خیال و افکار دنیا میں اشتراکی نظام اجتماعی کے نشوو ارتقا پر منتج ہو ۔ روس ، برطانیہ اور امریکہ کے مدبروں نے جنگ کے بعد کی دنیا کا نظائم قائم کرنے کے لیے متحدہ اقوام کی انجمن بنانے کا پروگرام طے کیا ۔ جو ان تینوں فاتح ملکوں کی قیادت میں دنیا کا نظم جمہوری اصولوں پر چلائے ۔

ھسپانیہ ، سویڈن ، سوئزر لینڈ ، ارجن ٹائن ، آئرلینڈ اور افغانستان اس عالمگیر جنگ میں آخر وقت تک غیر جانب دار رہے ۔ ترکی ، مصر اور سعودی عرب بھی غیر جانب دار تھے ، لیکن تین بڑوں کی پالیسی

کانفرنس کے بعد جب اس مضمون کا اعلان کیا گیا کہ متحدہ اقوام کی پنچایت میں صرف انہی ملکوں کو شامل کیا جائے گا ، جو محوری طاقتوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیں گے تو ان ملکوں نے محوری طاقتوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ۔

دس اگست کو جنگ کے خاتمے کے اعلان پر جنگ و جدال سے تھکی ہوئی قوموں نے اطمینان کی سانس لی تو دنیا کے نقشے کی کیفیت اس طرح نظر آ رہی تھی ۔

سوویٹ روس کی فوجیں اپنے ملک سے باہر فن لینڈ ، لٹیویا ، اسٹونیا ، لیتھونیا ، زیکوسلا ویکیہ، پولینڈ ، ھنگری ، رومانیہ ، بلغاریہ ، یوگوسلافیہ اور جرمنی کے ایک تہائی حصے پر قابض ہو چکی تھیں ۔ یہ ملک براعظم یورپ کا قریباً نصف سے زیادہ رقبہ بناتے ھیں ۔ ایشیا میں سوویٹ روس کی فوجیں ایران کے شمالی صوبوں آذر بائیجان اور خراسان پر اور مشرق بعید میں مانچوریا ، کوریا کے شمالی حصے جزیرہ سنگھالین اور جرائر کیورائیل پر قبضہ جمائے بیٹھی تھیں ۔

برطانیہ کلاں اور برطانی مستعمرات و مقبوضات کی فوجیں یورپ میں فرانس ، باجیئم ، ھالینڈ ، ڈنمارک ، ناروے ، اٹلی ، یونان اور جرمنی کے ایک حصے میں موجود تھیں ۔ افریقہ میں اطالوی مقبوضات لیبیا اور ایری ٹیریا پر قابض ہو چکی تھیں اور مصر کی سر زمین میں موجود تھیں ۔ مشرق قریب میں برطانی افواج شام و لبنان ، عراق اور ایران کے جنوبی حصے پر قابض تھیں ۔ مشرق بعید میں وہ برما ، ملایا ، جاوا ، سماٹرا ، بورنیو ، نیو گنی اور اپنی قبل از جنگ کی مملکت کے نیز ھالینڈ کی قبل از جنگ کی مملکت کے بہت سے جزیروں پر قبضہ جما چکی تھیں ۔ ھانگ کانگ کا جزیرہ بھی انہوں نے واپس لے لیا تھا ۔

امریکہ کی فوجیں جنگ ختم ہونے تک اور اس کے بعد اپنے قبل از جنگ کے مقبوضات کے علاوہ بحرالکاہل کے ان تمام جزیروں پر جو جنگ سے پہلے جاپان کی ملکیت سمجھے جاتے تھے ۔ نیز جاپان پر قابض ہو چکی تھیں ۔ اس کے علاوہ چین کی سر زمین میں نیز کوریا کے جنوبی

حصے میں بھی پہنچ چکی تھیں - امریکی فوجیں جنگ کے خاتمہ پر فرانس اور بلجیئم کی سر زمین میں موجود ہونے کے علاوہ جرمنی کے ایک تہائی حصے پر قابض تھیں -

جنگ کے خاتمے پر سوویٹ روس اور امریکہ دنیا میں درجۂ اول کی طاقتیں بن کر بر آمد ہوئے - برطانیہ بھی بڑی طاقت بن کر نکلا ، لیکن اقتصادی مشکلات نے اسے امریکہ کے چھوٹے بھائی کی حیثیت دے دی تھی - فرانس اور چین دوسرے درجے کی طاقتیں بن گئے - باقی ملکوں کی حیثیت برطانیہ ، امریکہ یا روس کے خیمہ برداروں کی سی رہ گئی - سیاسی تنظیم کے لحاظ سے اجتماعی نظام کا نازی اور فیسطائی تصور شکست کھا کر پاؤں سے گر چکا تھا - صرف دو ہی تصور دنیا میں باقی رہ گئے - ایک امریکہ اور برطانیہ کی سرمایا دارانہ جمہوریت کا تصور اور دوسرا سویٹ روس کی اشتراکی جمہوریت کا - ان دونوں تصوروں کے درمیان جنگ کے دوران میں نیز اس کے خاتمے پرقوموں کے اندر داخلی کشمکش جاری ہوئی - یورپی ملکوں میں جو سوویٹ روس کے فوجی اقتدار میں آ چکے تھے- اشتراکی پارٹیاں ابھریں اور بر سر اقتدار آ گئیں یا لائی گئیں - یونان اور چین میں یہ دونوں تصورات خانہ جنگی کی کیفیت اختیار کرتے نظر آنے لگے -

جنگ کی ہمہ گیریاں

دوسری عالمگیر جنگ اپنی خوفناکیوں اور ہمہ گیریوں کے اعتبار سے پہلی جنگ عظیم سے بدرجہا ترقی یافتہ صورتوں میں نمودار ہوئی - جنگ چھڑی اور جرمنی کا جدید جنگی نظام تازہ ترین ایجادوں کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے حرکت میں آیا تو معلوم ہؤا کہ پہلی جنگ عظیم کی سی .ورچہ بندیاں نئی جنگی مشین کے سامنے یکسر بے حقیقت بن کر رہ گئی ہیں - پچیس سال پہلے کے عسکری نظام گھوڑوں ، خچروں اور اونٹوں کو سامان کی نقل و حرکت کے لیے استعمال کرتے تھے اور چارج کے لیے گھڑ سوار رسالے استعمال کئے جاتے تھے - دوسری عالمگیر جنگ نے سواری اور بار برداری کے جانوروں کا استعمال عبث ثابت کر دیا - اب نقل و حرکت کے لیے پٹرول اور بجلی کی طاقت سے چلنے والے موٹر استعمال ہونے لگے - پیادہ فوجوں نے مشینی فوجوں کی صورت اختیار کر لی - رسالے کا کام ٹینکوں کے دستوں اور مسلح کاروں سے لیا جانے لگا - پہلی جنگ عظیم میں طیارے محض دیکھ بھال یا معمولی قسم کی بمباری کے لیے استعمال ہوتے تھے - دوسری میں طیاروں نے مستقل فضائی لشکروں کی صورت اختیار کر لی - طیارے دیکھ بھال اور بمباری کے علاوہ بار برداری اور فوجوں کی سواری کے لیے استعمال ہونے لگے - پچھلی جنگ میں میکسم گن ، لوئیس گن اور کلدار توپیں استعمال ہوئی تھیں اس جنگ میں بندوقوں کی جگہ ٹامی گنوں اور برین گنوں نے لے لی جو لوئیس گن کی طرح مسلسل فائر کر سکتی تھیں - میکسم گنوں ، لوئیس گنوں اور کلدار توپوں پر مارٹروں ، ٹینک شکن توپوں اور آتش باری کے دوسرے اوزاروں کا اضافہ ہو گیا - جنگ کے دوران میں طیارہ سازی کی صنعت نے بہت ترقی کی اور کئی قسم کے طیارے ، اڑن قلعے اور باربرداری اور سواری کے

ہوائی جہاز بن گئے ۔ پیغام رسانی کے لیے وائرلیس ، ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کی ایجاد نے فوجوں کے درمیان خبر رسانی کے سلسلے کو سہل تر اور کار آمد تر بنا دیا ۔ بحری جنگوں میں نئے قسم کے جنگی جہازوں کے علاوہ نئی نئی آبدوزیں ، مقناطیسی سرنگیں اور بہتر قسم کے تار پیڈو استعمال ہونے لگے ۔ ان کی روک تھام کے لیے بیسیوں نئے آلات زیر استعمال آئے ۔ بم نے اس جنگ میں بہت ترقی کی ۔ جرمنی نے طیاروں کے ذریعے انگلستان پر جو بم گرائے وہ بھاری بھرکم مشینیں ہوتی تھیں ، جو زمین کے اندر تیس چالیس فٹ تک دھنس کر خود بخود کام کرنے والی اندرونی کل کی بدولت پھٹتی تھیں اور گرد و نواح کے علاقے میں زلزلہ کی سی کیفیت پیدا کر کے بڑی بڑی عمارتوں کو گرا دیتی تھیں ۔ جنگ کے آخری مرحلے میں جب جرمن اپنا ساز و سامان ختم کر چکے تو اتحادی اس قسم کے بھاری بھرکم بم بنا کر جرمنی کے خلاف استعمال کرنے لگے ۔ جرمنوں نے ڈنکرک کی جنگ میں شور مچانے والے اور چلانے والے بم ہوائی جہازوں سے گرائے جن کا شور انسان کو حواس باختہ کر دیتا تھا ۔ اس جنگ کے بعد جرمنی نے ایسے بموں کا استعمال ترک کر دیا ۔ جنگ کے آخری مرحلوں میں جرمنوں نے خود بخود اڑ کر آنے والے "اڑن بم،، اور ہوائیوں کی طرح آسمان کی فضا میں ساٹھ ستر میل اوپر جا کر گرانے والے "راکٹ بم،، ایجاد کئے ۔ ان ایجادوں سے بم پھینکنے کے لیے ہوائی جہازوں کے استعمال کی ضرورت باقی نہ رہی ۔ اخیر میں امریکہ نے "ایٹم بم،، ایجاد کیا یعنی امریکی سائنس دانوں نے یورینئم دھات کے جزو لایتجزیٰ کو برقی لہروں سے پھاڑنے یا اس کی قلب ماہیت کرنے کا طریق معلوم کر لیا ۔ ذرۂ لایتجزیٰ یا پرمانو کی قلب ماہیت کرنے سے اس قدر غیر معمولی حرارت پیدا ہوئی جو کئی کئی میل تک لپٹ میں آنے والی چیزوں کو جلا کر راکھ کر دینے کے لیے کافی تھی ۔ اس جوہری آتش کو پیدا کرنے کا تجربہ امریکہ کے سائنس دانوں نے پہلے پہل میکسیکو کی صحرا میں کیا اور آخر جنگ کو فتح کرنے کے لیے امریکہ کی حکومت نے یہ نئی ایجاد جاپان کے دو شہروں ہیرو شیما اور ناگا ساکی کو اس کی انسانی آبادی اور حیوانی زندگی سمیت جلا کر خاک سیاہ کر دینے کے لیے استعمال کی ۔

ایٹم بم یا جوہری آتش کی ایجاد نے دوسری عالمگیر جنگ ختم کر دی۔ تمام دنیا کو امریکی قوم کے لوگ وسط ایشیا کے ہنوں اور چنگیز خانی مغلوں سے بھی زیادہ سفاک اور طاقتور نظر آنے لگے۔ اور دنیا کی تمام قومیں دم بخود ہو کر رہ گئیں۔

اقوام عالم نے اس جنگ میں زہریلی گیسوں اور بیماری کے جرثوموں کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال نہ کرنے کے بارے میں شرافت سے کام لیا۔ لیکن خوفناک بم ایک دوسرے کی آبادیوں کے خلاف آزادانہ استعمال کئے گئے۔ عام طور پر متحارب قوموں کی کوشش یہی رہی کہ صرف فوجی ٹھکانوں، کارخانوں، جنگی اور صنعتی رقبوں کو بمباری کا ہدف بنایا جائے لیکن ایک دوسرے کی "جنگی ہمت توڑنے اور نقصان پہنچانے کے لیے بمباری کی یہ مہمیں ہمہ گیر حیثیت اختیار کرتی چلی گئیں۔ ہزاروں بم بار طیارے لڑاکے طیاروں کی معیت میں کسی خاص رقبے پر جا کر بم گراتے تھے اور اپنے ہدف کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے تھے۔ لندن اور برلین کو اس قسم کی بم باریوں کا سب سے زیادہ تلخ تجربہ ہؤا۔ جنگ کے بعد لندن بہت بڑی حد تک اور برلین مکمل طور پر کھنڈروں کا شہر بن چکا تھا۔

حمل و نقل کے ذرایع میں طیارہ سازی کی صنعت کی ترقی جنگ میں بہت کار آمد ثابت ہوئی جرمنی نے طیاروں پر سے دشمن ملک کے جگر اور عقب میں چھاتوں کے ذریعے فوجیں آتارنے کی رسم شروع کی۔ جنگ کے آخری مرحلوں میں امریکہ نے طیارہ سازی کی صنعت اور پیداوار کو اتنی ترقی دے لی کہ فوجوں کو منتقل کرنے، دشمن سے گھرے ہوئے علاقوں میں اپنی فوجوں کو رسد اور کمک پہنچانے کے لیے طیاروں پر انحصار کیا جانے لگا۔

یہ جنگ سابقہ ادوار کی جنگوں سے اس لحاظ سے بھی مختلف تھی کہ اس کی ہمہ گیریوں نے تمام ملکوں کو اپنی قومی زندگی کے تمام شعبوں کو جنگ کے لیے منظم کرنے پر مجبور کر دیا۔ تمام افراد کی سرگرمیاں بالواسطہ اور بلاواسطہ جنگ کے لیے مخصوص ہو کر

رہ گئیں - قوموں کے سارے کاروبار جنگی مقاصد کے سانچوں میں ڈھل گئے - تا آں کہ دنیا میں ہر جگہ حکومتوں کو سامان خوراک اور اشیائے استعمال کی کھپت ضبط میں لانی پڑی - ہر ملک میں سرکاری انتظام کے ماتحت راشن تقسیم ہونے لگے - قدرتی، زراعتی اور صنعتی پیداوار حکمرانوں کے بس میں چلی گئی - انسانوں کے رزق کا اختیار حکومتوں کے ہاتھ میں منتقل ہو گیا - جنگ کے دوران میں دنیا بھر کے ملکوں میں خواہ وہ جنگ کا میدان تھے یا نہیں تھے، جنگ میں شامل تھے یا غیر جانب دار تھے، عملاً نازی اور فیسطائی انداز کے ضبط و نظم قائم ہونے لگے - تحریر و تقریر اور فکر کی آزادیاں مفقود ہو گئیں - اخبارات پر سنسر قائم کئے گئے اور کاغذ کی قلت کے باعث اخباروں کی ضخامت محدود کر دی گئی - غرض یہ جنگ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانی افراد کی زندگیوں پر براہ راست اثر انداز ہوئی - اکثر ملکوں کو سامان خورد و نوش کے قحط کا سامنا کرنا پڑا - ضروریات زندگی ہر جگہ دقت سے مہیا ہوتی تھیں - حکومتوں کی ضبط میں لائی ہوئی اور کنٹرول کی ہوئی سہولتیں صرف حکمران اور اس کے منظور نظر طبقوں تک محدود ہو کر رہ گئیں - جنگ ختم ہوئی تو دنیا بھر کے لوگ خوراک اور سامان ضرورت کی کمی کی مصیبت میں مبتلا ہونے کے علاوہ طرح طرح کی ان پابندیوں میں جکڑے ہوئے نظر آئے جو حکمران طبقوں نے جنگی حالات کے باعث دوران جنگ میں نافذ کر دی تھیں - جرمن قوم دنیا میں فیسطائی انداز کا نیا اجتماعی نظام قائم کرنے کا عزم لے کر اٹھی تھی، اور دوسری قوموں کی با اقتدار رہنما بننے کا خواب دیکھ رہی تھی - وہ اس جنگ میں تباہ ہو کر رہ گئی اور اس کے ساتھ سائنس کی علمی تحقیقات کا سب سے بڑا گہوارہ بھی تباہ ہو گیا - کیونکہ جرمن قوم علمی تفتیش اور صنعتی ترقی میں سب قوموں سے پیش پیش تھی - کئی قسم کی اشیا، آلات، ادویہ کیمیاوی سامان، رنگ اور سینکڑوں دوسری چیزیں جس اچھی حیثیت کی جرمنی میں بنتی تھیں اور کسی جگہ تیار نہیں ہوتی تھیں - جرمن قوم علوم حاضرہ میں سب قوموں سے پیش پیش تھی - ایجادات کے معاملے میں جرمن سائنس دانوں کا فکر دوسری اقوام کے سائنس دانوں کے فکر

سے بہت آگے آگے چل رہا تھا - لیکن جرمنی کے پاس اپنی علمی تحقیقاتوں کو وسیع پیمانے پر بروئے کار لانے کا سامان نہ تھا - خام اشیا اسے دوسرے ملکوں سے حاصل کرنی پڑتی تھیں جس کے دروازے جنگ نے جرمنوں پر بند کر دیئے - جرمنی کی شکست کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ اس کے حریفوں ، برطانیہ ، امریکہ اور روس کے پاس ہر قسم کی پیداوار کے ذرایع بہت زیادہ تھے - اس لیے جنگ جوں جوں طول پکڑتی گئی - اسلحہ اور سامان تیار کرنے کی صلاحیتیں جرمنی میں کم اور برطانیہ ، امریکہ اور روس میں زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی گئیں - اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جنگ کے آخری سال میں برطانیہ ، امریکہ اور روس ٹینک اور طیارے ابتدا کی بہ نسبت چند در چند کی تعداد میں استعمال کر رہے تھے لیکن جرمن اپنا یہ سامان ختم کر کے اڑن بموں اور راکٹ بموں کے محدود استعمال کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے - اس کے علاوہ سیاسی جوڑ توڑ کے میدان میں جرمن قوم کا دماغ اس جنگ کے دوران میں بھی اپنے حریفوں کے مقابلے میں ناکارہ ثابت ہوا - برطانیہ ، امریکہ اور روس نہ صرف اختلافات کو خوش اسلوبی سے طے کرنے میں کامیاب ہوتے رہے بلکہ انہوں نے اقوام عالم کی اکثریت کو اپنے مقصد کا حامی اور ہمدرد بنا لیا - جنگ کے خاتمے پر دنیا میں سیاسی اور اجتماعی تصور کے اعتبار سے دو مسلک کامگار و کامران برآمد ہوئے جن میں سے ایک مسلک سوویٹ روس کی اشتراکی جمہوریت کا ہے جو دنیا بھر میں اشتراکیت کے اصول کی بنا پر شورائی جمہوریتوں کا متحدہ نظام قائم کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے - دوسرا مسلک امریکہ کی سرمایہ نواز جمہوریت کا ہے جو اپنے اصولوں کی بنا پر اقوام عالم کا متحدہ نظام برپا کرنے کا خواہاں ہے - دنیا کا آئندہ امن ان دونوں مسلکوں کے علم برداروں کی باہمی افہام و تفہیم پر موقوف ہے - ان کا تصادم اقوام عالم کو ایک اور بڑی جنگ میں مبتلا کر دے گا - جو اس دوسری عالمگیر جنگ سے بدرجہا ہمہ گیر تر اور خوفناک تر ہو گی - ایٹم بم کی دریافت کو نوع انسانی کی آئندہ جنگ کی ہولناکیوں کا ایک ابتدائی سا پیش خیمہ سمجھیے -

بیسویں صدی مسیحی کے عام کوائف

علمی ترقیات اور ایجادات

کلوں اور مشینوں سے کام لینے کا دور انیسویں صدی مسیحی کے آغاز ہی سے شروع ہو چکا تھا جب انسان نے بھاپ کی طاقت سے بڑے بڑے کام لینے شروع کر دیئے تھے ۔ اس صدی کے آخر میں بجلی کی طاقت انسان کے ھاتھ لگ گئی جس سے بہت سے کام لیے گئے ۔ بیسویں صدی مسیحی کے ۵۴ سالوں میں بہت سی نئی دریافتیں اور ایجادیں کی گئیں ۔ پہلے متحرک تصویریں ایجاد ہوئیں پھر ان کے ساتھ ایک دوسری ایجاد فونوگراف اور جہیر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کو ملا کر بولتی چالتی متحرک تصویریں بنائی گئیں ۔ جو سنیما اور ٹاکی کہلائیں اور چند ہی سال میں تفریح کا سامان بن کر دنیا بھر میں رائج ہوگئیں ۔ اٹلی کے مار کونی نے وائرلیس یعنی بے تار کی پیغام رسانی کا طریق نکالا ۔ جو بہت جلد دنیا بھر میں مروّج ہو گیا ۔ نشر صوت کا آلہ ریڈیو ایجاد ہؤا جس نے اتنی اھمیت حاصل کی یہ آلہ دنیا بھر کے متمول خاندانوں کے گھروں کی زینت بن گیا اور حکومتوں کو اس کے انتظام اور پروگرام کے لیے باقاعدہ محکمے قائم کرنے پڑے ۔ فرانس کی ایک عورت مدام کیوری نے ریڈیم ایسی بیش قیمت دھات دریافت کی جو سرطان کے علاج کے علاوہ علمی تفتیشوں میں کام آنے لگی ۔ اس کے علاوہ اور بھی نئی دھاتیں دریافت کی گئیں ۔ امریکہ کے ایک موجد اڈیسن نے ٹیلیفون ، فونوگراف اور سنیمیٹوگراف ایجاد کئے ۔ ٹیلیگراف اور ٹیلیفون کے کام کو بہت ترقی دی اور بجلی کی طاقت سے کام کرنے والی کئی کلیں اختراع کیں ۔ ٹیلی ویژن کی دریافت نے جو ابھی ابتدائی حالت میں ھے ایک جگہ کے منظر کو دوسری جگہ منتقل کرنا آسان بنا دیا ۔ ٹیلیفون ، وائرلیس ، ٹیلیفون اور

ریڈیو نے آواز کو منتقل کرنا اور نشر کرنا عام کر دیا ۔ نشر صوت کے آلات نے آواز کو بلند تر کرنا ممکن بنا دیا ۔ ٹیلی ویژن نے اصلی منظر کو منتقل کرنا ممکن بنا دیا ۔ پرواز کے فن نے اس ۵۰ سالہ دور میں بہت زیادہ ترقی کی ۔ جنگ کے خاتمے تک ایسے طیارے ایجاد ہو گئے جو چھ ہزار میل تک براہ راست پرواز کر سکتے ہیں ۔ جنگ میں طیارے سواری اور بار برداری کے کام کے لیے بہت مفید ثابت ہوئے ۔ اڑن بموں نے خود پرواز مشینوں کی اختراع کا دروازہ کھول دیا اور راکٹ بم نے تیز رفتاری کا نیا ریکارڈ قائم کر دیا - ایٹم بم نے جوہری طاقت کے لامحدود خزانے کو انسان کے ہاتھ میں دے دیا جسے وہ چاہے نوع انسانی کی تباہی کے لیے استعمال کرے یا اس حیرت انگیز طاقت سے مفید کام لے ۔

فلسفہ اور حکمت میں جرمنی کے حکیم آئین سٹائین نے نظریۂ اضافیت قائم کر کے کائنات کے متعلق انسانی تصور میں بہت کچھ تبدیلی پیدا کر دی ۔ طب اور جراحی میں نہ صرف نئی نئی دریافتیں ہوئیں بلکہ علاج اور طریق علاج میں بہت ترقی کی گئی - صنعت ، آرٹ ، انجینئرنگ ، معماری ، طباعت ، کاغذ سازی اور دیگر علوم و فنون میں وہ ترقیاں ہوئیں جو پچھلے ادوار کے انسان کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی ہوں گی ۔ نفسیات انسان کے علمی مطالعہ کی کوششیں شروع کی گئیں ۔ علم طبقات الارض کو ترقی دی گئی ۔ دور بینوں سے نئے ستارے دریافت کئے گئے ۔ گزشتہ ادوار کے انسانوں کے بہت سے خیالی طلسمات اس دور میں معرض وجود میں لائے گئے یہ سب کچھ علمی تحقیق و تفتیش کے ذوق کا ماحصل تھا جس میں فرنگی قومیں باقی اقوام سے پیش پیش رہیں ۔ علمی ترقیوں ، نئی دریافتوں اور تازہ ایجادوں نے انسان کے لیے ایسی ایسی سہولتیں مہیا کر دیں جو پچھلے اودار کے انسانوں کو میسر نہ تھیں ۔ ان علمی کامیابیوں اور عملی سہولتوں نے زندگی اور زندگی کے مقصد کے متعلق انسان کے فکر میں بہت تبدیلیاں پیدا کر دیں اور یہ ترقیاں انسان کی بود و باش کے طریقوں پر بھی بہت اثر انداز ہوئیں ۔ زندگی کا مقصد " کھاؤ پیو اور خوش رہو" قرار پانے لگا بود و باش کو

پہلے سے زیادہ با آرام ، زیادہ خوشنما اور زیادہ پر شوکت بنانا جینے کے لیے ضروری سمجھا گیا - حفظان صحت ، صفائی ، اچھے گھر اور اچھی بود و باش کی طرف پہلے کی بہ نسبت زیادہ توجہ مبذول ہونے لگی - تفریحات کے سلسلے میں اصلاح یافتہ کھیلیں اختیار کی جانے لگیں - ڈراما اور ناٹک کی جگہ چلتی پھرتی اور بولتی چالتی تصویروں (سینما ناٹک) کی نمایش نے لے لی - موسیقی سننے کا شوق بہت ترقی کر گیا - ریڈیو کی ایجاد نے موسیقی کی تفریح عام اور سہل الحصول بنا دی -

عورت کا درجہ

اس دور میں عورت کے متعلق بھی سوسائٹی کے پرانے زاویہ نگاہ میں بہت تبدیلیاں رونما ہونے لگیں - صنف نازک کو ان بندھنوں سے آزاد کرنے کی تحریکیں شروع ہوئیں جن میں انہیں مردوں نے جا بجا مبتلا کر رکھا تھا - پہلے یورپ کی عورتوں نے سماج کی محفلوں میں مردوں کی طرح پوری آزادی کے ساتھ شریک ہونے اور کھلم کھلا چلنے پھرنے کے حق حاصل کیے - پھر اپنی پسند کی محبت اختیار کرنے کا حق لیا - ازاں بعد یورپ اور امریکہ کی عورتوں نے مردوں سے طلاق لینے بلکہ شوہروں کو طلاق دینے کے حق منوائے - پھر ان میں سیاسی حقوق حاصل کرنے کی تحریک چلی اور ووٹ دینے کا حق حاصل کیا - اس کے بعد انہوں نے عورتوں کو سیاسی حقوق کے معاملے میں مردوں کے برابر لانے کے مطالبے اٹھائے اور منوائے - ازاں بعد محنت مزدوری اور حق الخدمت کے معاوضے میں مردوں کے برابر آنے کا درجہ حاصل کیا - تاآنکہ دوسری عالمگیر جنگ میں عورتیں فوج میں بھرتی ہونے لگیں - انہوں نے جنگی کارخانوں ، دفتروں اور ماشینی شعبوں میں مردوں کی طرح ذمہ داری کے کام اختیار کر لیے - عورتیں جرنیل ، کرنیل ، میجر ، پارلیمنٹ کی ممبر ، بیرسٹر ، ڈاکٹر ، جج ، ہوا باز ، مکینک ، انجینیئر غرض سب کچھ بننے لگیں اور فرنگی اقوام کے علاوہ دوسری قوموں نے بھی ہر لحاظ سے عورتوں کو مردوں کا ہم پایہ تسلیم کرنا شروع کر دیا - ہر جگہ عورتوں کی آزادی کی یہ تحریکیں جاری ہوئیں اور ہر ملک کی عورتیں کسی نہ کسی حد تک

اپنے حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی گئیں - البتہ باپ کی وراثت میں سے حصہ لینے کا حق جو دین اسلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے عورتوں کو تفویض کیا تھا اور جس پر مسلمان قومیں کم و بیش عمل کرتی رہیں - ابھی تک عصر حاضر کی متمدن اقوام نے بھی تسلیم نہیں کیا -

مذہب اور اخلاق

عصر حاضر کی علمی اور فکری تحریکات نے اقوام فرنگ کے پڑھے لکھے لوگوں کو جو اپنے فکر اور دماغ کو استعمال کرنے لگے تھے عیسائیت کے پیچ در پیچ مذہبی معتقدات سے بیزار کرنا شروع کر دیا تھا- فرنگستان کی قوموں میں مذہب سے بیزاری کی یہ تحریک صدیوں سے جاری تھی جو بیسویں صدی میں روس کے اندر خدا کی ہستی سے انکار کرنے والا منظم گروہ پیدا کرنے پر منتج ہوئی - فرنگستان کی دوسری قومیں عملاً مذہب کو خیر باد کہہ چکی تھیں - لہذا عصر حاضر کی معاشرت میں مذہبی قیود سے بیزاری کا جذبہ بہت ترقی پذیر ہوا - چونکہ فرنگی قومیں طاقت ، علم ، دولت ، تجارت ، طرز بود و ماند میں دنیا کی دوسری قوموں پر فوقیت حاصل کر چکی تھیں - اس لیے ان کی دیکھا دیکھی مذہبی قیود سے بیزاری کی لہر ساری دنیا میں پھیل گئی اور عام ہو کر عالمگیر حیثیت اختیار کرنے لگی - اس تحریک سے یورپ اور امریکہ کے عیسائی اور مسیحی کہلانے والوں کے علاوہ دنیا بھر کے مسلمان ، ہندو ، بدھ اور دیگر مذاہب کے پیرو سب متاثر ہوئے- ہر جگہ مذہبی قیود پر عمل کرنے والی جمعیتیں کم ہونے لگیں جن کو نئی روشنی کے لوگوں نے قدامت پسند اور تاریک خیال قرار دیا - نئی روشنی کے لوگ زندگی کا مقصد ''کھاؤ پیئو اور خوش رہو'' قرار دے چکے تھے - زاویہ نگاہ کی اس تبدیلی نے اخلاقیات کے پرانے معیار کو یکسر تبدیل کر دیا - مادی لحاظ سے دنیاوی لذتیں حاصل کرنے کے شوق میں نوع انسانی کی اکثریت پرانی اخلاقی قیود کو بالائے طاق رکھنے لگی - تاآنکہ عصر حاضر کی روح مرد اور عورت کے جنسی تعلق کے بارے میں ازدواجی پابندیوں اور

دوسری قیود سے کھلم کھلا بغاوت کرنے پر آمادہ نظر آ رہی ہے ۔ محض حصول ثواب اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے جذبے سے متاثر ہو کر ہم نوع انسانوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کا تصور مٹ رہا ہے ۔ سچائی ، دیانت داری ، حق شناسی ، خلق خدا کے ساتھ بھلائی ، حاجتمندوں کی امداد اور دادرسی وغیرہ ایسے کاموں کو جنہیں مذاہب نے نیک قرار دیا تھا ۔ عصر حاضر میں اس حیثیت سے اختیار نہیں کیا جاتا جس حیثیت سے پہلے اختیار کیا جاتا تھا ۔ اب اس نوعیت کے کام کسی نہ کسی سیاسی یا دنیوی فائدے کو پیش نظر رکھ کر اختیار کیے جاتے ہیں ۔ ہر خدمت کے معاوضے میں بالواسطہ یا بلا واسطہ حق الخدمت وصول کرنے کا خیال ہر اچھے کام کا بنیادی محرک بن رہا ہے ۔ عصر حاضر کے لوگ سماج کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کے محض اس لیے قائل ہیں کہ ان کی خلاف ورزی انہیں سماج کی عدالتوں سے سزا دلوائے گی ۔ عصر حاضر کا انسان قتل ، چوری ، فریب ، جھوٹ ، بد اخلاق یا کسی اور گناہ سے محض اس لیے محترز رہتا ہے کہ عدالت سے سزا نہ پائے اگر یہ ڈر نہ ہو تو مذہب اور اخلاق کی پابندیوں سے بیزار ہونے والا یہ انسان سب کچھ کر گزرنے میں ذرہ بھر دریغ سے کام نہ لے ۔

سیاسی اور اجتماعی تحریکیں

بیسویں صدی مسیحی کے نصف اول کی سیاسی اور اجتماعی تحریکیں پچھلی صدی کی طرح اقوام کی آزادی خواہی اور عوام کی حق طلبی کے محور پر گردش کرتی رہیں ۔ پہلی عالمگیر جنگ کے بعد دنیا بھر کی قوموں میں استقلال اور مکمل آزادی حاصل کرکے اپنے داخلی اور خارجی امور کو اپنے حسب فکر طے کرنے کی تحریکیں اٹھیں اور روس کی سر زمین سے ایک نئی اجتماعی تحریک پیدا ہوئی جس کا مقصد اشتراکیت کے اصول پر اجتماعی نظام قائم کرنا تھا ۔ روس کے اس سماجی انقلاب نے باقی دنیا کے با اقتدار سرمایہ دار حلقوں میں اضطراب کی لہر پیدا کر دی اور انہوں نے نہ صرف اپنے اپنے ملک میں اس تحریک کے نشو و نما کو روکنے کے لیے تدبیریں اختیار کیں بلکہ اس نئی تحریک کو اس کے گہوارے

ہی میں کچلنے کے لیے عسکری مہمیں بھیجیں۔ یہ تحریک اس حملے اور اندرونی قحط کی مصیبتوں سے بچ نکلی اور اس نے چند ہی سال میں روس کی مملکت میں زراعتی ، صنعتی اور معاشرتی انقلاب برپا کرکے بہت طاقت حاصل کر لی ۔ اس تحریک کے علم برداروں کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ انہوں نے پندرہ بیس سال کی مختصر سی مدت میں اپنے ہاں کے نوے فی صد اشخاص کو لکھنے پڑھنے کے قابل بنا دیا ۔ سرمایہ دارانہ نظام رکھنے والے ملکوں نے اس تحریک کے مقابلے میں جو تدبیریں اختیار کیں انہوں نے اٹلی ، جرمنی اور ھسپانیہ میں فیسطائی تحریک کو جنم دیا جو مدافعانہ اور جارحانہ مقاصد کے لیے نئے انداز کی قومی تنظیم تھی - اس نئی تحریک نے اپنی ھستی کو منوانے کے لیے امپیرئیلزم اور بولشوازم کی قوتوں سے ٹکر لی اور پاش پاش ھو کر رہ گئی ۔

امپیرئیلزم (شہنشاھیت) اور آزادیٔ اقوام کی کشمکش نے قومی آزادی کی کئی قسموں کو جنم دیا جو مستعمراتی درجہ ، انتداب ، حکومت خود اختیاری ، آزاد ریاست اور معاھد ریاست وغیرہ کی اصطلاحی شکلوں میں رونما ھوئیں اور آخر کار کامن ویلتھ یعنی مختلف اقوام کی دولت مشترکہ کا تصور پیدا کرنے پر منتج ھونے لگیں ۔ برطانی ، فرانسیسی ، ڈچ اور جاپانی شہنشاھیت نے اپنی اپنی مملکت کے اقطاع کو یکمشت رکھنے کے خیال سے مشترکہ دولت اور مشترکہ خوشحالی کے حلقے اور متحدہ نظام برپا کرنے کی طرح ڈالی ۔ جاپان جنگ میں شکست کھا جانے کے باعث میدان سے ھٹ چکا ھے ۔ برطانیہ ، فرانس اور ھالینڈ اپنی اپنی کامن ویلتھ کو معرض ظہور میں لانے کے لیے کوشاں ھیں ۔ امریکہ اقتصادی تعلقات کی بنا پر مشترکہ اقتصاد کا متحدہ نظام قائم کرنے کا خواھاں ھے ۔ جس کے بازو بر اعظم امریکہ کے ملکوں برطانیہ ، فرانس اور ھالینڈ کی مجوزہ کامن ویلتھوں اور ایشیا کے بعض آزاد ملکوں کو اپنے آغوش میں لینے کے لیے کھلے ھوئے ھیں ۔ ان بڑی تحریکوں کے نیچے بعض دوسری تحریکیں بھی جڑ پکڑ رھی ھیں جن میں سے ایک عرب نسل کے ملکوں یعنی مصر ، شام ، لبنان ، فلسطین ، شرق اردن ، سعودی عرب ، یمن اور عراق

کی عرب لیگ کا قیام ہے یہ عرب لیگ مستقبل میں طرابلس ، الجزائر اور مراکش کے عرب اور بربری ملکوں کو بھی اپنے اتحاد میں شامل کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے ۔ ہندوستان کے ہندو متحدہ ہندوستان کو دنیا کی عظیم طاقت بنانے کے ساتھ ساتھ چین ہند چینی اور مشرق وسطی کے بعض ملکوں کے ساتھ متحدہ بلاک بنانے کے خیال کا اظہار کر رہے ہیں ۔ ہندوستان کے مسلمان ان علاقوں میں جہاں ان کی غالب اکثریت آباد ہے جداگانہ آزاد ریاست ''پاکستان'' بنانے میں کامیاب ہو چکے ہیں ۔ مملکت روس کی سوویٹ جمہوریتوں کا متحدہ نظام اپنی عالمگیر توسیع کے خواب دیکھ رہا ہے ۔ یہ نظام جو پچھلی جنگ عظیم کے آخر میں پیدا ہوا تھا اٹھائیس سال کی مدت میں درجہ اول کی اہمیت اور طاقت حاصل کر چکا ہے ۔

قومیت (نیشنلزم) کے احساس کی بنا پر الگ الگ ریاستیں قائم کرنے کے نتائج یورپ کے ملکوں میں لامتناہی کشمکش رقابت اور پیہم جنگوں کی صورت میں رونما ہوئے ۔ استعمار کی ہوس نے دول عظمیٰ پیدا کیں جن کی خارجی پالیسیاں امن عالم کو متزلزل کرنے پر منتج ہوتی رہیں ۔ بیسویں صدی مسیحی کی دو عالمگیر جنگیں اور دوسری چھوٹی موٹی لڑائیاں انہی دو فکروں میں حد سے زیادہ مبتلا ہونے کا نتیجہ تھیں ۔ اس لیے پہلی جنگ عظیم کے بعد قیام امن کے لیے ایک عالمگیر بین الاقوامی ادارہ جمعیۃالاقوام (لیگ آف نیشنز) کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی ۔ لیکن چونکہ دول عظمیٰ کی پالیسیوں میں کوئی خوشگوار تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی ، اس لیے یہ تجربہ ناکام ثابت ہؤا اور بیس سال کے بعد دوسری عالمگیر جنگ واقع ہو گئی ۔ اب اس دوسری جنگ کے بعد متحدہ اقوام کے عالمگیر نظام کی طرح ڈالی گئی ہے جس کا مقصد جنگ کے بعد کی تین بڑی طاقتوں یعنی امریکہ ، برطانیہ اور روس کی متحدہ عسکری اور جنگی قوت کے بل پر دنیا کا امن قائم رکھنا قرار دیا گیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ تین بڑی طاقتیں ساری دنیا کو غلام بنا کر رکھنے پر متحد ہو سکیں تو تمام قومیں ان کی غلام اور دست نگر بن کر رہ جائیں گی ۔ اور اگر انہوں نے باہمی اتحاد اور نیک نیتی سے اقوام عالم میں عدل و مساوات

قائم کر کے ان اچھے عزائم کو بروئے کار لانے کی کوشش کی تو نوع انسانی اصلاح و ترقی کی نئی راہیں اختیار کر لے گی ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل عالم کا تدبر نوع انسانی کی ایک عالمگیر پارلیمنٹ اور ایک متحدہ پولیس کا ایسا عالمگیر نظام قائم کرنے میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں جو مختلف قوموں ، گروہوں اور ملکوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کو مبنی بر عدل آئین کے مطابق چکا دے سکتا ہو اور جو نوع انسانی کے درمیان نسل و رنگ ، جبر و مجبوری ثروت و افلاس وغیرہ کے امتیازات دور کر کے سب کے لیے پھلنے پھولنے اور ہر لحاظ سے ترقی کرنے کے مساوی مواقع مہیا کر دے ۔

ماضی، حال اور مستقبل

آخری تبصرہ

یہ ہے انسان کی مجمل سی سرگزشت جو چقماق پتھر کے دور سے لے کر ایٹم بم کے زمانے کے آغاز تک اس کی ہر گونہ ترقیوں، تبدیلیوں، کشمکشوں، سرگرمیوں اور تحریکوں وغیرہ کا حال بیان کر رہی ہے۔ اب سے کروڑوں سال پہلے سطح ارضی پر انواع و اقسام کی زندگیاں ماؤطین سے پیدا ہو کر پھلنے پھولنے لگیں۔ حیات کی ان آن گنت شکلوں میں سے ایک انسان کی نوع بھی تھی جس نے دوسرے جانداروں کی طرح اپنی فطری صلاحیتوں کے ساتھ زندگی کا سفر شروع کیا۔ ابتدا میں انسان بھی دوسرے حیوانوں کی طرح جنگل کی قدرتی پیداوار پر بسر اوقات کرنے والا غم دیروز و فکر فردا سے آزاد جانور تھا۔ ابتدا میں انسانوں کی ٹولیاں غالباً ہر قسم کے رسم و رواج، قانون، پنچایت، حکومت، گھر، بستی اور تمدنی زندگی کے دیگر لوازم کے بغیر زندگی بسر کرتی ہونگی۔ آہستہ آہستہ اس کی دماغی صلاحیتیں ترقی کرنے لگیں۔ سوچنے کی عادت نے اس میں اپنے گرد و پیش کا جائزہ لینے اور اپنے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پیدا کر دی۔ اور وہ زندگی بسر کرنے کے ڈھب میں اپنی ضرورتوں، حاجتوں، خواہشوں اور فکروں کے مطابق تبدیلیاں اختیار کرنے لگا۔ اس طرح اس کی تمدنی زندگی کی ابتدا شروع ہوئی۔ اس کی ٹولیاں منظم کنبوں، قبیلوں اور قوموں کی صورت اختیار کرنے لگیں۔ انہوں نے ستر پوشی، ازدواج اور قبیلوی ضبط و نظم کے قاعدے اور قانون اختیار کر لیے۔ اس دور کی سب سے بڑی دریافت غالباً لکڑی کی شاخوں کو رگڑ کر اور چقماق پتھر کو جھاڑ کر ضرورت کے وقت آگ نکالنا تھی۔ اس سے قبل وہ آگ کو متاع عزیز کی طرح اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے اور ان کے

چولھے چوبیس گھنٹے گرم رھتے تھے - رھنے سہنے کے لیے یہ ابتدائی انسان غاروں اور درختوں کے کھوکھلے تنوں اور سایہ دار جھنڈوں وغیرہ کو استعمال کرتے تھے -

مفقودالاثار ابتدائی دور کے انسان کو جنگل کے جانوروں ، درندوں زمانۂ قبل از تاریخ کے بھاری بھرکم حیوانوں ، رینگنے والے جانوروں ، سانپوں وغیرہ کا مقابلہ درپیش تھا - اپنی حفاظت اور دفع شر کے لیے وہ ابتدا میں مٹی کے ڈھیلوں ، لکڑی کے ڈنڈوں ، لاٹھیوں اور پتھر کے ان گھڑت ٹکڑوں کو استعمال کرتے تھے - تجربہ نے ان پر نوک دار پتھروں کی اھمیت واضح کر دی اب وہ پتھروں کو رگڑ کر اور گھڑ کر نوک دار اور دھار والے آوزار بنانے لگے - اس مقصد کے لیے چقماق پتھر انہیں سب سے زیادہ موزوں نظر آیا جو اپنی صلابت کے باعث مضبوط اور دیرپا تھا - چقماق پتھر کے یہی اوزار اب زمین کی تہوں سے برآمد ھو رھے ھیں جو پتھر کے زمانے کی انسانی ترقیوں کا حال ظاھر کرتے ھیں - اور نوع انسان کی تاریخ کے اولین آثار کے طور پر ھم تک پہنچے ھیں -

ابتدائی دور سے سنگی دور تک کے تمدن میں انسان نے ھزاروں بلکہ لاکھوں سال میں ترقی کی - اس سلسلے میں انسانوں کی جمعیتیں نئی نئی دریافتیں اور نئی نئی ترقیاں کرتی چلی گئیں - ھر نئی دریافت مرور وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی آبادیوں میں رواج پاتی چلی گئی - تمدن و ترقی کی ھر نئی لہر جو کسی قبیلے یا قوم کے تجربہ اور فکر سے اٹھتی تھی ، انسانوں کے باھمی اختلاط کے باعث ھاتوں ھاتھ منتقل ھوتی ھوئی زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھنچ جاتی تھی - تمدن و ترقی کی لہروں کے اس انتقال و نشر میں صدیاں لگ جاتی تھیں - تاھم انسان کی جمعیتیں اپنی تازہ دریافتوں اور ایجادوں سے ایک دوسرے کو متعارف و متاثر کرتی چلی گئیں یہ سلسلہ اب تک جاری ھے -

دور شکار

تیز دھار والے ھتھیار اور اوزار ایجاد کر لینے کے ساتھ انسان کی

زندگی کے ڈھب میں زبردست انقلاب رونما ہوا ۔ اب ایک جمعیت
دوسرے کی دیکھا دیکھی تیز دھار والے ہتھیار بنانے اور جانور
درندوں کا شکار کرنے لگیں شکار کے جانوروں کے پیچھے انس
جمعیتیں سطح ارضی کے دور دراز گوشوں تک پھیلتی چلی گئیں ۔ ظ
کہ اس دور میں بعض جمعیتیں اپنے قدیم طرز زندگی پر قائم رہی
یعنی قدرتی پیداوار کی تلاش میں سرگرداں پھرتی ہونگی۔ ان کے
میں شکاری انسان ترقی یافتہ تھے ۔ اور پھل کے مقابلے میں جا
بن گئے کیونکہ وہ ھتھیاروں والے تھے۔اور دوسرے جانداا
انسانوں کو زخمی کر کے ان کی جان لے سکتے تھے ۔

اس دور شکار کی ایک اہم ایجاد کمان بھی ہے جس کی
انسانوں نے اپنے تیز دھار اور تیز نوک والے ھتھیار دور پھینکنے
حاصل کیا ۔ کمانوں اور غلیلوں کی مدد سے وہ اپنے تیر اور مٹی
گولے دور تک پھینکنے لگے ۔ کمانوں کا استعمال دریافت کر
ھاتھ کے ھتھیار استعمال کرنے والوں سے ترقی یافتہ تھے ۔ لہذا
میں ان پر غالب آ جاتے ھوں گے ۔

دور شکار کے انسان کھالوں کے مشکیزے ، کھالوں کے
کھالوں کے کپڑے ، اور کھالوں کے فرش اور جھونپڑے استعم
تھے ۔ انہیں درندوں ، وحشی جانوروں ، اژدروں اور سانپوں کے علا
نسل کے انسان نما حیوانوں کا مقابلہ بھی در پیش تھا ۔ اقوام
قدیم حکایات میں دیووں اور انسانوں کی جنگوں کے جو تذکر
ھیں وہ غالباً اسی دور کی کشمکش کا حال ظاھر کر رہے ھیں ۔ شک
کے حقیقی انسانوں نے نینڈر تھل نسل کے بدصورت اور کرومیگنا
کے قوی ھیکل لوگوں کو تباہ کر کے مٹا دیا ۔ جن کے آثار بعض
سے اب بھی مل رہے ھیں ۔

زراعتی دور

اس عالم میں صدھا سال گذر گئے ۔ انسان کی جمعیتیں کر

پر شکار کی تلاش میں سر گرداں پھرتی نئے نئے تجربوں سے دو چار ہو رہی تھیں کہ دجلہ و فرات کی وادی سے تمدن کی ایک نئی انقلابی لہر اٹھی۔ بعض لوگوں نے خود رو گندم کی غذائی حیثیت اور اس کے دیر تک محفوظ رہنے کی خاصیت معلوم کر لی۔ یہ لوگ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی پہلے خود رو غلہ سمیٹنے پر ٹوٹ پڑے پھر انہوں نے خود گندم بونے اور دوسرے غلے پیدا کرنے کا فن سیکھ لیا۔ اس طرح یہ لوگ زراعت پیشہ بن کر متمدن زندگی اختیار کرنے لگے۔ زرخیز زمینوں کو تقسیم کر کے انہوں نے بستیاں بسائیں، شہر آباد کئے، مندر بنائے، شہری ریاستیں قائم کیں۔ اس نئے تمدن کی لہر دجلہ و فرات کی وادی سے نکل کر نیل کی وادی میں پہنچی اور پھر سندھ، ڈینیوب، ہوانگ ہو، ینگ سی کیانگ اور دوسرے دریاؤں کی وادیوں میں پھیلتی چلی گئی۔ خانہ بدوش شکاری انسانوں کی جمعیتیں اس اثنا میں جانوروں کو پالنے، سدھانے اور ان سے کام لینے کا طریق سیکھ چکی تھیں۔ پالتو جانوروں سے دودھ، گوشت چمڑا اور اون حاصل کرنے لگیں۔ گھوڑوں، اونٹوں، گدھوں اور دوسرے جانوروں کو باربرداری اور سواری کے لیے سدھایا۔ محض شکار پر بسر اوقات کرنے والے لوگ کم ہوتے چلے گئے۔ زراعت اور جانور پالنے کے پیشوں کو ترقی ہوئی۔

اس دور میں انسانوں نے پہلے مٹی کی دیواریں اٹھا کر گھر بنانے، لکڑی کے مکان تعمیر کرنے، پھر پختہ اینٹوں اور پتھروں کی عمارتیں بنانے کے فنون کو ترقی دی۔ دریاؤں کو عبور کرنے کے لیے کشتیاں بنائیں۔ آگ میں پکا کر مٹی کے پختہ برتن بنانے لگے۔ اسی دور میں انہوں نے پہلے تانبے کی دھات پھر سونا، چاندی اور دوسری دھاتیں دریافت کیں۔ پہلے تانبے اور قلعی کو ملا کر برانز دھات کے ہتھیار بنائے اور جب لوہا ہاتھ لگا تو لوہے کے ہتھیار اور اوزار بننے لگے۔

انسان کی زندگی میں زراعتی تمدن غالباً بیس ہزار سال قبل مسیح کے وقت سے شروع ہؤا تھا جو آج تک جاری ہے۔ اس اثنا میں سونے کی دریافت نے انسان کی جمعیتوں کو بہت متاثر کیا جو اس چمکتی

ھوئی شے کی تلاش میں زمین کے دور دراز گوشوں کو کنگھالنے لگیں۔ جس طرح پہلے ادوار میں وہ شکار کی تلاش میں اور اس کے بعد سر سبز و شاداب زمینوں کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ھؤا کرتی تھیں سونے کی دریافت کے بعد اس کی تلاش میں سرگرداں رھنے لگیں۔ میکسیکو کے طولطیک اور ارطیک، وسطی امریکہ کے مایا اور جنوبی امریکہ کے انکا سونے ھی کی وجہ سے ان ملکوں میں پہنچے اور آباد ھوئے۔ اور ۱۵۰۰ء کے بعد ھسپانویوں کو ان قوموں کا جمع کیا ھؤا سونا لوٹنے کی کشش وھاں لے گئی۔ موجودہ دور میں زرعی پیداوار کے علاوہ ھر قسم کی معدنی پیداواریں انسانوں کی ماھر جمعیتوں کے لیے کشش کا موجب بن چکی ھیں۔ ان سے فایدہ حاصل کرنے کی خواھش ھی قوموں کے درمیان جنگ و جدال پیدا کرنے کا موجب بنتی رھی ھے۔

صنعتی انقلاب

زراعتی انقلاب کے بعد انسان کی زندگی میں جو دوسرا بڑا اھم انقلاب رونما ھؤا وہ عصر حاضر کا صنعتی انقلاب ھے۔ یہ دور ۱۸۰۰ء کے قریب سے شروع ھوتا ھے۔ زراعتی دور میں انسان نے جانوروں کو قابو کر کے ان سے کام لینے کا کام شروع کیا تھا۔ اس صنعتی دور میں اس نے بھاپ، بجلی، مٹی کے تیل اور کیمیاوی حرارت وغیرہ کی طاقتوں سے کام لینے کے طریقے معلوم کر لیے۔ اور طرح طرح کی کلیں ایجاد ھونے لگیں۔ اب ان کلوں سے ھر قسم کے کام لیے جا رھے ھیں۔ ان کے ساتھ ھی بہت سی دوسری ایجادیں انسان کی زندگی کے ڈھنگ میں زبردست تبدیلیاں پیدا کر رھی ھیں۔ ریل گاڑیاں، موٹریں، طیارے، تار برق، وائر لیس، ریڈیو، سینما، ٹیلیفون، ٹیلی ویژن بھاپ اور بجلی کی طاقت سے چلنے والی کلیں، راکٹ راڈر، اور دوسری سینکڑوں نئی دریافتیں اور ایجادیں انسان کی زندگی کو کچھ کا کچھ بنا رھی ھیں۔ سب سے آخر میں ایٹم کی طاقت کی دریافت آئندہ کے لیے اور بھی حیرت انگیز صنعتی انقلابوں کا پیغام دے رھی ھے جو اس کے طرز بود و ماند میں زبردست تبدیلیاں پیدا کر دے گی۔

قوموں کا مد و جزر

اس کتاب میں نوع انسانی کی اہم اہم قوموں کے مد و جزر اور عروج و زوال کے مجمل سے حالات لکھے جا چکے ہیں ، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوع انسانی کی جمعیتوں کے درمیان ہر دور اور ہر زمانے میں ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی خون ریزانہ کش مکشیں جاری رہیں ۔ ماہر جمعیتوں نے اپنی بہتر خصوصیتوں کے بل پر دوسری قوموں کو مغلوب و محکوم بنایا ۔ لیکن ہر قوم کو عروج کے بعد زوال کا سامنا ہؤا ۔ اس قسم کی کیفیت غالباً اس وقت سے جاری تھی جب انسان کی جمعیتیں منتشر ہو کر سطح ارضی پر پھیلنے لگی تھیں ۔ تاریخی آثار و تذکار کی بنا پر سمیریوں ، بابلیوں ، اشوریوں ، یہودیوں ، فینقی تاجروں ، قدیم مصریوں ، پارسیوں ، آریوں ، یونانیوں ، رومیوں ، ہنوں ، تاتاریوں ، ہندوؤں ، چینیوں ، عربوں ، مسلمانوں ، مغلوں ، ترکوں ، افغانوں ، قدیم امریکیوں اور فرنگیوں کی سرگرمیوں کے حالات بیان کر دیئے گئے ہیں ۔ یہ وہ قومیں ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر دنیا کے بڑے بڑے قطعات میں اپنے سطوت و جبروت کا ڈنکا بجایا اور یکے بعد دیگرے دوسروں کے لیے اقتدار و حکمرانی کی مسند خالی کر کے رخصت ہوتی چلی گئیں ۔ قوموں کی یہ باہمی جنگیں ، یلغاریں اور ہجرتیں نوع انسانی کے مختلف حصوں کے درمیان باہمی اختلاط و ارتباط پیدا کرنے کا موجب بنتی رہیں اور سب اقوام اس طرح ایک دوسرے کے محاسن و معایب ، خیالات و افکار اور علم و ہنر سے متاثر ہوتی چلی گئیں ۔ اس ساری داستان میں ایک چیز بہت نمایاں نظر آ رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانوں کی وہ جمعیتیں جو فکری جمود کا شکار ہو کر اپنے حال پر قائع رہتی ہوئی زندگی بسر کرنے لگیں وہ ان قوموں کے ہاتھوں سے مغلوب ہو کر مٹتی چلی گئیں جو اپنی ذہنی اور عملی سرگرمیوں کو جاری رکھنے پر مجبور ہو کر ترقی کی طرف قدم بڑھاتی رہیں ۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہر قوم کے قوائے فکر و عمل ایک مدت کے لیے تیز اور متحرک نظر آتے ہیں جس کے بعد وہ قوم غفلت کی نیند سو کر ان امراض کا شکار بن جاتی رہی ہے ۔

جو قوموں کے زوال کا باعث ھیں - قوموں کا باھمی تصادم اور اختلاط عام طور پر انسانوں کے قوائے فکر و عمل کو تیز تر کرنے کا سبب بنتا رھا ھے - انسانوں کی جو جمعیتیں کٹ کر الگ پڑی رھیں وہ بہت کم ترقی کر سکیں - تسمانیا ، آسٹریلیا ، جنوبی اور وسطی افریقہ اور امریکہ کے قدیم باشندوں کی حالت اس نظریہ کا بین ثبوت ھے جو انیسویں صدی مسیحی میں قدیم ترین ادوار کی سی زندگی بسر کر رھے تھے حالانکہ یورپ و ایشیا کی اقوام کی باھمی کشمکشیں علم و ھنر کے لحاظ سے انہیں بہت زیادہ ترقی یافتہ حالت تک پہنچا چکی تھی - فرنگی جب بارود سے چلنے والی بندوقیں لے کر دنیا کو فتح کرنے کے لیے نکلے تو متذکرہ صدر ملکوں اور جزیروں کے باشندے پتھر کے زمانے کے ھتھیار استعمال کر رھے تھے اور دوسری مدنی اور عمرانی ترقیوں اور فکر و عمل کی نئی تحریکوں سے یکسر بے بہرہ نظر آتے تھے -

فکری ' علمی اور روحانی تحریکیں

انسان کی نوع کو ترقی کی شاھراہ پر گامزن رکھنے کے لیے اس کی فکری ، علمی اور روحانی تحریکیں کام کرتی رھی ھیں - یہ تحریکیں اسی وقت سے ترقی کرتی چلی آ رھی ھیں جب انسانی حیوان کے دماغ میں سوچ بچار کی پہلی شعاع پیدا ھوئی اور اس جانور نے مشاھدے اور تجربے سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا - موجد ھونے کے اعتبار سے اس انسان کا درجہ جس نے پہلے پہل چقماق پتھر کو رگڑ کر تیز دھار والے ھتھیار بنانے کی بات سوچی اس سائنس دان کے درجے سے کم نہیں جس نے یورینیم کے ذرات کو توڑ پھوڑ کر ایٹم بم ایجاد کیا - اسی طرح کمان سے تیر پھینکنے کا اصول دریافت کرنے والا انسان ان جرمن سائنس دانوں کی صف میں بیٹھنے کا مستحق ھے جنہوں نے اڑن بموں اور راکٹ بموں کے اصول دریافت کئے - جس انسان نے خود رو گندم کی غذائی حیثیت معلوم کر کے اسے باقاعدہ کاشت کرنے کی طرح ڈالی - وہ موجودہ تمدن کا بانی مبانی تھا کیونکہ انسان کی تمدنی اور عمرانی زندگی کی ابتدا اسی نقطے سے شروع ھوتی ھے - اس سے پہلے انسانوں کی ٹولیاں شکار کے

جانوروں کے پیچھے سرگرداں پھرا کرتی تھیں - یا جنگل کی قدرتی پیدا وار پر بسر اوقات کیا کرتی تھیں - جس انسان نے سب سے پہلے ستر پوشی اور باقاعدہ ازدواج کی ضرورت محسوس کرکے اپنے ہم نوعوں کو اس کی تعلیم دی - وہ غالباً نوع انسان کا پہلا اخلاق معلم تھا - اسی طرح ایک کنبے یا خاندان کے جس بزرگ نے افراد خاندان کے باہمی تعلقات کے قواعد وضع کئے وہ پہلا قانونی مفکر تھا - غرض ہم انسان کی موجودہ ترقی یافتہ زندگی کے جس پہلو پر بھی غور کریں اس کا سنگ بنیاد انہی اولیں معماروں کے ہاتھوں سے رکھا ہوا نظر آئے گا جو پہلے پہل اپنی سوچ بچار سے کام لے کر زندگی کو بہتر ، خوشگوار تر اور محفوظ تر بنانے کے لیے تدبیریں سوچنے لگے تھے - ہمارا موجودہ تمدن نوع انسانی کے ہزاروں بلکہ لاکھوں سال کے مشاہدوں ، تجربوں ، فکری ترقیوں ، روحانی اور اخلاقی تحریکوں کا ماحصل ہے - جس کی تعمیر میں ہر دور ، ہر زمانے ، ہر قوم اور ہر جامعہ کے مفکروں ، عالموں ، معلموں ، ہنر وروں اور مذہبی پیشواؤں نے زبردست حصہ لیا ہے - انسان کو شکاری درندہ ہونے کی حالت سے نکال کر " انسان " بنانے یعنی اس کی سیرت و عادت میں نیکی ، پارسائی ، خوش معاملگی ، حسن سلوک ، محبت ، رافت ، حلم ، عفو ، عدل ، حق شناسی اور نوعی خیر خواہی وغیرہ کے اچھے فضائل پیدا کرنے اور انہیں ترقی دینے میں دینی پیشواؤں ایسی برگزیدہ ہستیوں نے جو کام کئے ہیں - وہ انسان کی ہر گونہ ترقیوں میں ممتاز ترین اور مفید ترین حیثیت رکھتے ہیں - یہی وہ لوگ ہیں جن کے سامنے انسانوں کی بڑی بڑی جمعیوں نے بہ طیب خاطر عقیدت و نیاز کی گردنیں جھکائی ہیں - انہی کی تعلیمات شر ، ضرر اور مصیبتوں سے بھری ہوئی دنیا میں انسانی قلب و روح کے لیے تسکین کا سرمایہ بنتی رہی ہیں - انہی نے نوع انسانی کو آخر کار ان مصیبتوں ، کلفتوں ، ظلموں ، برائیوں ، مضرتوں وغیرہ سے نجات پانے کی بشارتیں دی ہیں جن میں نوع انسانی بدو شعور سے مبتلا نظر آرہی ہے اور جن سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ پیہم جاہد و کوشاں ہے -

سیاسی اور اجتماعی تحریکیں

نوع انسانی کی سیاسی اور اجتماعی تحریکوں کا حال اس کتاب میں اپنی اپنی جگہ پر بیان کیا جا چکا ہے ۔ انسانوں کو اپنی اجتماعی زندگی منظم رکھنے کے لیے ہمیشہ کسی نہ کسی شکل کا حکومتی نظام قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے ۔ بعض قومیں پنچایتی حکومت کے مختلف طریقوں کا تجربہ کرتی رہیں بعض نے مطلق العنان بادشاہیاں قائم کیں ۔ اکثر انسانوں کی جابر و قاہر جمعیتوں نے دوسروں پر طاقت کے بل پر حکمرانی کی اور انہیں غلام ، اسیر اور محکوم بنا کر ان کی محنتوں سے فائدہ اٹھایا ۔ ایک دور ایسا بھی آیا جب حکمرانوں اور بادشاہوں کو دیوتاؤں کا یا خدا کا نائب سمجھا جاتا تھا ۔ پھر ایسے ادوار بھی آتے رہے جب جابر و قاہر جماعتوں نے اپنی حاکمانہ حیثیت برقرار رکھنے کے لیے بادشاہوں کو خدائی شان کا مظہر قرار دیا ۔ ایسے بادشاہوں نے اپنی مطلق العنانی کے اقتدار کے بل پر خدا ہونے کے دعوے کئے اور محکوموں سے سجدے کرائے اور اپنی رعایا کے جان و مال کو اپنی ذاتی املاک خیال کیا ۔ اقوام عالم کی تاریخ ایسے بادشاہوں اور حکمرانوں کے حال سے بھی خالی نہیں جو اپنے منصب اور اقتدار کو ان فرائض کے بجا لانے کے لیے استعمال کرتے تھے جن کے لیے ان کی قوموں نے انہیں حکمران بنایا تھا ۔ مختلف قوموں نے مختلف ادوار میں کئی قسم کے پنچایتی طریقوں کے تجربے کئے ۔ عصر حاضر میں عوام کی نمائندہ حکومتیں قائم کرنے کے تجربے ہو رہے ہیں لیکن یہ نمائندہ حکومتیں بھی نقایص سے مبرا نہیں ۔ اقوام عالم کے تاریخی حالات اس حقیقت کا اعلان بہ بانگ دھل کر رہے ہیں کہ حکومت خواہ کسی طرز کی ہو جب تک وہ اپنے ظلم و ستم کے باعث عام لوگوں کے لیے ناقابل برداشت نہیں ہو جاتی قائم رہتی ہے ۔ ناقابل برداشت ہو جانے کے بعد وہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتی ۔ اس سلسلے میں نوع انسانی کے افکار جس حالت تک پہنچ چکے ہیں ان کا ذکر ہم گزشتہ باب کے آخری تبصرے میں کر چکے ہیں ۔ یہاں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ۔

حال اور مستقبل

سوال یہ ہے کہ انسان کی نوع کس انجام کی جانب سفر کر رہی ہے ؟ آیا اس کے سفر حیات کی کوئی آخری منزل بھی ہے یا نہیں ؟ نوع انسانی کی گزشتہ زندگی کا ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ بہ حیثیت مجموعی انسان آگے کی طرف قدم بڑھاتا چلا آ رہا ہے ۔ لہذا توقع کی جا سکتی ہے کہ آئندہ بھی وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اسی طرح ترقی کرتا چلا جائے گا ۔ شروع ہی سے انسان کے نیک اور برے امیال کے درمیان کشمکش جاری چلی آ رہی ہے ۔ عصر حاضر کا انسان بھی انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے اس کشمکش میں اسی طرح مبتلا ہے جس طرح دور شکار یا اس سے پہلے زمانے کا انسان مبتلا تھا ۔ آج بھی ہم قوموں کی سیاست کو دور شکار کی قبیلوی عصبیت سے اسی طرح متاثر پا رہے ہیں جس طرح ابتدائی شکاری دور زندگی میں انسانوں کی ٹولیاں متاثر ہؤا کرتی تھیں ۔ انسانوں کی جمعیتیں مختلف قوموں کے نام سے نسل ، رنگ ، نژاد اور جغرافیائی ہم سکونتی کے امتیازات و اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے پر غالب بننے کے لیے جاھد و کوشاں ہیں ۔ یہ جذبہ آئے دن قوموں اور ملکوں کے درمیان جنگ و جدال برپا کرنے کا موجب بنتا رہتا ہے ۔ دینی اور مذہبی پیشواؤں اور مفکروں نے انسان کے اندر محبت باھمی اور حلم و رافت ، حق شناسی اور عدل و انصاف کے جو اوصاف پیدا کرنے کی کوششیں کیں ان کے باوجود انسان کی نوع وحشت اور درندگی کے ان رجحانات سے بالا نہیں ہوسکی ۔ جو انسانی نسل کے اندر اس وقت پیدا ہوئے جب اسے زندہ رہنے کے لیے جنگل کے وحشی جانوروں اور درندوں کا مقابلہ درپیش تھا اور انسان بھی حیوانوں میں کا ایک حیوان تھا ۔ یہ صحیح ہے کہ انسانیت کے ارتقا اور انسانی فکر کی ترقی نے انسان کی دماغی صلاحیتوں کو صلح و آشتی اور امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے ذرایع سوچنے اور وسایل دریافت کرنے کی طرف راغب کر دیا ہے اور ایسے بلند مقاصد پیش نظر آ گئے ہیں جو باھمی جنگ و جدال کو ختم کرکے انسان کو اپنی مشکلات کے ارتفاع کے لیے

عمومی جد و جہد کرنے کی دعوت دے رہے ہیں لیکن عصر حاضر کی تحریکات اور کیفیات اشارہ کر رہی ہیں کہ ابھی نوع انسانی کو باہمی جنگ و جدال کے بہت سے معرکوں میں سے گزرنا پڑے گا جن میں سے ہر ایک معرکہ پہلے معرکے کی بہ نسبت شدید تر، ہولناک تر اور زیادہ ہلاکت پاش بنتا چلا جائے گا اور کوئی عجب نہیں کہ آنے والا انسان دور وحشت و بربریت کے انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ سفاک ثابت ہو۔ اور انسانوں کی جمعیتیں نئے نئے علمی انکشافات اور ہلاکت بار ایجادات کے بل پر ایک دوسرے کو کلی طور پر محو کر دینے کے درپے ہو جائیں۔ زندگی کو مسعود تر اور با آرام تر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ نوع انسانی کی جمعیتوں میں یکساں قسم کی تعلیم و تربیت عام کی جائے۔ لیکن یہ بات بحالات موجودہ ناممکن نظر آ رہی ہے اور علاوہ بریں انسانی نسل کی افزایش کی رفتار تعلیم و تربیت کے انتظامات کی رفتار سے تیز تر ہے۔ اس لیے بہت سی جمعیتیں اور بہت سے انسان تعلیم و تربیت سے محروم رہ کر انسانی معاشرے میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا کرنے کا موجب بنتے رہتے ہیں۔ افکار و تصورات کی بوقلمونی، تعلیم و تربیت کی سست رفتاری اور قبیلوی یا فکری عصبیت کی بنا پر دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کے جذبات نوع انسانی کے کسی اچھے مستقبل کا پتہ نہیں دیتے۔ بلکہ اس خطرے کا اظہار کر رہے ہیں کہ انسانیت اپنے لیے بیش از بیش مشکلات پیدا کر کے اپنی زندگی کو تلخ تر بناتی چلی جائے گی۔ البتہ ایک بات ظاہر ہے وہ یہ کہ علمی تفتیش نے نیچر کی نئی نئی طاقتوں کی دریافت اور ان سے کام لینے کی صلاحیتوں کے جو دروازے کھول دیئے ہیں اور ایجادات کے میدان میں جس تیزی کے ساتھ پیش قدمی جاری ہے۔ وہ انسان کو نہ معلوم کہاں سے کہاں تک پہنچا دے گی۔ انسان

حسب عادت مستمرہ ان نئی نئی دریافتوں اور ایجادوں کو باھمی جنگ و جدال کے لیے بھی استعمال کرتا چلا جائے گا اور زندگی کو مسعود تر بنانے کے لیے بھی استعمال کرتا رہے گا۔ لہذا ایٹم بموں بلکہ اس سے بھی زیادہ ھلاکت بار مشینوں کی ایجاد کے باوجود توقع کی جا سکتی ھے کہ شاید نوع انسانی آخر کار ان مشکلات کو مرتفع کرنے میں کامیاب ھو جائے جو اسے انفرادی اور اجتماعی حیثیتوں سے پیش آرھی ھیں۔

چودھواں باب

جوہری آتش کا زمانہ

اقوام متحدہ کی تنظیم

اپریل ۱۹۴۵ء میں جب کہ جرمنی، اٹلی اور جاپان کی فوجیں جنگ کے ہر تھیٹر میں پسپا ہو رہی تھیں اور صاف نظر آ رہا تھا کہ محوری طاقتوں کا ہار مان لینا اب کوئی دن کی بات ہے تو اتحادی اقوام کے قائدین رزم نے امریکہ کے شہر سان فرانسسکو میں ایک بزم منعقد کی جس کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنے اور امن قائم رکھنے کی تدابیر سوچنا تھا۔ کوئی اکاون قوموں کے نمائندے اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور قرار پایا کہ امن کی خاطر اقوام متحدہ کی ایک انجمن بنائی جائے جس کا نظام اس جمعیۃ الاقوام کے نظام کی بہ نسبت زیادہ جامع اور زیادہ مؤثر ہو جو اس صدی کی پہلی جنگ عظیم (۱۴-۱۹۱۸ء) کے خاتمے پر بنائی گئی تھی۔ ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو یو۔ این۔ او یعنی تنظیم اقوام متحدہ کا پہلا اجتماع بمقام لندن منعقد ہوا جس میں اکاون قوموں کے نمائندے شامل ہوئے۔ اس اجلاس میں طے ہوا کہ یو۔ این۔ او کی جنرل اسمبلی کا اجلاس سال بسال منعقد ہوا کرے۔ جس میں بین الاقوامی اہمیت کے تمام مسائل زیر بحث لائے جائیں۔ اس کے علاوہ "سلامتی کی کونسل" کے نام سے ایک مستقل مجلس قائم کر لی جائے جس کا کام دنیا کا امن قائم رکھنے کے لیے کوشاں رہنا اور قوموں کے متنازعہ فیہ امور کا تصفیہ افہام و تفہیم سے کرانا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اقتصادی اور معاشرتی امور کی ایک کونسل بنائی گئی۔ ایک کونسل تولیت یعنی ٹرسٹی شپ کی بنائی گئی جس کا وظیفہ محوری ملکوں کے سابقہ مقبوضہ ملکوں کی نگرانی قرار پایا۔ ان کے علاوہ اور کونسلیں، مجلسیں، ماتحت کمیٹیاں، ادارے اور کمیشن بنائے گئے۔ ایک کمیٹی انسانیت کے بنیادی حقوق معین کرنے کی غرض سے قائم کی گئی اور ایک کمیشن ایٹم

کی طاقت پر بین الاقوامی کنٹرول قائم کرنے کی غرض سے بٹھایا گیا ۔ کیونکہ ایٹم بم کی ایجاد نے سارے عالم انسانیت کو اپنے مستقبل کے متعلق فکر مند اور خائف بنا دیا تھا ۔

اشتراکی بلاک اور جمہوری بلاک

سوویٹ یونین محوری طاقتوں کے مقابلے میں مغربی اتحادیوں یعنی برطانیہ ، امریکہ اور فرانس وغیرہ کا حلیف تو بن گیا اور اس اتحاد کی برکت سے اتحادیوں نے جرمنی ، اٹلی اور جاپان کو شکست فاش دے کر فتح حاصل کر لی ، لیکن سوویٹ یونین اور مغربی اتحادی دونوں جانتے تھے کہ ان کے معاشرتی اصول بنیادی طور پر ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں اس لیے ان کا جنگی اتحاد محض جنگ کے خاتمہ تک ہے ، اس کے بعد سب کو اپنی اپنی الگ راہ اختیار کرنی پڑے گی ۔ جنگ کا نتیجہ اس شکل میں برآمد ہوا کہ سوویٹ روس کی فوجیں مشرقی یورپ کے تمام ملکوں پر اور جرمنی کے نصف حصے پر قابض ہو گئیں ۔ مشرق بعید میں اس کی فوجوں نے مانچوریا کے ملک پر اور کوریا کے ایک حصے پر قبضہ جما لیا ۔ سوویٹ یونین کی اس فتحمندی اور کامیابی کو امریکہ اور برطانیہ کے مدبر حسد ، رقابت اور خطرے کی نگاہوں سے دیکھنے لگے ۔ اور جنگ کے خاتمے کے بعد جلد ھی نظر آنے لگا کہ مستقبل اشتراکی معاشرتی نظام رکھنے والے ملکوں اور سرمایہ دارانہ معاشرتی نظام والے ملکوں کی باھمی کشمکش کے تماشے دکھائے گا اور یہ دونوں نظام ایک دوسرے پر غالب آنے کی ھر ممکن کوشش کرتے رھیں گے ۔ سوویٹ یونین نے یو ۔ این ۔ او کی سیکوریٹی کونسل میں ویٹو کا حق منوا لیا تاکہ سرمایہ دارانہ نظام والے ملک ووٹوں کی اکثریت سے اس کے کسی جائز حق کو پامال نہ کر سکیں ۔ اس کے بعد بین الاقوامی اھمیت کے اکثر امور میں سوویٹ یونین اور مغربی اتحادیوں کے نقطہ ھائے نگاہ کا فرق بین طور پر ظاھر ھونے لگا تاآنکہ امریکہ والے سوویٹ یونین کے مقابلے کے لیے ایٹم بم تیار کرنے کی باتیں کھلم کھلا کرنے لگے اور اس بات پر ناز کرنے لگے کہ ایٹم بم بنانے کا راز صرف ان ھی کو معلوم ہے ۔

اٹامک انرجی کنٹرول کمیشن

روس کے نمائندوں نے ایٹم کی طاقت پر کنٹرول قائم کرنے کے مسئلہ پر غور کرنے والی کمیشن میں بارہا سوال اٹھایا کہ ایٹم بم کا استعمال بین‌الاقوامی قانون کے رو سے ممنوع قرار دے دیا جائے اور جتنے ایٹم بم اس وقت تک بنائے جا چکے ہیں وہ تلف کر دیے جائیں۔ لیکن امریکہ نے ایٹم بم کا اجارہ دار ہونے کے باعث سوویٹ یونین کی اس تجویز پر کان نہ دھرا بلکہ اس کے مقابلے میں اس نے برطانیہ کلاں اور کینیڈا کو بھی ایٹم بم کے راز میں شریک بنا کر سوویٹ یونین کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی۔ نیز اعلان کر دیا کہ اس کے کارخانے ایٹم بم تیار کر رہے ہیں۔ اس کی تجربہ گاہوں میں پہلے ایٹم بم سے کئی گنا طاقت رکھنے والے ایٹم بم بنانے کے تجربے جاری ہیں۔ اس کے علاوہ امریکہ کے صدر ٹرومن نے اپنے ہاں کے سائنسدانوں کو ہائیڈروجن بم یا جہنمی بم تیار کرنے کے لیے تجربہ کرنے کی اجازت بھی دے دی جس پر کروڑوں ڈالر کے صرف کا اندازہ لگایا جا رہا تھا۔ ادھر سوویٹ یونین کے وزیر خارجہ موسیو مولوٹوف نے ۱۹۴۷ء میں اعلان کر دیا کہ روس کو بھی ایٹم بنانے کا راز معلوم ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہلاکت بار ایجادیں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ امریکہ میں موسیو مولوٹوف کے اس دعوی کو محض تعلی سمجھا گیا۔ امریکہ نے نئے ایٹم بموں کے تجربے بھی اسٹیج کیے تاکہ ان کے ہلاکت آفرین اثرات کا اندازہ لگایا جا سکے۔

۱۹۵۰ء میں امریکہ کے صدر ٹرومن کو اعلان کرنا پڑا کہ ایٹم بم کا راز روس کو بھی معلوم ہے اور سوویٹ یونین کی مملکت سے ایسے ہی ایک بم کے پھٹنے کا دھماکہ محسوس کر لیا گیا ہے۔ تاحال کنٹرول کمیشن کی بحثیں کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکیں اور عصر حاضر کی دو بڑی طاقتیں جن میں سے ہر ایک عالمگیر اقتدار کے خواب دیکھ رہی ہے۔ ایٹم بم اور جہنمی بم تیار کرنے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کر رہی ہیں تاکہ آئندہ جنگ میں انسانی تمدن کو خاک سیاہ

کر دینے کے معاملے میں ایک دوسرے پر فوقیت کا ثبوت پیش کر دکھائیں۔

وزرائے خارجہ کی کانفرنسیں

جرمنی نے سات مئی کو ہتھیار ڈال دیے تھے۔ ۵ جون ۱۹۴۵ء کو چار بڑی طاقتوں روس، امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی حکومتوں نے اس مضمون کا مشترکہ اعلان کر دیا کہ جرمنی کی حدود وہی متصور ہوں گی جو ۱۹۳۷ء میں تھیں۔ ازاں بعد ۱۷ جولائی کو پوٹسڈم کے مقام پر چاروں بڑی طاقتوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں طے کیا گیا کہ جب تک شکست خوردہ محوری ملکوں کے ساتھ معاہدے طے نہ کیے جائیں۔ فاتح ملکوں کی فوجیں ان ملکوں پر اور ان خطوں پر جو انہوں نے سر کیے ہیں قابض رہیں گی۔ جرمنی کے ان علاقوں کی حد بندی کی گئی جن پر سوویٹ یونین (روس)، امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے لشکر قابض ہو چکے تھے۔ برلین شہر کو چار حصوں میں منقسم کرکے وہاں چاروں بڑی طاقتوں کے فوجی حلقے بنا لیے گئے حالانکہ یہ شہر سوویٹ یونین کی فوجوں نے سر کیا تھا۔ قرار پایا کہ چاروں بڑی طاقتوں کے وزرائے خارجہ وقتاً فوقتاً آپس میں بات چیت کر کے مفتوحہ اور مقبوضہ ملکوں کے مستقبل کے متعلق راہ عمل اختیار کرتے رہیں گے۔ چنانچہ تین بڑی طاقتوں یعنی سوویٹ یونین، امریکہ اور برطانیہ کے وزرائے خارجہ کی پہلی کانفرنس ۱۶ دسمبر ۱۹۴۵ء کو ماسکو میں، دوسری کانفرنس اپریل ۱۹۴۶ء کو پیرس میں اور تیسری کانفرنس اپریل و مئی ۱۹۴۷ء پھر ماسکو میں منعقد ہوئی۔ آخری کانفرنس تین ہفتے کی بحث و تمحیص کے بعد بے نتیجہ ختم ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ جرمنی کے مستقبل کے بارے میں چار بڑی طاقتوں کے زاویہ ہائے نگاہ میں توافق نہیں۔

پیرس کی صلح کانفرنس

جرمنی کے مستقبل کے متعلق بڑی طاقتیں تو کسی اصول پر متفق نہ ہو سکیں لیکن ان کے وزرائے خارجہ نے دسمبر ۱۹۴۶ء میں اٹلی،

رومانیا ، ھنگری ، بلغاریہ اور فن لینڈ کے ساتھ صلح ناموں کے مسودے تیار کر لیے - جنوری ۱۹۴۷ء میں پیرس میں صلح کانفرنس منعقد کی گئی جہاں ان ملکوں کے ساتھ عہد ناموں پر دستخط ثبت کر دیے گئے - قرار پایا کہ جرمنی کے ساتھ الگ اور جاپان کے ساتھ الگ صلح نامہ طے کیا جائے گا -

نئے آزاد ملکوں کا ظہور

دو بڑی اتحادی قومیں یعنی برطانیہ اور امریکہ نے جنگ کے دوران میں اعلان کیا تھا کہ اگر اتحادی قومیں جنگ میں فتحیاب ہو گئیں تو وہ آزادئ اقوام کو آئندہ بین الاقوامی سیاست کا اصل الاصول بنائیں گے - چنانچہ برطانیہ اور امریکہ نے جنگ کے بعد ان ملکوں کو آزاد کر دینے اور محض سیاسی اور اقتصادی روابطہ کی بنا پر انہیں اپنے ساتھ مربوط رکھنے کی نئی سیاست ایجاد کی اور اس پر عمل شروع کر دیا - اس حکمت عملی کو شاھنشاھی اقتدار رکھنے والی دوسری طاقتوں نے بھی اختیار کر لیا - اور دنیا میں نئے نئے آزاد ملک ظاھر ہونے لگے - جن کا حال ذیل میں الگ الگ عنوان کے تحت درج کیا جاتا ھے -

شرق اردن

پہلی جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کی سیاست نے فلسطین کے پہلو میں شرق اردن کے نام سے ایک ریاست قائم کی جو برطانیہ کے زیر حمایت چلی آ رھی تھی - دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانی شہنشاھیت نے اپنی نئی سیاست کو بروئے کار لاتے ھوئے اس زیر حمایت ریاست کو مکمل طور پر آزاد کر دینے کا اعلان کر دیا اور اس اعلان کے ساتھ ھی اس کے والی امیر عبداللہ سے حلفت کا ایک معاھدہ طے کر لیا - اس طرح بین الاقوامی قانون میں شرق اردن کی ایک آزاد مملکت معرض ظھور میں آ گئی -

فلپائن

مجمع الجزائر فلپائن کی مملکت جنگ عظیم سے پہلے ایک آزاد جمہوریت بن چکی تھی جو امریکہ کے زیر اثر تھی - جنگ کے دوران میں جاپان کے لشکروں نے ان جزیروں پر فاتحانہ قبضہ جما لیا - اور جنگ کے آخری مرحلوں میں امریکہ کے لشکروں نے انہیں پھر جاپان کے ہاتھ سے چھینا - جولائی ۱۹۴۶ء میں امریکہ نے پھر فلپائن کی آزاد جمہوریت تسلیم کر لی اور اس کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی روابط اس حد تک استوار کر لیے کہ عملاً وہ امریکی سلطنت ہی کا ایک حصہ بنی رہی -

یونان

جنگ عظیم کے دوران میں جرمنی کے لشکروں نے یونان پر قبضہ جما لیا تھا - لیکن جب جرمنی کے عساکر سوویٹ یونین کی فوجوں کے سامنے تیزی کے ساتھ پس پا ہونے لگے اور روس کی فوجیں یلغار کرتی ہوئی رومانیہ اور بلغاریہ کی راہ سے یونان کی طرف بڑھتی نظر آنے لگیں تو برطانیہ اور امریکہ کی فوجوں نے پیش دستی کر کے یونان کی سر زمین پر قبضہ جما لیا - جنگ کے خاتمے پر یونان میں اپنی قومی حکومت کی بحالی کی تحریکیں اٹھیں - ان میں سے ایک تحریک یونان کے اشتراکیوں کی بھی تھی - لیکن ستمبر ۱۹۴۶ء میں برطانیہ اور امریکی سیاست اس ملک میں بادشاہیت قائم کرانے میں کامیاب ہو گئی - جس کے خلاف اشتراکی پارٹی مسلح جد و جہد کرنے لگی - اشتراکیوں کی شورش بلطائف الحیل دبا دی گئی اور یونان میں ایک قومی حکومت قائم ہو گئی -

بھارت اور پاکستان

ہندوستان کا بر صغیر برطانی سلطنت کا ایک جزو چلا آ رہا تھا جہاں برطانی سیاست نئے آئینی اصلاحات بالاقساط رائج کر کے ایک قسم

کی ذمہ دار جمہوری پارلیمنٹری حکومت قائم کر رکھی تھی - اسو
بر صغیر کی دو بڑی قومیں ھندو اور مسلمان کامل آزادی حاصل کرنے کے
خواھشمند تھیں اور اس ملک کے باشندے ایک قومی انجمن بنا کر اپنے
نصب العین کے حصول کے لیے کوشاں تھے - لیکن مسلمان آبادی کی
اکثریت کا خیال یہ تھا کہ قومی حکومت میں چونکہ ہندوؤں کی اکثریت
کا عنصر ہمیشہ غالب رہے گا اس لیے مسلمانوں کو ایک الگ وطن
بر صغیر ھند کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں بنا دیا جائے جہاں ا
کی اکثریت ھے - جنگ کے دوران میں برطانی حکومت نے وعدہ کر لیا کہ
جنگ کے خاتمہ پر بر صغیر ھند کے باشندوں کو کامل طور پر آزاد
دیا جائے گا - لیکن ملک کو اکھنڈ رکھنے یا اس کے دو ٹکڑے
لینے کا معاملہ ھندوؤں اور مسلمانوں کو خود آپس میں طے کر لی
چاھیے - اس نقطہ پر ھندو آبادی اور مسلمان آبادی کے باہمی اختلافا
شدت اختیار کرتے کرتے کشیدگی اور کشیدگی سے مخاصمت کی صورت
اختیار کرتے چلے گئے - تا آں کہ جنگ عظیم کے خاتمہ پر جب
ھندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو صاف طور پر نظر آنے لگا کہ برطا
حکومت فی الواقعہ شاھنشہی اقتدار سے دست بردار ہونے پر آمادہ ھے
اس مخاصمت نے فرقہ وار فسادات کی شکل اختیار کر لی - ان فساد
کو نہ تو ھم خانہ جنگی کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ھیں اور نہ اسے
قوموں کی باقاعدہ جنگ کا نام دے سکتے ھیں - کیفیت ان فسادات کی
تھی کہ شہروں میں ایک دوسرے کے افراد کو چھرا گھونپ کر ھلا
کرنے اور اس طرح دوسروں کو نیچا دکھانے کی کوشش کر
کے مظاھرے بڑھ چڑھ کر رونما ھونے لگے - ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو کلک
میں اس قسم کی خونریزی ایسی شروع ھوئی کہ پھر اس کی شدت بڑ
اور پھیلتی چلی گئی - کلکتہ کے بعد بمبئی کے گلی کوچے انسانیت
خون سے رنگین ھونے لگے پھر یہ کیفیت مشرق بنگال کے ضلع نوا کھ
میں عام بد امنی کی صورت اختیار کر گئی ، جہاں ھندو آبادی کو ـ
اور مالی نقصانات برداشت کرنے پڑے - اور عارضی طور پر گھر
چھوڑنے پڑے - اس کے بعد صوبہ بہار میں ھندو اکثریت نے مسلم

اقلیت پر ایک منظم سازش کے ساتھ حملہ بول دیا اور اس صوبے کے دیہات میں اور نیز شہروں میں مسلمانوں کا قتل عام بے دریغ کیا گیا۔ کچھ اسی قسم کی کیفیات ۱۹۴۶ء میں صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کے بعض اضلاع میں اور ہندوستان کے بعض دیگر مقامات پر بھی رونما ہوئیں جن کی وسعت اور شدت بڑھتی ہی چلی گئی۔

مارچ ۱۹۴۷ء میں پنجاب میں مسلمانوں کی سیاسی جماعت مسلم لیگ کی حکومت کے قیام کے امکانات روشن ہوئے تو سکھوں اور ہندوؤں نے اس کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے اور فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ اس ہنگامہ آرائی میں پنجاب کے مغربی اضلاع میں ہندو اور سکھ آبادیوں کو اسی قسم کے وحشیانہ برتاؤ کا سامنا ہؤا جو چند ماہ پہلے بہار کے مسلمانوں کو پیش آ چکا تھا۔ پنجاب میں یہ فرقہ وارانہ فسادات ایسے شروع ہوئے کہ ترقی کرتے کرتے لاکھوں انسانوں کی تباہی اور خانماں بربادی پر جا کر منتج ہوئے جس کا حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ ہندوستان کی خاک مسلمانوں اور ہندوؤں کے خون سے اس طرح لالہ زار بن رہی تھی اور انگریز کی سیاست ملک کو جلد سے جلد کامل طور پر آزاد کر دینے کے لیے بیتابی کا اظہار کر رہی تھی۔ جون ۱۹۴۷ء میں برطانی حکومت نے اعلان کر دیا کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک ملک کو آزاد کر دیا جائیگا۔ حکومت کا کاروبار سنبھالنے کے لیے ایک عبوری حکومت جو اہل ہند کے سیاسی نمائندوں پر مشتمل تھی قائم کی جا چکی تھی۔ اگست کے آغاز میں کانگرس اور مسلم لیگ کے لیڈروں کے مشورہ سے برصغیر ہند کی تقسیم کا اعلان کر دیا گیا۔ ایک حصہ پاکستان بنا اور دوسرا بھارت کہلایا۔ جب سیاسی اعتبار سے یہ ترقیاں معرض وجود میں لائی جا رہی تھیں تو ملک بھر میں بد امنی اور خونریزی کا بازار خوب گرم تھا جو گرم سے گرم تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اب وسیع پیمانے پر گھروں اور عمارتوں کو آگ لگانے، بم پھینکنے، آتشیں اور فولادی اسلحہ سے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے معرکے ظہور پذیر ہو رہے تھے۔ اگست کے دوسرے ہفتے میں پاکستان کا چارج لینے والی حکومت،

دفاتر کا حصہ بانٹ کر کراچی آ گئی - اور ۱۴ اگست کی شام کو کانگرس کی وزارت نے نئی دھلی میں بھارت کی آزاد حکومت کا چارج لے لیا اور مسلمانوں کے قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کا پہلا گورنر جنرل ہونے کی حیثیت سے پاکستان کی آزاد حکومت کی عنان سنبھال لی - پنجاب اور بنگال کے صوبے بھارت اور پاکستان کے درمیان آدھے آدھے تقسیم کر دیئے گئے تھے - پنجاب میں فسادات کے پیش نظر بارہ وسطی اضلاع میں امن قائم رکھنے کے لیے ایک جداگانہ لشکر باؤنڈری فورس کے نام سے مقرر کر دیا گیا تھا - جو خانہ جنگی اور بد امنی کو فروغ دینے کا وسیلہ ثابت ہوا - اعلان آزادی بلکہ قیام آزادی کے ساتھ ہی مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے وحشیانہ قتل عام کی ایک زبردست مہم شروع کر دی گئی - جس کی تیاریاں پہلے سے کی جا چکی تھیں - سکھوں کے مسلح جتھوں نے متذکرہ صدر باؤنڈری فورس کے دستوں کی مدد سے مسلمان آبادیوں پر حملے کئے اور دو ہفتے کے اندر اندر ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ یا نذر آتش کر کے خانماں برباد کر دیا گیا - ان کے قافلے سکھوں کے حملوں کا تختۂ مشق بنتے ہوئے پاکستان کی طرف آنے لگے - بھارت اور پاکستان کی حکومتوں نے مشرقی پنجاب اور مغربی پنجاب کی مسلم اور غیر مسلم آبادی کا تبادلہ کر لینے کی بات ٹھہرا لی - لہذا مغربی پنجاب سے بھی ہندو اور سکھ اپنے گھروں سے اٹھا دیئے گئے - اور وہ بھی قافلوں کی شکل میں مشرقی پنجاب کی طرف کوچ کرتے نظر آنے لگے - مغربی پنجاب میں بھی انتقامی اور جوابی خونریزی کے واقعات رونما ہوئے لیکن یہ واقعات کسی منظم سازش اور تیاری کا نتیجہ نہ ہونے کے باعث اتنے جامع ، اتنے شدید اور اتنے ہمہ گیر نہ تھے جتنے کہ مشرقی پنجاب میں اور اس کے بعد ہندوستان کے دوسرے اقطاع میں رونما ہوتے چلے گئے - ان ہنگاموں میں کوئی ایک کروڑ جانیں غیر طبعی حادثات و حالات کا شکار ہو کر تلف ہو گئیں - بیس لاکھ کے قریب انسان قتل و خونریزی کا شکار ہوئے - لاکھوں کیمپوں میں رہنے کے باعث وباؤں کا شکار ہو کر مر گئے - لاکھوں سفر کی مشکلات کی نذر ہو گئے اور لاکھوں انتقال وطن کرنے کے بعد

آبادکاری اور بحالی کے انتظار میں جان توڑ توڑ کر مر گئے ۔

ان زہرہ گداز حالات میں بھارت اور پاکستان کے دو نئے ملک معرض ظہور میں آئے لیکن معرض ظہور میں آنے کے ساتھ ہی کشمیر کی ریاست پر قبضہ جمانے کی سعئی مسابقت کے باعث دونوں ملکوں کے درمیان ایک بے اعلان کی جنگ چھڑ گئی ۔ پاکستان کی فوجوں نے ریاست کے مغربی اور شمالی اضلاع پر قبضہ جما لیا اور ہندوستان کی فوجیں ریاست کے جنوب مشرق اور وسطی اضلاع پر قابض ہو گئیں ۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء سے لے کر یکم جنوری ۱۹۵۰ء تک محدود پیمانہ پر لڑائی جاری رہی اور اس کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ کی سیکیوریٹی کونسل (سلامتی کی کونسل) کے سامنے مسئلہ پیش رہا ۔ جس نے مسئلہ کشمیر پر دونوں ملکوں کے درمیان مفاہمت کرانے کے لیے ایک کمیشن مقرر کر دیا ۔ اس کمیشن کی کوششوں سے یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو جنگ بند ہو گئی ۔ اور سیکیوریٹی کونسل نے اس مضمون کی قرار داد منظور کی کہ ریاست کے مستقبل کا فیصلہ عام رائے شماری کی بنا پر کرایا جائے اور اس کے لیے حالات درست کئے جائیں ۔ اس وقت سے حالات درست کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں لیکن ابھی تک فضا ساز گار نہیں بنی ، کوشش جاری ہے ۔

کشمیر کے علاوہ بھارت اور پاکستان کے درمیان متعدد اور بڑے مسائل بھی حل طلب پڑے ہیں ۔ جن پر دونوں ملکوں کی کشیدگی فیصلہ کن جنگ کے خطرات کی حامل نظر آنے لگتی ہے ۔

انڈونیشیا

انڈونیشیا شرق الہند کے اس مجمع الجزائر کا نام ہے ۔ جو سولھویں صدی مسیحی سے ہالینڈ کے مقبوضات چلے آ رہے تھے ۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں جاپان کی فوجوں نے ہالینڈ کی فوجوں کو زیر کر کے ان جزیروں پر قبضہ جما لیا اور اس کے ایک جزیرہ جاوا میں ایک آزاد قومی جمہوری حکومت قائم کر دی ۔ ۱۹۴۵ء میں جب جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے تو اس ملک پر جاپانی فوجیں قابض رہیں لیکن ان کی کمان اتحادی

افسروں نے سنبھال لی تھی۔ برطانیہ کی افواج نے انڈونیشیا کے ایک
حصے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد ہالینڈ کی ڈچ افواج نے ملک کو پہلے
طرح اپنے زیرنگیں کرنے کی مہم شروع کر دی ۔ جمہوریت کی فوج
سے ٹکر ہوئی ۔ جنگ چھڑ گئی اور معاملہ اقوام متحدہ کی سیکیورٹی
کونسل کے ہاتھ میں جا پہنچا ۔ سیکیورٹی کونسل نے انڈونیشیا
لیے ایک کمیشن بٹھایا جس نے موقع پر جا کر جنگ بند کرانے
کوشش کی ۔ آخر بڑی کشمکش کے بعد ہالینڈ کی حکومت نے ریا
ہائے متحدہ انڈونیشیا کی آزادی کو تسلیم کر لیا اور آزاد انڈونیشیا
ساتھ اتحاد و اشتراک عمل کا ایک پکا معاہدہ طے کر لیا ۔ جس کی
سے ہالینڈ اور انڈونیشیا تاج ہالینڈ کے دو مساوی رتبہ ملک قرار پائے
ان ملکوں نے طے کر لیا کہ خارجہ امور ، دفاع اور اہم اقتص
معاملات میں دونوں ملک باہمی مشورہ سے پالیسی طے کیا کریں گے

ہند چینی

جنگ کے خاتمے پر جزیرہ نمائے ہند چینی میں بھی قومی آ
حاصل کرنے کی تحریک اٹھی ۔ اس ملک کی ریاستیں اور علاقے
کی سلطنت کا جزو چلے آرہے ہیں ۔ فرانس نے اس ملک کو آزاد
میں تامل سے کام لیا بلکہ آزادی کی تحریک کو بزور دبانے کی ک
کی ۔ نتیجہ اس شکل میں رونما ہوا کہ اندرون ملک میں ویٹ منہ کے ق
ایک اشتراکی ریاست معرض وجود میں آگئی جس کے مقابلے میں
کو ویٹ نام کے نام سے ہند چینی کی آزاد قومی حکومت ایجاد کرنی
ان دونوں ریاستوں کے درمیان کشمکش جاری ہے ۔

برما

برطانیہ کی سیاست نے بھارت اور پاکستان کی طرح اہل د
آزادی کا حق بھی خندہ پیشانی سے تسلیم کر لیا جس پر جنگ کے
میں جاپان کی فوجوں نے قبضہ جما لیا تھا ۔ لیکن آخری مرحلہ میں
فوجیں پھر اس ملک پر قابض ہو گئی تھیں ۔ برما نے برٹش کامن

سے الگ آزاد ریاست بننے کا فیصلہ کر لیا لیکن اپنے تعلقات برطانیہ اور کامن ویلتھ کے ملکوں سے خوشگوار رکھنے کی پالیسی اختیار کی ۔

سیلون ۔ ہندوستان کے جنوب میں سیلون نامی ایک جزیرہ برطانیہ کی نو آبادی شمار ہوتا تھا ۔ برطانیہ کی نئی سیاست نے اسے بھی آزاد کر دیا ۔

اسرائیل

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر فلسطین کا ملک برطانی حکمداری کی تحویل میں آیا تھا ۔ برطانی سیاست نے فلسطین میں یہودیوں کو گھر بنا کر دینے کا وعدہ کر رکھا تھا لہذا یورپ اور امریکہ کے یہوذی فلسطین کے ایک حصہ میں آباد ہوتے رہے ۔ ۱۹۳۵ء میں فلسطین کو عربوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کرنے اور ایک خطہ کو برطانیہ کے قبضے میں رکھنے کی اسکیم تیار کی گئی ۔ جسے عربوں اور یہودیوں دونوں نے مسترد کر دیا ۔ ۱۹۳۹ء کے آغاز میں جب برطانیہ عظمے نے محسوس کیا کہ ایک نئی جنگ عظیم آنے والی ہے ۔ تو اس نے ایک شاہی اعلان کے ذریعے فلسطین کو دس سال میں آزاد کر دینے کا حتمی وعدہ کر لیا ۔ اسی سال جنگ چھڑ گئی ۔ جنگ کے خاتمہ پر امریکہ نے سوال آٹھایا کہ یورپ کے بے خانماں یہودیوں کو فلسطین میں آباد کر دیا جائے ۔ برطانی حکومت اپنے شاہی اعلان کی وجہ سے اس تجویز کو جامۂ عمل پہنانے سے معذور تھی ۔ اس لیے یہودیوں نے فلسطین میں برطانی انتداب کے خلاف دھشت انگیزی کی مہم شروع کر دی ۔ اور نیو یارک میں زبردست مظاہرے کئے ۔ فلسطین کا معاملہ اقوام متحدہ کے سامنے رکھا گیا اس کی تحقیقاتی کمیٹی نے اس مضمون کی تجویز تیار کی کہ فلسطین کو دو حصوں میں منقسم کر کے ایک حصے کو مملکت اسرائیل بنا دیا جائے ۔ یہ تجویز اگست ۱۹۴۷ء میں تیار کی گئی ۔ اقوام متحدہ کے دباؤ کے ماتحت برطانیہ نے دسمبر ۱۹۴۷ء میں اعلان کر دیا کہ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو حکمداری ختم کر دی جائے گی اور فوجیں یکم اگست ۱۹۴۸ء تک ملک کو خالی کر دیں گی ۔ یہودیوں نے اس اعلان کے ساتھ ہی اپنی عسکری تنظیمات شروع کر دیں

اور ۵ ، مئی کو انتداب کا خاتمہ ہؤا تو یہودیوں نے فلسطین میں حکومت اسرائیل قائم کر لی ۔ امریکہ اور روس نے اس مملکت کو فوراً تسلیم کر لیا ۔ دوسرے ملکوں نے بعد میں مان لیا ۔ اس طرح اسرائیل کے نام سے ایک نئی مملکت ظہور میں آگئی ۔

عرب ریاستوں یعنی شرق اردن ، مصر ، لبنان ، شام اور عراق نے نوزائیدہ مملکت اسرائیل کے خلاف فوج کشی کی اور جنگ شروع ہو گئی ۔ لیکن عالم عیسائیت کی بڑی طاقتیں یہودیوں کی سرپرست تھیں اس لیے اقوام متحدہ کی سیکیوریٹی کونسل نے جنگ بند کرا دی اور عربوں اور یہودیوں میں مصالحت کرانے کے لیے ایک مصالحت کنندہ مقرر کر دیا ۔ پہلے مصالحت کنندہ کو یہودیوں نے قتل کر دیا تو دوسرا مقرر ہؤا ۔ اس نے مملکت اسرائیل کی حد بندی کر دی اور عرب ریاستوں کو ترک جنگ کی پالیسی پر کار بند رہنے پر آمادہ کر لیا ۔

ٹریسٹ

یوگو سلافیہ اور اٹلی کی سرحد پر بحیرہ ایڈریاٹک کے کنارے ٹریسٹ نامی ایک آبادی ہے جو ہمیشہ ان دو ملکوں کے درمیان استخوان مخاصمت بنی رہی ہے ۔ اقوام متحدہ نے ٹریسٹ کے شہر کو ایک آزاد ریاست قرار دے دیا ۔

اشتراکیت کا پھیلاو

یورپ کے جن ملکوں پر سوویٹ یونین کی فوجیں قابض ہو گئیں وہاں کے عوام نے بہت جلد اشتراکیت کا مذہب قبول کر لیا ۔ مزدوروں اور کسانوں کی انجمنیں قائم ہوئیں اور ان انجمنوں نے انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے اشتراکی طرز کی حکومتیں قائم کر لیں ۔ پولینڈ ، زیکوسلاویکیہ ہنگری ، بلغاریہ ، رومانیہ ، آسٹریا اور مشرق جرمنی کے خطے دیکھتے دیکھتے سرخ ہو گئے جو اشتراکیت کا رنگ ہے ۔ اس کے علاوہ دوسرے جمہوری ملکوں اٹلی ، فرانس ، چین ، ہند چینی ، ملایا ، برما ، انڈونیشیا اور ہندوستان (بھارت) میں بھی اشتراکی پارٹیاں غلبہ حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں

ماوتی نظر آنے لگیں - امریکہ کی سیاست اشتراکیت کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ معاشرتی نظام رکھنے والی جمہوریت کو فروغ دے کر دنیا میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی متمنی تھی - اس لیے امریکہ اشتراکیت کی اس ترقی کو اپنے مفاد کے لیے خطرہ سمجھنے لگا اور اس کی کوششیں اس امر پر صرف ہونے لگیں کہ اشتراکیت کا سیلاب رک جائے اور جمہوریت کو فروغ ہو -

چین میں انقلاب

چین کی مملکت اتحادیوں کی قدرتی حلیف تھی کیونکہ جاپان نے دوسری جنگ عظیم شروع ہونے سے بہت پہلے چین پر حملہ کر رکھا تھا - اور متواتر چھ سال سے جنگ ہو رہی تھی - جاپان کی شکست نے چین کو ابھرنے کا موقع دے دیا - از بس کہ چین کی قومی حکومت امریکہ پر بہت کچھ انحصار رکھتی تھی اس لیے امریکہ نے چین کو سیکیوریٹی کونسل کا مستقل رکن بنوا لیا - لیکن چین کے بعض اقطاع میں اشتراکی طرز کی حکومتیں پہلے ہی سے کام کر رہی تھیں - اس لیے جنگ کے خاتمہ پر جب چین کی متحدہ حکومت قائم کرنے کا سوال سامنے آیا تو اشتراکیوں اور قوم پرستوں کے درمیان توافق نظری نہ پیدا ہو سکا - اس لیے چین کے اشتراکیوں اور چین کے قوم پرستوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی - اس مرحلہ پر اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے ، کہ جنگ کے خاتمہ کے قریب مانچوریا کے صوبے پر سوویٹ یونین کی فوجوں نے قبضہ جما لیا تھا ، اور امریکہ اور برطانیہ اس امر پر زور دے رہے تھے کہ سوویٹ کی فوجوں کو اپنے ایک حلیف ملک کی سرزمین سے نکل جانا چاہیے - سویٹ یونین نے اپنی فوجیں پیچھے ہٹا لیں اور صوبے کا قبضہ چین کے اشتراکیوں کو دے دیا - جنوری ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک خانہ جنگی جاری رہی اور آخرکار اشتراکیوں نے مارشل چیانگ کیشک کی قومی چینی حکومت کا خاتمہ کر دیا - جسے امریکہ کے ڈالروں اور اس کے ساز و سامان کی پوری پوری امداد حاصل تھی - مارشل چیانگ کیشک فارموسا کے جزیرے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا جہاں اس نے اپنی قومی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا - اس طرح چین کی

وسیع مملکت نے اشتراکیت کا سرخ رنگ قبول کر لیا۔ امریکہ کی سیاست کو زبردست شکست اور ناکامی کا سامنا ہؤا۔ جو اپنے ڈالروں کے بل بوتے دنیا کے ملکوں میں جمہوری، قومی حکومتیں برپا کرنے اور انہیں اشتراکیت کے مقابلے کے لیے قائم رکھنے کی آرزو مند تھی۔

قضیۂ برلین

مشرق اقصیٰ میں سوویٹ یونین کی سیاست امریکی سیاست کے مقابلے میں اس طرح کامکار ہو رہی تھی۔ اُدھر مغرب میں اس کی سیاست نے مغربی اتحادیوں کو فکر مند بنا رکھا تھا کہ یورپ کے ملک بھی یکے بعد دیگرے اشتراکیت قبول کرتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے جرمنی کے مغربی اقطاع کو جو ان کے فوجی قبضے میں تھے، اشتراکیت سے بچانے کے لیے ایک جداگانہ ملک بنانے کی پالیسی اختیار کرلی کیونکہ انہیں صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر جرمنی کو متحد رکھ کر وہاں ایک ہی جرمن حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ حکومت اشتراکی ہوگی۔ سوویٹ یونین کا نظام اپنے مقبوضہ علاقے میں اتنا اچھا تھا کہ متحدہ جرمن قائم ہونے کی صورت میں مغربی اقطاع کے عوام بھی اشتراکیت سے متاثر ہو کر اشتراکی پارٹی کی حکومت قائم کرنے کی حامی بن جائیں گے۔ اس خطرے کے پیش نظر امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اپنے اپنے مقبوضہ علاقوں میں ایک قسم کا انتظام رائج کرنے اور اسے مغربی جرمنی کا الگ ملک بنانے کی تدابیر شروع کردیں جن میں سے ایک تدبیر یہ تھی کہ مغربی جرمنی میں مشرقی جرمنی سے الگ سکہ چلایا جائے۔ مغربی اتحادیوں کے اس اقدام کے باعث برلین شہر کے تجارتی لین دین میں بہت دقتیں پیش آنے لگیں۔ کیونکہ برلین کا شہر اگرچہ روسی منطقہ کے بیچ میں واقع تھا لیکن باہمی قرار داد کے مطابق اس شہر کے چار ٹکڑے کرلیے گئے تھے اور ان ٹکڑوں میں سوویٹ یونین، امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی فوجیں الگ الگ پڑی تھیں۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں یہ قصہ شروع ہؤا۔ اور ماہ جون میں سوویٹ یونین کے فوجی حکام نے برلین کے ان قطعات کی ناکہ بندی کر دی جن میں امریکی، برطانی اور فرانسیسی فوجیں مقیم

تھیں۔ خشکی اور پانی کی راہ سے آمد و رفت اور اشیا کی بہم رسانی کا سلسلہ بند ہو گیا ۔ امریکہ اور برطانیہ نے طیاروں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے اپنے عساکر کو سامان بہم پہنچایا ۔ ستمبر ۱۹۴۸ء تک یہ کیفیت جاری رہی ۔ سوویٹ یونین اور مغربی اتحادیوں کے درمیان اسی مسئلے پر جنگ چھڑ جانے کے امکانات قوی ہوتے نظر آنے لگے ۔ لیکن اقوام متحدہ کی سیکیوریٹی کونسل کی کوششوں سے برلین کا قضیہ طے ہو گیا ۔ باھمی افہام و تفہیم نے کشیدگی میں استرخا پیدا کر دیا ۔ لیکن جرمنی کے ایک ملک بننے اور اس کے ساتھ جملہ اتحادیوں کی طرف سے مشترکہ معاهدات طے ہونے کی توقعات ختم ہو گئیں۔

تنظیم اقوام متحدہ سے سوویٹ یونین کا واک آوٹ

سوویٹ یونین نے چین کے انقلاب کے بعد سکیوریٹی کونسل اور اقوام متحدہ کے دوسرے اداروں سے اس بنا پر واک آؤٹ کر دیا کہ ان میں چین کی قومی حکومت کے نمائندے شامل ہوتے ھیں جنھیں انقلاب کے بعد چین کی نمائندگی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ۔ امریکہ اور اس کے پیرو ملک اس امر پر مصر رہے کہ چین کی طرف سے چین کی قومی حکومت ھی کے نمائندے اجلاسوں میں شامل ہوں گے کیونکہ اشتراکی حکومت کو ابھی یو ۔ این ۔ او نے تسلیم نہیں کیا ۔ اسی کیفیت نے یو ۔ این ۔ او کے کاموں میں تعطل کی سی کیفیت پیدا کر دی ۔ اگرچہ امریکی بلاک کے ملکوں نے کام جاری رکھا لیکن روس نے صاف کہہ دیا کہ جو فیصلے اس کی غیر حاضری میں کیے جائیں گے روس ان کا پابند نہیں۔

کوریا کی جنگ

یو ۔ این ۔ او کے سیکرٹری جنرل مسٹر ٹرائیگیولی ابھی اس کوشش میں تھے کہ چین کی نمائندگی کے سوال پر سوویٹ یونین اور مغربی اتحادیوں کے درمیان مفاھمت کی راہ پیدا کریں کہ شمالی کوریا کی اشتراکی ریاست نے جنوبی کوریا کی جمہوری ریاست پر حملہ کر دیا اور اس سرعت رفتار

کے ساتھ پیش قدمی کی کہ جنوبی کوریا کی ھستی
آنے لگا ۔ اس پر امریکہ نے بصیغۂ تعجیل سیکیورٹی
منعقد کرکے اس مضمون کی قرارداد منظور کرا لی کہ
ممبر حکومتیں شمالی کوریا کے جارحانہ اقدام کے مقابلے
کی امداد کریں اور اس قرارداد کی منظوری کے ساتھ ہی
بحری بیڑے اور آخر میں بری افواج جنوبی کوریا کو امداد
دیے ۔ برطانیہ ، کینیڈا ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ
بیڑے جو جاپان کے سمندروں میں موجود تھے امریکہ
کے حوالے کر دیے ۔ سوویٹ یونین نے سیکیورٹی کو
کو بے ضابطہ قرار دیا ۔ امریکہ کی سرکردگی میں اقوام
امریکی بلاک کی فوجیں شمالی کوریا کے اشتراکیت
لگیں جن کی امداد کے لیے اشتراکی چین کے رضا کار بھی
جنگ اقوام عالم کی تیسری بڑی جنگ کا پیش خیمہ بنتی
لیکن بڑی طاقتوں نے شمالی کوریا اور جنوبی کوریا کی
تسلیم کرکے اس خطرے کو ٹال دیا ۔

ان کوایف پر بیسویں صدی مسیحی کا نصف ول
